سلسلہ تصوف نمبر (۱۳۶)

اردو ترجمہ کتاب

حضرات القدس

دفتر اوّل

من تصنیف ملا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

جسکا

مولانا عرفان احمد خان صاحب انصاری قادری چشتی نے مولانا احمد حسین خاں صاحب
نقشبندی مجددی قادری امروہی کے ایما سے ترجمہ فرمایا

جسکو

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین کلکتے زئی تاجران کتب قومی
منزل نقشبندیہ
کوچہ ککے زیاں ——— بازار کشمیری
لاہور نے

بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ اور نہایت صحت و صفائی کے ساتھ
طالبان دربار مجددیہ و نقشبندیہ کیلئے

مشہور عالم مدبر پریس لاہور باہتمام منشی گنپت رائے گیناتھ دار کے چھپوایا

(تعداد ۱۰۰۰) ——— قیمت ۲ مع

شکرانۂ نعمت

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ موجودہ سلطنت کے اس چہاردہ سالہ مبارک دور میں ملک کو جو بیشمار ترقیات اور بے انتہا عروجات حاصل ہوئے وہ سب آقائی ولی نعمت پادشاہ عالم پناہ اعلیحضرت قدر قدرت سکندر صولت دارا منزلت سلیمان حشمت نوشیروان معدلت رستم دوران افلاطون زمان حضور پرنور ہز اگزالٹڈ آصف جاہ مظفر الممالک والممالک نظام الملک نظام الدولہ سلطان العلوم حضرت نواب سر میر عثمان علیخان صاحب بہادر فتح جنگ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی خاص بیدار مغزی اور نمایاں کار فرمائی کا ایک بین ثبوت ہے۔ گذشتہ سلطنتوں کے عہد میں کہیں اس کی نظیر نہیں مل سکتی اور تاریخوں میں کسی ایشیائی حکمران کی ایسی بیدار مغزی اور کارفرمائی کی کوئی مثال دستیاب ہو سکتی ہے۔ اگر دیگر حکمرانوں کی صفحات تواریخ میں کسی خاص کارگزاری کی کہیں کچھ نشاندہی ہے تو ان میں یہ جامعیت کہاں جو خدائے کریم نے ہماری پادشاہ عالم پناہ کو عطا فرمائی جس صیغہ اور شعبہ کی کارگزاریوں پر نظر ڈالیے ایک عظیم الشان انتظام اور رفیع المرتبہ نظم و نسق کے ساتھ ساتھ شیون بانیہ کا ایک ایک منظر پیش نظر ہو جاتا ہے مثلاً سررشتہ تعمیرات کی عالیشان اور خوش وضع عمارتوں پر جب غور کیا جاتا ہے تو وہ اپنے مالک مجازی کی اولو العزمی کے ساتھ صانع حقیقی کی شان عظیم کو ظاہر کر رہی ہیں اور گویا اپنی زبان حال سے بَلٰی وَھُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ کی مقدس تسبیح میں مشغول ہیں علیٰ ہذا سررشتہ آبرسانی کی کارگذاری بڑے بڑے تالاب عثمان ساگر اور حمایت ساگر اور نظام ساگر وغیرہ کی تعمیر سے جو بے نہایت اور وسیع ذرائع ملک میں آبرسانی کے لئے مہیا کئے گئے اُس سے ارشاد الٰہی وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ کا ظہور ہوتا ہے خلق عام کے عظیم الشان کاموں کی انجام دہی خاصکر جنرل ہاسپتال عثمانیہ کی تعمیر کا انتظام فرمایا جانا قیام عدل و انصاف کے لئے عدالت العثمانیہ کی محکم بنا کو استوار فرمانا اور تنظیم جدید سے باب حکومت کا استحکام فرمانا ارشاد خداوندی وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ کی تعمیل کا ایک نمایاں منظر پیش نظر کر رہا ہے۔ سررشتہ تعلیمات میں جو ذرائع ترقیات تعلیم مہیا کئے گئے بجائے خود بے عدیل ہیں اُن کے علاوہ ایک وسیع سررشتہ دار الترجمہ کا قیام اور عظیم الشان درسگاہ جامعہ عثمانیہ کا افتتاح مشاہیر آفاق ماہرین علوم و فنون افراد عالم کو بیش بہا مشاہرے دیکر فراہم کرنا جس سے ملک کی موجودہ بلکہ آئندہ نسلوں کی ترقیات کا مضبوط پایہ پڑا۔ گویا آیۂ شریف وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ کا حیدرآباد ایک عمدہ منظر بن گیا سررشتہ صنعت و حرفت کی بے عدیل ترقیات اور اختراعات و ایجادات کے مشاہدے سے مضمون

آیۂ شریفہ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا کے آخر حصہ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ کا مطلب مفہوم ہوا۔ سررشتۂ مذہبی میں خیرات و مبرات کے بیشمار عطیات اور دین پروری کے ضروری نظائر موجود ہیں جن سے مقصودِ آیۂ شریفہ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی کا شاہدہ ہوتا ہے مثنوی شریف

ظلم مفقود الاثر از این دیار — عدل دارند بہر مظلوم یار — فتنہ نبود جز بہ چشم دلبران
خود نتابد بست لیکن دلبراں — اختراع و ابتداع و انتشار — پُر ز شہرت گشتہ این شہر و دیار
حیدرآباد است یونانے دگر — چونکہ سلطان است سلطانے دگر — کار مرد آساں کہ شیر آمد شکار
حضرتِ عثماں علی سلطانِ دیں — حامیِ اسلام و ہم دین متیں — ذات او مقبول درگاہ خدا ست
چونکہ او محبوبِ چشم مصطفےٰ ست — عاشق و دلدادہ خلاقِ رسُول — ناصر و غمخوار اولادِ بتول

اہل عالم از سرِ ماہی بماہ — بہرہ وارند از این بار گاہ
مَدَّ فَوْقَ الْعَالَمِیْنَ ظِلَّہٗ — وَاَصَابَ الْکُوْبَلَ نَہْدَعِیْ ظِلَّہٗ

آخر میں میں ذات قدسی صفات اپنے بادشاہ عالم پناہ خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہٗ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس تاریخی کتاب کو جو ایک قدیمی کتاب حضرات القدس مصنفہ علامہ بدر الدین سرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ رشید حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رح کا اردو عام فہم بامحاورہ ترجمہ ہے جسمیں خانوادہ عالیہ نقشبندیہ کے اولیائے سابقین شغلاوران عرفان و یقین کی پاک اور بے لوث زندگیوں کے حالات مفصل طور سے درج ہیں اور اس حیات جاودانی کے سامنے گیلئے پرنور ستارے ہیں جنکی ہدایت اور تعلیم سے ہم اپنی زندگی کے جادۂ کو سالم مراد تک پہنچا سکتے ہیں انکی تعلیم اور ان کا نمونہ ہمیں اعلےٰ ترین مراتب اخلاقی پر پہنچا سکتے ہیں بمراحم خسروی بنام نامی شہزادہ عالیشان حضرت نواب میر حمایت علی خاں اعظم جاہ ولیعہد بہادر ادام اللہ عمرہٗ و اقبالہٗ معنون کرنے اور اسکا نام اعظم جاہی سے موسوم کرنے کی اجازت عطا فرمائی اور صلۂ تالیف میں خدمت معاف کرکے لہور وظیفہ عطا فرمایا اور اس کتاب کی جلدوں کی خریداری کا حکم صادر فرمایا۔ مترجم جس کا تہ دل سے شکر گذار رہیگا۔ اس کے بعد ارکان سلطنت عالیجناب نواب ولی الدولہ بہادر بالقابہ منصرم صدر اعظم بہادر باب حکومت سرکار عالی اور عالیجناب نواب صبیب یار جنگ بہادر صدر الصدور امور مذہبی سرکار عالی اور عالیجناب نواب اختر یار جنگ بہادر ناظم و معتمد امور مذہبی سرکار عالی کا بھی بیحد متشکر ہے جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت اور منظوری میں اس کے فوائد کو اور ملک کی اخلاقی حالت کی اصلاح کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر جائز مدد عطا فرمائی جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

اس کے آخر میں اپنے محب صادق جناب مولانا ملک فضل الدین صاحب گیلانی نقشبندی مجددی مرحوم اور ان کے خلف ارشد ملک چراغ الدین صاحب نقشبندی مجددی سلمہٗ معزز تاجر کتب قومی کشمیری بازار لاہور مالک سلسلہ اسرار تصوف کے عنایات کا بھی شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے بلا اندازہ روپیہ صرف کرکے بڑی مشقت اور سعی جانبازی سے صحیح نسخہ کتاب حضرات القدس کا متعدد مقامات سے تلاش کرکے فراہم کیا اور اس ناچیز کو اس کے ترجمہ کا موقع بخشا جس کا اس حقیر بدنام کنندۂ نکو نامے چند نے بامحاورہ ترجمہ کیا جَعَلَ اللّٰہُ سَعْیَھُمْ مَشْکُوْرًا۔ مترجم کتاب فقیر احمد حسین قادری نقشبندی مجددی ابو العلائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

حمد حق میں ہے زبانِ نطق لال ❊ ہے ہر اک ذرہ شہودِ حق پہ دال
نعت سرکارِ دو عالم میں زباں ❊ کر نہیں سکتی ادب سے قیل و قال
لکھ سکے کیا مدح اہلِ بیتِ پاک ❊ طائرِ کلکِ رقم ہے پر و بال
خاص کر اوصافِ اصحابِ کرام ❊ بے عدیل و بے شبیہ و بے مثال

الحمد لاولیائہٖ والصلوٰۃ علیٰ نبیہٖ والسلام علیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ واولیائہٖ اجمعین

حمد و نعت کے بعد معلوم ہو کہ جب ۱۳۳۶ ہجری میں میں نے کتاب روضۃ القیومیہ کا ترجمہ شائع کیا (جو حضرات قیومیم اربع کے مبارک حالات میں ایک مبسوط اور جامع کتاب ہے) تو پھر مجھے شائقین نے اس امر کی توجہ دلائی کہ اور کتب جو حضرات بزرگانِ نقشبندیہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے حالات میں ہیں یا حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مصنفات سے اس وقت تک ترجمہ نہیں ہوئی ہیں۔ ترجمہ کرا کر شائع کراؤں۔ میں نے اُن کتابوں کی جستجو میں کوشش شروع کی۔ مگر جن جن بزرگوں کے پاس نایاب کتب ہیں وہ قدرتاً ایسے تنگ دل اور سخت طبع واقع ہوئے ہیں۔ کہ کتاب دینی تو در کنار دکھانے میں بھی حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیتے ہیں۔ مگر حضرت حق سبحانہٗ تعالےٰ ہر ایک شخص کے شوق کو پورا کرتا ہے۔ اور غیب سے امداد دیتا ہے۔ یہ مقدس کتاب حضرات القدس جس کا یہ ترجمہ آپ کے روبرو پیش ہوتا ہے حضرت خواجہ شیخ بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی (جو حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی رحمۃ اللہ کے خلفائے عظام میں بڑا رتبہ رکھتے ہیں) تصنیف لطیف ہے۔ اور آپ خاص سرہند شریف کے رہنے والے اور حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی مخلص اور سچے فدائی ہیں۔ چنانچہ جناب خواجہ ابو الفیض کمال الدین محمد احسان اپنی کتاب روضۃ القیومیہ رکن اول میں بضمن خلفائے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز آپ کے حالات جو درج فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

"شیخ بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ آپ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی اصحاب سے ہیں۔ آپ سترہ سال آنحضرت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے۔ سلوک باطنی بدرجۂ کمال حاصل کر کے خلافت پائی۔ علوم ظاہری اور دیگر علوم مثلاً تاریخ وغیرہ میں آپ کو کامل دسترس تھی حضرات القدس نامی آپ ہی کی تصنیف سے ہے۔ اس میں آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے پیران سلسلہ اور آپ کے فرزندان اور خلفا کے حالات مفصل مندرج فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب سنوات الاتقیا جس میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے زمانے تک کے تمام حالات درج کئے گئے ہیں تصنیف فرمائی اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں آپ نے تالیف کیں" +

حسن اتفاق سے اس کتاب کا پہلا دفتر سرہند شریف میں بزمانۂ عرس شریف بماہ صفر ۱۳۳۹ھ ہجری میرے محسن اور مخدوم حضرت خواجہ محمد حسن خانصاحب مرحوم و مغفور مصنف کتاب حالات مشائخ نقشبندیہ کے صاحبزادہ بلند اقبال محمد معصوم حسن صاحب کی معرفت ملا۔ میں نے صاحبزادہ کا شکریہ ادا کیا اور کتاب لے لی۔ اور سرہند شریف میں بعض کرم فرماؤں کو اس کی اطلاع کی اور دوسرے دفتر کی جستجو جاری رکھی چنانچہ راقم الحروف فخر خاندان مجددیہ حضرت اقدس جناب قبلۂ عالم قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مقبول درگاہ ذو المنن جناب خواجہ محمد حسن صاحب مجددی دامت برکاتہم ساکن ٹنڈہ سائینداد ضلع حیدرآباد سندھ مصنف کتاب انساب الانجاب جو بتقریب عرس مقدس سرہند شریف میں روضۂ اقدس مجددیہ پر قیام پذیر تھے اُن کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور حضرات القدس کے پہلے دفتر کو آپ کی خدمت میں پیش کر کے دوسرے دفتر کی ضرورت کی بابت عرض کیا جناب ممدوح نے نہایت مہربانی سے فرمایا کہ دوسرا دفتر ہمارے پاس موجود ہے جس وقت ہم اپنے مقام پر پہنچ جائیں۔ اس وقت یاددہانی کرانا۔ ہم روانہ کر دینگے مگر ساتھ ہی جناب نے یہ بھی فرمایا کہ دوسرا دفتر کرم خوردہ ہے۔ نیز یہ فرمایا کہ اور بھی عمدہ عمدہ کتب قلمی رسائل موجود ہیں۔ جو خاص حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سے ہیں یعنی تسع رسائل جو خاص حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات سے ہیں۔ موجود ہیں۔ یہ سنکر میں نے اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کیا اور اس کتاب کے پہلے دفتر کو اپنے قدیمی محسن حضرت قبلہ مولانا مولوی خواجہ احمد حسین خان صاحب قادری نقشبندی مجددی مصنف کتب "سنن احمدیہ"، "ارمغان عثمانی"، "جواہر مجددیہ" وغیرہ خلف الصدق حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین سرتاج مشتاقان نقشبندیہ مجددیہ قادریہ سہروردیہ

حضرت حافظ حاجی محمد عباس علی[۱] خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین امروہہ ضلع مراد آباد جو فی زمانہ ریاست حیدر آباد دکن کے سررشتہ مذہبی میں کارگذار ہیں۔ اُسی زمانہ میں روانہ کر دیا اور حضرت سے التماس کی کہ آپ اس کو مطالعہ فرما کر اس کے ترجمہ کے متعلق امداد فرماویں جب یہ کتاب حضرت کی خدمت مبارک میں پہنچی۔ تو آپ نے اس کتاب کو اول سے آخر تک دیکھا اور مجھے اطلاع دی کہ کتاب میں کثرت سے غلطیاں ہیں۔ جو بفضل تعالےٰ درست اور صحیح ہو جاینگی چنانچہ حضرت ممدوح نے ایک جلد دفتر اول حضرات القدس "قلمی مدراس سے منگوائی اور اس اصل کتاب سے اس کا مقابلہ کرکے تصحیح فرمائی۔ اور اپنی نگرانی میں اس کی نقل فارسی زبان میں نہایت صحت سے کرائی۔ اور ترجمہ فرما کر اس کا وہی مبارک نام یعنی اردو ترجمہ حضرات القدس رکھا جو ڈیڑھ سال کے بعد تیار کرکے اب میرے پاس روانہ کیا۔ خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اب وہ ترجمہ اردو آپ کے ہاتھوں میں پہنچتا ہے۔ مولوی صاحب نے جس قدر کوشش بلیغ اس ترجمہ میں فرمائی ہے اس کے لئے میں صرف اس قدر عرض کر سکتا ہوں کہ انھوں نے بلحاظ شیخ طریقت ہونیکے اپنا فریضہ ادا کیا۔ اور برادران دینی پر احسان فرمایا۔ لہٰذا میں بھی مولوی صاحب موصوف کا کمال مشکور ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ سے ان کے لئے دست بدعا ہوں کہ قادر مطلق ایسے پاک وجود کو معتقدین کے سر پر قائم رکھے۔ فارسی اس کتاب کی اس کے ساتھ ہی چھپنی تھی۔ مگر اردو دان اصحاب اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ اور فارسی پڑھنے والے بھی پسند نہیں فرماتے کہ اردو ترجمہ ساتھ ہو۔ اِس لئے اردو ترجمہ علیحدہ اور اصل فارسی کتاب علیحدہ شائع کی گئی +

کتاب حضرات القدس کے دوسرے دفتر کیلئے مجھ کو ملک سندھ کا سفر کرنا پڑا

---

۱ آپکا سلسلہ طریقت خاندان سہروردیہ بتوسط پیران الہ آباد بذریعہ حضرت شاہ حاجی حجو من شیخ حسام الدین فاروقی لکھنوی حضرت مخدوم جہانگشت سے ملتا ہے جو حضرت مخدوم ابوالفتح سید رکن الدین ملتانی سہروردی نبیرہ و غوث العالم سید بہاؤ الدین زکریا ملتانی کے خلیفہ تھے اور سلسلہ طریقت خاندان نقشبندیہ مجددیہ بتوسط حضرت مولوی حافظ حاجی مولانا حکیم سید فخر الدین احمد الہ آبادی و مولانا سید فرخ علی عرف شاہ محمد عاشق کردی و مولانا سید ابوالحسن نصیر آبادی و مولانا شاہ مراد اللہ انصاری فاروقی و مولانا محمد نعیم مظہر شمس الدین حضرت مرزا جانجاناں شہیدؒ سے متصل ہوتا ہے اور سلسلہ نسب حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح ملتا ہے حافظ عباس علیخاں بن لعل علی خاں بن احمد علی خاں عرف غلام محی الدین خاں بن محمد شمس الدین خاں بن شیخ [illegible] قیس محمد المخاطب بہ نواب لیث علیخاں بہادر بن شیخ عبدالحکیم ثانی المخاطب حکیم علیخاں بہادر امیر شیرازی بن شیخ جان محمد بن شیخ غلام محمد بن حضرت فیض محمد عرف قسمت طالع (یہی صاحب ولایت ترکستان سے بعہد جہانگیر بادشاہ دہلی میں تشریف لائے۔ اور قصبہ ڈاسنہ و چند مواضع آپکو جاگیر دیا گیا۔ آپ کی سند میں یہ صراحت ہے کہ آپ اولاد حضرت خواجہ سید امیر کلال سے ہیں) بن امیر محبوب بن غریب شاہ بن امیر اقبال بن شاہ جمال اول بن شاہ رضا بن شیخ عبدالحکیم اول بن امیر جلال بن امیر جمیل بن سبکتگین شاہ بن شاہ نور بن سید محمد خضر بن شاہ محمد المخاطب امیر کبیر اول بن ابو سعید بن ابوالحسن بن امیر حمزہ ثانی بن حضرت سید شمس الدین معروف خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہم خواجہ امیر کلال کا نسب انکے ملفوظات کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔

اور حسب وعدہ خود حضرت اقدس جناب صاحبزادہ محمد حسن صاحب مجددی دامت برکاتہم کے در دولت پر حاضر ہوا اور شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ حضرت میرے حاضر ہونے سے نہایت خوش ہوئے۔ اور مجھے کتاب "حضرات القدس" کا دوسرا دفتر مع اور چند قلمی رسائل کے جن کے نام درج حاشیہ ہیں[۱] بغرض ترجمہ و طبع عطا فرمائے۔ جو بفضل تعالٰے ترجمے ہو رہے ہیں۔ اگر حیات مستعار باقی رہی تو یکے بعد دیگرے شائقین کی خدمت میں پیش کئے جائینگے۔ بالخصوص حضرات القدس دفتر دوم کا ترجمہ عمدۃ الفضلا ابو المعانی مولانا مولوی عرفان احمد صاحب انصاری مترجم کلمۃ الحق وغیرہ خلیفہ رشید جناب مولانا خواجہ احمد حسین خانصاحب موصوف نے نہایت دیدہ ریزی سے فرمایا۔ اور جناب مولانا ممدوح نے اُس پر نظر ثانی فرمائی وہ بھی اس کے ساتھ ہی ساتھ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے ؂

اب میں اس مختصر عرض کے بعد ناظرین سے بصد ادب التماس کرتا ہوں کہ جو حضرات ان مبارک کتب کا مطالعہ فرما کر خوش وقت ہوں وہ مجھ روسیاہ کو نہ بھولیں۔ اور میرے لئے دعائے خیر کریں اور یہ بھی اللہ تعالٰے سے دعا فرمائیں کہ کتب مندرجہ حاشیہ میری زندگی میں ہی طبع و شائع ہو جائیں۔ یہ بندہ گنہگار و عاصی ہے اللہ تعالٰے سے ملتجی ہے کہ بتصدق ان تمام حضرات کے جن کا ذکر مبارک اس کتاب میں ہے مجھ پر رحم فرمائے۔ اور خاتمہ میرا اسی اعتقاد اور ارادت پر ہو۔ جو مجھ کو حضرات خاندان عالیہ نقشبندیہ رضوان اللہ تعالٰے علیہم سے ہے۔ اور حشر بھی انہیں حضرات کے زیر سایہ ہو ؂

برا ہوں یا بھلا ہوں خیر جیسا ہوں انہیں کا ہوں
طریقہ ہے کریموں کا نبھانا اپنے چاکر سے

کتاب ھذا میں اگر سہواً کوئی غلطی رہ گئی ہو یا چھاپے خانہ کی غفلت سے کوئی لفظ غلط چھپ جائے تو ناظرین اپنی شفقت سے اسکو معاف فرمائیں۔ اور خود صحت فرمالیں۔ والسلام مع الاکرام ؂

نیاز مند ملک فضل الدین ککے زئی تاجر کتب قومی بازار کشمیری لاہور

۲۲ ذی الحجہ الحرام سنہ ۱۳۴۰ ہجری - مطابق ۱۷ اگست سنہ ۱۹۲۲ء روز پنجشنبہ

---

[۱] مکتوبات حضرت خواجہ باقی باللہ رحہ۔ مکتوبات سعیدیہ۔ مبدء و معاد مجدد صاحب۔ مکاشفات غیبیہ مجدد صاحب۔ معارف لدنیہ مجدد صاحب۔ رد روافض مجدد صاحب۔ شرح رباعیات مجدد صاحب۔ رسالہ تحقیق قیومیت مجدد صاحب۔ رسالہ تعین و لاتعین مجدد صاحب۔ رسالہ مقصود الصالحین مجدد صاحب۔ رسالہ اشارہ وحدۃ الوجود مجدد صاحب۔ رسالہ حضرت خواجہ محمد عثمان برہانپوری در تعلیم سلوک نقشبندیہ۔ بعض دیگر رسائل قلمی ؂

یہ رسائل کچھ ترجمہ ہو چکے ہیں۔ اور کچھ ترجمے ہو رہے ہیں۔ جو انشاء اللہ جلد سے جلد شائع ہو نگے ؂

فضل دین

اُردو ترجمہ کتاب

حضرات القدس

دفتر اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد

بے حد بے حساب حمد وثنا ذاتِ حق سُبحانہٗ تعالےٰ کے اُن مقدس تنزلات کی بارگاہوں کے لئے ہے جن کی وساطت سے وجود یعنی ہستی کی بخشش وکرم کی بارش نے عدم یعنی نیستی کے باغوں پر نزول فرمایا۔ اور بے عدد اور بیشمار شکرانے صفاتِ باریتعالےٰ کی اُن محبت آمیز تعینات کی نعمتوں کے واسطے جن کے انوار کے ظہور سے وہم وخیال کے تیرہ وتاریک میدان منوّر اور درخشاں ہوئے مقدس مراتب کا یہ سُنہری سلسلہ جو غیب کے وحدت سرائے شہادت کے پائے تخت تک وسیع ہے ہر طرح کی تعریف اور توصیف کیلئے شایاں ہے۔ اور یہ پاکیزہ درخت اپنے اصول اور فروع کے ساتھ شکر گزاری کے قابل اور ثنا گستری کے لائق ہے۔ آیہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (ایسی کوئی شئے نہیں ہے جو اُس کی تعریف میں مصروف ہو) اِسی بات کی حکایت فرما رہی ہے اور آیہ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ (اُسی کی توصیف اوّل وآخر ہے) اسی مضمون کو ادا فرما رہی ہے۔ کیونکہ جس قسم کی تسبیح اور تحمید تنزلات ذات کے مدارج میں سے جس درجہ کی بابت ہو۔ اصل الاصل کے مدارج میں داخل ہے۔ اور پاکی اور بزرگی صفاتِ الٰہی کے مراتب میں سے

جس مرتبہ کے لئے واقع ہو وہ بالا سے بالا مقام پر عروج کرتی ہے۔ کیوں نہ ہو کہ یہ کائنات کا میدان خدائے تعالے کے ناموں اور صفتوں کا عکس ہے اور یہ وہمیات کا ذات الٰہی کے کمالات کا سایہ اور اُس کی شانیں ہیں۔ انبیاء اور اولیا بلکہ سارے ممکنات اسما اور صفات الٰہی کے آئینے اور مظاہر ہیں ؎

نعت

اور حضرت محمد رسول اللہ ذات حق سُبحانہٗ تعالےٰ کے مظہرِ کامل اور ذات صفاتِ الٰہیہ کے درمیان میں برزخ ہیں۔ اور ذاتِ احدیت کے فیضان کے مظاہر واحدیت تک نزول اور وصول کے ذریعے اور واسطے ہیں۔ آپ قابَ قوسین اور اس سے بھی بلند اور بالا مقامات پر عروج فرما ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ پر اور آپ کی اولاد پاک اور اصحاب پر رحمت نازل فرمائے۔ اور سب انبیا اور اولیاء پر ؎

سبب تالیف کتاب

حمد اور نعت کے بعد اہلِ بصیرت کے دلوں پر ظاہر ہو کہ حضرت حق سُبحانہٗ تعالےٰ قرآن مجید و فرقان حمید میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (خدا سے ملنے کے واسطے وسیلہ اختیار کرو) نیز ارشاد فرماتا ہے کہ قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (کہدو اے محمدؐ) یہ میرے خدا کا رستہ ہے میں اپنے آپ کو اور اُن کو جو میرے پیرو ہیں۔ راہ بصیرت (ہدایت کیطرف) بُلاتا ہوں۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ (پیر اپنی قوم میں مثل نبی کے ہے اس کی اُمت میں) یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ مَنْ لَا شَیْخَ لَہٗ لَا دِیْنَ لَہٗ (جس کا کوئی پیر نہ ہو وہ بے دین ہے) اور نیز ارشاد فرمایا ہے کہ مَنْ لَا شَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہُ اِبْلِیْسُ (جس کا کوئی پیر نہ ہو اُس کا پیر شیطان ہے) پس راہِ خدا کے طالب کے لئے ایسے پیر کی بیحد ضرورت ہے۔ جو خدائے بزرگ و برتر کی راہ کی طرف رہبری فرمائے اور خدا کی طرف جانے والے کو رستہ دکھائے۔ اور اُس پیر کے سلسلہ کی اسناد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک متصل ہو۔ اور وہ حضرت حبیب رب العالمین

صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع کامل سے آراستہ ہو۔ ہر سالک کیلئے یہ امر بھی ارکان طریقت سے ہے۔ کہ سلسلہ کی اسناد کا علم اپنے پیر سے تا بہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حاصل کرے طریقت کے اصول میں سے یہ بات بھی ہے کہ مرید اپنے پیران سلسلہ کے طرز اور طریقے اور حالات اور اُن کے اقوال اور مقام اور کرامتوں سے واقفیت حاصل کرے تاکہ وہ ان نعمتوں سے کہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرکار سے عطا ہوں۔ درجہ بدرجہ پیران کبار کے توسط سے مستفیض ہو سکے +

کیونکہ سلسلہ یعنی زنجیر کی خاصیت ہے کہ اُس کے ایک سرے کی حرکت دوسرے سرے تک پہنچتی ہے۔ مرید صادق کو چاہئے کہ مناجات کے وقت قلبی حضور اور التجا اور عاجزی کے ساتھ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کو نام بنام یاد کرے اور ہر ایک ظاہری اور باطنی مشکل اور مصیبت میں اُن کو اپنا شفیع گردانے۔ اور اُن کے وسیلہ اور واسطہ سے اپنی مراد مانگے تاکہ جلد قبولیت حاصل ہو +

چنانچہ حضرت سید الطائفہ[1] بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مرید کے لئے بزرگوں کا کلام پڑھنے اور لکھنے اور سننے میں بے شمار فوائد ہیں جن کی کوئی حد اور انتہا نہیں ہے ان کا کلام اُس کے واسطے ایک لشکر ہے خدائے عزوجل کے لشکروں میں سے جب مرید مرشد کی طرف سے نا امید ہو کر خدا کے لشکروں کی امداد سے قوی دل ہو جاتا ہے۔ تو اپنے کام میں اچھی طرح سے مشغول ہو جاتا ہے۔ اور اس کو انبساط و شرح صدر حاصل ہوتا ہے۔ اور غرور اور خود پسندی سے پاک ہو جاتا ہے +

اللہ تعالےٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ آیۃ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ہم تم سے نبیوں کے حالات بیان کرتے ہیں تاکہ اُس سے تمہارے دل کو ہم جمعیت بخشیں، اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ صالحین کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے، چنانچہ اس امر پر امت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کا اجماع ہے کہ تفسیر و حدیث کے بعد بزرگان دین کے ارشادات اور علما کے اقوال بہترین کلام ہیں +

---

[1] حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کو مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے بہارستان میں اس طرح سے نقل کیا ہے حکایات المشائخ جند من جنود اللہ تعالیٰ رباعی جامی ؎

ہجوم نفس وہوا کز سپاہ شیطانند | چو زور بر دل مرد خدا پرست آورد
بجز جنود حکایات رہنمایاں را | چہ تاب آنکہ بریں رہزناں شکست آورد

منقول ہے کہ جو شخص صوفیائے کرام کے حالات اور ارشادات اور اُن کے مقامات اور اپنے پیران سلسلہ کی کرامتیں لکھے تو ہر ایک حرف کے بدلے ستر ستر نیکیاں اس کے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہیں۔ اس بنا پر اس کمترین خاک نشینانِ بارگاہِ انور بدر الدین شیخ ابراہیم سرہندی نے پیران سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے مقامات کو اوّل سے آخر تک کہ کسی اور نے اس طور سے اس وقت تک ان مقالات کو جمع کرنے کی توفیق نہ پائی تھی، جمع کر دیا۔ اور اس کا نام حضرات القدس رکھا۔ اللہ ہی مددگار ہے۔ اور اُسی پر تکیہ ہے ۞

شجرہ و سلاسل خاندان عالیہ نقشبندیہ

واضح ہو کہ حضرت پیرو مرشد شیخ الاسلام قطبِ وقت۔ محققوں کے سردار متاخرون کے رہبر۔ ازلی خزانوں کے جمع کرنے والے۔ ابدی معدنوں کے تقسیم کرنے والے حضرت رسولِ خدا کے نائب حبیب اللہ العالمین کے وارث ہمارے شیخ اور امام شیخ احمد فاروقی کابلی۔ سرہندی قدس سرہٗ مرید و خلیفہ غوثِ عالم حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے (جو کہ قریشی الاصل کابلی المولد اور دہلوی السکونت ہیں۔ اور وہ حضرت خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ اپنے خالو حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں اور وہ حضرت شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ علی رامیتنی معروف بہ حضرت عزیزاں قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ اور وہ حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں ۞

بعض نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کا حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی سے بلا کسی واسطے کے انتساب ہے۔ نیز بعض نے یہ کہا ہے کہ حضرت شیخ ابو علی فارمدی

کو حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی قدس سرہٗ اور اُن کو حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہٗ سے اور ان کو سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ کی روحانیت سے اور ان کو حضرت امام جعفر صادق قدس سرہٗ کی روحانیت سے اور اُن کو حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضے اللہ تعالےٰ عنہ سے اور ان کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور ان کو حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضے اللہ تعالیٰ عنہ سے انتساب ہے ❖

کتاب شرح وصایائے حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ میں کہ مصنفہ حضرت خواجہ ابو الخیر فضل اللہ بن روزبہان المشہور بخواجہ مولانا اصفہانی ہے۔ اس طرح سے مذکور ہے کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی کے پیر تعلیم حضرت خواجہ خضر علیہ السلام تھے۔ اور پیر خرقہ خواجہ یوسف ہمدانی اور اُن کے پیر حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی اور اُن کے پیر چند واسطوں سے حضرت شیخ بایزید بسطامی ہیں اُن کے پیر حضرت امام جعفر صادق رضے اللہ تعالےٰ عنہ ہیں اور اُن کے پیر اُن کے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضے اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ اور اُن کے پیر اُن کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین رضے اللہ تعالےٰ عنہ ہیں۔ اور اُن کے پیر اُن کے والد ماجد حضرت امام حسین سید الشہدا رضے اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اور اُن کے پیر حضرت صدیق اکبر رضے اللہ تعالےٰ عنہ ہیں ❖

کتاب ثمرۂ شجرہ میں مذکور ہے کہ:۔

حضرت علی المرتضےٰ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کو جس طرح حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے نسبت حاصل ہے۔ اسی طرح ہر سہ خلفائے رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے بھی جو آپ سے پہلے ہیں انتساب ہے۔ اور باتفاق اہل التحقیق ثابت ہے کہ آپ نے تربیت علم باطنی میں ہر سہ خلفاء رضے اللہ عنہم سے بھی نسبت پائی ہے چنانچہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ کو حضرت ذو النورین رضے اللہ عنہ سے صحبت حاصل تھی۔ اور اُن کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضرت صدیق اکبر رضے اللہ عنہ سے اور یہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ تک اور بھی طریقوں سے پہنچتا ہے ❖

ایک یہ کہ حضرت سلمان فارسی کو حضرت پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جس طرح حضرت صدیق اکبر رضے اللہ عنہ سے صحبت حاصل رہی اسی طرح حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے بھی رہی ہے ❖

دوسرے یہ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو جس طرح سے کہ اپنے نانا حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے انتساب ہے اسی طرح سے ان کو اپنے والد ماجد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے بھی انتساب ہے۔ اور ان کو ان کے والد ماجد حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے اور ان کو اُن کے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور اُن کو ان کے والد ماجد حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہم اجمعین سے ✦

نیز حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ کو حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے بھی نسبت ہے اور ان کو اُن کے والد ماجد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور ان کو اُن کے والد ماجد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے ✦

نیز حضرت شیخ ابو القاسم گرگانی طوسی کو حضرت شیخ ابو عثمان مغربی سے انتساب ہے اور اُن کو حضرت شیخ ابو علی کاتب سے اور ان کو حضرت شیخ ابو علی رودباری سے اور ان کو حضرت شیخ جنید بغدادی سے اور اُن کو حضرت سری سقطی سے اور ان کو حضرت معروف کرخی سے اور ان کو حضرت امام علی موسےٰ رضا رضی اللہ عنہ سے اور اُن کو حضرت امام موسےٰ کاظم رض سے اور ان کو حضرت امام جعفر صادق رض سے اور ان کو حضرت امام زین العابدین رض سے اور ان کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے اور ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور اُن کو حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم سے ✦

نیز حضرت معروف کرخی کو حضرت داؤد طائی سے اور ان کو حضرت حبیب عجمی سے اور اُن کو حضرت حسن بصری سے اور ان کو حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے انتساب ہے۔ اور ان کو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہٗ سے اور ان کو حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ✦

اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ارادت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے بلا واسطہ صحیح نہیں ہے۔ اور خلاف واقع مشہور ہو گئی ہے۔ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آپ کی ارادت کو صاحب تذکرۃ الاولیا نے صحیح بیان کیا ہے لیکن حضرت حسن بصری کا جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کرنا تذکرۃ الاولیا میں منقول ہے (ہم نے ان روایتوں کو بیان کر دیا ہے تا کہ طالب علموں کو یاد کرنے میں آسانی

لہ یہ واقعہ باب (۳) کتاب تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے ✦

ہو) اس طرح سے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بصرہ میں اونٹ کی مہار اپنی کمر میں باندھے ہوئے تشریف لائے۔ اور تین روز وہاں مقیم رہے آپ نے حکم دیا تھا کہ ممبروں کو توڑ دیا جائے اور واعظوں کو وعظ کہنے سے ممانعت کی جائے۔ پھر آپ حسن بصری کی مجلس میں تشریف لائے۔ اور استفسار فرمایا کہ تم عالم ہو یا متعلم۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوں۔ البتہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس قدر حدیثیں مجھ تک پہنچی ہیں میں اُن کو مخلوق تک پہنچاتا ہوں۔ آپ نے یہ سُن کر اُن کو وعظ کی اجازت دیدی اور فرمایا کہ اے جوان تُو نے اچھا جواب دیا۔ پھر آپ تشریف لیگئے حسن بصری رضی اللہ عنہ نے آپ کو فراست سے پہچانا۔ اور آپ کی تلاش میں نکلے اور آپ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ خدا کے لئے مجھ کو طہارت سکھائیے حضرت نے پانی منگایا اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو طہارت کرنی سکھائی +

نیز حضرت خواجہ عارف ریوگری کا انتساب حضرت خواجہ محمد معشوق سے اور اُن کو حضرت خواجہ محمد معشوق سے اور اُن کو حضرت خواجہ قلی ماوراءالنہری سے اور اُن کو حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی سے اور ان کو ابوالمظفر مولانا ترک طوسی سے اور ان کو خواجہ اعرابی بایزید عشقی سے اور اُن کو حضرت خواجہ محمد مغربی سے اور اُن کو سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی سے تا آخر سلسلہ انتساب ہے +

بعض احباب نے اس شجرۂ طیبہ کو نظم کیا ہے تا کہ طلبا کو آسانی سے یاد ہو جائے

شجرۂ منظوم

رسید فیض بصدیق ز احمد مختار — ازو رسید بسلمان مخزن اسرار
ازو بقاسم و جعفر ابویزید ازو — بخرقانی ازو بوعلی سر ابرار
ازو ست یوسف ازو غجدوانی عارف — ز فغنوی ست بر امیتنی بزرگوار
ازو ست حضرت بابا پس از امیر کلال — بہاء ملت و دین نقشبند فخر کبار
عقیب این ہمہ یعقوب چرخی ست دگر — ازو بخواجہ عبیداللہ آن سر احرار
ازو ست زاہد و درویش و خواجہ امکنگی — ازو بخواجہ باقی قدوۂ اخیار
ازو امام زمان قطب وقت شیخ احمدؒ — کہ ہست بانئ این ہمہ مجدد این کار

بعض احباب نے اِس شجرۂ طیبہ کو اس طرح سے نظم کیا ہے نظم

الف ثانی را مجدد شیخنا تاج الرجال　　شیخ احمد مجمع البحرین علمِ حال وقال
پیرِ ایشاں خواجہ باقی بحق فانی زخویش　　شیخ ایشاں خواجہ اَمکنگی بدر الکمال
مرشدِ او والدِ او خواجہ درویش دل　　قدوہ مولانا محمد زاہد او را پیر خال
شیخ او خواجہ عبید اللہ سر احرار بود　　مرشدِ او شیخ یعقوب آں سپہر چرخ کمال
شیخ او سلطاں بہاء الحق والدین نقشبند　　خواجہ نو شید ایں سما ز خمخانۂ میر کلال
رستہ از خاک سماس آں گلبنِ گلہائے حال　　پیر سید خواجہ بابا محمدؒ نام او
شیخ او خواجہ علی رامیتنی نساجِ عشق　　آنکہ بود انجیر فغنو چشمۂ آب زلال
مرشد او خواجہ عارف لعلِ کانِ یوگر　　رہبر او خواجہ عبد الخالق آں دریائے حال
بود شاہ غجدواں از شاہ ہمدانِ ادواں　　قطب عالم خواجہ یوسف یوسفِ مصرِ وصال
مرشدِ او شیخ سرمد بو علی فارمدی　　رہبرِ او خرقانی بو الحسن بحرِ نوال
پیرِ او سلطانِ معنی بایزید و شیخ او　　جعفرِ صادق کہ در وصفش زبانہا ماندلال
شیخ او در نسبتِ صدیق جدِّ مادرش　　قاسمِ ابن محمد قاسمِ فیض و نوال
شیخ او سلمانِ فارس فارسِ میدانِ دیں　　باوجودِ صحبت از صدیقِ ہم دارد کمال

رہبرِ صدیق خیر الانبیا ختم الرسل
مصطفےٰ صد رحمتِ حق بروے و اصحاب و آل

حالات خلفاء اربعہ رضے اللہ تعالےٰ عنہم

پہلے خلفاءِ اربعہ رضے اللہ تعالےٰ عنہم کے کمالات و فضائل کے متعلق جو احادیث اور نصوص آئی ہیں ذکر کی جاتی ہیں۔ پھر ہر ایک صاحب کے مناقب و فضائل جس طرح سے احادیث اور نصوص میں ہر ایک کی شان کی بموجب علیحدہ وارد ہوتے ہیں تحریر کئے جاتے ہیں۔ پھر مشائخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کے حالات ترتیب کے ساتھ معہ ترجمہ احادیث اور آیات ذکر کئے جائیں گے ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ اختار اصحابی علی العالمین سوی النبیین واختار من اصحابی اربعۃ فجعلھم خیر اصحابی

وھم ابوبکر و عمر و عثمان و علی حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے میرے اصحاب کو بعد پیغمبروں کے تمام عالم میں پسند فرمایا۔ اور تمام اصحاب میں سے چار کو منتخب کیا۔ اور اُن کو میرا بہترین دوست بنایا وہ ابوبکر اور عمر اور عثمان اور علی ہیں۔ اللہ تعالےٰ اِن سب سے راضی ہو ✤

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسّلام اتخذ اللہ ابا بکر والدی وعمر مشاوری وعثمان سندی وعلیاً ظھیری آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ابوبکرؓ کو میرا خسر اور عمرؓ کو میرا وزیر اور عثمانؓ کو میرا تکیہ گاہ اور علیؓ کو میرا پشتیبان بنایا ہے ✤

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسّلام اربعۃ اخذ اللہ میثاقھم فی اُمِّ الکتاب لا یحبھم الا مؤمن ولا یُبغضُھُم الا فاجر وھم خلائف نبوتی وعضُدُ دینی وعصمۃُ امتی ومعدِن حکمتی لا تقاطِعُوا ھم لا تحاسِدُ و منھم یہ بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی بابت لوح محفوظ میں میثاق لیا کہ اُن کو دوست نہ رکھیگا کوئی شخص سوائے مومن کے اور ان سے بغض نہ رکھیگا کوئی سوائے فاجر کے وہ میری نبوت کے خلیف ہیں اور میرے دین متین کے بازو اور میری امت کی عصمت ہیں اور میرے علم کے معدن۔ اُن سے تعلق قطع نہ کرو۔ اور نہ اُن پر حسد کرو ✤

شیخ ابوطالب مکی قدس سرہ العزیز نے کتاب قُوتُ القُلُوب میں نقل کیا ہے کہ ہر زمانہ کا قطب قیامت تک اپنے مرتبہ اور مقام میں امیر المومنین ابوبکر صدیق رضے اللہ تعالےٰ عنہ کا قائم مقام رہے گا۔ اور تینوں اوتاد جو قطب سے کم درجہ کے ہوتے ہیں۔ ہر زمانہ میں بقیہ خلفا ثلثہ یعنی امیر المومنین عمر فاروق اور امیر المومنین عثمان ذی النورین اور امیر المومنین علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے قائم مقام ہوں گے۔ اور ان کی صفت و حالت و یقین کے مطابق رہیں گے۔ باقی چھ صدیق جن کی صفت یہ ہے کہ:-

بِھِمْ یَقُوْمُ الْاَرْضُ وَبِھِمْ یُدْفَعُ الْبَلَاءُ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ وَبِھِمْ

لہ اس حدیث کو خطیب نے بروایت انس رضے اللہ عنہ کسی قدر اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے ✤

لہ اس حدیث کو دیلمی نے ضمان الفردوس میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ✤

لہ ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے ابوہریرہ رضے اللہ عنہ سے ✤

یُرْزَقُوْنَ وَبِھِمْ یُمْطَرُوْنَ اُن کی برکت سے زمین قائم ہے اور اہل زمین کی بلائیں دفع ہوتی ہیں۔ اور انہیں کی برکت سے رزق دیا جاتا ہے اور پانی برسایا جاتا ہے، وہ ہر زمانہ میں بقیہ عشرۂ مُبشرہ چھ اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے قایم مقام ہوتے ہیں +

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوبکر[۲] وزیری والقائمُ فی اُمتی وعمر حبیبی وعثمان منی وعلی اخی وصاحب لوائی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ابوبکرؓ میرا وزیر اور میری امت میں میرے بعد میرا قائم مقام ہے اور عمرؓ میرا حبیب ہے اور عثمانؓ مجھ سے ہے اور میرا بھائی علیؓ میرا صاحب لواء ہے رضی اللہ تعالےٰ عنہم +

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یجتمع حبّ ھٰؤلاء الاربعۃ الا فی قلب مومن ابوبکر وعمر وعثمان وعلی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چار شخص یعنے ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ کی محبت سوائے قلب مومن کے جمع نہیں ہوتی۔ رضی ہو اللہ تعالےٰ اُن سب پر +

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوبکر بصری وعمر ینطق بلسانی وعثمان رُوحی فی جسدی وعلی منی وانا منہ آنحضرت[۳] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ابوبکر میری آنکھوں کی بینائی ہے اور عمر میری زبان سے گفتگو کرتا ہے اور عثمانؓ میری رُوح ہے جو میرے جسم میں ہے اور علی مجھ سے ہے اور مَیں اس سے ہوں رضی اللہ تعالےٰ عنہم +

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسلام انا مدینۃ الصدق وابوبکر سقفھا وانا مدینۃ الصلابۃ وعمر عمادھا وانا مدینۃ الحیاء وعثمان جدارھا و انا مدینۃ العلم وعلی بابھا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مَیں صدق کا شہر ہوں اور ابوبکر اس کی چھت ہے مَیں صلابت کا شہر ہوں اور عمر اس کا ستون ہے مَیں حیا کا شہر ہوں اور عثمان اس کی دیوار ہے مَیں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے، راضی ہو اللہ تعالےٰ اُن سب پر +

---

[۱] مشکوٰۃ شریف [۲] اس حدیث کو بروایت ابوسعید خدری رضے اللہ تعالےٰ عنہ ترمذی نے کسی قدر لفظی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے +

[۳] اس حدیث کو بروایت ابن خطیب ترمذی نے نقل کیا ہے +

وقال ایضاً علیہ الصلوٰۃ والسلام یجمع اللہ امتی عند قبری فی جمع الصدیقین مع ابی بکر ویدخلون الجنۃ والامرین بالمعروف مع عمر و اھل الحیاء مع عثمان واھل السخاء وحسن الخلق مع علی واھل العلم مع معاذ بن جبل واھل القراءۃ مع ابی ابن کعب والفقراء مع ابی الدرداء واھل الزھد مع ابی ذر والشھداء مع حمزۃ والموذنین مع بلال فیدخلون الجنۃ وقد وعدنی ربی ان یدخل من امتی سبعین الفاً[۱] بلا حساب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ میری کل امت کو میری قبر کے پاس جمع کریگا۔ ان میں سے صدیقین کو ابوبکرؓ کے ہمراہ۔ پس وہ ان کے ساتھ بہشت میں داخل ہونگے۔ اور امر بالمعروف کرنے والوں کو عمرؓ کے ہمراہ اور حیا والوں کو عثمانؓ کے ہمراہ اور سخاوت اور اچھے اخلاق والوں کو علیؓ کے ساتھ اور علما کو معاذ بن جبلؓ کے ساتھ اور قاریوں کو اُبی بن کعبؓ کے ساتھ اور درویشوں کو ابی درداؓ کے ساتھ اور زاہدوں کو ابی ذرؓ کے ساتھ اور شہیدوں کو حضرت حمزہؓ کے ساتھ اور مؤذنوں کو بلالؓ کے ساتھ جمع کریگا۔ اور سب جنت میں جائینگے۔ خدائے پاک نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری امت کے ستر ہزار آدمی بے حساب جنت میں جائیں گے ۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ دس صحابی میرے جنتی ہیں ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور علیؓ اور عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور طلحہؓ اور زبیرؓ اور سعدؓ بن ابی وقاص اور ابوعبیدہؓ بن جراح اور سعیدؓ بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہم ۔

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے[۲] لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ بے شک راضی ہو گیا حق سبحانہ تعالےٰ اُن مومنوں سے جو درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے ۔

اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں چاروں صحابیوںؓ کو متعدد مقامات میں یاد فرمایا ہے ان میں سے بعض آیتیں یہ ہیں۔ الصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار۔ صبر کرنے والے اور سچ کہنے والے اور دعا کرنے والے

۱ اس حدیث کو کسی قدر اضافہ کے ساتھ ترمذی نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور ابن ماجہ نے سعید بن زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے ۲ سورہ فتح رکوع ۳ ۔

اور صبح میں مغفرت چاہنے والے ، مفسرین نے کہا ہے کہ اس آیت میں صابرین سے مراد خود حضرت خاتم النبیین ہیں ۔ اور صادقین سے ابوبکر صدیق رضؓ اور قانتین سے عمر فاروقؓ اور منفقین سے عثمان ذی النورین رضؓ اور مستغفرین بالاسحار سے حیدر کرارؓ مراد ہیں ۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ⁂

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا ۔ محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں یعنی ابوبکر رضؓ ۔ زیادہ سخت ہیں کافروں پر یعنی عمر رضؓ ۔ مہربان ہیں آپس میں یعنی عثمان رضؓ ۔ تو اُن کو رکوع کرتے سجدہ کرتے ہوئے دیکھے یعنی علی رضؓ ⁂

دوسری آیت میں فرماتا ہے مِنَ النَّبِیّٖنَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا نبیین یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیقین یعنی صدیق اکبر رضؓ اور شہدا یعنی فاروق اعظم اور صالحین یعنی ذی النورین رضؓ اور یہی لوگ رفاقت کیلئے بہتر ہیں یعنی علی المرتضےٰ ⁂

نیز فرمایا جل جلالہٗ نے اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ بیشک تمہارا ولی خدا اور اُس کے رسول (یعنی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم) ہیں ۔ اور وہ لوگ جو اُن کے ساتھ مومنین ہیں (یعنی ابوبکر صدیق رضؓ) قایم کرتے ہیں نماز کو (یعنی فاروق اعظمؓ) اور زکوٰۃ دیتے ہیں (یعنی عثمان ذی النورین رضؓ) اور وہ رکوع میں رہتے ہیں (یعنی علی مرتضےٰ) ⁂

نیز فرمایا اللہ جل جلالہٗ نے فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ پس یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا ۔ نبیوں میں سے یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیقوں میں سے یعنی صدیق اکبر رضؓ اور شہدا میں سے یعنی تینوں خلفا جنہوں نے شہادت پائی ۔ اور صالحین میں سے یعنی تمام صحابہ رضؓ ⁂

نیز خدائے تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے ۔ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ جو لوگ ایمان لے آئے یعنی ابوبکر صدیق کہ تمام بوڑھوں میں ایمان لانے میں سبقت لے گئے ۔ اور قایم کیا انہوں

نے نماز کو یعنی عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں یعنی عثمان ذی النورینؓ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اُس پر جو تم پر نازل کی گئی یعنی علی مرتضےٰ جو ایمان لانے میں تمام جوانوں پر سبقت لے گئے +

نیز خدائے جل و علا فرماتا ہے۔ وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَی الزَّکٰوۃَ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَھْدِھِمْ۔ مال خرچ کیا اُس نے خدا کی محبت میں (ابو بکرؓ) اور قائم کیا اُس نے نماز کو (عمرؓ) اور زکوٰۃ دی (عثمانؓ) اور اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے (علی مرتضٰیؓ) +

نیز فرمایا اللہ تبارک تعالےٰ نے اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ جو لوگ علانیہ اور پوشیدہ خرچ کرتے ہیں (ابو بکرؓ) اور پی جانے والے غصّے کے (عمرؓ) اور معاف کرنیوالے لوگوں کو (عثمانؓ) اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (علیؓ) +

اللہ جل جلالہٗ فرماتا ہے۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ اور قسم ہے آخر دن کی بیشک انسان نقصان میں ہے مراد اس سے ابو جہل ہے مگر جو لوگ ایمان لے آئے مراد اس سے ابو بکرؓ ہیں۔ اور نیک کام کیئے یعنی عمرؓ اور وصیت کی انہوں نے حق کے ساتھ یعنی عثمانؓ اور وصیّت کی اُنہوں نے صبر کے ساتھ یعنی حضرت علیؓ +

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے[۱] لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ فَاِنَّھُمْ اٰمَنُوْا مِنْ خَوْفِ اللّٰہِ وَاٰمَنَ النَّاسُ مِنْ خَوْفِ السُّیُوْفِ بُرا نہ کہو میرے اصحابؓ کو کیونکہ ایمان لائے ہیں وہ خدا کے خوف سے بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ ایمان لائے ہیں تلوار کے ڈر سے +

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ جب تخت خلافت پر بیٹھے تو آپ ممبر پر چڑھے۔ اور نہایت فصاحت اور بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا اور خداوند تعالےٰ کی حمد و ثنا کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد فرمایا کہ اے بھائیو!

۱؎ اس حدیث کو ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اور طبرانی ابن عباس رضؓ سے تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے +

معلوم کرو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام آدمیوں میں بہتر ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن سے راضی ہو۔ جو شخص اُن کو بُرا کہے اور ان کے حق میں بہتان لگائے اُس پر خدا اور رسولؐ اور فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہو +

محمد حنیفہ رضے اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز مَیں نے اپنے باپ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ ابوبکر رضؓ ہیں۔ مَیں نے کہا اُن کے بعد کون ہے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ۔ مَیں نے پوچھا اُن کے بعد کون ہے فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ۔ مَیں نے کہا کہ اُن کے بعد اے امیر المومنین آپ ہی افضل ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مَیں بھی خدا تعالےٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں[1]

حضرت امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

آپ خلفاء خیر الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام میں سے خلیفہ اوّل ہیں[2]۔ آپ کو علوم ظاہری اور باطنی میں حضرت سید الاولین والآخرین کے ساتھ انتساب ہے آپ کا نسب حضرت سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جناب مرۃ بن کعب میں مل جاتا ہے عدد آبا میں حضرت افضل الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آپ کو مناسبت تامہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے نسب میں جناب مرۃ تک چھ کرسی ہیں۔ ابوبکر عبد اللہ ابن ابی قحافہ عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ آپ کی ماں کا نام سلمےٰ اور اُن کی کنیت اُم الخیر بنت صخر بن عمرو مذکور تیمیہ ہے۔ آپ کی پیدائش سنہ فیل سے دو برس چند روز کم چار ماہ کے بعد ہوئی +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا صَبَّ اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا وَصَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ کوئی چیز ایسی اللہ تعالےٰ نے میرے سینہ میں نہیں ڈالی جس کو[3]

---

[1] یہ حدیث بطور قول کے محمد بن الحنفیہ سے امام بخاریؒ نے نقل کی ہے +

[2] آپ کا رنگ گورا بدن لاغر تھا چھتیس سال کی عمر میں خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تھے آپ کی اولاد میں تھیں ۳ فرزند محمد۔ عبد اللہ۔ عبد الرحمٰن۔ اور ۳ دختریں تھیں اُم کلثوم۔ عائشہ رضؓ۔ اسماء ۱۲ تحفۃ الواعظ +

[3] اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے حاکم نے مستدرک میں نقل کیا ہے +

میں نے ابو بکر رضہ کے سینہ میں ڈال دیا ہو ؛

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر میں یہ خطبہ پڑھا۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِتَّخَذَ صَاحِبَکُمْ خَلِیْلًا وَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا دُوْنَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا لٰکِنْ ھُوَ شَرِیْکِیْ فِیْ دِیْنِیْ وَصَاحِبِیْ اَلَّذِیْ اَوْجَبْتُ لَہٗ صُحْبَتِیْ فِی الْغَارِ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اُمَّتِیْ کہ خدائے تعالے بزرگ و برتر کی حمد و ثنا کے بعد معلوم ہو کہ اُس نے تمہارے صاحب کو اپنا دوست بنایا ہے۔ (اس میں اشارہ اپنی ذات پاک کی طرف ہے) اور اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابو بکر رضہ کو بناتا۔ لیکن وہ میرے دین میں میرے شریک ہیں یعنی میرے ناصر اور معین اور میرے دین اور یقین کو ظاہر کرنے والے ہیں وہ میرے دوست ہیں میں نے غار میں اپنی صحبت کیلئے انہیں کو منتخب کیا وہ میری امت میں میرے جانشین ہیں ؛[1]

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا ہے[2] اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ اِتَّخَذَ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا وَمُوْسٰی نَجِیًّا وَاتَّخَذَنِیْ حَبِیْبًا ثُمَّ قَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاُوْثِرَنَّ حَبِیْبِیْ عَلٰی خَلِیْلِیْ وَنَجِیِّیْ کہ خدائے بزرگ و برتر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور حضرت موسے کو اپنا نجی اور مجھ کو اپنا حبیب۔ پھر اللہ تعالے نے ارشاد فرمایا کہ البتہ پسند کیا میں نے اپنے حبیب کو مقابلہ اپنے خلیل اور اپنے نجی کے ؛

اِن دونو حدیثوں کے مضمون کو اہل دانش اور اربابِ تحقیق نے اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ خلت کے دو مقام ہیں ایک مرتبہ محبیت کی انتہا۔ یہ مقام دوسری حدیث میں مراد ہے دوسرا مقام مراتبُ درجات محبُوبیت کی انتہا۔ یہ مقام پہلی حدیث میں مراد لیا گیا ہے۔ جس مرتبہ میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرا کوئی شریک نہیں ہے۔ اور مقامِ محمود اسی درجۂ کمال کے انتہا کی طرف اشارہ کرتا ہے ؛

آنحضرت علیہ الصلٰوۃ والسلام کا یہ ارشاد کہ اگر اور کوئی شخص اِس مقامِ خاص میں

---

[1] اس حدیث کو مختلف طریقوں سے محدثین نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ صحیحین بخاری و مسلم نے ابو سعید خدری زبیر بن العوام اور ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہم سے اور ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے اور احمد نے زبیر سے اور ابو یعلی نے باختلاف یسیر نقل کیا ہے ؛

[2] اس حدیث کو حکیم ترمذی نے اور طبرانی نے کبیر میں نقل کیا ہے اور دیلمی نے اور ابن عساکر نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے ؛

میرا شریک ہوتا تو ابوبکرؓ ہوتا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیاء امت میں اکمل اور افضل اور اعلم ہیں اور پیغمبروں کے بعد گروہ صدیقین میں اکمل اور صدیق اکبر ہیں۔ اکابر ارباب دانش قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کا اس امر پر اتفاق ہے۔ کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے وَاللّٰہِ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی اَفْضَلِ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍؓ۔ قسم[1] خدا کی پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابوبکرؓ سے کسی اور بہتر شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا ✤

نیز حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں ابوبکرؓ کو تم سب سے جو بہتر جانتا ہوں وہ کچھ اُن کے نماز روزہ کے سبب نہیں ہے بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو اُس کے سینہ میں ہے یعنی یقین ✤

ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا سلوک حصولِ جذبہ کے بعد سلوکِ فوقانی سے تعلق ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منسوب ہے اس نکتہ کو اس عبارت میں آپ نے بیان فرمایا ہے سَلُوْنِیْ مِنْ طُرُقِ السَّمَآءِ فَاِنِّیْ لَاَعْلَمُ طُرُقَ السَّمٰوَاتِ مِنْ طُرُقِ الْاَرْضِ کہ مجھ سے آسمانوں کے راستے دریافت کرو کیونکہ میں آسمانوں کے رستوں کا علم زیادہ رکھتا ہوں بمقابلہ تمہارے زمین کے رستوں کے یہ سلوک سیر آفاقی سے تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ سیر انفسی کے ساتھ اس سلوک کی مثال ایسی ہے جیسے کہ جذب کے گھر میں ایک سوراخ کھود کر ذاتِ غیب تک راہ پہنچائی جائے اور اس راہ سے راستہ طے کیا جائے۔ حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی راہ سے انتہاء مقام تک واصل ہوئے۔ اور فوقانی سلوک جس کا سیر آفاقی سے تعلق ہے۔ اگرچہ وہ بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار مقدس سے ہی ہے۔ لیکن جناب علی کرم اللہ وجہہٗ سے مخصوص ہے۔ بقیہ تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ تعالےٰ عنہم دوسرے رستوں سے عالم غیب تک واصل ہوئے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مسلک تو معلوم ہو چکا ہے۔ اسی طرح سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مسلک بھی علیحدہ ہے اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ بھی جداگانہ طریقہ رکھتے ہیں۔ سالکوں کا سلوک ان چاروں راہ سے طے

---

[1] ابوداؤد رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے ۱۲

ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے مسلک کا سلوک خود شائع اور مشہور ہے۔ اکثر اہل سلسلہ اسی راہ سے سلوک طے کرتے ہیں۔ اسی طرح سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا سلسلہ مخصوص خواجگان نقشبندیہ سے ہے۔ لیکن دیگر سلسلوں کے مشائخ کبار نے بھی اس مسلک صدیقیہ پر سلوک طے کیا ہے۔ اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے ہیں +

مصنف کتاب کہتا ہے کہ اُس نے بعض اکابر مشائخ کو دیکھا ہے۔ جنہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مسلک پر سلوک طے کیا ہے۔ چنانچہ حضرت غوث الثقلین قدس سرہٗ اسی راہ سے غیب ذات تک پہنچے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے طریقہ کی فنا و بقا میں جو ولایت کا پہلا قدم ہے آپ نے بہت کچھ ترقی کی۔ اور حضرت شیخ ابو سعید خراز قدس سرہٗ نے بھی حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک پر سلوک طے کیا ہے۔ آپ نے سُنا ہو گا کہ حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[1] لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرُ اگر میرے بعد کوئی اور نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر آپ میں تکمیل اور پیشروی کی شان نہ ہوتی تو مقام نبوت سے کیونکر مناسبت رکھتے۔ پس غور فرمائیے اور تحقیق میں کمی نہ کیجئے +

سالم بن عبیدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت[2] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بیماری کے زمانہ میں جس میں آپ کی وفات ہوئی کسی قدر ہوش ہوا تو آپ نے فرمایا کیا نماز کا وقت ہو گیا حاضرین نے عرض کیا کہ ہاں یارسول اللہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ بلالؓ سے کہو اذان دے اور ابوبکرؓ سے کہو کہ امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ یہ کلمات فرما کے آپ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب پھر آپ ہوش میں آئے تو فرمایا کہو بلالؓ سے کہ اذان کہے اور ابوبکرؓ سے کہو کہ امامت کریں۔ اور لوگوں کو نماز پڑھائیں +

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد نرم دل آدمی ہیں وہ جب امامت کریں گے تو آپ کی بجائے کھڑے ہونگے گھبراہٹ

---

[1] اس حدیث کو ترمذی اور احمدؒ نے اور ابو یعلیٰ اور طبرانی اور بیہقی اور حاکم اور ابو نعیم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے +

[2] امام مسلم اور بخاری اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے اس حدیث کو باختلاف لفظی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نقل کیا ہے +

اور بے قراری اُن پر غالب آئے گی۔ برداشت نہ کر سکیں گے۔ کیوں آپ اور کسی کے واسطے ارشاد نہیں فرماتے۔ اُس کے بعد آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے۔ فرمایا کہ بلال رضؓ سے کہو اذان دے اور ابو بکر رضؓ سے امامت کریں اور لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ اور بیشک تم (اے عائشہ رضؓ) یوسف پیغمبر (علیہ السّلام) کے ساتھ والی عورتیں ہو جنہوں نے اُن کو فتنے میں ڈال دیا تھا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتے ہیں۔ کہ لوگوں نے بلال رضؓ سے کہا تب اُنہوں نے اذان کہی اور ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ امامت کے لئے آگے بڑھے اور نماز پڑھانی شروع کی۔ اِس کے بعد حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں کمی پائی اور ارشاد فرمایا کہ تلاش کرو کسی ایسے شخص کو جس پر مَیں ٹیکا کروں اور مسجد میں چلا جاؤں پس بریدہ رضؓ اور اور ایک صحابی آئے ان دونو پر آپ نے ٹیکا کیا اور مسجد میں تشریف لیگئے۔ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ پر قائم رہو ✦

اور صحیح مسلم[1] میں اس طرح سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا کہ تو اپنے باپ اور بھائی کو بلا کہ مَیں ایک تحریر لکھوا دوں۔ کیونکہ لوگوں کی آوازوں سے میں ڈرتا ہوں ممکن ہے کہ کوئی شخص مدعی خلافت کا ہو جائے اور خدائے تعالیٰ اور مومنین سوائے ابو بکر رضؓ کے اور کسی کی خلافت منظور نہیں کرتے"

ترمذی میں یہ بھی ہے کہ اس کے بعد حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ننگی تلوار ہاتھ میں لیکر فرمایا کہ اگر کسی سے مَیں یہ سنوں گا کہ پیغمبر خدا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے وفات پائی تو اُس کا سر اِس کے بدن سے جدا کر دونگا۔ تا آخر حدیث۔ اس حدیث کے آخر میں یہ ہے کہ اُس کے بعد ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ آئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو بوسہ دیا اور چھُوا اور یہ آیت شریف پڑھی اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ[2] بیشک تو ایک دن اس جہان سے پردہ کریگا۔ اور سب لوگ بھی مر جائیں گے، اِس سے لوگوں نے جان لیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کہنا درست ہے اور پیغمبر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس جہان سے پردہ کر گئے ✦

---

[1] اس حدیث کو مسلم میں بروایت حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے نیز حمیدی نے اپنی صحاح میں نقل کیا ہے۔ کسی قدر اضافہ کے ساتھ ✦

[2] سورۂ زمر رکوع ۳ ✦

دوسری روایت یہ ہے کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے باہر آئے۔ یہ آیت بزرگ پڑھی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ محمد بھی اللہ تعالےٰ کے ایک رسول ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول ہوئے ہیں۔ اگر (بالفرض) یہ مرجائیں یا قتل ہوجائیں توکیا تم اُلٹے پاؤں (دین سے) پھر جاؤ گے" (سورۂ آل عمران۔ رکوع ۱۵)

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے آپ سے کہا کہ اے یارِ غار پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم آپ کی نماز جنازہ پڑھو گے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں۔ لوگوں نے کہا کس طرح سے آپ نے کہا کہ جتنے آدمی آتے جائیں تکبیر کہیں نماز پڑھ لیں اور دعا کریں اور باہر نکل آئیں۔ پھر اسی طرح سے دوسرے لوگ آتے جائیں اور نماز پڑھتے جائیں۔ تا آخر حدیث ؛

اور اسی حدیث میں یہ بھی مضمون ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دلانے کیلئے کہا تو آپ کے چچا زاد بھائی حضرت عباس[1] اور حضرت علی رض اور فرزندانِ عباس رض فضل رض اور قثم رض نے آپ کو غسل دیا، اور اسامہ بن زید اور صالح حبشی اور مہاجرین نے کہا کہ ہمارے برادران انصار کی طرف چلو کہ ان سے ہم مشورہ کریں کہ ایک امیر ہماری طرف سے مقرر ہو اور ایک تمہاری طرف سے حضرت فاروق اعظم رض نے یہ سُن کر کہا کہ صحابہ میں سوائے ابوبکر رض کے کون ایسا ہے کہ اس کی تعریف خدائے پاک نے ایسے تین کلمے فرمائے ہوں ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورۂ توبہ رکوع ۶) ان دو میں سے وہ دوسرا شخص ہے جس کے واسطے غارِ حرا میں اس کے صاحب نے فرمایا تھا کہ غم نہ کرو کہ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے، اس کے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر کہا کہ آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں! ابوبکر رض نے ہاتھ بڑھایا عمر رض نے سب سے پہلے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور سب صحابہ رض نے بھی بہت خوبی کے ساتھ ؛ (تاریخ امام یافعی رح)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مناقب میں سے یہ بھی ہے کہ حضرت پیغمبر خدا[2]

---

[1] اول نام عباس بن ابی طالب کا ہے اور دوبارہ نام جو عباس ہے یہ ابن عبدالمطلب ہیں ۱۲

[2] اس حدیث کو امام مسلم اور بخاری نے ابوسعید خدری رض سے کچھ لفظی فرق کے ساتھ نقل کیا ہے ۱۲

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی شان میں یہ فرمایا۔ جب کہ خدائے تعالےٰ نے مجھ کو پیغمبر بنا کر تم پر بھیجا تو تم نے کہا کہ (محمدؐ) جھوٹ بولتے ہیں اور ابو بکرؓ نے کہا کہ یہ سچ کہتے ہیں۔ پھر ابو بکرؓ نے اپنے جان و مال سے میری مدد کی پس آیا چھوڑتے ہو تم میرے لئے میرے صاحب کو؟

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ انتہائی تعریف حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایمان کی ہے۔ سچائی اور یقین کامل میں کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ خبر دی ہے کہ اور سب نے آپ کے رُوبرُو آپ کو جھٹلایا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے غیاب میں آپ کی تصدیق کی اور یہ اُن کی تصدیق کا کمال ہے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مُروّتاً کسی کے سامنے اس کی تکذیب نہیں کی جاتی۔ مگر یہ نہیں ہوتا کہ کسی کے غیاب میں اُس کی تصدیق کی جائے۔ اِسی طرح غیاب میں کسی کی تکذیب کی جاتی ہے نہ کہ اُس کے رُوبرُو۔ اس کا مطلب غور کرنے والے کے لئے بالکل واضح ہے۔

اور یہ حدیث شریف لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ مَعَ اِیْمَانِ الثَّقَلَیْنِ لَرَجَحَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ[1] اگر ابو بکرؓ کے ایمان کا تمام جن و انس کے ایمان کے مقابلہ میں موازنہ کیا جائے تو ابو بکرؓ کے ایمان کا پلہ زیادہ ہوگا (یعنی باستثناء ایمانِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔

اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کو کون شخص سب سے زیادہ محبوب ہے آپ نے فرمایا کہ عائشہؓ لوگوں نے عرض کیا کہ مردوں میں سے کون فرمایا اُس کا پدر[2]۔

نیز[3] یہ کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مسجد میں بجز ابو بکر رضی اللہ عنہ کے کسی کی کھڑکی باقی مت رکھو۔

اور حضرت ابن عمر[4] رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد زمانہ میں ہم لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو چن لیا تھا اُن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو اُن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو یہ سب حدیثیں صحاح میں مروی ہیں۔

صحیح مسلم میں روایت[5] ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے ایسا

---

[1] اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمرؓ سے موقوفاً بدیں الفاظ نقل کیا ہے لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ اَهْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ بِهِمْ اور حکیم ترمذی نے بھی فضائل الصحابہ میں اس کو نقل کیا ہے ۱۲ [2] اس حدیث کو امام مسلم اور امام بخاری نے بروایت عمرو بن العاص نقل کیا ہے [3] اس حدیث کو امام مسلمؒ اور امام بخاری نے ابو سعید خدری رضؓ سے نقل کیا ہے ۱۲ [4] اس قول کو بخاری اور ابو داؤد نے ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے [5] اس حدیث کو صحیح مسلم میں بروایت ابی ہریرہؓ نقل کیا گیا ہے ۱۲

کون شخص ہے جس نے آج روزہ کی نیت کی ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص کون ہے جو کسی جنازہ کے ہمراہ رہا ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص کون ہے کہ جس نے آج کسی مسکین کو کھانا دیا ہو۔ ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں نے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص کون ہے کہ جس نے آج کسی بیمار کی خبر گیری کی ہو۔ ابوبکر رضؓ نے کہا کہ میں نے۔ اس کو سن کر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ سب کام جمع نہیں ہوتے سوائے جنتی آدمی کے۔

اس کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص بے حساب بلا پرسش کے جنت میں جائیگا ورنہ ایمان لانا ہی خدائے جل وعلا کے فضل سے سبب ہے جنت میں جانے کا۔

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا[1] کہ میری امت میں سب سے مہربان میری امت پر ابوبکر رضؓ ہے۔ اور جس کسی پر میں نے اسلام کو پیش کیا (کہ قبول کرو) وہ فکر میں سرگردان ہو گیا سوائے ابوبکر رضؓ کے اور جب کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اپنا تمام مال آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لیکر حاضر ہوئے۔ تو آپ نے[2] ارشاد فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے واسطے کیا چھوڑ آئے ہو تو عرض کیا۔ کہ خدائے تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کو۔

نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ لَمَّا عُرِجَ بِی اِلَی السَّمَاءِ فَمَا مَرَرْتُ بِسَمَاءٍ اِلَّا وَجَدْتُ فِیْهَا اِسْمِیْ مَکْتُوْبًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَبُوْبَکْرٍ خَلْفِیْ جب مجھ کو آسمان پر معراج ہوئی تو میں نے ہر ایک آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا پایا اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو اپنے ساتھ پیچھے پیچھے دیکھا۔

نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کُلُّ النَّاسِ یَقِفُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا اَبَابَکْرٍ فَاِنْ شَاءَ قَامَ وَاِنْ شَاءَ مَضٰی فَاِنَّهٗ یُعْطٰی کِتَابَهٗ فَیُقَالُ لَهٗ اِنْ شِئْتَ فَلَا تَقْرَاءُ وَلَهٗ قُبَّةٌ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ مِنْ یَاقُوْتٍ حَمْرَاءَ وَلَهٗ اَرْبَعَةُ الٰافِ بَابٍ کُلَّمَا اشْتَاقَ اِلَی اللّٰهِ اَلْفَتْحُ مِنْهَا بَابٌ فَیَنْظُرُ اِلَی اللّٰهِ بِلَا حِجَابٍ۔ بروز قیامت سب لوگوں کو کھڑے رہنے کے لئے حکم ہوگا سوائے ابوبکر رضؓ کے کہ ان کو اختیار رہے گا خواہ کھڑے رہیں خواہ وہ (پل صراط سے) گذر جائیں اور جب ان کو

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں اور ابن عساکر نے جابر اور حسن سے نقل کیا ہے۔

[2] اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عمر رضؓ سے روایت کیا ہے۔

نامۂ اعمال دیا جائیگا تو یہ حکم ہوگا کہ آپ کو اختیار ہے چاہے آپ اس کو پڑھیں چاہے پڑھیں۔ اور اُن کے لئے ایک قبہ (محل گنبد نما) یاقوت سُرخ کا اعلیٰ علیتین میں بنایا گیا ہے جس کے چار ہزار دروازے ہیں جب وہ خدا کے ملنے کے مشتاق ہونگے ایک دروازہ اُن میں سے کُھل جائیگا۔ اُس ہی سے وہ خدا تعالیٰ کا جمال باکمال بے پردہ دیکھ لیا کرینگے۔

نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک روز جبرئیل امین سے دریافت کیا کہ کیا میری اُمت سے قیامت کے دن حساب لیا جائیگا؟ کہا کہ ہاں سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب سے لیا جائیگا۔ ابوبکرؓ سے کہا جائیگا کہ بے حساب جنت میں جاؤ۔ وہ جواب دینگے کہ میں بغیر اپنے دوستوں کے ہمراہ لئے جنت میں نہ جاؤنگا۔ ارشاد رب العزۃ جل شانہٗ ہوگا کہ اپنے دوستوں کو بھی جنت میں لے جاؤ۔ کہ میں نے تیری ولادت کے روز یہ وعدہ کر لیا تھا اور اُسی دن بہشت کو حکم دے دیا تھا کہ جو کوئی ابوبکر کا دوست ہوگا وہ اے بہشت تجھ میں ضرور داخل ہوگا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَمَّا وُلِدَ اَبُوْبَکْرٍ طَلَعَ اللّٰہُ عَلٰی جَنَّتِہٖ عَدْنٍ فَقَالَ وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا اُدْخِلُکِ اِلَّا مَنْ اَحَبَّ ھٰذَا الْمَوْلُوْدَ ابوبکرؓ کی ولادت کے دن اللہ تعالیٰ جنت عدن پر تجلی فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ مجھ کو میری عزت وجلال کی قسم ہے کہ اے جنت عدن تجھ میں سوائے اس شخص کے جو اس مولود لڑکے کو دوست رکھے داخل نہ کرونگا۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اَلَا اُعْطِیْکِ خَبَرَکِ قَالَتْ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اِنَّ اِسْمَ اَبِیْکِ مَکْتُوْبٌ عَلٰی قَلْبِ الشَّمْسِ وَاِنَّ الشَّمْسَ یُقَابِلُ الْکَعْبَۃَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ فَتَمْتَنِعُ عَنِ الْعُبُوْرِ عَلَیْھَا فَزَجَرَھَا الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ بِھَا وَیَقُوْلُ بِحَقِّ مَا فِیْکِ مِنَ الْاِسْمِ اَعْبُرِیْ فَتَعْبُرُ۔ اے عائشہؓ کیا میں تیری ایک بات تجھ سے نہ کہوں اُنھوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلعم۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے باپ کا نام آفتاب کے دل پر لکھا ہوا ہے۔ اور جب روزانہ آفتاب خانۂ کعبہ کے مقابل ہوتا ہے اُس پر سے گزرتے وقت رُک جاتا ہے۔ تب فرشتہ مؤکل آفتاب کو ڈانٹ کر یہ کہتا ہے کہ گذر اے آفتاب اس اسم پاک کی برکت سے جو تجھ میں ہے۔ تب کہیں آفتاب خانہ کعبہ سے عبور کرتا ہے۔

ایک روز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحابؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم کو قیامت کے حالات سے مطلع کرتا ہوں۔ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ یُنْصَبُ مِنْبَرٌ عَلٰی یَمِیْنِ الصِّرَاطِ فَاَجْلِسُ عَلَیْہِ فَیُنْصَبُ مِنْبَرٌ ثَانٍ فَیَجْلِسُ عَلَیْہِ اِبْرَاھِیْمُ ثُمَّ یُنْصَبُ کُرْسِیٌّ بَیْنَھُمَا فَیَجْلِسُ عَلَیْہِ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ یَاْتِیْ مَلَکٌ وَیَقِفُ عَلٰی مِرْقَاتٍ مِنْ مِنْبَرِیْ ثُمَّ یُنَادِیْ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا مَلَکٌ خَازِنُ جَھَنَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ جَھَنَّمَ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَمُحَمَّدٌ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَھَا اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ یَاْتِیْ مَلَکٌ اٰخَرُ یَقِفُ عَلَی الْمِرْقَاتِ الثَّانِیْ مِنْ مِنْبَرِیْ ثُمَّ یُنَادِیْ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا رِضْوَانُ خَازِنُ الْجِنَانِ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَ مَفَاتِیْحَ الْجَنَّۃِ اِلٰی مُحَمَّدٍ وَاَنَّ مُحَمَّدًا اَمَرَنِیْ اَنْ اَدْفَعَھَا اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ یَتَجَلّٰی لَنَا الْجَلِیْلُ الْجَبَّارُ جَلَّ جَلَالُہٗ وَیَقُوْلُ مَرْحَبًا لِخَلِیْلٍ وَحَبِیْبٍ وَصِدِّیْقٍ۔ قیامت کے دن ایک منبر صراط کی سیدھی جانب رکھا جائیگا کہ میں اُس پر اجلاس کرونگا۔ پھر دوسرا منبر رکھا جائیگا جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف رکھینگے۔ اس کے بعد دونوں منبروں کے بیچ میں ایک کرسی رکھی جائیگی۔ اُس پر ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھیں گے۔ پھر ایک فرشتہ آئیگا اور میرے منبر کی ایک سیڑھی پر کھڑا ہو کر یہ آواز دے گا۔ کہ مسلمانو! تم میں سے جس کسی نے مجھ کو پہچانا اُس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا اُس کو معلوم ہو کہ میں دوزخ کا داروغہ ہوں (مالک) خدا تعالےٰ نے مجھ کو یہ حکم دیا تھا کہ میں دوزخ کی کنجیاں حضرت محمد رسول اللہ کے حوالہ کردوں اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ان کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دے دو۔ اس کے بعد ایک اور فرشتہ آئیگا وہ میرے منبر کی دوسری سیڑھی پر کھڑا ہو کر یہ آواز دیگا کہ مسلمانو! تم میں سے جس نے مجھ کو پہچانا اُس نے پہچانا۔ اور جس نے نہ پہچانا اس کو معلوم ہو کہ میں رضوان ہوں جنت کا داروغہ۔ خدائے تعالےٰ نے مجھ کو یہ حکم دیا تھا کہ میں جنت کی کنجیاں حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کردوں اور آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اُن کو حضرت ابوبکرؓ کو دے دو۔ اس کے بعد ہم پر خدائے تعالےٰ جس کی شان بڑی اور بزرگ مرتبہ ہے۔ خود تجلی فرمائیگا اور ارشاد ہوگا کہ مبارک باد ہو میرے خلیل عؑ اور

حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق رضؓ کو ✦

ایک روز حضرت پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بشارت دی کہ اَعْطَاكَ اللّٰهُ الرِّضْوَانَ الْاَكْبَرَ خدائے تعالےٰ نے تم کو اے ابوبکرؓ مقام رضوان اکبر عطا فرمایا ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ رضوان اکبر سے کیا مراد ہے۔ ارشاد فرمایا کہ يَتَجَلّٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ عَامَّةً وَيَتَجَلّٰى لَكَ خَاصَّةً خدائے پاک سب مسلمانوں کے لئے عام طور پر تجلی فرمائیگا۔ اور تمہارے واسطے خاص طور سے ✦

مروی ہے کہ ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ نے اسی ہزار دینار بلکہ جو کچھ اُن کے پاس تھا سب راہ خدائے وحدہٗ لاشریک میں خرچ کر دیا۔ اور درویشی اختیار کر لی۔ اور کمبلی پہن لی۔ اور بجائے گھنڈیوں کے اُس میں کانٹے لگا کر بارگاہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکرؓ یہ کیا حال ہے آپ ابھی اس کا کچھ جواب دینے نہ پائے تھے کہ جبریل علیہ السلام حضرت صدیق اکبر رضے اللہ تعالےٰ عنہ کی سی کمبلی پہنے ہوئے ویسے ہی کانٹے لگائے ہوئے پہنچے۔ ان کو دیکھ کر حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور تعجب ہوا اور آپ نے فرمایا کہ اے اخی جبریل آج یہ آپ کا لباس کیسا ہے انہوں نے عرض کیا کہ صدیق اکبرؓ کے اتباع میں اس کو پہنا ہے سب ملائک مقربین کے لئے بارگاہ الٰہی سے احکام پہنچ چکے ہیں کہ آج کل فرشتے ابوبکر رضے اللہ عنہ کے اتباع میں کملی پہنیں اور ویسے ہی اس میں کانٹے لگائیں۔ مجھ کو خدائے پاک نے آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ خدا کا سلام ابوبکرؓ کو پہنچادیں اور اُن سے کہیں کہ کیا اس فقیری کے حال میں بھی آپ اللہ تعالےٰ سے خوشنود ہیں۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ کا سلام اور پیغام ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہچادیا۔ یہ سُن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ خوشی کے نعرے بلند کرکے کہا کہ میں اپنے خدا سے رضامند ہوں حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم سے کون سا نیک کام سرزد ہوا ہے جو خدائے پاک نے تم کو سلام کہلا بھیجا۔ اور اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ اس کا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ جواب نہیں دیا۔ کہ جبریل علیہ السلام اُترے اور کہا کہ اے محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کو شاید معلوم نہیں ہے کہ ابوبکرؓ کا جو کچھ دنیاوی مال و اسباب اور ملک و املاک تھی وہ سب انہوں نے راہ خدا پاک میں دے دی اور سات آدمی

مسلمان جن کو کافروں نے شکنجہ میں بند کر رکھا تھا تاکہ آپ کے دینِ متین سے وہ برگشتہ ہو جائیں ان سب کو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دس گنی قیمت دیکر خرید لیا۔ بلال۔ عامر۔ نہد۔ دختر نہدیہ۔ زبیرہ۔ ام عمیس۔ کنیزک بنی مومل ۔ اس وقت جبرئیل علیہ السلام سورہ واللیل لے کر نازل ہوئے +

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے آیت فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی کی تفسیر میں مروی ہے یعنی دونو جہان عطا فرما دئے اور اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے۔ اور لغو کاموں اور خطاؤں سے پرہیز کیا۔ اور رضا اور قرب مولیٰ جلّ وعلا کی طلب میں سچائی کے ساتھ رہے۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے کہ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰى اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى وَلَسَوْفَ يَرْضٰى یعنی اس کے پاس کوئی ایسی نعمت نہیں جس کی جزا وہ چاہتا ہو۔ سوائے اپنے پروردگار کی رضا اور خوشنودی کے۔ اور عنقریب وہ راضی ہوگا۔ تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس جماعت کو خریدا اور آزاد کر دیا۔ نہ اس خیال سے کہ کوئی شخص اس کا عوض آپ کے ادا کرے بلکہ اس نیت سے کہ خدائے تعالےٰ آپ سے راضی ہووے۔ اور یہ فعل نیک اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں جلد پہنچے اور اللہ تعالےٰ آپ سے خوشنود ہو۔ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَبَا بَكْرٍ مَعِيْ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ قَدِ اسْتَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَكَ اے میرے خدا ابوبکر کو قیامت میں میرے ساتھ اُٹھا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ بیشک ہم نے آپ کی یہ دعا قبول کر لی +

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ اِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا اَبَا بَكْرٍ فَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيْهِ اللّٰهُ[1] کہ کسی شخص کا مجھ پر احسان باقی نہیں ہے جس کا میں نے معاوضہ نہ کر دیا ہو سوائے ابوبکر کے کہ اس کا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کا معاوضہ اللہ تعالےٰ ہی دیگا +

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے مَا نَفَعَنِيْ مَالُ اَحَدٍ كَمَا لِاَبِيْ بَكْرٍ فَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا غَيْرَ رَبِّيْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا

---

[1] اس حدیث کو ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے +

مجھ کو کسی شخص کے مال نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کی طرح نفع نہیں دیا ہے۔ اور اگر میں اللہ تعالےٰ کے سوا کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا ؂

منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تو آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ میرے ساتھ کون شخص ہجرت کریگا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اسی روز اللہ تعالےٰ نے آپ کو صدیق کا لقب عطا کیا۔ علمأ نے آپ کا عتیق نام رکھے جانے کی دلیل میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی شان میں فرمایا ہے کہ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی عَتِیْقٍ مِنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی وَجْہِ اَبِیْ بَکْرِ ابْنِ اَبِیْ قُحَافَۃَ جو شخص دوزخ سے آزاد کئے ہوئے انسان کی صورت دیکھنا چاہتا ہو وہ ابوبکر ابن قحافہ کی صورت کو دیکھے۔ علما کی دوسری جماعت کہتی ہے کہ آپ کے حسن وجمال صورت کی وجہ سے آپ اس لقب سے ملقب ہوئے ؂

منقول ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور تمام صحابۂ کبار نے مہاجرین اور انصار میں سے اپنی رضا ورغبت کے ساتھ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اظہار اطاعت اور اصول پیروی میں باہم سبقت کرنے لگے۔ تو حضرت امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ بالفرض اگر لوگ مجھ کو مجبور کرنے کی غرض سے گرفتار کریں اور گردن ماریں تو میں اس کو بھی پسند کرلوں بمقابلہ اس کے کہ میں ایسی قوم میں امیر بنایا جاؤں۔ جس میں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں ؂

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کہا کہ اے ابوبکر رضہ تم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کے کاموں میں آگے رکھا۔ اپنے سامنے نماز میں امام بنایا۔ اور تمہاری اقتدا کی ہم بھی آپ کو دین و دنیا کے کاموں میں آگے رکھیں گے۔ پس آپ اپنا ہاتھ دیجئے تاکہ میں بیعت کروں۔ آپ کی کمال عظمت وحشمت و رعب وداب اور کمال یقین کی وجہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں کسی قسم کا اختلاف پیدا ہوا۔ آپ نے دین کے مخالفین کی بیخ وبنیاد اکھیڑ دی۔ آپ کی خلافت کے زمانہ میں اسلامی لشکر ممالک شام وعراق وغیرہ کی فتح

۱؎ اس حدیث کو بروایت ابوہریرہ رضہ احمد نے اپنے مسند میں نقل کیا ہے ؂

۲؎ اس حدیث کو بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ترمذی اور ابویعلیٰ اور ابن سعد اور حاکم نے روایت کیا ہے ؂

اور تاراج کرنے میں مصروف رہے۔ اور بے دین پادشاہوں کے زیر و زبر کرنے میں مشغول ہوئے جس قدر صدقہ اور زکوٰۃ اور جزیہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں لیا جاتا تھا۔ آپ کے عہد میں بھی تمام ملک عرب سے وصول ہوتا رہا۔ ان کی ادائی میں کوئی فرق نہ ہوا۔ مسیلمہ کذاب جس نے نبوت کا دعوے کیا تھا اور اسود عنسی جو خدائی کا مدعی ہوا تھا ان دو نوں سے بہت بڑے فتنے برپا ہو گئے تھے۔ سترّ اسّی آدمی اُن کے ساتھ ہو گئے تھے۔ آپ ہی کی تیغ بے دریغ کے زخم سے یہ فتنے فرد ہوئے۔

قدس سرہٗ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے پہلے مَیں نے خواب میں دیکھا کہ ایک نورِ عظیم آسمان سے کعبہ کی چھت پر اُترا اور مکہ میں کوئی گھر ایسا باقی نہ رہا جس میں وہ کچھ نہ پہنچا ہو۔ اس کے بعد یہ تمام انوار جمع ہو کر پہلے کی طرح ایک نور بن گئے۔ پھر یہ نور میرے گھر میں اُترا۔ میں اس نور کو اپنے گھر میں دیکھ رہا تھا۔ صبح کو مَیں نے یہ خواب ایک راہب سے بیان کر کے تعبیر طلب کی۔ اُس نے کہا یہ ایک قسم کی بدخوابی ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ اس خواب کو دیکھ کر ایک زمانہ گذر گیا تھا کہ تجارت کی وجہ سے میں دیر بحیر میں جو بحیرا راہب کا مسکن تھا پہنچا۔ مَیں نے اس خواب کی تعبیر اُس راہب سے چاہی اُس نے کہا تو کون شخص ہے مَیں نے کہا مَیں ایک مرد ہوں قریش سے راہب نے کہا کہ اللہ تعالےٰ تمہاری قوم میں ایک نبی مبعوث کرے گا اور تم اُن کی زندگی میں اُن کے وزیر ہو جاؤ گے۔ اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے جانشین ہو گے۔ پس جب حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام رسُول ہوئے مجھ کو مسلمان ہونے کیلئے آپنے یاد فرمایا مَیں نے کہا کہ ہر پیغمبر کی نبوت کی کچھ دلیل ہوا کرتی ہے آپ کی نبوت کی کیا دلیل ہے آپ نے فرمایا کہ میری نبوت کی دلیل تمہارا وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا۔ اوّل راہب نے اس کی تعبیر یہ دی تھی کہ یہ ایک قسم کی بدخوابی ہے اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ پھر تم نے مقام بحیر میں ایک راہب سے اس کا تذکرہ کیا تو اُس نے یہ تعبیر دی کہ تمہاری قوم میں ایک پیغمبر آئیگا۔ اور تم اُس کے وزیر ہو گے۔ اور اُن کی وفات کے بعد تم اُن کے جانشین۔ مَیں نے کہا آپ کو اس واقعہ کی کس نے اطلاع دی۔ فرمایا جبرئیل علیہ السلام نے۔ مَیں نے کہا کہ اس سے زیادہ مَیں آپ سے اور کوئی دلیل اور برہان طلب کرنا نہیں چاہتا ہوں اَشْھَدُ

۱؎ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو نقل کیا ہے کچھ اضافہ کے ساتھ (عمدۃ التحقیق) ۱۲

أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اس امر کی تصدیق کرتا ہوں کہ محمد اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں ؛

قدسیہ زہری نے روایت کیا ہے کہ جب صحابہؓ نے آپ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلی تو آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا۔ آپ نے اُس خطبہ میں فرمایا۔ کہ وَاللّٰهِ مَا كُنْتُ حَرِيْصًا عَلَى الْإِمَارَةِ يَوْمًا وَلَيْلَةً قَطُّ وَلَا كُنْتُ فِيْهَا رَاغِبًا وَلَا سَأَلْتُهَا اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَمَا لِيْ فِي الْإِمَارَةِ مِنْ رَاحَةٍ قسم ہے خدا کی مَیں نے کبھی امارت کے لئے حرص نہیں کی۔ اور دن میں یا رات میں میرے دل میں اُس کا خیال بھی نہیں گذرا۔ اور نہ کبھی پوشیدہ یا ظاہر اللہ تعالےٰ سے اس کی درخواست کی کیونکہ اس امارت میں مجھے کوئی آرام نہیں ہے ؛

صاحب کشف المحجوب کہتے ہیں کہ جب خدائے پاک بندے کو کمال صدق پر پہنچاتا ہے۔ اور مقام تمکین سے مشرف کرتا ہے تو بندہ اُس کی مرضی کا منتظر رہتا ہے تاکہ جو صفت آئے اُس پر قائم ہو جائے۔ اگر حکم ہو تو فقیر ہو جائے۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ ابتدا میں فقیر ہوئے۔ اگر فرمان ہو تو امیر بن جائے گا۔ جیسے کہ صدیق اکبرؓ انتہا میں امیر ہوئے۔ پس تجرید اور تمکین میں اور فقر کے لئے حرص کرنے اور ریاست چھوڑنے کی خواہش کرنے میں اس جماعت کی اقتدا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے طریقہ پر ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ؛

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں۔ دَارُنَا فَانِيَةٌ وَأَحْوَالُنَا عَارِيَةٌ وَأَنْفَاسُنَا مَعْدُوْدَةٌ وَكَسَلُنَا مَوْجُوْدٌ ہماری سرائے یعنی دنیا فانی ہے اور ہمارے حالات عاریتی ہیں اور ہمارے سانس شمار کئے ہوئے ہیں اور ہماری سُستی موجود ہے، دنیا اور دنیا دار کی کوئی ایسی قدر نہیں ہو سکتی جس کی طرف دل کو مشغول کیا جائے جب تو فانی میں مشغول ہوا تو ذات باقی سے محجوب ہو گیا۔ نفس اور دنیا خدائے پاک سے باعث حجاب ہیں۔ خدا کے دوستوں نے دونوں سے کنارہ کشی کی۔ اور سمجھ گئے کہ دنیا عاریتی ہے اور لوگوں کا مال ہے پس اُنہوں نے لوگوں کے مال سے اپنے تصرف کے ہاتھ کو کھینچ لیا۔ اور انفاس معدود پر دل لگانے کو غفلت میں شمار کیا۔ وہ سمجھ گئے کہ اُن کا جسم ناقۂ عمل ہے نہ کہ سُستی

قدسیہ۔ منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دعا میں کہا کرتے تھے اللّٰھُمَّ ابسط لی الدنیا وزھدنی فیھا خدایا دنیا میرے لئے کشادہ کر اور اس وقت مجھ کو اُس کی آفت سے محفوظ رکھ۔ مجھ کو دنیا عطا فرما تاکہ اس کا شکر ادا کروں اور پھر توفیق دے تاکہ تیری رضا کے لئے اُس سے کنارہ کش ہو جاؤں۔ اور اس سے منہ پھیر لوں تاکہ شکر کا اور خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کا مرتبہ بھی پاؤں۔ اور مقام صبر اور رضا بھی حاصل کر لوں۔ اس مناجات میں ایک رمز ہے یعنی میں فقیری میں مضطر نہ ہوں بلکہ میرا فقر اختیاری ہو۔ اور تمام مشائخین صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کا یہی قول ہے مگر ایک گروہ نے کہا ہے کہ فقر اضطراری کامل ہے۔ بہ نسبت فقر اختیاری کے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ انبیا اور رسل صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم کے بعد تمامی خلائق سے افضل ہیں ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص آپ کے آگے قدم بڑھا سکے ؛

کہتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تہجد کی نماز ہمیشہ آہستہ پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پڑھتے تھے حضرت رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نماز میں قرأت آہستہ کیوں کرتے ہو آپ نے عرض کیا کہ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے غائب نہیں ہے اور اُس کے سننے کیلئے پست آواز اور بلند مساوی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم کیوں بلند آواز سے پڑھتے ہو۔ آپ نے کہا کہ سوتے ہوئے لوگوں کو بیدار کرتا ہوں۔ اور شیطان کو اپنے پاس سے دور کرتا ہوں۔ یہیں سے مشائخ طریقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ارباب مشائخ میں مشاہدہ میں مقدم جانتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشاہدہ کا پتہ دیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجاہدہ کی خبر دی۔ مقام مجاہدہ بمقابلہ مقام مشاہدہ کے ایسا ہے جیسے قطرہ دریائے محیط میں۔ اسی لئے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ھَل اَنتَ اِلّا حَسَنَۃٌ مِن حَسَنَاتِ اَبِی بَکرٍ تم (ابوبکرؓ کی) نیکیوں میں سے ایک نیکی ہو۔ جب عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے اسلام کی عزت ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔ تو اوروں کا کیا حساب ؛

۱؎ اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے رزین نے روایت کیا ہے ؛

کرامت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم نے کہا کہ ہم آپ کو شہداء میں دفن کرینگے۔ اور بقیع میں لے جائینگے۔ مَیں نے کہا کہ اپنے حجرہ میں اپنے حبیب کے پاس دفن کرونگی۔ ہم اسی اختلاف میں تھے کہ نیند کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ مَیں نے سُنا کہ کوئی شخص یہ کہہ رہا ہے۔ ضُمُّوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ "دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو"۔ میں بیدار ہوگئی۔ تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اِس آواز کو سُن لیا یہاں تک کہ مسجد میں بھی لوگوں نے سُنا۔[۱]

کرامت۔ شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی۔ کہ ان کے تابوت کو روضہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لیجائیں اور عرض کریں کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہِ اے خدا کے رسول یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانہ پر آیا ہے۔ اگر یہ بات مقبول ہو جائے گی تو دروازہ کُھل جائے گا۔ پس مجھ کو وہیں رکھنا۔ اگر دروازہ نہ کُھلا تو بقیع میں لیجانا۔ راوی کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق عمل کیا ابھی یہ بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ پردہ اُٹھ گیا اور ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ۔

کرامت۔ شیخ ابو محمد شنبکی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابوبکر بن ہوار قدس سرہ ابتداء زمانہ میں قزاقی میں موضع بطائح میں مشہور تھے جب آپ نے صدق اور اخلاص کے ساتھ توبہ کرلی اور سب سے آپ نے یکسوئی اختیار کی تو آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اپنے کو ایسے شخص کو سونپیں جو آپ کو خدا تک پہنچائے۔ اس زمانہ میں عراق میں کوئی بزرگ شیخ مشہور موجود نہ تھا۔ آپ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اے خدا کے رسول اَلْبِسْنِیْ خِرْقَۃً مجھ کو خرقہ پہنائیے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یَا اِبْنَ ہَوَارٍ اَنَا نَبِیُّکَ وَھٰذَا شَیْخُکَ[۲] اے ابن ہوار! میں تیرا نبی ہوں اور یہ یعنی ابوبکر تیرے شیخ ہیں۔ پھر آپ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر اپنے ہم نام کو خرقہ پہناؤ۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو پیراہن اور کلاہ پہنائی اور اپنا مبارک ہاتھ

---

۱ اس حدیث کو کتاب صفوۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور امام سیوطی نے اس کا خلاصہ تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔

۲ اس واقعہ کو امام شعرانی نے طبقات کبریٰ کی جلد دوم میں بہ ثبت نمبر ۲۵ اور امام یافعی نے خلاصۃ المفاخر کی حکایت نمبر ۳ میں نقل کیا ہے۔

اُن کی پیشانی اور سر پر پھیرا۔ اور کہا کہ برکت دے اللہ تجھ کو۔ اس کے بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ابوبکر ابن ہرارا تجھ سے میری اُمت کے اہل طریقت کی سُنتیں زندہ ہونگی۔ اور ارباب خلائق رضا کے دوستوں کی منزلیں مٹ جانے کے بعد تیری ذات سے استقامت پائینگی۔ اور عراق کی شیخت قیام قیامت تک تیری وجہ سے قایم رہیگی۔ اور تیرے ظہور کے سبب سے عنایت باری تعالےٰ کی ٹھنڈی ہوائیں چلیں گی۔ اور خدائے پاک کی مہربانیوں کی خوشبوؤں کی لپٹیں تیری وجہ سے نکلینگی۔ اِس کے بعد ابوبکر بن ہرارا بیدار ہوگئے۔ اور وہی پیراہن اور کلاہ جو حضرت صدیق اکبرؓ نے عطا فرمائے تھے۔ بعینہٖ اپنے پاس پائے۔ شیخ کے سر مبارک پر جو پھوڑے تھے وہ سب کے سب یک لخت اچھے ہوگئے۔ اور عالم میں گویا ندا کردی گئی کہ شیخ ابوبکر وَصَلَ اِلَی اللہ تعالیٰ شیخ ابوبکر اللہ تعالےٰ سے واصل اور عارف باللہ ہوگئے۔ چاروں طرف سے مخلوق شیخ کی طرف متوجہ ہوئی۔ حق تعالےٰ کی طرف سے شیخ میں قرب الٰہی کی علامتوں اور شیخ کی باتوں کی تصدیق اور سچائی پے درپے ظاہر اور مشتہر ہوئی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے بارہا شیخ ابوبکر کے اطراف بہت سے شیر بیٹھے ہوئے دیکھے۔ اور بعض اوقات شیروں کو شیخ کے پائے مبارک پر لوٹتے ہوئے دیکھا۔ شیخ ابن ہرارا سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرونِ اولےٰ طبقۂ رسالت کے فاضلوں اور مشائخوں کے گزرجانے کے بعد عراق میں شیخت کی بنیاد ڈالی۔ اور میں اُن کا مُلہم تھا۔

کرامت شیخ علی بن ہرب سنجاری قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے علی مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ یہ کلاہ تجھ کو پہناؤں پس حضرت نے اپنی آستین مبارک سے کلاہ نکالی۔ اور میرے سر پر رکھی۔ میں جب بیدار ہوا تو بعینہٖ وہی کلاہ اپنے سر پر رکھی ہوئی پائی۔

امام یافعی دیباچہ تکملہ کتاب روضۃ الریاحین میں لکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں روضہ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کتاب کو جب میں نے سُنایا تو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ انور کو پھیر کر تبسم فرمایا میں نے اس واقعہ کو بیداری میں مشاہدہ کیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بقیہ کرامتوں اور خوارقِ عادات کو

کتاب کرامات الاولیا کے حوالہ کرتا ہوں۔ وہاں اُن کو تفصیل اور تشریح کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت دو برس چار مہینے رہی بعض روایتوں میں تیس[2] ماہ یعنی اڑھائی برس مذکور ہے۔ اور آپ کی عمر عزیز ترسٹھ سال مطابق عمر اشرف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوئی۔ بتاریخ تیئیسویں[22] جمادی الاول یا اٹھائیسویں[28] جمادی الاول اور بعض کے نزدیک تیئیسویں[23] جمادی الثانی منگل کی رات میں مغرب اور عشا کے درمیان اور بعضوں نے کہا تو ربیع الثانی کو آپ[1] نے رحلت فرمائی۔ اور آپ کی وصیت کے موجب آپ کی بیوی اسما بنت عمیس نے آپ کو غسل دیا۔ اور پرانے دو کپڑوں میں آپ کی تکفین کی۔ کیونکہ زندہ آدمی نئے لباس کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی۔ اور روضہ مقدسہ حضرت سرور کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات میں آپ دفن ہوئے۔ جیسا کہ مذکور ہوا چونکہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب بنی آدم میں آپ کی شان و افضلیت یکتا ہے۔ اس لئے کلمہ احسنت میں آپکی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

آپ کا انتساب[2] علوم ظاہر اور حقائق باطن اور حصول کمالات اور قرب الٰہی میں حضرت صدیق[3] اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ان کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

[1] تحفۃ الوعظ میں واقعہ وفات یہ لکھا ہے کہ ایک یہودی نے آپکی دعوت کی اور کھانے میں زہر ملا دیا۔ ایک سال تک آپ بیمار رہے اور انتقال فرمایا۔ [2] آپکے بیٹے عبداللہ اور آپکی دونوں شانوں کے درمیان بہت کشادگی تھی اور آپکا سر مبارک اصلع تھا۔ اور آپ بیس سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور آپ ہفتہ میں ایک مرتبہ محاسبہ کیا کرتے تھے یعنی اپنے اعمال کا حساب کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنی خطاؤں کو یاد کرکے اتنے کوڑے اپنی جسم اطہر پر مارے کہ خون جاری ہو گیا تھا۔ آپکے نو[9] لڑکے یعنی عبداللہ کنیت ابو عبدالرحمن۔ عبدالرحمن اکبر۔ زید اکبر۔ عاصم۔ عیاض۔ زید اصغر۔ عبید اللہ۔ عبدالرحمن اوسط۔ عبدالرحمن اصغر اور (۴) لڑکیاں حضرت حفصہ۔ رقیہ۔ فاطمہ۔ زینب ۱۲ مناقب الخلفاء [3] یہ مقولہ بلحاظ فیضان باطنی کے ہے ورنہ کل خلفاء کو تمام نعمتیں علم ظاہری و باطنی کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ حاصل ہوئی ہیں۔

اور حسب فرمان آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد باشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ لٰکِنْ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ[1] اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔ لیکن میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد اور کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا، آپ خلیفہ ہوئے۔ جب صدیق عتیق اس عالم سے سفر فرمانے لگے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا نام ایک کاغذ پر آپ نے لکھا اور تمام اصحاب کبار و صغار کو جمع کیا اور فرمایا کہ جس شخص کا نام اس کاغذ پر میں نے لکھا ہے اس کو بلا کسی اختلاف کے قبول کرو۔ سب نے قبول کر لیا۔ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ قبول کیا میں نے اگرچہ عمر رضی ہی کیوں نہ ہوں۔ پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے۔ تو امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین اور تمام اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے ساتھ آپکے ہاتھ پر بیعت کی اور آپکی اطاعت اور پیروی کے لیئے گردن رکھی ؛

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جناب کعب میں اس طرح سے ملتا ہے۔ عمر بن الخطاب بن نفیل بن عبد العزےٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن فرح بن عدی بن کعب بن لوئی۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں سال فیل کے بعد ہوئی ؛

آنحضرت[2] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کی بابت ارشاد فرمایا کہ اَلْحَقُّ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ حضرت عمر رض کی زبان سے حق گویا ہے ؛

ایک دن آنحضرت[3] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو جہل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک جگہ دیکھا اور آپ نے دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ اَشِدَّ دِیْنَکَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ اے خدا ان دونوں میں سے جو تجھ کو پسند ہو اس کے اسلام لانے سے اپنے دین کو قوت دے۔ پس اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کو عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے قوی کیا ؛

کہتے ہیں کہ جس دن آپ مسلمان ہوئے جبریل امین حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام

---

[1] اس حدیث کو ترمذی اور احمد نے اور ابو یعلیٰ اور طبرانی اور بیہقی اور حاکم اور ابو نعیم نے عقبہ بن عامر رض سے نقل کیا ہے ۱۲

[2] ترمذی نے ابن عمر رض سے روایت کیا ہے اور ابو داؤد نے ابی ذر سے بہ تبدیل الفاظ نقل کیا ہے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیہقی نے دلائل النبوت میں ۱۲

[3] ترمذی نے ابن عمر رض سے اور ابن ماجہ اور احمد نے اور حاکم نے ابن عباس رض سے نقل کیا ہے ۱۲۔

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ یَا مُحَمَّدُ قَدِ اسْتَبْشَرَ اَھْلُ السَّمَاءِ بِاِسْلَامِ عُمَرَ اے محمدؐ آج آسمان کے فرشتے عمر ابن خطاب کے مسلمان ہونے سے خوش ہوئے ہیں، اس آیہ کریمہ میں کہ یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰہُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اے نبی کافی ہے تم کو اللہ تعالے اور جو شخص کہ تمہاری پیروی کرے مومنوں میں سے، حضرت عمر خطاب مراد ہیں۔ رضی اللہ تعالے عنہ ✦

آنحضرت علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا ہے کہ اَلْاِسْلَامُ قَوِیَ بِدُرَّةِ عُمَرَ[۲] دین متین عمرؓ کے دُرّہ سے قوی ہوا۔ یہ بھی آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اَلشَّیْطَانُ یَفِرُّ مِنْ ظِلِّ عُمَرَ شیطان مکار عمرؓ کے سایہ سے بھاگتا ہے ✦

دوسری[۳] حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اَتَانِیْ جِبْرَائِیْلُ یَوْمًا فَقُلْتُ یَا جِبْرَائِیْلُ حَدِّثْنِیْ بِفَضَائِلِ عُمَرَ فِی السَّمَاءِ قَالَ لَوْ لَبِثْتُ مَا لَبِثَ نُوْحٌ فِیْ قَوْمِہٖ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِیْنَ عَامًا مَا نَفِدَتْ فَضَائِلُ عُمَرَ ایک روز جبرائیلؑ میرے پاس آئے میں نے کہا اے جبرئیلِ امین عمرؓ کے فضائل مجھ سے بیان کرو کہ فرشتے اُن کو کیسا بزرگ جانتے ہیں۔ جبرئیلؑ نے کہا کہ اے محمدؐ اگر عمرؓ کے آسمانی مرتبہ بیان کرنے میں میں اتنی مدت صرف کروں جتنی کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہدایت میں صرف کی تھی یعنی ساڑھے نو سو سال تو بھی عمرؓ کے فضائل ختم نہ ہو سکینگے ✦

آنحضرت علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَحَبَّ عُمَرَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَ عُمَرَ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ[۴] جو شخص عمرؓ کو دوست رکھتا ہے وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور جو کوئی عمرؓ سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے ✦

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ[۵] اِنَّ اللّٰہَ بَاھٰی عَشِیَّةَ عَرَفَةَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ عَامَّةً وَبَاھٰی بِعُمَرَ خَاصَّةً اللہ تعالے نے بوقت شام بروز عرفہ سب

۱؎ اس حدیث کو ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے ✦

۲؎ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ✦

۳؎ یہ حدیث فوائد رازی میں مذکور ہے اور حافظ عبد الملک بن سعد الاعظ نے کتاب شرف النبوۃ میں نقل کیا ہے ✦

۴؎ ابن حبان ابو ذرؓ سے اور ابن عدی نے کامل میں اور حاکم نے مستدرک میں ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے اور اسکے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں عُمَرُ مَعِیْ وَاَنَا مَعَ عُمَرَ حَیْثُ حَلَّ وَعُمَرُ مَعِیْ حَیْثُ یعنی عمر مجھ کر ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں جہاں کہیں وہ اتریں اور میرے ساتھ ہیں جہاں میں خیمہ زن ہوں ✦

۵؎ اس حدیث کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے ✦

مومنوں کے ساتھ عام طور سے فخر و مباہات فرمائی۔ اور عمرؓ کے ساتھ اُن کا نام لیکر خاص طور سے فرمائی ✦

نیز آنحضرت[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰی اَحَدٍ خَیْرٌ مِّنْ عُمَرَ عمرؓ سے بہتر کسی شخص پر آفتاب نہیں طلوع ہوا (اس سے بلحاظ دوسری احادیث اور بموجب اجماع اُمت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ مستثنےٰ ہیں) ✦

نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ اِذَا ذُکِرَ الصَّالِحُوْنَ فَبِاذِرُوْا بِذِکْرِ عُمَرَ جب صالحین کا ذکر ہو تو اُن میں عمرؓ کا ذکر پہلے کرو ✦

نیز آنحضرت[2] علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ فِیْ کُلِّ اُمَّۃٍ مُّحَدَّثُوْنَ وَاِنَّ فِیْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عُمَرُ سابقہ ہر ایک اُمت میں محدَث (بفتحہ دال یعنی خدا کا ہمکلام بلا کسی واسطہ کے) ہوتا رہتا ہے۔ اس اُمت کے محدث عمرؓ ہیں ✦

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں منقول ہے کہ ایک روز قبیلہ قریش کی کچھ عورتیں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر تھیں جن کی آواز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز سے بلند ہو جاتی تھی۔ اس اثناء میں حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ حجرۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازہ پر حاضر ہوئے۔ اور اندر آنے کی اجازت چاہی عورتوں نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو ڈریں اور بھاگ کر حجرہ میں چلی گئیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دی اور عمرؓ اندر آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے خدا کے رسول اس وقت مسکرانے کا کیا سبب ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ان عورتوں سے مجھ کو تعجب آتا ہے کہ میرے پاس بیٹھی ہوئی باتیں کر رہی تھیں تمہاری آواز سنتے ہی بھاگ گئیں۔ اور حجرہ میں جا چھپیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ حجرہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور کہا کہ اے اپنے نفسوں کی دشمنو! عمرؓ سے ڈرتی ہو اور خدا کے رسولؐ سے نہیں ڈرتیں۔ عورتوں نے حجرہ کے اندر سے جواب دیا کہ تم سخت آدمی ہو اور خدا کے رسول حلیم و کریم ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ

[1] اس حدیث کو ترمذی نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ✦

[2] امام مسلم اور امام بخاری نے اس حدیث کو کسی قدر فرق کے ساتھ سعد بن وقاص اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے ✦

وسلام نے یہ ارشاد فرمایا کہ یا عُمَرُ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ فَجًّا إِلَّا سَلَكَ غَيْرَ فَجِّكَ
اے عمرؓ جب شیطان تم سے رستہ میں ملتا ہے تو تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ سے چلنے لگتا ہے +

آپؓ کا نام فاروق رکھے جانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک بار ایک یہودی اور ایک منافق مردود میں باہم جھگڑا ہوا۔ یہودی نے کہا کہ آؤ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں کہ وہ ہمارا فیصلہ کر دیں۔ منافق نے کہا کہ کعب کے پاس چلو۔ بالآخر یہودی منافق کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور منافق اُس کے دعوے کے متعلق صحیح جواب دے سکا حضرت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے موافق فیصلہ فرما دیا۔ یہودی وہاں سے اُٹھا تاکہ منافق سے اپنا پورا پورا حق حاصل کرے منافق نے کہا کہ محمدؐ کے اس حکم کو میں قبول نہیں کرتا کعب صحابی کے پاس چلو۔ یہودی نے کہا کہ عمر خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلو منافق نے بھی اس کو مان لیا۔ اور وہ دونوں ملکر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ یہودی نے آپ سے اپنا دعوےٰ اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اور منافق کا انکار تفصیل سے بیان کیا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تلوار کھینچی اور منافق کا سر بدن سے جدا کر دیا۔ اور فرمایا کہ جو شخص حکم خدا اور رسولؐ سے روگردانی کرتا ہے اس کے لئے یہی حکم ہے۔ کہ اُس کا سر اُس کے تن سے جدا کر دیا جائے اُسی وقت بارگاہ رب العالمین سے جبریل امین علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور فرمان پہنچایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق رکھو کہ انہوں نے حق و باطل میں اچھا فرق کیا +

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے وقت وفات فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی شخص میرا دوست نہیں ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اَلْعُزْلَةُ رَاحَةٌ مِّنْ خُلَطَاءِ السُّوْءِ
گوشہ نشینی اور خلوت اختیار کرنا برے ہم نشینوں کی صحبت سے اپنے کو آرام پہنچانا ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اَلدُّنْيَا اُسِّسَتْ عَلَى الْبَلْوٰى وَبِلَا بَلْوٰى

۱؎ امام مسلم اور بخاری اور حمیدی نے اس کو سعد بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے +

۲؎ اس کو ابو الفرج ابن جوزی نے کتاب منہاج الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں ثعلبی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے

مُحال ہے دنیا دارالبلا ہے یعنی ایسی سرا جس کی بنیاد بلاؤں پر ہے۔ اور اس کا بلاؤں سے خالی رہنا محال ہے ؂

منقول ہے کہ زمانۂ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں بہترین اقالیم ربع مسکون مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آئیں اور شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام مشرق اور مغرب میں جاری ہوئے۔ اور اسلام و طریقہ شریعت کے جھنڈے بلند اور مرتفع ہوئے اور کامل طور پر ملک عرب اور حجاز اور یمن مطیع و مسخر ہوئے۔ اور بعض حصے ملک روم کے اور کامل ملک شام اور مصر اور زیادہ حصہ خراسان اور ماوراء النہر کا فتح ہوا۔ اور کوفہ و بصرہ آباد کئے گئے۔ اور کفر و شرک اور مجوسیت کی بنیاد اکھیڑ دی گئی۔ اور آتش پرستی کا مذہب جو کئی ہزار سال سے عالم میں قایم تھا مٹا دیا گیا۔ تمام ممالک میں جزیہ اور خراج مقرر کیا گیا۔ اور سال بسال وصول ہونے لگا۔ فقیر اور محتاج صحابہ بڑے بڑے صاحب جاہ و جلال بادشاہوں کے دارالسلطنتوں کے مالک اور امیر ہو گئے۔ اور دور و دراز کے امرا و سلاطین اُن کے مطیع اور فرمانبردار بن گئے۔ ایران کے بادشاہوں نے جو بے شمار خزانے مدتوں میں جمع کئے تھے۔ اور ان کے مالک تھے۔ اور اس کی قوت و غرور پر اُنہوں نے خدائی کا دعوے کیا تھا وہ سب مجاہدان دین اسلام کے قبضہ میں آ گئے اور غنیمت کے مال عراق و شام و مصر اور دوسرے ممالک اور ولایتوں سے مدینہ منورہ میں لے آئے۔ اور امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حکم دے دیا تھا کہ خزانوں اور غنیمتوں کو مدینہ کے جنگلوں میں زمین پر ڈال دیں اور سونے اور چاندی اور جواہر اور مروارید اور نفیس چیزوں اور عطریات و فرش و فروش اور ریشمی لباسوں کا انبار لگا دیں تاکہ اسلام کی عزت اور آبرو اور اہل دنیا کی ذلت سب پر ظاہر ہو جائے۔ اور اُن کو یقین ہو جائے۔ کہ اگر خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں دنیا کی ذرہ برابر بھی وقعت ہوتی تو وہ اتنے خزانے اپنے دشمنوں کو نہ دیتا اور قرنوں تک اُن کے پاس نہ چھوڑ رکھتا ؂

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مال و زر کے یہ انبار مدینہ کے باہر ہی مہاجرین اور انصار کو اور اُن لوگوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمان ہوئے تھے تقسیم کر دیتے تھے۔ اور تقسیم کرنے میں اسلامی حقوق کا اور ہر ایک شخص کے مرتبہ اور درجہ کا ضرور لحاظ رکھتے تھے۔ تقسیم اموال سے فراغت پانے کے بعد آپ اپنے مکان کو خالی ہاتھ واپس ہوتے تھے۔ اور اپنے

گھر کے لئے کچھ نہ لے جاتے۔ باوجود اس قدرت کے کہ ایسے وسیع ممالک آپکے زیر اقتدار تھے۔ آپ فقر وفاقہ کے ساتھ گذر فرماتے تھے ◆

حضرت انسؓ بن مالک رضی اللہ عنہ خادم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بزمانۂ خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز جمعہ میں حاضر تھا۔ آپ نے خطبہ پڑھا میں نے آپ کے جُبّہ کے پیوندوں کو شمار کیا تو نو تھے۔ حالانکہ آپ کے عہد میں صدر بیت المال کی یہ حالت تھی۔ کہ ہر وقت بارہ ہزار تازی گھوڑے کافروں کے ساتھ جنگ وجہاد اور اُن بے دین بادشاہوں کو تباہ کرنے کیلئے جو تکبر ونخوت کی ٹوپی سر پر رکھتے تھے۔ اور مال ودولت کے نشہ میں چور اور خدائی کے دعویدار بن بیٹھے تھے۔ موجود رہتے تھے۔ جمشیدی وسکندری کی شوکت وحشمت کو فقر وفاقہ کے ساتھ جمع کرنا اور پیوند لگے ہوئے لباس سے خزانوں کی بخشش کرنا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامِ قیامت تک بجز حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے کسی شخص کو میسر نہیں ہوا۔ اور آپ کو بھی جو کچھ حاصل ہوا وہ نظرِ مرحمت حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اثر اور آپ کا معجزہ ہے۔ اہلِ حقوق اور مجاہدین کے وظائف بیت المال سے مقرر فرمائے گئے۔ جو ہر سال اُن کو ایصال کئے جاتے تھے مسلمانوں میں آپ پہلے فرمانروا ہیں۔ جنہوں نے بلاد وامصار کی آبادی کی بنا رکھی اور آپ ہی نے صحابہ وتابعین کی ترتیب مدارج بغرض تقسیم عطیات مقرر فرمائے اور اسلامی دفاتر یعنی کچہریاں وغیرہ بنائیں۔ اور رسدی محصول اسلامی ملکوں کے باشندوں پر اور شہروں میں قاضیوں کا تقرر آپ ہی نے فرمایا۔ کرامتیں اور خرقِ عادات تو گویا آپ کی خانہ زاد تھیں چنانچہ آپکی بعض کنیزکوں سے بھی کرامتیں صادر ہوئی ہیں۔ ایک مرتبہ آپ کی کنیز زائدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام عرض کیا۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اے زائدہ آج تو دیر میں کیوں آئی کہ تو مقام رضوان کی رہنے والی ہے۔ اور میں تجھ کو عزیز رکھتا ہوں۔ زائدہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبیؐ آج ایک عجیب وغریب ماجرا لیکر میں آئی ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیان کر۔ اُس نے عرض کیا کہ آج صبح میں جنگل کو لکڑیوں کی تلاش میں گئی ہوئی تھی۔ جب میں گٹھا باندھ چکی تو وہ بہت بھاری

لہ اس واقعہ کو امام مالکؒ نے موطا میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن جریرؒ نے تہذیب الآثار میں اور امام احمدؒ نے حسن ابن علی رضی اللہ عنہما سے مسند میں نقل کیا ہے ◆

تھا۔ میں نے اُس کو اُٹھانے کی غرض سے ایک پتھر پر رکھ دیا۔ اتنے میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سوار آسمان سے زمین پر اُترا۔ اُس نے مجھ کو سلام کر کے کہا کہ اے زائدہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں میرا سلام پہنچا۔ اور کہیو کہ اے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم رضوان داروغہ جنت نے عرض کیا ہے کہ آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ کی اُمت پر بہشت تین طرح سے تقسیم کی گئی ہے۔ ایک گروہ بے حساب اُس میں داخل ہو گا۔ دوسرے گروہ کے ساتھ حساب میں آسانی کی جائیگی۔ تیسرے گروہ کو آپ کی شفاعت سے بخشا جائیگا۔ اللہ تعالے کے فضل و کرم سے آپ کی کل اُمت بہشت میں جائیگی۔ یہ کہکر اُس نے آسمان کی طرف جانیکا ارادہ کیا۔ ابھی وہ آسمان اور زمین کے درمیان میں تھا کہ اُس نے پھر میری طرف دیکھا۔ میں جو ثقل کی وجہ سے اس لکڑیوں کے گٹھے کو نہیں اُٹھا سکتی تھی اور اُس کو میں نے پتھر پر رکھدیا تھا تا کہ مجھ کو سہولت ہو۔ اُس فرشتہ نے پتھر سے کہا کہ اس پشتارہ کو اور زائدہ کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچا دے۔ وہ یہ کہکر آسمان کی طرف چلا گیا۔ مجھ کو پتھر نے مع اس گٹھے کے اُٹھا کر میرے مکان پر پہنچا دیا۔ اور وہ پتھر جہاں سے آیا تھا واپس چلا گیا۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب زائدہ کی گفتگو سُنی تو فوراً آپ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور اپنے اصحاب و احباب کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے اور صحابہ کرام رضہ نے پتھر کے آنیکی علامت کو ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالے کا شکر ہے اُس نے دنیا سے اُٹھانے سے پیشتر ہی رضوان خازن جنت کو جنت کو بھیجکر مجھ کو میری پوری اُمت کے بہشت میں جانے کی بشارت دیدی اور میری اُمت میں سے ایک عورت کو مریم ؑ کے درجہ پر پہنچایا ۔

کرامت[۱]۔ ایکبار زمانہ خلافت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ میں دریائے نیل اپنی عادت قدیمہ کے مطابق بہنے سے رُک گیا۔ جس طرح کہ وہ زمانہ جاہلیت میں بہنے سے رُک جاتا تھا اور ایک باکرہ لڑکی آراستہ کر کے اُس میں ڈالی جاتی تھی۔ اور کاہن کچھ پڑھتے تھے اُس کے بعد وہ جاری ہو جاتا تھا۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو اُس خلیفہ برحق نے ایک پرچہ کاغذ پر یہ تحریر فرمایا کہ اے دریائے نیل اگر تو خود بخود بہتا تھا تو مت جاری ہو اور اگر حکم خدائے تعالے سے تو بہتا تھا

[۱] اس کو ابن عساکر اور واقدی نے اپنی تواریخ میں نقل کیا ہے ۔

تو عمرؓ کہتا ہے جاری ہو جا۔ اور حکم دیا کہ اس رقعہ کو لیجا کر دریائے نیل میں ڈال دیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اُس خط کو ڈالتے ہی دریائے نیل بہنے لگا ؛

کرامت ایک پادشاہ نے کسی شخص کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کے قتل کے لئے بھیجا۔ وہ مدینہ معظمہ میں آیا اور پوچھا کہ امیر المومنین کہاں ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ یہیں کسی کے گھر میں ہونگے۔ یا باہر گئے ہونگے۔ جب اُس کو آپکے باہر تشریف لیجانے کی کیفیت معلوم ہو گئی تو وہ آپ کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اُس نے آپ کو گورستان میں زمین پر سوتے ہوئے پایا۔ اور دُرہ آپ کے سرہانے رکھا ہوا تھا۔ اُس کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان کی اتنی ہیبت اور جہان میں ایسا شہرہ ہے کہ بڑے بڑے زبردست پادشاہ رُعب سے کانپ کر فرمانبردار ہو گئے۔ ان کا مار ڈالنا کیا دشوار ہے۔ اُس نے اپنی تلوار کھینچی جونہی آپ کے نزدیک جانے کا ارادہ کیا دو شیر غرّاں ظاہر ہوئے قریب تھا کہ اُس کو مار ڈالیں۔ اُس نے بے اختیار چیخنا شروع کیا کہ الغیاث الغیاث یا امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اُس کو مع اُن دو شیروں کے کھڑے ہوئے دیکھا کہ اُس کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ اُس نے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔ شیر غائب ہو گئے۔ آپ نے اُس کو تربیت کی اور اُس کے ساتھ سلوک ہوئے ؛

کرامت ایک دن امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے اسی اثنا میں آپ نے فرمایا[1] کہ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ الْجَبَلَ اے ساریہ پہاڑ کی پناہ لو پہاڑ کی۔ حاضرین مجلس اس کلام کو سُنکر حیران ہوئے اور آپ کے یہ کلام کرنے کا دن اور تاریخ لکھ لی۔ کہ اس میں کوئی نہ کوئی رمز ہے۔ اتنے میں جب وہ فوج کہ اُس کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ دنوں کی مسافت پر دشمن کے مقابلہ پر متعین کیا تھا واپس آئی اُس کے بیان سے ظاہر ہوا کہ فلاں روز و تاریخ دشمن سے مقابلہ ہوا اور سخت جنگ ہوئی نوبت ہماری شکست کی پہنچی کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ کی یہ آواز ہم کو دو مرتبہ سُنائی دی کہ یَا سَارِیَۃَ الْجَبَلَ الْجَبَلَ اے ساریہ پہاڑ کو پکڑو " ہم نے اس آواز کو سُنتے ہی پہاڑ کے دامن میں پناہ لی۔ اور تھوڑی دیر میں ہم دشمنوں پر غالب آ گئے اور فتح ہمارے ہاتھ رہی ؛

[1] اس حدیث کو بیہقی اور ابو نعیم اور ابن اعرابی نے نافع رضہ اور ابن عمر رضہ سے نقل کیا ہے ؛

کرامت[1] ایک روز حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس آئے۔ اور اپنے باپ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت بیان کی کہ اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ عُمَرُ ابنُ الخَطَّاب نُورُ الاِسلامِ فِی الدُّنیا وَ سِرَاجُ اَھلِ الجَنَّۃِ فِی الجَنَّۃِ عمر ابن خطاب اسلام کے نور ہیں دنیا میں اور چراغ ہیں اہل جنت کے جنت میں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو ایک کاغذ پر لکھ لیا اور اپنے صاحبزادہ کو وہ کاغذ دیا اور فرمایا کہ اِس کو میری فات کے بعد میرے کفن میں رکھو۔ جب آپ نے اِس عالم سے حلت فرمائی۔ تو اِس کاغذ کو آپ کے کفن میں رکھ دیا گیا۔ دوسرے دن آپ کی قبر پر خطِ سبز سے یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی گئی کہ صَدَقَ الحَسَنُ وَ الحُسَینُ وَ اَبُوھُمَا عَلِیٌّ وَ جَدُّھُمَا مُحَمَّدٌ اَنَّ عُمَرَ ابنَ الخَطَّابِ نُورُ الاِسلَامِ فِی الدُّنیَا وَ سِرَاجُ اَھلِ الجَنَّۃِ فِی الجَنَّۃِ سچ کہا حسنؓ و حسینؓ اور اُن کے والد علیؓ اور جدِ بزرگوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کہ عمر بن خطاب دنیا میں اسلام کا نور ہے اور جنت میں اہل جنت کا چراغ ✦

آپ کی باقی کرامتوں کو کتاب کرامات الاولیا پر ثبوتِ کرامات بعدِ موت کے بیان میں اُس کو مَیں نے تالیف کیا ہے) حوالہ کرتا ہوں۔ آپ کی مدتِ خلافت دس برس چند ماہ ہے۔ ماہِ ذی الحجہ کی تیئسویں ۲۳ تاریخ کو بعمر ترسٹھ ۶۳ سال ۲۳ھ میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ اور حجرۂ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مزار کے متصل مدفون ہوئے ✦

حضرت امیر المومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات کا بیان

آپ[2] کا علم ظاہری اور باطنی میں انتساب سید المرسلین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے وابستہ ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد خلافت آپ نے پائی۔ آپ کا نسب حضرت

---

[1] اس واقعہ کو ابن عجبہ نے اپنی کتاب نجم المجالس اور حافظ ابو سعید بن علی السمان نے اپنی کتاب موافق میں نقل کیا ہے ✦

[2] آپ کا حلیہ ضعیف الجثہ دراز ریش صاحب جمال۔ آپ کی اولاد میں ۹ لڑکے تھے یعنی عبد اللہ۔ خالد۔ ابان۔ عمرؓ۔ ابو شعیہ منفر۔ عبد الملک۔ عمر اصغر۔ خالد اصغر۔ اور ۷ لڑکیاں تھیں یعنی۔ مریم۔ ام سعد۔ عائشہ۔ ام ابان۔ ام عمر۔ مریم صغریٰ۔ ام البنین ✦

رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبد مناف میں جاکر اس طرح سے مل جاتا ہے عثمان بن عفان بن عاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ اسلام میں تیسرے خلیفہ اور افضل الثقلین بعد الانبیا والشیخین ہیں ✦

جب امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وصال کا وقت قریب آگیا تو آپ نے خلافت کا کام چھ شخصوں کی مجلس مشورت کے سپرد کیا۔ ان سب نے اپنے کو یکے بعد دیگرے اس مجلس شورٰے سے علیحدہ کر لیا اور خلافت کا اہل سوائے ذی النورین رضی اللہ عنہ کے کسی اور کو نہ دیکھا اِس لئے انہوں نے آپ ہی کو اِس امرِ جلیل القدر کے لئے انتخاب کیا۔ اور برضا و رغبت آپ کی اطاعت کیلئے تیار ہو گئے۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور جملہ صحابہؓ کبار اور مہاجرین اور انصار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کی حلم و حیا اور مروت اور جود و سخا کے محامد اور مناقب بہت کچھ ہیں۔ اُن کے منجملہ ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہمیشہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غزوات میں اپنا مال و دولت قربان کرتے تھے۔ ہمیشہ آپ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ بٹاتے رہیں۔ آپ کاتبِ وحی تھے اور حافظ۔ قرآن مجید کو آپ ہی نے یکجا مرتب کیا۔ اور بہت سے قرآن مجید لکھوا کر عالم میں شائع کر دئے۔ آپ کے جمع کئے ہوئے قرآن پر تمام صحابہؓ نے اتفاق کیا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو دختران نیک اختر آپ کے نکاح میں آئیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں دونو نے رحلت فرمائی۔ اِس لئے آپ کو ذی النورین کہتے ہیں ✦

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ اَوْحیٰ اِلَیَّ اَنْ اُزَوِّجَ کَرِیْمَتَیَّ مِنْ عُثْمَانَ[1] اللہ تعالےٰ نے مجھ پر وحی بھیجی کہ میں اپنی دو صاحبزادیوں کا نکاح عثمانؓ سے کروں ✦

اور آپ یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھ کو تیسری لڑکی اور ہوتی تو اُس کا بھی عثمانؓ سے نکاح کر دیتا ✦

نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اَنْتَ[2] وَلِیِّ

---

[1] روایت کیا ابن خطیب نے ابن عباسؓ سے اور ابن عساکرؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ✦

[2] روایت کیا اس کو ابو یعلیٰ نے جابرؓ سے۔ اور خجندی نے اربعین میں اور حافظ عمر بن محمد الملا نے اپنی سیرت میں ۱۲

فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تو میرا دوست ہے دنیا اور آخرت میں؛

نیز آنحضرت[۱] صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ شب معراج میں مجھ کو ایک سیب دیا گیا۔ وہ اُسی وقت ٹوٹا اور اُس میں سے ایک حور نکلی جس کی آنکھ کی پلکیں نہایت سُرخ تھیں میں نے کہا تو کس کے لئے ہے۔ اُس نے کہا آپ کے اُس خلیفہ کے لئے ہوں۔ جو ظلماً شہید کیا جائیگا یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ؛

نیز آنحضرت[۲] صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ تَسْتَحْیِیْہِ الْمَلٰٓئِکَۃُ اللہ تعالے عثمان رض پر رحمت بھیجے کہ فرشتے اُس سے حیا کرتے ہیں؛

نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ اِذَا مَاتَ عُثْمَانُ بَکَتْ عَلَیْہِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ قِیْلَ ھٰذَا لِعُثْمَانَ خَاصَّۃً قَالَ نَعَمْ اِنَّ عُثْمَانَ یَسْتَحْیِیْ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَنْ یَّعْصِیَہٗ جب عثمان کی وفات ہوگی سب آسمان اور زمین اُس پر گریہ کرینگے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول کیا یہ فضیلت خاص عثمانؓ ہی کے لئے ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک کیونکہ عثمانؓ اپنے پروردگار سے شرم کرتا ہے۔ کہ اس کی نافرمانی کرے؛

نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ یَبْرُقُ فِی الْجَنَّۃِ بَرْقٌ یُضِیْئُ الْجَنَّۃَ فَیَقُوْلُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَا ھٰذَا الْبَرْقُ وَلَیْسَ ھٰذَا مَوْضِعَ الْبَرْقِ فَیُقَالُ لَھُمْ ھٰذَا عُثْمَانُ لَبِسَ نَعْلَیْہِ لِیَذْھَبَ مِنْ حُجْرَۃٍ اِلٰی حُجْرَۃٍ فَھٰذَا نُوْرُ نَعْلَیْہِ جنت میں ایک بجلی چمکیگی جس سے تمام جنت روشن ہو جائیگی۔ اہل جنت کہینگے کہ یہ کیا ہے کیونکہ یہ جگہ بجلی چمکنے کی نہیں ہے پس اُن سے کہا جائیگا کہ یہ عثمان بن عفان ہیں انہوں نے ایک حجرہ سے دوسرے حجرہ میں جانے کیلئے نعلین پہنی ہیں یہ ضیا اور روشنی عثمان کے نعلین کی ہے؛

نیز آنحضرت[۳] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ لِکُلِّ نَبِیٍّ رَفِیْقٌ وَرَفِیْقِیْ فِی الْجَنَّۃِ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرے رفیق جنت میں عثمان بن عفان ہیں؛

جب آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ تبوک کیلئے روانہ ہوئے تو آپ کے ساتھ میں

---

۱ اس کو ابن عساکر نے انس رضؓ سے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عثمان بن اوس سے کبیر میں نقل کیا ہے؛

۲ یہ حدیث بتبدیل الفاظ جزو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ہے جس کو مسلم نے نقل کیا ہے ۱۲

۳ اس حدیث کو ترمذی نے طلحہ اور عبید اللہ سے اور ابن ماجہ نے ابی ہریرہ سے نقل کیا ہے؛

بڑا لشکر تھا۔ کہتے ہیں کہ تیس ہزار سوار اور پیادے شمار کئے گئے تھے! آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مستطیع اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اپنے درویش دوستوں کی مدد کرو۔ ہر شخص نے اپنی وسعت کے بموجب امداد کی حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے اصطبل سے نو سو پچاس گھوڑے زین اور لگام سے آراستہ کرکے مرحمت کئے۔ جن پر ایک اسوار کے تھیار بھی رکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ پچاس اونٹ ہتھیاروں کی باربرداری کے لئے دئے۔ اس کے علاوہ ایکہزار دینار زرِ نقد آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت مبارک میں پیش کئے آنحضرت[1] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے حق میں دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عُثْمَانُ رَضِیْتُ عَنْہُ فَارْضِ عَنْہُ "اے خدا میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اُس سے راضی رہ" اس حدیث کے راوی بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس روز نماز عشا سے صبح تک یعنی تمام شب بیدار رہے اور یہی دعا فرماتے رہے۔ نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نِعْمَ الرَّجُلُ عُثْمَانُ جَمَعَ اللّٰہُ بِہٖ نُوْرَیْ فَھُوَ سَعِیْدٌ فِیْ حَیٰوتِہٖ وَشَھِیْدٌ فِیْ مَمَاتِہٖ "عثمان کیا اچھے شخص ہیں اللہ نے اُن کے ساتھ میرا نور جمع کیا پس وہ سعید ہیں زندگی میں اور شہید ہونگے بوقت وفات کے "۔

عبد[2] اللہ بن رباح اور ابو قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ بروزِ جنگِ دار یعنی بروز شہادت امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ ہم آپ کے پاس بیٹھے تھے جب اہل فتنہ آپ کے دروازہ پر جمع ہوئے تو آپ کے غلاموں نے مقابلہ کی غرض سے ہتھیار اُٹھائے۔ آپ نے فرمایا کہ جو غلام ہتھیار نہ اُٹھائیگا وہ آزاد ہے۔ ابو قتادہ رض کہتے ہیں کہ ہم اپنی جان کے ڈر سے باہر نکل آئے۔ اور قضائے حق تعالےٰ پر راضی ہو گئے۔ اس اثنا میں آپ سے عرض کیا گیا کہ امیر المومنین حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ آتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں۔ اتنے میں حضرت امام حسن علیہ السلام تشریف لائے۔ اور سلام کیا اور سانحہ کی دریافت فرمائی اور کہا کہ اے امیر المومنین میں بغیر آپ کے حکم کے مسلمانوں پر ہتھیار نہیں اُٹھا سکتا ہوں۔ آپ امام برحق ہیں اور خلیفہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں مجھ کو حکم دیجئے تاکہ اس قوم کا شر آپ سے دفع کروں۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یَا ابْنَ اَخِیْ

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے۔

[2] اس کو امام احمد رح نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن اور ابو قتادہ رض سے روایت کیا ہے۔

اِرْجِعْ وَاجْلِسْ فِیْ بَیْتِكَ حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ فَلَا حَاجَةَ اِلٰی اِهْرَاقِ الدِّمَاءِ
بھتیجے تم واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر میں بیٹھو یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنے حکم کو پورا کرے
کسی کا خون بہانے کی ضرورت نہیں ہے۔" بلاؤں پر آپ کی کمال درجے کی تسلیم و رضا ہے
اور انتہا درجہ کی خُلّت ہے جس طرح کہ نمرود نے آگ سُلگائی تھی اور حضرت ابراہیم صلوٰت اللہ
وسلامہ علیٰ نبینا وعلیہ منجنیق کے پلّہ میں رکھا تھا۔ جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ یَا اِبْرَاهِیْمُ
هَلْ لَكَ حَاجَةٌ اے ابراہیم کیا تم کو کچھ ضرورت ہے، آپ نے فرمایا کہ اے جبرئیل ؑ
اَمَّا اِلَیْكَ فَلَا تم سے تو کوئی حاجت نہیں ہے، جبرئیل ؑ نے کہا کہ اللہ تعالےٰ سے طلب
فرمائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ حَسْبِیْ عِلْمُهٗ بِحَالِیْ کہ خدا تعالیٰ کا میری
حالت کو جاننا ہی کافی ہے۔" پس امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُس وقت ایسی حالت
میں تھے جس طرح کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پلہ منجنیق میں اور اہل فساد کا جمع ہونا بجائے
آتش نمرود کے تھا اور حضرت امام حسن رضؓ بجائے جبرئیل ؑ کے۔ مگر حضرت ابراہیم ؑ کے لئے
اُس بلا سے نجات تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے شہادت۔ نجات کا تعلق بقا
سے ہے اور شہادت کا تعلق فنا سے پس جان اور مال کے صرف کرنے اور رضا و تسلیم اور
اور خلوص عبادت میں گروہ فقرا کی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اقتدا ہے
آپ حقیقتاً شریعت اور طریقت کے امام برحق ہیں ؁

کرامت جب بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تو تین روز
تک جنات بام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نوحہ کرتے رہے اور بطور مرثیہ اشعار
پڑھتے تھے ؁

کرامت عدی ابن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے
قتل کے روز میں نے سُنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اَبْشِرْ اِبْنَ عَفَّانَ بِرَوْحٍ وَّرَیْحَانٍ وَّرَبٍّ
غَیْرِ غَضْبَانٍ وَاَبْشِرْ اِبْنَ عَفَّانَ بِغُفْرَانٍ وَّرِضْوَانٍ ابن عفان کو خوشخبری و
روح و ریحان کی اور پروردگار سے ملاقات کرنے کی جو اُن سے رضامند ہے اور بشارت
دو ابن عفان کو بخشش اور رضوان کی، میں نے جب پلٹ کر دیکھا تو کسی کو نہ پایا ؁

کرامت[1] بلوائیوں نے جب آپ کو شہید کر دیا تو تین روز تک بلوائیوں کے خوف سے

---

[1] اس کو حافظ عمر ابن محمد نے عثمان ابن مرہ سے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے ؁

آپ کو دفن نہیں کیا گیا اتنے میں فرشتہ غیب نے آواز دی کہ اُدْفِنُوْہُ وَلَا تُصَلُّوْا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ صَلّٰی عَلَیْہِ ان کو دفن کردو اور ان پر نماز مت پڑھو کہ اللہ تعالےٰ ان پر نماز پڑھ چکا ہے۔

کرامت۔ شہادت سے تین روز کے بعد جب آپ کی نعش دفن کرنے کیلئے جنت البقیع کو لیجارہے تھے ناگاہ پیچھے سے ایک جماعت ظاہر ہوئی۔ لوگوں پر ظالموں کا خوف طاری ہوا اور قریب تھا کہ آپکے جنازہ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس جماعت میں سے ایک شخص نے یہ آواز دی کہ ٹھیرے رہو اور مت ڈرو ہم اُن کے دفن میں شریک ہونے کے لئے آئے ہیں بعض حاضرین نے کہا کہ وہ اللہ کے فرشتے تھے۔

آپ کی باقی کرامتیں کتاب کراماتُ الاولیا میں ہم لکھ چکے ہیں۔ اُس میں ملاحظہ فرمائی جائیں۔ آپ کی خلافت بارہ سال چند ماہ رہی۔ آپ کی شہادت بعمر بیاسی سال بروز جمعہ اٹھارہویں تاریخ ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ میں بدست اسودِ زنجی سیاہ رو واقع ہوئی۔

حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات کا بیان

آپکا[1] انتساب علمِ ظاہری اور باطنی اور کمالات اور مقامات میں صحبت بابرکت حضرت سیدِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد آپنے خلافت پائی۔ آپ چوتھے خلیفہ اور بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء ثلاثہ افضل بنی آدم ہیں۔ جب امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے قضاءِ الٰہی سے شہادت پائی تمام اہل حل وعقد اصحاب کبار اور مہاجرین و انصار نے آپکے ہاتھ پر بیعت کی۔ کل اُمت کا اس پر

---

[1] آپ کا نسب بواسطہ جناب ابو طالب حضرت عبد المطلب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے آپکی والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہیں۔ آپکا رنگ گندم گون فربہ جسم کاندھے کشادہ داڑھی چوڑی گردن شفاف صراحی دار سیاہ چشم بزرگ شکم بدن پر بہت بال تھے میانہ قد۔ آپ دس سال یا تیرہ سال یا ۱۵ سال کی عمر میں ایمان لائے ہیں آپکی اولاد میں ۱۵ لڑکے تھے۔ امام حسن۔ امام حسین۔ محسن۔ محمد اکبر۔ عبد اللہ۔ ابو بکر۔ اکبر لقب عباس۔ عثمان۔ جعفر۔ عبد اللہ۔ محمد اصغر۔ یحییٰ۔ عون۔ عمر اکبر۔ محمد اوسط۔ اور ۱۸ لڑکیاں تھیں۔ ام کلثوم کبریٰ۔ زینب کبریٰ۔ رقیہ۔ ام الحسن۔ رملہ کبریٰ۔ ام ہانی۔ میمونہ۔ رملہ صغریٰ۔ ام کلثوم صغریٰ۔ زینب صغریٰ۔ فاطمہ۔ امامہ۔ خدیجہ۔ ام الخیر۔ ام سلمہ۔ ام جعفر۔ جمانہ۔ تقیہ۔ مناقب الخلفا۔

اجماع ہے کہ حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ علم اور حلم اور فقر اور زہد اور ریاضت میں بعدِ انبیاء خلفاء ثلثہ کے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیام قیامت تک بسبب دعائے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مستثنےٰ تھے آپ دلیری اور سخاوت اور فراست اور کرامت میں یکتا تھے اور طریقت میں شانِ عظیم اور مرتبہ بزرگ رکھتے تھے ۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ رَأَيْتُ مَكْتُوْبًا عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ اَنَا اللّٰهُ وَحْدِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرِيْ وَالْجَنَّةُ مَخْلُوْقِيْ وَمُحَمَّدٌ صَفْوَتِيْ مِنْ خَلْقِيْ اَيَّدْتُهٗ وَنَصَرْتُهٗ بِعَلِيٍّ[1] میں نے ساقِ عرش پر ارشاد الٰہی لکھا ہوا دیکھا ہے کہ میں ہی ایک اکیلا خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے جنت میری پیدا کی ہوئی ہے اور محمد میرے کل مخلوق میں چُنے ہوئے ہیں۔ میں نے اُن کو علیؓ سے قوت اور مدد دی ہے ۔

نیز آنحضرت[2] علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ مَكْتُوْبٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ اَخُ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَبْلَ اَنْ يُّخْلَقَ الدُّنْيَا بِاَلْفَيْ عَامٍ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد خدا کے رسول ہیں۔ اور علیؓ برادر رسولِ خدا ہیں دنیا کے پیدا کئے جانے سے دو ہزار برس پہلے ۔

نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ نُوْدِيَ مِنَ الْعَرْشِ يَا مُحَمَّدُ نِعْمَ الْاَبُ اَبُوْكَ اِبْرَاهِيْمُ الْخَلِيْلُ وَنِعْمَ الْاَخُ اَخُوْكَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش سے ندا کی جائیگی کہ اے محمدؐ آپ کے باپ ابراہیمؑ اوروں کے باپوں سے کتنے اچھے ہیں! اور آپ کے بھائی علیؓ ابن ابی طالب اوروں کے بھائیوں سے کتنے اچھے ہیں ۔

اور آنحضرتؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّكَ اُعْطِيْتَ ثَلٰثًا مَا اُعْطِيْتُ وَقَالَ عَلِيٌّ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا اُعْطِيْتُ قَالَ اُعْطِيْتَ صِهْرًا مِثْلِيْ وَلَمْ اُعْطَ وَاُعْطِيْتَ زَوْجَةً مِثْلَ فَاطِمَةَ وَلَمْ اُعْطَ وَاُعْطِيْتَ وَلَدًا مِثْلَ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَلَمْ اُعْطَ۔ اے علی تم کو تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو

---

[1] اس کو حضرت امام احمد نے جابر رضی اللہ عنہ سے مناقب میں نقل کیا ہے ۔

[2] اس کو حافظ ابو سعد شمان؟ نے شرف النبوۃ میں نقل کیا ہے ۔

مجھ کو نہیں دی گئیں۔ حضرت علی رضؓ نے کہا کہ اے خدا کے رسول وہ کیا چیزیں ہیں جو مجھ کو دی گئی ہیں۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ تم کو مجھ جیسا خسر دیا گیا ہے جو مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اور تم کو فاطمہؓ جیسی بیوی دی گئی جو مجھ کو نہیں دی گئی۔ تم کو حسنؓ اور حسینؓ جیسے دو فرزند دئے گئے جو مجھ کو نہیں دئے گئے۔

مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ کو فرمایا کہ یَا اَنَسُ اِنْطَلِقْ وَادْعُ لِیْ سَیِّدَ الْعَرَبِ یَعْنِیْ عَلِیًّا قَالَتْ عَائِشَۃُ اَلَسْتَ سَیِّدَ الْعَرَبِ قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَبِ اے انس جاؤ اور میرے پاس سردار عرب یعنی علیؓ کو بلاؤ۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپ سردار عرب نہیں ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں سردار بنی آدم ہوں اور علی سردار عرب ہیں۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَمْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ قَالَ ھٰذَا عَلِیٌّ فَاَحِبُّوْہُ لِحُبِّیْ وَاَکْرِمُوْہُ لِکَرَامَتِیْ فَاِنَّ جِبْرَئِیْلَ اَمَرَنِیْ بِالَّذِیْ قُلْتُ اے جماعت انصار کیا تم کو ایسی چیز کا پتہ بتاؤں کہ تم اس کو مضبوط پکڑلو تو پھر ہرگز گمراہ نہ ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ ارشاد فرمائے آپ نے فرمایا کہ یہ علیؓ ہے اس کو دوست رکھو میری دوستی کیلئے اور اس کی تعظیم کرو میری تعظیم کی غرض سے اسی طرح سے جبرئیلؑ نے مجھ سے بیان کیا ہے۔

منقول ہے۔ کہ اس آیت کریمہ کا نزول کہ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا وہ کھانا کھلاتے ہیں مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو خدا کی محبت میں (سورۃ دھر رکوع ۱) حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نہایت لاغر اور کم زور دیکھا۔ آپ نے ازراہِ شفقت فرمایا کہ آپ کے صاحبزادے کس قدر کمزور اور لاغر ہوگئے ہیں ان کی صحت کیلئے منت مانو۔ پس حضرت امیر المومنین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور فضہ رضی اللہ عنہا آپ کی کنیز نے تین تین روزوں کی منت مانی۔ اللہ تعالے نے شہزادوں کو صحت عطا فرمائی اور انہوں نے نذر ادا کی اور افطار کے لئے تین روٹیاں تیار کیں جب افطار کا وقت ہوا تو

سائل دروازہ پر آیا کہا اے اہلبیت میں بھوکا ہوں۔ اور عاجز و مسکین ہوں حضرت امیر المومنینؓ نے اپنے حصہ کی ایک روٹی اُس کو دے دی۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے حصہ کی روٹی اس کو دے دی۔ اور فضہ نے بھی اپنے حصہ کی روٹی اُس کو دے دی۔ دوسرے دن پھر روزہ رکھ لیا۔ اور افطار کے وقت ایک یتیم دروازہ پر آیا شب گذشتہ کی طرح اس رات کو بھی ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ کی روٹی اُس کو دے دی۔ اور پھر تیسرے دن بھی روزہ رکھ لیا افطار کے وقت ایک قیدی[1] دروازہ پر آیا اور سوال کیا۔ ہر ایک نے اپنے اپنے حصہ کی روٹی اس کو دے دی۔ پس آیت مذکورہ بالا نازل ہوئی۔

حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی بزرگیاں آفتاب سے بڑھ کر ظاہر ہیں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا کے بیٹے آپکے داماد تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپکے والدین کے زیر پرورش اور تربیت پائی آپ حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے والد اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں۔ آپ صحابہ کرام میں زیادہ شجیع اور زیادہ عالم اور زیادہ زاہد تھے۔ اور قبل نبوت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی کبھی آپکے دل پر کفر اور شرک کا خطرہ نہیں گذرا۔ علم نحو اور حساب آپنے ایجاد کیا۔ آپ کو حیدر اس لئے کہتے ہیں کہ جب آپ پیدا ہوئے۔ تو دودھ نہیں پیتے تھے۔ بلکہ ناخن مار رہے تھے۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے۔ اور چاہا کہ آپ کو گود میں لیں اور بوسہ دیں۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ اے محمدؐ اس کو بوسہ مت دو کیونکہ یہ حیدر ہے ناخن مارتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کی بات سُنی اور آپ کا بوسہ لیا اور لعاب دہن مبارک آپکے منہ میں ڈالا۔ پہلی چیز جو حضرت امیرؓ کے مُنہ میں گئی وہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لعاب دہن تھا۔ اور آپ کو کرم اللہ وجہہٗ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ اپنی والدہ کے شکم میں تھے (حسب عادت عرب) جب آپکی ماں کسی بُت کو سجدہ کرنا چاہتیں تو آپ شکم مادر میں ایسا پیٹ جاتے تھے کہ وہ سجدہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ نے آپ کو مکرم کیا۔ کہ جب آپ شکم مادر میں تھے تو ماں آپ کی کسی بت کو سجدہ نہ کر سکیں۔

کرامت۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب میرے باپ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ نے وفات پائی میں نے سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے

[1] سابقہ زمانہ میں دستور تھا کہ شام کے وقت قیدی نگہبانوں کے ساتھ بھیک مانگنے کیلئے جایا کرتے تھے۔

کہ باہر چلے جاؤ۔ اور اس بندۂ خدا کو ہمارے لئے چھوڑ دو۔ میں باہر چلا گیا۔ گھر میں سے ایک آواز آئی کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام گذر گئے اور ان کا بھائی شہید ہوا۔ اب اُمت کی نگہبانی کون کریگا۔ دوسرے نے کہا کہ جو شخص اُن کی سیرت اختیار کریگا۔ اور ان کی پیروی کریگا۔ جب وہ آواز ساکن ہو گئی تو ہم اندر گئے۔ ہم نے آپ کو غسل دیا ہوا اور کفن میں لپٹا ہوا پایا۔ ہم نے آپ کی نماز پڑھی اور آپ کو دفن کر دیا +

کرامت۔ مروی ہے کہ حضرت امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کی قبر کو زمین کے برابر کر دیا گیا تھا۔ اور وہ چھپ گئی تھی۔ ایک روز خلیفہ ہارون رشید شکار کرتے ہوئے صحرا غزنین میں پہنچے دیکھا کہ کالے ہرن چر رہے ہیں۔ ہر چند کہ بجو اور کتے اُن پر شور کر رہے ہیں۔ مگر وہ اُن کے پاس نہیں آتے۔ خلیفہ نے غزنین کے بعض بوڑھوں کو طلب کر کے اُس کا سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا سے ایسا سُنا ہے۔ کہ امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کی قبر یہیں ہے[1] ہارون رشید نے اس کو قبول کیا اور تازیست وہ ہر سال زیارت کے لئے آیا کرتا تھا +

کرامت۔ علی بن الحسین یعنی امام زین العابدین رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے کہ ابراہیم ہشام الحراق والی مدینہ ہم کو ہر جمعہ مسجد میں لا کر منبر کے پاس بٹھایا کرتا تھا۔ اور حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ تعالے وجہہ کے بارہ میں جھگڑے کی باتیں کرتا اور آپ کی شان میں بُرا بھلا کہتا تھا۔ ایک جمعہ کو وہ جگہ لوگوں سے بھر گئی تھی۔ میں منبر سے علیحدہ ایک طرف کو لیٹ کر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں شگاف پیدا ہوا اور اس میں سے ایک شخص سفید لباس پہنے ہوئے باہر آئے۔ اور مجھ سے کہنے لگے۔ اے عبداللہ کیا تجھ کو اس مردک (والی) کی گفتگو غمگین نہیں کرتی۔ میں نے کہا ہاں غمگین کرتی ہے۔ بولے اپنی آنکھوں کو کھول کر دیکھ کہ خدائے غالب اُس کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ جب میری آنکھ کھلی تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر کر رہا تھا یکایک منبر سے گرا اور مر گیا +

کرامت۔ مروی ہے کہ ایک نیک مرد نے کسی رات قیامت کو خواب میں دیکھا

[1] بعض مقامات پر ظہور کرامات حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوا ہے وہاں آپ کے نام کا چلّہ بنایا گیا ہے جیسے غزنین میں یا کابل میں درگاہ سخی مرداں یا حیدرآباد میں کوہ مولا۔ در اصل آپ کی قبر شریف نجف اشرف میں ہے

کہ ساری خلقت کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ مَیں پلصراط کے پاس گیا اور آگے بڑھا گیا دیکھتا ہوں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حوض کوثر کے کنارہ پر تشریف فرما ہیں اور جناب امام حسینؓ لوگوں کو پانی دے رہے ہیں۔ مَیں بھی اُن کے رُوبرُو گیا۔ کہ مجھ کو بھی پانی دیں۔ مگر دو یا جب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمائے کہ مجھے بھی پانی دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھ کو پانی نہیں دینگے کیونکہ تیرے پڑوس میں ایک ایسا شخص ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بُرا کہتا رہتا ہے۔ تو اس کو منع نہیں کرتا۔ پس آپ نے برہنہ چھری میرے ہاتھ میں دی۔ اور فرمایا کہ جا اس کو قتل کر۔ مَیں نے چھری سے اس شخص کو قتل کیا۔ اور واپس آیا اُس وقت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے حسینؓ اس کو پانی پلاؤ۔ مَیں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے پانی لیا لیکن یہ مجھ کو یاد نہیں کہ مَیں نے پیا یا نہیں۔ مَیں اس ہولناک خواب سے بیدار ہُوا تھوڑی دیر نہیں گذری تھی کہ شہرت ہوگئی کہ فلاں شخص کو کسی نے اُس کی خوابگاہ میں قتل کر دیا +

آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی باقی کرامتوں کو کتاب "کرامات الاولیاء" میں مَیں نے نقل کیا ہے اُس میں ملاحظہ فرمائی جائیں +

آپ کی ولادت خانہ کعبہ میں جمعہ کے دن تیرہویں[۱۳] یا ستائیسویں شعبان کو ہوئی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت آپ پندرہ سال کے تھے بعض کے نزدیک تیرہ سال کے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ دس سال کے بعضوں نے نو اور سات سال بھی کہا ہے۔ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ آپ کی عمر شریف کے متعلق چار قول یعنی تریسٹھ[۶۳] پینسٹھ[۶۵] ستاون[۵۷] اٹھاون[۵۸] سال ہیں۔ ان میں سے پہلا قول صحیح ترہے تاریخ سترہویں[۱۷] ماہ رمضان سنہ ۴۰ ہجری بمقام کوفہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے کہ جعلہ اللہ تعالیٰ مُلجماً بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ (اللہ تعالےٰ اُس کو آگ کا لگام لگائے) آپکو زخمی کیا اور اُنیسویں[۱۹] ماہ مذکور شب یکشنبہ میں اور بعضوں کے نزدیک اکیسویں[۲۱] اور بعض کے پاس چوبیسویں[۲۴] شب جمعہ میں آپ کی شہادت ہوئی۔ مگر اکیسویں[۲۱] تاریخ اصح ہے آپکی قبر شریف نجف اشرف میں ہے +

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

علم باطن میں آپ کا انتساب با وجود صحبت حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ آپ کو صحبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی رہی ہے۔ آپ زمانہ شباب ہی سے دین حق کی طلب میں کوشاں تھے اس لئے آپ یہود و نصاریٰ اور دوسرے مذاہب کے علماء کے پاس آتے جاتے تھے۔ اور اس طلب میں جو سختیاں آپ کو پہنچیں آپ نے اُن پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ اس رستہ کے سلوک میں دس شخصوں کے پاس یکے بعد دیگرے آپ کو فروخت کیا گیا۔ آخر الامر نوبت بخواجۂ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام پہنچی۔ کہ حضرت نے آپ کو قوم یہود سے قیمتاً خرید فرمایا۔

منقول ہے کہ حضرت رضی اللہ عنہ کے اقربا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور درخواست کی کہ سلمان ہم کو دے دئے جائیں۔ آپ نے سلمانؓ کو اختیار دیا سلمان نے صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا۔

تفسیر ابوالقاسم میں مذکور ہے کہ جب زیادہ حصہ قرآن کا نازل ہو گیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن مجید کو متعدد مقامات پر روانہ کیا۔ جب فارس میں پہنچا۔ تو فارسیوں نے قرآن کو سینہ پر رکھا۔ اور مسلمان ہوئے اور سلمان فارسی اور دُلدُل اور ماریۂ قبطیہ کنیز کو تحفوں اور ہدیوں کے ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور جب قرآن مجید ترکوں کے پاس پہنچا۔ تو ترکوں نے قرآن مجید کو سر پر رکھا۔ اور ہدیئے اور تحفے حضرت کے پاس روانہ کئے۔ جب یہ تمام حالات بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کئے گئے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فارسی مقبول اور صادق سینہ والے ہو نگے۔ اور ترک سردار ہو نگے۔ الحاصل محبت اور اخلاص سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خاندان مقدس نبوی سے اس حد تک پہنچا تھا کہ سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان گوہر فشان سے یہ مضمون عنایت مشحون ارشاد فرمایا کہ سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ سلمان میری اہل بیت سے ہے۔

شیخ الموحدین محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ نے اس حدیث سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی بے گناہی اور پاکی کا استدلال فرمایا ہے اور ایک مقام پر اپنی کتاب فتوحاتِ مکیہ میں تحریر

فرمایا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَلْمَانُ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ وَشَھِدَ اللّٰہُ لَھُمْ بِالتَّطْھِیْرِ وَذِھَابِ الرِّجْسِ مِنْھُمْ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سلمان ہم سے ہے اور ہمارے اہل بیت میں داخل ہے! اور اللہ تعالےٰ نے اہلبیت کو پاک کرنے اور ان سے برائیوں کے لیجانے کی شہادت دی بموجب آیہ شریف اے اہلبیت اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ تم سے معصیت کی پلیدی کو دُور رکھے اور تم کو بالکل پاک اور مطہر کردے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ اس حدیث کا کہ سلمان ہمارے اہلبیت میں داخل ہے اخیر وہ ہے جو کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَوْلَی الْقَوْمِ مِنْھُمْ قوم کا غلام قوم میں داخل ہوتا ہے پس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث شہادت ہے سلمان کی طہارت اور عصمت پر کیونکہ اگر وہ پاک اور مقدس نہ ہوتے تو اہل بیت میں کس طرح سے شامل ہو جاتے! اور بمجرد اضافت کیسے عنایت الٰہی میں داخل ہو جاتے۔ اب اہل بیت (علیہم الرضوان) کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے! اور یہ بات دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ خدائے پاک نے اہلبیتؓ اور جناب سلمان کو اس آیت میں بھی حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شریک بنایا ہے یعنی چاہتا ہے اللہ تعالےٰ لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ بخش دے تمہارے گناہوں کو جو گذر چکے ہیں! اور آئندہ گزریں، پس اہل بیت پاک کئے ہوئے اور بخشے ہوئے ہیں۔ حق سبحانہ تعالےٰ کی خاص عنایتوں سے اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف کی وجہ سے۔ اہل بیت کا یہ شرف کہ وہ بخشے ہوئے ہیں قیامت میں ظاہر ہوگا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بموجب نص قطعی وخبر صحیح اہل بیت میں داخل ہیں بلا کسی غبار و دشک وشبہ کے ہم امید رکھتے ہیں کہ تمام اولاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بھی اس عنایت بے غایت میں شامل ہونگے۔ حضرت سلمانؓ جنگ خندق میں دوبارہ خدمت آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ میں حاضر ہوئے۔ آپ اصحاب صفہ میں سے ہیں اور ان اصحابیوں میں سے ایک صحابی ہیں جن کے لئے بہشت مشتاق ہے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے آپ کو مدائن کا والی (حاکم) بنایا اور پانچہزار درہم سالانہ

بیت المال سے آپ کے لئے مقرر کرتے آپ یہ رقم لیکر فقیروں کو دیتے اور خود زنبیل بنکر اپنا خرچ چلاتے۔ آپ کے پاس ایک کمبل اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا تھا۔ آپ دن میں اُس کو پہنتے۔ اور رات کو اس کو اوڑھ لیتے۔ اور بارہ مہینے آپ جہاد کرتے بکریوں کے اُون کو صاف کرکے اس کی رسیاں بنتے۔ اور چمڑے جمع کرتے رہتے۔ اگر جنگل میں کسی کو رسی یا زنبیل کی ضرورت ہوتی تو اُس کو دیدیتے تھے +

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ بازار میں جا رہے تھے۔ ایک شخص نے بہت سے سیب خریدے اور وہ مزدور کی تلاش میں تھا کہ اُن کو اُٹھواکر اپنے گھر لیجائے اس درمیان میں اس نے حضرت سلمان کو کمل پہنے ہوئے دیکھا اور سمجھا کہ آپ مزدور ہیں آپ کو آواز دی کہ ہمارے سیب اٹھاکر ہمارے گھر تک پہنچادو۔ حضرت سلمان نے سیب اُٹھالئے اور یہ نہیں کہا کہ مَیں امیر ہوں۔ تھوڑی دُور چلنے پائے تھے کہ کوئی شخص راہ میں مل گیا۔ اُس نے کہا کہ اللہ اچھا رکھے۔ امیر کو کیا سبب ہے جو آپ نے سیب کا پشتارہ اپنی پشت پر اُٹھالیا۔ اُس وقت وہ سمجھا کہ آپ ہیں۔ پس فوراً آپ کے قدموں پر گر پڑا اور آپ سے معافی چاہی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھ کو گھر تک لیجانے کے لئے اپنے دل میں ارادہ کیا تھا۔ مَیں جب تک کہ تیرے گھر تک نہ لیجاؤنگا نہ جاؤنگا +

مروی ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قبیلۂ بنی کندہ کی ایک عورت سے شادی کی تھی جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے۔ اور بہت کچھ آپ کی نسل چلی۔ چنانچہ اُس ملک میں اب تک آپ کی نسل موجود ہے۔ اور سب اہل علم اور صاحب کمال ہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ آپ مجبوب تھے۔ اور آپ نے شادی نہیں کی غلط ہے۔ آپ کے وصال کے وقت بہت لوگ آپ کی عیادت کے لئے پہنچے۔ آپ کو دیکھا کہ رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے شور و فریاد کرکے زار و زار رو رہے ہیں۔ انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ میری گریہ وزاری موت کے خوف سے نہیں ہے۔ اور نہ دنیائے دنی کی آرزو کی وجہ سے ہے۔ نہیں نہیں بات یہ ہے کہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا۔ کہ اگر تو روز قیامت مجھ کو دیکھنا اور مجھ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ تو دنیا سے دُور رہو اور اس طرح جا جس طرح سے مَیں جاتا ہوں +

اور اب مَیں دنیا سے رخصت ہوتا ہوں اس وقت میرے پاس بہت کچھ مال و اسباب

موجود ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں ہیں آپکے جمال جہاں آرا سے محروم رہوں۔ حالانکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت سوائے ایک تقارہ اور ایک بدھنے اور ایک پالان اور ایک پوستین اور ایک کمبل کے اور کچھ نہ تھا۔ آپ کی عمر بعض روایت میں ہے کہ دو سو پچاس سال کی ہوئی اور بعض میں تین سو پچاس سال ہے۔ بہرحال ۳۲ھ ہجری مدائن میں آپ نے رحلت فرمائی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رات میں مدینہ سے مداین کو تشریف لے گئے۔ اور آپ کو غسل دیکر اوسی شب مدینہ طیبہ کو واپس تشریف لے آئے۔

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے حالات

علم باطن میں آپکا انتساب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے۔ آپنے اپنے جدِ بزرگوار کی نعمت بطور مریدی اور ہدایت آپ ہی سے حاصل فرمائی۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی آپ کو صحبت رہی ہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی آپ نے حاصل فرمائی۔ آپ کبار تابعین میں سے ہیں اور آپ مکہ کے مشہور سات فقہا میں سے ہیں۔ آپ امام زمانہ اور یکتائے عصر تھے۔ آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملے۔ اور ان سے روایت کی ہے اور بہت سے تابعین نے آپ سے روایت کی ہے۔ یحییٰ بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ہم نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو قاسم بن محمد پر فضیلت دے سکیں۔ مالک بن انس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قاسم اس امت کے سات فقہا میں سے تھے۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہما روایت کرتے ہیں کہ کسی شخص نے قاسم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ زیادہ عالم ہیں یا سالم بن عبداللہ بن عمر الخطاب رضی اللہ عنہ۔ آپ نے سالم مبارک مرد ہیں۔ آپکا ارادہ تھا کہ سالم کو علم کہیں مگر اس لئے نہ فرمایا کہ جھوٹ نہ ہو جائے۔ اور یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں عالم ہوں تاکہ نفس میں خودی نہ پیدا ہو۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالےٰ عنہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ آپ کی ماں یزدجرد شہریار کی لڑکی تھی۔ جو عجم کا آخری بادشاہ تھا۔ آپکے سن وفات میں اختلاف ہے۔ ہمارے نزدیک معتبر روایت یہ ہے کہ ۱۰۱ ہجری

میں آپ نے وفات پائی۔ اور آپ کی عمر ستر یا بیاسی سال کی ہوئی ؛

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حالات

علم باطن میں آپ کا انتساب آپ کے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔ نیز آپ کے والدِ ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور اُن کا انتساب اُن کے والد ماجد سید الشہدا امام حسین رضی اللہ عنہ سے اُن کا انتساب اُن کے والد ماجد حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ہے ؛

قدسیہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ وَلَدَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ مَرَّتَیْنِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میں دو بار پیدا ہوا، پہلی ولادت ظاہری کہ میرے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق ہیں دوسری ولادت معنوی کہ علم باطن بھی مَیں نے اپنے نانا سے پایا ہے۔ آپ کی اسی سچی گفتگو کی وجہ سے آپ کا لقب صادق تھا جس طرح کہ آپ کے جدِ مادری کا لقب صدیق رض تھا ؛

اور وہ اُن کو حضرت سید اولاد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے رفرف ہوا تھا جو کہ جبریل علیہ السلام خدائے تعالےٰ کے پاس سے لائے تھے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ساداتِ اہل بیت سے ہیں۔ آپ نے اپنے والد ماجد اور اپنے نانا قاسم بن محمد رضی اللہ عنہما اور نافع اور عطا اور محمد بن منکدر اور زہری وغیرہ سے احادیث نقل کی ہیں۔ اور آپ سے اور آئمہ اسلام نے جیسے امام ابو حنیفہ رح اور یحییٰ بن سعید انصاری رح اور ابن جریح۔ اور امام مالک اور محمد بن اسحاق اور آپ کے صاحبزادے حضرت موسیٰ بن جعفر اور سفیان ثوری اور سُفیان بن عنیہ اور اُن کے سوا اوروں نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کی امامت اور بزرگی اور سیادت پر رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ جمہور کا اتفاق ہے عمر بن المقدام رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے کہا ہے۔ کہ جب میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھتا تھا۔ تو مجھے معلوم ہوتا تھا کہ آپ سلالۂ انبیا سے ہیں۔ آپ کے اخلاقِ حسنہ اور ہمتِ ظاہری اور اشارات لسانی تفسیر قرآنی سے ظاہر ہیں۔ بلکہ آپ کے اشاراتِ جمیلہ اور اسرارِ جلیلہ تمام علوم میں موجود ہیں۔ اور کلام کی باریکی اور معانی کی بلندی میں مشائخ عظام میں آپ کی بڑی شہرت ہے۔ طریقہ صوفیہ میں آپ کی کئی کتابیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ طبقہ مشائخ صوفیہ کا علم مختص

قرن اوّل اور دوم اور سوم امام جعفر صادق رحمہ تک ہے۔ آپ کے بعد اس کو حاصل ہوا جس نے فقرا کی صحبت اختیار کی۔ آپ اپنے تمام ہمعصروں میں اہل بیت سے فائق تھے اور آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ صاحب زہد کامل بڑے متقی تھے۔ اور شہوات اور لذات سے پوری طرح سے بچنے والے تھے۔ اور نہایت ہی باادب تھے مدینہ سکینہ میں ایک مدت تک اقامت گزیں رہے۔ اور اپنے علوم کا فیض اور فائدہ اپنے شاگردوں کو پہنچاتے رہے۔ پھر آپ عراق میں تشریف لائے۔ اور ایک مدت تک مقیم رہے۔ آپ نے کبھی امامت کی خواہش نہ فرمائی اور نہ کسی سے امر خلافت میں نزاع کی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص دریائے معرفت میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کو ایک جَو برابر طمع نہیں ہوتی۔ اور جو شخص حقیقت کے زینوں پر عروج کرتا ہے وہ حجاز کے گڑھوں کی کبھی خواہش نہیں کرتا۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ نسبت سلمان فارسی کو پہنچی۔ اور راہ درونی سے مقصود تک پہنچے۔ پھر یہی نسبت بعینہٖ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضہ کو پہنچی۔ پھر حضرت قاسم رضہ سے امام جعفر صادق رضہ کو حاصل ہوئی حضرت امام قاسم رحمہ امام جعفر صادق رحمہ کے نانا تھے۔ چونکہ حضرت امام نے اپنے آباءِ کرام سے نور لیا تھا۔ اور یہ نسبت سلوک فانی سے مناسبت رکھتی تھی۔ بعد حاصل کرنے جذبہ کے سلوکِ فوقانی کے طے کرنے کے لئے مقصد تک پہنچ گئے۔ اور دونوں نسبتوں کے جامع ہو گئے پھر یہ نسبت حضرت امام رضہ سے بطریق امانت سلطان العارفین کو روحانیت کے رستہ سے جو اویسیوں کا طریقہ ہے پہنچی گویا اوس نورِ ودیعت کو اُن کی پشت میں امانت رکھا گیا تھا تاکہ اُسے اُس کے اہل کو پہنچادیں۔ مگر توجہ سلطان العارفین کا رُخ دوسری طرف ہے۔ اس امانت کو اُٹھانے سے پہلے اس نسبت کے ساتھ کوئی تعلق مفہوم نہیں ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ نسبت شرح مذکور کے ساتھ بعینہٖ سلطان العارفین رحمہ سے شیخ خرقانی رحمہ کو پہنچی اور اُن سے شیخ بوعلی فارمدی رحمہ کو اور اُن سے خواجہ یوسف ہمدانی رحمہ کو بطریق امانت پہنچی۔ حضرت خواجہ یوسف کے بعد یہ نسبت اُس کے اہل یعنی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمہ کو پہنچی جو سلسلۂ خواجگان کے پیر حلقہ ہیں۔ اس وقت یہ نسبت جذبہ اور سلوک فوقانی کے رستہ سے (جو حضرت امام رضہ کا خاصہ تھا) پھر میدان ظہور میں آئی۔ اور از سرِ نو اس نسبت کو تازگی پہنچی۔ آپ اس مقام سے عروج فرما کر مقامِ صدیقیت تک

پہنچے اور کمال و تکمیل کا درجۂ علیا حاصل کیا۔ باوجودیکہ آپ بارہ اقطاب کے رئیس تھے۔ پیر مشائخ سلسلہ پر جذبہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ نے اس نسبت کی انتہا کو یادداشت سے تعبیر کیا ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق کے بعد زمانہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ تک اس سلسلہ کے مشائخ جذبہ سے غیب تک راہ درونی اور سیر آفاقی سے متوجہ مقصود تک ہو کر اپنی اپنی استعدادوں کے بموجب حصہ پاتے رہے۔ جب خواجہ نقشبند کا زمانہ ظہور پہنچا تو حضرت خواجہ عبدالخالق نے آپ کو روحانیت کے ذریعہ سے تعلیم کی اور یہی نسبت بعینہٖ جذبا و سلوکاً حضرت خواجہ نقشبند تک منتقل ہو کر درجہ کمال کو پہنچی۔ آپکے خلفا میں سے حضرت خواجہ علاؤالدین عطار اور حضرت خواجہ محمد پارسا قدس اللہ اسرارہم اس نسبت کو حاصل کر کے آپ کی تربیت سے مشرف ہوگئے +

قدسیہ۔ حضرت امام نے کہا ہے کہ عارف غیر سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور اسباب کو منقطع کر دیتا ہے۔ کیونکہ اُس کی خدا سے معرفت اوروں سے عین نفرت ہے عارف ماسوائے حق سے چھوٹا ہوا اور حق سے ملا ہوا رہتا ہے۔ عارف کے باطن میں غیر حق کی مطلقاً وقعت باقی نہیں رہتی۔ جو عارف کو اپنی طرف متوجہ کر سکے +

قدسیہ۔ نقل کرتے ہیں کہ داؤد طائی قدس سرہٗ حضرت امام کی خدمت میں آئے اور عرض کی کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیے کہ میرا دل جا تا رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابا سلیمان تو خود اپنے زمانہ کا عابد اور زاہد ہے تجھ کو میری نصیحت کی کیا حاجت۔ داؤد طائی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اے سلالۂ اولاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بزرگی تمام عالم کے نزدیک مسلّم ہے اور آپکی نصیحت پر عمل سب کے لئے لازم۔ آپنے فرمایا کہ اے ابا سلیمان میں اس امر سے خوف عظیم رکھتا ہوں۔ کہ میرے دادا حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرا گلہ کریں کہ کیوں تو میری پیروی بجا نہیں لایا۔ کیونکہ یہ کام نسب کی شرافت اور اعلیٰ خاندانی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ درگاہ حق تعالےٰ میں عمل کی پسندیدگی معتبر ہے حضرت داؤد زار زار روئے اور فریاد کر کے کہنے لگے۔ کہ اے خدا جس کی طینت کا خمیر انوارِ نبوت سے ہے اور جس کی طبیعت کی ترکیب آثارِ رسالت سے ہوئی ہے۔ اور جن کے دادا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور ماں بتول رضی اللہ تعالےٰ عنہا ہیں وہ خود اس میں حیران ہیں تو داؤد کس شمار میں ہے۔ جو اپنے حال کو اچھا سمجھے +

قدس سرہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ لَا تَصِحُّ الْعِبَادَۃُ اِلَّا بِالتَّوْبَۃِ فَقَدَّمَ التَّوْبَۃَ عَلَی الْعِبَادَۃِ عبادت بغیر توبہ کے درست نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالےٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا ہے کہ ارشاد فرمایا اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ توبہ مقامات کی ابتدا ہے اور عبودیت درجات کی انتہا +

قدس سرہ۔ آپ کے بارہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک بار آپ اپنے موالی کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اُن کو کہہ رہے تھے کہ آؤ ہم سب مِلکر متابعت کریں اور اس بات کا معاہدہ کریں کہ جو شخص ہم میں سے قیامت میں نجات پا جائے وہ اور سب کی شفاعت کرے انہوں نے کہا کہ اے ابن رسول اللہ آپ کو ہماری شفاعت کی کیا حاجت۔ آپکے جدِ امجد تمام مخلوقات کے شفاعت کرنیوالے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مَیں اپنے اعمال اور افعال سے شرم رکھتا ہوں کہ جدِ امجد سے شفاعت کی استدعا کروں +

قدس سرہ۔ سُفیان ثوری قدس سرہٗ نے آپ سے وصیت کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ اے سُفیان دروغ گو آدمی میں مروّت نہیں ہوتی۔ اور حاسد کو راحت میسّر نہیں ہوتی۔ اور بدخُلق میں مروت نہیں ہوتی۔ اور بادشاہوں میں اخوت نہیں ہوتی۔ سُفیان نے کہا کچھ اور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ اے سُفیان خدا کی حرام کی ہُوئی چیزوں سے محترز رہو تاکہ عابد بن سکو۔ اور خدا نے جو مقسوم میں رکھا ہے اس پر راضی ہو تاکہ مسلمان بن سکو۔ بدکار آدمی سے صحبت مت رکھو۔ ورنہ بدکاری تم پر غالب ہو جائے گی اور اپنے کاموں میں ان لوگوں سے مشورہ کرو۔ جو اللہ تعالےٰ کی اچھی طرح فرمانبرداری کرتے ہیں۔ سفیان رحؒ نے کہا کچھ اور ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا اے سفیان! جو شخص بلا توسط قبیلہ اور خاندان کے خواہانِ عزت اور بغیر دبدبہ بٹھلائے رعب کا طالب ہو تو وہ معصیت کی ذلتوں سے نکل کر اطاعت کی عزتوں کی طرف آ رہا ہے۔ سُفیان رحؒ نے کہا کچھ اور فرمائیے آپ نے کہا کہ اے سُفیان! جو شخص مصاحبِ بد کی صحبت رکھتا ہے وہ سلامت نہیں رہتا اور جو شخص بُرے رستہ میں چلتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص اپنی زبان محفوظ نہیں رکھتا ہے۔ وہ پشیمانی اُٹھاتا ہے +

قدس سرہ ایسی معرفت جس سے حق سُبحانہٗ کے ساتھ مراقبہ کی ہمیشگی ملی ہوئی نہ ہو وہ جہالت ہے۔ اور وہ محبت جس سے موافقت کی ہمیشگی ملی ہوئی نہ ہو دھوکا اور استدراج ہے

قدسیہ۔ جو شخص حق سُبحانہٗ تعالےٰ کے ساتھ محبت رکھتا ہے مخلوق سے تنہائی اختیار کرتا ہے۔ اور جو شخص حق کے ساتھ موافقت کرتا ہے وسوسے اس کی بربادی کے لئے کوشش کرتے ہیں +

قدسیہ۔ بہت سی نافرمانیاں ایسی ہیں جو بندہ کو خدا سے قریب کرتی ہیں اور بہت سی طاعتیں ایسی ہیں جو بندہ کو خدا سے دُور کر دیتی ہیں۔ کیونکہ اطاعت کرنیوالا خود پسند عاصی ہے۔ اور نادم گنہگار طاعت گذار ہے +

قدسیہ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کسی کو کوئی تکلیف پہنچے اور اُس کو غمگین کر دے تو پانچ بار رَبَّنَا رَبَّنَا کہنا چاہئے۔ حق سُبحانہٗ تعالےٰ اُس کو اُس غم سے نجات دیگا۔ اور جو کچھ وہ مانگے اُس کو ملیگا۔ پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ یہ لوگ ہمیشہ رَبَّنَا رَبَّنَا کہتے تھے۔ یہاں تک کہ اُن کی دُعا قبول ہو گئی +

قدسیہ۔ ایک روز امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے داہنے اور بائیں جانب بہت سے درویش تھے اس اثنا میں بعض اُمرا وارد ہوئے۔ آپنے اُن کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اِس پر بعض لوگوں نے آپ پر اعتراض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ حق کی طرف لیجانے والے ہیں۔ اگر رعیت اپنے بادشاہ کے سامنے بیٹھے تو کچھ حرج نہیں ہے +

قدسیہ۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ عاقل کون ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ وہ شخص عاقل ہے جو بھلائی اور برائی میں تمیز کرے۔ آپنے فرمایا کہ چوپائے بھی تمیز کرتے ہیں۔ مارنے والے اور چارہ دینے والے میں امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے آپ سے پوچھا کہ آپکے نزدیک کون عاقل ہے۔ آپنے فرمایا کہ جو تمیز کر سکے دو بھلائیوں اور دو برائیوں میں۔ تاکہ دو بھلائیوں میں سے بہتر بھلائی اختیار کر سکے۔ اور دو برائیوں میں سے بدتر برائی رد کرے +

قدسیہ۔ ایک شخص آپکے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اللہ تعالےٰ کا دیدار دکھائیے آپ نے فرمایا کہ تو نے نہیں سُنا کہ مُوسٰےؑ کو لَنْ تَرَانِیْ کہا گیا تھا۔ اُس نے کہا کہ یہ ملتِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ ایک فریاد کرتا ہے کہ میرے دل نے میرے خدا کو دیکھا۔ اور دوسرا شخص نعرہ مارتا ہے کہ مَیں ایسے پروردگار کی عبادت ہی نہیں کرتا ہوں۔ جس کو

میں نہ دیکھ رہا ہوں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ اس شخص کو باندھ کر دجلہ میں ڈال دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پانی اس نیچے لیگیا اور پھر پانی نے اس کو اوپر پھینک دیا اُس نے فریاد کی۔ یَا ابْنَ رَسُوْلَ اللہِ اَلْغِیَاثُ اَلْغِیَاثُ اے فرزند رسول خدا فریاد ہے فریاد۔ آپ نے فرمایا کہ اے پانی پھر نیچے لے جا۔ پانی اُس کو نیچے لیجاتا۔ اور پھر اوپر پھینک دیتا تھا اور وہ شخص امام جعفر صادق رضؓ سے پناہ ڈھونڈتا تھا۔ جب اس کی اُمید مخلوق سے منقطع ہو گئی تو اُس وقت پھر پانی اُس کو نیچے لے گیا۔ اُس نے فریاد کی۔ کہ اِلٰھِیْ اَلْغِیَاثُ اَلْغِیَاثُ اے معبود فریاد ہے فریاد۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب اس کو نکال لو۔ چنانچہ اس کو نکال لیا گیا۔ تھوڑی دیر نہ ہوئی تھی کہ اس کو راحت پہنچی۔ تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالےٰ کو دیکھا۔ اُس نے کہا کہ جب تک میں غیر حق میں مصروف رہا اس وقت تک مجھ میں اور خدا میں حجاب تھا۔ مگر جب میں بالکل اپنے معبود کی طرف ملتجی ہوا تو اُس وقت میرے دل میں ایک روزن کھلا میں نے اُس روزن سے دیکھا تو حق سبحانہ کا دیدار مجھے حاصل ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک اضطرار نہ ہو یہ بات حاصل نہیں ہوتی۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ خدا تعالےٰ مضطر کی دعا قبول کرتا ہے، جب کہ وہ اس کو پکارتا ہے۔ جب تک تو صادق کو پکارتا رہا کاذب تھا۔ اب اس روزن کو محفوظ رکھ تاکہ مطلوب کو تو وہاں سے دیکھتا رہے۔ جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالےٰ کسی چیز پر ہے یا کسی چیز سے ہے۔ وہ کافر ہے۔ بقول شاعر؎

مکاں تیرا بنائے گا وہی جو کوئی کافر ہو
نہ بالائے فلک ہے تو، نہ بالائے زمیں ہے تو

کرامت ایک بزرگ نے کہا کہ ایک روز امام جعفر صادق رضی اللہ کے ساتھ میں مکہ شریف کو گیا۔ ناگاہ ایک عورت کے پاس گذرے جس کے سامنے ایک مادہ گاؤ مُردہ پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ عورت اپنے بچوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ امام رضؓ نے اس سے حقیقت واقعہ دریافت فرمائی۔ عورت نے کہا کہ میں اور میرے لڑکے اس گائے کا دودھ پی کر زندگی بسر کرتے تھے۔ اب اس گائے کے مرجانے کی وجہ سے ہم اپنے بارہ میں متحیر ہیں۔ امام نے فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ تیری گائے کو زندہ کر دے۔ اُس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ایسی مصیبت کے وقت مذاق کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مذاق نہیں ہے۔ پھر

آپ نے دعا فرمائی۔ اور اپنے پاؤں کو اس مردہ گائے پر مارا اور آواز دی۔ گائے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ اور تندرست ہوگئی حضرت امام لوگوں میں چلے گئے تاکہ کوئی آپ کو پہچان نہ سکے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ولادت مدینہ سکینہ میں ۸۰ھ ہجری میں ہوئی۔ اور مدینہ ہی میں اڑسٹھ سال کی عمر میں شوال کے مہینہ میں ۱۴۸ھ ہجری اس عالم سے رحلت فرمائی ؛

حضرت شیخ بایزید بسطامی قدس سرہ السامی کے حالات

علم باطن میں آپ کا انتساب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے ہے۔ آپکی تربیت بھی اویسی امام عالیشان کی رُوحانیت سے ہوئی۔ کیونکہ شیخ کی ولادت امام کی وفات کے بعد ہوئی آپ امام کے اویسی فیض یافتہ ہیں۔ تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ آپ نے ایک سو تیرہ ۱۱۳ پیروں کی خدمت کی اور سب پیروں سے برکتیں حاصل کیں۔ منجملہ اُن کے ایک امام جعفر صادق ہیں نقل ہے کہ آپ ایک روز امام کی خدمت میں حاضر تھے۔ امام نے فرمایا کہ اے بایزید اُس کتاب کو طاق سے اُتار لا۔ بایزید نے کہا کہ طاق کہاں ہے امام نے فرمایا کہ تم اتنی مدت سے یہاں ہو ابھی تک تم نے طاق بھی نہیں دیکھا آپ نے کہا کہ مجھ کو طاق سے کیا کام جو سر اوپر اُٹھاؤں۔ میں آپ کی دید کے لئے آیا ہوں نہ کہ طاق کے نظارہ کے لئے۔ امام نے فرمایا کہ جب ایسا ہے تو اب تم بسطام کو چلے جاؤ تمہارا کام پورا ہوگیا۔ آپ کا نام طیفور عیسیٰ بن آدم بن شروسان ہے آپ کے دادا آتش پرست تھے بعد کو مسلمان ہوگئے۔ آپ احمد خضرویہ اور ابی حفص اور یحییٰ بن معاذ کے ہمعصروں میں ہیں۔ اور شقیق بلخی سے ملاقات کی ہے۔ آپ اپنے وقت کے بڑے مشائخ اور ولی اور عارفوں کے بادشاہ۔ صدیقوں کے برہان اور خدا کی حجت اور خلیفہ برحق اور قطب عالم اور اوتاد کے رئیس تھے۔ آپ کے ریاضات اور مجاہدات اور مقامات و کرامات بہت ہیں۔ اور آپ کے ارشادات اور کمالات پوشیدہ نہیں ہیں۔ اور روایت اور حدیث میں سند عالی رکھتے تھے۔ اور طریقت کے معانی کے اخذ کرنے میں لوگوں کے تعریف کرنے سے آپ مستغنی ہیں +

سید الطائفہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ بایزید ہماری جماعت میں ایسے ہیں جیسے جبرئیل ملائکہ میں۔ نیز سید الطائفہ فرماتے ہیں کہ میدان توحید میں چلنے والوں کی انتہا خراسانی (یعنی بایزید) کی ابتدا ہے۔ اور مردانِ خدا جب آپکے ابتدائی قدم پر پہنچتے ہیں تو وہ اُنکی

انتہا ہے۔ اِس لئے وہ اُس مقام پر اتر جاتے ہیں۔ اور وہیں رہ جاتے ہیں۔ اس کلام کی دلیل وہی ہے۔ جو بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ دو سو سال باغ میں گذر جائیگے تو ہماری طرح کا ایک پھول پیدا ہو گا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ اٹھارہ ہزار عالم بایزید سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں۔ مگر بایزید ہم میں نہیں ہیں۔ یعنی بایزید بالکل حق میں محو ہے +

لڑکپن ہی میں خدا کی تلاش کی خواہش اُن کے دل میں پیدا ہوئی آپ اُستاد کے پاس قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ جب سورۂ لقمان پر پہنچے تو اِس آیت کا سبق ہوا اَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ "شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا"۔ آپ نے تختی کو رکھ دیا۔ اور آپ اُستاد سے اجازت لیکر گھر آئے اور اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ میں اسی آیت تک پہنچا ہوں۔ جس میں اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا میں دو گھروں سے تعلق نہیں نبھا سکتا ہوں۔ اس آیت سے میں بہت پریشان ہوں۔ یا تو آپ مجھے خدائے تعالےٰ سے مانگ لیجئے۔ کہ بالکل آپ ہی کا ہو رہوں یا خدا تعالےٰ ہی کو بخشدیجئے کہ اُسی کا ہو جاؤں۔ آپ کی والدہ نے کہا کہ میں نے تجھ کو راہ خدا کیلئے چھوڑ دیا۔ اور اپنا حق معاف کر دیا۔ پس آپ بسطام سے باہر نکلے اور تیس سال تک بادیۂ شام میں پھرتے رہے۔ ریاضت اور مجاہدے کرتے تھے اور ہمیشہ بھوکے رہتے تھے جب آپ نماز پڑھتے ہیبت حق اور تعظیم شریعت کے سبب سے آپ کے سینہ کی ہڈیوں سے چرچراہٹ کی آواز نکلتی کہ لوگ سُن لیتے +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک مرتبہ لوگوں نے ذکر کیا کہ فلاں مقام پر ایک پیر مرد ہیں۔ میں اُن کے دیکھنے کے لئے گیا۔ جب قریب پہنچا تو انہوں نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ میں اسی وقت واپس ہوا۔ اور میں نے دل میں کہا کہ اگر اس پیر کا طریقت میں کچھ بھی مرتبہ ہوتا تو روش شریعت کے خلاف ہرگز عمل نہ کرتا +

قدسیہ۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ میرے گھر سے مسجد چالیس قدم پر ہے مسجد کی تعظیم کی وجہ سے میں نے کبھی راستہ میں نہیں تھوکا +

کہتے ہیں کہ آپ نے مکہ معظمہ کا سفر کیا اور بارہ سال میں وہاں جا کر پہنچے آپ ہر قدم پر جانماز بچھاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے +

الہام۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کا ملنا کچھ دنیا کے بادشاہ ہوں کا دربار نہیں ہے کہ ایک دفعہ میں وہاں پہنچ جائیں۔ آپ اُس سال حج کو گئے۔ اور مدینہ منورہ نہیں گئے اور واپس چلے آئے۔ کہ سفر مدینہ منورہ کو سفر کعبہ مکرمہ کے تابع بنانا ادب کے خلاف تھا۔ دوسرے سال آپ نے زیارت روضہ منورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علیحدہ احرام باندھا۔ اور آپ ایک شہر میں داخل ہوئے۔ مخلوق کا ایک انبوہ آپ کے پیچھے آرہا تھا۔ جب آپ شہر سے باہر نکل آئے۔ تو اُس مجمع کو اپنے ساتھ دیکھ کر اُن سے آپ نے پوچھا اُنھوں نے کہا کہ آپ کے ساتھ ہی رہینگے۔ پس آپ نے چاہا کہ اُن کی محبت کو اپنے سے دور کریں اور اپنی تکلیف رفع کریں۔ آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ نے اُن کی طرف دیکھ کر یہ آیت پڑھی۔ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (سورہ طہٰ رکوع ۱) "بے شک میں ہی خدا ہوں اور میرے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے پس میری عبادت کرو"۔ لوگوں نے کہا کہ یہ دیوانے آدمی ہیں اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے دیکھئے آپ نے آیت قرآنی تلاوت کی تھی۔ مگر اُن لوگوں نے سمجھا کہ آپ خود کو خدا کہہ رہے ہیں ؛

قدس سرہ۔ ذوالنون مصری قدس سرہٗ نے ایک شخص کی زبانی آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ تمام رات جنگل میں سوتے رہتے ہیں اور رحمت میں مشغول ہیں۔ حالانکہ قافلہ گذر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ مرد کامل وہ ہے کہ تمام رات سوئے اور صبح کو اُٹھے اور قافلہ کے پہنچنے سے پہلے منزل میں پہنچ جائے۔ ذوالنون ؒ نے جب یہ حال سُنا تو فرمایا کہ بایزید کے لئے مبارکباد ہو کہ اُس کا حال اس مرتبہ تک پہنچ گیا ؛

قدس سرہ۔ آپ نے ایک مرد کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اگر تیرا یہ خیال ہے کہ نماز حق تک پہنچا دیتی ہے۔ تو تو غلطی کر رہا ہے کہ سراپندار ہے نہ خالق کی مواصلت۔ اگر تو نماز نہ بھی پڑھے تو تو کافر نہیں ہوگا۔ لیکن اگر ذرہ برابر بھی خود کو اعتبار کی آنکھ سے دیکھیگا تو مشرک ہو جائیگا ؛

قدس سرہ آپ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں جن کے لئے ہماری ملاقات کا پھل نعمت ہے۔ اور بعضوں کیلئے رحمت ہے۔ لوگوں نے پوچھا کیسے آپ نے فرمایا کہ ایک شخص آتا ہے اور اُس وقت ہم پر ایک حالت ہوتی ہے۔ کہ اس حالت میں ہم اپنے حواس میں نہیں رہتے وہ ہماری غیبت کرتا ہے۔ اور لعنت میں پھنستا ہے۔ اور دوسرا شخص آتا ہے اور حق کو ہم پر

غالب پاتا ہے۔ پس وہ ہم کو معذور خیال کرتا ہے۔ اُس کا پھل اُس کے لئے رحمت ہے ❖

قدس سرہ۔ آپ نے فرمایا کہ چاہتا ہوں کہ قیامت کا دن آئے اور میں اپنا خیمہ دوزخ کے کنارے لگاؤں۔ جب دوزخ مجھ کو دیکھیگا تو اُس کی آگ کم ہو جائیگی۔ تو میں مخلوق کی رحمت کا سبب بن جاؤنگا ❖

قدس سرہ۔ آپنے فرمایا کہ مَیں نے اللہ تبارک و تعالےٰ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا کہ خداوندا تیری طرف آنیکا کیا راستہ ہے۔ ارشاد ہؤا کہ تو اپنے نفس کو چھوڑ اور آ یعنی جہاں تو اپنی خودی سے گذرا اور ہم سے مل گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ نماز میں سوائے کھڑے رہنے کے۔ اور روزہ میں سوائے بھوکے رہنے کے اور کچھ میں نے نہ دیکھا۔ جو کچھ مجھ کو ملا وہ محض خدائے تعالےٰ کے فضل سے نہ عمل سے کہ محنت اور کسب سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا ❖

قدس سرہ۔ آخر وقت آپنے فرمایا کہ خدایا میں نے جو کچھ تیری یاد کی۔ غفلت سے کی۔ اور جو کچھ تیری عبادت کی خالی قصور اور فتور سے نہ تھی ❖

الہام۔ ایک دفعہ آپ نے ایک سُرخ سیب اُٹھایا اور فرمایا کیا لطیف ہے۔ اُسی وقت ان کو دل سے یہ آواز آئی کہ اے بایزید تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ تو ہمارے نام لطیف سے سیب کو خطاب کر رہا ہے۔ چالیس دن تک اسم اعظم آپکے دل سے محو ہو گیا۔ آپ نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ رہونگا میوہ کا نام نہ لونگا۔ اور نہ بسطام کا میوہ کھاؤنگا ❖

الہام۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھ پر سختی غالب آئی کہ طاعتوں سے میں نا اُمید ہو گیا۔ اور کہا کہ بازار جاتا ہوں کہ ایک زنار خرید کر لاؤں اور کمر میں باندھ لوں۔ ایک زنار لٹکا ہؤا میں نے دیکھا مجھے خیال ہؤا کہ ایک درم میں مجھے مل جائیگا۔ میں نے پوچھا کہ کتنے میں بیچتا ہے۔ اُس نے کہا کہ ہزار دینار میں۔ میں سوچنے لگا۔ ہاتف نے آواز دی کہ کیا تو نہیں جانتا۔ کہ جو زنار تیری کمر میں باندھا جائیگا۔ وہ ہزار دینار سے کم میں نہیں مل سکتا مجھ کو خوشی ہوئی کہ اللہ تعالےٰ کی مجھ پر عنایت ہے ❖

الہام۔ آپنے کہا کہ میرے دل میں آواز دی گئی کہ اس طاعت مقبول اور خدمت پسندیدہ کے سوا جو تو ادا کر رہا ہے۔ اگر تو ہم کو چاہتا ہے تو وہ چیز لا جو ہمارے پاس نہیں ہے۔ میں نے

لہ چنانچہ آیت شریف وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا اسوہ حرف میں اسی طرف اشارہ ہے کہ جد وجہد سے وصال الٰہی نہیں ہوتا بلکہ اسکے جد وجہد کو دیکھکر اللہ کو رحم آجاتا ہے۔ وہ اسکو اپنے فضل سے رہنمائی فرماتا ہے ❖

کہا کہ خداوند وہ کیا چیز ہے۔ جو تیرے پاس نہ ہو۔ ارشاد ہوا کہ وہ بیچارگی اور عاجزی اور نیازمندی اور شکستگی ہے ؀

کرامت۔ سلطان العارفین قدس سرہٗ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب میں شبہ کا لقمہ منہ میں رکھتی تو آپ پیٹ میں تڑپنے لگتے۔ اور بیقرار ہو جاتے یہاں تک کہ میں اُس لقمہ کو نکال کر پھینک دیتی۔ اس کلام کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ آپ سے ایک مرتبہ پوچھا گیا۔ کہ اس رستہ میں مرد کے لئے کیا بہتر ہے فرمایا دولتِ مادر زاد۔ کہا گیا اگر یہ نہ ہو۔ تو فرمایا کہ طاقت وربدن۔ کہا گیا کہ اگر یہ بھی نہ ہو تو فرمایا موت ناگہانی بہتر ہے ؀

کرامت۔ ایک بار خلوت میں آپ کی زبان سے یہ لفظ نکلا تھا کہ سُبحانی مَا اَعظم شَانی یعنی پاک ہوں کیا بزرگ ہے میری شان، جب آپ ہوش میں آئے تو مریدوں نے آپ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا بھی تمہارا دشمن ہے اور بایزید بھی تمہارا مخالف اگر پھر کبھی تم ایسی بات میری زبان سے سُنو تو مار کر میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔ یہ کہکر ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک چھری دے دی۔ اتفاقاً آپ پر پھر وہی حالت طاری ہوئی۔ اور آپ نے اُسی کلمہ یا اُس کے مماثل کلمہ کا اعادہ کیا۔ آپ کے مریدوں نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ مکان آپ سے بھر گیا کہ گوشہ مکان کا خالی نہ رہا ہے آپ کے احباب دیوار سے اینٹ پتھر لیکر مار رہے تھے۔ اور چھریاں آپ کے جسم پر چلا رہے تھے۔ معلوم ایسا ہوتا تھا کہ گویا پانی پر چھری چلا رہے ہیں۔ جب وہ کیفیت ختم ہو گئی اور آپ اپنی اصلی شکل سے بھی چھوٹے معلوم ہونے لگے جیسے کہ ایک ممولا پرند ہوتا ہے اور آپ کو محراب میں بیٹھے ہوئے دیکھا مرید آپ کے پاس آگئے۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ شیخ نے فرمایا کہ بایزید یہ ہے جس کو تم اب دیکھ رہے ہو۔ اُس وقت بایزید نہ تھا ؀

کرامت۔ شقیق بلخی اور ابو تراب بخشی قدس سرہما آپ کے پاس آئے۔ کھانا جو پکا تھا سامنے لایا گیا۔ ایک مرید نے آپ کے ساتھ شرکت نہ کی۔ ابو تراب نے اُس سے فرمایا کہ ہمارے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اُس نے کہا میں روزہ سے ہوں۔ ابو تراب ؒ نے کہا کہ ایک ماہ کا ثواب لے اور روزہ توڑ دے۔ اُس نے کہا روزہ نہیں توڑ سکتا۔ شقیق نے کہا کھانا کھا اور ایک سال کا ثواب لے۔ اُس نے کہا میں روزہ نہیں چھوڑ سکتا ہوں بایزید ؒ

نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ وہ راندۂ درگاہِ خدا ہو گیا۔ ایک مدت نہیں گذری کہ اُس کو چوری کی علت میں پکڑا گیا۔ اور دونو ہاتھ اُس کے کاٹ لئے گئے ؛

کرامت۔ ایک دفعہ آپ راستہ چل رہے تھے ایک کتا آپکے ساتھ ہو گیا آپنے اپنا دامن اُس سے بچایا۔ اُس نے آپ سے کہا کہ اے شیخ اگر میں خشک ہوں تب تو مجھ میں کوئی برائی نہیں ہے اور اگر بھیگا ہوا ہوں تو مجھ میں اور آپ میں تین پانیوں میں صلح یعنی تین مرتبہ دھونے سے مساوات ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر آپکا دامن خودی سے ملوث ہو جائے پھر اگر آپ سات دریا سے غسل کریں تب بھی پاک نہیں ہو سکتے۔ شیخ نے کہا کہ تو نجاست ظاہری رکھتا ہے اور میں نجاست باطنی رکھتا ہوں۔ آ تو اور میں ملکر رہینگے کُتے نے جواب دیا کہ آپ میری ہمراہی کے لائق نہیں ہیں کیونکہ میں مردودِ خلائق ہوں اور آپ مقبولِ عالم۔ جو کوئی میرے پاس سے گذرتا ہے وہ اینٹ پتھر میرے پہلو پر مارتا ہے اور جو شخص آپ کے پاس سے گذرتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سُلْطَانَ الْعَارِفِیْن کہتا ہے حالانکہ میں کبھی ایک ہڈی یا ایک ٹکڑا روٹی کا کل کے لئے نہیں رکھتا۔ اور آپکے گھر گیہوں کا مٹکا بھرا ہوا ہے۔ شیخ نے کہا کہ سبحان اللہ جب میں کُتے کی ہمراہی کے لائق نہیں ہوں تو خدائے یکتا کی ہمراہی سے کیا نسبت ؛

کرامت سلطان العارفین سے پوچھا گیا کہ آپکا پیر کون ہے۔ آپنے کہا کہ ایک بڑھیا ہے کہا گیا کہ کس طرح سے آپ نے کہا کہ ایک روز میں توحید اور شوق کے ایسے جوشوں میں تھا کہ کسی اور چیز کی ایک بال برابر بھی سمائی کی گنجائش نہ تھی۔ میں بیخود ہو کر جنگل میں چلا گیا۔ ایک بڑھیا ملی جو اپنے سر پر بوجھ لئے ہوئے آ رہی تھی۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ میرے وزن کو اُٹھاؤ۔ میں اِس کے اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی ہوں اِدھر میری یہ حالت تھی کہ میں خود کو نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ پھر اُس کے اُٹھانے کی کہاں تاب تھی۔ میں نے ایک شیر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ آیا میں نے وہ بوجھ شیر کی پشت پر رکھ دیا۔ اور اُس بڑھیا سے کہا کہ تو شہر میں جائے تو اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ وہ مجھ کو نہ پہچانے لیکن بڑھیا نے کہا کہ میں نے ایک ظالم اور ایک رعنا کو دیکھا۔ میں نے کہا کس طرح۔ وہ بولی کہ اے بایزید کیا یہ شیر مکلف ہے میں نے کہا کہ نہیں ہے وہ بولی کہ جس کو خدا نے تکلیف نہیں دی۔ تو اس کو تکلیف دیتا ہے۔ کہا یہ ظلم نہیں ہے میں نے کہا کہ بیشک ظلم ہے

پھر اُس نے کہا کہ تو باوجود اِس ظلم کے چاہتا ہے کہ شہر کے لوگ جان جائیں کہ شیر بھی تیرے مطیع ہیں۔ اور تو صاحب کرامت ہے۔ کیا یہ رعنائی نہیں ہے۔ مَیں نے کہا کہ مَیں توبہ کرتا ہوں اِس فعل سے۔ اِس بات کا مجھ پر بہت اثر ہوا ۔

پندرہ شعبان ۲۶۱ھ ہجری میں اور بعض کے نزدیک ۲۳۴ھ ہجری میں بعمر تہتر سال آپ کی وفات ہوئی۔ اور بسطام میں مدفون ہوئے۔ بعد وفات آپ کو لوگوں نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ اے بڈھے تو میرے لئے کیا لایا۔ مَیں نے کہا کہ خداوندا جب کوئی فقیر بادشاہ کی درگاہ میں آتا ہے تو اُس سے یہ نہیں پوچھتے ہیں کہ تو کیا لایا۔ بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تو کیا مانگتا ہے ۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ کے حالات کا بیان

تصوف میں آپ کا انتساب حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اور سلوک میں آپ کی تربیت شیخ بایزیدؒ کی رُوحانیت سے ہوئی ہے کیونکہ شیخ ابوالحسنؒ کی ولادت شیخ بایزید کی وفات کے بعد ہوئی ۔

کہتے ہیں کہ سلطان العارفین ہر سال ایک مرتبہ رُباطِ دہستان کی زیارت کیلئے جایا کرتے تھے۔ اُس گاؤں پر سے کہ جہاں شہیدوں کی قبریں ہیں۔ اور جب موضع خرقان سے گزرتے تو ٹھہر جاتے اور اِس طریقہ سے سانس لیتے جیسے کسی چیز کی خوشبو سونگھتے ہیں مریدوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کس چیز کی بُو سونگھتے ہیں۔ ہم کو یہاں کوئی بُو نہیں معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چوروں کے اس گاؤں میں مَیں ایک مردِ خدا کی بُو پاتا ہوں جس کا نام علی ہے اور کنیت ابوالحسن اُس کے تین مرتبے مجھ سے زیادہ ہونگے وہ اہل و عیال کا بار اُٹھائیگا۔ اور کھیتی کریگا۔ اور درخت جمائیگا۔ وہ مجھ سے سو برس کے بعد پیدا ہوگا ۔ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن قدس سرہٗ بارہ سال کی عمر سے عشاء کی نماز جماعت سے خرقان میں پڑھ کر مزار پُر انوار سلطان العارفین پر جاتے اور آپ کی رُوح پُر فتوح سے برکات اور استفادات کے منتظر اور مراقب رہتے اور کہتے کہ خدایا جو تو نے بایزید کو دیا ہے۔ ابوالحسن کو بھی عنایت فرما۔ پھر وہاں سے آپ ایسے وقت واپس آتے کہ خرقان میں آکر

صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لیتے۔ خواجہ مولانا بن روز بہان اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ شرح رسالہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ میں بیان کرتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ کے بایزید کئی واسطوں سے پیر ہیں۔ بعض مشائخین نے ان واسطوں کو اس طریقہ سے بیان کیا ہے۔ کہ خواجہ ابوالحسن خرقانی کا انتساب ابوالمظفر مولانا ترک طوسی سے اور ان کا انتساب خواجہ اعرابی بایزید عشقی سے اور ان کا انتساب خواجہ محمد مغربی سے اور ان کا انتساب سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی قدس اللہ اسرارہم سے آپ کا اصل نام علی بن جعفر ہے آپ اپنے وقت میں یگانۂ زمانہ اور غوث روزگار اور قبلۂ عصر تھے۔ آپ کے زمانہ میں طالبانِ طریقت کا سفر آپ کے پاس ہوتا تھا شیخ ابوالعباس قصاب قدس سرہ کہتے ہیں کہ ہمارے بعد ہمارا بازار خرقانی سنبھالینگے۔ چنانچہ شیخ ابوالعباس کی وفات کے بعد ایک زمانہ آپ کی طرف رجوع ہوا۔ جیسا کہ شیخ علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا۔

قدسیہ شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن اپنے زمانہ کے بادشاہ اور قطب اوتاد اور ابدالِ عالم اور اہل نظر طریقت کے سلطان اور کوہِ تمکین تھے۔ علم معرفت میں ایک مسلم شخص تھے۔ جو کہ ہر دم دل سے باحضور اور مشاہدہ حق سبحانہ میں مشغول اور بدن سے ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف صاحب اسرار و حقائق عالی ہمت اور بزرگ مرتبہ شیخ تھے بارگاہِ الٰہی میں ایسا قرب عظیم رکھتے تھے کہ اُس کی صفت کچھ بیان نہیں ہو سکتی۔

قدسیہ ایک روز آپ نے اپنے ہمنشینوں سے دریافت فرمایا کہ کونسی چیز بہتر ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ اے شیخ آپ ہی فرمائیے! آپ نے فرمایا کہ وہ دل جس میں خدا کی یاد ہو۔

قدسیہ آپ سے پوچھا گیا کہ صوفی کون ہے فرمایا کہ کوئی شخص مرقع اور سجادہ کی وجہ سے صوفی نہیں ہو سکتا! اور نہ صوفیوں کی عادتیں اور رسوم اختیار کر لینے سے۔ صوفی وہی ہے جو نہ ہو۔ اور فانی فی اللہ ہو۔

قدسیہ آپ نے فرمایا کہ آدمی اُس دن صوفی ہو گا جس دن کہ اُس کو آفتاب کی حاجت نہ رہے۔ اور اس رات کو ہو گا جبکہ اُس کو چاند اور ستاروں کی احتیاج باقی نہ رہے۔

قدسیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ اپنی خانقاہ میں چالیس درویشوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ سات روز متواتر گذر گئے تھے کہ کھانے کی ہوا بھی آپ کے پاس نہ آئی تھی۔ ایک شخص آٹے کا تھیلا اور ایک بکرا لیکر آیا۔ اور خانقاہ کے دروازہ پر آواز دی پوچھا کہ کون ہے اُس نے

کہا کہ صوفیوں کیلئے کچھ لیکر آیا ہوں۔ شیخ نے یہ سنکر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے صوفی کہے جانے کے لائق ہو وہ اِس کو لے۔ میں اس کا یارہ نہیں رکھتا ہوں۔ کہ صوفیت کا دعوٰے کرسکوں حاضرین سب خاموش ہو رہے یہاں تک کہ شیخ نے آٹا اور بکرہ واپس فرما دیا۔

قدسیہ۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ خود کو انسان کس طرح سے معلوم کرے کہ وہ بیدار ہے فرمایا اس طرح سے کہ جب وہ اللہ تعالےٰ کو یاد کرنے میں مصروف ہو تو یاد کی وجہ سے اس کو سر سے پیر تک کی خبر نہ رہے +

قدسیہ۔ آپ سے پوچھا گیا کہ صدق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ صدق یہ ہے کہ دل سے بات کہے یعنی آدمی وہ بات کہے جو اُس کے دل میں ہو +

قدسیہ۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کہ اخلاص کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم خدا کیلئے کرو اخلاص ہے اور جو کچھ مخلوق کے لئے کرو وہ ریا ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ بقا اور فنا کا تذکرہ کرنا کس شخص کیلئے روا ہے۔ فرمایا ایسے شخص کے لئے روا ہے کہ اگر ایک ریشمی تار سے آسمان میں باندھکر اُس کو لٹکا دیا جائے۔ اور ایسی ایک ہوا چلے جو درختوں اور مکانوں کو گرا دے اور پہاڑوں کو اُن کی جگہ سے اکھیڑ کر پھینک دے۔ اور دریاؤں کی سطح سے آٹا دے۔ لیکن اُس شخص کو اُس کی جگہ سے نہ ہلا سکے +

قدسیہ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کبھی ہرگز ایسے آدمی کے ساتھ صحبت مت رکھو۔ کہ تم اللہ اللہ کرو اور وہ باتیں کرے ؎

باکسے صحبت مدار اے دیدہ ور	تو خدا گوئی واو چیزے دگر

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں غمگین رہو کہ تمہاری آنکھوں سے آنسو بہیں کیونکہ اللہ تعالےٰ گریاں اور بریاں بندوں سے محبت رکھتا ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص خدا طلبی کے لئے گانا گائے۔ سرود بجائے۔ اس سے بہتر ہے کہ قرآن پڑھے۔ اس سے حق تعالےٰ کی طلب کرے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ کے فعلوں کی پیروی کرے نہ وہ کہ جو لکھ کر کاغذ سیاہ کرتا ہے +

قدسیہ۔ شبلی قدس سرہٗ نے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں شیخ نے فرمایا

۱؎ یہ شعر عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو کتاب حضرات القدس میں تھا +

کہ یہ بھی ایک قسم کی خواہش ہوئی +

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے اس وقت تک میری یہ حالت ہے کہ خدائے تعالیٰ کے سوا دل میں کچھ نہیں آتا۔ سوائے اس کے اپنے کو نہیں دیکھتا ہ

مَابَقِیَ فِیَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ نِسْبَۃٌ وَلَا فِیْ صَدْرِیْ لِغَیْرِ اللّٰہِ قَرَارٌ

(ترجمہ) مجھ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی طرح کا لگاؤ نہیں اور نہ غیر اللہ کا میرے دل میں قیام +

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال گذر گئے ہیں کہ میرا نفس ایک گھونٹ ٹھنڈا پانی یا کھٹا دہی مانگتا ہے مگر میں نے اُس کو نہیں دیا +

قدسیہ - آپ کہتے ہیں کہ عالم اور عابد دنیا میں بہت ہیں مگر تجھ کو اس گروہ میں ہونا چاہیئے کہ دن سے رات تک اس طرح گذارے کہ اللہ تعالےٰ پسند کرے اور رات بھی دن کردے جس طرح سے کہ اللہ تعالےٰ پسند فرمائے +

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ ہر شخص نماز بھی پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے لیکن مرد خدا وہ ہے کہ جس پر ساٹھ سال ایسے گزر جائیں جن میں بائیں ہاتھ کا فرشتہ یعنی بدی کا لکھنے والا فرشتہ اُس کا کوئی عمل ایسا نہ لکھ سکے جو بارگاہِ ایزدی میں شرمندہ کرنے والا ہو +

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نیک نامی وہ شخص پیدا کر سکتا ہے جس کو خدائے تعالیٰ نے یہ مرتبہ دیا ہو کہ وہ قیامت میں دوزخ کے کنارے جا کر کھڑا ہو اور جس کسی کو خدا تعالےٰ دوزخ پہنچانا چاہے وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بہشت میں لے جائے +

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ فرشتے تین مقام پر اولیاء اللہ سے ہیبت کھاتے ہیں ملک الموت جان نکالنے کے وقت اور کراماً کاتبین اعمال لکھنے کے وقت اور منکر نکیر سوال کرنے کے وقت +

قدسیہ - مردانِ خدا پر خوشی اور غمی اپنا اثر نہیں کرتے۔ کیونکہ خوشی ہو یا غمی سب اُسی کی طرف سے ہے +

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ صحبت خدا کے ساتھ رکھو نہ مخلوق کے ساتھ۔ مخلوق کے ساتھ میں کوئی ثواب ہی ملجائے وہ بھی راہِ حق تعالےٰ سے دس ہزار دوری کرا دیتا ہے +

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ جب تک تو دنیا کا طلبگار رہے وہ تجھ پر حاکم ہے اور جب تو نے اُس سے رُوگردانی اختیار کی تو تُو اُس پر غالب ہو جائیگا +

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ درویش وہ ہے جس کے پاس نہ دنیا ہو نہ آخرت اور نہ اُس کو اُس کی خواہش ہو۔ کیونکہ دنیا و آخرت ایسی چیز نہیں ہے جس کو فقیر سے کچھ نسبت دی جا سکے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ جیسا کہ تجھ سے قبل از وقت نماز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے تو بھی قبل از وقت روزی مت مانگ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مردوں کا کام پاکی سے عروج پاتا ہے نہ کام کی زیادتی سے۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ علماء کہتے ہیں کہ ہم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں حالانکہ آپ کے وارث ہم فقراء ہیں یعنی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے صفات سے ہم متصف ہیں۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درویشی اختیار فرمائی تھی۔ ہم نے بھی درویشی اختیار کی ہے۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ بندہ کیلئے خدائے عزوجل تک ہزار منزلیں ہیں۔ پہلی منزل کرامات ہے۔ اگر سالک کم ہمت ہوگا۔ تو وہ اور مقامات تک نہ پہنچ سکیگا۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس دل میں ذات حق کے سوا اور کوئی چیز ہو خواہ وہ کیسی عبادت کیوں نہ ہو تاہم وہ دل مردہ ہے۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ دین کو شیطان سے کچھ خوف نہیں ہے۔ بلکہ دو شخصوں سے ہے ایک عالم حریص دنیا اور دوسرا زاہد بے علم۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے نہ ہم نے اپنے لئے روٹی پکائی۔ اور نہ کوئی دوسری چیز البتہ میہمانوں کے لئے اور ہم اس کھانے میں طفیلی تھے تم بھی ایسے ہی رہو۔ کہ اگر تمام جہان کا ایک لقمہ بنا کر مہمان کے منہ میں رکھو تب بھی یہ سمجھو کہ تم نے اُس کا حق ادا نہیں کیا۔ اگر مشرق سے مغرب تک تم سفر کرو کہ خدا کے واسطے کسی شخص سے ملاقات ہو جائے تب بھی یہ سمجھو کہ بہت نہیں ہے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ روشن وہ دل ہے جس میں مخلوق نہ ہو اور سب سے بہتر وہ کام ہے جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو۔ اور سب سے زیادہ حلال کا لقمہ وہ ہے جو تمہاری محنت سے ہو۔ اور سب سے بہتر رفیق وہ ہے جس کی زندگی حق کے ساتھ بسر ہوتی ہو۔

آپکی وفات ۴۲۵ہجری میں شب عاشورا یا بروز عاشورا ہوئی منگل یا ہفتہ کے دن آپ دفن ہوئے

حضرت شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ کے حالات

علم تصوف میں آپ کا انتساب شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ سے ہے اور شیخ ابوالقاسم گرگانی طوسی علیہ الرحمۃ سے بھی آپ کو انتساب ہے جو قطب ربانی اور عارف سبحانی تھے۔ اُن کی وفات ۴۵۰ھ میں ہوئی۔ شیخ ابوالقاسم کا انتساب شیخ ابوالحسن خرقانی سے ہے۔ اور شیخ گرگانی کو شیخ عثمان مغربی رحمتہ اللہ علیہ سے ارادت ہے۔ اور اُن کو ابو علی کاتب سے۔ اور اُن کو ابو علی رودباری سے اور ان کو سید الطائفہ جنید بغدادی سے قدس اللہ اسرارہم۔ ان کے بعد یہ سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملجاتا ہے۔ نیز شیخ ابو علی فارمدی کو شیخ ابوسعید ابوالخیر سے بھی صحبت رہی ہے اور اُن سے خرقہ بھی حاصل کیا ہے۔ شیخ ابوسعید کی وفات ۴۴۰ھ ہجری میں ہوئی۔ اور آپ کی عمر پوری ہزار ماہ کی تھی +

کہتے ہیں کہ اُن چالیس مردوں میں سے جو شیخ ابوالحسن کے ساتھ ارادت رکھنے والوں میں سے ولی ہو گئے شیخ احمد جام اور خواجہ ابو علی رودباری بھی ہیں۔ یہ دونو مشہور و معروف بزرگ ہیں +

طائفہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ خواجہ ابو علی کو خطرات قلب سے واقفیت دی گئی تھی۔ مگر اُس کے اظہار کی اجازت نہ تھی۔ اور شیخ احمد جام کو خواطر سے آگاہی دیگئی تھی۔ اور وہ اُس کے اظہار کے لئے مامور تھے۔ شیخ ابو علی فارمدی کا اصلی نام فضل اللہ بن محمد ہے۔ آپ خراسان کے شیخ الشیوخ تھے۔ اور آپ اپنے وقت میں اس طریق خاص میں یکتا تھے۔ اور آپ وعظ و پند میں امام ابوالقاسم قشیری کے شاگرد تھے۔ جو صاحب رسالہ اور صاحب تفسیر ہیں اور اپنے وقت کے عالم اور امام تھے۔ ۴۶۵ھ ہجری میں اُنھوں نے وفات پائی +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے جوانی میں طالب علمی کے لئے نیشاپور گیا میں نے سُنا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر میہنہ سے آئے ہوئے ہیں۔ اور مجلس کرتے ہیں میں بھی آپکی خدمت میں گیا کہ ملاقات کروں۔ جب میری نگاہ آپکے جمال پر پڑی میں آپکا شیدا ہو گیا۔ اور گروہ صوفیہ کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی۔ میں ایک روز اپنے مکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر کی ملاقات کی تمنا میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اور وہ شیخ کے باہر آنے کا وقت نہ تھا۔ میں نے صبر کرنا چاہا مگر نہ ہو سکا۔ میں اُٹھا اور باہر آیا۔ اور چوراہہ پر پہنچا۔ تو شیخ ایک بڑی جماعت کے ساتھ جاتے ہوئے ملے۔ میں بھی بے اختیار شیخ کے پیچھے ہولیا

وہ ایک جگہ جاکر ٹھہر گئے۔ اور میں بھی ایک کونہ میں ایسی جگہ پر بیٹھ گیا۔ جہاں سے شیخ مجھے نہیں دیکھ سکتے تھے شیخ سماع میں مشغول ہو گئے۔ اور آپ کو کیفیت ہوا اور وجدِ عظیم ظاہر ہوا۔ اور کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب شیخ سماع سے فارغ ہو گئے تو کپڑے اُتار ڈالے گئے اور شیخ کے سامنے اُن ٹکڑہ ٹکڑہ کر دیا گیا۔ شیخ نے ایک آستین معہ دامن اس میں سے نکالکر علیحدہ رکھ لی اور آواز دی کہ اے شیخ ابو علی طوسی تو کہاں ہے۔ میں نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور یہ سوچا کہ شیخ اس وقت نہ مجھ کو دیکھ رہے ہیں اور نہ پہچانتے ہیں۔ شاید آپکے مریدوں میں سے بھی کسی کا نام ابو علی ہوگا۔ شیخ نے دوبارہ آواز دی اور میں خاموش رہا۔ شیخ نے جب تیسری بار پکارا تو لوگوں نے مجھ سے کہا کہ شیخ آپ ہی کو طلب کر رہے ہیں۔ میں اٹھا اور شیخ کے سامنے گیا شیخ نے وہ دامن اور آستین مجھے دی۔ اور کہا کہ جاؤ اور اُسے محفوظ رکھو۔ کہ تم ہمارے نزدیک مثل اس آستین اور دامن کے ہو۔ میں نے وہ کپڑا لے لیا اور آداب اور تواضع بجالایا اور ایک عزیز جگہ اس کو لیجا کر رکھا۔ مجھ کو شیخ کی خدمت میں بہت کچھ فائدے اور روشنیاں ظاہر ہوئیں۔ اور حالات پیدا ہوئے جب شیخ نیشاپور سے چلے گئے تو میں امام ابو القاسم قشیری کے پاس آیا اور وہ حالات اور واردات جو مجھ پر ظاہر ہوئے تھے آپ سے بیان کئے۔ آپنے فرمایا کہ اے لڑکے جا تحصیل علم میں مشغول ہو میں علم میں مشغول ہو گیا۔ اور یہ روشنی روزانہ بڑھتی جاتی تھی۔ میں تین سال تک تحصیل علم میں مشغول رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز میں نے دوات میں سے قلم نکالا۔ تو سفید تھا۔ میں وہاں سے اٹھا اور امام ابو القاسم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا حال بیان کیا۔ آپنے فرمایا کہ جب علم نے تجھ سے ہاتھ اٹھا لیا تو بھی اُس سے ہاتھ اٹھالے! اور (طریقت کے) کام میں لگ جا اور معاملہ میں مشغول ہو۔ میں مدرسہ سے اپنا سامان خانقاہ میں لے آیا۔ اور استاد امام کی خدمت میں مشغول ہو گیا۔ ایک روز امام حمام میں گئے میں بھی ساتھ گیا۔ اور چند ڈول پانی کے حمام میں ڈالے جب امام حمام سے باہر آگئے۔ تو آپ نے نماز پڑھی اور فرمایا کہ یہ کون شخص تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا تھا۔ میں اس خوف سے کچھ نہ بولا کہ کہیں آپ کی مرضی کے خلاف نہ ہوا ہو۔ پھر آپ نے دوسری بار دریافت فرمایا۔ تب بھی میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ پھر آپنے تیسری بار فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ خادم تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو علی جو کچھ ابو القاسم قشیری نے ستر سال میں پایا تھا تو نے پانی کے ایک ڈول میں پالیا۔ پس میں ایک مدت تک امام کے پاس

ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہا۔ ایک روز مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی۔ میں اسمیں گم ہوگیا! اور آپ سے کیفیت عرض کی۔ آپنے فرمایا کہ ابو علی میرا سلوک اس مقام سے زیادہ نہیں ہے۔ آگے کا حال میں نہیں جانتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھ کو ایسا پیر چاہیئے جو اس مقام سے بھی اوپر لیجائے وہ حالت مجھ پر بڑھتی گئی۔ اور کمال کو پہنچتی گئی چونکہ میں شیخ ابوالقاسم گرگانی کا نام پہلے سُن چکا تھا۔ طوس کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کی خدمت میں پہنچا۔ اور دیکھا کہ آپ اپنے مریدوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں میں نے دو رکعت نماز تحیت المسجد ادا کی اور شیخ کے سامنے گیا۔ شیخ اُس وقت مراقبہ میں تھے! آپ نے سر اوپر اٹھا کر فرمایا کہ آؤ ابو علی کیا چاہتے ہو۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اور اپنے واقعات بیان کئے۔ شیخ نے فرمایا کہ تمہاری ابتدائی حالت تم کو مبارک ہو! ابھی تم کسی درجہ کو نہیں پہنچے اگر تربیت پاؤ گے تو بڑے مرتبہ کو پہنچو گے۔ میں نے دل میں کہا کہ میرے یہی پیر ہیں اور میں شیخ کے پاس مقیم ہوگیا آپ ایک مدت تک مجھ سے اقسام کے مجاہدے اور ریاضتیں لیتے رہے۔ اس کے بعد ایک روز میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھ سے نکاح کر لینے کیلئے ارشاد فرمایا۔ اور اپنی صاحبزادی کے ساتھ میرا عقد کر دیا۔ قبل اس کے کہ شیخ ابوالقاسم نکاح کر دیں شیخ ابوسعید ابوالخیر میہنہ سے آئے ہوئے تھے۔ میں بھی اُن کی خدمت میں گیا تھا۔ تو آپنے ارشاد فرمایا کہ ابو علی وہ زمانہ آگیا ہے کہ تم کو طوطی کی طرح گویا کرینگے۔ کچھ دن نہیں گذرے تھے کہ شیخ ابوالقاسم نے عقد مجلس فرمایا اور اُن کے اُس ارشاد کا مجھ پر مطلب کھل گیا۔ شیخ ابو علی فارمدی کی وفات ۴۷۷ھ ہجری میں ہوئی۔

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے حالات

علم تصوف میں آپ کا انتساب شیخ ابو علی فارمدی قدس سرہ سے ہے کتاب شرح صایائے خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ میں مذکور ہے کہ خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ کو شیخ ابوالحسن خرقانی سے بلا واسطہ انتساب ہے آپنے شیخ عبداللہ جوینی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سے خرقہ پہنا اور شیخ حسن سمنانی سے آپ کی صحبت رہی۔ آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے اٹھارہ برس کی عمر میں آپ نے بغداد و اصفہان و عراق و خراسان و سمرقند و بخارا میں افادہ اور استفادہ فرمایا۔ علم حدیث کو اختیار فرمایا۔ اور پند و نصیحت شروع کی۔ لوگوں نے

آپ سے نفع حاصل کیا۔ آپ کو فتاوائے دینیہ اور احکام شرعیہ میں پوری دستگاہ حاصل تھی اور علوم و معارف میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ اور خطرات خفیہ سے واقفیت اور کرامات اور خوارق میں پورا تصرف رکھتے تھے۔ علما اور فقہا کا ایک جم غفیر اور جماعت کثیر آپ کی مجلس اور خانقاہ میں آپ کے پاس جمع رہتے تھے اور آپکے کلمات اور ارشادات سے نفع حاصل کرتے تھے۔ اور آذربائیجان اور عراق و خراسان میں مریدوں کی تعلیم و تربیت آپکی طرف منتہی ہوئے۔ آپ اون مشائخوں میں سے ہیں جن کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کو صحبت رہی اور منتفع ہوئے +

قدسیہ آپ نے سیدنا حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبد القادر گیلانی قدس سرہٗ سے اُن کی جوانی کے زمانہ میں فرمایا تھا کہ لوگوں کو وعظ اور پند سُنایا کرو۔ اور نصیحت کیا کرو آپنے فرمایا کہ مَیں مرد عجمی ہوں فصحاء بغداد کے مقابلہ میں کیونکر گفتگو کروں آپنے فرمایا کہ آپ علوم فقہ اور اصول فقہ اور اختلاف مذاہب اور نعت اور تفسیر قرآن میں مشاق رکھتے ہیں پھر کیوں کر آپ میں منبر پر آنے اور وعظ و پند کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ آپ بے تامل ہدایت و ارشاد شروع کیجئے۔ کیونکہ مَیں آپ میں ایک پودا دیکھ رہا ہوں جو عنقریب پورا درخت ہو جائیگا۔ کہ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ فَرۡعُهَا ثَابِتٌ فِی السَّمَآءِ تُؤۡتِیۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیۡنٍۭ (سورہ ابراہیم رکوع ۴) جس کی جڑیں زمین میں مضبوط ہونگی۔ اور شاخیں آسمان میں پھیلینگی اور وہ اپنا میوہ ہر وقت دیگا +

آپ مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متبع تھے۔ آپ شہر مرو میں ایک مدت تک سکونت پذیر رہے۔ پھر ھرات تشریف لیگئے اور کچھ دنوں وہاں اقامت گزیں رہے پھر وہاں سے مرو تشریف لانے کی نیت سے واپس ہوئے۔ راستہ ہی میں آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ ساٹھ سال سے زیادہ سجادہ مشیخت اور ارشاد پر جاگزیں رہے۔ آپ کو قبولیت عظیم حاصل تھی۔ اور آپ اپنے وقت کے غوث تھے آپ ایک مدت تک کوہ آذر میں مقیم رہے۔ اور سوائے نماز جمعہ کے اور کبھی باہر نہ نکلتے تھے +

قدسیہ ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ اس وقت مَیں شیخ احمد غزالیؒ کے پاس تھا۔ وہ دستر خوان پر درویشوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ کہ کچھ دیر کیلئے شیخ پر غیبت طاری ہوئی پھر

آپ نے فرمایا کہ اس وقت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ اور لقمہ میرے منہ میں رکھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ وہ خیالات ہیں جن سے اطفالِ طریقت تربیت پاتے ہیں ؎

قدسیہ۔ ایک روز آپ نے ارشاد فرمایا کہ سماع[ل] ایک سفیر ہے خدائے پاک کی طرف سے وہ ایک ایلچی ہے۔ حق جل وعلا کی جانب سے اور فتوحات کا مورد اور عالم غیب کا دریچہ۔ عالمِ اجسام کی دوا اور ارواح کی غذا اور قلوب کی زندگی اور اسرار کی بقا اور اسرارِ الٰہی کے کشف کا ذریعہ ہے وہ ایک درخشندہ بجلی ہے اور تابانِ آفتاب اور ارواح کا سماع۔ سماعِ قلوب کے ساتھ بساطِ قربِ الٰہی سے متعلق ہے جس میں کہ خدا تعالیٰ کی حضوری ہوتی ہے۔ بغیر حظِ نفس کے جو سماع سے ہر فکر میں ہر لحظہ پیدا ہوتی ہے ؎

کسانیکہ یزداں پرستی کنند — بر آواز دولاب مستی کنند

(ترجمہ) جو لوگ کہ یزداں پرستی کرتے ہیں۔ وہ چرخ یعنی موٹ کی آواز پر وجد کرتے ہیں ؎

کرامت۔ نقل ہے کہ ایک مرتبہ فرنگیوں نے ایک ہمدان کی عورت کے لڑکے کو قید کر لیا تھا وہ عورت گریہ و زاری کرتی ہوئی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنا حال بیان کیا۔ حضرت نے اس کو صبر کرنے کے لئے نصیحت فرمائی۔ اُس نے کہا کہ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر یہ دعا فرمائی کہ اَللّٰھُمَّ فَکِّ اَسْرَہٗ وَعَجِّلْ فَرَجَہٗ اللہ تعالیٰ اس کو قید سے چھڑا دے اور جلدی اس کو رہائی دے اور فرمایا کہ جا لڑکے کو تو اپنے مکان میں پائے گی۔ عورت جب گھر واپس آئی تو لڑکے کو موجود پایا۔ متعجب ہوئی اور لڑکے سے کیفیت دریافت کی۔ لڑکے نے کہا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا اور میرے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور نگاہبان میرے گرد مجتمع تھے۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ پلک مارنے میں مجھ کو یہاں لے آیا۔ عورت پھر خواجہ کے پاس گئی اور لڑکے کا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو خدا کی قدرت سے متعجب ہے ؎

کرامت۔ مروی ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایک روز کچھ ارشاد فرما رہے تھے

[ل] سماع کے جواز و عدمِ جواز کے علاوہ مشرب کو سُننے اور نہ سُننے میں بڑا دخل ہے بعض حضرات چشتیہ نے سماعِ مطلق نہیں سُنا جیسے حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض حضرات نقشبندیہ اور قادریہ نے سُنا ہے۔ اس کے متعلق مشہور قول یہ ہے کہ مبتدی را مضر۔ متوسط را مفید۔ منتہی را ضرورت آں نیست ؎

دو فقیہہ بھی آپ کی اِس مجلس میں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت سے کہا کہ آپ خاموش رہیں آپ بدعتی ہیں۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم خاموش رہو تمہاری زندگی نہ رہے۔ چنانچہ وہیں فوراً مر گئے ✦

کرامت۔ ایک وقت آپ نظامیہ بغداد میں وعظ فرما رہے تھے ابن سقا فقیہہ مشہور مجلس وعظ سے اُٹھا اور آپ سے ایک سوال کیا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا میں تیرے کلام میں تجھے کفر پاتا ہوں۔ تیری موت اسلام پر معلوم نہیں ہوتی ہے۔ اس واقعہ سے ایک مدت کے بعد ایک نصرانی بطور ایلچی کے پادشاہ رُوم کی طرف سے خلیفہ کے پاس آیا فقیہہ ابن سقا اُس نصرانی کے پاس آیا اور اس سے اس کا مصاحب بننے کی درخواست کی اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ مذہب اسلام چھوڑ کر تمہارے دین میں داخل ہو جاؤں۔ نصرانی نے منظور کیا اور اس کو اپنے ساتھ قسطنطنیہ لے گیا اور پادشاہ روم سے ملا دیا۔ ابن سقا نصرانی ہو گیا۔ اور اسی مذہب پر مرا ✦

کہتے ہیں کہ ابن سقا حافظِ قرآن تھا۔ مرض موت میں اس سے پوچھا گیا کہ تم کو اب کچھ قرآن یاد ہے تو کہا نہیں صرف یہ آیت یاد ہے۔ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ بہت سے لوگ کافروں کو دوست رکھنے والے قیامت میں تمنا کرینگے کہ کاش کہ دنیا میں وہ بھی مسلمان ہوتے ✦

بعضوں نے قصہ ابن سقا کا دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ جس کو مؤلف حقیر نے مقامات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ میں بیان ہے ✦

ولادت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی ۴۴۰ھ ہجری میں ہوئی۔ اور وفات آپ کی ۵۳۵ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ کو پہلے مرو کے رستہ میں جہاں آپ نے انتقال فرمایا دفن کیا گیا تھا۔ بعدہ آپ کی نعش مبارک منتقل کر کے مرو میں لے آئے اب آپکی قبر مبارک مرو میں ہے جسکی عام طور پر لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اور تبرک حاصل کرتے ہیں ✦

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے حالات

تصوف میں آپ کا انتساب خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ سے ہے آپ اُن کے اکابر خلفا

میں سے ہیں۔ آپ حلقۂ خواجگان کے سر دفتر اور سلسلۂ اکابر نقشبند قدس اللہ سرہم کے سردار ہیں۔ طریقت میں آپ کا کلام حجت ہے اور حقیقت میں برہان۔ آپ اپنے وقت کے شیخ الشیوخ اور مجتہد رئیس الرئیس اور قطب زمانہ تھے۔ آپ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ امجاد سے ہیں۔ آپ کی والدہ بادشاہِ رُوم کی اولاد سے تھیں آپ کے والد بزرگوار امام عبدالجلیل اکابرِ اولیاء و اعاظمِ اتقیا سے تھے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کے ملاقاتیوں میں سے تھے۔

منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے شیخ امام عبدالجلیل کو بشارت دی تھی کہ آپ کے ایک لڑکا ہوگا جس کو میں فرزندی میں قبول کرتا ہوں۔ اور اپنی نسبت سے اُس کو حصہ دونگا۔ اُس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ حوادثِ روزگار کی وجہ سے جب امام عبدالجلیل رُوم سے دیارِ ماوراء النہر کی طرف نکلے اور ولایت بخارا میں آئے۔ تو غجدوان میں جو توابع بخارا سے ایک بڑا شہر ہے سکونت اختیار کی۔ خواجہ عبدالخالق وہیں پیدا ہوئے اور نشوونما پایا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ اپنے اُستاد مولانا صدرالدین علیہ الرحمۃ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے۔ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی کے ساتھ پکارو۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے، تو آپ نے اُستاد سے پوچھا کہ وہ کونسا طریقہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ بیان کر رہا ہے۔ کیونکہ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا مقامِ ذکر میں اعضا سے حرکت کرے تو ذاکر کے ذکر سے غیر شخص واقف ہو جاتا ہے اور ذکر خفیہ نہیں رہتا۔ اور اگر دل سے ذکر کرے تو بحکم اس حدیث کے اَلشَّيْطَانُ يَجْرِيْ فِيْ عُرُوْقِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَى الدَّمِ[1] کہ شیطان انسان کی رگوں میں خون بہنے کی جگہ میں جاری ہوتا ہے وہ ذکر سے واقف ہو جاتا ہے۔ اُستاد نے فرمایا کہ یہ علمِ لدنی ہے اگر خدا کو منظور ہے تو کوئی ولی بتائیگا اور سکھا دیگا۔ حضرت خواجہ برابر اولیاء اللہ کی تلاش میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ جمعہ کے روز آپ اپنے باغ کے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بزرگ آئے حضرت خواجہ ان کی تعظیم و تکریم بجا لائے۔ انہوں نے فرمایا کہ اے جوان میں

[1] ابن عمرؓ اور ابی ہریرہؓ سے صحیح مسلم اور صحیح بخاری نے نقل کیا ہے۔

تجھ میں بزرگی کے آثار پاتا ہوں۔ کیا تم نے کسی پیر کے ہاتھ پر بیعت کی ہے آپ نے کہا نہیں ایک مدت سے اسی تلاش میں ہوں۔ انہوں نے فرمایا میاں میں خضر ہوں اور تم کو اپنی فرزندی میں میں نے قبول کیا۔ ایک سبق بتاتا ہوں اس کے پابند ہو جاؤ۔ کہ تم پر اسرار کھل جائینگے۔ پھر فرمایا کہ حوض میں اترو اور پانی میں غوطہ لگاؤ۔ اور دل سے کہو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پس حضرت خواجہ نے اُسی طرح کیا اور انکی تعلیم کے بموجب اپنے کام میں مشغول ہو گئے۔ بہت سے اسرار آپ پر کھلنے لگے۔ اس کے بعد خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ بخارا تشریف لائے اور آپ کو اُن کی صحبت میسر آئی۔ آپ اپنا ذکر کرتے ہوئے ان کی صحبت میں مشغول رہے۔ جب تک کہ وہ بخارا میں رہے آپ برابر اُن کی صحبت میں پابندی کے ساتھ حاضر ہوتے رہے بہت سے فائدے اُن کی صحبت بابرکت میں حاصل کئے خواجہ عبدالخالق کے پیر سبق خواجہ خضر ہیں۔ اور پیر صحبت و پیر خرقہ خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ میں ذکر جہری تھا لیکن اُنہوں نے خواجہ عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر خفی میں چونکہ وہ ان کو حضرت خضر علیہ السلام سے پہنچا تھا کوئی ردّوبدل نہیں فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس طرح سے کہ تم کو حضرت خضرؑ نے حکم دیا ہے ذکر میں مشغول رہو ایک مدت کے بعد حضرت خواجہ خدمت حضرت خواجہ یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے جدا ہوئے اور ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ آپ اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ کہ کوئی شخص آپکے کام سے واقف ہو سکے۔

ایک روز آپ اپنے عبادت خانہ میں گریہ وزاری میں مشغول تھے دوستوں نے کہا کہ باوجود اُن خوبیوں کے جو آپ میں ہیں اور اُن حالات پسندیدہ کے جو آپ پر گذرتے ہیں اتنا خوف اور ڈر اور گریہ زاری کیوں ہے۔ فرمایا کہ جب میں بے نیازی حق تعالیٰ کو سوچتا ہوں تو جان تن سے نکلنے کے قریب ہو جاتی ہے۔ میری یہ آہ وزاری اسی وجہ سے ہے کہ شاید مجھ سے ایسا کوئی کام ہو گیا ہو جس کا مجھ کو علم نہ ہو اور وہ بارگاہِ الٰہی میں ناپسندیدہ ہوا ہو۔ خوف خدائے تعالیٰ سے آپکا یہ حال رہتا تھا کہ جہاں آپ بیٹھتے تو ایسے رہتے کہ گویا آپ کو قتل کرنے کے لئے بٹھایا گیا ہے۔

۲۰

قدسیہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میں بیس سال کا تھا حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے مجھ کو حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ

کے سپرد کیا۔ اور میری تربیت کے لئے وصیت فرمائی ۔

قدسیہ ایک روز ایک درویش نے حضرت خواجہؒ سے سوال کیا کہ تسلیم کیا شئے ہے آپنے فرمایا تسلیم یہ ہے کہ مومن نے اپنے نفس اور مال میثاق الست میں خداوند تعالےٰ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اور بہشت خرید لیا ہے۔ پس آج بھی یہی تسلیم کرے۔ کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَ اَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کے نفوس اور مال کو جنت کے معاوضہ میں خرید لیا، نفس اور مال کی تسلیم اس طرح سے ہو کہ اپنے نفس کو ملک حق تعالےٰ جانے اور خود کو حق تعالےٰ کا امانت دار سمجھے جب تک ہو سکے جان و مال سے بندگانِ خدائے تعالیٰ کے ساتھ نیکی کرے اور کسی پر احسان نہ رکھے! اور دنیا کے مال و متاع کو دل میں جگہ نہ دے۔ اور اپنے آپ کو حق تعالےٰ کے حکم میں سونپ دے ۔

قدسیہ ایک روز ایک خادم نے حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال کیا کہ فراغت کیا ہے ۔ فرمایا کہ دل کی فراغت یہ ہے کہ محبت دنیا دل میں راہ نہ پاوے۔ نہ یہ کہ دنیا کی مشغولی آزاد رہے ۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خدائے پاک نے فرمایا کہ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ اپنے دل کو خالی کر تب ہماری یاد میں مشغول ہو، خدائےتعالےٰ نے اس جماعت کی خرید و فروخت اور مخلوق سے گفت و شنید ذکر حق سبحانہٗ سے مانع نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں تعریف کی ہے ۔ اور مردانگی کو اُنہی کیلئے ثابت فرمایا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰہِ ایسے مرد ہیں کہ نہیں غافل کر سکتی ہے اُن کو ذکر الٰہی سے تجارت اور نہ خرید و فروخت ، اگر تم اُن لوگوں میں سے ہو تو تمہارے لئے مبارکباد ہے اور اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو تم اپنے جان و مال سے ایسے لوگوں کی خدمت کرنے میں کمی نہ کرو۔ اور اُن کے اطمینانِ دل اور فراغت کے اسباب مہیا رکھو۔ تاکہ ان کے مکند دولت سے تم وابستہ رہو۔ کیونکہ جو طاعت اور عبادت کہ اُن سے عمل میں آئیگی اُس لقمہ کی قوت سے پس اُس کا ثواب کھانا کھلانے والے کو بھی پہنچیگا۔ اور اُن کے درجات اور مقامات اور کمالات اس صاحب طعام کے حصہ میں بھی لکھے جائینگے تاکہ وہ شخص جو اُن کی محبت اور امداد میں ہو وہ بموجب اس حدیث کے اُن کے ساتھ اُٹھیگا۔ اَلْمَرْءُ

ا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو ترمذی نے نقل کیا ہے ۔

مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اُس کے ساتھ رہیگا جس کو وہ دوست رکھتا ہے، اور اس مرتبہ والے لوگ بعض وقت لِی مَعَ اللّٰہِ کی خاصیت رکھتے ہیں کہ اس وقت اُن کو تصرفات جذبات الوہیت کی قابلیت ہوتی ہے پس ایسی حالت میں اُن سے دم بھر میں اہل آسمان اور اہل زمین کے کام پورے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جَذْبَۃٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ ایک ہی جذبہ جذبات حق میں سے کل جن و انس کے عمل پر غالب آ جاتا ہے پس اگر ان کی اس حالت میں سے جو کچھ کسی ایسے شخص کو نصیب ہو جائے جس نے اُن کی جانی اور مالی خدمت کی ہے تو وہ اتنی بڑی چیز ہوگی کہ مغرب و مشرق والے جمع ہو کر اُس کا حساب نہ کر سکیں گے۔ اس آیت کریمہ میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَکَ مِنَ الدُّنْیَا جو کچھ تجھ کو خدا تعالیٰ نے دنیاوی دیا ہے اُس کو رضا الٰہی میں صرف کر۔

قدسیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کمالات میں سے یہ چند کلمے ہیں چند طریقہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے۔ ہوش در دم۔ نظر بر قدم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن۔ یادکرد۔ بازگشت۔ نگاہ داشت۔ یادداشت۔ ان کے سوا سب وہم و گمان ہے۔ یہ تین کلمہ ہی اصطلاحاتِ صوفیہ سے ہیں یعنی وقوفِ زمانی و وقوفِ قلبی۔ و وقوفِ عددی۔ ان الفاظ میں سے ہر ایک کے معنے اس سلسلہ شریفہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ جن کو اس حقیر نے رسالہ روائح میں بیان کیا ہے۔ جو کہ اصطلاحاتِ صوفیہ کے بیان میں لکھا گیا ہے۔ اس کی طرف آپ رجوع کر سکتے ہیں۔

قدسیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اپنے فرزند ارجمند کو چند باتوں کی وصیت کی تھی۔ ان کو ہم یہاں بیان کرتے ہیں:۔

آپ فرماتے ہیں کہ اے فرزند! تقوے کو اپنی خصلت بناؤ۔ وظائف اور عبادات پر مضبوطی کی مداومت کرو اور اپنے حالات کا مراقبہ کرو۔ اور خدائے پاک سے ڈرتے رہو اور خدائے بزرگ و برتر اور اُس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حقوق ادا کرو۔ اور ماں باپ کے۔ ان خصلتوں کے اختیار کرنے سے رضائے حق تعالےٰ سے مشرف ہو جاؤ گے۔ حق تعالےٰ کے احکام کو نگاہ رکھو کہ وہ تمہارا محافظ ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو خواہ دیکھ کر یا زبانی۔ بلند آواز سے ہو یا آہستہ اور علم کی طلب سے ذرا بھی فرصت ہو

علم فقہ وحدیث سیکھو۔ اور جاہل صوفیوں سے بہت پرہیز کرو۔ اور عوام الناس سے دور رہو کیونکہ وہ راہ دین کے چور ہیں۔ اور مسلمانوں کے رہزن۔ مذہب سنّت و جماعت کے پابند رہو۔ اور آئمہ سلف کے مذہب پر قائم۔ کیونکہ نئی نئی باتیں بعد میں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ گمراہی سے خالی نہیں ہیں۔ نوجوانوں اور عورتوں اور مالداروں اور بدعتیوں کی صحبت سے دور رہو۔ کیونکہ یہ تمہارے دین کو برباد کر دینگے۔ دو روٹی ملجائیں تو اُن پر قناعت کرو۔ البتہ فقیروں کی صحبت اختیار کرو۔ اور ہمیشہ خلوت پسندی اختیار کرو۔ روزی حلال کھاؤ کیونکہ حلال روزی خیر وبہتری کی کُنجی ہے۔ اور حرام سے پرہیز کرو ورنہ حق تعالےٰ سے دوری ہو جائیگی۔ دین پر قائم رہو تاکہ کل کے روز قیامت میں دوزخ کی آگ تم کو نہ جلائے۔ حلال کمائی کا کپڑا پہنو۔ تاکہ عبادت میں حلاوت پاؤ۔ رات اور دن میں بہت کچھ عبادت کیا کرو۔ جماعت کو ترک مت کرو۔ بغیر اس کے کہ مؤذن نہ ہو یا امام۔ اور قبالوں میں اپنا نام مت لکھاؤ۔ نیز عدالتوں اور کچہریوں میں مت پھرو۔ اور لوگوں کی وصیتوں میں دخل مت دو۔ مخلوق سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ اور گمنامی اختیار کرو کہ تمہارا مذہب برباد نہ ہو سکے۔ اور سفر اختیار کرو کہ تمہارا نفس ذلیل ہو۔ خانقاہوں میں قیام اور اُن کی نظامت کرو۔ کسی کے مذمت کرنے سے غمگین مت ہو۔ اور کسی کی تعریف پر مغرور مت ہو۔ مخلوق کیساتھ اچھے اخلاق سے معاملہ کرو۔ نیک اور بد اور ہر حال میں بادب ہو۔ تمام مخلوقات پر رحم کھاؤ۔ قہقہ مار کر مت ہنسو۔ قہقہہ کی ہنسی دل کو بند کرتی اور مارتی ہے۔ سردار دو جہان حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم بھی جان لو تو تھوڑا ہنسو گے اور بہت رؤ گے۔ خدائے پاک کے عذابوں سے بیخوف مت رہو۔ اور رحمت الٰہی سے نا اُمید نہ ہو۔ اور خوف و رجا کی حالت میں زندگی گذارو۔ کہ سالکوں کا حال یہ ہوتا ہے کبھی وہ خوف میں رہتے ہیں اور کبھی اُمید میں ٭

اے فرزند جب تک ہو سکے شادی مت کرو۔ ورنہ طالب دنیا ہو جاؤ گے اور دین کی طلب تم سے جاتی رہیگی۔ اگر تمہارا نفس مشتاق ہو تو مجاہدہ اختیار کرو۔ اور ساری عمر داغ حسرت میں گذارو۔ موت کو بہت یاد کرو۔ اور طالب ریاست مت بنو۔ جو شخص طالب ریاست ہوا اُس کو طریقت کا سالک نہیں کہا جا سکتا ہے۔ ہمیشہ روزہ دار رہو کیونکہ روزہ نفس کو توڑتا ہے۔ اور فقر میں پاکیزہ اور پرہیزگار رہو۔ اور سبکبار اور دیانتدار اور راہِ خدا میں تقوے اور فقر

اور حلم سے ثابت قدم رہو۔ جان اور مال اور تن سے فقرا کی خدمت کیا کرو۔ اور اُن کا دل راضی رکھو۔ اور اُن کی پیروی کرو۔ اور اُن کے راستہ کو یاد رکھو۔ اور اُن میں سے کسی کا انکار مت کرو۔ سوائے اُن چیزوں کے جو مخالف شرع ہوں۔ اگر فقرا کا انکار کرو گے ہرگز نجات نہ پاؤ گے۔ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ اور اپنے لئے کوئی محفوظ مت رکھو۔ اللہ تعالٰی کے وعدہ پر بھروسہ کرو۔ کیونکہ خدائے پاک فرماتا ہے اے انسان میں ہر روز تم کو روزی پہنچاتا ہوں تو اپنے آپ کو رنج مت دے۔ مقامِ توکل میں قدم رکھو کہ حق سبحانہٗ فرماتا ہے کہ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔ جو شخص اللہ تعالٰی پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالٰی اُس کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ پس معلوم کر لو کہ رزق تقسیم کیا ہؤا ہے۔ اور جوانمرد رہو۔ جو کچھ حق تعالٰی نے تم کو دیا ہے اُس کو تم خلق خدا پر خرچ کرو بخل اور حسد سے دُور رہو کیونکہ بخیل اور حاسد کل بروز قیامت دوزخ میں رہینگے۔ اپنے ظاہر کو آراستہ مت کرو۔ کہ ظاہر کی آرائش باطن کی ویرانی ہے۔ حق تعالٰی کے وعدوں پر بھروسہ کرو۔ اور تمام خلائق سے نااُمید ہو جاؤ۔ اور اُن سے صحبت مت کرو۔ اور حق بات کہو۔ اور کسی سے مت ڈرو۔ اپنے نفس کی حفاظت کرو۔ کہ اس کو اصلاح پر لا سکو۔ اپنے نفس کی عزت مت کرو۔ اور اُن چیزوں کی طلب سے جن کے بغیر کام چل سکے زبان بند کر لو۔ مخلوق کو ہمیشہ نصیحت کیا کرو۔ کھانا اور پینا کم کرو۔ اور ہرگز بغیر شدید ضرورت کے کوئی چیز مت کھاؤ۔ اور بے ضرورت باتیں مت کرو۔ جب تک کہ نیند غلبہ نہ کرے مت سوؤ۔ اور پھر جلدی اُٹھو۔ مجالس سماع میں زیادہ مت بیٹھو کہ سماع کی زیادتی حال میں بیجے نفاق پیدا کرتی ہے۔ سماع کی کثرت دل کو مارتی ہے۔ مگر سماع کا انکار بھی مت کرو کیونکہ بہت سے بزرگوں نے اس کو سُنا ہے سماع صرف اُس کے لئے جائز ہے جس کا دل زندہ ہو اور بدن مردہ۔ اور جس میں یہ دو حالتیں نہ ہوں اُس کے لئے نماز روزہ میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ چاہئے کہ تمہارا دل ہمیشہ اندوہگین رہے۔ اور تمہارا بدن نماز میں مصروف رہے۔ اور عمل میں خلوص ہو۔ تمہاری عامجاہدہ ہو اور تمہارا کپڑا پرانا۔ اور تمہارے دوست درویش ہوں۔ تمہارا گھر مسجد ہو۔ اور تمہارا حال فقہ کی کتابیں ہوں۔ اور تمہاری آرائش زُہد ہو اور تمہارا مونس اللہ تعالٰی کسی شخص سے اُس وقت تک بھائی بندی مت کرو۔ جب تک کہ یہ عادتیں اُس میں نہ دیکھ لو۔ اول یہ کہ وہ فقر کو تونگری پر ترجیح دے اور دوسرے یہ کہ علم کو دنیا کے سب کاموں سے اچھا سمجھے۔ تیسرے یہ کہ

راہ خدا کی ذلت کو عزت پر فوقیت دے چوتھے یہ کہ علم باطنی اور ظاہری سے آراستہ ہو پانچویں یہ کہ مرنے کے کیلئے تیار ہو +

اے فرزند! کہیں دنیا تجھ کو دھوکا نہ دیوے۔ کیونکہ ایک ایک دن، دن ہو یا رات دنیا سے سفر کرنا پڑیگا۔ تجھ کو چاہئے کہ خلوت میں تنہا اور خوف خدا تعالےٰ سے شکستہ دل رہو۔ تاکہ کرامت میں مستغرق رہ سکو دنیا میں زندگی مسافرانہ گذارو۔ اور دنیا سے ایسے جاؤ کہ تم نہ جانو کہ قیامت میں تم کس جماعت میں محشور ہو نگے +

اے فرزند! ان نصیحتوں کو خوب یاد کرو۔ اور عمل کرو جس طرح کہ میں نے اپنے پیر مرشد سے یاد کی ہیں اور عمل کیا اگر تم یاد کرو گے عمل کرو گے تو اللہ تعالےٰ تمہاری دنیا اور آخرت میں نگہبانی فرمائیگا۔ جن باتوں کا میں نے ذکر کیا ہے اگر یہ کسی سالک راہ خدا میں پیدا ہو جائیں تو اُس کی بزرگی مسلم ہو جائیگی۔ اور جو شخص اُس کی پیروی کرے۔ اپنے مقصود و مطلوب کو پہنچ جائیگا یہ بزرگی کا مرتبہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا ہے +

مولنا فضل اللہ روزبہانی المشہور بخواجہ مولنا اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان وصیتوں کی بہت اچھی شرح سنہ ۹۰۰ ہجری میں لکھی ہے۔ اور ہر مضمون کے متعلق ایک رُباعی بھی تحریر کی ہے۔ کہ آسانی سے یاد ہو جائے +

خواجہ اولیا کبیر قدس سرہٗ جو حضرت خواجہ کے اکابر خلفا سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ مجھ کو یہ وصیتیں فرما رہے تھے۔ تو میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا +

قدسیہ ایک درویش نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے پوچھا کہ عالم کے لئے عذاب کی کیا صورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عالم جب طلب دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے اور طلب آخرت سے باز رہ جاتا ہے۔ تو حق سبحانہٗ تعالےٰ اُس کو دنیا میں عذاب فرماتا ہے یہ عذاب ایسا ہوتا ہے کہ عبادت کی حلاوت اُس کے دل سے اٹھالی جاتی ہے۔ کہ وہ کبھی عبادت میں لذت نہیں پاتا اور عبادت کی ادائی میں وہ سُست ہو جاتا ہے اور نیک کاموں سے باز رہتا ہے۔ پس اُس وقت وہ عذاب آخرت میں مبتلا ہو جاتا ہے +

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے کہ وَيْلٌ لِّلْجَاهِلِ مَرَّةً وَلِلْعَالِمِ سَبْعِيْنَ مَرَّةً کہ جاہل کیلئے ایک بار افسوس ہے اور عالم کے لئے ستر بار +

قدسیہ۔ ایک شخص نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ نماز میں خشوع کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ نمازی کے اوپر اِس قدر حق جلّ شانہٗ کا خوف اور ڈر غالب آجائے کہ اگر اُس کے تیر ماریں تو خبر نہ ہو اُس نے کہا یہ کیونکر ممکن ہے فرمایا جو لوگ کہ اس سِر سے واقف ہیں اُن کا باطن مثل خون کے بستہ ہو جاتا ہے۔ پھر اُس کو خبر ہونے کے کیا معنی پھر کون شخص جان سکتا ہے کہ اس کا معاملہ کیا ہے اور کس سے پس اس کو ظاہر کی تکلیف سے کچھ بھی خبر نہیں ہو سکتی۔ وہی ذات بے نیاز اُس کے حال سے واقف اور مطلع ہے اس بات نے اُس شخص کے دل پر ایسا اثر کیا کہ وہ بیخود ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیے کہ میں اس پر عمل کروں اور قیامت میں میرا شمار نجات یافتوں میں ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تین کام ایسے ہیں کہ جو شخص اُن میں سے ایک کو بھی دوست رکھیگا دوزخ اُس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہو جائیگی۔ پہلے اچھا کھانا دوسرے تونگروں کے ساتھ بیٹھنا تیسرے اچھا لباس پہننا۔ کیونکہ یہ تینوں باتیں اکثر ہوائے نفسانی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور جو شخص نفس کی خواہشوں پر چلتا ہے دوزخ اُس کا ٹھکانا ہے ٭

قدسیہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں اپنے عبادت خانہ کی چھت پر عبادت میں مشغول تھا۔ ہمارے پڑوس میں ایک بڑھیا رہتی تھی وہ اپنے شوہر سے لڑ رہی تھی کہ ستر سال کے قریب گذرے میں تیرے گھر میں ہوں تو نے مجھے بھوکا بھی رکھا۔ اور برہنہ بھی مگر میں نے صبر کیا اور گرمی و سردی میں جو کچھ محنت اور سختی مجھ پر گذری اُس کو برداشت کیا۔ جو کچھ تو نے دیا اُس سے زیادہ میں نے نہ مانگا۔ اور تیرے ننگ و ناموس کو محفوظ رکھا اور کسی بیگانے کے سامنے تیری شکایت لیکر نہ گئی۔ یہ سب اس لئے کہ تو میرا ہو کر رہے اور میں تجھ کو دیکھتی رہوں اور اگر تو دوسرے کو اختیار کریگا۔ اور میرے سامنے بیٹھے گا تو میں اپنے ہاتھ سے خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے دامن کو پکڑونگی۔ اور جب تک وہ میرا انصاف نہ کرینگے اُن کے دامن کو نہ چھوڑونگی۔ اُس ضعیفہ کی اس بات نے مجھے بہت ذوق بخشا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ اے عبدالخالق یہ عورت محبت مخلوق میں اتنی مضبوط نکلی کہ اتنی مصیبتوں کو برداشت کر چکی ہے اِس کا یہ واقعہ سالکِ طریقت کیلئے ایک سبق ہے۔ پھر میں نے غور کیا کہ اس پر کوئی دلیل قرآن مجید سے ملجائے تو یہ آیت مجھ کو ملی اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ اگر تو کتنے ہی

گناہ لائے اور شرک لائے تو میں سب کو بخش دونگا لیکن اگر بال برابر بھی تو اپنے دل میں دوسری کو راہ دیگا۔ تو ہماری رحمت سے محروم رہیگا۔

قدس سرہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہ کے حضور میں ایک درویش کی زبان سے نکلا۔ کہ اگر مجھ کو بہشت اور دوزخ کے لینے میں اختیار دیں تو میں دوزخ کو پسند کرونگا کیونکہ میری تمام عمر نفس کی مخالفت میں گذری ہے۔ اور بہشت نفس کی خواہش ہے۔ اور دوزخ محبوب کی رضا ہے۔ میں محبوب کی خواہش اختیار کرونگا نہ نفس کی۔ حضرت خواجہ نے اُس درویش کی اس کلام کی تردید کی اور فرمایا کہ بندہ کو اختیار سے کیا کام جہاں دوست بھیجے وہیں چلا جائے۔ اور جہاں اُس کو ٹھیرائے وہیں ٹھیر جائے کہ بندگی کا یہی طریقہ ہے۔ درویش نے کہا کہ ایسے شخص پر شیطان کا بھی قابو ہوتا ہے یا نہیں۔ فرمایا جب اُس کو غصہ آتا ہے تو شیطان اُس پر قابو پاتا ہے۔ لیکن جو سالک فنائے نفس کو پہنچ چکا ہو اُس کو غصہ نہیں آتا بلکہ اُس کو غیرت آتی ہے اور جہاں غیرت ہوتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور یہ صفت اُس شخص میں پیدا ہوتی ہے جو خدائے پاک کے رستہ پر چلتا ہو اور کتاب اللہ کو داہنے ہاتھ میں اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے ہو۔ اِن دونو کی روشنائی میں رستہ چلے اور راہ نہ بھولے۔ اور سلوک اُس کا سیدھے رستہ پر قاعدہ کے مطابق ہو۔

کرامت حضرت خواجہ قدس سرہ کے ایک مرید نے خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت آکر یہ کہہ رہی ہے کہ تو درجۂ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اُس کے لئے ایک اونٹ لائے اور وہ اُس پر سوار ہوا اُس سے کہا گیا کہ ہم تم کو بہشت میں لیجا رہے ہیں وہ شخص بہشت کی طرف متوجہ ہوا اور ایک ایسی جگہ پہنچا جو نہایت خوش منظر اور دلکش تھی درخت سرسبز کھڑے ہوئے اور حسین صورتیں خدمت کیلئے کمر بستہ اور پاکیزہ و لطیف کھانے دسترخوان پر چنے ہوئے اور پانی کی نہریں جاری صبح تک وہ وہیں رہا۔ صبح کو جب خواب سے بیدار ہوا تو اُس نے اپنے آپ کو عبادت خانہ میں پایا۔ اسی طرح سے کئی بار اُس نے یہ خواب دیکھا اُس کے دماغ میں تکبر اور غرور پیدا ہو گیا۔ اور حضرت خواجہ کی خدمت کی حضوری کو اُس نے ترک کر دیا حضرت خواجہؒ نے کرامت اور فراست سے معلوم فرمالیا کہ وہ نادان مغرور شیطان کی قید میں پھنس گیا ہے آپ اُس کے عبادت خانہ میں گئے اور دیکھا۔ کہ

بزرگی کے خیالات اس کے دماغ میں بس گئے ہیں اور اُس نے اپنے معاملہ کو برباد کر دیا ہے۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ اب تو کس مقام میں ہے اُس نے سارا قصہ بیان کیا حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ اب تو پھر جب اس مقام پر پہنچے تو تین بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا۔ اور ہرگز سستی نہ کرنا۔ پس یہ مقام جو تو نے دیکھا ہے اُس حقیقت تجھ پر ظاہر ہو جائیگی۔ اُس شخص کو جب دوبارہ وہ وقت پیش آیا تو اُس نے حضرت خواجہ کے ارشاد کے مطابق تین بار لَاحَول پڑھی۔ وہ جماعت جو اُس کے پاس آیا کرتی تھی اور استدعا کرکے اس کو اس مقام پر لیجایا کرتی تھی۔ سب غائب ہو گئی اور اُس نے اپنے آپ کو ایک مزبلہ یعنی گھوڑے پر بیٹھا ہوا پایا۔ اور مردوں کی ہڈییں اس کے سامنے پڑی ہوئی تھیں۔ تب اُس نے جانا کہ یہ شیطان کا دھوکا تھا پس آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور توبہ کی ۔

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ولایت اس مرتبہ تک پہنچی تھی کہ ایک وقت کی نماز میں خانہ کعبہ کو جاتے اور واپس آجاتے تھے۔ ملکِ شام میں آپ کے بہت آدمی مرید ہوئے اور وہاں خانقاہ بنائی۔ لیکن آپ بظاہر غجدوان میں رہتے تھے پہلے یہاں کے لوگ حضرت خواجہ کو نہیں پہچانتے تھے کیونکہ آپ اپنے کو ظاہر نہیں فرماتے تھے۔ کہ وہ لوگ آپ کی صحبت کے لائق نہ تھے ۔

کرامت۔ آپ کے زمانہ میں غجدوان کے ایک مولوی تھے جو چالیس سال تک درس اور افادۂ علمی میں مشغول رہے تھے۔ بہت سے طلبا اُن کے پاس پڑھنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ خواجہ اولیا کبیر قدس سرہٗ بھی اُن کے پاس پڑھتے تھے۔ ایک روز حضرت خواجہ بازار میں گوشت خرید رہے تھے۔ اولیاء کبیر بھی اُسی راستہ سے جا رہے تھے خدا تعالےٰ کی عنایت قدیم نے اُن کو اُس کی توفیق بخشی کہ انھوں نے حضرت سے خواہش کی کہ یہ گوشت اس فقیر کے حوالہ کریں۔ تاکہ آپ کے مکان تک پہنچا دے کہ میں اس خدمت کے بجا لانے میں اپنی سعادت جانتا ہوں آپ نے اپنی کرامت اور فراست سے دریافت کیا۔ اس جوان میں ایسی استعداد اور قابلیت ہے کہ اگر اس کو تربیت دیجائے تو ایک جہان کا پیشوا ہو جائیگا حضرتؒ نے وہ گوشت آپ کے حوالہ کیا اور اپنے دل میں راہ دی۔ حضرت کی نظر کیمیا اثر سے خواجہ اولیا کبیر کا ایسا حال ہو گیا کہ آپ حق سبحانہٗ کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے اور اسکے حال غالبہ سے علم کی تحصیل سے باز رہے وہ مولوی خواجہ اولیا کبیر سے جب اثنہ میں ملتے حضرت

خواجہ سے طریقت حاصل کرنے پر آپ کو ملامت کرتے۔ خواجہ اولیا خاموش رہ جاتے۔ ایک رات خواجہ اولیا نے اپنے کشف میں مولوی کو ایک بُرے لباس میں دیکھا۔ جب پھر صبح کو راستہ میں اُس گمراہ مولوی سے اتفاق ملاقات کا ہوا اور اُس نے اپنی عادت قدیم کے مطابق آپ کو ملامت کرنی شروع کی۔ خواجہ اولیا نے کہا کہ اے اُستاد آپ کو شرم نہیں آتی مجھ کو ایک نیک کام پر ملامت کرتے ہو۔ اور آپ فلاں ناجائز کام میں مشغول تھے عالم شرمندہ ہوا اور سمجھ گیا کہ آپ پر حضرت خواجہ کی صحبت سے فتح باب ہوا ہے۔ پس وہ مولوی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ کہ چالیس سال سے علوم ظواہر کی تعلیم دیتا ہوں۔ آپ میرے بارہ میں جو کچھ عالم غیب سے منکشف ہو اُس سے مجھ کو آگاہی بخشئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا اے عزیز! آپنے بہت مشکل کام کے لئے فرمایا اگر مجھ کو اطلاع دینگے تو آپ سے کہونگا حضرت اس حال کے منتظر رہے۔ اتفاقاً ایک رات نماز تہجد سے فراغت کے بعد حضرت کے کان میں آواز آئی کہ اُس عالم سے کہو۔ کہ تو چالیس سال سے درس دیتا ہے مگر اُس میں سے ایک بار بھی ہماری رضامندی کیلئے درس دینا نہیں ہوا۔ جب وہ مولوی حضرت خواجہؒ کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ کل ہاتفِ غیب نے مجھ کو اِس طرح اطلاع دی ہے۔ آپکے اِس کلام سے اس مولوی میں ایک جوش وخروش پیدا ہوا اور وہ بیہوش ہوکر گر گئے۔ جب اُنہوں نے اس حال سے افاقہ پایا۔ خواجہؒ کے فرمانے کی تصدیق کی کہ میں نے غور کیا ہے کہ بیشک یہ چالیس سال کا درسِ علوم محض جاہ طلبی اور نفس کے لئے تھا۔ اور آپ دلوں کے طبیب ہیں۔ فرمائیے کہ کس طرح سے اس کا تدارک کروں۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ اب سے نفس کی خواہش پرست چلو اور حبِّ جاہ کو ترک کرو۔ تاکہ تمہارا کام درست ہو جائے۔ اس مولوی نے حضرت کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپکے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔ اور آپسے تعلیم حاصل کی۔ اور چالیس رات اور دن اپنے کام میں مشغول رہا۔ اور کھانا پانی چھوڑ دیا۔ ایک چلہ کے بعد اس نے عالمِ آخرت کا سفر اختیار کیا۔ اُس کی شب وفات میں لوگوں نے اُس کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ اُس نے کہا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے بخشدیا۔ اور اپنی رحمت میرے حال پر شامل فرمائی۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ مسلمان جیئے اور مسلمان مرے تو اس کو چاہیئے کہ حضرت عبد الخالق قدس سرہ کے دامن کو مضبوط پکڑے۔ کیونکہ اُن کا طریقہ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا طریقہ ہے۔ اس واقعہ کے بعد حضرت خواجہ قدس سرہ کو لوگوں نے پہچانا۔

کرامت۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں صدر سعید کی ارادت کا باعث یہ ہوا کہ ایک وزرا انہوں نے اپنے علاقہ کے ایک شخص کو غجدوان بھیجا تا کہ اوقات کو ضبط کرے۔ اس سرکردہ نے صبح کی نماز حضرت خواجہ کی مسجد میں ادا کی۔ اور تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ اس نے دیکھا کہ ایک درویش محراب میں سر جھکائے ہوئے بیٹھا ہے۔ اس اثنا میں ایک مسافر آیا۔ اور بلا سلام کئے آپ کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اور تھوڑی دیر توقف کر کے چلا گیا۔ پھر ایک اور مسافر آیا وہ بھی بلا سلام کے تھوڑی دیر بیٹھ کر چلا گیا۔ پھر ایک اور مسافر آیا۔ اور بغیر سلام کے بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہؒ نے مراقبہ سے سر اٹھایا اور پوچھا کہ اب وہ چھت کیسی ہے مسافر نے جواب دیا کہ تعمیر ہو رہی ہے۔ وہ شخص یعنی سرکردہ بیان کرتا ہے کہ میں بھی اس مسافر کے پیچھے باہر نکلا اور اس سے پوچھا کہ یہ درویش کون ہیں اور تم لوگ کون ہو تم میں سے ہر ایک آتا ہے۔ اور بغیر سلام کئے بیٹھ جاتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد بلا سلام کئے اٹھ جاتا ہے۔ اور تم نے بھی ایسا ہی کیا۔ مگر تم سے ان کی ملاقات کا اتفاق ہوا۔ فرمائیے اس میں کیا راز ہے۔ اس مسافر نے کہا کہ ان شیخ صاحب کا نام خواجہ عبدالخالق ہے۔ یہ ہمارے پیر ہیں۔ اور استاد شام میں ہیں۔ ملک شام میں جب ہم پر کوئی مشکل پیش آتی ہے تو ہم فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور آپ کو دل سے سلام کرتے ہیں۔ اور دل سے ہی آپ سے سوال کو دریافت کرتے ہیں۔ اور قلبی طریقہ سے سلام کا جواب اور مسئلہ کا حل آپ سے سن لیتے ہیں۔ اور پھر چلے جاتے ہیں۔ سرکردہ نے کہا کہ چھت کے متعلق جو حضرت خواجہ نے پوچھا وہ کیا بات ہے۔ مسافر نے کہا کہ دمشق کی مسجد کی چھت مخدوش ہو گئی تھی۔ اسی کے متعلق آپ نے پوچھا تھا۔ پھر وہ چلا گیا۔ اور صدر سعید سے سارا واقعہ بیان کیا۔ صدر نے کہا کہ افسوس ہے کہ ایسے اولیاء اللہ دنیا میں موجود ہیں اور ہم کو خبر نہیں۔ ایک پروانہ لکھ کر اس لئے اسی سرکردہ کے حوالہ کیا کہ اوقاف غجدوان کا محاصل حضرت خواجہ کی خانقاہ میں لیجا کر پہنچا دیا جائے۔ محتسب نہایت فرحت اور خوشی کے ساتھ پروانہ لیکر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کو دیکھا اور پھر اسی کے حوالہ کر دیا اور فرمایا کہ صدر سے کہو کہ

آپ کی حکومت تو ان حدود کے اندر اندر رہے۔ اور میری حکومت مشرق سے مغرب تک ہے۔ مجھ کو اس کا قبول کرنا مناسب ہے۔ وہ سرگردہ صدر کے پاس واپس ہو گیا۔ اور پورا واقعہ بیان کیا۔ صدر حضرت خواجہ کے نہایت نیازمندی اور ادب کے ساتھ معتقد ہوئے۔ اور آپ کے خدام میں داخل ہوئے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ صدر سعید نماز صبح سے نماز چاشت تک حضرت خواجہ کی خدمت میں کھڑے رہتے۔ ایک روز خادم نے خیال کیا کہ حضرت خواجہ کے مراقبہ سے فارغ ہونے میں ابھی دیر ہے۔ حالت مراقبہ میں حضرت سے اُس نے عرض کیا کہ صدر سعید بہت دیر سے آپ کی خدمت میں کھڑے ہوئے ہیں حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اس لئے توقف کیا تاکہ اُن لوگوں کا کفارہ ہو جائے۔ جو دن بھر صدر سعید کی خدمت میں کھڑے رہتے ہیں۔

کرامت۔ بخارا میں ایک مجذوبہ عورت جس کا نام عائشہ دیوانی مشہور تھا۔ ہمیشہ برہنہ رہتی اور تمام دن بازار میں پھرتی۔ اُس سے لوگوں نے پوچھا کہ تو کپڑے کیوں نہیں پہنتی۔ اُس نے کہا کہ اس شہر میں مرد کون ہے جس سے میں اپنے آپ کو چھپاؤں۔ ایک روز صبح کے وقت نانبائی کی دکان کے پاس سے جا رہی تھی تنور کا منہ کھلا ہوا اس کو نظر آیا۔ پس تنور میں گر پڑی اور کہا کہ تنور کا منہ بند کرو۔ اس شہر میں ایک مرد داخل ہو رہے ہیں۔ اُس سے چھپنا چاہتی ہوں۔ لوگوں نے تھوڑی دیر کے بعد تنور کا منہ کھولا اور پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اُس نے کہا کہ کپڑے لاؤ کہ میں پہنوں پس اس کو کپڑے دئے گئے پہن کر باہر نکلی اُس کے جسم کے کسی ایک بال کو بھی ہرج نہ ہوا تھا۔ وہ نانبائی اور آگ سلگانے والے حیرت میں رہ گئے۔ پس انہوں نے معلوم کیا کہ یہ عورت ولیہ ہے۔ لوگوں نے اُس کو کہا کہ تجھ کو خدا کی قسم ہے جس نے تجھ کو آگ میں محفوظ رکھا ہم کو بھی بتا کہ وہ کون شخص ہے۔ مجذوبہ نے کہا کہ میرے ساتھ چلو میں اس کو دیکھنے کیلئے جا رہی ہوں۔ بالآخر وہ لوگوں کو اپنے ساتھ لیکر حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی حضرت اُسی وقت غجدوان سے داخل بخارا ہوئے تھے حضرت خواجہ اُس کی تعظیم کیلئے اُٹھے۔ اور دونوں کے باہمی اسرار کے متعلق کچھ گفتگو بھی ہوئی۔ جس کو وہی سمجھے پس وہ نانبائی اور آتش افروز حضرت خواجہ کے معتقد ہو گئے اور آپ سے ذکر کی تلقین حاصل کی اور تھوڑی مدت میں اپنے مقصد کو پہنچ گئے۔

کرامت۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اپنے احباب کے ساتھ زیارت بیت اللہ

کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ اثناءِ راہ میں تھکن آپ پر ظاہر ہوئی اور پیاس نے غلبہ کیا ایک گہرے کنوئیں پر پہنچے اُس پر ڈول اور رسّی موجود نہ تھی۔ آپکے ہمراہی پست دل اور ناامید ہوئے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ ہم نماز میں مشغول ہیں تم اتنے میں پانی پی لو۔ اور طہارت کر آؤ۔ اصحاب نے آپ کا یہ ارشاد سُنا تو سمجھ گئے کہ آپ کے کلام تاثیر سے ضرور پانی ملجائیگا۔ وہ پانی کی اُمید پر کنوئیں پر آئے کیا دیکھتے ہیں کہ اُسی وقت حضرت خواجہ کے ارشاد کی برکت سے پانی کنوئیں کے مُنہ تک آگیا ہے۔ سبنے پانی پیا اور وضو کیا مگر ایک ہمراہی نے برتن پانی سے بھر لیا۔ اُسی وقت فوراً پانی کنوئیں کی تہ تک چلا گیا۔ اِس واقعہ کو حضرت خواجہ سے عرض کیا گیا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ خدا کے حکم پر یقین رکھتے تو قیامت تک پانی کنوئیں کی تہ میں نہ جاتا +

کرامت ایک مرتبہ عاشورہ کے دن لوگوں کی ایک کثیر التعداد جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی اور آپ علم معرفت میں کچھ ارشاد فرما رہے تھے۔ اتنے میں ایک جوان اہل صلاح کا سا لباس پہنے ہوئے خرقہ بدن میں جانماز کاندھے پر ڈالے ہوئے آپ کی خدمت میں آیا اور ایک کونہ میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اُس پر ایک نظر ڈالی اور اُس کو پہچان لیا اور اسکے کام کو پورا کر دیا۔ ایک ساعت کے بعد وہ جوان اُٹھا اور اس نے کہا کہ اے خواجہ حدیث میں آیا ہے کہ اِتَّقُوْا مِنْ فِرَاسَةِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی۔ ڈرو مومن کی فراست سے کہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے، فرمائیے اس حدیث کا کیا مطلب ہے آپ نے ارشاد فرمایا اس کا یہ مطلب ہے کہ تو زنار کاٹ ڈال اور ایمان لا اُس نے کہا کہ ہرگز میرے پاس زنار نہیں ہے۔ آپنے خادم کو اشارہ کیا خادم نے اُس کے پاس جا کر خرقہ اُس کے بدن سے اُتار لیا۔ خرقہ کے نیچے سے زنار نکلا۔ جوان نے اُسی وقت زنار کاٹ ڈالا اور خدا اور رسول کا قائل ہو کر مسلمان ہو گیا +

کرامت ایک روز ایک مسافر دُور سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اتنے میں ایک جوان نہایت حسین کمال عجز و تواضع سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت بے قراری اور بے چینی سے اپنے بارہ میں اُس نے دعا کی استدعا کی۔ آپنے دست دعا درگاہِ بے نیاز میں اُٹھایا اور اُس کے لئے دعا کی فوراً وہ جوان نظر سے غائب ہو گیا۔ مسافر اس واقعہ کو دیکھ کر متحیر ہوا اور اُس نے نہایت انکساری اور عاجزی سے آپ کی

خدمت میں عرض کیا کہ یہ جوان کون تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ تھا۔ چوتھے آسمان پر اس کا مقام ہے۔ کسی خطا کی وجہ سے اپنے مقام سے گرا دیا گیا تھا۔ اور آسمانِ دنیا پر پھینک دیا گیا تھا۔ اُس نے دوسرے فرشتوں سے اپنا واقعہ بیان کیا۔ اور پوچھا کہ اب کیا صورت ہو۔ اور کیا تدبیر کروں جس سے اللہ تعالیٰ مجھ کو میرے پہلے مقام پر پہنچا دے۔ فرشتوں نے اُس کو میرا پتہ بتایا وہ میرے پاس آیا اور دعا کی استدعا کی میں نے دعا کی وہ دُعا قبول ہو گئی پھر وہ اپنے اُسی مقام پر عروج کر گیا ◆

کرامت: ایک مرتبہ آپ نے عالمِ کیف میں نظرِ کرامت اثرِ دُور بین اور کشفِ یقین سے یہ رُباعی ارشاد فرمائی تھی ؎

بر دوست مبارکیم بر دشمن شوم — در جنگ چو آہنیم در صلح چو موم
سر چشمۂ نور و غجدواں منزلِ ماست — شمشیر دو رویہ میزنیم تا درِ رُوم

ترجمہ رباعی

دوست کے واسطے اچھا ہوں برا دشمن کو ◆ جنگ میں لوہا ہوں اور صلح میں مانند موم
نور کا چشمہ ہوں اور غجدواں منزل ہے میری ◆ دو تو جانب سے ہے تلوار رواں تا درِ رُوم

لوگ اس رباعی کا مطلب سمجھنے میں حیران تھے۔ آپ کی وفات سے مدتِ دراز کے بعد ۹۰۰ھ ہجری میں اہل سرقان کا لشکرِ سرکش ایک لاکھ خونخوار جنگی سوار کہ مضبوط پہاڑوں کو بھی ان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ دریائے جیحون کو عبور کر کے ماوراء النہر میں آ پہنچا اور فتنہ و فساد اور ملک کی غارتگری اور بندگانِ خدا کی خونریزی اُنہوں نے شروع کی۔ اور بخارا کے محاصرہ کا ارادہ کیا۔ اور یہ نیت کر لی کہ اگر فتح و نصرت حاصل ہو گی تو اولیاء اہلِ سنت و الجماعت کی درگاہوں کو جلا کر خاک سیاہ کر دینگے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو اُن کی بربادی مدّ نظر تھی۔ اُنہوں نے سب سے پہلے غجدوان کا محاصرہ کیا جہاں حضرت خواجہ کا مزار پُر انوار ہے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے سلطان نامور اُزبک کو جو لشکرِ ظفر اسلام کا بادشاہ تھا خواب میں بشارت دیا کہ فتح و ظفر تمہارے ہاتھ رہیگی۔ سلاطین آپ کے مزار پُر انوار پر جمع ہوئے اور اس بارگاہ میں پناہ لے گئے۔ اور باغیوں کے لشکر نے اُن پر حملہ کیا اور آپ کے مزار پر ہی جنگ شروع ہو گئی۔ اور بادشاہان اُزبک نے باغیوں کے سرداروں کو حضرت خواجہ کی روحانیت کی مدد سے قتل اور پچاس ہزار سے زیادہ باغیوں کے لشکر کو تہ تیغ کیا۔ اُس وقت آپ کی اس رباعی

کے مضمون کا سر انجام معلوم ہوا۔ کیونکہ باغیوں کی یہ جماعت کنارہ دریائے جیحوں سے روم تک قابض تھی اور حضرت خواجہ کی شمشیر دورویہ سے مقتول ہوئے۔ اور عالم میں اُن کا نام و نشان باقی نہ رہا +

قدسیہ۔ جب آپ کی عمر اخیر ہوئی اصحاب اور احباب فرزند اور مرید آپ کے سرہانے جمع ہوئے آپ نے آنکھ کھولی اور فرمایا دوستو تم کو مبارک ہو کہ حضرت حق تعالےٰ مجھ سے راضی ہے اور رضامندی کی مجھ کو خوشخبری دی ہے۔ یہ سُنکر سب دوست احباب رونے لگے اور ہر ایک نے دعا کی خواہش کی آپ نے فرمایا کہ دوستو تم کو مبارک ہو کہ حضرت حق تعالےٰ نے خوشخبری دی ہے کہ اس طریقہ کو جو لوگ اختیار کریں اور آخر تک اس پر قایم رہیں ہیں اُن سب کو بخش دونگا۔ اور سب پر اپنی رحمت نازل کرونگا۔ پس بہت کوشش کرو اور ضرور اس پر قایم رہو۔ تاکہ اس طریقہ سے نہ گر جاؤ اور وعدۂ الٰہی سے مشرف ہو جاؤ۔ یہ ارشاد سُنکر سب لوگ جوش و خروش میں آگئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی کہ یَا اَیُّھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ اِرْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف آ کر تو اُس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے، اصحاب نے دیکھا تو آپ رحلت فرما چکے تھے۔ یہ ۶۱۷ھ ہجری کا واقعہ ہے جیسا کہ قطعہ تاریخ سے ظاہر ہے ؎

خواجہ عبدالخالق آں قطب زماں — غجدوانش بود زادو موبہ نیز
گفت با او خیز جبار عزیز — خیز چوں آمد خطاب او ز حق
گشت تاریخ وفات "خواجہ خیز"

بعضوں نے آپ کا سنِ وفات ۶۱۶ھ لکھا ہے اور بعض نے ۶۱۵ھ ہجری، قول دوم کی بنا پر اس حقیر نے اس محبوب صمدانی کی تاریخ "یگانۂ وقت بود" نکالی ہے اور قول سوم کی بنا پر لفظ **خواجہ** سے تاریخ نکالی گئی ہے +

قدسیہ۔ آپ کو بعد وفات کے لوگوں نے خواب میں دیکھا کہ عرش کے کنگرے پر ایک نور کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور فرشتے آپ کی چاروں طرف جمع ہیں اور اللہ تعالےٰ کا سلام آپ کو پہنچا رہے ہیں۔ ایک فرشتہ آپ سے پوچھ رہا ہے کہ کیا کوئی حدیث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی آپ کو پہنچی ہے۔ جس پر آپ نے عمل نہ کیا ہو۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہاں مگر مجھ کو اُمید ہے کہ میرے بعد اس پر عمل کیا جائیگا۔ اُس نے پوچھا کہ وہ کونسی حدیث

ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حدیث قدسی اَنَا عِنْدَ الْمُنْکَسِرَۃِ قُلُوْبُھُمْ وَالْمُنْدَرِسَۃِ قُبُوْرُھُمْ میں اس حدیث کے آخری حصہ پر عمل نہیں کرسکا۔ لیکن میں اُمید رکھتا ہوں کہ میرے بعد اس پر عمل کیا جائیگا۔

منقول ہے کہ آپ کی وفات کے زمانہ میں لوگ آپکے ایسے معتقد تھے کہ اگر اجازت ہوتی تو آپ کی تربت کو سونے سے لیپ دیتے۔ چونکہ آپ کی مرضی نہ تھی اس لئے آپ کی تربت پر کوئی عمارت نہیں بنائی گئی اور کسی کو اُس کی قوت اور جرأت ہوسکتی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کے سوا آپکے اور تین خلیفہ تھے۔

ایک خواجہ عبداللہ برقی قدس سرہٗ جو خوارزم کے رہنے والے ہیں۔ آپ عالم اور عارف اور صاحب مقامات و کرامات تھے۔ آپ کے بعض آباؤ اجداد برہ فروشی یعنی بکرے فروخت کرتے تھے۔ اس لئے آپ کو برقی کہا جاتا ہے۔ اور برق معرب برہ کا ہے۔ آپ کی قبر مبارک بخارا میں جنگل کے ایک ٹیلہ پر متصل مزار شیخ ابی اسحاق کلابادی قدس سرہٗ کے ہے۔

دوسرے خلیفہ خواجہ حسن اندقی ہیں۔ اندق ایک گاؤں ہے۔ شہر بخارا سے ایک فرسنگ فاصلہ پر آپ اپنے زمانہ کے شیخ تھے۔ اور مریدین کی تعلیم میں اور مخلوق کو جناب باری کی طرف مدعو کرنے میں طریقہ پسندیدہ رکھتے تھے۔ اور صاحب تصفیہ تھے اور عبادت و ریاضت میں ہمیشہ مشغول رہتے۔ اور آثار سنت کے پیرو تھے۔ آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی صحبت میں برسوں رہے۔ اور آپ کے ساتھ حجاز اور بغداد کا سفر کیا۔ آپ کی پیدائش ۴۶۲ھ ہجری میں ہوئی۔ اور آپ کی وفات ۵۵۲ھ ہجری میں بتاریخ ۲۷ رمضان واقع ہوئی آپ کی قبر بخارا میں بیرون دروازہ کلاباد ہے۔

تیسرے خلیفہ خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ ہیں آپ صاحب کرامات اور بڑے مراتب والے اور بزرگ مقامات و کمالات اور بلند برکات اور روشن درجات والے تھے۔ آپکی پیدائش گاہ مقام یسی ہے جو ترکستان کے مشہور شہروں میں سے ہے۔ اور آپکے سلسلہ کے مرید بھی اس مقام میں موجود ہیں۔ آپ اپنے لڑکپن کے زمانہ میں حضرت بابا ارسلان کی نظر کیمیا اثر کے منظور تھے۔ اور حضرت بابا ارسلان حضرت رسالت پناہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک سے آپ کی تربیت و تعلیم میں مشغول ہوئے تھے۔ آپ نے بابا ارسلان کی صحبت میں بہت سی ترقیاں حاصل کیں۔ اور حضرت بابا ارسلان کی وفات کے بعد اُن کے ارشاد کے

لہ حدیث قدسی یعنی خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں ان لوگوں کے نزدیک ہوں جنکے دل مخلوق سے بے تعلق ہیں اور انکی قبوریں مٹی ہوئی سی ہوں۔

مطابق بخارا میں تشریف لائے۔ اور آپ کا سلوک حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ کی صحبت میں پورا ہوا۔ اور آپ درجۂ کمال اور تکمیل کو پہنچے۔ اور آپ کی خلافت کی بنا پر آپ دعوت خلق اللہ میں مشغول رہے۔ جب اشارۂ غیب سے آپ کو بخارا سے سفر یسی کا ارشاد ہوا تو آپ نے اپنے اصحاب کو حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی ملازمت میں رہنے کے لئے وصیت فرمائی۔ حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ مشائخ ترک کے پیر حلقہ ہیں۔ اکثر مشائخین ترک کا انتساب آپ ہی کی جناب سے ہے۔

حضرت خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ

کے حالات

آپ کا انتساب اس طریقہ میں حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے ہے۔ آپ حضرت خواجہ کے بڑے صحابی اور نامور خلیفہ ہیں۔ آپ کا مقام ولادت اور وفات ریوگر ہے۔ جو بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ ریوگر سے غجدواں ایک فرسنگ شرعی پر ہے۔

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کی نسبت اور ارادت کا سلسلہ خلفائے حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ میں آپ ہی عارف ربانی تک پہنچتا ہے۔

خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے چار خلیفہ ہیں۔ اُن میں سے پہلے خلیفہ آپ ہی ہیں۔ جو کارخانہ عرفان کے خدیو ہیں۔ دوسرے خواجہ احمد صدیق قدس سرہٗ۔ تیسرے خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہٗ۔ چوتھے خواجہ سلیمان کرمینی قدس سرہٗ ہیں۔

خواجہ احمد صدیق قدس سرہٗ بخاری الاصل ہیں اور حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کے بعد اُن کی جگہ پر وہ جانشین اور دعوتِ خلق میں مشغول ہوئے۔ جب تک آپ زندہ رہے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے تمام خلفاء اور مریدین آپ کی اتباع اور موافقت میں کوشش کرتے رہے جب خواجہ احمد صدیق قدس سرہٗ کا مقام صحراء قریہ مغیان میں جو شہر بخارا سے تین فرسنگ ہے وفات کا وقت پہنچا۔ تو آپ نے تمام اصحاب کو خواجہ عارف قدس سرہٗ کی صحبت کیلئے وصیت فرمائی۔ خواجہ عارف اور خواجہ اولیاء کبیر بخارا میں حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کی خلافت کی وجہ سے ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہو گئے۔ اور مشہور ہے کہ خواجہ اولیاء کبیر نے بخارے کے بازار کی صرافوں کی مسجد میں ایک چلہ شغل نفی خواطر میں صرف کیا کہ اس جا تک آیت

دل میں کوئی خطرہ آپکے قلب میں پیدا نہ ہوتا۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ خواجہ اولیائے کبیر کے اس حال کو نہایت عجیب او غریب فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ کی تھوڑی مدت کی مشغولیت اس مرتبہ کو پہنچا دیتی ہے کہ ذکر کی آواز کانوں میں آنے لگتی ہے۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ یہ بھی فرماتے ہیں کہ خواجہ اولیا کبیر قدس سرہٗ سے جو نفی خواطر کا جملہ مشہور ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بالکل کوئی خطرہ ہی نہیں آتا بلکہ اُس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا خطرہ نہیں آتا۔ جو نسبت باطن کے مزاحم نہ ہو جیسے پانی پر کچرہ کا رہنا پانی کے بہنے کو مانع نہیں ہو سکتا حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ علاؤالدین غجدوانی قدس سرہٗ سے جو کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے بڑے خلفا میں سے ہیں نقل فرمایا ہے کہ خطرے نسبت باطن کے مانع نہیں ہو سکتے۔ اور خطروں سے پرہیز کرنا باختیار طبعی دشوار ہے کہ ہم بیس سال تک نفی خطرات میں مشغول رہے۔ مگر پھر بھی خطرہ آ گیا لیکن ٹھیرا نہیں فی الحقیقت خطروں کو روکنا نہایت قوی کام ہے۔ ایک جماعت اولیاء کا یہ مسلک ہے کہ خطرہ اعتبار کے لائق چیز نہیں ہے۔ مگر اُس سے لاپرواہی نہیں کرنی چاہئے تاکہ قرار نہ پکڑ جائے کیونکہ اُس کے قرار پکڑ لینے سے مجازی فیض میں رکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں مگر ہمارے حضرت مجدد صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز فرماتے ہیں کہ اگر بالفرض سالک کو عمر نوح (علیہ السلام) بھی میسر ہو جائے تو کسی طرح سے کوئی بھی خطرہ اُس کے دل میں گزریگا کیونکہ قلب کو ماسوا سے ایک ایسا نسیان حاصل ہو چکا ہے کہ اگر تکلف سے بھی غیر حق کی یاد اُس کو دلائی جائے تو بھی وہ یاد نہ کر سکیگا ۔

حضرت خواجہ سلیمان کرمینی قدس سرہٗ قول صحیح کی بنا پر حضرت خواجہ عبدالخالق کے چوتھے خلیفہ ہیں بعض مؤرخین نے بیان کیا ہے کہ آپ خواجہ عبدالخالق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے ہیں۔ مگر آپ کے سلوک کی تکمیل خواجہ اولیاء کبیر کی خدمت میں ہوئی۔ اسی بنا پر شرح وصایائے حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ میں مذکور ہے کہ جب خواجہ اولیا کبیر نے بخارا میں وفات پائی تو آپ نے چار خلیفہ منتہی چھوڑے۔ ایک خواجہ دہقان قلتیؒ دوسرے خواجہ اولیا غریبؒ تیسرے خواجہ سوگانیؒ چوتھے خواجہ سلیمانؒ۔ یہ چار یار خواجہ اولیاءؒ کے طریقہ درویشی پر تھے۔ خواجہ اولیاء کبیر کی وفات کے بعد خواجہ دہقان قلتیؒ اُن کے جانشین ہوئے۔ جب خواجہ دہقان کا وصال ہو گیا تو خواجہ اولیاء غریب علیہ الرحمۃ

ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہوئے۔ اُن کے بعد خواجہ سوگانیؒ اور اُن کے بعد خواجہ سلیمانؒ بلحاظ خواجہ اولیاء کبیر سے خلافت پانے کے مشغول ہدایت رہے۔ آپ کے بعد خواجگان کے ارشادات اور مقامات کا سلسلہ شیخ سعید الدین غجدوانی قدس سرہٗ مصنف کتاب "مسلک العارفین" کے تفویض ہوا۔

قدسیہ۔ خواجہ سلیمان قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا کہ حدیث شریف میں جو وارد ہے کہ اَلْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْمٍ مخلصین خطر عظیم پر ہیں، یہ خطر عظیم کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اگر اس خطرے مراد خوف ہوتا تو ضرور تھا کہ خدمت میں حرف فی ہوتا حالانکہ حرف علیٰ ہے۔ یہ اس امر پر دلیل ہے کہ خطر عظیم کوئی بلند مقام ہے جو مخلصوں کے لئے مخصوص ہوگا جس کے لئے خوف لازم ہے۔ کیونکہ جو چیز آفتاب سے نزدیک تر ہوتی ہے اُسی قدر اُس میں حرارت آفتاب کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ ؎

نزدیکاں را بیش بود حیرانی ترجمہ ؎ مقربوں کو حیرانی زیادہ ہوتی ہے

خواجہ سلیمان قدس سرہٗ کی قبر کرمینہ میں ہے۔ جو ایک قصبہ ہے اور بہت سے قریوں کو شامل ہے۔ اور وہاں سے شہر بخارا تک گیارہ فرسنگ شرعی کی مسافت ہے۔

خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ کی وفات ۶۱۶ھ ہجری یا ۶۱۷ھ ہجری میں ہوئی۔

حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ کے حالات

آپ کا انتساب اس باریک طریقہ میں خواجہ عارف ریوگری قدس سرہٗ سے ہے آپ خواجہ عارفؒ کے تمام اصحاب اور طلبہ میں افضل اور اکمل ہیں۔ عارف باللہ خواجہ عارف کا وقت جب اخیر ہوا تو آپ نے خواجہ محمودؒ کو اپنا خلیفہ کیا۔ اور ہدایت خلق اللہ کی اجازت عطا فرمائی اور اپنے تمام مریدوں اور دوستوں میں سے آپ کو ذریعہ خلافت کے ممتاز فرمایا۔ آپ کا مقام ولادت موضع انجیر فغنہ ہے۔ جو علاقہ بخارا میں وابکنہ کا ایک گاؤں ہے۔ اور وابکنہ ایک قصبہ ہے جو چند قریوں اور مزرعوں پر شامل ہے۔ اور شہر سے تین کوس پر واقع ہے آپ وابکنہ میں مقیم اور مخلوق کو ہدایت کرتے رہے۔ ممکن ہے کہ آپ نے مقتضاء زمانہ اور مصلحت وقت کی بنا پر طالبوں کو ذکر جہر کرنے کے لئے حکم دیا ہو۔ اس سلسلہ میں آپ پہلے

شخص ہیں جنہوں نے ذکرِ جہر شروع کیا ۔

حضرت خواجہ عبدالخالق اور حضرت خواجہ عارف قدس سرہما نے ذکر جہر نہیں کیا۔ خواجہ اولیاء کبیر قدس سرہٗ نے خواجہ محمود انجیر فغنوی پر اعتراض کیا کہ اپنے پیر کے طریقہ کے خلاف ذکر جہر آپ نے کیوں اختیار کیا ہے۔ خواجہ محمود قدس سرہٗ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو حضرت پیر نے اخیر وقت میں یہ فرمایا کہ تم ذکر جہر کیا کرو ۔

قدسیہ۔ مولانا حافظ الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ اور حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے جدِ اعلےٰ تھے۔ رئیس العلما شمس الائمہ حلوائی قدس سرہٗ کے ارشارہ سے آئمہ اور علماءِ وقت کی ایک جماعت کے ساتھ بخارا میں حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی سے پوچھا کہ آپ ذکر جہر کس نیت سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تاکہ سویا ہوا بیدار ہو۔ اور غافل ہشیار ہو۔ اور راستہ پر آجائے اور شریعت و طریقت کی استقامت حاصل کرے۔ اور توبہ و انابت کی حقیقت کی طرف جو ہر ایک نیکی اور نیک بختی کی اصل ہے رغبت کرے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی نیت صحیح ہے۔ اور آپ کے لئے یہ شغل مناسب ہے لیکن ذکر جہر کی ایک حد مقرر کیجئے تاکہ حقیقت مجاز سے ممتاز اور بیگانہ یگانہ سے جدا ہو جائے۔ حضرت خواجہ محمودؒ نے فرمایا کہ ذکر جہر اس شخص کے لئے درست ہے کہ جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے اور اُس کا حلق لقمہ حرام اور شبہ سے پاک ہو اور اس کا دل صاف ہو۔ ریا و سُمعہ یعنی لوگوں کے دکھانے اور سُنانے اور اُس کا دماغ خالی ہو غیر بارگاہ الٰہی کی طرف توجہ کرنے سے ۔

ذرجہ۔ خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک درویش نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور اُن سے پوچھا کہ اِس زمانہ کے مشائخ میں ایسا کون بزرگ ہے جو استقامت کا مرتبہ رکھتا ہو۔ تاکہ دستِ ارادت سے اس کا دامن پکڑوں اور اس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اس صفات کے بزرگ خواجہ محمود انجیر فغنوی ہیں۔ خواجہ علی رامیتنیؒ کے بعض اصحاب نے کہا کہ وہ درویش خود خواجہ علی رامیتنی تھے۔ مگر اس وجہ سے اپنا نام نہ بتایا۔ کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے ۔

کرامت۔ ایک روز خواجہ علی رامیتنی قدس سرہٗ خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ کے تمام اصحاب کے ساتھ قریہ رامیتن میں ذکر میں مشغول تھے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک

بڑا مرغ سفید رنگ کا اُڑتا ہوا اِن سب کے سر پر سے گذر رہا ہے۔ جونہی وہ آپ کے سر پر سے گذر رہا ہے۔ جونہی وہ مُرغ آپ کے سر پر سے گذرا فصیح زبان سے بول اُٹھا کہ "اے علی مردانہ رہ"۔ سب ساتھی اس مرغ کو دیکھتے ہی اور اس کلمہ کو سنتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ جب اُن کو افاقہ ہوا تو خواجہ علی قدس سرّہ سے پوچھا کہ ہم نے جو کچھ اس وقت دیکھا اور سُنا اُس کی حقیقت کیا ہے۔ خواجہ علی قدس سرّہ نے فرمایا کہ خواجہ محمود انجیر فغنوی کو اللہ تعالیٰ نے وہ بزرگی عطا فرمائی ہے کہ آپ ہمیشہ اُس مقام میں" جہاں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہزاروں کلمات فرمائے" پرواز کرتے ہیں۔ آپ اس وقت خواجہ دہقان قلتی جو خواجہ اولیا کبیر کے پہلے خلیفہ ہیں۔ اُن کے ہاں تشریف لیگئے تھے۔ کیونکہ اُن کی وفات قریب آگئی ہے۔ اور خواجہ دہقان نے جناب ایزدی میں دعا کی تھی کہ میرے اس اخیر وقت میں اپنے دوستوں میں کسی کو بھیج کہ اس وقت مجھ کو مدد پہنچے۔ اس لیے خواجہ محمود کو حکم ہوا تھا کہ خواجہ دہقان کے پاس تشریف لیجائیں اور اُن کے اخیر وقت میں اُن کی مدد کریں ؎

چہ خوش است آں زمانے کہ بکشود کارِ آخر کہ اجل ز در درآید تو بسر رسیدہ باشی

خواجہ محمود قدس سرّہ کا مزار پُرانوار وابکنہ میں ہے۔ خلق اللہ آپ کی زیارت کرتی ہے۔ اور آپ کی قبر سے برکت حاصل کرتی ہے۔

حضرت خواجہ علی رامیتنی قدس سرّہ کے حالات

طریقت میں اُن ولایت مآب کا انتساب حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرّہ سے ہے۔ جب حضرت خواجہ محمود کی وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے خلافت کا کام خواجہ علی کے حوالہ اور اپنے تمام اصحاب کو آپ کے تفویض کیا۔ آپ کی پیدائش مقام رامیتن میں ہوئی جو ولایت بخارا میں ایک بڑا قصبہ ہے۔ شہر سے دو کوس پر واقع ہے۔ آپ خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ اور اُنہی کے ارشاد کی بنا پر حضرت خواجہ محمود کے مرید ہوئے۔ چنانچہ اس کا مختصر سا بیان ابھی گذر چکا ہے۔ آپ صاحب مقامات وکرامات اور مالک درجات و کمالات تھے۔ اتفاقات زمانہ کی وجہ سے قصبہ رامیتن سے شہر باورد میں تشریف لائے۔ اور ایک مدت تک یہاں مقیم رہے۔ مخلوق کو خدا تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرتے تھے۔ اور خلق اللہ

کے ارشاد و ہدایت کا مشغلہ رکھتے تھے۔ پھر عوارضِ زمانہ سے یاورد سے نکل کر شہر خوارزم میں آکر مقیم ہوئے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے۔ شہر خوارزم میں آپکا کاروبار بہت بلند ہوا۔ آپ بہت کچھ اخلاق پسندیدہ اور اوصافِ حمیدہ سے متصف تھے۔ بہت آدمی آپ کی مریدی اور نیازمندی میں داخل ہوئے۔ اہل خوارزم آپ کو خواجہ علی اوردی اور اہل بخارا شیخ علی رامیتنی اور صوفی آپ کو حضرت عزیزان کہتے ہیں۔ کیونکہ اثناء گفتگو میں آپ اپنے کو لفظ عزیزان سے تعبیر کرکے فرمایا کرتے تھے۔ کہ اسی وجہ سے آپ کو عزیزان کہتے ہیں۔

قدسیہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی قدس سرہٗ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے ہم عصر تھے انہوں نے ایک درویش کو آپ کی خدمت شریف میں بھیجا۔ اور یہ تین سوال آپ سے کئے ایک یہ آپ اور ہم آنے جانے والوں کی خدمت کیا کرتے ہیں۔ آپ دسترخوان میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔ مگر لوگ آپ سے راضی ہیں اور ہمارے شاکی اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے اس کا یہ جواب دیا کہ احسان رکھ کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور اُن کا احسان اپنے اوپر رکھ کر کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کیجئے کہ دوسری قسم والے لوگوں میں آپکا شمار ہو۔

دوسرا سوال یہ تھا کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپ کی تربیت خواجہ خضر علیہ السلام نے کی ہے اس کی کیا حقیقت ہے، آپ نے اس کا جواب یہ دیا کہ حق سبحانہٗ کے بندے اُسی ذات کے عاشق ہیں جس کے خضر عاشق ہیں۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ ہم نے سُنا ہے آپ ذکرِ جہر کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آپ نے جواب دیا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ آپ ذکر خفی کرتے ہیں پس آپ کا ذکر بھی جہری ہوا کہ مسموع ہوا۔

قدسیہ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے آپنے فرمایا کہ نکلنا (خودی سے) اور ملنا (حق سے)۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں اگر حضرت منصور علیہ الرحمۃ کے سولی چڑھاتے وقت کوئی ایک شخص بھی خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے موجود ہوتا تو منصور ہرگز دار پر نہ چڑھائے جاتے۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے ہم نشین ہو اگر خدا کی ہم نشینی نہیں کرسکتے ہو۔ تو اُس کے ہم نشین رہو جو خدا کی ہم نشینی رکھتا ہے۔ کیونکہ خدا کے ہم نشین کا ہم نشین خدا

کا ہمنشین ہے ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا گو نشیں اندر حضور اولیا

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس زبان سے دعا کرو جس سے کوئی گناہ نہ کیا گیا ہو یعنی دوستانِ حق کے سامنے تواضع اور نیاز مندی بجالاؤ تا کہ وہ تمہارے لئے دعا کریں ۞

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ عمل کرے اور سمجھتا رہے کہ اُس نے کچھ نہیں کیا اور وہ قصور مند ہے۔ اور چاہئے کہ عمل کرنا پیر سے حاصل کرے ۞

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو نیکوں کے پاس بیٹھیگا تو نیک ہو جائیگا۔ اور بدوں کے پاس بیٹھیگا تو بد ہو جائیگا ۞

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ تو اگر ایسے شخص کے ساتھ بیٹھے جو خدا کی یاد کو تجھ سے بُھلا دے۔ تو تو جان لے کہ وہ تیرا شیطان ہے۔ بصورتِ انسان ابلیس انسان ابلیس جن سے بد تر ہے۔ کیونکہ وہ پوشیدہ وسوسہ ڈالتا ہے اور یہ ظاہر ہو کر ؎

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت وز تو نرمید زحمتِ آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں میباش ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

ترجمہ رباعی

جس شخص کے پاس آپ بیٹھیں اور اُس کی صحبت سے آپ میں دلجمعی نہ پیدا ہو اور آب و گل کی کدورتیں دور نہ ہوں، اس شخص کی صحبت سے دور بھاگو ورنہ علی عزیزاں کی روح آپ کی اس غلطی کو معاف نہ کرے گی ۞

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ یارِ نیک کی صحبت کارِ نیک کی صحبت سے بہتر ہے۔ کیونکہ نیک کام تم کو تکبر اور پندار سے نہیں بچاتا۔ اور یارِ نیک تم کو صلاح و ثواب کا رستہ بتائیگا۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ خودی والے کے پاس مت بیٹھو۔ جو شخص خودی سے پاک ہو اُس کے پاس بیٹھو ۞

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے دور والے نزدیک ہیں۔ اور نزدیک والے دور۔ لیکن دور والے جو نزدیک ہیں وہ لوگ ہیں جو بظاہر بدن سے ہم سے دور ہیں اور دل و جان کے ساتھ ہم سے نزدیک ہیں۔ نزدیکانِ دور وہ لوگ ہیں کہ گو بظاہر ہماری صحبت میں ہیں

ل خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ۞ دہ چیز برون کن ز درون سینہ ۞ حرص و حسد و ظلم و حرام و غیبت ۞ بخل و طمع و حرص و ریا و کینہ

مگر دل و جان سے ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ بلکہ اُن کا دل و جان کاروبارِ دنیا اور حرص و ہوا میں مبتلا ہے۔ اگرچہ وہ بظاہر ہمارے ساتھ ہیں۔ مگر جان و دل اُن کا دوسری جگہ ہے ہمارے لئے دوران نزدیک بہتر ہیں نزدیکان دُور سے کیونکہ اعتبار دل و جان کی نزدیکی کا ہے۔ کہ آب و گل کی نزدیکی لائق اعتبار نہیں ہے ؎

گر در یمنی کہ با منی پیش منی　　　ور پیش منی کہ بے منی در یمنی

ترجمہ۔ اگر ملک یمن میں ہیں آپ مگر ہمارے خیال میں ہیں گویا کہ آپ ہمارے پاس ہیں اور اگر آپ ہمارے سامنے ہیں مگر ہمارے ہم خیال نہیں ہیں۔ تو گویا یمن کے ملک میں ہیں ٭

قدسیہ۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ بالغ شریعت کون ہے اور بالغ طریقت کون۔ آپ نے فرمایا کہ بالغ شریعت وہ شخص ہے جس سے منی نکلے۔ اور بالغ طریقت وہ شخص ہے جو منی یعنی خودی سے نکل جائے۔ درویش نے آپ کا یہ ارشاد سُن کر سر زمین پر رکھا آپ نے فرمایا کہ زمین پر سر رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جو چیز سر میں رکھتے ہو یعنی خودی اس کو زمین پر رکھو ٭

قدسیہ۔ آپ کے فرزند جانشین خواجہ ابراہیم قدس سرہٗ نے آپ سے پوچھا کہ اس کلمہ کے کیا معنے ہیں کہ فقیر خدا کا محتاج نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ فقیر اپنی حاجت کیلئے خدائے بزرگ و برتر سے سوال نہیں کرتا۔ کیونکہ خدائے عالم الغیب جب اُس کی حاجت کو جانتا ہے تو پھر اُس کو سوال کرنے کی کیا ضرورت ہے ٭

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ غنا بے نیازی ہے صفت اگرچہ مالداری کے مشابہ ہے مگر حقیقت میں بے نیازی فقیر کی صفت ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ کوئی شخص فقیر کو کوئی چیز دے اور وہ اس کو نہ لے۔ کیونکہ لینا اُس پر واجب نہیں ہے اور غنی اگر نہ دینا چاہے تو ممکن نہیں ہے کیونکہ دینا اس پر واجب ہے۔ بموجب آیت شریف وَآتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کرو زکوٰۃ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ اور خرچ کرو اس چیز کو جو ہم نے تم کو بطور روزی کے دی ہے ٭

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فقیر اگر ہاتھ میں کچھ نہ رکھتا ہو اور دل میں کسی چیز کا خواہاں ہو تو وہ فقیر اچھی صفات والا ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ فقیر میرا فخر ہے تو سچا ہے اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ نہ رکھتا ہو مگر دل میں کسی چیز کا خواہاں ہو تو وہ محلہ بھر کا فقیر ہے نہ کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی کرنے والا۔ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی

پیروی کرنے والا ہوتا تو وہ نہ دل سے کسی چیز کا خواہاں ہوتا اور نہ زبان سے۔ اور اگر فقیر ہاتھ میں کچھ چیز رکھتا ہو اور پھر اور کا طلبگار ہو تو وہ بری صفات والا فقیر ہے جس کی نسبت اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ "روسیاہی" ارشاد ہوا ہے۔ یہ اُسی کا مصداق ہے۔ اور حدیث شریف ہے، وَکَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا گر فقر کفر تک لیجاتا ہے، اُسی کی شان میں آئی ہے۔

قدسیہ۔ آپ کے فرزند ارجمند نے آپ سے پوچھا کہ یہ حدیث اَلْفَقْرُ سَوَادُ الْوَجْہِ فِی الدَّارَیْنِ وَکَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کہ فقیری دو جہان میں روسیاہی ہے اور فقر کفر سے قریب کرتا ہے۔ اس حدیث شریف کے کہ اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ فقر میرا فخر ہے مخالف ہے، اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ وہ دونوں حدیثیں اس فقیر کی شان میں ہیں جو مخلوق کی طرف متوجہ ہو۔ یعنی وہ درویش جو فقر کو خلق پر ظاہر کرے۔ اور خلق سے کچھ چاہے۔ اور اپنے فقر کو آلہ گدائی اور کمانے کا وسیلہ بنائے۔

قدسیہ۔ یہ طریقہ حقیقت میں خدائے پاک کی شکایت ہے اور دنیا میں رسوائی ہے اور حق سبحانہ کی شکایت کفر ہے اور روز آخرت کی روسیاہی ہے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کا ہاتھ غنی کے ہاتھ سے اونچا رہتا ہے۔ کیونکہ فقیر کا ہاتھ خدا کے ہاتھ کا نائب ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اَلصَّدَقَۃُ[1] تَقَعُ فِیْ کَفِّ الرَّحْمٰنِ قَبْلَ اَنْ تَقَعَ فِیْ کَفِّ الْفَقِیْرِ صدقہ رحمٰن کے ہاتھ میں جاتا ہے فقیر کے ہاتھ میں جانے سے پہلے۔ اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ خدا کا ہاتھ اُن کے ہاتھ کے اوپر ہے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ بندہ سے خطاب کرے کہ اے بندہ ہم سے کچھ طلب کر تو بندگی کی شرط یہ ہے کہ بندہ خدا سے سوائے خدا کے اور کچھ نہ مانگے کیونکہ جس نے خدا کو پایا اُس نے سب کچھ پالیا۔ اور جس نے سب کو پایا اور خدا کو نہ پایا۔ اُس نے کچھ بھی نہ پایا۔ ؎

گر کسے ہست در محبت چست — از خدا جز خدا نخواہد جست

ترجمہ۔ جو شخص کہ خدا کی محبت میں چست ہے وہ خدا تعالیٰ سے بجز خدا کے کچھ نہیں مانگتا۔

[1] اس کو امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

قدسیہ آپ کے فرزند خواجہ ابراہیم قدس سرہ نے آپ سے پوچھا کہ منصور علیہ الرحمۃ نے کہا اَنَا الْحَق میں حق ہوں اور بایزید علیہ الرحمۃ نے کہا کہ لَیْسَ فِی جُبَّتِی سِوَی اللہ میرے جُبّہ میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں ہے۔ اور یہ دونوں قول شرع شریف کے موافق نہیں ہیں پس منصور رحمۃ اللہ علیہ کو کیوں ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا۔ اور اُن کی خاکستر کو ہوا پر اُڑایا گیا۔ اور بایزید سے کچھ نہ کہا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ منصور نے پہلے اپنی ہستی کو پیش کیا۔ اپنے قول انا سے اس لئے اُن کو اُس کا اثر پہنچا۔ اور بایزیدؒ نے اپنی مستی کو آگے کیا اور لفظ نہیں کہا اس لئے وہ سلامت رہے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ عالم چالیسؔ سال تک طالب علمی میں مشغول رہتا ہے اور مدرسی کی تکلیفیں برداشت کرتا ہے اور اُستاد کی خدمت کرتا ہے جب کہیں اُس کو کچھ مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور عارف چالیس سال تک فقر و فاقہ میں گذارتا ہے اور اپنے نفس کو ریاضت اور مجاہدہ میں ڈالتا ہے اور بلاؤں اور محنتوں اور تکلیفوں میں خوش رہتا ہے۔ تاکہ خدا کی نظروں میں جگہ حاصل کرے۔ عالموں کو اُن کا علم عزت اور مرتبہ تک اور اہل فقر کو خدا تک پہنچاتا ہے۔ ہر درخت سے وہ میوہ نکلتا ہے جو اس میں مخفی ہوتا ہے ع

از کوزہ ہماں تراود کہ در وست۔ ترجمہ ہر برتن سے وہی چیز ٹپکتی ہے جو اس میں ہے

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر تو اگلی صف میں بیٹھے اور پچھلی صف والوں کے سے عاجزی کے خیالات رکھے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ پچھلی صف میں بیٹھے اور اگلی صف والوں کی نقل کرے۔ یعنی اگرچہ تو اپنی بزرگی اور مخدومی کے سبب مسندِ صدر نشین پر بیٹھنے کے لائق ہے تیرے صفات خادموں کے سے ہوں۔ اور اپنے آپ کو اپنے دل میں سب سے کم درجہ شمار کرے تو وہ اُس سے بہتر ہے کہ تو پچھلی صف میں بیٹھے۔ اور اپنے آپ کو مسندِ صدر نشینی کے قابل خیال کرے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ بندہ خدا نہیں ہو سکتا۔ مگر خدا کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص میں دلی تجرید کی صفت نہ ہو۔ وہ کسی مراد کو نہیں پہنچتا۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ تجرید معنوی کس چیز سے حاصل ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کہ ایثار سے پھر کہا گیا کہ ایثار کا نتیجہ کیا ہوتا ہے فرمایا کہ یعنی نیکی کیا گیا کہ کیا چیز ہے

آپ نے فرمایا کہ بِرّ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ اس آیت میں ذکر فرماتا ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ہرگز نہ پاؤ گے تم بہشت کو، یا دیدار الٰہی کو، یا شفاعت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا مغفرت حق سبحانہٗ تعالےٰ کو جب تک کہ تم ان چیزوں کو خرچ نہ کرو جن کو تم دوست رکھتے ہو۔ تَمَّ کَلَامُہُ الْمُقَدَّسُ آپ کا کلام یہاں تک ختم ہوا۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ کے کلمات کی شرح میں مذکور ہے کہ تجرید کے دو قسم ہیں صوری اور معنوی۔ تجرید صوری کی بھی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ کسی کے پاس ظاہر اموال و اسباب اور ملک و منصب اور مرتبہ اور اسباب اور مکانات اور باغ اور غلام اور لونڈیں اور اس قسم کی اور کوئی چیز موجود نہ ہو اور بظاہر وہ تعلقات دنیا سے آزاد ہو اور دل سے بھی وہ ان میں سے کسی چیز کا خواہاں نہ ہو۔ پس یہ پہلی قسم تجرید صوری کی ہے۔ تجرید صوری کی دوسری قسم یہ ہے کہ اشیاء مذکورہ میں سے کوئی چیز اس کے پاس نہ ہو مگر دل اس کا ان چیزوں کا خواہشمند ہو ایسی تجرید کسی کو نفع نہیں دیتی ہے۔ بلکہ ایسی تجرید والا شخص گدائے محلہ ہے اور وہ تجرید کہ درویش کے پاس کوئی چیز نہ ہو اور اس کا دل بھی اشیاء مذکورہ کا خواہشمند نہ ہو تو یہ اس کو فائدہ مند ہے۔ اور اس کو کشائش بخشے گی۔ اور بہت سے اسرار اس پر منکشف ہونگے تجرید معنوی یہ ہے کہ آدمی کا باطن تعلقات دنیا سے خالی ہو۔ کبر و حسد و بغض و کینہ و تکلف اور دکھلاوے اور جھوٹ اور غیبت اور خود بینی و خود آرائی اور تجمل اور تکلیف دہی۔ اور ظلم اور بد اندیشی وغیرہ برے صفات سے خالی ہو۔ بلکہ اس کا باطن تسبیح و تقدیس رحم و شفقت و علم و توکل و توحید و مراقبہ و مجاہدہ و مشاہدہ اور ذکر و فکر و طاعت و عبادت و صدق و اخلاص و محبت و ذوق وغیرہ نیک صفتوں سے متصف ہو۔ ایسی تجرید اس کو مقصود کا رستہ دکھلاتی ہے۔ جس کے بڑے بڑے نتائج ہیں۔ اور اگر کسی کے پاس املاک اور اسباب اور منصب و مرتبہ و مال وغیرہ سب چیزیں ہوں مگر اس کا دل ان چیزوں پر متوجہ نہ ہو اور ان چیزوں کی محبت سے اس کا دل خالی ہو۔ بلکہ ان چیزوں کو وصول بقا کا آلہ اور فنا فی اللہ کے حصول کا ذریعہ بناتا ہو تو یہ بھی تجرید معنوی میں داخل ہے۔ چنانچہ بہت سے ایسے انبیا اور اولیا گذرے ہیں کہ جن کے پاس بہت کچھ مال اور مرتبہ اور ملک و اسباب موجود تھے مگر ان کے لئے یہی چیزیں قرب حق تعالےٰ اور رضائے حق جل شانہٗ کے حصول کا سبب ہو گئیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس

ستر کتے سونے کے پٹے پہنے ہوئے تھے۔ جو آپ کی بکریوں کے چرواہے کے ساتھ ملکر حفاظت کیا کرتے تھے۔ اب اسی پر آپ کے دُوسرے املاک کا قیاس کیا جا سکتا ہے آپ نے اس تمام دولت کو راہِ خدا میں صرف کر دیا جس کے واقعات طویل ہیں ؛

اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھی ملک اور مال اور مرتبہ اور لشکر اور رُوئے زمین کی سلطنت تھی۔ مگر آپ کو یہ تمام چیزیں کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں۔ کیونکہ اُنکی ان چیزوں سے ذرا بھی دلبستگی نہ تھی ؛

اور خدائے عزوجل کی دی ہوئی چیزوں کو رد نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے تمام املاک اور اسباب کو آپ نے سعادت اخروی کا ذریعہ بنا لیا ؛

اور آپ بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے بلکہ آپ زنبیل بنکر اپنے کسی خادم کو بیچنے کے لئے دیتے تھے۔ اور اس کی قیمت سے اپنی بسر اوقات کیا کرتے تھے۔ یہ امر اس کی دلیل ہے۔ کہ آپ کے دل میں محبت مال اور مرتبہ کی نہ تھی ؛

اسی طرح سکندر ذوالقرنین علیہ السلام کی بھی سلطنت اور دولت نقصان نہ پہنچا سکی کیونکہ اُنہوں نے کسی چیز کی محبت کو اپنے دل میں راہ نہ دی تھی وہ اُن سب چیزوں کو خدا کی ملکیت سمجھتے تھے اس لئے اُنہوں نے درگاہِ حق تعالےٰ کا تقرب حاصل کیا ؛

اسی طرح شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ نہایت دولت اور حشمت والے تھے۔ اور بہت کچھ تکلفات رکھتے تھے۔ چنانچہ منقول ہے کہ آپ نے اپنے گھوڑوں کے نعل سونے کے بنوائے تھے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ جو کچھ آپ نے کیا ہے عین اسراف ہے آپ نے جواب دیا کہ سونا بھی دنیا کی ایک چیز ہے اور دنیا کا پاؤں کے نیچے رہنا بہتر ہے مقصود اس تمام گفتگو کا یہ ہے کہ یہ انبیا اور اولیا جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں بظاہر دنیادار تھے مگر تجرید معنوی اُن کو حاصل تھی۔ اس لئے اپنی مراد کو پہنچ گئے ؛

حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جس کسی کو تجرید معنوی حاصل نہ ہو وہ کسی طرح مقصود کو نہیں پہنچ سکتا ؛

قدسیہ ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے کسی نے اس حدیث شریف کے معنی پوچھے۔ تُسَافِرُوْا تَصِحُّوْا وَاغْتَنِمُوْا (سفر کرو صحت پاؤ گے اور اس کو غنیمت جانو) آپ نے ارشاد فرمایا کہ سفر کرو اپنی خودی سے وجودِ حق تعالےٰ کی طرف تو صحت

پاؤ گے حوادثِ حدوث سے اور اُس کو غنیمت جانو۔ جب تم اپنے نفس کے عالمِ صحرا میں سفر کرو گے اور ہر مقام کی ہوائے لطیف حاصل کرو گے تو اپنے وجود کی صحت حاصل کرلو گے۔ پس شک اور شبہ کے مرض سے اور ریا اور مکاری اور حرص و امید و بغض و کینہ و حسد و نفاق و بخل و کبر و عجب و خود پسندی و خود نمائی و بد اندیشی و آزار و ستم اور تمامی بُرے اخلاقوں کے رنجوں سے اس سفر کی وجہ سے رہائی پاؤ گے۔

پس ایسی صحت کو غنیمت سمجھو اور عمر چند روزہ کو طاعت اور عبادت میں صرف کرو۔

قدسیہ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے کسی نے پوچھا کہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مرد تین طرح کے ہوتے ہیں۔ پورا مرد، اور آدھا مرد، اور نامرد۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پورے مرد کی صفت کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وہ ایسے مرد ہیں جن کو خدا کی یاد سے تجارت اور خرید و فروخت غافل نہیں کرسکتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی یہی حال وارد تھا جس کو آپ نے بیان فرمایا ہے کہ تَنَامُ[1] عَيْنَايَ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا۔

اور آدھا مرد وہ ہے جس کے شغل میں ذکر قلبی کی بھی لذت آتی ہو۔ مگر وہ اتنی ہی بات پر قانع ہو گیا ہو۔ یعنی یہ کیفیت کہ جب تک اس کی زبان ذکر میں مشغول رہے اُس کا دل بھی اُس ذکر سے لذت پاتا رہے۔ اور جب وہ ذکر کو چھوڑ دے تو دل بھی ذکر سے باز رہ جائے۔

اور نامرد وہ ہے جو منافق ہو۔ یعنی ذکر کرے۔ مگر خدائے تعالیٰ کے لئے نہ کرے۔

قدسیہ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ[2] اَخْلَصَ لِلّٰهِ تَعَالٰى اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيْعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ۔ جو شخص چالیس دن صبح کو خاص خدا کیلئے پورے اعتقاد کے ساتھ دل سے بے غش و غل روح کی آگاہی اور یقین کی درستی اور پوری توجہ اور رجوع سے خدا تعالیٰ کے لئے عبادت کرے نہ کسی اور غرض سے تو حکمت کے چشمے اُس کے دل سے نکل کر اس کی زبان

۱؎ صحیح مسلم اور صحیح بخاری نے اس کو باسناد صحیح نقل کیا ہے ۱۲ ۲؎ حصن حصین میں نقل کیا ہے ۱۲

پر جاری ہو جائینگے۔ بہت لوگوں نے اس پر عمل کیا مگر کسی یہ بات حاصل نہ ہوئی۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وہ لوگ اس راستہ میں سچے نہ تھے اور ان کا مقصود چالیس صبح کی بیداری سے بھی تھا کہ حکمت کے چشمے اُن کے دل سے اُن کی زبان پر آجائیں۔ خالصاً خدائے تعالےٰ اُن کا مقصود نہ تھا۔ اس لئے اُن کا مقصد حاصل نہ ہوا +

قدسیہ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالےٰ نے روز ازل میں تمام آدمیوں کی ارواح سے خطاب کر کے فرمایا کہ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ ارواح نے جواب دیا کہ بَلیٰ بیشک تو ہمارا رب ہے ، پس قیامت کے دن جب تمام موجودات فنا ہو جائینگے سوائے ارواح اور اُن چیزوں کے جن کو اللہ تعالےٰ چاہیگا۔ اللہ تعالےٰ اس روز خطاب فرمائیگا۔ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ آج ملک کس کا ہے اُس وقت کسی کو جواب دینے کی مجال نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ خدائے تعالےٰ خود ہی جواب دیگا کہ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ خدائے یکتا قہار ہی کے لئے مملکت ہے ، حالانکہ چاہئے تھا کہ جس طرح ازل میں ارواح نے قول الست کا جواب دیا تھا اسی طرح قیامت میں بھی جواب دے دیتیں کہ خدائے واحد وقہار کے لئے حکومت ہے ، وہ خاموش کیوں ہیں۔ حضرت عزیزانؒ نے جواب دیا کہ روز ازل تمام احکام شرعیہ کے تکالیف کے قرارداد کا دن تھا۔ اس لئے ارواح نے بلیٰ کہا۔ مگر روز آخرت احکام شرعیہ کی تکالیف کے اٹھا دینے اور ظہور حالات حقیقی اور مشاہدہ عالم کبریا کی ابتدا کا دن ہے۔ اس کے علاوہ اپنے اعمال کی خجالت اور حیرت اور وحشت ایسی رہیگی کہ دم مارنے کی قدرت نہ ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ خود ہی ارشاد فرمائیگا کہ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ خدائے یکتا وزبردست ہی کے لئے مملکت ہے +

قدسیہ۔ ایک شخص حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ میرے حال پر توجہ فرمایا کیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ بازار کو جاؤ اور ایک لوٹا خرید کر بطور تحفہ کے ہمارے پاس پیش کرو۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جب اس لوٹے پر میری نظر پڑے گی تو تو بھی میرے پیش نظر ہو جایا کرے گا +

قدسیہ۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی خدمت میں ایک جماعت عقلمند ونکتہ فہم حاضر ہوئی۔ اور آپ کی صحبت میں شریک ہوئی۔ اثناء کلام میں اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ علما پوست ہیں اور فقرا مغز۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مغز پوست کی حمایت میں

رہتا ہے ❖

قدسیہ ایک روز حضرت عزیزان قدس سرہ مراقبہ میں مشغول تھے۔ اتنے میں ایک مدعی آیا اور اُس نے بطور امتحان کے آپ سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے؟ آپنے فرمایا کہ اکھیڑنا اور ملنا یعنی غیر سے اکھیڑنا اور حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ملنا ہے

(۱) تا بر نکنی ز غیر حق دل — ہرگز نہ شوی بدوست واصل

(۲) بگسل ز علائق خلائق — چندانکہ شوی بدوست لائق

(۳) چوں پاک شوی ز چرک دنیا — بینی عقبات راہ عقبیٰ

(۴) ہر عقبیٰ کہ پیش تو بیاید — دانی کہ دراں چہ چارہ باید

(۵) چوں چارہ کار خویش دانی — خود را بخدائے خود رسانی

ترجمہ

(۱) جب تک تو غیر حق سے اپنے دل کو برداشتہ نہ کریگا۔ ہرگز دوست سے واصل نہ ہو سکے گا ❖

(۲) خلق کے علاقوں سے ٹوٹ کر دوست کے ملنے کے لائق ہو ❖

(۳) جب تو دنیا کی لوث سے پاک ہو جائیگا۔ تو تجھ کو راہ عقبیٰ کی منزلیں نظر آئینگی ❖

(۴) جب کوئی منزل تیرے سامنے آئیگی۔ تو اس کی تدبیر کرسکیگا ❖

(۵) جب تو اپنے چارۂ کار (تدبیر) کو جان لیگا۔ اپنے کو خدا تک پہنچا سکے گا ❖

قدسیہ ایک شخص نے راہ انکار سے آپ کی شان میں کہا کہ عزیزان ایک بازاری ہے یعنی سوت کی خرید و فروخت کیلئے بازار میں پھرتا رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یار عزیزان یعنی خدائے تعالیٰ کو زاری بہت پسند ہے پس عزیزان کیونکر بازاری نہ بنے یعنی درگاہِ الٰہی میں زاری اور بکا اور درد و سوز و نیاز اور مسکینی کی بڑی چاہت ہے ہے

در خانۂ عشق سلطنت نیست — جز درد و نیاز و مسکنت نیست

ہر کسے کہ بود نیازمند تر — کارش ز ہمہ بود بلند تر

ترجمہ عشق کچھ خانہ سلطنت تو نہیں ہے۔ اس میں سوائے درد و نیاز اور مسکنت کے اور کیا ہے۔ جو شخص جتنا زیادہ نیازمند ہو۔ اسی قدر اس کا مرتبہ زیادہ بلند ہوتا ہے ❖

کرامت حضرت عزیزان قدس سرہٗ شہر خوارزم میں شام کو سوت بیچنے واسطے

بازار میں جاتے تھے اور جن فقیروں کا سُوت نہ بکتا تھا اُن کا سارا سُوت خرید کر گھر لے آتے اور چالیس گز کرباس (نام جامہ) اس طرح سے بُن لیتے تھے۔ کہ خود گھر کے ایک کونہ میں بیٹھ کر مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔ اور وہ چالیس گز کرباس بغیر اس کے کہ آپ کا ہاتھ لگے خود بخود تیار ہو جاتا تھا۔ جیسے کہ حضرت حسین بن منصور قدس سرہٗ کے بارہ میں منقول ہے۔ کہ آپ نے ایک نداف کو اپنے کسی کام کے لئے بھیجا اور خود اُس کے گھر میں بیٹھے اور آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا۔ سب دانے روئی کے جدا ہو گئے اُن کا اس کرامت کی وجہ سے حلاج یعنی نداف نام مشہور ہو گیا۔ اور اسی طرح حضرت عزیزان کا نساج لقب رکھا گیا ؂

چنانچہ حضرت مولٰنا رومی قدس سرہٗ نے اشارہ کیا ہے ؎

گرنہ علمِ حال فوقِ قال بودے کے شدے　　بندہ اعیانِ بخارا خواجہ نساج را

علم حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سردارانِ بخارا خواجہ نساج کی کس طرح غلامی اختیار کرتے ؂

ممکن ہے کہ اُس کرباس کو مردانِ غیب یا مسلمان جنات جو آپ کے مرید تھے یا فرشتے حکمِ الٰہی سے بُن دیتے ہوں۔ یا بغیر ان تمام اسباب کے وہ کپڑا بنا جاتا ہو جن کو ہم نہیں جان سکتے ہیں۔ پس حضرت عزیزان قدس سرہٗ اُس کرباس کو بازار لے جاتے اور فروخت کرتے اور جو کچھ نفع اس سے حاصل ہوتا اُس کے تین حصے تقسیم کرتے ایک حصہ علماء پر صرف کرتے دوسرا حصہ فقرا پر تیسرا حصہ اپنے اہل وعیال پر ؂

کرامت۔ حضرت سید آتا قدس سرہٗ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے ہمعصر تھے اور دونوں میں کبھی کبھی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ شروع میں حضرت سید آتا کو حضرت عزیزان سے صفائی نہ تھی۔ ایک روز سید آتا سے آپ کی جناب میں بے ادبی ہو گئی۔ اتفاقاً اسی زمانہ میں ترکوں کی ایک جماعت صحرا کی طرف سے حملہ آور ہوئی اور سید آتا کے لڑکے کو قید کر کے لے گئی۔ سید آتا کو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اُس بے ادبی کی وجہ سے ہوا جو حضرت عزیزان کی خدمت میں سرزد ہوئی۔ پس معافی چاہنے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت عاجزی کے ساتھ آپ کی دعوت کی اور قبولیت کے امیدوار ہوئے۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے آپ کی غرض پر آگاہ ہو کر اس کو قبول فرمایا۔ اور دعوت میں اُن کے یہاں تشریف فرما ہوئے۔ اس مجلس میں سب بڑے بڑے علماء اور مشائخ وقت موجود تھے حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہٗ اُس وقت نہایت کیف کے عالم میں تھے جب خادم نمک دان لایا اور دستر خوان بچھایا اُس وقت

حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے فرمایا کہ عزیزان انگلی نمکدان میں نہیں ڈالیگا۔ اور ہاتھ کھانے تک نہیں لیجائیگا جب تک کہ فرزند سیداتا اس دسترخوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ پھر آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا۔ سب حاضرین آپ کے فیضان کلام کے ظہورِ اثر کے منتظر ہوئے۔ اُسی وقت سید آتا کا فرزند گھر میں آپہنچا۔ یکبارگی مجلس میں شور بلند ہوا۔ اور لوگ حیران ہو گئے۔ اور ترکوں کی جماعت کے فیصلہ سے اُس کی رہائی کی کیفیت دریافت کی۔ اُس نے کہا کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا ہوں کہ میں اس وقت جماعتِ ترکان کے ہاتھ قید تھا۔ اور وہ مجھ کو مقید کر کے اپنے ملک کو لیجا رہے تھے اور اب میں اپنے آپ کو آپکے پاس دیکھ رہا ہوں۔ تمام اہل مجلس کو یقین ہو گیا کہ یہ تصرف حضرت عزیزان کا ہے ۔

کرامت۔ ایک روز ایک مہمان عزیز خواجہ عزیزان قدس سرہٗ کے مکان پر آیا۔ اور اُس وقت آپکے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ اس لئے وہ مسافر بہت انتظار کر کے باہر نکلا۔ فوراً ہی ایک لڑکا جو کھانا فروخت کیا کرتا تھا اور وہ حضرت کے معتقدوں میں سے تھا معہ ایک خوان کے جو کھانے سے بھرا ہوا تھا پہنچا۔ اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپکو اُس لڑکے کا اس وقت کھانا لیکر آنا نہایت پسند آیا۔ اور بڑی خوشنودی کا باعث ہوا۔ بالآخر مہمان کو کھانا کھلایا۔ پھر اس لڑکے کو طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ نہایت پسندیدہ خدمت تجھ سے ادا ہوئی۔ تیری جو مراد ہو وہ تو مانگ انشاء اللہ تعالےٰ پوری ہوگی۔ لڑکا نہایت عقلمند اور ہوشیار تھا۔ اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایسا ہو جاؤں جیسے کہ آپ ہیں۔ حضرت عزیزان نے فرمایا کہ یہ نہایت مشکل امر ہے اور تجھ پر اس کا بارِ عظیم پڑ جائیگا جس کے کھینچنے کی تجھ میں طاقت نہیں ہے۔ لڑکے نے بہت کچھ عاجزی کی اور کہا میری مراد اور میرا مقصد تو یہی ہے۔ اس کے سوا میری کچھ اور آرزو نہیں ہے حضرت عزیزان نے فرمایا کہ ایسا ہی ہو جائے گا۔ پس آپ اُس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خاص میں لے گئے اور آپنے اس پر توجہ ڈالی۔ ایک ساعت میں حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی تشبیہ اُس پر وارد ہوئی۔ اور وہ فوراً ہی بصورت و سیرت ظاہراً و باطناً حضرت عزیزان ہو گیا۔ اور بعینہٖ بلا کسی فرق کے مثل خواجہ عزیزان بنگیا۔ اس کے بعد کم و بیش چالیس دن تک وہ لڑکا زندہ رہا۔ بالآخر اس بارِ گراں کی طاقت نہ لا سکا۔ اور مر گیا ۔

کرامت۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے باشارۂ غیبی ولایت بخارا سے خوارزم کا ارادہ فرمایا۔ اور آپ خوارزم کے شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچکر ٹھہر گئے۔ اور درویشوں سے

خوارزم کے پاس کہلا بھیجا کہ یہ فقیر آپ کے دروازہ پر آیا ہوا ہے۔ اور ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر آپ کی مصلحت مانع نہ ہو تو شہر میں داخل ہو ورنہ واپس ہو جائے۔ اور ان درویشوں سے آپ نے یہ بھی فرما دیا تھا کہ اگر بادشاہ اجازت دے تو بادشاہ کی مُہر بھی بطور نشانی کے اس پر کرا لاؤ۔ جب وہ فقیر بادشاہ کے پاس گئے اور جو کچھ حضرت عزیزان نے فرمایا تھا بادشاہ سے کہدیا۔ تو خوارزم شاہ اور اُس کے ارکانِ دولت ہنسنے لگے اور کہا کہ یہ درویش سادہ اور نادان ہیں۔ پس مذاق اور دل لگی سے حضرت خواجہ عزیزان قدس سرّہٗ کی خواہش کے مطابق اجازت نامہ لکھ کر مُہر بادشاہی اُس پر ثبت کر کے درویشوں کے حوالہ کر دیا۔ وہ درویش اُس کو لے کر حضرت عزیزان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بادشاہی فرمان پہنچایا۔ اُس وقت حضرت عزیزان قدس سرّہٗ نے قدم مبارک شہر میں رکھا۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور طریقہ حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے شغل میں مشغول ہوئے۔

آپ صبح کے وقت مزدوروں کی تلاش میں اُن کے قیام گاہ پر جاتے اور روزانہ ایک دو مزدوروں کو گھر لے آتے۔ اور اُن سے فرماتے کہ پوری طرح وضو کرو اور دوسرے وقت کی نماز تک ہمارے ساتھ رہو۔ اور ذکر کرو پھر اپنی مزدوری ہمارے سے لو اور چلے جاؤ لوگ نہایت شکریہ سے آپ کی صحبت کو قبول کرتے اور جب ایک دن اس طریقہ سے گذر جاتا۔ تو حضرت عزیزان قدس سرّہٗ کے اثر صحبت اور کمال تصرّف و کرامت سے اُن میں ایسے اوصاف پیدا ہو جاتے کہ آپ کی جدائی کی طاقت اُن میں نہ رہتی۔ تھوڑی مدت کے بعد اس ملک اور اطراف کے اکثر لوگ حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اور عالموں اور طالبوں کا اژدہام کثرت کے ساتھ آپ کی خدمت میں ہونے لگا یہ خبر خوارزم شاہ کو پہنچی کہ ایک شخص اس شہر میں ایسا ظاہر ہوا ہے کہ اکثر لوگ اس کے ارادت میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور اسکی خدمت کے لئے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ خوارزم شاہ کو خیال پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو۔ کہ اُس کے معتقدین کی کثرت اور جماع سے ملک میں کوئی خلل اور فتنہ پیدا ہو اور کوئی فساد ایسا برپا ہو جائے کہ جس کا پھر انسداد نہ ہو سکے بادشاہ اس وہم میں گرفتار ہو کر حضرت کو شہر خوارزم سے نکال دینے کے درپے ہوا۔ حضرت عزیزان قدس سرّہٗ نے ان دونوں درویشوں کو بادشاہ کا اجازت نامہ مہر شاہی سے ثبت کیا ہوا دے کر خوارزم شاہ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہم تمہاری اجازت سے اس شہر میں آئے تھے۔ اگر تم اپنے عہد کو توڑتے ہو تو ہم ابھی

یہاں سے چلے جائیں گے۔ بادشاہ اور اُس کے ارکان دولت اس واقعہ سے نہایت شرمندہ ہوئے۔ اور حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی اس دُور بینی کے معتقد ہو گئے۔ پس حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے مریدوں کے گروہ میں داخل ہوئے۔

کرامت۔ حضرت عزیزان قدس سرہٗ کے دو فرزند تھے ایک خواجہ محمد جو خواجہ خورد کے نام سے مشہور تھے۔ کیونکہ حضرت عزیزان کے اصحاب حضرت عزیزان کو خواجہ بزرگ کہتے تھے۔ اور خواجہ محمدؒ کو خواجہ خورد۔ دُوسرے فرزند خواجہ ابراہیم جنہوں نے اپنے پدر بزرگوار کے مقامات کو ایک رسالہ میں جمع کیا۔ اور اس کتاب میں اکثر وتحات انمسی کے منقول ہیں۔ جب حضرت کا زمانۂ وفات قریب ہوا خواجہ ابراہیم کو اجازت اور خلافت عطا فرمائی۔ بعض اصحاب کے دل میں خطرہ گذرا کہ حضرت کے بڑے فرزند کے ہوتے ہوئے جو عالم اور عارف ہیں خواجہ ابراہیم کو جو چھوٹے فرزند ہیں ہدایت خلق کیلئے کیوں پسند فرمایا گیا۔ حضرت عزیزان کو اُن کے اس خطرہ پر اپنی کرامت سے آگاہی ہوئی۔ اور ارشاد فرمایا کہ خواجہ محمد ہمارے بعد انسا زندہ نہ رہینگے اور قریب زمانہ ہم سے ملاقات کرینگے۔ چنانچہ حضرت کے ارشاد کے مطابق واقع ہوا۔ خواجہ محمدؒ کی انیس ۱۹ روز بعد وفات حضرت عزیزان کی بروز دوشنبہ وقت چاشت ۲۷ ذی الحجہ ستر سال کی عمر میں ۷۱۵ھ ہجری میں وفات ہوئی۔ اور خواجہ ابراہیم نے بھی اُنہیں مہینوں میں ۷۹۳ھ ہجری میں وفات پائی۔ حضرت عزیزان کی عمر شریف ایکسو بیس سال کی ہوئی۔ آپ کی وفات روز دوشنبہ بین الصلوٰتین ۲۸ ماہ ذی الحجہ ۷۱۵ھ ہجری میں ہوئی۔ چنانچہ ایک عزیز نے آپ کی تاریخ وصال کہی ہے ؎

ہفت صد پانزدہ ہجرت بُود	بست و ہشتم زماہِ ذی القعدہ
کاں جنیدِ زمان و شبلی عصر	زیں جہاں رفت در پس پردہ

آپ کی قبر مبارک خوارزم میں مشہور و معروف اور عوام و خواص کی زیارت گاہ ہے۔ حقیر جامع حضرات القدس نے حضرت عزیزان کی دو تاریخ وصال اس طرح سے پائی ہیں :۔

(۱) قدوۂ گروہ صوفیہ بود (۲) بحر الاسرار بود ؎

پوشیدہ نہ رہے کہ دوسرے خلیفہ خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہٗ کے میر حسین وابکنی ہیں۔ اور ان کو میر خورد کہا جاتا ہے۔ خواجہ علی رامیتنی اور میر حسین وابکنی دونو خلیفہ خواجہ محمود کے تھے اور دونوں حضرت کی وفات کے بعد زندہ رہے۔ میر حسین قدس سرہٗ

بھی اپنے زمانہ کے بڑے بزرگ تھے۔ اور طالبانِ الٰہی اور احباب کے مرجع تھے اور میر خورد کی قبر قصبۂ وابکنہ میں ہے اور میر خورد میر حسین کے برادر بھی اصحاب خواجہ محمودؒ سے ہیں۔ لیکن خلافت اور نیابت کا کام خواجہ علی اور میر حسین قدس اللہ اسرار ہما کے سپرد تھا۔

حضرت خواجہ محمدؒ بابا سماسی قدس سرّہٗ کے حالات

طریقت میں آپکا انتساب حضرت عزیزان قدس سرّہٗ سے ہے آپ اُن حضرت عزیز ابوجؒ کے اکمل اصحاب اور خلفا سے ہیں۔ آپ کی جائے پیدائش اور جائے وفات قریہ سما میں ہے جو علاقہ رامیتن میں ایک گاؤں ہے۔ اور رامیتن سے ایک کوس دور اور بخارا سے تین کوس پر واقع ہے۔ جب حضرت عزیزان کا وقت وصال قریب آیا تو آپ نے خواجہ بابا سماسیؒ کو اپنے اصحاب میں سے منتخب فرمایا اور اپنی خلافت اور نیابت کے لئے مستعد گیا۔ اور تمام اصحاب کو حضرت بابا کی پیروی اور صحبت کے لئے حکم دیا حضرت بابا کی محویت اور استغراق کی یہ حالت تھی کہ آپکا باغ جو قریہ سماس میں واقع تھا اُس میں آپ کبھی جاتے تھے اور وہاں کے انگوروں کی شاخوں کو اپنے دستِ مبارک سے تراشتے تھے۔ تو غلبۂ حال اور فوت غیبت کی وجہ سے اندازہ سے زیادہ آپکا دست مبارک شاخوں پر جاتا۔ اور آپ پر بیخودی طاری ہو جاتی۔ یہ غیبت اور بے خودی ایک مدت تک رہتی تھی۔ اور اس حالت سے افاقہ پانے کے بعد پھر آپ شاخ انگور کاٹنے میں مشغول ہو جاتے تھے۔ پھر وہی حالت اور کیفیت آپ پر غلبہ کرتی اور بے خود کر دیتی۔ اور متعدد بار اسی طرح سے ہوتا رہتا تھا۔

کرامت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرّہٗ حضرت خواجہ کے فرزند قبولی ہیں۔ آپ شاہ نقشبند کی ولادت سے پہلے جب محل کوشکِ ہندوان سے گذرتے تو فرماتے کہ اس خاک سے ایک مردِ خدا کی خوشبو آتی ہے۔ اور بہت جلد یہ کوشکِ ہندوان قصرِ عارفان بن جائیگا۔ جب یہ وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبو اور زیادہ ہوگئی ہے۔ غالباً وہ مردِ خدا پیدا ہو گیا ہے۔ اس وقت حضرت خواجہ نقشبندؒ کی ولادت کے تین روز گذر چکے تھے۔ آپکے جدّ امجد آپ کو حضرت خواجہ بابا قدس سرّہٗ کی نظر کیمیا اثر میں لیکر حاضر ہوئے۔ آپنے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے اور ہم نے اس کو اپنی فرزندی میں قبول کیا ہے۔ پھر آپنے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مردِ خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی۔ اور

عنقریب یہ لڑکا اپنے وقت کا مقتدا ہو گا۔ پھر آپ نے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ میرے فرزند بہاؤالدین کی تربیت کرنے میں اگر تم کوئی کمی کرو گے تو مَیں تم کو معاف نہ کرونگا۔ خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ فوراً اُٹھ کھڑے ہو گئے اور نہایت ادب سے ہاتھ سینہ پر باندھ کر حضرت کیا کہ مَیں اگر ان کی تربیت میں کمی کرونگا۔ تو مَیں مرد نہیں ہوں +

کرامت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میری شادی کا زمانہ قریب آیا تو میرے جد بزرگوار نے مجھ کو حضرت باباسماسی قدس سرہٗ کی خدمت میں بھیجا تاکہ آپ کی قدمبوسی کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ جائے۔ جب مَیں آپ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کی کرامت یہ دیکھنے میں آئی۔ کہ اسی رات مجھ میں تصرف پیدا ہو گیا تھا مَیں اُٹھا اور آپ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی اور سر سجدہ میں رکھا۔ اُس وقت میری زبان سے یہ نکلا۔ کہ اے خدا اپنی بلاؤں کے اُٹھانے کی طاقت مجھ کو عطا فرما۔ اور اپنی محبت کی محنت کی برداشت مجھ کو دے۔ جب مَیں صبح کو حضرت بابا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے فرزند یہ دعا کرنی چاہیئے کہ اے خدا جو کچھ تیری مرضی ہو اس پر قائم رہنے کی اِس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے توفیق عطا کر۔ اور خدا اے بزرگ و برتر کی مرضی بھی یہی ہے کہ بندہ بلا میں مبتلا نہ ہو۔ اور اگر اللہ تعالےٰ اپنی حکمت سے اپنے کسی دوست پر کوئی بلا نازل کرتا ہے تو اُس کو برداشت کی طاقت بھی عطا فرماتا ہے۔ اور اُس کی مصلحت کو بھی ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنی خواہش سے بلا کو طلب کرنا مشکل ہے۔ اس لئے گستاخی نہیں کرنی چاہیئے +

کرامت۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ کہ جس روز حضرت بابا میری دعوت کو قبول فرما کر میرے مکان کو تشریف لیچلے پہلے اپنے گھر سے کھانا طلب فرما کر تناول کیا اور ایک روٹی مجھے عطا فرمائی میرے دل میں خیال گذرا کہ یہاں سیر ہو کر کھانا کھا لیا ہے اور ابھی تھوڑی دیر میں ہم مکان پر پہنچ جائینگے یہ روٹی میرے کس کام آئے گی۔ آپ نے میرے اس خطرے سے آگاہ ہو کر فرمایا کہ اے فرزند اس روٹی کو حفاظت سے رکھو کام آئے گی۔ مَیں نے اُس کو حفاظت سے رکھ لیا۔ آپ روانہ ہوئے۔ اور مَیں نہایت نیازمندی کے ساتھ آپکے ہمراہ ہو گیا۔ اثناءِ راہ میں میرے باطن میں کوئی کمی یا خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت کر۔ جب آپ باغ جوی مولیاں میں پہنچے تو ایک مخلص کے مکان پر آپ ٹھیر اکرتے تھے

اس مرتبہ بھی جب حضرت قدیم وہاں تشریف فرما ہوئے۔ اُس مخلص نے نہایت بشاشت اور نیازمندی کا اظہار کیا۔ آپنے ایک ضعیفہ کو جو گھر میں سے بے قرار نکلی تھی دیکھ کر فرمایا کہ صحیح صحیح حال بیان کر۔ اُس نے عرض کیا کہ دودھ تو اس وقت موجود ہے روٹی نہیں ہے۔ ہر چند جستجو کر رہی ہوں دستیاب نہیں ہوئی۔ تاکہ روٹی اور دودھ آپ کی خدمت میں حاضر کرسکوں۔ آپنے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ وہ روٹی دو کہ اس نیازمند کا دل مطمئن ہو۔ اے فرزند تم نے دیکھا کہ بالآخر وہ روٹی کام آئی +

حضرت خواجہ قدس سرہ سے اسی طرح اور بھی کرامتیں راستہ میں مشاہدہ ہوتی رہیں اور مجھ کو ان کرامتوں کے دیکھنے سے اور بھی آپکے ساتھ اعتقاد بڑھتا گیا +

واضح ہو کہ حضرت عزیزان قدس سرہ کے خلفا میں حضرت بابا سماسی کے بعد ایک تو حضرت خواجہ خورد ہیں جو حضرت عزیزان کے بڑے صاحبزادہ تھے جن کا بیان اوپر گذر چکا ہے اور دوسرے خلیفہ خواجہ محمد کلاہ دوز ہیں جن کی قبر ولایت خوارزم میں ہے اور تیسرے خلیفہ محمد صلاح ہیں اور ان کی قبر ولایت بلخ میں ہے اور چوتھے خلیفہ محمد باوردی ہیں جن کی قبر خوارزم میں ہے۔ قدس اللہ اسرارہم +

حضرت سید شمس الدین خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ کے حالات

اس صاحب ولایت کا انتساب اس طریقہ میں حضرت بابائے سماسی قدس سرہ سے ہے آپ سید[1] صحیح النسب اور نہایت شریف اور نجیب خاندان سے تعلق رکھتے ہیں آپ کی پیدائش اور وفات کی جگہ قریہ سوخارہ ہے اور آپ کوزہ گری کا شغل رکھتے تھے بخارہ کی زبان میں پیشہ کوزہ گری کرنے والے کو کلال کہتے ہیں +

حضرت امیر کلال قدس سرہ ابتدا جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے ایک روز حضرت بابا سماسی کا گذر حضرت امیر کی کشتی کے اکھاڑہ تعلیم اپر ہوا اور بہت دیر تک آپ معرکہ کشتی کو ملاحظہ

[1] آپکا سلسلہ نسب یہ ہے کہ سید شمس الدین خواجہ امیر کلال بن امیر حمزہ بن امیر یعقوب بن اسمٰعیل بن عمر غوث بن عبدالمنان بن قیام الدین بن رکن الدین بن نورالدین بن عبدالخالق بن علیم اللہ بن شیخ بقا بن عبدالوہاب بن شمس الدین بن ابو اسحٰق بن ابوالحسن حمیدالدین بن حامد بن محمود بن احمد بن عبدالقادر بن حسین احمد بن قاسم بن زین العابدین ثانی بن محمد صالح بن امام جواد بن امام علی موسیٰ رضا بن امام موسےٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین ابن حضرت فاطمۃ الزہرا و حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین +

کرتے رہے حضرت بابا کے بعض اصحاب کے دل میں خطرہ گذرا کہ آپکے بدعتیوں کے اس معرکہ کی طرف متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے۔ حضرت بابا نے اس خطرہ سے آگاہ ہوکر فرمایا کہ اس معرکہ میں ایک مرد ہے جس کی صحبت سے بہت سے لوگ درجہ کمال کو پہنچینگے۔ اُس پر ہماری نظر ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ اُس کو خود شکار کروں۔ اس اثنا میں امیر کی نظر خواجہ کے روئے مبارک پر پڑی اور حضرت خواجہ کے جاذبہ توجہ اور تصرّف نے امیر کو مسخّر کر لیا۔ وہاں سے پھر حضرت خواجہ روانہ ہوگئے اور امیر بے طاقت ہوکر معرکہ کو چھوڑ حضرت خواجہ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ اپنے گھر پہنچ گئے تو حضرت امیر کو اپنی خلوت خاص میں لے جاکر طریقہ عالیہ کی تلقین فرمائی اور امیر کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے بعد سے حضرت امیر کبھی کشتی کے دنگل میں اور بازار کی سیر کو تشریف نہیں لے گئے۔ اور تیئیس ۲۳ سال تک ہمیشہ حضرت بابا کی خدمت میں حاضر رہے ہفتہ میں دوبار دوشنبہ اور پنجشنبہ کو قریہ سوخار سے سماس کو تشریف لیجاتے تھے، اور حضرت بابا کی خدمت میں مشغول ہوتے۔ اور واپس آجاتے۔ اِن دونوں گاؤں کا فاصلہ پانچ کوس کا ہے۔ آپ اس آنے جانے کی مدت میں حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے طریقہ میں مشغول رہتے اس طرح کہ کوئی شخص مطلع نہ ہوسکے یہاں تک کہ آپنے حضرت خواجہ کی تربیت میں تکمیل اور ارشاد کی دولت کو حاصل کر لیا۔ حضرت امیر کی صحبت کی دولت سے چار شخص مرتبہ تکمیل سلوک اور جلالت کو پہنچے۔ آپکے تمام مریدوں کی تعداد ایک سو چودہ یا اس سے زیادہ تھی۔

کرامت۔ حضرت امیر کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے۔ اگر اتفاقاً کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا تو سخت درد پیدا ہوتا تھا۔ جب یہ کیفیت کئی بار گذری تو مَیں سمجھ گئی کہ اس درد کا سبب یہ بچہ ہے۔ جو حمل میں ہے اس کے بعد مَیں کھانے میں بہت احتیاط کرنے لگی اور اس کی ولادت کی منتظر رہی۔

کرامت۔ اسی زمانہ میں جب کہ حضرت امیر کلال نوجوانی میں کشتی لڑتے تھے آپکے گرد معرکہ اور ہنگامہ ہوا کرتا تھا۔ ایک روز اثنا کشتی میں ایک شخص کو خیال پیدا ہوا کہ یہ سیّد زادہ صحیح النسب کشتی کیوں لڑتے ہیں۔ اور زور آزمائی کرتے ہیں۔ جو اوباشوں کا طریقہ ہے اُس کو وہیں اکھاڑہ میں نیند آگئی کیا دیکھتا ہے کہ قیامت برپا ہے اور وہ خود سینہ تک کیچڑ اور مٹی میں پھنس گیا۔ اور مضطرب ہے اتنے میں حضرت امیر کلال آئے اور اُس کے دونو بازو پکڑ کر آسانی کے ساتھ اُس کیچڑ میں سے نکال لائے جب وہ شخص خواب سے بیدار ہوا تو

آپ نے فرمایا کہ ہم زور آزمائی اسی دن کے لئے کرتے ہیں +

واضح ہو کہ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ کے سوا حضرت امیر کلال قدس سرہ کے اور تین خلیفہ فاضل و کامل تھے۔ جو حضرت بابا کے بعد سالکوں اور مریدوں کی ہدایت و تربیت میں مشغول رہے۔ ایک خواجہ صوفی سوخاری مولد و مرقد قریہ سوخار ہے جو شہر بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ دوسرے خواجہ محمود سماسی جو خواجہ بابا کے فرزند تھے۔ تیسرے۔ مولانا علی دانشمند قدس اللہ اسرارہم +

آپ کی وفات بروز پنجشنبہ بتاریخ ۸ رجمادی الاوّل ۷۷۲ھ ہجری بوقت نماز فجر ہوئی۔ مزار شریف قصبہ سوخار میں ہے +

حضرت خواجہ سیّد بہاؤالدّین نقشبند قدس سرہٗ کے حالات

اس مرکز دائرہ قطبیت کا بظاہر حضرت امیر کلال قدس سرہ سے انتساب ہے مگر حقیقتاً آپ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ تعالےٰ سرہ کے اویسی فیض یافتہ ہیں۔ اور اُسی سردار سلسلہ خواجگان قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کی روحانیت سے آپ کی تربیت باطنی ہوئی۔ حضرت امیر کلال نے اپنے اخیر وقت میں اپنے تمام مریدوں کو حضرت خواجہ کی پیروی کرنے کے لئے حکم دیا تو اُنہوں نے عرض کیا کہ خواجہ بہاؤالدین ذکر جہری میں آپ کی متابعت نہیں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ خواجہ صاحب پر جو کچھ گذرتا ہے وہ حکمت الٰہی پر مبنی ہے ان کا اسمیں کچھ اختیار نہیں ہے۔ پھر آپ نے یہ مصرعہ پڑھا ع

اے ہمہ تو من کیم چنانکہ تو دانداری

یعنی جو کچھ ہے سو تو ہی تو ہے میں کیا چیز ہوں۔ جیسا کہ تو مناسب جانتا ہے کرتا ہے +

اور فرمایا کہ تم نے خلفا خواجگان کا یہ کلام نہیں سُنا کہ اگر تجھ کو بغیر تیرے باہر نکالیں تو تو خوف مت کر اور اگر تو خود باہر نکلا ہے تو تو خوف کر۔ حضرت خواجہ کی جائے پیدائش و وفات قصر عارفان ہے۔ جو بخارا سے ایک کوس پر ایک گاؤں ہے +

آپ کی ولادت باسعادت ۴ رماہ محرم ۷۱۸ھ ہجری میں ہوئی۔ زمانہ لڑکپن سے ولایت کے آثار اور کرامت کے انوار آپ کی جبین مبارک سے ظاہر و آشکار تھے خواجہ بابائے سماسی قدس سرہ نے آپ کے ظہور کی بشارت آپ کی پیدائش سے پہلے دی تھی

اُور آپ کی ولادت کے بعد آپ کو اپنی فرزندی میں قبول فرمایا اور آپکی تربیت سید امیر کلال قدس سرّہٗ کے حوالہ کی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ چونکہ حضرت خواجہ طریقت میں حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرّہٗ کی طرف سے اولویت پر عمل کرنے کے لیئے مامور تھے۔ جیسا کہ آگے آئیگا۔ اس لیئے آپ نے ذکر خفی اختیار فرمایا۔ اگرچہ کہ بزرگان سلسلہ خواجہ محمود فغنوی کے زمانہ سے سید امیر کلال کے زمانہ تک ذکر خفی کو ذکر جہری کے ساتھ جمع کرتے رہے لیکن جونہی مریدان حضرت امیر کلال ذکر جہری شروع کرتے۔ جناب خواجہ حلقہ ذکر سے اُٹھ جاتے آپکا یہ طرز عمل حضرت امیر کلال کے مریدوں کو ناگوار ہوتا۔ چنانچہ آپ کی خدمت میں شکایت کی گئی کہ خواجہ آپکا اتباع اور اطاعت نہیں کرتے۔ مگر حضرت امیر کی توجہ اور التفات حضرت خواجہ کی طرف بڑھتی جاتی تھی۔ اور حضرت خواجہ بھی امیر کی خدمت گذاری میں کوئی دقیقہ ادب کا اُٹھا نہ رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ سر تسلیم حضرت امیر کے آستانہ ارادت پر رکھتے۔ اور آپ کی پیروی کرتے تھے+

ایک روز حضرت امیر قدس سرّہٗ نے اپنے تمام چھوٹے بڑے مریدوں کے جمع کثیر اور جم غفیر میں جو کہ تقریباً پانسو آدمی مسجد اور جماعت خانہ کی تعمیر کے لیئے قریہ سوخار میں جمع ہوئے تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اے دوستو! میرے فرزند خواجہ بہاء الدین کے بارہ میں تم بدگمانی کرتے ہو۔ تم نے اُس کو نہیں پہچانا۔ ہمیشہ خدائے پاک کی نظر خاص اُس کے شامل ہے۔ اور خدا تعالےٰ کے بندوں کی نظر حق سبحانہٗ کی نظر کے تابع ہے۔ بلکہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ کو طلب کر کے فرمایا کہ اے میرے فرزند بہاء الدین کہ مَیں حضرت خواجہ بابا سماسی قدس سرّہٗ کی وصیّت جو تمہاری بابت اُنہوں نے فرمائی تھی کہ جیسے مَیں نے تمہاری تعلیم و تربیت کی ہے تم بھی میرے فرزند بہاء الدین کی ویسی ہی تعلیم و تربیت کرنا۔ اور اس میں کچھ کمی نہ کرنا۔ مَیں نے پوری پوری تعمیل کی۔ پھر آپ نے سینہ بے کینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ مَیں نے تمہارے لیئے اپنے پستان کو خشک کر لیا۔ اب تمہاری روحانیت کا مرغ بشریت کے انڈے سے باہر نکل گیا ہے۔ مگر تمہاری ہمّت کا مرغ بہت بلند پرواز واقع ہوا ہے اب تم کو اجازت ہے کہ جہاں سے خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے۔ ترک و تاجیک سے طلب کرو اور اپنی ہمّت کے بموجب طلب کرنے میں کوئی کمی اور کوتاہی سے نہ کرو+

ہمارے حضرت مجدّدی صاحب قدس سرّہ العزیز نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرّہٗ

نے تحصیلِ جذبۂ خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے بعد آپ کے سلوک کی طرف رجوع کیا اور اس سلوک کو نہایت تک پہنچایا۔ اور فنا فی اللہ و بقا باللہ سے مشرف ہوئے اور یہ مرتبہ ولایت کا ہے پھر آپ مقام شہادت پر جو ولایت سے بالا ہے گئے۔ اس مقام کو مقامِ ولایت سے وہی نسبت ہے جو تجلی صوری کو تجلی ذاتی سے۔ اس کے بعد آپ نے مقام صدیقیت پر جو مقام شہادت سے اوپر ہے اسی نسبت شہادت کے ذریعہ سے عروج فرمایا اور مقام صدیقیت کی انتہا تک پہنچے۔ اور باوجود ان درجات کمال و تکمیل کے حاصل کر لینے کے آپ معیتِ ذاتیہ کے راہ سے گئے۔ جس سے حضرت امیر المومنین علی مرتضٰے کرم اللہ وجہہٗ غیب ہویت تک پہنچے ہیں اور آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے رنگ میں اس نقطہ نہایت میں فنا ہوئے جس میں مستہلک ہونا ولایت خاصہ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ و التحیہ) کی انتہا ہے۔ اور حضرت خواجہ سات سال تک مولانا عارف قدس سرہٗ کے ساتھ رہے ہیں۔ جو حضرت امیر کلال علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔ اور حضرت امیر کلال نے حضرت خواجہ سے برسوں پہلے ان کو تربیت دی تھی اور صاحب تصرف و کرامت تھے۔ اور آپ اُن کی صحبت میں بطور متابعت اور تعظیم کے رہے ہیں۔ اور بہت کچھ آپ قثم شیخ اور خلیل آتا قدس سرہ اللہ اسرارہما کی خدمت میں بھی حاضر رہے ہیں۔ اور بارہ سال تک آپ نے شیخ آتا کی صحبت میں عمر بسر کی دو بارہ سفر حجاز کو تشریف لیگئے۔ اور ہرات میں آکر خاص مولانا زین الدین ابی بکر تاببادی قدس سرہٗ کی ملاقات کیلئے تاباد تک گئے اور تین روز تک انکی صحبت میں رہے۔ اور خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کو معہ تمام ہمراہیوں کے مرو کے رستہ سے نیشاپور کی طرف بھیجدیا۔ پھر آپ حجاز کو روانہ ہوئے اور نیشاپور میں ہمراہیوں سے جا ملے۔ اور واپسی میں چند روز شہر مرو میں رہے۔ پھر بخارا میں تشریف لائے اور پھر آخر عمر تک بخارا ہی میں رہے۔ جس وقت حضرت خواجہ مولانا زین الدین کی ملاقات کیلئے تشریف لیگئے تو صبح کی نماز کے بعد مولانا اوراد جہریہ میں مشغول ہوئے۔ اور حضرت خواجہ بھی آکر بیٹھ گئے۔ مولانا نے فرمایا کہ اے خواجہ ہمارا نقش بھی باندھو یعنی ہمارے حال پر توجہ کرو۔ حضرت خواجہ نے بطور تواضع کے جواب دیا کہ ہم خود نقش بننے کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد مولانا آپ کو مکان پر لائے اور آپ کی ضیافت کی۔ اور دونوں کی باہم بڑی صحبت رہی۔ تین دن تک آپ نے اُنپر توجہ فرمائی۔ غالباً اُسی روز سے آپ کا لقب نقشبند ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ آپ کی پہلی ہی صحبت میں ماسوا کا نقش سالک کے دل سے مٹ جاتا تھا۔ اس لئے آپ نقشبند کے لقب سے مشہور ہوئے ہوں۔ اور چونکہ نقشبند

صوت دہندہ اور پیدا کنندہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ اس لئے کہ جس وقت صفتِ تکوین آپ کو عنایت ہوئی ممکن ہے کہ خطاب نقشبند بھی بارگاہِ رب العزت سے آپ کو سرفراز ہوا ہو۔ چنانچہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول جو اس آیت میں وارد ہوا ہے کہ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ اے رب دکھا دے مجھ کو کہ تو مردہ کیونکر زندہ کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ کیا تو ابھی ایمان نہیں لایا (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے) کہا کہ میں ایمان تو لایا ہوں مگر دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ میرا قلب مطمئن ہو جائے، مراد اس اطمینان قلب سے یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام مظہر صفت احیاء و تکوین بننا چاہتے تھے ؛

اور حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر قدس سرہٗ نے اپنی کتاب فتوح الغیب میں بعد ذکر فنا کے جو احوال اولیا و ابدال کی انتہا ہے، فرمایا ہے کہ ثُمَّ یُرَدُّ اِلَیْہِ التَّکْوِیْنُ فَیُکَوِّنُ مَا یَحْتَاجُ اِلَیْہِ بِاِذْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی پھر اُس پر صفت تکوین وارد ہوتی ہے پس پیدا کرتا ہے جس چیز کو کہ چاہے اللہ تعالےٰ کے حکم سے ؛

چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے یَا بْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا اَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ یعنی۔ اِنِّیْ اَجْعَلُکَ تَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ اے آدم کی اولاد میں خدا ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے جب میں کسی چیز کو کہتا ہوں کہ "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے یعنی میں تجھ کو ایسا بنا دینا چاہتا ہوں کہ جب تو کسی چیز کے واسطے "ہو جا" کہے تو وہ ہو جائے ؛

اکابر اولیا کے قرار دادہ امور میں سے یہ بات ہے کہ بعض عارفوں کو اس امر کی قدرت دی گئی ہے۔ کہ وہ جو چاہتے ہیں پیدا کر دیتے ہیں مگر عارف کے پیدا کئے ہوئے اور خدا کے پیدا کئے ہوئے میں یہ فرق ہے کہ عارف کا پیدا کیا ہوا عالم شہادت میں اس وقت باقی رہتا ہے۔ جب تک عارف کی توجہ عالم مثال یا عالم شہادت میں اُس کے ساتھ باقی رہتی ہے۔ اور جب توجہ جدا ہو جاتی ہے تو وہ موجود بھی فوراً معدوم ہو جاتا ہے ؛

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے زندہ کرنے اور مارنے اور پیدا کرنے کی خوارق اور کرامتیں بہت سی واقع ہوئی ہیں۔ چنانچہ اُن کا بیان آگے آئیگا۔ حضرت خواجہ عمل اور نوافل کے بارہ میں حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں اس طرح بیان کیا ہے

کہ آپ تہجد کی نماز بارہ رکعتیں چھ سلام سے پڑھا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ یہ نماز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض رہی ہے اور آخر میں نفل ہوگئی ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ ہمیشہ فرض رہی نفل نہیں ہوئی۔ اور مقام محمود کا وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادائے نماز تہجد سے وابستہ تھا۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوتے تھے تو وہ دعائیں جو بیداری کے وقت کے لئے مروی ہیں پڑھتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر استغفار میں مشغول ہوتے۔ اس کے بعد مراقبہ میں مصروف ہو جاتے۔ اور اگر کچھ رات زیادہ باقی رہتی تو آپ رو بقبلہ ہو کر تکیہ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ اس کے بعد وضوے جدید کر کے صبح کی سنتیں اور فرض ادا کرتے۔ اور وہ دعائیں جو مسجد کے راستہ اور مسجد داخل ہونے کے لئے مروی ہیں، پڑھتے۔ اس کے بعد مریدوں کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہوتے یہاں تک کہ آفتاب نکل آتا۔ اُس وقت دو رکعت نماز ادا کرتے +

کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَنْ صَلَّى الْفَجْرَ بِجَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَ لَهٗ كَاَجْرِ حَجَّةٍ وَّعُمْرَةٍ تَامَّةٍ[1] جو شخص صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے اور خدا کا ذکر کرتا ہوا بیٹھا رہے یہاں تک کہ آفتاب نکل آئے۔ اور پھر دو رکعت پڑھے تو اس کو ایک حج اور پورے عمرہ کا ثواب ملے +

اس کے بعد آپ پھر دو رکعتیں بہ نیت استخارہ ادا کرتے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ يَا ابْنَ اٰدَمَ ارْكَعْ لِيْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ اَوَّلِ النَّهَارِ اَكْفِكَ اٰخِرَهٗ اے آدم کی اولاد میرے لئے دو رکعتیں شروع دن میں ادا کر تو میں آخر دن تک تیرے لئے کفایت کرونگا +

اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَنْ قَعَدَ فِيْ مُصَلَّاهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ لَا يَقُوْلُ اِلَّا الْخَيْرَ غُفِرَ لَهٗ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ زَبَدِ الْبَحْرِ[2] جو شخص صبح کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد جانماز پر بیٹھا رہے یہاں تک کہ دو رکعتیں پڑھے اور سوائے کلمہ الخیر کے اور کچھ نہ بولے تو اُس کی خطائیں بخش دیجائینگی اگرچہ کف دریا سے زیادہ ہوں +

[1] صحیح مسلم و بخاری نے متعدد راویوں سے نیز دیگر کتب صحاح میں اس کو نقل کیا گیا ہے ۱۲ [2] صحاح ستہ نے اس حدیث کو متعدد راویوں نقل کیا ہے +

اور بعض علما نے آیت وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِیْ وَفّٰی کی تفسیر میں لکھا ہے یعنی نماز اشراق ادا کرتے تھے۔ اور جب آفتاب بلند ہو جاتا اور زمین گرم ہو جاتی تو آپ نماز چاشت کی بارہ رکعتیں پڑھتے کبھی آٹھ اور کبھی چار اور کبھی دو بھی پڑھتے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک عدد کے بارہ میں احادیث وارد ہیں +

اور تفسیر آیہ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ مراد اس سے نماز چاشت ہے۔ اس نماز کا وقت اس وقت ہوتا ہے جب کہ سنگ ریزے گرم ہو جائیں اور آپ چھ رکعتیں نماز مغرب کی سنتوں کے بعد تین سلام سے کرتے تھے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا روزہ ماسوے اللہ کی نفی ہے۔ اور ہماری نماز خدا کا دیدار ہے۔ چنانچہ یہ رباعی آپ ہی کی ہے ؎

تا روے تو دیدہ ام من اے شمع طراز
نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
چوں با تو بوم مجازِ من جملہ نماز
چوں بے تو بوم نمازِ من جملہ مجاز

ترجمہ رباعی

جب تک کہ تیرا دیدار پیشِ نظر ہے نہ کوئی کام ہو سکتا ہے اور نہ کسی صوم صلوٰۃ کی ادائی۔ تیرا دیدار ہی میری نماز ہے۔ اور تیری جدائی میرے لئے بڑا گناہ ہے +

مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شہود کے حصول اور مقصود تک واصل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بارگاہ کے لائق کوئی عبادت ادا نہیں ہو سکتی۔ بفحوائے آیہ شریفہ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اس کی تعظیم کما حقہٗ بجا نہیں لائی جا سکتی ہے +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت خلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہے میسر نہیں ہو سکتی اور یہ رباعی ارشاد فرمائی ؎

ساقی قدحے کہ نیم مستیم
مخمورِ صباحی الستیم
مارا تو بما مماں کہ تا ما
با خویشتنیم بت پرستیم

ترجمہ یوں تو ہم شراب الست سے پہلے ہی سے مخمور ہیں۔ مگر ایک جام ساقی اور دے تاکہ ہم بالکل بے خبر ہو جائیں۔ ہم کو ہماری خودی سے چھوڑ دے کہ جب تک ہم اس قید میں پھنسے ہیں گے۔ خدا پرستی سے دور رہینگے +

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ درویش دو قسم کے ہوتے ہیں۔ بعضے ریاضتیں اور مجاہدے کر کے نتائج مانگتے ہیں۔ اور بالآخر پا لیتے ہیں اور اپنے مقصد کو پہنچ جاتے ہیں۔ اور بعض فضلی ہیں جو محض فضل خدائے بزرگ و برتر کے امیدوار رہتے ہیں۔ اور طاعت و ریاضت کی توفیق کو بھی اُسی کا فضل و کرم سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ جلد اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اَلْحَقِیْقَۃُ تَرْکُ مُلَاحَظَۃِ الْعَمَلِ لَا تَرْکُ الْعَمَلِ اصل بات یہ ہے کہ نیک کاموں کا گھمنڈ بھی نہ کرے نہ یہ بات کہ نیک کاموں کے کرنے کو ترک کر دے۔

شیخ الاسلام ھروی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ عمل نیک کو مت چھوڑو۔ مگر اس کو قیمتی چیز مت جانو۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فضل الٰہی سے مجھ کو مقام بے صفتی میں پہنچکر بیس برس گذر گئے ہے

تا در صفتیم جملہ ماتیم ہمہ چوں رفت صفت عین حیاتیم ہمہ

ترجمہ۔ جب تک کہ ہم کسی صفت کے پابند ہیں کچھ نہیں ہیں۔ جب یہ بات نہ رہے سب کچھ ہیں، ایک مدت تک دو عقلمندوں باریک نظر اور تیز بینائی والوں کے ساتھ اتفاق ہمراہی کا رہا ہے۔ مگر وہ ہم کو (ہمارے مقام کو) باوجود بڑے میل ملاپ اور محبت اور اخلاص کے پہچان نہ سکے۔ کیونکہ بندہ جب بے صفتی کو پہنچتا ہے تو اُس کا پہچاننا مشکل ہو جاتا ہے۔ خاصکر رسمی درویشوں کے لئے ہے

مردان رہش ہمت دیدہ روند زاں در رہِ او ہیچ اثر پیدا نیست

ترجمہ۔ مردانِ خدا دید کی ہمت سے سلوک کی منزلیں طے کرتے ہیں جب کہ اس میں اُنکی خودی کا ایک شمہ بھی باقی نہیں رہتا۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں کعبہ شریف کے سفر سے واپس آیا تو ملک طوس میں پہنچا۔ خواجہ علاؤ الدین معہ اپنے مریدوں اور معتقدوں کے بخارا سے استقبال کے لئے آئے۔ اور شاہ معز الدین حسین والئے ہرات کا ایک خط ایک قاصد کے ذریعہ سے ہم کو پہنچا خط کا مضمون یہ تھا کہ میں چاہتا ہوں کہ شرف ملاقات سے مشرف ہوؤں۔ اور میرا آنا مشکل ہے پس بحکم موجب اس آیت کے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ سائل کو مت جھڑکو اور بمقتضا اس کے کہ اِذَا رَأَیْتَ لِیْ طَالِبًا فَکُنْ لَہٗ خَادِمًا جب تو دیکھے کسی طالب کو دیکھے تو اُس کا خادم بن جا ہم ہرات

کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب ہم بادشاہ کے پاس پہنچے تو فقرا کی مراسم تعظیم کی ادائی کے بعد صحبت منعقد ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ کو درویشی بطور سجادگی کے آپکے بزرگوں سے پہنچی ہے مَیں نے کہا نہیں پھر کہا کیا آپ سماع سنتے ہیں اور ذکر جہر کرتے ہیں مَیں نے کہا نہیں بادشاہ نے کہا درویشی تو انہیں کاموں کو کہتے ہیں۔ اِس کی کیا وجہ ہے کہ آپ اِن میں سے کچھ بھی نہیں کرتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ خدائے پاک کا جذبہ عنایت بیغایت جب مجھے پہنچا تو اُس نے بلا ریاضت کے مجھ کو قبول فرما لیا۔ مَیں باشارہ الٰہی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔ اور اس طریق کے بزرگوں سے فیض پایا۔ اُن کے طریق میں ان چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔ بادشاہ نے پوچھا اُن کے طریقہ میں کیا ہوتا ہے۔ مَیں نے کہا وہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور باطن میں حق کے ساتھ۔ اُس نے کہا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے مَیں نے کہا ہاں اللہ تعالٰے فرماتا ہے کہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ مردانِ خدا وہ ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی ✦

خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔ ہمارے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ارشاد ہے۔ کہ "خلوت در انجمن اور سفر در وطن اور ہوش در دم اور نظر بر قدم" پھر میں نے کہا کہ جو کچھ کہ حضورِ خدا اور ذوق سماع میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ مگر وقوفِ قلبی کی مداومت جذبہ تک پہنچاتی ہے۔ اور جذبہ سے مقصود حاصل ہوتا ہے ع

گرمی مجوے الا از آتش درونی

(ترجمہ) گرمی اندرونی آگ کے سوا اور کسی چیز سے مت حاصل کرو

ذکر خفی کی حقیقت وقوف قلبی سے میسر ہو سکتی ہے۔ اور وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ خود دل بھی نہیں جانتا کہ وہ ذکر میں مشغول ہے۔ اکابر طریقت کا ارشاد ہے کہ خود اگر قلب کو اس کا علم باقی رہے کہ وہ ذکر کر رہا ہے (یعنی محویت نہ ہو) تو جان لے تو کہ وہ ابھی غافل ہے۔ آیت کریمہ میں ارشاد ہے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً ذکر کر تو پروردگار کا دل میں زاری اور خوف کے ساتھ۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے لَا تُظْهِرْ ذِكْرَكَ لِنَفْسِكَ فَتَطْلُبَ لَهٗ عِوَضًا تو ذکر کو اپنے نفس پر ظاہر مت کر ورنہ اس کا معاوضہ طلب کریگا۔ بعض اکابر اولیا نے کہا ہے کہ ذِكْرُ اللِّسَانِ هَذَيَانٌ وَذِكْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ زبان کا ذکر بکواس ہے اور قلب کا ذکر وسواس ہے۔ اور یہ بیت فرمائی ہے

دل را گفتم بیاد او شاد کنم چوں من ہمہ او شدم کرا یاد کنم

ترجمہ - میں نے دل سے کہا کہ تجھ کو اُس کی یاد سے خوش کروں - اگویا دل نے جواب دیا، جب میں بالکل اُس میں محو ہوں تو پھر کس کی یاد کروں ؏

نقل ہے - کہ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ پادشاہ کی درخواست پر ہرات تشریف لیگئے اور بادشاہ کے محل میں اُترے جس شخص کے پاس سے آپ گذرتے اور اس کو دیکھتے وہ خود بخود ہو جاتا یعنی دربان اور خدام اور احشام اور سرداران و ارکان اور مصاحبین اور وزراء وغیرہ ؏

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے خواجگان قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کی تصوف میں چار طرح کی نسبتیں ہیں - ایک حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے زیادہ کرے اللہ تعالےٰ زیادہ کرے ان کے علم اور حکمت کو، دوسرے شیخ جنید سید الطائفہ قدس سرہٗ سے پاک کرے اللہ تعالےٰ اُن کے اسرار کو، تیسرے سلطان العارفین حضرت شیخ بایزید قدس سرہٗ سے جو حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اُن کو ہے، چوتھے امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اسی لئے اس طریقہ کے درویشوں کو نمک مشائخ کہتے ہیں ؏

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ وقوف قلبی اور وقوف عددی میں اپنے اختیار سے آنکھیں بند نہ کریں کیونکہ یہ مخلوق کے واقف ہونے کا ذریعہ ہے - امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھ کر جو اپنی گردن جھکائے ہوئے بیٹھا تھا فرمایا کہ یَا اَبَا الْعُنُقِ اِرْفَعْ عُنُقَکَ یا ابا العنق اپنی گردن کو اُٹھاؤ، پس ذکر میں اس طرح سے مشغول ہو کہ کوئی شخص اہل مجلس سے اُس کے حال سے واقف نہ ہو سکے ؏

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ اَلذِّکْرُ اِرْتِفَاعُ الْغَفْلَۃِ فَاِذَا رُفِعَتِ الْغَفْلَۃُ فَاَنْتَ ذَاکِرٌ وَاِنْ سَکَتَّ آپ فرماتے ہیں کہ ذکر غفلت کے دور ہونے کو کہتے ہیں جب غفلت دور ہو جائے خواہ تو خاموش رہے تو تو ذاکر ہے ؏

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں دل کی نگرانی کا لحاظ ہر حالت میں رکھے - کھانے اور پینے، کہنے - سُننے چلنے پھرنے - خریدنے - بیچنے - اور عبادت کرنے نماز پڑھنے اور قرآن پڑھنے اور کتابت کرنے سبق پڑھنے اور وعظ کہنے وغیرہ میں - چاہئے کہ پلک مارنے میں بھی خدائے تعالےٰ سے غافل نہ رہے تاکہ مقصود حاصل ہو ؎

یک چشم زدن غافل ازاں ماہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

ترجمہ بیت :- ایک مرتبہ پلک مارنے کی مقدار بھی اُس دوست سے غافل نہ ہو۔ مبادا وہ نظر لطف کرے اور تجھ کو خبر نہ ہو ٭

اکابر طریقت قدس اللہ اسرارہم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مَنْ غُمِّضَ عَیْنُہٗ عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی طُرْفَۃَ عَیْنٍ لَا یَصِلُ اِلَیْہِ طُوْلَ عُمْرِہٖ جو شخص بقدر پلک مارنے کے اللہ تعالےٰ سے غافل رہا وہ عمر بھر اُس تک پہنچ سکیگا؛ باطن کو نگاہ رکھنا نہایت مشکل ہے مگر حق سبحانہٗ تعالےٰ کی عنایت خاصان حق کی تربیت سے جلد حاصل ہو جاتی ہے ؎

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

خدا اور خاصانِ خدا کی عنایت کے بغیر فرشتہ خصلت آدمی کے بھی نامۂ اعمال کی سیاہی دور نہیں ہوسکتی، اور ایسے دوستانِ خدا جو ہم سبق ہوں اور اُن میں باہم کوئی رکاوٹ نہ ہو اور اصولِ صحبت کے پابند ہو تو اُن کی صحبت میں مقصود جلد حاصل ہوتا ہے اور پیر کامل و مکمل کی ایک توجہ کی برکت سے اتنی صفائی باطن کی حاصل ہوتی ہے جو ریاضات کثیرہ سے پیدا نہیں ہوسکتی۔ جب کہ عارف رومی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دین طعنہ زند بر چلہ مسخرہ کند بر دہ

ترجمہ شمس الدین کی ایک نظر شہر تبریز میں جو کام کر گئی وہ اوروں کی چلہ کشیوں اور ہفتہ بھر کی خلوت نشینیوں پر ہنستی ہے ٭

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ارشاد اور تلقین میں مشغول ہیں۔ اُن کی تین قسمیں ہیں۔ کامل اور مکمل اور مقلد۔ مکمل کی تعریف حضرت قطب المشائخ خواجہ علی ترمذی قدس سرہٗ نے اپنی بعض تصانیف میں یہ کی ہے۔ کہ اس کو نبی کی ولایت سے چار حصے ملتے ہیں اور وہ نورانی اور نور بخش ہوتا ہے۔ اور مرد کامل خود نورانی ہوتا ہے۔ مگر اوروں کیلئے نور بخش نہیں ہوتا۔ اور مرد مقلد شیخ کی تقلید سے کام کرتا ہے اور اُس کے اذن سے امیدوار ہوتا ہے۔ تا مرد کامل کو بڑا فائدہ اس میں ہے کہ کامل مکمل سے تعلیم حاصل کرے تاکہ وجود مکمل کا حکم حاصل کرے اور کہا گیا ہے کہ مرشد قطب ہوگا یا خلیفہ قطب کا بہرحال جو کچھ ہو ہمیشہ ذکر میں مشغول ہے جس طرح سے کہ اس کو تعلیم دی گئی ہو۔ اور اپنے پورے وقت کو ذکر میں مصروف رکھے خاصکر نماز صبح اور نماز شام کے بعد ٭

مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرت خواجہؒ نے مجھ کو نصیحت فرمائی

کہ جو شخص صبح اور شام ذکر میں مشغول رہے وہ ذاکرین خدا میں داخل ہوتا ہے۔ بامداد و شبانگاہ ذکر گوید اور اس کا شمار بموجب آیت شریف غافلوں میں نہ رہے۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِينَ یاد کرو اپنے رب کو اپنے دل میں زاری اور خوف کے ساتھ نہ کہ بلند آواز سے صبح اور شام اور غافلوں میں سے مت ہو +

بعض مفسروں نے کہا ہے کہ صبح اور شام سے مراد یہ ہے کہ ہمیشہ ذکر میں مشغول رہو اور غافلوں میں مت ہو +

دوسری آیت یہ ہے کہ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ اپنے پروردگار کو مسکینی کے ساتھ پوشیدہ پکارو کہ وہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا +

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام ہمسفر تھے جب بلند جگہ پر پہنچے تو صحابہ نے بلند آواز سے تکبیر اور تہلیل کہی۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا اے لوگو ڈرو اپنی جانوں پر کیونکہ تم بہرے اور غائب شخص کو نہیں پکار رہے ہو بلکہ تم ایسے کو پکار رہے ہو جو سننے والا ہے اور نزدیک ہے۔ اس پر علما اور مشائخ کا اتفاق ہے کہ ذکر خفی افضل اور اولیٰ ہے! اور کہا گیا ہے۔ کہ فرشتے ذکر بلند آواز سے نہیں کرتے ہیں +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں امیر کلال قدس سرہٗ نے مجھ کو اجازت دی کہ ترک و تاجیک سے طلب کرو۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حکیم آتا قدس سرہٗ جو اکابر اولیا میں سے تھے۔ مجھ کو ایک درویش کے سپرد کر رہے ہیں جب میں بیدار ہوا تو اُس درویش کی صورت میرے ذہن میں محفوظ تھی۔ میری ایک صالح دادی تھیں۔ میں نے ان سے اپنی خواب بیان کی اُنھوں نے کہا کہ اے فرزند تجھ کو مشائخین ترک سے کچھ فیض پہنچیگا۔ چنانچہ میں ہمیشہ اُس درویش کا جویاں رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز بخارا کے بازار میں اُس سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اس کو پہچانا اُس کا نام خلیل تھا۔ مگر اس ملاقات میں اُس کی صحبت میسر نہ ہو سکی۔ جب میں مکان پر پہنچا تو ایک قاصد آیا اور کہا کہ خلیل درویش تم کو بلا رہے ہیں میں

فوراً کچھ تحفہ اپنے ساتھ لے کر نہایت شوق اور عقیدت سے اُس کی خدمت میں حاضر ہؤا اور چاہا کہ اپنی خواب اُن سے بیان کروں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں ہے ہمارے سامنے ظاہر ہے۔ بیان کرنے کی کیا ضرورت۔ اُن کے اس اشراق سے میں بہت متاثر ہؤا اور انکی صحبت کا اشتیاق مجھ کو بہت بڑھ گیا۔ انکی مجلس میں بہت کچھ عجائب حالات ظاہر ہوئے۔ اتفاقاً اُنہی زمانہ میں اُن کو سفر درپیش ہؤا اور وہ تشریف لیگئے۔ پھر ایک مدت کے بعد مجھ کو خبر ملی کہ درویش خلیل کو مملکت ماوراء النہر کی بادشاہی ملی ہے۔ چند روز گذرنے پائے تھے کہ مجھ کو ایک مقدمہ کے مرافعہ کی ضرورت سے اُن کی سلطنت میں جانے کا سلسلہ ہؤا اُس مقدمہ کے ختم ہونے کے بعد اُنہوں نے مجھ کو اپنی خدمت اور صحبت کی عزت بخشی سلطنت کے زمانہ میں اُن سے بڑے بڑے حالات مشاہدہ ہوتے۔ میرے حال پر اُنہوں نے بڑی مہربانی فرمائی۔ آداب خدمت مجھ کو سکھائے اُن آداب کا حصول اس راہ کی سیر وسلوک میں مجھ کو بڑا کار آمد ہؤا۔ چھ برس تک میں اس طریقے سے اُن کی خدمت میں رہا۔ کہ دربار میں اُن کے ساتھ سلطنت کے آداب بجالاتا۔ اور خلوت میں اُنکا محرم خاص رہتا تھا۔ اپنے خاصانِ مملکت کے سامنے اکثر وہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رضائے خدا کے لئے خدمت کرتا ہے وہ مخلوق میں بزرگ مرتبہ کو پہنچتا ہے۔ مگر میں یہ نہ سمجھا کہ اس کلام سے اُن کا کیا مقصد تھا اور کیا مراد تھی ؃

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری توبہ کا سبب یہ ہؤا کہ مجھ کو ایک شخص کے ساتھ محبت تھی میں ایک مرتبہ اُس کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہؤا تھا۔ اور بکمال توجہ اُس سے گفتگو کر رہا تھا کہ ایک دم میرے کان میں یہ آواز آئی کہ اے بہاؤالدین کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم سب سے باز آکر ہماری درگاہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ ۔

عمریست کہ تا ازان خویشی   وقت آمد ازانِ ما باش

(ترجمہ) عمر بھر تم اپنے خیال میں پھنسے رہے ۔ اب ہماری یاد میں رہنے کا وقت آگیا ؃

اس آواز سے میرا حال متغیر ہؤا اور بے قرار ہو کر میں وہاں سے نکلا موسم گرمی کا تھا اور وہاں ایک نہر تھی میں پانی میں اترا اور غسل انابت کیا اور کپڑے دھوئے اور اسی حال میں دو رکعت نماز ادا کی جب سے اس وقت تک اس آرزو میں ہوں۔ کہ پھر کبھی ویسی نماز میسر ہو جائے مگر سالہا سال گذر گئے پھر ویسی نماز نصیب نہیں ہوئی ؃

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائے جذبہ میں مجھ کو ارشاد ہؤا کہ تم اس رستہ کو

کس طرح طے کرنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ میں کہوں اور چاہوں وہ ہوا کرے۔ (راہ محبوبیت) خطاب ہوا کہ جو کچھ ہم کہیں وہ تم کو کرنا چاہئے (راہ عاشقیت) میں نے عرض کیا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں۔ میں جو کچھ کہوں اگر وہ ہو جائے تو میں اس رستہ میں قدم رکھ سکونگا۔ ورنہ مجھ سے یہ رستہ قطع نہیں ہو سکتا۔ دوبار اسی طرح کے سوال و جواب ہوئے۔ اس کے بعد سے مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ پندرہ روز تک میرا حال خراب رہا اور میں بالکل خشک ہو گیا ناامید ہو جانے کے بعد خطاب پہنچا۔ کہ آؤ جیسے تم چاہتے ہو۔ ویسے ہی رہو +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ارادۂ الٰہی کے مطابق حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گذرا تھا وہ ہم پر بھی گذرا۔ آپ کے صاحبزادہ کی اُسی زمانہ میں وفات ہوئی جب کہ آپ کی زبان گوہر فشان سے یہ کلام نکلا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم تک پہنچی کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰے عنہم اجمعین کے ساتھ تنور میں روٹی لگائی اور تنور کے منہ کو بند فرما دیا۔ اور تھوڑی کے بعد تنور کھولا تو سب کی روٹیاں بجز آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روٹی کے پک گئیں اور آپ کی روٹی ویسی ہی خمیر تھی۔ ہم نے بھی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع میں تنور میں روٹیاں لگائیں سب فقیروں کی روٹیاں پک گئیں اور ہماری روٹی ویسی ہی خمیر رہی +

راقم کتاب حضرات القدس فقیر حقیر بدر الدین بن شیخ ابراہیم قدس اسرارہما سرہندی کہتا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کے خمیر رہنے کا راز یہ ہے کہ جس روٹی کو سردار کونین شفیع جن و انس صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک چھوئے آگ کی کیا مجال کہ اُس میں اثر کر سکے۔ اور بغرض اتباع حضرت خواجہ کے لئے بھی ایسا ہی پیش آیا اور حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل سے آپ کو بھی اُس مرتبہ تک پہنچایا گیا +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ ابتداء احوال و غلبات اور جذبات بیقراری کے زمانہ میں راتوں کو میں اطراف بخارا میں پھرا کرتا تھا۔ اور ہر مزار پر جاتا تھا ایک رات تبرک تین مزاروں پر پہنچا اور جس مزار پر میں جاتا اُس پر ایک چراغ روشن نظر آتا۔ اور چراغدان تیل اور بتی سے بھرا ہوا تھا۔ مگر بتی کو تھوڑی حرکت دینی پڑتی تا کہ تیل سے باہر آ جائے اور روشنی از سر نو تازہ ہو جائے۔ شروع رات میں حضرت عبد الواسع قدس سرہٗ کے مزار پر

پہنچا وہاں سے اشارہ ہوا کہ مزار خواجہ احمد اجفر نوی قدس سرہٗ پر جانا چاہیئے۔ جب مَیں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں دو تلواریں میری قمر سے باندھی گئیں۔ اور ایک گھوڑے پر مجھ کو بٹھلایا گیا۔ اور گھوڑے کی باگ خواجہ مزدغن قدس سرہٗ کے مزار کی طرف پھیر کر مجھ کو روانہ کر دیا گیا۔ آخر رات مَیں اُن بزرگ کے مزار پر پہنچا۔ وہاں بھی ویسا ہی چراغ نظر آیا۔ مَیں نے اُس کی بتی بھی اونچی کی اور قبلہ رُو ہو کر بیٹھ گیا۔ اور بے خبر ہو گیا۔ اُس بے خودی میں مَیں نے دیکھا کہ جانبِ قبلہ کی دیوار شق ہو گئی اور ایک بڑا تخت نظر آیا جس پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ ایک سبز پردہ اُن کے سامنے کھنچا ہوا تھا۔ اور اُس تخت کے گرداگرد ایک جماعت حاضر تھی اُس جماعت میں سے مَیں نے حضرت بابائے سماسی قدس سرہٗ کو پہچانا۔ تو مَیں جان لیا کہ یہ سب لوگ انتقال کئے ہوئے ہیں۔

مگر مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ بزرگ کون ہیں اور یہ جماعت کن لوگوں کی ہے اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ وہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ ہیں۔ اور یہ جماعت آپ کے خلفا کی ہے۔ اور اُن کے نام مجھ کو شمار کرائے اور ایک کی طرف اُن میں سے اشارہ کیا کہ یہ خواجہ محمد صدیق ہیں اور یہ خواجہ اولیاء کبیر ہیں اور یہ خواجہ عارف ریوگری اور یہ خواجہ محمود انجیر فغنوی ہیں اور خواجہ رامیتنی جب خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچا تو کہا کہ تم نے ان کو حالتِ زندگی میں دیکھا ہے یہ تمہارے پیر ہیں اور اُنہوں نے تجھ کو اپنی ٹوپی بھی عطا کی تھی۔ مَیں نے کہا کہ مَیں ان کو پہچانتا ہوں۔ اور ٹوپی کے قصہ کو ایک مدت گذر گئی مَیں نہیں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے اُنہوں نے کہا کہ وہ تمہارے گھر میں موجود ہے تم کو یہ خصوصیت عطا کی گئی ہے کہ جو بلا کہ دنیا میں کسی پر نازل ہو تمہاری برکت سے دفع ہو جائیگی۔ پھر اُس جماعت نے مجھ سے کہا کہ کان لگاؤ اور اچھی طرح سنو کہ حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کچھ تم سے ارشاد فرمائینگے۔ جو سلوک طریق حق میں تمہارے لئے نہایت ضروری ہیں۔ مَیں نے کہا کہ مَیں حضرت خواجہ کو سلام کرنا چاہتا ہوں۔ پس وہ سبز پردہ میرے سامنے سے اٹھا لیا گیا۔ مَیں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ حضرت خواجہ نے چند ارشادات ایسے فرمائے جو ہر ایک مرتبہ سلوک ابتداء اور اوسط اور انتہا کے لئے نہایت کارآمد ہیں اُن میں سے ایک یہ بات تھی کہ وہ چراغدان جو تیل سے بھرا ہوا تم نے دیکھا تھا اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تم اِس طریقہ کے حصول کی استعداد اور قابلیت کے بموجب عمل کرو کہ مقصود حاصل ہو۔ دوسرا ارشاد یہ تھا

جس میں آپ نے مبالغہ کے ساتھ تاکید فرمائی کہ کسی حالت میں جادہ شریعت اور استقامت سے قدم باہر نہ رکھنا چاہیئے۔ اور عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دور رہنا اور احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنا پیشوا بنانا چاہیئے اور اخبارِ رسول اور آثارِ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے متلاشی رہنا لازم ہے اس گفتگو کے ختم ہونے کے بعد خلفائے حضرت خواجہ قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ نے مجھ سے کہا کہ اس حال کی سچائی اور اس گفتگو کی حقیقت پر شاید یہ امر ہے کہ آپ مولانا شمس الدین امکنوی کے پاس جایئے اور اُن سے فرمایئے کہ فلاں ترک نے سقا پر دعوےٰ کیا ہے اور حق اس ترک کی طرف ہے مگر آپ سقا کی طرف رعایت کر رہے ہیں اگر سقا ترک کے دعوے کے حق ہونے سے انکار کرے تو آپ سقا سے فرمایئے کہ "اے سقائے تشنہ" وہ اس کلام سے سمجھ جائیگا۔ اور دوسرا اشارہ یہ ہے کہ سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے۔ اور جب وہ حاملہ ہوئی تو حمل کو ساقط کر دیا۔ اور بچہ کو فلاں موضع میں دفن کر دیا۔ اس پیام کے پہنچانے کے بعد دوسرے دن صبح کے وقت تین عدد مویشی لیجئے اور ریگستان ملک مرو کی راہ سے شہر نسف کی طرف متوجہ ہوئیے اور جب آپ پشتہ سے پار ہو جائیں۔ تو ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہوگی۔ وہ ایک گرم روٹی آپ کو دیگا آپ اس کو لے لیں اور اُس سے کوئی بات نہ کریں۔ اور ایک قافلہ ملیگا اُس میں سے ایک سوار سے آپ کی ملاقات ہوگی آپ اس کو نصیحت کرنا وہ آپکے ہاتھ پر توبہ کریگا۔ اور حضرت عزیزان کی کلاہ جو آپ کے پاس ہے اس کو آپ سید امیر کلال کی خدمت میں لے۔ پھر اس جماعت نے مجھ کو حرکت دی۔ اور مجھ کو ہوش میں لے آئی۔ مَیں اُس کی صبح کو عجلت کے ساتھ مکان پر گیا۔ اور اپنے متعلقین سے ٹوپی کا قصہ پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ ایک مدت سے وہ کلاہ فلاں مقام پر ہے جب حضرت عزیزانؒ کی کلاہ پر میری نظر پڑی تو میرا حال متغیر ہوا اور مَیں بہت دیر تک روتا رہا۔ پس صبح کی نماز مولانا شمس الدین امکنوی قدس سرہٗ کی مسجد میں ادا کر کے مولانا سے سارا قصہ بیان کیا۔ وہ بہت متحیر ہوئے۔ سقہ حاضر خدمت تھا وہ ترک مدعی کے دعوےٰ کی حقیقت سے منکر ہوا۔ مَیں نے سقا سے کہا کہ میرا ایک گواہ یہ ہے کہ "تو سقائے تشنہ ہے" تجھ کو عالم معنٰے سے کچھ حصہ نہیں ملا ہے۔ پھر مَیں نے سقا کے زنا کرنے اور حمل کو ساقط کرا کے اُس کے دفن کرنے کا قصہ بھی موقع سے عرض کیا۔ مولانا اور حضار مسجد اس مقام کو تشریف لیگئے اور جستجو کی تو بچہ اُس مقام سے برآمد ہوا۔ سقا نے اپنے قصور پر نادم ہو کر معافی چاہی

دوسرے دن اشراق کے وقت مَیں نے تین عدد مویشی لئے اور مَیں براہ مرو نسف کی طرف متوجہ ہُوا۔ میری روانگی کی خبر پاکر مولانا نے مجھ کو طلب کیا اور بہت کچھ التفات فرمائی اور کہا کہ تجھ میں طلب کا درد پیدا ہُوا ہے اور اس درد کی دوا میرے پاس ہے تم یہیں ٹھیر جاؤ تاکہ مَیں تمہاری تربیت کروں۔ مولانا کے اس ارشاد کے جواب میں میری زبان سے یہ نکلا کہ مَیں دوسروں کا فرزند ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ پستانِ تربیت میرے منہ میں رکھیں اور مَیں اُس کے سر کو کاٹوں۔ یہ سُنکر مولانا خاموش ہو رہے اور مجھ کو جانے کی اجازت دیدی۔

اُسی روز صبح کو مَیں نے اپنی کمر مضبوط باندھی اور دو آدمیوں سے مَیں نے کہا کہ دونو طرف سے میری کمر کو زور سے کھینچیں۔ اُس کے بعد میں روانہ ہو گیا پشتہ کے پار ہو جانے کے بعد ایک پیر مرد سے ملاقات ہوئی اور اُس نے ایک گرم روٹی مجھے دی۔ مَیں نے وہ لے اور اُن سے کوئی بات نہ کی وہاں سے روانہ ہُوا اور اس کے بعد مَیں ایک قافلہ سے جاملا قافلہ والوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ مَیں نے کہا ابکنہ سے اُنہوں نے پوچھا کہ تم کس وقت وہاں سے چلے ہو۔ مَیں نے کہا کہ طلوع آفتاب کے وقت اور جس وقت کہ مَیں اُن لوگوں سے ملا تھا چاشت کا وقت تھا۔ وہ لوگ متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ہم اس گاؤں سے سرِ شام نکلے ہیں۔ جب مَیں اُن کے پاس سے آگے بڑھا۔ تو وہ سوار میرے پاس آیا اور اُس نے سلام کیا اور کہا کہ آپ کون ہیں مجھے آپ سے خوف معلوم ہوتا ہے مَیں نے کہا کہ مَیں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر تجھے توبہ کرنی چاہئے۔ وہ سُنتے ہی فوراً گھوڑے سے اُتر پڑا اور التجا کر کے اُس نے توبہ کی۔ وہ سوار اپنے ساتھ بہت سی شراب رکھتا تھا سب شراب پھینکدی۔

مَیں وہاں سے حضرت خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور آپ کی ملاقات سے مشرف ہُوا حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی کلاہ شریف آپ کی خدمت میں گذرانی امیر نے بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ٹوپی حضرت عزیزان قدس سرہٗ کی ہے مَیں نے کہا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کلاہ کو درمیان دو پردوں کے محفوظ رکھو مَیں نے قبول کیا اور کلاہ لے لی۔

پھر جناب سید امیر کلال قدس سرہٗ نے مجھ کو ذکر خفی نفی و اثبات میں مشغول فرمایا۔ مَیں آپ کے ارشاد کے مطابق اس ذکر اور عمل بہ عزیمت میں مصروف رہا۔ اور ذکرِ جہر ترک کر دیا۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ منازل اور مقامات کو طے کرنے کے زمانہ میں دو مرتبہ حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا سا حال مجھ میں دو مرتبہ پیدا ہوا اور قریب تھا کہ میری بھی زبان سے صدا نکلے جو حضرت منصورؒ کی زبان سے نکلی تھی۔ وہاں تو ایک ہی دار تھی۔ مگر میں نے دو مرتبہ اپنے آپ کو اس دار پر لٹکایا اور کہا کہ تیری جگہ اسی دار پر ہے فضل الٰہی سے یہ منزل طے ہو گئی۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس شوق و ذوق کے غلبہ کے زمانہ میں ایک روز بخارا سے نسف کی طرف جا رہا تھا اور صحبت سید امیر کلال سے مستفید ہو کر جب میں جغرانی کے مسافر خانہ میں پہنچا تو حضرت خضر علیہ السلام ایک سوار کی صورت میں گلہ بانوں کی طرح ایک بڑی لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے اور ٹوپی نمدہ کی اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے اور وہ لکڑی میرے کو ماری۔ اور ترکی زبان میں کہا کہ تو نے گھوڑوں کو دیکھا۔ میں نے اُن سے کچھ نہ کہا حالانکہ کئی مرتبہ انہوں نے میرا سامنا کیا اور اس طرح پیش آئے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں آپ خضر ہیں آپ سرائے قراول تک میرے پیچھے پیچھے آئے اور مجھ سے فرمایا آئیے تھوڑی دیر ہم اور آپ ہم صحبت رہیں۔ میں نے اُن کے اس کہنے پر کچھ توجہ نہ کی۔ جب میں سید امیر کلال قدس سرہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے مجھ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ تم راستہ میں خضر علیہ السلام کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ چونکہ میں آپ کی جناب کی طرف متوجہ تھا۔ اس لئے ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان العارفین بایزید قدس سرہ کے مقام کی سیر کی اور اُن کے سیر کی انتہا تک پہنچا۔ اور شیخ جنید اور شیخ شبلی اور شیخ منصور حلاج قدس اللہ اسرارہم کے مقامات کی سیر کی اور جہاں تک یہ بزرگ پہنچے تھے میں بھی وہاں تک پہنچا۔ یہاں تک کہ ایک بارگاہ بزرگ مجھ کو ملی میں سمجھ گیا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے میں نے نہایت ادب سے نیاز اور تعظیم کا سر آپ کے آستانہ عزت اور احترام پر رکھا۔ شیخ بایزید قدس سرہ جب اس بارگاہ تک پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ سیر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت کریں۔ اس لئے اُن کے منہ پر اس گستاخی کا طمانچہ لگا۔ پس جو اُن سے غلطی ہوئی تھی میں نے اس سے پرہیز کیا اور راہ ادب اختیار کی ۔

(طریق اول) قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ نماز روزہ اور ریاضت مجاہدے حضرت تعالےٰ وتقدس تک پہنچنے کے ذریعے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک وجود (خودی) کی

نفی اور سب راستوں سے قریب کا راستہ ہے۔ اس کی ضرورت ہے لیکن بغیر اپنے اختیار کے ترک کرنے اور اپنے اعمال کا قصور دیکھنے کے معاملہ درست نہیں ہوتا ہے ٭

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نَصِیبُ اُمَّتِی مِنْ نَارِ جَھَنَّمَ کَنَصِیبِ اِبْرَاھِیْمَ مِنْ نَارِ نَمْرُوْدَ میری امت کے حصہ میں نارِ جہنم ایسی ہوگی جیسے حضرت ابراہیمؑ کے حصہ میں آتشِ نمرود ٭

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ[۱] لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَے الضَّلَالَۃِ میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ آپ کی مراد اس امت سے وہ لوگ ہیں جو آپکی پیروی اور متابعت کرتے ہیں۔ نہ وہ لوگ جو صرف ایمان لے آئے ہیں ٭

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جو وارد ہے کہ اَلْفُقَرَاءُ الصّٰبِرِیْنَ جُلَسَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیِ الْمُقَرَّبُوْنَ غَایَۃَ الْقُرْبِ فقرا صبر کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے ہم نشین ہونگے۔ یعنی نہایت درجہ مقرب خدا ہونگے اشارہ اہل ظاہر کے احوال کی طرف ہے ٭

فقر کی دو قسمیں ہیں:۔ فقر اختیاری۔ اور فقر اضطراری۔ یہ دوسری قسم پہلی سے بہتر ہے کہ بندہ کے لئے خدا کا تجویز کیا ہوا ہے۔ اور حدیث قدسی اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ جو شخص میرا ذکر کرے مَیں اُس کا ہمنشین ہوں۔ اہل باطن کے احوال کی طرف اشارہ ہے ٭

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ولایت بڑی نعمت ہے ولی کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو ولی سمجھے۔ تاکہ اُس نعمت کا شکر ادا کر سکے۔ ولی محفوظ ہوتا ہے۔ عنایت الٰہی اُس کو اُس کے حال پر نہیں چھوڑتی۔ اور بشریت کی آفت سے اُس کو محفوظ رکھتی ہے۔ خوارق اور کرامات کے ظاہر ہونے پر کوئی اعتماد نہیں چاہیئے۔ معاملہ استقامت سے متعلق ہے ٭

اولیائے کرام نے فرمایا ہے کُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَۃِ لَا طَالِبَ الْکَرَامَۃِ فَاِنَّ رَبَّکَ یَطْلُبُ مِنْکَ الْاِسْتِقَامَۃَ وَنَفْسَکَ یَطْلُبُ مِنْکَ الْکَرَامَۃَ استقامت کا طالب بن۔ کرامت کا طالب مت بن۔ کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت کا طلبگار ہے۔ اور تیرا نفس تجھ سے کرامت کا طالب ہے ٭

بزرگانِ دین کا ارشاد ہے کہ اگر ولی کسی باغ میں چلا جائے۔ اور درخت کے ہر پتے سے

۱؎ صحیحین میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے ٭

آواز نکلے کہ اے ولی خدا کے توظاہر اور باطن ولی اللہ ہے تو اُس پر اس کو توجہ نہ ہوگی بلکہ ہر لحظہ اُس کی کوشش بندگی اور تضرع اور نیازمندی کی صفت میں زیادتی کرنے کیلئے ہوگی۔ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ انتہائی کمال تھا کہ جس قدر انعام و اکرام الٰہی جل وعلا آپ پر زیادہ ہوتا۔ اُسی قدر آپ کی بندگی اور نیازمندی اور سکنت زیادہ ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی سبب سے آپنے ارشاد فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ نادر اور عروۃ وثقیٰ ہے۔ سُنتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدرجۂ کمال اقتدا کرنا اور آثار صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا اس راستہ میں ہم کو محض فضل سے لایا گیا ہے۔ آخر تک ہم اُسی فضل حق سبحانہٗ کا مشاہدہ کرتے ہیں نہ اپنے عمل کا۔ ہمارے طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں۔ مگر اتباع کی رعایت بہت بڑھی ہوئی ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ سے جو کوئی رُوگردانی کرے اُس کے دین کی خرابی کا اندیشہ ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ سب سے ملے جُھلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے۔ اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے کی نفی میں ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے طریقہ میں یہ بھی ہے کہ سالک کو نہیں جاننا چاہئے کہ وہ کس مقام میں ہے تاکہ یہ دانست اوس کے رستہ کا حجاب نہ بنے +

قدسیہ۔ پیر کو چاہئے کہ طالب کے گزشتہ اور آیندہ حالات سے باخبر رہے کہ اُس کی بموجب اور ونکی تربیت کر سکے۔ شرائط طلب میں سے یہ امر بھی ہے کہ جب کبھی جس دوستان حق سبحانہٗ کی مصاحبت کا اتفاق ہو اپنے حال سے باخبر ہو اور اُس وقت صحبت کو زمانہ گذشتہ سے موازنہ کرے۔ اگر نقصان کی کمی اور کمال کی زیادتی اپنے اندر پائے۔ تو بموجب اس مقولہ کے کہ اچھی بات کو اختیار کرلو۔ اُس کی صحبت کو اپنے اوپر فرض عین سمجھے +

قدسیہ۔ سالکین راہ حق خواطر شیطانی اور نفسانی کے دفع کرنے میں متفاوت ہیں بعض ایسے ہیں کہ قبل اس کے کہ نفس اور شیطان اُن کے دل پر اثر کرے اس کو دیکھ لیتے ہیں

اور وہیں دفع کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جب خطرہ آتا ہے تو قرار پکڑنے سے پہلے اُس کو دفع کر دیتے ہیں مگر یہ زیادہ مفید بات نہیں ہے اگر اس خطرہ کی پیدائش کے سبب کا ادراک اور اُس کے دفع کی قوت پیدا کریں تو یہ زیادہ مفید بات ہے۔ خطرہ کا ادراک کر لینا اور حال کی تبدیلی اور ایک صفت سے دوسری صفت کی منتقلی ایک دشوار امر ہے ؛

قدسیہ۔ خدا کی معرفت کے راستے جن سے عارفوں کو خدا کی معرفت حاصل ہے اور دوسرے اُس سے محروم ہیں۔ اُس کے تین طریقہ ہیں۔ مراقبہ اور مشاہدہ اور محاسبہ۔ مراقبہ یہ ہے کہ نِسْیَانُ رُؤْیَۃِ الْمَخْلُوْقِ بِدَوَامِ النَّظْرِ اِلَی الْخَالِقِ خالق کی ہر دم کی حضوری کی وجہ سے مخلوق کی طرف نظر نہ رہے۔ مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے جس کو کما حقہٗ حضرات نقشبند نے حاصل فرمایا ہے اور اُس کے حصول کے طریقہ کو معلوم کر لیا ہے یعنی نفس کی مخالفت کرنا۔ مشاہدہ واردات غیبی کے معائنہ کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہے۔ اور چونکہ جلدی گذر جاتی ہے اور قرار نہیں پکڑتی۔ اِس لئے اُس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ صفت جو ہمارا حال بنجاتی ہے۔ ہم اس کو قبض اور بسط سے پہچان لیتے ہیں یعنی حالت قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور حالت بسط میں صفت جمال کا مطالعہ کرتے ہیں ؛

محاسبہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم پر گذرتا ہے ہم ہر گھڑی اُس کا حساب کرتے ہیں کہ کس طرح گذر رہا ہے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ نقصان کی چیز ہے تو ہم اُس سے بازگشت کرتے ہیں اور از سرِ نو عمل اختیار کرتے ہیں اور اگر دیکھتے ہیں کہ بہتر چیز ہے تو مشکور ہو کر ہم اس حال میں ٹھیر جاتے ہیں اور اُس عمل میں کوشش کرتے ہیں ؛

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی توجہ سے ہمارا حال یہ تھا کہ ہم پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہو جاتے تھے۔ اور جب آنحضرت قدس سرہٗ کی توجہ اور زیادہ ہوتی تو مقام فنا تک واصل ہوتے اور اپنے سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو جاتے۔ اُس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے کہ ہم صرف واسطۂ حصولِ دولت کے ہیں۔ ہم سے علیحدہ ہو کر مقصودِ حقیقی سے جا ملو۔ اصحابِ تکمیل و ارشاد کا طریقہ یہ ہے کہ اِس رستہ کے طالبوں کو طریقت کے گہوارہ میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں یہاں تک کہ وصلِ الٰہی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اُس کے بعد اُن کو دودھ سے روکتے ہیں اور محرم بارگاہِ احدیت بناتے ہیں تاکہ بلا واسطہ پیر کے براہ راست

حضرت عزت وجلت قدرت سے فیض حاصل کرنے لگیں ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ عبادت میں اپنی ہستی کی طلب ہے اور عبودیت میں اپنی ہستی کا کھونا ہے۔ جب تک سالک میں کچھ بھی ہستی باقی ہے کوئی عمل نتیجہ بخش نہیں ہو سکتا ۔

تا در جوئے زہستی زہستی باقیست ۔۔۔ این منشیں کہ خود پرستی باقیست

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اِذَا اَرَدْتَ مَقَامَ الْاَبْدَالِ فَعَلَیْكَ تَبْدِیْلُ الْاَحْوَالِ اگر تو مقام ابدال کا حصول چاہتا ہے تو اپنے حال کی تبدیلی کو لازم پکڑ"۔ اس قول میں مخالفت نفس اور ترک ہوا وہوس کی طرف اشارہ ہے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَا یَخْفٰی عَلَیْهِ شَیْءٌ جس نے خدا کو پہچانا اُس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ یعنی عارف جب اشیاء کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ اُس پر ظاہر ہو جاتی ہیں ۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ سب مشائخ کے آئینہ کی دو جہت ہوتی ہیں اور ہمارے آئینہ کی شش جہت ہوتی ہیں ۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کر رہے ہیں ہمارے وجود کے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس قول میں اس طرف اشارہ ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں جو خدائے پاک نے ان کو عطا کیا ہے اور جو چیز خدائے پاک کی عطا کی ہوئی ہو وہ یقیناً سچ ہوتی ہے ۔

شیخ عبدالقدوس جو قطب اولیاء عزلت ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی سیر تمام آسمانوں اور زمینوں کے طبقات میں جاری ہے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس گروہ کی نظر میں تختۂ روئے زمین مثل دسترخوان کے پیش نظر ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ بصورت ناخن ہے۔ لہذا کوئی شئے زمین کی اُن کی نظروں سے غائب نہیں ہے اس ارشاد فرمانے کے وقت حضرت عزیزان قدس سرہٗ دسترخوان پر تھے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو سلامتی حق سبحانہٗ میں سونپ دے اُس کی التجا غیر خدائے پاک سے شرک ہے یہ شرک عوام سے معاف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن خواص سے معاف نہیں کیا جاتا ۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ توکل کرنے والے کو چاہئے کہ خود کو توکل کرنے والوں میں شمار نہ کرے۔ اور اپنے توکل کو اسباب کے استعمال میں پوشیدہ کرے ❖

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ خدائے پاک نے مجھ کو دنیا سے لوگوں کو بچانے کیلئے پیدا کیا ہے۔ مگر لوگ مجھ سے دنیا کی ترقی کے طلب گار رہیں ❖

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وجود اس وجود سے زیادہ حالتِ ویرانی میں ہوتا تو معرفت خدا کے خزانہ کو اوسی میں پوشیدہ کیا جاتا ہے ❖

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ تعلقات خلق کا بار صرف اسی لئے اٹھاتے ہیں کہ خلق اللہ کے اخلاق مہذب ہو جائیں یا کسی ولی کی ان کو صحبت حاصل ہو جائے کیونکہ کوئی ولی ایسا نہیں ہے۔ جس کے حال پر اللہ تعالےٰ کی نظر عنایت نہ ہو۔ خواہ اس سے وہ ولی آگاہ ہو یا نہ ہو۔ جو شخص کسی ولی سے ملتا ہے اُس نظر الٰہی کا فیض اس کو پہنچتا ہے ؎

صد سُفرۂ دشمن بکشد طالبِ مقصُود   باشد کہ یکے دوست بیاید بضیافت

ترجمہ۔ طالب مقصد سیکڑوں مرتبہ دستر خوان دشمن کے لئے بچھتا ہے۔ اس امید پر کہ کبھی کوئی دوست بھی آکر شریک ہو جائے ❖

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ شمع کی مانند بن۔ مگر شمع کی طرح مت ہو یعنی شمع دوسروں کو روشنی دیتی ہے ایسا بن اور شمع خود تاریک رہتی ہے تو ایسا مت رہو ❖

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی دن ہمارے سامنے اپنے جوتے بھی چھوڑے ہوں تو اُس کی بھی ہم شفاعت کرینگے۔ یعنی خواہ کتنا ہی کم تعلق رکھتا ہو ❖

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ پہلے خستہ آدمی کے اصلی حالت پر لانے کی کوشش کرو اُس کے بعد دلِ شکستہ کی اصلاح پر توجہ کرو ❖

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اس رستہ میں صاحب پندار کا کام نکلنا نہایت مشکل ہے ؎

گرچہ حجابے بروں از حدست   ہیچ حجابے تو چو پندار نیست

ترجمہ۔ اگرچہ خدا کے اور تیرے درمیان بہت کچھ حجاب ہیں۔ لیکن کوئی حجاب تیری خود پسندی سے بڑھ کر نہیں ہے ❖

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کو چاہئے کہ جو کچھ کہے دردِ حال سے کہے۔

اگر بغیر حال و درد کے کہیگا تو وہ درود حال کی سعادت سے محروم رہیگا ✤

قدسیہ ـ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو شخص دوڑا اُس نے خدا کو پا لیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا کو وہ پائیگا جو اس راہ میں دوڑتا رہیگا۔ دوڑتے رہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہمیشہ اس راہ میں سعی کرتا رہا ہو ✤

قدسیہ ـ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دیجاتی ہے۔ مگر وہ بغیر حکم الٰہی کے ان کو ظاہر نہیں کرتے ✤

کہتے ہیں کہ جو شخص خدا کے بھید سے واقفیت رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا ہے وہ چلاتا ہے۔ اِخْفَاءُ الْاَسْرَارِ مِنْ جَمِیْعِ الْاَبْرَارِ۔ اسرار کو چھپانا ابرار کا طریقہ ہے ✤

قدسیہ ـ آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے مسخ صورت یعنی صورت کا بگڑ جانا تو اس اُمت سے اُٹھا لیا گیا ہے مگر مسخ باطن یعنی دل کی خرابی باقی رہ گئی ہے ؎

اندریں اُمت نباشد مسخ تن | لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن

ترجمہ۔ اس اُمت میں بدن کا مسخ نہیں ہے۔ مگر دل کا بگڑ جانا ہے ✤

قدسیہ ـ آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم سے کبھی خلق کے لئے حالات اور اعمال اور احوال کا اظہار صادر ہو جاتا ہے ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ یا تو الہام سے اس کی ہم کو خبر دیجاتی ہے یا کسی اور ذریعہ سے ہم تک پہنچاتے ہیں ✤

قدسیہ ـ آپ فرماتے ہیں کہ ہر کام میں نیت کی صحت نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ نیت بخشش الٰہی ہے اس کا کسب سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ بزرگان دین میں سے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بڑے خلوص نیت سے نماز ادا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ لَمْ یَحْصُلْ لِی النِّیَّۃُ مجھ کو ابھی تک خلوص نیت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوا ہے ✤

قدسیہ ـ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو حق پرست کہا جا سکتا ہے تو اس بنا پر کہ وہ حق کو باطل سے جدا کرنے کی نیت رکھتا ہو ✤

قدسیہ ـ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا بیضۂ قابلیت صحبتہائے فاسدہ کی وجہ سے خراب ہو جائے تو اُس کے کام کی درستی دشوار ہے بجز صحبت اولیاء اللہ کے کہ وہ اُس کے

صاحبِ تدبیر ہیں۔ اور وہ مثل گندھک سُرخ کے کمیاب ہیں۔ رباعی

جز صحبتِ عاشقانِ مستان مپسند
در دل ہوسِ قومِ فرومایہ مبند
ہر طائفات بجانب خویش کشند
چغدت سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

ترجمہ۔ مست عاشقوں کی صحبت کے سوا کچھ اور پسند مت کرو اور اپنے دل میں نااہل لوگوں سے ملنے کی آرزو مت رکھو۔ ہر گروہ تم کو اپنی طرف کھینچتا ہے اُلّو ویرانہ کی جانب اور طوطی قند کی طرف ✦

قدسیہ بندہ کا اختیار باقی رہنے میں بہت سعادت ہے تاکہ اگر کوئی کام رضائے حق سبحانہٗ کے خلاف اُس سے سرزد ہو جائے تو وہ شرمندگی اور پشیمانی سے عذر اور توبہ میں مشغول ہو سکے۔ اور اگر رضائے حق کے موافق ہو اور اس کے اختیار سے ہو تو اس کی توفیق کے شکر میں مصروف ہوئے ✦

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ غِیَابُ الزِّیَارَۃِ مَعَ حُضُوْرِ الْقَلْبِ خَیْرٌ مِنْ دَوَامِھَا بِلَا حُضُوْرٍ اگر حضوری دل کی کسی کو اُس کے پیر کے ساتھ رہے اور ملاقات جسمی اُس سے دیر سے ہو تو وہ اُس دائمی جسمی ملاقات سے بہتر ہے جو بلا حضوری قلب کے ہو ✦

چنانچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا تم ایک دن آڑ ہم سے ملا کرو کہ اس سے محبت زیادہ ہوگی ✦

ایک روز آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) ستون حنانہ کے پیچھے سے گذر رہے تھے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فوراً آپ کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور کہا کہ اے رسول خدا کے میں آپ کی جدائی کی طاقت نہیں رکھ سکتا ہوں۔ اگرچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی محبت کے کمال کا اظہار کیا۔ لیکن اگر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل کرتے تو اور بہتر ہوتا ✦

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو مرشد کا کوئی کام بُرا معلوم ہو تو تو چاہئے کہ بقدرِ طاقت صبر کرے اور کارخانہ اعتقاد کو برہم نہ کرے۔ ممکن ہے کہ اُس پر اُس کا راز ظاہر کر دیا جائے اور اگر طالب مبتدی ہو اور طاقت صبر کی نہ رکھتا ہو تو وہ شیخ سے دریافت کرلے۔ کیونکہ اُس کے لئے پوچھ لینا روا ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو وہ اُس کے حل کرنے کے لئے لب کشائی نہ کرے۔ کہ اُس کے لئے سوال حلال نہیں ہے ✦

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے کرامت طلب کیگئی۔ آپ نے فرمایا کہ میری یہ کرامت کچھ کم ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے زمین پر چل سکتا ہوں۔ اور فرمایا کہ مرید میں شیخ کے احوال کا ظہور مرید کی کرامت ہے +

آپنے فرمایا ہے کہ شیخ ابو العباس قصاب قدس سرہٗ سے کرامت طلب کیگئی۔ تو اُنہوں نے فرمایا کہ مَیں ایک بکری ذبح کرنے والے کا لڑکا ہوں۔ اتنی خلق میرے گرد کیوں جمع ہو گئی ہے +

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک مخلص بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں قبچاق کی طرف سے ایک لشکر نے شہر بخارا پر حملہ کیا بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سی مخلوق کو قید کر لیا۔ اُنہی میں میرے بھائی کو بھی قید کر کے لیگئے۔ میرے والد اپنے لڑکے کیلئے بہت پریشان ہوئے۔ اور ہمیشہ مجھ سے کہتے تھے کہ اگر تو میری رضامندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں قبچاق جا۔ مَیں نے یہ ماجرا حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کی رضامندی حاصل کرو۔ اِس میں بہت سی سعادتیں اور برکتیں ہیں۔ اور فرمایا کہ جب تم کو اس سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو ہماری طرف توجہ کرنا۔ پس اس سفر میں مجھ کو تھوڑی سی تجارت میں بہت سا نفع حاصل ہوا۔ اور بلا کسی دشواری کے بہت جلدی مَیں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ اور قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ کشتی میں لوگ بہت تھے اور ہوا مخالف چلنی شروع ہوئی۔ اور کشتی کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ لوگوں نے فریاد شروع کی۔ اُس نا اُمیدی اور پریشانی کی حالت میں میرے کانوں میں کسی شخص کی حضرت خواجہ کو یاد کرنے کی آواز آئی۔ اُس کے سُنتے ہی حضرت خواجہ کا وہ ارشاد مجھ کو یاد آیا۔ کہ جب تجھ کو کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھ کو یاد کرنا پس میں حضرت کی طرف متوجہ ہوا۔ اُسی وقت حضرت خواجہ حاضر اور موجود ہو گئے۔ اور مَیں نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت کی برکت سے ہوا ٹھیر گئی اور دریا کا تلاطم موقوف ہو گیا۔ تھوڑے دنوں میں ہم دونو بھائی بخارا پہنچ گئے۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں شرف قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ ہم نے سلام کیا تو حضرت خواجہ مُسکرائے اور فرمایا کہ جس وقت تم نے کشتی میں ہم کو سلام کیا تھا ہم نے تمہارے سلام کا جواب دیا تھا لیکن تم نے نہ سُنا تھا اِن بڑی بڑی کرامتوں کے دیکھنے سے میرا اعتقاد حضرت خواجہ کے ساتھ اور زیادہ ہو گیا +

کرامت۔ خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ابر تھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا نماز ظہر کا وقت ہوگیا ہے؟ میں نے کہا کہ ابھی نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا۔ تو بالکل ابر نہ تھا اور تمام ملائکہ آسمان نماز ظہر کی ادائی میں مصروف تھے۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ تم تو یہ کہہ رہے تھے۔ کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ میں نے اپنے اس کہنے سے نادم ہو کر استغفار کی۔ ایک مدت تک مجھ پر اس کی ندامت رہی۔

کرامت۔ جب کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ حاجی عید قربان کے دن قربانی کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے چاہیئے کہ اُسی کو ہم قربان کر دیں۔ واپسی کے بعد جب بخارا پہنچے تو معلوم ہوا کہ عید کے دن ہی حضرت کے لڑکے نے بخارا میں انتقال کیا تھا۔

کرامت۔ ایک روز درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کلاہ نوروزی سی رہے تھے۔ آپ کا حال اُس وقت نہایت بسیط تھا۔ چنانچہ آپ کی حالت سب میں اثر کر گئی اور سب کو ذوق پیدا ہوگیا۔ حضرت خواجہ اور درویشوں نے جو آپ کی صحبت میں تھے کلاہ نوروزی سر پر رکھی۔ اُس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سلاطین کی ٹوپی ہم نے سر پر رکھی اس لئے سلطنت میں بھی ہم کو تصرف کرنا چاہیئے۔ پس ہم کو کس بادشاہ پر زد کرنی چاہیئے۔ ایک درویش نے حاکم ماوراء النہر کا نام لیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اُسی پر زد کی۔ آپ نے اُسی وقت خوشخبری کا ایک خط امیر بخارا کو جو وہاں سے بھاگ کر کابل چلا گیا تھا۔ بھیجا کہ صورت حال اس طرح سے واقع ہوئی ہے۔ چاہیئے کہ پانسو اشرفیاں نذرانے کی فقرا کی خدمت میں بھیجو۔ چند روز کے بعد معلوم ہوگیا کہ ماوراء النہر کا وہ حاکم اُسی روز کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا کہ ہم اُوسی پر زد کرتے ہیں قتل کیا گیا۔

کرامت۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ اُن درویشوں میں سے ایک جماعت سفر کے سامان کی تیاری کیلئے نکلی۔ اور دو فریق ہوگئے۔ ایک فریق طرفوں کے بازار کی طرف روانہ ہوا۔ اُنہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اس بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید آپ حجرے سے باہر نکل آئے ہیں۔ دوسرا فریق چوراہہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اُس نے بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو چوراہہ میں پایا۔ اُنہوں نے بھی آپ کی نسبت

وہی خیال کیا کہ آپ حجرہ سے باہر نکل آئے ہیں۔ یہ درویش بازار میں اخی محمد زاہد سے ملے۔ اور اُن سے اپنی سرگذشت بیان کی۔ اُس نے کہا کہ مَیں نے اِس وقت حضرت خواجہ قدس سرّہ کو فلاں مقام پر دیکھا کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے تھے۔ فقیروں کو تردد ہُوا کہ حضرت سے کہاں جا کر ملاقات کریں وہ اسی خیال میں تھے کہ ایک درویش اُن کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت خواجہ یاد فرماتے ہیں کہ اتنی دیر آپ کو کیوں ہوئی۔ درویشوں نے اُس سے سب قصہ بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ جس وقت سے تم لوگ حضرت خواجہ کے پاس سے باہر نکلے ہو مَیں اور حجرہ والا درویش برابر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ حضرت نے حجرہ سے قدم باہر نہیں نکالا۔ اور اس وقت جلدی کر کے تمہارے پاس مجھ کو بھیجا ہے۔ درویشوں نے یہ کرامت حضرت خواجہ سے بیان کی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایک رات درویش محمد زاہد زیورتونی شیخ شادی کے مکان میں تھے ایک دوسرے کے ساتھ ہم جلیس ہوئے اور صفت ایثار اور فدا اُن پر طاری ہوئی اور بیخود ہو کر فانی ہو گئے۔ بہت دیر اسی طرح گذری۔ اور ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ ان کی رُوح بدن سے پرواز کر گئی۔ اُسی وقت حضرت خواجہ قدس سرّہ قصرِ عارفان سے نکلے اور دونو درویشوں کو اپنے تصرف سے اس صفت سے نکالا۔ اور فرمایا کہ جب آپ دونو اس صفت میں آئے۔ اور یہ حالت آپ پر طاری ہوئی۔ مجھ کو حکم ہُوا کہ جاؤ ہمارے بیدوں کی دستگیری کرو۔ اس وجہ سے اس رات کو مَیں قصرِ عارفان سے نکل کر آیا۔

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرّہ نہر کے اُس کنارہ پر جو مزار شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرّہ کے برابر ہے۔ درویشوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور صحبت گرم تھی اتنے میں ایک شخص کی زبان سے یہ نکلا کہ پہلے بزرگوں کو کرامت اور تصرفات حاصل تھے اس زمانہ میں کوئی ایسا بزرگ نہیں ہے جس سے اس قسم کے ایسے اُمور سرزد ہوتے ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب بھی ایسے لوگ ہیں اور رہیں گے اگر اس نہر کو اشارہ کر دیں کہ اُلٹی بہے تو اسی وقت اُلٹی بہنے لگے۔ حضرت خواجہ یہ فرما ہی رہے تھے کہ نہر کا پانی اُلٹا بہنے لگا۔ ایک جماعت کثیر اور جم غفیر نے اس کرامت کو دیکھا۔ اور مخلوق کا اعتقاد حضرت کی نسبت اور بھی زیادہ ہو گیا۔

کرامت۔ ایک درویش حضرت خواجہ قدس سرّہ کی صحبت میں آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے اُس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور فرمایا کہ باخان کے لوگوں کو تیری

وجہ سے نقصان پہنچا۔ اور تو بغیر ہماری اجازت کے بخارا سے نکلا! اور ہیبت و جلال کے ساتھ اُس کی طرف نظر کی۔ اُس درویش کی حالت متغیر ہو گئی اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور اُس کے سانس کی آمد و رفت رُک گئی حاضرین میں سے کسی کو بھی اُس کی سفارش کی مجال نہ تھی۔ آخر کار سب لوگ حضرت خواجہ کے والد بزرگوار کی خدمت میں گئے وہ بہت احتیاط کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں گئے۔ اور کہا کہ سب درویش اِس کی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تک کہ وہ آفاق میں جائیگا اور آفاق کو راضی نہ کریگا۔ اور وہ اس کی ایذا رسانی سے رہائی نہ پائیں گے اس وقت تک اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر حضرت نے اُس کے سینہ پر قدم مبارک رکھا اور کہا کہ اُٹھ وہ فوراً ہوش میں آگیا۔ اور اُٹھ کھڑا ہوا +

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ غدیوت میں ایک درویش کے مکان میں تنور سُلگا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت پر کیفیت اور خوش وقتی طاری ہوئی۔ آپ نے اپنا دست مبارک سُلگتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ اور بہت دیر تک اُس میں رکھے رہے۔ جب آپ نے ہاتھ نکالا تو آپ کے ایک بال کو بھی آگ کا کچھ اثر نہ ہوا تھا ؎

خلیل اللہ در آتش ہمے گفت اگر موئے زمن باقیست مے سوز

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ آگ میں گرتے وقت فرماتے تھے کہ اگر ایک بال بھی مجھ میں میرا باقی ہے تو جل جائے! حاضرین پر اس کرامت کے مشاہدہ سے حالت عظیم طاری ہوئی +

کرامت۔ ایک روز چند درویش فالیز کے کھیت کو پانی دے رہے تھے کہ ایک درویش نے کہا خاندان خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں سے ایک درویش فالیز کے کھیت کو پانی دے رہا تھا۔ روٹی کھانے میں اُس کے مریدوں نے کہا کہ کیا اچھا ہوتا ہے جو تھوڑے خربوزہ آموچہ کے ہوتے۔ وہ درویش فالیز کے کھیت میں آیا۔ اور خربوزہ آموچہ نکال لایا۔ اِس حکایت کے تذکرہ کے وقت حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں سے پوچھا۔ کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔ ایک درویش نے یہ حکایت حضرت خواجہ سے بیان کی حضرت نے اصحاب کو باتوں میں مشغول رکھا اور ہاتھ دراز فرمایا اور فالیز کے کھیت سے ایک خربوزہ آموچہ کا نکال لائے۔

کرامت۔ ایک درویش امیر تاج نامی کا یہ حال تھا کہ جب درویش اس کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو وہ اُس کام کو اُسی وقت پورا کر کے آجاتا تھا۔ اور اکثر اوقات پرندوں کی

طرح بلا پروں کے اُڑا کرتا تھا۔ ایک روز درویشوں نے اس کو بخارا روانہ کیا وہ ہوا میں اُڑ کر جارہا تھا۔ اتنے میں حضرت تشریف لائے۔ اور اُس کے اس حال کو دیکھا۔ نگاہ پڑنے کے ساتھ ہی اُس کا یہ حال سلب ہوگیا اور زمین پر گر پڑا۔ اس کے بعد پھر کبھی ہوا پر نہ اُڑ سکا۔

کرامت۔ ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ ایک دن کسی کے ساتھ مجھ کو میل خاطر غالب ہوا۔ اس طرح کہ میں اپنے کو روک نہیں سکتا تھا۔ مجبوراً میں نے اُس کے پاس جانے کا قصد کیا۔ جب میں اُس کے پاس پہنچا تو یکایک حضرت خواجہ قدس سرہٗ عصا ہاتھ میں لیئے ہوئے ظاہر ہوئے۔ اور مجھ کو اُس عصا سے مارنا چاہا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر دہشت مجھ پر غالب ہوئی۔ اور دونو ہاتھ منہ پر رکھ کر آنکھیں بند کر کے وہاں سے اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ ایک مدت تک میرا یہ حال رہا کہ میں کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا تھا۔ اُس مقام سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ بارہ روز کے رستہ پر رہا کرتے تھے۔

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ قصر عارفان میں اقامت گزین تھے۔ امیر برہان الدین پسر امیر سید کلال قدس سرہٗ آٹا لے کر تنور میں روٹی پکانے لگے۔ اتنے میں ابر عظیم پیدا ہوا اور بارش شروع ہوئی۔ سب لوگ حیران ہوگئے۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین سے فرمایا کہ پانی سے کہو کہ جہاں ہم ہیں وہاں تک نہ آئے۔ امیر برہان الدین سے فرمایا کہ پانی سے کہو کہ جہاں ہم ہیں وہاں تک نہ آئے۔ امیر برہان الدین نے بہت عاجزی کی اور کہا کہ میری کیا مجال جو ایسی بات کہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم تم کو حکم دیتے ہیں کہو اور وقت کو محفوظ رکھو۔ امیر برہان الدین نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ارشاد کی تعمیل میں جس طرح کہ حضرت نے فرمایا تھا۔ کہا۔ قدرت قادر لایزال سے جہاں کہ حضرت تھے ایک قطرہ پانی نہ برسا۔ اور باہر خوب بارش ہوئی۔ اسی طرح نسف میں بھی جس وقت کہ حضرت نے بخارا کا ارادہ کیا چاروں طرف سے بارش شروع ہوگئی۔ حضرت نے خواجہ پارسا سے فرمایا کہ پانی بہت ہوگیا ہے دعا کرو تاکہ پانی موقوف ہوجائے۔ پس کہو کہ اے پانی ٹھیر جا۔ خواجہ پارسا قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین کی طرح عاجزی سے وہی کلمہ کہا۔ حضرت نے فرمایا ہم کہتے ہیں تم کہو۔ خواجہ پارسا نے کہا۔ کہ اے پانی ٹھیر جا۔ پانی ٹھیر گیا اور ہوا چلنے لگی اور آفتاب نکل آیا۔

کرامت۔ شیخ شادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نظر

قبولیت سے مشرف ہوا تو فدائیت اور ایثار یعنی بخشش کا عالم مجھ پر آسان ہو گیا۔ میرے پاس سَو دینار عدلی تھے۔ ایک روز میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ اس کو چھپا کر رکھ چھوڑو۔ یقین کی کمزوری کی وجہ سے مَیں نے بھی اس رائے سے اتفاق کر لیا اور بخارا چلا گیا۔ اور ان دیناروں سے موزہ کیمخت اور دیگر ہر قسم کی چیزیں خرید کیں۔ کچھ ایسی وجہ پیش آئی۔ کہ قصر عارفان سے غدیوت جانے کا اتفاق ہوا۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شادی شہر بخارا کو کیوں گئے تھے۔ مَیں نے کہا کہ کچھ کام تھا۔ حضرت نے کہا کہ موزہ کیمخت اور جو کچھ کہ تم نے خریدا ہے حاضر کرو۔ مَیں نے سب چیزیں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ سَو دینار عدلی بھی حاضر کرو۔ مَیں نے وہ بھی پیش کر دئے۔ پھر آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تو دینار چاہتا ہے تو عنایت الٰہی سے پہاڑ کو تیرے لئے سونا بنا دوں۔ لیکن ہم عالم فقر میں ایسی چیزوں پر نظر نہیں ڈالتے ہیں۔ فقیروں کی جماعت کا کارخانہ اس عالم سے الگ ہے تم کو کسی چیز کی کمی نہ ہو گی۔ پھر کیوں جمع کرتے ہو ✦

کرامت۔ حضرت مولانا سعد الدین قرشوی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ میرے باغ میں تشریف لائے۔ اتفاقاً وہ موسم خزاں کا تھا۔ میری نظروں میں باغ بہت ویران تھا۔ گویا کہ ایک خارستان اور شورستان تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے باغ کو سرسبز اور تازہ کر دیتے ہیں۔ تاکہ تمہارا یقین زیادہ ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب دیکھو۔ مَیں نے دیکھا تو باغ پھولوں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ مَیں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ باغ میرا نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی باغ ہے جب ایک زمانہ دراز اسی بہار کے عالم میں گذر گیا۔ تو باغ اُسی حالت سابقہ پر نظر آیا۔ یہ کرامت آپ کے کمال ولایت کی بابت میرے یقین کے زیادتی کا سبب ہوئی ✦

کرامت۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ حضرت معشوق طوسی قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لئے طوس تشریف لائے۔ جب آپ اُن کی مزار پر پہنچے تو فرمایا سلام ہو تم پر اے معشوق طوسی تم اچھے ہو۔ اُن کی قبر سے آواز آئی کہ تم پر بھی سلام ہو۔ اے خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہم اچھے ہیں۔ درویشوں کی ایک جماعت نے جو حضرت خواجہ کے ہمراہ تھی۔ اس کلام کو

سُنا۔ اور منکرین خواجہ نے اس کرامت کو دیکھ کر حضرت خواجہ کی ولایت کا اقرار اور اعتراف کیا۔
کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ درویش عطا کے مکان کے بالاخانہ پر اُترے۔ قصر بخارا اس مکان کے متصل تھا ایک جماعت قوالوں کی اس قصر میں گانے میں مشغول تھی اور ایک جماعت صوفیوں کی رقص کر رہی تھی اور بے حد شور و شغب اور لہو و لعب برپا تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جو کچھ اس وقت سُنا جا رہا ہے وہ ممنوع اور نامشروع ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اپنے کانوں میں رُوئی رکھ لیں تاکہ صبح تک ان آوازوں کے سُننے سے محفوظ رہیں یہ فرما کر صوفیوں میں حضرت نے تصرف کیا اور اُن کا احوال متغیر ہوا اور یہ خلاف شرع آوازیں کسی طرح سے اُن کے کانوں میں نہ آسکیں۔ پڑوسیوں نے صبح کو رات کے حالات درویشوں سے بیان کر کے دریافت کیا کہ آپ کی رات کیونکر گزری حضرت خواجہ اور اُن کے اصحاب سماع سے منع فرماتے ہیں۔ اور تمہارے مکان کے قریب شب گانا اور رقص و سرود اور دف کی آوازیں تھیں۔ درویشوں نے حضرت خواجہ کے تصرف کا قصہ بیان کیا۔ اُن لوگوں نے بہت تعجب کیا۔ یہ واقعہ اُن کی ہدایت اور راہ یابی کا سبب ہو گیا۔
کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایک دفعہ بخارا کے ایک گاؤں میں مقیم تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا عارف دیگرانی نسف میں اور قشلاقی میں خواجہ مبارک مولانا بہاؤالدین کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور ہم کو طلب کر رہے ہیں۔ یہ فرما کر فوراً نسف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ اور مولانا سے ملاقات ہوئی۔ تو مولانا نے حضرت خواجہؒ سے کہا کہ جب ہم آپ کو تین بار طلب کریں۔ تشریف لایا کیجئے۔
کرامت۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ امیر برہان الدین فرزند سید امیر کلال قدس سرہٗ کے گھر قریہ سوخار میں تھے۔ امیر موصوف نے حضرت خواجہ سے التماس کیا کہ مجھ کو مولانا عارف کی ملاقات کا اشتیاق ہے۔ اور وہ نسف میں ہیں۔ آپ توجہ فرمائیے تاکہ مولانا جلد تشریف لائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم مولانا کو بہت جلد طلب کرتے ہیں۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ امیر کی خانقاہ کی چھت پر تشریف لے گئے۔ اور تین بار فرمایا کہ اے مولانا عارف پھر آپ نیچے اُتر آئے اور فرمایا کہ مولانا عارف نے میری آواز سُن لی ہے۔ اور اس طرف روانہ ہو گئے ہیں جب مولانا عارف حضرت خواجہ کے پاس پہنچے تو کہا کہ میں فلاں روز فلاں وقت نسف میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کہ حضرت خواجہ کی آواز میرے کانوں میں آئی کہ آپ مجھ کو طلب کر رہے ہیں اس لئے

مَیں فوراً نسف سے بخارا کو روانہ ہوگیا ٭

کرامت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ ہمارا ایک درویش بخارا میں مولانا نجم الدین دادرکنامی ہے۔ مَیں اُس کو طلب کرتا ہوں وہ کل ظہر کے وقت تک آجائیگا۔ دوسرے دن مولانا نجم الدین ظہر کے وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں مقام فرشی میں پہنچ گئے۔ اور کہا کہ کل حضرت خواجہ کے طلب کرنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ مَیں بے قرار ہوگیا۔ اور تاخیر نہ کرسکا۔ اُسی وقت بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہوگیا ٭

کرامت ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ مَیں ایک صحرا میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور بہار کا موسم تھا۔ اور میرے دل میں خربوزہ کی آرزو پیدا ہوئی۔ مَیں نے حضرت خواجہ سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ ایک نہر پانی کی وہاں سے نزدیک تھی حضرت خواجہؒ نے اس نہر کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ نہر کے کنارہ جاؤ۔ تم کو خربوزہ مل جائیگا۔ مَیں نہر کے کنارہ گیا۔ ایک خربوزہ تازہ بہتا ہؤا میرے سامنے آیا۔ مَیں نے اس کو لے لیا۔ اور میرا یقین حضرت خواجہ کی نسبت اور زیادہ ہؤا ٭

کرامت۔ ایک درویش کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ میرے مکان پر تشریف لائے۔ میں خوش دل اور شاداں ہؤا۔ میرے گھر میں آٹا موجود نہ تھا۔ اُسی دن آٹے کا ایک تھیلہ مَیں لایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اِس آٹے کو محفوظ رکھو اور اس میں سے خرچ کرو اور اس کی کمی بیشی کو کسی پر ظاہر مت کرو۔ حضرت خواجہ دو ماہ میرے مکان پر مقیم رہے اور بہت سے درویش دیگر دوست احباب بکثرت حضرت خواجہ کی ملاقات کے لئے آتے رہے۔ اور وہی آٹا پکتا رہا۔ مگر وہ اپنے حال پر جیسا تھا ویسا ہی رہا۔ جب حضرت خواجہ تشریف لیگئے۔ تو ہم ایک مدت دراز تک اُسی آٹے میں سے خرچ کرتے رہے۔ اور آٹا مطلق ختم نہ ہؤا جب مَیں نے حضرت کے ارشاد کے خلاف کیا اور اپنے اہل وعیال سے اس واقعہ کا اظہار کر دیا تو برکت جاتی رہی ٭

کرامت ایک درویش کا بیان ہے کہ مَیں شروع زمانہ میں دکان داری کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ میری دکان پر تشریف لائے اور حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ سلطان العارفین نے فرمایا تھا کہ اگر مَیں اپنے رومال کو کسی شخص تک پہنچا دوں تو وہ میرا فریفتہ اور شیدا ہو کر میری جستجو میں

نکل جائیگا۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میں اپنی آستینیں ہلا دوں تو تمام اہل بخارا میرے فریفتہ اور حیران ہو جائیں اور گھر بار کو چھوڑ کر میرے پیچھے ہو جائیں اثنا کلام میں حضرت نے اپنی آستینیں ہلائیں اور میری آنکھ حضرت کی آستین کے کونے پر پڑ گئی پس بے خود ہو گیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایک مدت اسی طرح گذر گئی اور جب میری حالت درست ہو گئی اور اپنی حالت پر لوٹا تو حضرت خواجہ کا عشق میری رگ و پے میں اثر کر گیا۔ میں نے اپنا گھر بار دوکان و پونجی اور تمام چیزیں جو میرے پاس تھیں سب کو لٹا دیا۔ اور حضرت خواجہؒ کے عاشقوں میں شامل ہو گیا +

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے موسم زمستان میں ایک درویش سے فرمایا کہ بہت سی لکڑیاں جمع کرو۔ پس جب اتنی لکڑیاں جتنی کا آپ نے حکم دیا تھا۔ جمع ہو گئیں۔ تو دوسرے دن سے برف باری شروع ہو گئی۔ اور برابر چالیس روز تک لگاتار ہوتی رہی۔ اسی حالت میں حضرت خواجہ نے خوارزم کا ارادہ کیا۔ اور شیخ شادی نامی درویش ہمرکاب تھے۔ جب آپ کنارہ آب حرام کام پر پہنچے۔ تو شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی کے اوپر قدم رکھ کر گذر جاؤ۔ شیخ شادی غرق ہونے کے خوف سے پانی پر چلنے کی جرأت نہ کر سکے حضرت نے تاکیداً فرمایا کہ چلو اور نظر ہیبت سے شیخ شادی کی طرف دیکھا وہ بیہوش ہو گئے۔ اور جب ہوش میں آئے۔ تو قدم پانی پر رکھا اور چلنے لگے۔ اور حضرت خواجہ اُن کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اُس ندی سے گذر جانے کے بعد حضرت نے شیخ شادی سے فرمایا دیکھو تمہارا موزہ تر ہوا یا نہیں شیخ نے دیکھا تو اُن کے موزہ پر پانی کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تھا +

کرامت۔ ایک دفعہ نسف میں امساک باران ہوا اور حضرت خواجہؒ کے مخلصین نے جو اس زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ ایک درویش کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ اس درویش کو دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اصحاب نسف خیریت سے ہیں اور اُنہوں نے طلب باران کیلئے تم کو ہمارے پاس بھیجا ہے۔ درویش نے کہا کہ ہاں حضرت نے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے بخارا سے پانی بھیجتے ہیں۔ پھر آپ نے اُس درویش کو تھوڑی دیر ٹھیرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور پھیل کر برسنے لگا۔ اور دن بھر لگاتار برستا رہا۔ دوسرے دن آپ نے اُن کو جانے کی اجازت دی۔ اور وہ اُسی بارش کی حالت میں نسف روانہ ہوئے۔ اور تین رات دن تک یہ بارش لگاتار ہوتی رہی

اور حضرت خواجہ کی اس کرامت سے تمام ملک سیراب ہوگیا +

کرامت - ایک درویش بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مقام قرشی میں تھا۔ خلوت میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ رقص کر رہا تھا۔ میرے پاس ایک عمدہ رومال تھا۔ وہ میں نے قوال کو دے دیا۔ پھر کسی کام کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ کہ اُسی وقت حضرت خواجہ کیش سے ملا۔ جو قرشی میں پہنچے تھے۔ اور قرشی میں میں پہلا شخص ہوں جس نے حضرت خواجہ سے ملاقات کی۔ اُس وقت حضرت نے فرمایا کہ اہل قرابت فقرا کی صحبت رکھنی چاہئے ہمارے طریقہ میں ذکر جہر اور رقص نہیں ہے۔ حضرت کے اس اشراق سے میرا حال تغیر ہوا حضرت نے ایک مدت تک مجھ کو اپنی صحبت میں نہ آنے دیا۔ جب تک کہ درویشوں کی ایک جماعت نے میری سفارش نہ کی۔ میں حضرت کی صحبت میں باریاب نہ ہو سکا اور کوئی نسبت میں اپنے آپ میں نہ پاتا تھا +

کرامت ایک درویش کا بیان ہے کہ مجھ کو اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی۔ میں نے حضرت کی خدمت میں دُعا کے لئے التماس کیا۔ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو ایک لڑکا عطا کیا۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور لڑکے کے لئے آپ کا ملبوس کرتا طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ میں کرتا نہیں بھیج سکتا۔ میں گھر واپس آیا اور دیکھا تو وہ لڑکا فوت ہو چکا تھا۔ میں پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تُو نے ہم سے لڑکا مانگا وہ ہوا۔ اب خدائے تعالےٰ تجھ کو دو لڑکے عطا کریگا۔ جن کی عمر بہت ہوگی اور وہ تجھ کو کافی ہونگے۔ اس کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ ایک زمانہ کے بعد وہ بیمار ہوگیا۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہمارا فرزند ہے تم کو اُس کی علالت سے کیا علاقہ بہت مرتبہ بیمار اور صحت یاب ہوگا۔ اس کے بعد اور دوسرا لڑکا تولد ہوا +

کرامت - ایک درویش کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے مجھ کو ایک کام کے لئے کسی جگہ روانہ کیا۔ اور ہوا نہایت گرم تھی۔ واپسی میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور اس درخت سے تکیہ لگا کر سو رہا۔ میں نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف تشریف لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے اُٹھو میں بے قرار ہو کر خواب سے اُٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ دو بھیڑیئے خونخوار میرے سامنے کھڑے ہیں۔ میں فوراً قصر عارفان کو روانہ ہوگیا۔ جب میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ آستہ

پر کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں۔ کہ کوئی شخص یہاں سو رہا ہے ۔

کرامت۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقت آخر ہوگا۔ تو میں درویشوں کو مرنے کی ترکیب سکھاؤنگا۔ سب درویش اس وقت کے منتظر تھے جب حضرت خواجہ قدس سرّہ کو مرض الموت ہوا۔ تو کاروان سرائے میں گئے اور مرض کے زمانہ میں اسی سرائے کے ایک حجرہ میں مقیم رہے خاص خاص مرید آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت نے ہر ایک کے حال پر مرحمت اور الطاف خاص فرمائے۔ اور آخرِ وقت دو نو ہاتھ دعا کے لئے اُٹھائے اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے۔ پھر دونو دستِ مبارک چہرے پر رکھے۔ اور اس عالم سے رحلت فرمائی ۔

کرامت۔ خواجہ علاء الدین غجدوانی قدس سرّہٗ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کے مرض الموت کے زمانہ میں حاضر تھا حضرت حالت نزع میں تھے۔ جب حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا کہ اے غلام دستر خوان لا اور کھانا کھا حضرت ہمیشہ مجھ کو غلام کہا کرتے تھے تعمیل ارشاد کے لئے میں دستر خوان لایا اور چند لقمے کھائے۔ اس حالت میں میں کھانا نہ کھا سکتا تھا اس لئے دستر خوان کو اُٹھا دیا۔ حضرت نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ میں نے دستر خوان اُٹھا دیا ہے۔ پس فرمایا کہ اے غلام دستر خوان بچھا اور کھانا کھا۔ میں نے پھر چند لقمے کھا کر دستر خوان اُٹھا دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ دستر خوان بچھاؤ اور کھانا کھاؤ کیونکہ کھانا اچھی طرح کھانا چاہیئے۔ اور کام اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ آپ نے چار مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا ۔

کرامت۔ آپ کی مرض اخیر میں آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کو خیال پیدا ہوا۔ دیکھئے حضرت کس کو ارشاد کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ کو اس خطرہ سے آگاہی ہو گئی اور فرمایا کہ اس وقت مجھ کو تشویش میں مت ڈالو۔ یہ کام میرے اختیار میں نہیں ہے۔ حق تعالٰے تم میں سے جس کسی کو اس مرتبہ پر پہنچا دیگا۔ وہ مرتبہ خود اس کا فیصلہ کر دیگا۔ حضرت خواجہ کے بعض مریدین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نے اس وقت یہ فرمایا کہ بات وہی ہے جو ہم نے حجاز کے رستہ میں کہی تھی۔ کہ جس کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہو۔ وہ خواجہ محمد پارسا کو دیکھ لے۔ اس ارشاد کے دوسرے دن آپ نے رحلت فرمائی ۔

کرامت۔ خواجہ علاؤالدین قدس سرّہٗ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت خواجہ کے انتقال کے وقت سورۂ یٰسین پڑھ رہا تھا۔ جب سورۂ نصف ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ اِس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہوگیا حضرت کی عمر شریف پورے تہتر سال کی تھی۔ اور چوہتّرویں سال میں دوشنبہ کے دن تیسری ماہ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ ہجری یا ۷۹۰ھ میں وفات پائی ؛

چنانچہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں :۔

بہاؤالدین طالب مشواہ	امام سنّت شیخ جماعت
چو میرفت از جہاں این بیت میخواند	بر اہلِ فضل ارباب بلاغت
بطاعت قربِ یزداں میتواں یافت	قدم در نہ گرت ہست استطاعت
بدیں دستور تاریخ وفاتش	بروں آر از حروف قرب طاعت

مزار شریف بخارا میں ہے فقیر مؤلف نے اُس صاحبِ کمال کی تاریخ وفات قولِ اوّل کی بنا پر "عجائب الکرامات بود" اور قولِ ثانی کی بنا پر "او سراج اُمت بودہ" اور "او رہبر سنّت بودہ" سے پائی ہے ؛

واضح ہو کہ حضرت امیر کلال قدس سرّہٗ کے چار فرزند اور چار خلیفہ تھے۔ سب کے سب اصحابِ حال تھے۔ حضرت نے اپنے ہر ایک فرزند کی تربیت اپنے ایک ایک خلیفہ کے سپرد کی تھی۔ امیر برہان الدین قدس سرّہٗ حضرت امیر کلال کے بڑے صاحبزادے تھے اور ان کی تربیت حضرت خواجہ بہاءالحق والدین نقشبند قدس سرّہٗ کے سپرد تھی۔ اور فرمایا تھا کہ جب اُستاد شاگرد کی تربیت کرے تو چاہیے کہ اپنی تربیت کا اثر شاگرد میں مطالعہ کرے۔ تاکہ اُس پر بھروسہ ہو جائے کہ تربیت اُس میں قایم ہوگئی ہے۔ اور اگر اِس میں خلل دیکھے تو اُس کی اصلاح کرے۔ اِس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ نقشبند سے فرمایا کہ میرے فرزند امیر برہان الدین موجود ہیں۔ کسی کا دستِ تصرّف اُن پر نہیں پہنچا ہے۔ تم میرے سامنے اِن کی تربیت میں مشغول ہو جاؤ۔ تاکہ مَیں تمہاری تربیت کا اثر دیکھوں۔ اور مجھ کو تمہاری کاریگری پر اعتماد ہو جائے۔ حضرت خواجہ نے ادب کی وجہ سے کچھ توقف کیا۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ تامّل نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت خواجہ بہ تعمیل ارشاد حضرت امیر برہان الدین کے باطن کی طرف متوجہ ہوئے جس سے ان میں حالتِ عظیم پیدا ہوئی۔ اور سُکر حقیقی کا اثر

ظاہر ہوا۔ اِس کے بعد امیر برہان الدین حضرت خواجہ کے تربیت میں مرتبہ کمال اور تکمیل کو پہنچے اور صاحب تصرف کرامت ہوئے۔ حضرت امیر برہان الدین کا طریقہ خلق سے انقطاع کا تھا۔ آپ ہرگز کسی سے نسبت نہیں رکھتے تھے اور کسی کو آپ کا اطوار باطن پر اطلاع نہ ہوتی تھی۔ آپ کی قوتِ باطن اس درجہ تھی کہ حضرت خواجہ کے بعض مریدوں کا حال گم کر دیتے تھے +

کرامت۔ شیخ نیک روز بخاری جو حضرت خواجہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ نقل کرتے ہیں کہ جب مجھ کو راستہ میں امیر برہان الدین سے اتفاق ملاقات کا ہوتا۔ تو میرے احوال باطنی مجھ سے غائب ہو جاتے تھے۔ ایک روز میں حضرت خواجہ کی خدمت میں امیر برہان الدین کی شکایت کرنے کے لئے آیا۔ حضرت خواجہ نے مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس وقت امیر برہان الدین کی شکایت کے لئے آئے ہو۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت کے ضمیر خورشید نظر پر خود روشن ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں۔ تم میری طرف اس طرح متوجہ ہو جایا کرو کہ میں مَیں نہیں ہوں جو کچھ ہیں حضرت خواجہ ہیں۔ اِس کے بعد جب امیر برہان الدین سے اتفاق ملاقات کا ہوا تو انہوں نے چاہا کہ میری طرف متوجہ ہوں۔ مَیں نے فوراً حضرت خواجہ کی صورت کا تصور کیا اور کہا کہ مَیں نہیں ہوں حضرت خواجہ ہیں اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ امیر برہان الدین کا حال متغیر ہوا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اِس کے بعد سے اُنہوں نے کبھی مجھ میں تصرف نہیں کیا +

کرامت۔ امیر برہان الدین قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عید قربان کے موقعہ پر جب کہ لوگ عید گاہ سے نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے۔ حضرت خواجہ کے پاس مخلوق کا بہت کچھ ہجوم تھا۔ اس طرح کہ مَیں بہت فاصلہ پر ہو گیا تھا۔ اُس وقت میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ حضرت خواجہ کا یہ ابتدائی زمانہ ہے۔ اور آپ کے تصرفات و کرامات کے ظہور کا اب آغاز ہو رہا ہے۔ اِس لئے مخلوق کا ہجوم حضرت کے اوقات میں مخل ہو گا حضرت خواجہ نے میرا گریبان پکڑ کے تھوڑی حرکت دی۔ اس سے ایک صفت نہایت بزرگ میرے باطن میں پیدا ہوئی کہ اس کے عظمت اور صولت سے میری طاقت جاتی رہی۔ اور مَیں قریب گرنے کے ہو گیا۔ مگر حضرت خواجہ نے مجھ کو بچا لیا۔ اور ایک زمانہ اسی حالت پر گزر گیا جب مجھ کو افاقہ اور ہوش پیدا ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا کہتے

ہو۔ اب بھی وہ تصرفات ہیں یا نہیں۔ میں ندامت سے حضرت کے قدموں پر گر گیا۔

امیر حمزہ قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے دوسرے فرزند ہیں آپ کا نام حضرت امیرؒ نے اپنے والد کے نام پر رکھا۔ اور ہمیشہ آپ کو پدر کہا کرتے تھے۔ آپ کی تربیت مولانا عارف دیک گرانی قدس سرہٗ کے حوالہ فرمائی تھی۔ آپ مولانا کی تربیت کے زیر سایہ درجۂ کمال اور تکمیل کو پہنچے اور حضرت امیر کلال کی وفات کے بعد آپ ہی اُن کی جگہ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اور برسوں تک خلق اللہ کو رشد و ارشاد و ہدایت فرماتے رہے۔ آپ کی وفات غرہ شوال ۸۰۰ ہجری میں ہوئی۔

امیر شاہ قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے تیسرے فرزند ہیں۔ اور آپ کی تربیت حضرت نے شیخ یادگار قدس سرہٗ کے حوالہ کی تھی۔ آپ بندگانِ خدا کی خدمت گذاری میں بہت اہتمام اور کوشش رکھتے تھے۔ اور لوگوں کی مشکلوں کو بہت خوبی سے حل کرتے تھے۔ اور لوگوں کی دلجوئی اور نگہداشت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتے تھے۔ آپ دنیا سے بقدرِ کفاف لیتے اور فرماتے کہ ہر شے کے لینے کے پیچھے جواب دینا لگا ہوا ہے۔

امیر عمر قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چوتھے فرزند ہیں حضرت امیر نے آپ کی تربیت شیخ جمال الدین دہستانی قدس سرہٗ کے حوالہ فرمائی تھی۔ آپ صاحبِ کرامات اور مالکِ خارقِ عادات تھے۔ اکثر اوقات آپ احتسابِ نفس میں مشغول رہتے تھے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اکابر اولیا نے کہا ہے کہ گائے کے سر کاٹنے کا جب وقت قریب آتا ہے تو اُس کو اس طائفہ کی دیوار پر رکھتے ہیں۔ جس کو نکالنا چاہتے ہیں اُس کو اس طائفہ کی پردہ دری کے لئے لگاتے ہیں۔

مولانا عارف دیگ گرانی قدس سرہٗ آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے

دوسرے خلیفہ میں۔ اور آپ کا مولد و مقد قریۂ یگ گران ہے۔ جو قصبہ ہزارہ کے کنارہ کوہ پر واقع ہے۔ جہاں سے بخارا نو فرسنگ شرعی ہے آپکا مزار پر انوار اُسی قریہ کے باہر ہزارہ کے رستہ پر واقع ہے ؛

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مریدوں میں خواجہ بہاؤالدین نقشبند اور مولانا عارف دیگ گرانی کے مماثل کوئی نہیں ہے یہ دونو سب سے آگے چلے گئے ہیں حضرت خواجہ نقشبند قدس حضرت امیر کلال قدس سرہٗ سے خلافت پانے کے بعد سات سال مولانا عارف کی صحبت میں رہے۔ اور مولانا کی تعظیم و تکریم میں مصروف ہو کر اُنہیں کے ساتھ سلوک طے کیا۔ چنانچہ آپ بوقت طہارت کرنے کے نہر کے کنارہ مولانا سے بلند مقام پر ہرگز نہ بیٹھتے تھے۔ اور رستہ چلنے میں مولانا کے برابر نہ چلتے تھے۔ اور ہمیشہ آپکا اتباع کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت مولانا کو حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی صحبت میں حضرت خواجہ پر سبقت تھی اور حضرت خواجہ سے برسوں پہلے آپ حضرت امیر کلال کی تربیت میں درجہ کمال کو پہنچ چکے تھے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب ہم ذکر خفی میں مشغول ہوئے اور ہم میں نشان آگاہی پیدا ہوئی تو ہم اس کی اصل کے طالب ہوئے۔ اور تیس برس تک اصل کی تلاش اور جستجو کرتے رہے۔ دو مرتبہ سفر حجاز کا کیا۔ ہر ایک گوشہ اور زاویہ میں پھرے۔ اس تلاش میں مولانا عارف کے مماثل کوئی شخص بھی ملجاتا تو ہم ہرگز واپس نہ آتے ایسا شخص چاہیئے جو ہم زانو ہو اور سیر میں آسمانوں سے آگے بڑھ گیا ہو اور ظاہر اور باطن میں اسی میں مشغول ہو ؛

قدسیہ مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی تدبیر میں ہے وہ خالص دوزخ میں ہے۔ اور جو شخص تقدیر الٰہی جل و علا کی تعمیل میں مصروف ہے وہ خالص بہشت میں ہے ؛

قدسیہ ایک روز مولانا نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ کھانے کے وقت ہر ایک عضو اپنے ایک کام میں مشغول رہتا ہے۔ دل کس کام میں مشغول رہتا ہے۔ مریدوں نے عرض کیا۔ کہ ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ ایسے وقت میں لا اِلٰہ اِلّا اللہ کہنا ذکر نہیں ہے بلکہ اس وقت کا ذکر سبب سے مسبب کی طرف جانا اور نعمت کو منعم کی طرف سے دیکھنا ہے ؛

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں کام میرا آپ کی دعا سے سرانجام پائیگا۔ مولانا نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ ذمہ لینا اُس

شخص کا کام ہے کہ صاحب مقصد کا کام اس کی مبارک ہمت سے پورا ہو سکے اور مجھ میں یہ ہمت نہیں ہے ⁂

کرامت۔ ایک دفعہ قریہ دیگ گران میں طوفان آب آیا چنانچہ گاؤں کے بہ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ لوگ خوف کے مارے فریاد کرنے لگے۔ مولانا یہ شور سُنکر باہر نکلے اور اپنے آپ کو طوفان میں اُس مقام پر جہاں پانی کا زور تھا ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اے پانی اگر تجھ سے ہو سکتا ہے تو مجھ کو بہالے۔ فوراً طوفان بیٹھ گیا اور تسکین ہو گئی ⁂

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ مولانا بہاؤ الدین قشلاقی قدس سرہٗ کی صحبت میں تھے (جو علوم ظاہری اور باطنی کے عالم اور صاحب آیات و کرامات تھے اور حضرت خواجہ کے پیر صحبت اور شیخ الحدیث تھے) اثناء کلام میں مولانا نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ ایسے مُرغ بلند پرواز آپ ہیں یا آپکے دوست مولانا عارف دیگ گرانی ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ کاش کہ صحبت مولانا کی آج ہی میسر ہو جاتی۔ پس مولانا کی صحبت کا شوق حضرت خواجہ پر غالب ہوا۔ اور اُس وقت مولنا عارف اپنے گاؤں میں اپنے مریدوں کے ساتھ روٹی کی شکایت میں مشغول تھے۔ مولانا بہاؤ الدین قشلاقی نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ اگر تم کو مولانا عارف کے دیدار کا شوق بہت ہے تو میں اُن کو آواز دیتا ہوں وہ ضرور آجائینگے پس آپ بام پر چڑھے۔ اور تین بار آواز دی۔ کہ اے مولانا عارف۔ مولانا عارف اُسی وقت کاشت کے کام سے رُک گئے۔ اور مریدوں سے فرمایا کہ تم لوگ قیام گاہ پر جاؤ مجھ کو مولانا بہاؤ الدین قشلاقی طلب کرتے ہیں۔ پس عجلت کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ اور اُسی دوپہر میں قبل اس کے کہ دیگ آتشدان سے اُتاری جائے اور آش استعمال میں لایا جائے اُنکی صحبت میں پہنچ گئے۔ اور قریہ دیگ گران اور قشلاق میں بیس فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ حضرت خواجہ اور مولانا عارف کی پہلی ملاقات اسی صحبت میں ہوئی ⁂

شیخ یادگار قدس سرہٗ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے تیسرے خلیفہ ہیں اور آپکا وطن کبرون ہے جو شہر بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے۔ حضرت امیر شاہ قدس سرہٗ آپ کی تربیت میں بلند درجوں پر پہنچے ⁂

شیخ جمال الدین دہستانی قدس سرہٗ۔ آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ حضرت امیر نے اپنے چوتھے فرزند امیر عمر قدس سرہٗ کی تربیت آپکے حوالہ فرمائی تھی

امیر عمر قدس سرہٗ آپ کی زیر تربیت مقامات اور درجات کمال پر پہنچے حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے کارکردہ مریدین سوائے ان چار خلفا کے اور بھی بہت ہیں +

چنانچہ شیخ محمد خلیفہ اکابر مریدین حضرت امیر کلال قدس سرہٗ سے تھے! اور حضرت امیر کلالؒ جانتے تھے۔ کہ آپکے بعد طالبوں اور مریدوں کی وہ تربیت کرتے رہینگے! اور شیخ شمس الدین کلال قدس سرہٗ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے مریدان عظام میں سے ہیں۔ اور سفر مبارک میں حضرت امیر کے ہمراہ تھے۔ اور قریہ فرشی سے صحرائے کفش تک پیادہ گئے اور عراق میں مشائخین کے ساتھ اُن کی صحبت میں بہت رہے۔ آپ ماوراء النہر میں اُن کے طریقہ کے مراقبہ کو لائے اور شہر فریابا اور مولانا علاؤ الدین کن سروانی اکابر اصحاب حضرت امیرؒ سے ہیں۔ اور شیخ درازونی جو عالم علوم ظاہری و باطنی تھے! اور مولانا بہاؤ الدین طوسی اور شیخ بدر الدین میدانی اور شیخ امین اور خواجہ محمد اور اُن کے سوا اور بہت صاحب مریدین حضرت امیر کلال سے ہیں اللہ تعالٰے اُن کے اسرار کو پاک کرے +

حضرت مولٰنا یعقوب چرخی قدس سرہٗ

آپ کا انتساب اس طریقہ عالیہ میں آستانِ عرش نشان شاہ ولایت پناہ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین نقشبند سے ہے آپ کی اصل قریہ چرخ ہے جو ولایت غزنین میں ایک گاؤں ہے آپکا مرقدِ منور ایک گاؤں میں ہے منجملہ موضعات حصار کے ابتدائے احوال میں اکثر اوقات جامع ہرات میں اور اکثر دیارِ مصر میں تحصیلِ علوم میں مشغول رہے۔ اور شیخ زین الدین خوانی قدس سرہٗ کے ساتھ مصر میں ہم سبق رہے ہے۔ یہ دونو صاحب مولانا شہاب الدین سیرامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو اس دیار کے اکابر علما سے ہیں ہم سبق تھے۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد اور خلوص رکھتے تھے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے سلسلہ میں منسلک ہونے سے پہلے مجھ کو حضرت کے ساتھ اعتقاد اور خلوص تھا اور اکابر علما سے اجازت فتوٰے حاصل کرنے سے پہلے مَیں نے اپنے وطن مالوف کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا! ایک روز مجھ کو حضرت خواجہ سے اتفاق ملاقات کا ہوا! مَیں نے بطریق معتقدین تواضع اور نیازمندی کی اور حضرت سے عرض کیا۔ کہ اس عاجز کی طرف بھی گوشہ عنایت ملحوظ رکھیں حضرت نے فرمایا کہ ہم

وقت ارادہ کر کے ہمارے پاس آئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں آرزومند خدمت ہوں حضرت نے فرمایا کہ جس وجہ سے میں نے کہا کہ آپ بزرگ ہیں۔ اور مقبول خلائق۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ یہ قول شیطانی ہو میں نے کہا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی بندہ کو دوستی کیلئے منتخب فرماتا ہے تو اُس کی دوستی بندگان خدا کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ آنحضرت قدس سرہٗ نے یہ سنکر تبسم فرمایا اور کہا کہ ہم عزیزان ہیں۔ پس یہ ارشاد سُنکر میری یہ حالت اس لئے متغیر ہوئی کہ میں اس سے ایک ماہ پہلے خواب میں دیکھ چکا تھا کہ کوئی صاحب مجھ سے فرماتے ہیں کہ عزیزان کا مرید ہو مجھ کو اسی وقت وہ خواب یاد آئی اور حضرت خواجہ سے میں نے التماس کی کہ خاطر شریف میرے حال پر منعطف رکھیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عزیزان علیہ الرضوان سے عرض کیا تھا کہ مجھ کو آپ یاد رکھیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ہمارے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہیں رہتا ہے۔ تم کوئی چیز ہمارے پاس چھوڑ دو۔ تاکہ جب ہم اُس کو دیکھیں تم یاد آجاؤ۔ لیکن تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کو تم ہمارے پاس چھوڑ سکو۔ یہ کہکر حضرت نے اپنی ٹوپی مجھ کو عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اس کو احتیاط سے رکھو۔ جب تم اس کو دیکھو گے تو ہم کو یاد کرو گے اور جب ہماری یاد کرو گے تو ہماری حضوری میں آجاؤ گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سفر میں مولانا تاج الدین سے کولکی کے جنگل میں ضرور ملاقات کرنا۔ کیونکہ وہ اولیائے وقت سے ہیں میرے دل میں خیال گذرا کہ میرا ارادہ بلخ جانے کا ہے۔ پھر وہاں سے اپنے وطن کو جانگا بلخ کہاں اور دشت کولکی کہاں میں حضرت سے رخصت ہو کر بلخ روانہ ہوا۔ اتفاقاً ایسی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے دشت کولکی میں جانا پڑا۔ اس وقت حضرت خواجہ کا ارشاد مجھ کو یاد آیا۔ اور بہت تعجب ہوا۔ میں نے یہاں مولانا تاج الدین سے ملاقات کی۔ اور مولانا سے ملاقات ہونے کے بعد سے حضرت خواجہ کے ساتھ رابطہ محبت اور زیادہ ہو گیا۔ اور کچھ سبب ایسا پیش آیا کہ حضرت خواجہ کی ملاقات کیلئے پھر بخارا واپس آنا پڑا۔ اور میرے دل میں یہ خیال مضبوط ہو گیا۔ کہ دست ارادت حضرت خواجہ کے دست شریف میں دے دوں بخارا میں ایک مجذوب تھا۔ اور اس کے ساتھ مجھ کو بہت اعتقاد تھا چلتے وقت میں نے اُس کو راستہ پر بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا میں بخارا کو جاؤں اُس نے کہا کہ جلدی جاؤ۔ اور بہت سی لکیریں زمین پر کھینچیں۔ میں نے دل میں کہا کہ ان لکیروں کو

شمار کرنا چاہئیے۔ اگر وہ طاق نکلیں تو اس خیال کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

جب مَیں نے اُن کو گنا تو وہ طاق ہی نکلیں۔ مَیں پوری طرح یقین کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور حضرت سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم خود کسی کو قبول نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر بارگاہِ ایزدی میں تجھ کو قبول کر لیا جائیے تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔ پس وہ رات میرے لئے میری عمر میں سخت ترین رات تھی دیکھئے کیا ہوتا ہے آیا مجھ کو قبول کیا جاتا ہے یا رد کر دیتے ہیں۔ جب صبح ہوئی اور مَیں صبح کی نماز حضرت کے ساتھ پڑھ چکا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک ہو قبولیت کے لئے اشارہ کیا گیا ہے لوگوں کو بہت کم قبول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی کسی نیت سے آتا ہے۔ کوئی کیسے ترت آتا ہے۔

اِس کے بعد حضرت نے اپنے مشائخوں کا سلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ تک بیان فرمایا ہے۔ اور فقیر کو وقوفِ عددی میں مشغول فرما دیا۔ اور فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے عدد طاق کی شمار کا لحاظ رکھو۔ گویا اُن خطوط کی طرف اشارہ فرمایا جو میں نے کھینچے اور اپنا رہبر بنایا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے جو حضرت خضر علےٰ نبیّنا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کو پہنچا ہے۔

قدسیہ حضرت مولانا نے اپنی کتاب مناقب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب خدائے پاک کی عنایت بے غایت سے طلب کی خواہش اس فقیر کے دل میں پیدا ہوئی تو فیضِ نامتناہی کی کشش اور فضلِ الٰہی کے قاصد نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبت کی طرف کھینچا۔ مَیں بخارا میں آپ کی ملازمت کرتا اور حضرت کے کرمِ عمیم سے توجہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہدایت صمدیت سے مجھ کو یقین حاصل ہُوا کہ آپ مخصوص اولیاء اللہ سے ہیں اور کامل و مکمل ہیں۔ ارشاداتِ غیبی اور بہت سے وقعات کے بعد مَیں نے کلامِ الٰہی سے تفاول کیا۔ تو یہ آیت نکلی۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی ان کی ہدایتوں کی پیروی کر۔

ایک روز سہ پہر کے وقت مقام فتح آباد میں جو اس فقیر کا مسکن تھا۔ مزار حضرت شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا ہُوا تھا۔ کہ قبولِ الٰہی کا قاصد

پہنچا۔ اور میرے باطن کو بے قرار کر دیا۔ پس مَیں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ مَیں قصرِ عارفان تک جو حضرت خواجہ کا قیام گاہ تھا پہنچا تو حضرت کو راستہ میں منتظر کھڑے ہوئے پایا۔ حضرت نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور نمازِ شام کے بعد صحبت کا شرف بخشا۔ حضرت کی ہیبت مجھ پر ایسی طاری ہوئی کہ کلام کرنے کی طاقت باقی نہ رہی اثنائے کلام میں حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ فَذٰلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ عِلْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ علم دو طرح کا ہے۔ پہلا علمِ قلب اور یہ علم نفع دیتا ہے اور یہ نبیوں اور مرسلوں کا علم ہے۔

اور عِلْمُ اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللهِ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ دوسرا علم زبان ہے یہ کی حجت ہے آدم کی اولاد پر۔

مجھ کو امید ہے کہ علمِ باطنی کا حصہ تم کو ملے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے اِذَا جَالَسْتُمْ اَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْا هُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ يَدْخُلُوْنَ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى هِمَمِكُمْ جب اہلِ صدق کی صحبت میں بیٹھو تو سچائی کے ساتھ بیٹھو۔ کیونکہ وہ قلب کے جاسوس ہیں وہ تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہاری ہمتوں کو دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد ایک مدت تک حضرت خواجہ کی صحبت میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت نے فقیر کو بخارا سے رخصت ہونے کی اجازت عطا فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے تو بندگانِ خدا کے بزرگ و برتر کو پہنچا تاکہ سعادت کا سبب ہو۔ اور رخصت کے وقت حضرت نے تین بار فرمایا کہ تجھ کو ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں اور اس سپرد کرنے میں بہت سی امیدیں ہیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ اللهَ اِذَا اسْتُوْدِعَ لَهٗ شَيْئٌ حَفِظَهٗ جب کوئی شخص کسی کو اللہ تعالےٰ کے سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ اُس کی حفاظت کرتا ہے۔ مَیں بخارا سے نکل کر شہر کیش میں پہنچا۔ اور کچھ دنوں وہاں قیام کیا۔

اس عرصہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے وفات کی خبر میرے سننے میں آئی۔ میرے دل پر اس واقعہ کا بہت رنج و صدمہ ہوا۔ اور یہ خوفِ عظیم غالب ہوا کہ مبادا کہ عالم کیطرف

میری طبیعت کا میل ہو جائے اور طلب باقی نہ رہے۔ میں نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ اور یہ آیت آپنے پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِن مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ محمد نہیں ہیں مگر ایک رسول۔ اُن کے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ بالفرض اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑھیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔

جب حضرت کی صحبت شریف سے نا اُمید ہونے کے بعد خیال ہوُا کہ اس زمانے کے دوسرے درویشوں کے گروہ میں ملجاؤں۔ پھر میں نے حضرت کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ قَالَ زَيْدُ ابْنُ الْحَارِثَةِ اَلدِّيْنُ وَاحِدٌ زید بن حارث نے کہا ہے کہ دین ایک ہی ہے۔ اِس ارشاد سے میں نے سمجھا کہ اجازت نہیں ہے۔

حضرت قدس سرہٗ نے تمام صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں سے زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی اس لئے تخصیص فرمائی کہ وہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ بولے صاحبزادے تھے۔ اور حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم بھی طالبوں کو فرزندی میں قبول کرتے ہیں۔ اس لئے اُن کے اصحاب بھی دوسروں سے ممتاز ہیں۔

دوبارہ پھر میں نے آنحضرت قدس سرہٗ کو دیکھا۔ اور پوچھا کہ قیامت میں ہم آپ کو کس چیز سے پائینگا حضرت نے فرمایا کہ تشرع سے یعنی شریعت پر عمل کرنے سے اس اشارہ میں اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے جو آپ عالم حیات میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم نے جو کچھ فضل الٰہی سے اور آیات قرآنی واحادیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے کی برکت سے اور عمل سے نتیجہ طلب کرنے اور تقوے اور حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھنے اور شریعت اور طریقہ سنت والجماعت پر چلنے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے پایا۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فقیر کو بخارا سے سفر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کی طلب پر اُن کے پاس بھیجا تھا۔ ان کی متابعت کے لئے اشارۃً حکم دیا تھا۔ پس جب میں بخارا سے کیش پہنچا۔ اور کیش سے ولایت بدخشان کو گیا تا کہ وہاں سے چرخ کو جا کر علوم میں مشغولی کی جائے۔ تو عنایت حق سبحانہٗ سے علاؤ الدین عطار بخارا سے تشریف لائے۔ اور قاصد کے ہاتھ ایک خط اس فقیر کے پاس

بھیجا۔ اور اس اشارہ متابعت کو یاد دلایا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی نظرِ الطاف فقیر کے حال پر سب اصحاب سے زیادہ تھی۔ میں نے آپ کی صحبت میں ایک مدت صرف کی۔ جب اُن کا وصال ہوگیا۔ تو میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ کے اس ارشاد کی تعمیل کروں۔ کہ جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے تو اس کو بندگانِ خدا کو پہنچا۔ اور بقدر امکان اس امر میں کوشش کر۔ فقیر اپنے آپ کو اس خدمت کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ مگر فقیر کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت خواجہ کا اشارہ خالی از حکمت نہیں ہو سکتا +

قدسیہ ۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم خراسان میں رہ چکے ہو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوافی مریدوں کے خوابوں کی تعبیر دیتے ہیں اور خواب کا اعتبار کرتے ہیں، یہ بات صحیح ہے میں نے کہا کہ ہاں درست ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے ہاتھ اپنی داڑھی پر رکھ لئے۔ اس فرمانے کے بعد آپ پر بے خودی طاری ہوئی۔ ہمیشہ آپ کی یہ عادت تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر میں بے خودی ہوتی رہتی تھی۔ اس روز بے خودی کی حالت میں آپ کا سرِ مبارک سینہ بے کینہ پر گر گیا۔ اور دو تین بال ریش مبارک کے آپ کے ہاتھ کی انگلیوں کی گھائی میں رہ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر اُٹھا کر یہ شعر پڑھا ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

قدسیہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ابتدائے جذبہ میں مجھے ارشاد ہوا کہ تو اس راہ کو کس طرح طے کریگا۔ میں نے کہا کہ اس طرح سے کہ جو میں کہوں اور جو میں چاہوں وہ ہو جایا کرے۔ اس کا مجھ کو یہ جواب دیا گیا کہ جو کچھ ہم کریں ہم چاہینگے وہ ہوگا۔ پندرہ دن رات تک مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ میرا حال خراب اور میں بالکل خشک ہوگیا۔ اور معاملہ نا امیدی کی حد تک پہنچ گیا۔ تو خطاب مستطاب بارگاہ رب العزت سے پہنچا۔ کہ آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا +

مقامات حضرت خواجہ قدس سرہٗ میں یہ واقعہ اسی طرح سے مذکور ہے مگر حضرت

مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب یہ خطاب ہوا کہ تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی رہ۔ تو میں نے اس طریقہ کو اختیار کیا۔ جو خدا تک پہنچانے والا ہے۔

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک سوداگر سے جو مولانا یعقوب قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے تھا۔ میں نے مولانا کی تعریف سنی اور بجانب ھُلغتو حضرت مولانا کی ملازمت کے لئے روانہ ہوا۔ اور ولایت چغانیاں میں پہنچا۔ یہاں میں بعارضہ تپ لرزہ بیس دن تک بیمار رہا۔ اس کے ضعف اور نقاہت کی وجہ سے وہاں سے جلد روانہ نہ ہو سکا۔ اس عرصہ مدت میں یہاں کے بعض لوگوں نے حضرت مولانا یعقوب کی مجھ سے بہت سی غیبتیں کیں۔ اور بیماری کے زمانہ میں ان باتوں کے سننے سے میری طلب میں بہت بڑا فتور پیدا ہو گیا۔ آخر کار میں نے خیال کیا کہ اتنے دور دراز کی مسافت قطع کرنے کے بعد یہ اچھی بات نہیں ہے کہ میں مولانا کی خدمت میں نہ پہنچوں۔ اس کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے لطف و رحمت کو دیکھا۔ اور آپ کی دلاویز باتیں سنیں۔ دوسرے دن جو میں گیا تو بہت غصہ میں آئے۔ اور سختی و وحشت ظاہر کی۔ میں نے سمجھ لیا کہ مولانا کا یہ غصہ بسبب میری غیبتوں کو سننے اور طلب میں کمی پیدا کرنے کی ہے۔ اگرچہ حضرت نے اس کی تصریح نہیں فرمائی۔ لیکن اتنا فرمایا کہ کیا آسان ہے کہ کسی کی ملاقات کیلئے کوئی شخص دو ماہ پہلے آئے اور نہ دیکھے۔ مجھ کو یقین ہو گیا کہ آپکے اس غصہ کی وجہ میرا اس غیبت کو سننا اور آپ کی ملازمت کے ارادہ میں کمی پیدا کرنا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ نے ترحم اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔ اور انہوں نے حضرت خواجہ علاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ سے اپنی ملازمت کی سعادت کے قصہ کو بیان فرمایا۔ اس کے بعد آپنے دستِ مبارک دراز کیا۔ اور فرمایا کہ آؤ ہمارے ہاتھ پر بیعت کرو اُس وقت میری طبیعت نے کراہت کی۔ کیونکہ حضرت کی پیشانی پر ایک سفیدی کا داغ برص کی سفیدی سے مشابہ تھا۔ آپ از روئے اشراق میری طبیعت کی کراہت سے فوراً واقف ہو گئے۔ اور آپنے اپنے ہاتھ کو فوراً کھینچ لیا اور بطور خلع و لبس کے اپنی صورت تبدیل کر کے ایسی شکل میں ظاہر ہوئے کہ میں اختیار سے باہر ہو گیا۔ اور قریب تھا کہ بے خود ہو کر حضرت سے لپٹ جاؤں۔ پھر آپنے ہاتھ دراز کیا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ

نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اور جس نے تیرا ہاتھ پکڑا اُس نے بیشک میرا (خواجہ بہاؤ الدین کا) ہاتھ پکڑا۔ میں نے فوراً مولانا کا ہاتھ پکڑ لیا حضرت نے مجھ کو وقوف عددی میں مشغول کیا۔ اور حضرت مولانا یعقوب صاحب تفسیر اور دیگر تصانیف شریفہ تھے۔ ۸۳۸ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ مقام هلغتو میں مدفون ہوئے۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے خلفا مولانا یعقوب چرخی کے سوا اور بھی ہیں اُن میں سے بعض کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

خواجہ علاء الدین غجدوانی قدس سرہٗ

آپ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے جلیل القدر مریدوں میں سے ہیں آپ کا مولد مقام غجدوان ہے اور آپ کی قبر شریف مزرہ میں ہے۔ جو بخارا سے سمت جنوب قریب عید گاہ ایک موضع ہے۔ واضح ہو کہ اس موضع میں ایک ٹیلہ ہے۔ اور آپ اسی ٹیلہ پر مدفون ہیں۔

بعض نے یہ بیان کیا کہ آپ سولہ سال کی عمر میں حضرت امیر کلال وشتی کی صحبت میں پہنچے۔ جو سید امیر کلال قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ اور انہیں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ آپ نے عمر جوانی میں حضرت علاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کی کی شرف صحبت و قبولیت حاصل کی اور حضرت خواجہ کی وفات کے بعد حضرت کے اشارہ پر بقیہ عمر حضرت خواجہ محمد پارسا اور خواجہ برہان الدین ابی نصر کے ہم صحبت رہے۔ اور یہ دونو بزرگ آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

خواجہ علاؤ الدین بہت شیریں کلام تھے اور استغراق و استہلاک بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ اور باتیں کرتے کرتے بے خود ہو جاتے تھے۔ اور مشغولی پر بہت حریص تھے اور اس کثرت مشغولیت کی وجہ سے آپ گویا عین نسبت ہو گئے تھے۔ آپ ایک ہی جلسہ میں بلا نشست بدلے ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔ اس طرح سے کہ ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں نہ بدلتے تھے۔ حالانکہ اُس زمانہ میں آپ کی عمر نوّے سال کی تھی اور بہت ضعیف ہو گئے تھے۔

قدسیہ۔ خواجہ علاؤ الدین فرماتے ہیں کہ جب سے میں سن شعور کو پہنچا ہوں۔ میں نے اتنی دیر کے لئے بھی یاد خدا سے غفلت نہیں کی کہ چڑیا جتنی دیر پانی پینے میں اپنی

چونچ کو پانی میں رکھتی ہے۔ اور نہ میں نے خواب میں غفلت کی نہ بیداری میں ۞

شیخ سراج الدین پیرستی قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دوسرے خلیفہ ہیں آپ کی جائے پیدائش موضع پیرست ہے جو موضعات وابکند سے ہے۔ اور بخارا سے چار فرسنگ شرعی کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ ابتدائے احوال میں حضرت امیر حمزہ فرزند امیر کلال قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ اور آخر زمانہ میں حضرت خواجہ بہاو الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اصحاب کے سلسلہ میں شامل ہو گئے اور منقول ہے کہ مولانا سعد الدین کاشغری قدس سرہٗ نے شروع زمانہ میں طریقہ نقشبندیہ کے ذکر نفی و اثبات کی تعلیم (کہ لا کے الف کو ناف سے خیال کریں اور کرسی لا کو پستان راست پر اور سر الف کو قلب صنوبری پر اور الٰہ کو متصل کرسی لا کے جو پستان راست پر واقع ہے اور اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو متصل قلب کے اعتبار کریں اور اس شکل کو اس کیفیت سے نگاہ رکھیں اور طریق مقررہ کے بموجب ذکر میں مشغول ہوں) شیخ سراج الدین قدس سرہٗ سے حاصل کی ہے ۞

کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت امیر حمزہ قدس سرہٗ کی ابتدائی صحبت کے زمانہ میں بہت ریاضتیں اور محنتیں اٹھائیں ایک دفعہ آپ کو ایسی بے خودی کی حالت پیدا ہوئی کہ تین دن رات تک مدہوش پڑے رہے۔ اس حال کی حضرت امیر حمزہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے کان کہدو کہ امیر حمزہ کہتا ہے کہ تم جہاں پہنچے ہو وہاں سے واپس ہو جاؤ۔ جب حضرت کا یہ کلام ان کے کان میں پہنچا تو متنبہ ہوئے اور ان میں حس و حرکت پیدا ہو گئی ۞

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے نقل کیا ہے کہ شیخ سراج الدین کا طریقہ تھا کہ روزانہ کلالی یعنی مٹی کے برتن بنانے میں مشغول رہتے تھے۔ اور شب میں بسا اوقات اس طرح بیٹھتے کہ ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں نہ بدلتے آپ کتب متداولہ علمیہ کا شغل بہت کم رکھتے تھے۔ مگر آپ کے کلام میں اتنی نمکینی اور شیرینی تھی کہ اس زمانہ کے بہت سے عقلمندوں کے مجالس میں نہ تھی ۞

کرامت۔ جب کوئی مہمان آپ کے گھر آنے والا ہوتا تو آپ تھوڑی دیر پہلے سے

جھاڑو دینے لگتے تھے۔ اِس کا راز آپ سے پوچھا گیا۔ تو ارشاد فرمایا کہ ایک جن میرا تابع ہے وہ مہمان کے آنے سے پہلے مجھ کو خبر دے دیتا ہے۔ یہ بات محض اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے کے لیئے آپ نے فرمائی تھی۔

کرامت۔ ایک روز شیخ ابی الحسن عشقی قدس سرہ کے مریدوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ اِن درویشوں نے یہ خیال کر کے کہ آپ ان کو اپنا مرید کرنا چاہتے ہیں کہا کہ اے شیخ آپ اپنا وقت ضائع نہ کیجیئے ہم شیخ ابی الحسن کی محبت اور تصرف سے تابحلق پُر ہو چکے ہیں۔ اب کسی اور کی ہم میں گنجائش باقی نہیں ہے۔ آپ کی ہم میں سمائی نہیں ہو سکتی ہے۔ اُن کے اس کلام سے غیرت نے آپ کو آمادہ کیا۔ اور آپ نے ان کے بطون میں کچھ ایسا تصرف کیا کہ جس سے وہ زمین پر لوٹنے لگے۔ اور انہوں نے اپنے گریبانوں کو چاک کر دیا۔ اور ایک عرصہ تک بیہوش پڑے رہے۔ پھر جب آپ نے تصرف کیا۔ تو وہ ہوش میں آئے۔ اس وقت انہوں نے نیازمندی اور ارادت کا اظہار کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے ہم اور شیخ ابی الحسن ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں۔

مولانا سیف الدین مناری قدس سرہٗ

آپ قریہ منار کے رہنے والے تھے۔ جو ولایت فرکت میں ایک گاؤں ہے اور سمرقند اور تاشقند کے درمیان تاشقند سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے اصحاب کبار اور محبوبین سے تھے اور حضرت خواجہ کی آپ کے حال پر بہت کچھ توجہ اور التفات تھی۔ آپ اپنے وقت کے علماء تھے۔ علوم متداولہ کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان علوم میں مولانا حمید الدین شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔

مولانا سیف الدین خوشخواں بخاری قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہ کے اصحاب کبار اور مقبولین سے ہیں حضرت خواجہ سے آپ کی ارادت کا یہ سبب ہوا کہ آپ بخارا سے بغرض تجارت خوارزم گئے اور وہاں آپ خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہ کی صحبت میں شریک ہو کر متاثر

ہوئے۔ جب بخارا کو واپس آئے تو حضرت خواجہ کی خدمت میں قدمبوس ہوئے۔ اور طریقہ کی تعلیم حاصل کی اور سعادت قبول سے مشرف ہوئے۔ اور پوری کوشش کے ساتھ مشغول ہوئے۔ اور کامل ہمت کے ساتھ حضرت خواجہ کی نسبت کی طرف توجہ کی۔ اور پرانے احباب اور ہمنشینوں کی صحبت کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت خواجہ کی برکت توجہ سے درجۂ کمال تک پہنچے +

خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا تھا حضرت خواجہ آپکے حال پر بہت توجہ مبذول رکھتے تھے آپ کو اپنے پاس بٹھانے اور گھڑی گھڑی آپ کے حال کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور آپ کو کمال وتکمیل کے درجہ تک پہنچایا تھا۔ اور اپنے زمانۂ حیات میں ہی طالبانِ خدا کی تربیت آپکے حوالہ کردی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ علاؤالدین نے ہمارے بار کو بہت ہلکا کردیا ہے۔ بہت سے طالبین آپ کی بابرکت توجہ سے دوری اور نقصان کے درجہ سے قرب کی پیشگاہ میں پہنچے۔ اور قرب اور وصل اور مرتبہ تکمیل وارشاد کو پالیا۔ اور بعد وفات حضرت خواجہ قدس سرہٗ حضرت کے تمام اصحاب نے محض آپ کی رفعتِ شان کی وجہ سے آپکے ہاتھ پر بیعت کی یہاں تک کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے بھی بیعت کی +

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کو توجہ اور مراقبہ میں بے خودی اور سکر بہت پیدا ہوتا تھا۔ اور خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو صحو اور ہوش رہتا تھا۔ اور شعور وصحو کو سکر اور غیبت سے افضل کہا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ حضرت خواجہ کے خلیفۂ اول اور نائبِ مطلق تھے۔ آپ طریقہ خاص کے مالک تھے جس کو طریقہ علائیہ کہتے ہیں۔ آپ کے مناقب اور کمالات اور کلمات قدسیہ اور کرامات علیہ جو شمار سے زیادہ ہیں۔ یہاں بطور اجمال کے ان کا تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے +

درجہ۔ ہمارے حضرت (مجدد صاحب) قدس سرہ العزیز نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ باوجود نسبت ولایت وشہادت وصدیقیت کے محبت ذاتیہ سے غیبِ ذات تک گئے ہیں۔ اور نقطۂ نہایت میں واصل ہوئے۔ اور وہاں بقا پیدا

کی۔ اور اس بقا میں قطب ارشاد ہوئے۔ کیونکہ قطبیتِ ارشاد بلکہ قطبیتِ مدار کا حصول
اُس نقطہ تک وصُول ہونے پر موقوف ہے۔ جب تک اس مقام میں فنا اور بقا نہ پیدا
کی جائے۔ ان دو نو قطبیت تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ نے
اس مطلب تک وصُول ہونے کے لئے طریقہ خاص وضع کیا ہے اور اُن کے خلفانے اس
مطلب کو اس عبارت میں ادا کیا ہے۔ کہ کل طریقوں میں زیادہ قریب طریقہ علائیہ ہے
اس میں شک نہیں کہ طریقۂ علائیہ مقام نہایت النہایت تک وصول کے لئے اقرب طریق
ہے۔ اور بہت ہی کم اولیائے عظام اس راستہ سے گئے ہیں۔ چہ جائیکہ اس مطلب
کیلئے کسی نے کوئی طریقہ وضع کیا ہو۔ یہ فضیلت خاص طریقۂ علائیہ ہی کو حاصل ہوئی ہے۔

حضرت خواجہ محمد پارساؒ اور حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ دو نو صاحب حضرت
خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں اسی طریقہ کی سیر حاصل کرتے تھے۔ اور انکے
والد بزرگوار خواجہ حسن عطار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے خلفا بھی اسی راستہ کو گئے ہیں۔ آپ
سالکوں کا سلوک اسی راستہ سے طے کراتے تھے۔

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے اسی طریقہ
میں حصہ لیا تھا۔ اور اُن کے خلفا اُن کی برکت سے اس طریقہ میں فی زمانہ شہرت رکھتے
ہیں۔ شیخ دینوری رحمۃ اللہ علیہ جو اس راستہ سے پہنچے ہیں طالبوں کا افادہ کرتے ہیں۔
حضرت مولانا یعقوب چرخی جذبہ سے غیب تک سیر انفسی کے راستہ پر متوجہ ہیں۔
اس سے معلوم ہوا کہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا جذبہ دو قسم پر ہے۔ وہ جذبہ
کہ معیت کے راستہ سے ہے۔ اُس جذبۂ خاص کے راستہ سے سالکوں کی تسلیک
حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا خاصہ ہے۔

درجہ۔ ایک روز علما میں دیدار الٰہی کے ہونے نہ ہونے کی بابت مباحثہ ہوا
سب اہل عقل نے بالاتفاق خواجہ علاؤ الدین عطار کو فیصلہ کے لئے ثالث قرار دیا۔ حضرت نے
منکرین دیدار سے فرمایا کہ تم تین روز تک باوضو ہماری صحبت میں رہو۔ انہوں نے ارشاد کے
بموجب تعمیل کی۔ تیسرے روز ان میں ایسی کیفیت ظاہر ہوئی کہ بے خود ہو گئے۔ نہ معلوم اس
حال میں اُنہوں نے کیا دیکھا جس سے وہ ہوش میں آنے کے بعد نیاز مندی کرنے لگے۔ اور
کہا کہ ہم کو یقین ہو گیا کہ رویت حق ہے۔ اس کے بعد وہ پھر کبھی حضرت قدس سرہٗ کی

ملازمت سے علیحدہ نہ ہوئے ۔

درجہ۔ آپ اپنی مرض الموت میں فرماتے تھے کہ عنایت خداوندی اور نظر خواجہ بزرگ سے یہ مرتبہ اس وقت مجھ کو حاصل ہوا ہے کہ اگر چاہوں تو تمام عالم واصل مقصود حقیقی ہو جائے ۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر ملک و ملکوت طالب سے چھپ جائے اور وہ سب کو بھول جائے تو یہ مرتبہ فنا کا ہے ۔ اگر سالک کی ہستی بھی سالک سے پوشیدہ ہو جائے تو یہ مرتبہ فناءِ فنا کا ہے ۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرشد کے ساتھ تعلق رکھنا بھی اگرچہ ایک قسم کی غیریت ہے اس لئے آخر میں اس تعلق کی بھی نفی کرتے ہیں ۔ مگر ابتدا میں وصول کا یہی سبب ہے ۔ اور اس کے ماسوا کے تعلقات کی نفی کرنا لوازم سلوک سے ہے اور سب باتوں میں اس کی پوری پوری رضامندی طلب کرنی چاہیئے ۔

قدسیہ۔ ریاضت سے مقصود یہ ہے ۔ کہ تعلقاتِ جسمیہ کی پورے طور پر نفی ہو اور عالمِ ارواح اور عالمِ حقیقت کی طرف پوری طرح سے توجہ ہو جائے ۔ سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے اُن تعلقات کو جو حصولِ راہ میں مانع ہیں چھوڑ دے ۔ اور اُن تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرتا جائے ۔ اور چھوڑتا جائے ۔ اور اگر کسی تعلق میں ٹھیر جائے اور اس میں اپنی وابستگی پائے تو معلوم کرلے کہ وہی تعلق اس کیلئے مانع راہِ حق ہے ۔ پس اُس کے قطع کرنے کی تدبیر کرے ۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے کہ یہ فلاں شخص کا حصہ ہے ۔ اور اس کو بطور رعایت آپ پہنتے تھے ۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مشائخینِ طریقت ۔ نے (پاک کرے اللہ اُن کے اسرار کو) کہا ہے کہ اَلتَّوْفِیْقُ مَعَ السَّعْیِ توفیق کوشش کے ساتھ ہوتی ہے ۔ اسی طرح مرشد سے روحانیت کی مدد بھی اُس حد تک ہوتی ہے کہ مرید بموجب مرشد کے سعی کرتا ہے ۔ اور بغیر اس کوشش کے اس کی بقا نہیں ہو سکتی ہے ۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ صفتِ جباری کے مشاہدہ کرنے سے مقصود تضرع اور زاری کی صفت کا ظہور ہے ۔ اور حق تعالےٰ کی طرف رجوع اور توبہ کرنا ہے اس صفت

کے مشاہدہ کی صحیح علامت مناجات کی طرف مائل ہونا ہے۔ نہ خرابات کی طرف سب نیک و بد خیال اُسی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اِس میں یہ حکمت ہے کہ جب رضا کی طرف خواہش ہو تو اُس کا شکر ادا کرے۔ اور اُس پر قایم ہو جائے اور اگر رضا کی طرف اُسکی خواہش نہ ہو تو تضرع کرے۔ اور حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف رجوع ہو جائے ؎

قدسیہ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ اُن کو کوئی رنج و غم۔ یعنی یہ خوف کہ سالک پھر اپنی سابقہ حیوانی صفات کی طرف رجوع کر جائے کیونکہ اَلْفَانِیْ لَا یَرُدُّ اِلٰی اَوْصَافِہٖ فنا شدہ شخص پھر اپنے اوصاف کی طرف عود کرتا ہے ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارتوں سے اُن کی فیض حاصل کرنا چاہیئے کہ اُن بزرگوں کی نسبت کو پہچان سکے۔ اور اُس میں توجہ کرے۔ اور اُس میں داخل ہو۔ اگرچہ زیاراتِ مقدسہ میں قربِ صُوری کا بہت بڑا اعتبار ہے مگر حقیقت میں روحی توجہ کے لئے بُعدِ صُوری مانع ہے۔ جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ صَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ کہ تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ اس کی دلیل ہے۔ مشاہدہ میں اہل قبور کی صُورِ مثالیہ کا زیادہ اعتبار نہیں ہے۔ بمقابلہ اِن کی باطنی حالت کی پہچانت کے ؎

باوجود اِس کے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی قربت بہ نسبت خلق کی طرف متوجہ ہونے کے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے ؎

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی　　　بگرد کارِ مرداں گر درستی

تو قبور کے خیال سے گزر جائے۔ اگر تجھ کو صاحبِ قبر کے مقام تک رسائی ہو جائے ؎

قبور اولیا کی زیارت سے مقصد یہ ہونا چاہیئے۔ کہ اُن کے توسط سے توجہ بحق سُبحانہٗ قایم ہو جائے۔ پس اُن کی ارواح کو کمالِ توجہ کا وسیلہ بنائے۔ اِسی طرح تواضع با خلق میں بھی چاہیئے کہ اگرچہ ظاہر میں تواضع با خلق ہو مگر حقیقت میں یہ تواضع حق سُبحانہٗ کی طرف ہونی چاہیئے۔ کیونکہ خلق کے ساتھ تواضع اُسی وقت بہتر ہے جب کہ خاص خدا کے لئے ہو اسی طرح سے کہ مخلوق کو مظاہر قدرت اور حکمت دیکھے اور اگر ایسا نہ ہو

تو ایک قسم کی تصنع کی سی حالت ہوگی۔ تواضع نہ ہوگی ؛

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ بمقابلہ طریق نفی و اثبات کے مراقبہ کرنا مقامِ جذبہ کے لئے اعلیٰ و اقرب ہے کہ طریق مراقبہ سے مقامِ نورانیت اور ملک و ملکوت کے تصرف میں پہنچ سکتے ہیں۔ اور خطرات سے آگاہی اور طالبوں پر بخشش کی نظر اور اُن کے بطون کو منور کرنا دوامِ مراقبہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور مراقبہ کی قوت سے دائمی جمعیت دل اور ہمیشہ کے لئے قلوب میں قبولیت پیدا ہوتی ہے اور اس حالت کو جمع اور قبول کہتے ہیں ؛

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں ابتدا میں جب خوارزم جانے کا اتفاق ہوا تو ہر ایک دوست کے ساتھ شغل باطنی اختیاری طور سے کیا گیا۔ تاکہ اپنے باطن کو آزماؤں۔ اور معلوم کروں کہ اس کمال کو پائداری ہے۔ یا نہیں۔ پس اس شغل نے بہت فائدہ بخشا اور اس کی قوت اس نسبت میں باقی رہی ؛

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں چاہیئے کہ آدمی کی خاموشی تین صفتوں سے خالی نہ ہو یا اس میں نگاہ داشت خطرات سے ہو یا دل کے ذکر کا مطالعہ ہو یا اُن حالات کا مشاہدہ ہو۔ جو دل میں گذرتے ہیں ؛

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں اہل اللہ کی صحبت کا دوام عقل معاد کی زیادتی کا باعث ہوتا ہے ؛

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ صحبت سنتِ موکدہ ہے ہر روز یا ایک روز کے فاصلہ سے اولیا کی صحبت میں رہنا چاہیئے۔ اور اگر ظاہرہ دوری کا اتفاق ہو تو ماہ نہ ہر دوسرے مہینہ اپنے ظاہری اور باطنی حالات کو خطوں کے ذریعہ سے عرض کیا کرے ؛

قدسیہ۔ آپ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مجھ کو کسی چیز کا خیال نہیں ہے سوائے اس کے کہ جب دوست آئینگے اور مجھ کو نہ پائینگے۔ تو شکستہ خاطر ہو نگے۔ اور واپس ہو جائینگے۔ اسی مرض آپ نے فرمایا کہ رسم اور عادات کو چھوڑ دو۔ اور جو خلق کا طریقہ ہے۔ اُس کے خلاف کیا کرو اور آپس میں اتفاق رکھو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت بشریت کے رسوم اور عادات کو اُٹھانے اور سنت کی عادت ڈالنے کے لئے تھی۔ تمام کاموں میں احتیاط اور عزیمت پر عمل کرو۔ اور بزرگوں کی صحبت پر جو سنتِ مؤکدہ ہے۔ ہمیشگی کرو۔ ان باتوں کے کرتے کرتے بلند آواز سے آپ نے

کلمہ طیبہ پڑھنا شروع کیا۔ اور رحلت فرمائی ؛

کرامت۔ آپ مرض الموت میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کو موجود دیکھتے تھے۔ اور اُن سے باتیں کرتے اور اُن کی باتوں کو سنتے تھے ؛

کرامت آپ نے اپنی رحلت فرمانے اور دنیا میں جینے کے متعلق اپنی بے اختیاری کا تذکرہ فرما کر مریدوں سے اس طرح فرمایا کہ میرے رحلت کرنے اور زندہ رہنے میں تم لوگوں کے دو فرقہ ہوگئے ہیں چاہیئے کہ تم سب ایک ہی بات پر قائم ہو جاؤ کہ میں بھی اُس پر رہوں۔ منقول ہے کہ وفات سے پندرہ روز پہلے آپ نے رحلت فرمانے کو اختیار فرما لیا تھا۔ اور بتاکید ارشاد فرمایا کہ میں اختیار کرنے کے بعد اب نہ پھرونگا۔ آپ کی علالت دردِ سر کی تھی۔ اور مرض کی ابتدا روزِ شنبہ دوسری تاریخ ماہ رجب سے ہوئی۔ اور وفات شب چہارشنبہ بعد نمازِ عشا ماہِ رجب کی بیسویں تاریخ ۸۰۲ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار موضع نوچغابیاں میں ہے۔ حقیر مؤلف کو خواجہ علاؤ الدین عطار کا مادہ تاریخ وفات یہ ملا۔

۸۰۲ھ
مقرب درگاہ باری بودہ

واقعہ ایک درویش نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک بڑی شاندار بارگاہ ہے اور حضرت خواجہ بزرگ اور حضرت خواجہ علاؤ الدین قدس اللہ اسرارہم اُس بارگاہ کے قریب ہیں معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ اس بارگاہ عرش اشتباہ میں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے داخل ہوئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد نہایت بشاشت کے ساتھ واپس ہوئے اور فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ دیا گیا کہ جس شخص کی قبر تمہاری قبر کے ننو کوس کے فاصلہ پر ہوئے حکم الٰہی سے تم اُس کی شفاعت کروگے اور خواجہ علاؤ الدین عطار کو اُن کی قبر سے چالیس فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ دیا گیا اور میرے ادنےٰ دوستوں اور طریقہ کی پیروی کرنے والوں کو اُن کی قبور سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ دیا گیا۔ بعضوں نے اس واقعہ کو اور دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ دونو طریقوں سے ہوا ہو ؛

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ۔ آپ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے خلیفہ

ہیں اور خاندان خواجگان میں اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور زاہد اور برگزیدہ تھے۔ ابتدائے احوال میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ کی صحبت اختیار کی۔ ایک روز اثنائے مجاہدات میں آپ حضرت خواجہ بزرگ کے مکان پر آئے اور حضرت کے انتظار میں دروازہ پر کھڑے رہے۔ اتنے میں ایک خادم باہر سے اندر آئی۔ حضرت خواجہؒ نے اس سے پوچھا کہ باہر کون شخص ہے۔ خادمہ نے کہا کہ ایک جوان آپ کا منتظر کھڑا ہے۔ حضرت خواجہ باہر تشریف لائے اور حضرت خواجہ محمد کو دیکھ کر فرمایا کہ تو پارسا ہے جس وقت کہ حضرت خواجہ نے پارسا فرمایا اُسی وقت سے عوام میں آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے جب آپ کو اجازت مرید ہونے کی دی تو آپ کے بارہ میں یہ فرمایا کہ تم جو کچھ کہو گے وہی ہو گا۔ اور جس کسی پر اپنا اثر ڈالو گے وہ متاثر ہو جائے گا دوسرے وقت یہ فرمایا کہ جو کچھ خواجہ پارسا کہے گا حق سُبحانہٗ تعالیٰ وہی کرے گا مَیں اُن سے کہتا ہوں کہ وہ کچھ کہے مگر وہ کچھ نہیں کہتے۔ پھر حضرت نے دوسرے موقع پر آپ کو صفت بُرخ عطا اور مرحمت فرمائی۔

واضح ہو کہ برخ ایک ولی کا نام ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ جیسے اویس قرنی ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمّت میں ہوئے ہیں پہلی اُمّتوں میں برخ اُس جماعت کے لئے استعمال ہوتا تھا جو بلا زبانی تعلیم کے محض صحبت سے اور کبھی بغیر صحبت کے معارف حقیقی کو آپس کی ہمنشینی سے حاصل کرتے تھے اُن لوگوں کو برخیان کہتے تھے۔ اور وہ لوگ جو دین محمدیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسی صفت پر ہیں اُن کو اویسی کہا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے سفر حجاز میں خواجہ پارسا سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ جو امانت اور حق خلفاء خاندان خواجگان قدس اللہ اسرارہم سے اِس ضعیف کو پہنچا ہے۔ اور جو کچھ اس راہ میں ہم نے کسب سے حاصل کیا ہے اس کو ہم تمہیں سونپتے ہیں۔ جیسا کہ برادر دینی مولانا عارف قدس سرہٗ نے تم کو سونپا۔ تم اس امانت کو قبول کرو۔ اور اُس کو خلق خدا تک پہنچاؤ۔ خواجہ پارسا نے بہت کچھ عاجزی کی۔ اور اُس کو قبول کیا۔ نیز حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ تھا وہ تم لے گئے۔

نیز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ ہمارے ظہور سے مقصود

خواجہ محمد کا وجود ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نے اس طرح سے فرمایا کہ مقصود ہمارے وجود سے خواجہ پارسا کا ظہور ہے۔ اس کو ہم نے جذبہ اور سلوک دونوں طریقوں کی تعلیم دی ہے۔ اگر وہ مشغول ہو تو ایک عالم اس سے منور ہوگا۔

ایک دن حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ باغ میرزا کے حوض کے کنارہ پر تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ پانی میں پاؤں لٹکائے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں اور بے خود ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فوراً لنگی باندھی اور پانی میں تشریف لے گئے۔ اور اپنے چہرہ کو اُن کے پاؤں کی پشت پر رکھ کر فرمانے لگے کہ اے خدا ان پاؤں کی حرمت میں بہاؤالدین پر رحم کر۔

ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز نے لکھا ہے۔ کہ خواجہ محمد پارسا نے حضرت خواجہ بزرگ کی تربیت سے جذبہ اور سلوک کے رستوں کو طے کیا۔ اور حقیقت فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے مشرف ہوئے۔ اور درجات ولایت میں عروج کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے فردیت کی نسبت حضرت مولانا عارف قدس سرہ سے حاصل کی اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے توسط سے فردیت کے رستہ سے مرتبہ غیب ہویت تک پہنچے۔ اس نسبت کا غلبہ جو عالم سے بے تعلقی کا باعث ہوتی ہے ان کے ارشاد کی تکمیل کا مانع ہوا۔ ورنہ مقام تکمیل پورے طور پر اُن کو حاصل ہوتا۔

کرامت۔ میرزا خلیل نامی سمرقند کا بادشاہ تھا اور میرزا شاہ رخ خراسان کا بادشاہ تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے خلائق کے حل مشکلات کے لئے ایک رقعہ میرزا شاہ رخ کو لکھا۔ میرزا خلیل کو آپ سے اس وجہ سے آزردگی پیدا ہوگئی۔ آخر کار مفسدوں کی بدگوئی سے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اُس نے حضرت کی خدمت میں کسی کی معرفت یہ کہلا بھیجا کہ آپ یہاں سے خجند کی طرف تشریف لے جائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ بہت اچھا مزارات اولیا کا طواف کر کے چلے جائینگے اُسی وقت آپ نے گھوڑا منگایا۔ اور قصر عارفان کو تشریف لے گئے۔ اور مزار پُر انوار حضرت خواجہ بزرگوار کی زیارت کی۔ جب آپ مزار حضرت سے باہر نکلے تو ہیبت اور عظمت کے آثار آپ کے چہرہ سے نمودار تھے۔ پھر وہاں سے آپ سوخار تشریف شریف لے گئے

اور تھوڑی دیر مزار حضرت امیر کلال قدس سرہٗ پر توقف فرمایا۔ جب آپ اُن پیشوائے اولیا کی زیارت سے فارغ ہو کر نکلے تو گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک تازیانہ مارا اور سواری کو پشتہ کے اوپر چلایا۔ اور خراسان کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ شعر پڑھا ؎

ہمہ را زیر و زبر کن نہ زبر ماند نہ زیر
تا بدانند کہ امروز دریں میداں کیست

آپ وہاں سے روانہ ہو کر بخارا کو تشریف لائے اُسی وقت میرزا شاہ رُخ کا ایک خط میرزا خلیل کے نام اس مضمون کا پہنچا کہ ہم آگئے ہیں تم کو چاہیئے کہ میدان جنگ مقرر کرو۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس کو مسجد جامع کے منبر پر پڑھیں۔ پھر اس خط کو میرزا خلیل کے پاس سمرقند بھیجا گیا۔ اور میرزا شاہ رُخ خط کے بعد ہی پہنچا اور میرزا خلیل کو قتل کر دیا۔

کرامت۔ خواجہ ابو نصر پارسا بن خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ راوی ہیں کہ میں اپنے والد صاحبِ کمال کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا۔ اور جب آپ کا انتقال ہو گیا تو میں آیا۔ میں نے آخری دیدار کے لئے آپ کے چہرہ کو کھولا۔ آپ نے آنکھ کھولی اور مسکرائے۔ اس سے میرا قلق اور اضطراب اور زیادہ ہو گیا۔ میں آپکے پاؤں کی طرف آیا۔ اور اپنے مُنہ کو آپ کے پاؤں سے ملا۔ آپ نے پاؤں اوپر کو کھینچ لیا۔

آپ کی عمر شریف تہتر سال کی تھی۔ آپ کی وفات مدینہ طیبہ میں جمعرات کے دن چوبیس جمادی الثانی کو ہوئی۔ مولانا شمس الدین مناری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل مدینہ اور تمام قافلہ والوں نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ آپ کا مزار پر انوار قریب مزار شریف امیر المومنین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقع ہے۔

حضرت شیخ زین الدین خوافی قدس سرہٗ ایک سفید پتھر مصر سے اشکر لائے۔ اور آپ کی لوح قبر بنائی۔ اس پتھر سے آپ کی قبر تمام قبور میں ممتاز ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

آپ کا انتساب اس سلسلہ شریفہ میں حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے اُس ارشاد میں جو مولانا یعقوب چرخی سے آپنے فرمایا

تھا۔ کہ ہم سے جو کچھ تمہیں پہنچا ہے تم بندگانِ خدا کو پہنچاؤ۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی طرف اشارہ تھا۔ کیونکہ عبید کے معنی بندۂ خدا کے ہیں۔ اور مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ کا قول جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی تعریف میں آپ نے فرمایا ہے کہ ع

امانت دار او یعقوب چرخی

ہمارے اس قول کی تائید کرتا ہے۔ حضرت خواجہ کا مولانا سے رخصت کے وقت فرمانا کہ ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس امانت کو اس کے اہل تک پہنچاؤ۔ کیونکہ جو امانت خدا کو سونپی جاتی ہے خدا اس کا محافظ رہتا ہے۔

حضرت خواجہ احرار حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں بہت رہے ہیں۔ اور اُن کی خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ اپنے وقت میں صاحب آیاتِ عظمےٰ اور کراماتِ کبرےٰ اور قطب الاقطاب تھے آپکے زمانہ میں طالبانِ خدا کا سفر اس بارگاہِ ولایت و ارشاد مآب کی طرف ہوتا تھا۔

حضرت مولانا یعقوب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب کوئی طالب کسی بزرگ کی خدمت میں جائے تو عبید اللہ کی طرح جانا چاہیئے۔ چراغ مہیا اور فتیلہ تیار کئے ہوئے صرف آگ کا محتاج ہو۔ جس وقت حضرت مولانا نے خواجہ احرار کو وقوفِ عددی کی تعلیم دی تو فرمایا کہ جو کچھ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے ہم کو پہنچا ہے وہ یہی ہے اور اگر تم طریقہ جذبہ سے طالبوں کی تعلیم کرنا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔ مولانا کے بعض مریدوں کو آپکے اس ارشاد پر غیرت آئی۔ مولانا نے فرمایا کہ خواجہ عبید اللہ میں قوتِ تصرف جیسی کہ ویسی موجود تھی۔ صرف اجازت کی ضرورت تھی۔

ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے لکھا ہے کہ سید المحققین ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ بزرگوں کے مقامِ جذبہ میں بہت بڑی شان رکھتے تھے۔ آپ نے اس مقام میں پوری فنائیت حاصل کر کے بقائے خاص پیدا کی۔ اور اس بقا سے نور فوقانی پیدا کیا۔ اور انتہا نقطۂ نہایت النہایت تک پہنچ گئے اور کثرت میں وحدت کا ملاحظہ اس طریقہ سے کرتے تھے کہ کثرت کا پردہ بیچ میں رہتا تھا۔ اور سلوکِ آفاقی کو بھی اُس اسم تک جو آپ کا مبدءِ تعین تھا۔ پہنچے۔ اور اس اسم میں قدرے

بقا پیدا کی۔ مگر پورے ستہلاک نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اس کے بعد اُسی جذبہ میں ایک قسم کی فنائیت سابقہ سلوک کے استہلاک خاص کے ساتھ حاصل کی۔ مقام جذبہ سے بقائے خاص کے ساتھ معہ زیادتی نور فوقانی کے مستعدوں کی تربیت کرتے تھے۔ اور ماسوے اللہ کی گرفتاری سے رہائی دیتے تھے۔ اور مقام عینیت ذاتیہ کہ حضرت ذی النورین اور حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اسی رستہ سے نہایت النہایت تک پہنچے ہیں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو پورا حصہ اور نصیبہ کامل حاصل ہے اور اس رستہ سے بھی مقام غیب سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور باوجود اس کمال و تکمیل کے مقام اقطاب اثنی عشر سے بھی نصیب کامل رکھتے تھے۔ یہ وہ مقام غیب ہے جو بے نسبتی سے مناسبت کامل رکھتا ہے۔ صحو کی ایک قسم خاص ہے صحبت ذاتی بھی اس مقام کے لئے لازم ہے اور ترویج شریعت اور اجراء احکام شریعت اِس مقام سے متعلق ہے۔ اور حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان اقطاب کے رؤسا میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ مقام اثنے عشر کے قطب نہیں تھے مگر نصیبہ کامل رکھتے تھے۔ اور آپ کا نصرت دین اور ترویج ملت فرمانا اسی مقام کا ثمرہ تھا۔ اور اِسی لئے آپ کو ناصر الدین کہا جاتا ہے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسبت آپ نے اپنے مادری بزرگوں سے حاصل فرمائی تھی۔ اِن تمام کمالات کے ساتھ جو آپ میں جمع تھے آپ ایک بڑے خاندان کے چراغ روشن تھے ؛

قدسیہ۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب مَیں نے حضرت مولانا سے اجازت طلب کی تو حضرت نے طریقہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا تمام و کمال بیان فرما دیا جب رابطہ کے طریقہ کا ذکر آیا تو فرمایا کہ اس طریقہ کے بیان کرنے میں وحشت مت کرو۔ اور مستعد لوگوں کو پہنچاؤ ؛

قدسیہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک شخص سے فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہٗ کی صحبت میں تجھ کو نسبت حاصل ہو گئی ہے۔ اور اس کے بعد پھر کسی اَور کی صحبت میں تو جائیگا۔ اور اُس سے بھی تو وہی نسبت حاصل کرے تو کیا کریگا کیا خواجہ بہاؤالدین کو چھوڑ دیگا۔ پھر آپ نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا کہ جہاں سے تو اس نسبت کو پائے۔ خواجہ بہاؤالدین سے ہی اُس کا پانا تسلیم کر

اس حال کے متعلق آپ نے یہ حکایت فرمائی :-

حکایت شیخ قطب الدین حیدر قدس سرہ کا ایک مرید شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ کی خانقاہ میں آیا۔ وہ بہت بھوکا اور گرسنہ تھا اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا کہ خدا کے لئے کچھ دو یا شیخ قطب الدین حیدر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے اپنے خادم کو حکم فرمایا کہ اس درویش کو کچھ کھانا کھلاؤ۔ درویش نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد پھر اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کیا۔ شکر ہے خدا کا اے قطب الدین حیدر آپ ہم کو کسی جگہ بھوکا نہیں چھوڑتے ہیں۔ خادم نے یہ واقعہ شیخ الشیوخ سے بیان کیا اور کہا کہ یہ درویش عجیب شخص ہے کہ کھانا آپ کا کھاتا ہے اور شکر قطب الدین حیدر قدس سرہٗ کا کرتا ہے شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ اس سے مریدی سیکھنا چاہیئے۔ کہ اس کو کوئی فائدہ کہیں سے پہنچے خواہ ظاہری ہو یا باطنی وہ اس کو اپنے پیر کی برکت سے دیکھتا ہے ؎

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ زندگانی کا پھل اُس شخص کو ملا جس کا دنیا سے دل سرد ہو گیا۔ اور ذکر خدا کی گرمی اُس کے دل میں اتنی پیدا ہو جائے کہ دنیا کی محبت اس کے دل میں نہ پھٹک سکے ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ زبان دل کا آئینہ ہے اور دل روح کا آئینہ اور رُوح حقیقتِ انسانیہ کا آئینہ حقیقت انسانیہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کا آئینہ حقائق غیبیہ غیبِ ذات سے اتنی دُور کی مسافتیں قطع کر کے زبان پر آتی ہیں۔ اور یہاں صورتِ لفظی اختیار کر کے مستعد لوگوں کے حقائق کے سماعتوں تک پہنچتے ہیں ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بعض اکابر اولیا کی صحبت اختیار کی۔ اور اُنھوں نے دو چیزیں مجھ کو عطا کیں اول یہ کہ جو کچھ مَیں کہوں نئی بات ہو پُرانی نہ ہو دوسرے یہ کہ مَیں جو کہوں وہ مقبول ہو مردود نہ ہو ؎

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ پیر کون شخص ہے پیر وہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیزیں پسند نہ تھیں وہ اُس میں بھی نہ ہوں۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبول باتیں اُس میں موجود ہوں۔ بلکہ اُس کا وجود اس کی تمام خواہشیں اُس سے کم ہو جائیں اور اُس کی ذات ایسا آئینہ ہو جائے جس میں سوائے اخلاق و اوصاف نبوی

صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہ رہے۔ اُس مقام میں اوصاف نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موصوف ہونے کی وجہ سے تصرف حق سبحانہٗ کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے طالبوں کے باطنوں میں تصرف کرتا ہے۔ اور اپنی مرضی سے بالکل خالی ہو کر مرضی حق پر پورے طور سے کھڑا رہتا ہے ؎

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ مرید وہ ہے کہ ارادت کی تاثیر سے اُس کا وجود سوختہ ہو جائے اور اس کی کوئی آرزو باقی نہ رہے۔ اور دل کے آئینہ کی بصیرت میں اپنے پیر کے جمال کو دیکھ کر اپنی توجہ کا مُنہ اور تمام توجہات سے پھیر لیتا ہے اور اس کا قبلۂ جمال پیر ہو جاتا ہے اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہو کر نیاز اور تواضع کا سر سوائے پیر کے آستانہ کے اور کہیں نہیں ڈالتا بلکہ نیستی کا خط اپنے وجود کی پیشانی پر کھینچ دیتا ہے اور وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے بھی رہائی پا لیتا ہے ؎

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است
از باغ و بوستان تماشائے لالہ زار

قدسیہ۔ بلند ہمت وہ شخص ہے کہ اپنی قوت دراکہ کو حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف مشغول کرے۔ اور موقعہ کو ہاتھ سے نہ کھوئے اور اپنے خدا کے ساتھ ہر سانس میں مشغول رہے۔ اور اگر وہ جانتا ہے کہ اُس میں اتنی قوت نہیں ہے تو چاہئے کہ اس کو ایسی چیز میں صرف کرے جو خدائے پاک کے ساتھ مشغولی کا سبب ہو ؎

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کی صحبت میں آئے اُس کو چاہئے کہ اپنے کو نہایت مفلس و محتاج ظاہر کرے تاکہ اُن کو اُس پر رحم آئے ؎

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی درویش کی تصویر کسی دیوار پر کھینچی جائے تو اُس دیوار کے پاس سے ادب کے ساتھ گزرے ؎

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ بعض اکابر دین قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نے بیان کیا ہے کہ نماز ظہر کے بعد ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اُس میں بہترین اعمال میں مشغول رہنا چاہئے۔ بعض اولیا نے کہا ہے کہ اس ساعت میں بہترین عمل محاسبہ ہے کہ اُس کے دن کا پورا وقت عبادت میں گذرا ہے یا معصیت میں اگر عبادت میں گزرا ہے تو شکر کرے اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو توبہ کرے۔ ایک جماعت نے کہا

ہے کہ بہترین عمل یہ ہے کہ اپنے کو ایسے شخص کی صحبت میں پہنچائے۔ کہ اُس کی تاثیر سے وہ غیرِ حق سبحانہٗ سے کشیدہ ہو جائے اور حق سبحانہٗ کی طرف مائل ہو اور اُس کی طرف کو کھنچ جائے۔ اہل تحقیق نے کہا ہے کہ بہترین عمل یہی صحبت ہے کہ اُس میں مشغولیت کی وجہ سے غیرِ حق سے ملول ہو۔ اور حق سبحانہٗ کی طرف مائل ہو ❖

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ جمادات کی تاثیر لوگوں کے اخلاق اور اعمال میں ارباب تحقیق کے نزدیک مقرر ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ اس بارہ میں عجیب تحقیقات رکھتے ہیں کہ جمادات کی یہ تاثیر یہاں تک ہے کہ اگر کوئی شخص افضل عبادات یعنی نماز کو ایسی جگہ ادا کرے جو کسی جماعت کے اعمال و اخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہو تو اس نماز کا جمال اور اثر اتنا نہیں ہو سکتا جتنا کہ ایسی جگہ پر ادا کرنے سے ہوگا کہ وہ جگہ اربابِ جمعیت کی برکات سے متاثر ہو۔ اسی لئے دو رکعت نماز حرم کعبہ میں پڑھنا دوسری جگہ کی ستر رکعتوں کے برابر ہے ❖

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو طالب مکی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اتنی کوشش کرو کہ مرضی حق کے سوا اور کچھ تم میں باقی نہ رہے۔ جب تم ایسے ہو جاؤ گے تو تمہارا کام پورا ہو جائے گا۔ اس حالت میں اگر تم سے احوال و مواجید و کرامات صادر نہ ہوں تو بھی کوئی غم کی بات نہیں ہے ❖

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں توحید یہ ہو گئی ہے کہ لوگ بازاروں کو جاتے ہیں اور امردوں پر نظر ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جمال لایزال کا مشاہدہ کرتے ہیں خدا کی پناہ ایسے مشاہدہ سے۔ ایک جماعت مریدان سید قاسم تبریزی قدس سرہٗ کی امرد لڑکوں کا نظارہ کیا کرتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ ہم جن صورتوں میں جمال حق سبحانہٗ کا مطالعہ کیا کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں حضرت سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سور کدھر گئے۔ اس کلام سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضرت سید کی نظرِ بصیرت میں سُور کی صورت میں نظر آتے تھے ❖

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس برس تک کوئی برائی اُس کی کاتب شمال نہ لکھ سکے۔ اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرید معصوم ہو جائے اور اِس مدت میں اس سے کوئی جرم سرزد نہ ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ

قبل اس کے کہ فرشتے اس کا گناہ لکھنے پائیں وہ اُس کی مکافات میں مشغول ہو جائے۔ اور کسی طریقہ سے اُس گناہ کو اپنے اوپر سے دور کر دے ◆

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مولانا نظام الدین خاموش قدس سرہٗ کی خدمت میں گیا۔ مولانا اُس وقت مباحثہ علمی میں ایک جماعتِ علما کے ساتھ مشغول تھے۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔ جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ سکوت اور خاموشی بہتر ہے یا یہ بات چیت۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اگر یہ شخص اپنی ہستی کی قید سے چھوٹ گیا ہے تو جو کچھ کرے گناہ نہیں ہے اور اگر ہستی میں گرفتار ہے تو جو کچھ کرے وہ نادانی ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہم نے مولانا نظام الدین خاموش علیہ الرحمۃ سے اس سے بہتر کبھی کوئی اور کلام نہیں سُنا تھا ◆

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت و طریقت و حقیقت کو ہر چیز میں بیان کر سکتے ہیں مثلاً جھوٹ کہنا امر ممنوع ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو کوشش اور مجاہدہ سے جو کہ مستقیم کا طریقہ ہے زبان سے دور کرے اس طرح کہ اس کے اختیار سے اور بے اختیاری سے اس کی زبان پر جاری نہ ہو تو یہ شریعت ہے۔ باوجود اس کے ممکن ہے کہ اُس کے باطن میں جھوٹ کی خواہش باقی رہے۔ پس اگر اس کو بھی کوشش اور مجاہدہ سے دفع کر دے اس طرح کہ اس کا باطن کذب کی خواہش سے پاک ہو جائے تو یہ طریقت ہے۔ اور اگر ایسا ہو جائے اس کے اختیار یا بلا اختیار کے اُس کا دل اور زبان سے جھوٹ نہ سرزد ہو سکے۔ تو یہ حقیقت ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ مولانا علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کو بارہا نقل فرما کر اُس کی تعریف کیا کرتے تھے ◆

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی رُوح کسی مناسب صورت میں متمثل ہو جائے اور صاحب کشف دیدۂ بصیرت سے اس صورت کو دیکھے مگر چونکہ شیاطین کو بھی مختلف صورتوں اور شکلوں کے اختیار کرنے کی قوت ہے، اس لیے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اُن کے نزدیک اصحاب قبور کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی بزرگ کی قبر پر جاتے

ہیں تو اپنے آپ کو تمام کیفیتوں اور نسبتوں سے خالی کرتے ہیں پھر نسبت کے ظہور کے منتظر ہو کر بیٹھتے ہیں۔ پس جو نسبت پیدا ہوتی ہے اُسی سے صاحب قبر کا حال معلوم کرتے ہیں۔ بیگانہ اشخاص کی صحبت میں بھی ان بزرگوں کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص اُن کے سامنے آئے وہ اپنے باطن میں نظر کرتے ہیں اُس کے آنے کے بعد اُن کے باطن میں جو نئی کیفیت پیدا ہوئی ہو وہ اُس کو اُسی کا اثر جانتے ہیں۔ اس جدید کیفیت میں اُن بزرگوں کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے! ور اس کیفیت کے لحاظ سے اُس کے ساتھ نرمی یا سختی سے زندگانی بسر کرتے ہیں۔ شیخ ابن عربی قدس سرہٗ اس کو تجلی قابلہ کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ اس کے ظہور کا سبب عرفا کے باطن کی جلا اور صفائی ہے جو نورانی باطن سے پیدا ہوتی ہے اور اُن کے آئینۂ حقیقت میں جو نقوش کونیہ سے پاک اور صاف ہو گیا ہے۔ بسبب کمالِ محاذات کے کہ جو بے کم وکیف ذات کے ساتھ رکھتا ہے اور اُس میں سوائے تجلی ذاتیہ کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ پس جب ایسے نورانی آئینہ کو اس کی حالت پر چھوڑ دینگے تو سوائے امر بے کیف کے اور کچھ نہ رہیگا۔ تو اب جو چیز اس آئینہ میں پیدا ہوئی وہ اُسکی ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کے تقابل کی وجہ سے ہے جو اس میں منعکس ہوا ہے۔

قدسیہ! آپ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک بعد موت کے ترقی ثابت ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس نے فرمایا ہے کہ منجملہ تجلیات کے ایک تجلی میں مَیں اور ابوالحسن نوری جمع ہوئے انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ کیا تم مجھ سے سیراب ہوئے مَیں نے کہا کہ نہیں کیونکہ توحید کا پیاسا غیر سے سیراب نہیں ہو سکتا۔ میرے اس جواب سے وہ شرمندہ ہوئے۔ مَیں نے کہا کہ ادنےٰ اعلےٰ سے حاصل کرتا ہے اور غیر سے حاصل نہیں کرتا۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ دوسرے مقام میں فتوحات کے فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی موت کے بعد ترقی کے واقعوں میں سے ایک واقع شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہٗ کا بھی ہے۔ پس شیخ نوری کی حالت بعد موت کے دو کیفیتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اُنہوں نے علم یقین سے جان لیا کہ ترقی ہوتی ہے یا یہ جانا کہ نہیں ہوتی۔ پس اگر ترقی ہونے کے متعلق اُن کو علم حاصل ہوا تو اس سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اگر نہ ہونے کے متعلق علم ہوا تو یہ دوسرا علم

ہے جو اُن کو موت کے بعد حاصل ہوا۔ اس لئے ہر حالت میں ترقی بعد موت کے ہوتی ہے ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ترک ادب کے بعد بھی سالک کے حال کا باقی رہنا مکرِ الٰہی ہے ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی نسبت کو خلوت میں اول تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ نسبتِ نقشبندیہ محبوبیت کی نسبت ہے۔ اور محبوب کو جب خلوت میں بلاؤ گے تو اس کو حجاب ہوتا ہے ؎

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اس نسبت کی لطافت اس درجہ ہے کہ اُسکی طرف متوجہ ہونا بھی اُس کے ظہور کو مانع ہوتا ہے۔ چنانچہ حسینوں کی صورتوں میں بھی یہ بات ہے کہ جب اُن کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے تو وہ شرمندہ ہو جاتے ہیں ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر چیز اپنے مخالف چیز سے ظاہر ہوتی ہے۔ پس مخلوق کی طرف مشغول ہونا حق سبحانہٗ کی طرف مشغول ہونے کے مخالف ہے۔ اور چونکہ مخالف کو اپنے مخالف سے کراہت ہوتی ہے اس لئے اگر جاننے والا شخص ہو تو وہ خلاف چیز سے موافق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ والے بازاروں میں اور مجمعوں میں جاتے ہیں۔ اور وہاں بیٹھتے ہیں تاکہ مخلوق کی ضدیت سے اور اُن کے کاموں کی کراہیت سے اُن کا دل خدائے پاک کی طرف متوجہ ہو جائے ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لطیفۂ مدرکہ کی توجہ خدائے پاک کی طرف ہمیشہ قایم ہو جائے۔ تمہاری کوشش اس امر کی ہونی چاہیئے کہ یہ توجہ تم میں ہمیشہ باقی رہے تاکہ تمہارا شمار مقبلین میں ہو سکے ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں مردانِ غیب اُس نیک شخص کی صحبت اختیار کرتے ہیں جو کہ عزیمت پر عمل کرتا ہو اور رخصت سے پرہیز کرتا ہو اُن کی جماعت رخصت والوں سے علیحدہ رہتی ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ عزیمت پر عمل کا ہے ؎

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فنائے مطلق کے معنی یہ ہیں کہ سالک اپنے افعال اور اوصاف کی نسبت کو بطریق ذوق آپ سے نفی کرے اور اُن کو فاعلِ حقیقی جل ذکرہ کے لئے ثابت کرے۔ حضراتِ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے اس قول کا کہ نفی اثبات

سے جنگ نہیں رکھتی ہے۔ مطلب یہی ہے۔ اِس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں۔ وہ عاریتی ہے۔ اور مجھ کو اُس کے عاریتی ہونے کا علم نہیں ہے اِس لئے مَیں اُس کو اپنی ملکیت جان کر اُس سے اپنا تعلق رکھتا ہوں اتنے میں مجھ کو اُس کے عاریتی ہونے کا علم ہوا۔ فوراً میرا تعلق اُس کپڑے سے منقطع ہو گیا۔ حالانکہ وہ میرا لباس ہے اور تمام صفات کو اسی کپڑے پر قیاس کرنا چاہیئے۔ تاکہ دل کا تعلق ماسوائے حق تعالےٰ سے منقطع اور آزاد ہو جائے۔ درویشی یہی ہے مگر لوگوں نے اس کو بہت لمبا چوڑا سمجھ رکھا ہے ۞

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں وصل یہ ہے کہ دل خدائے پاک کیساتھ بر سبیلِ ذوق جمع ہو جائے اور جب یہ حالت ہمیشگی اختیار کرے تو اُس کو دوامِ وصل کہتے ہیں۔ انتہیٰ یہی ہے ۞

اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اِس ارشاد کا کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ مطلب یہی ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم واسطے سے زیادہ نہیں ہیں۔ اِس لئے ہم سے منقطع ہونا چاہیئے اور مقصودِ حقیقی سے ملنا چاہیئے یہی وصل ہے ۞

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں اگر ذکر کا ملکہ ایسا ہو جائے۔ کہ ہمیشہ دل حاضر رہے اور وہ اس حضور سے وابستہ ہو جائے تو اُس کا شمار ابرار میں ہو گا۔ اور حاضر مع اللہ کہہ سکتے ہیں مگر واصل مع اللہ نہیں کہہ سکتے۔ واصل اس وقت ہو گا۔ جب کہ اِس حضور کی نسبت بھی اُس سے منتفی ہو جائے اور حق سبحانہٗ کو بذاتِ خود حاضر سمجھے ۞

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ انتہائی مرتبہ جہاں تک اولیاء اللہ کی رسائی ہوتی ہے یہ ہے کہ شاہدِ حقیقی میں غایت استغراق کی وجہ سے مشاہدہ اُن سے غائب ہو جائے ۞

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ تجلّی سے مراد کشف ہے اور یہ دو طرح سے ہوتا ہے۔ پہلا کشف اعیانی یعنی چشم ظاہری سے یہ کشف آخرت میں ہو گا۔ دُوسرا کشف یہ کہ غائب مثل محسُوس کے ہو جائے۔ کیونکہ محبت کی خاصیت یہ ہے کہ غائب کو محسُوس کی طرح بنا دیتی ہے۔ یہ تجلّی اربابِ کمال کے قدم کی دنیا میں انتہا ہے یعنی اس سے آگے

انہیں رسائی نہیں ہو سکتی ؀

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کا اطمینان ہے کسی ایک امر پر اس طرح کہ اُس کے خلاف کچھ دل میں نہ گزرے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر کافر شخص بھی ہمیشہ اپنے دل کو کسی امر پر اور اپنی ہمت کو کسی چیز پر مقرر کرے تو وہ کام ضرور پورا ہو جاتا ہے۔ اُس کے لئے ایمان اور عمل صالح کی بھی کچھ شرط نہیں ہے ارباب تجربہ کو چاہئے کہ کبھی کبھی اپنے مریدوں کی ہمتوں کا امتحان لیتے رہیں اور معلوم کریں کہ اُن کی مناسبت حضرات اسماکے کس مرتبہ تک پہنچی ہے اور اُن کی ہمت کی تاثیر کیسی ہے ؀

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ ابتداجوانی میں ہم حضرت مولانا سعدالدین کاشغری قدس سرہٗ کے ساتھ ہرات میں تھے۔ ایک دفعہ ہم دو تو تفریح کے لئے جا رہے تھے ہمارا گزر کشتی گیروں کے اکھاڑہ میں ہوا وہاں ہم نے اپنی قوت توجہات کا امتحان لیا۔ اور دو شخصوں میں سے ایک کے غالب ہونے پر ہم نے اپنی ہمتوں کو لگایا تو وہی شخص غالب ہوا پھر دوسرے شخص کے لئے خیال کیا گیا تو دوسرا غالب آیا۔ پھر پہلے کے لئے خیال کیا گیا تو وہ غالب آیا۔ اسی طرح چند مرتبہ امتحان خیال کیا گیا۔ اِس سے مقصود یہ معلوم کرنا تھا کہ ہمت کی تاثیر کس درجہ تک پہنچی ہے تاکہ اُس پر اعتماد ہو سکے ؀

کرامت حضرت خواجہ قدس سرہٗ چونکہ واقع میں ترویج شریعت اور تجدید ملت اور سلاطین کے ساتھ انحاط رکھنے کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ اِس لئے آپ سمرقند تشریف فرما ہوئے۔ تاکہ بادشاہ وقت سے ملاقات کریں۔ اُس زمانہ میں میرزا عبداللہ بن میرزا ابراہیم بن مرزا شاہ رُخ ولایت سمرقند کا بادشاہ تھا۔ میرزا عبداللہ کا ایک مصاحب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت رضؓ نے اُس سے کہا کہ اس ولایت میں آنے سے مقصود ہمارا تمہارے بادشاہ سے ملاقات کرنا ہے۔ اگر تم اُس کی ملاقات کا واسطہ بنو تو امر بزرگ اور ثواب کثیر کو حاصل کر لوگے۔ اُس امیر نے بے ادبی کے ساتھ جواب دیا کہ بادشاہ ہمارا بے پرواہ شخص ہے اُس سے ملاقات کرنا بہت مشکل ہے ماسوا اس کے درویشوں کو اِن کاموں کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حضرت کو اس کلام سے غیرت پیدا ہوئی۔ اور فرمایا کہ ہم کو بادشاہوں کی ملاقات کا حکم دیا گیا ہے ہم اپنے آپ نہیں آئے

ہیں۔ اگر تمہارا بادشاہ پرواہ نہ کریگا تو ایسا بادشاہ بنایا جائیگا جو پروا کرے۔ جب وہ امیر چلا گیا۔ تو حضرت خواجہ قدس سرّہٗ نے اس کا نام سیاہی سے دیوار پر لکھا اور پھر اپنے لعاب دہن سے اس کو مٹا دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارا کام اس بادشاہ اور اُس کے امیروں سے نہیں چل سکتا ہے۔ یہ فرما کر اُسی روز تاشقند کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی روانگی کے ایک ہفتہ کے بعد اس امیر کا انتقال ہو گیا۔ اور ایک ماہ کے بعد سُلطان ابوسعید مرزا نے اطرافِ ترکستان سے ظہور کیا اور میرزا عبداللہ پر حملہ کر کے اُس کو قتل کر دیا ؞

کرامت کہتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ بہت لوگوں کے نام کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھے۔ اور سلطان ابوسعید کا نام جس ٹکڑے پر لکھا تھا اس کو اپنی دستار میں رکھ لیا۔ اور فرمایا کہ یہ اُس شخص کا نام ہے جس کے ہم اور آپ اور اہل تاشقند اور سمرقند وخراسان رعایا ہونگے اُس زمانہ میں وہاں سلطان ابوسعید کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ مگر چند روز کے بعد ہی سلطان ابوسعید مرزا کی شہرت ترکستان کی طرف سے بلند ہو گئی ؞

کرامت۔ منقول ہے کہ سلطان ابوسعید نے خواب میں حضرت کو دیکھا تھا اور حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرّہٗ کے ارشاد سے حضرت خواجہ کا نام اُس کو معلوم ہوُا اُس نے حضرت خواجہؒ کی صورت کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھا۔ جب بیدار ہوُا تو اپنے مصاحبوں سے دریافت کیا کہ اِس حُلیہ کا کوئی درویش خواجہ عبیداللہ نامی اِس ملک میں ہے۔ لوگوں نے خبر دی کہ وہ درویش صاحب اس زمانہ میں تاشقند میں رہتے ہیں سلطان اُسی وقت سوار ہوُا اور تاشقند پہنچا۔ حضرت خواجہ کو جب اُس کے آنے کی خبر پہنچی۔ تو فوراً جانب مقام فرکت روانہ ہو گئے۔ سلطان کو حضرت کے فرکت میں قیام فرمانے کی خبر پہنچی تو وہ بھی فرکت پہنچا جب بادشاہ حضرت کی ملازمت سے مشرف ہوُا اور اُس کی نظر حضرت کے چہرۂ زیبا پر پڑی تو کہا خدا کی قسم یہ وہی بزرگ ہیں جن کو مَیں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور نیازمندی بجالایا۔ حضرت خواجہ قدس سرّہٗ نے اُس کے حال پر بہت کچھ توجہ فرمائی۔ اور اس کو اپنی طرف جذب فرمایا۔ بادشاہ نے آخر مجلس میں فتح کی دعا کے لئے التماس کی۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ فتح کی دُعا ایک دفعہ ہوا کرتی ہے۔ اِس کے بعد بادشاہ کے ساتھ ایک بڑا لشکر جمع ہوا۔ اور بادشاہ

کے دل میں سمرقند کے فتح کا ارادہ پیدا ہؤا۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہؤا۔ اور توجہ کے لئے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کس نیت سے جاتے ہو۔ اگر تمہاری نیت یہ ہے کہ روشن شریعت کی تقویت اور دین متین کو رواج دینے اور رعیت کے انتظام کرنے کی ہے تو تمہارا یہ سفر تمہارے لئے مبارک ہوگا اور فتح تمہاری ہوگی اُس نے عرض کیا کہ روشن کی تقویت میں بجان و دل سے کوشش کرونگا۔ اور انتظامِ رعایا میں پوری محنت کرونگا۔ حضرت نے فرمایا جب ایسا ہے تو شریعت کی پناہ میں جاؤ مراد حاصل ہوگی +

کرامت۔ نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہؒ نے سلطان میرزا سعید سے فرمایا کہ جب دشمن سے تمہارا مقابلہ شروع ہو۔ تو جب تک تمہاری پشت سے کوؤں کی ایک جماعت ظاہر نہ ہو تم دشمن پر حملہ نہ کرنا۔ پس جب دونوں لشکروں میں مقابلہ شروع ہؤا تو میرزا عبداللہ کے لشکر نے گھوڑوں کو بڑھایا اور میرزا سلطان ابوسعید کے لشکر کے میسرہ کے قدم اکھڑ گئے۔ اور میسرہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ یکایک کوؤں کی ایک جماعت میرزا سلطان ابوسعید کے لشکر کے پیچھے سے ظاہر ہوئی۔ سلطان ابوسعید کے لشکر نے جب حضرت کی اُس بشارت کو دیکھا تو اُن کے دلوں میں قوت پیدا ہوئی اور یکبارگی میرزا عبداللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ پہلے ہی حملہ میں میرزا عبداللہ کے لشکر کو شکست دے دی اور میرزا عبداللہ کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا۔ اُسی وقت اُس کو پکڑ کر قتل کر دیا +

کرامت۔ سلطان ابوسعید کے مصاحبوں میں سے ایک شخص میرحسن بہادر روایت کرتے ہیں کہ جب اُن کے سلطان اور میرزا عبداللہ میں مقابلہ شروع ہؤا۔ تو یہ اس وقت وہاں موجود تھے۔ ہمارا کل لشکر اندازاً سات ہزار ہوگا۔ اور میرزا عبداللہ کی فوج بہت مسلح اور مکمل تھی۔ میرزا سلطان ابوسعید کو میرزا عبداللہ کا غلبہ اپنی فوج پر دیکھ کر بیقراری ہوئی۔ اور خوف اُس پر غالب ہؤا اور بطور جلدی کے کہا کہ اے حسن بہادر کیا دیکھتا ہے میں نے کہا کہ اے میرے بادشاہ اِس وقت میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اپنے سامنے چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ سلطان نے کہا کہ قسم خدا کی میں یہی دیکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے بادشاہ اب مطمئن رہو۔ ہم دشمن پر ضرور فتح پائینگے۔ میری زبان سے یہ کلمہ نکل ہی رہا تھا کہ دشمن نے شکست پائی۔ پس سارے لشکر نے اسی

کلمہ کو دُہرایا۔ اور دشمن پر سخت حملہ کیا۔ آدھی گھڑی یعنی دس منٹ میں میرزا عبداللہ کے لشکر نے شکست کھائی۔ اور وہ خود گرفتار ہو گیا۔ اور مارا گیا۔ سمرقند فتح ہو گیا +

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس وقت میرزا عبداللہ مارا گیا میں اُس وقت تاشقند کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک فوج ہوا میں سے زمین پر اُتری۔ اور اُس نے میرزا عبداللہ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ میرزا عبداللہ مارا گیا اور اُس کا کام تمام ہو گیا +

کرامت۔ ایک مرتبہ بابر ایک لاکھ جرار سوار ہمراہ لیکر سمرقند پر حملہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ میرزا سلطان ابو سعید حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ مجھ کو بابر کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ کیا کروں مصاحبوں نے اس کو یہ رائے دی۔ کہ سمرقند سے بھاگ کر ترکستان چلے جاؤ۔ اور وہاں قلعہ بند ہو کر لڑو۔ اور سلطان نے اس رائے کو پسند کر کے اپنا کل سامان اونٹوں پر لدوا دیا۔ حضرت اُس کے ارادہ سے آگاہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ میں نے تمہاری اس مہم کو اپنے ذمے لیا ہے۔ اور بابر کی شکست میرے ذمہ ہے تم اطمینان رکھو میرزا نے کمال اعتقاد کے ساتھ اپنے چلے جانے کے ارادہ کو ملتوی کر دیا۔ اور سمرقند ہی میں ٹھیر گیا۔ جب میرزا بابر سمرقند کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور طرفین کی فوجوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ میرزا خلیل جو میرزا بابر کا سپہ سالار تھا گرفتار ہوا کہ اُس سے زیادہ بہادر بابر کے لشکر میں اور کوئی شخص نہ تھا۔ میرزا بابر کے لوگوں کو جو سامانِ معیشت لانے کے لئے سمرقند چلے گئے تھے۔ میرزا ابو سعید کے علاقہ داروں نے ناک کان کاٹ کر نکال دیا۔ چند ہی روز میں وبائے عظیم بابر کے لشکر کے گھوڑوں میں پھیلی اور کثرت سے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ آخر کار میرزا بابر کو صلح کرنی پڑی۔ حضرت مولانا قاسم نے جو حضرت خواجہ کے خاص مریدوں میں سے تھے باہر آ کر فریقین میں صلح کرا دی۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جب میرزا بابر ملحدوں کے ایک گروہ کے ساتھ سمرقند کے محاصرہ کے لئے آیا۔ کہ رعایائے سمرقند کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرے۔ اہل سمرقند میں بہت سے صالحین اور غربا تھے۔ اس لئے ہم کو اُن پر رحم آیا۔ اور دو تین روز ہم نے اُن کی مصیبتوں کے ٹالنے میں صرف کئے کیونکہ مصائب کو ٹالنا اور دشمنوں کو دفع کرنا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے میرزا بابر کہا کرتا تھا کہ ہم

اگرچہ سمرقند کو فتح نہ کرسکے لیکن ہم کو یہ معلوم ہوگیا۔ کہ حضرت خواجہ عارف نہ تھے کیونکہ عارف میں ہمت نہیں ہوتی ہے۔ اور حضرت نے ہمت سے ہم کو خراب کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بابر نے شاید اس کلام کے معنی نہیں سمجھے مطلب اس کا یہ ہے کہ عارف ایسی فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ کہ عارف اور اُس کے تمام اوصاف مٹ جاتے ہیں کہ نہ اُن کا نام باقی رہتا ہے اور نہ نشان۔ اور جو کچھ اُس سے صادر ہو وہ اس کا فعل نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پس نہیں قتل کیا تم نے اُن کو لیکن اللہ نے قتل کیا اور تم نے اُن پر خاک مٹھی بھر کر نہیں ماری۔ جب کہ تم نے ماری تھی بلکہ وہ اللہ نے ماری تھی) اس معنی پر شاہد ہے اگر ایسا نہ ہو تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باب میں مشکل ہو جائیگی کیونکہ انہوں نے ایک عالم کو اپنی مضبوط قوت سے درہم و برہم کر دیا تھا جیسے حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام ۔

کرامت۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر ہم پیری مریدی کرنا چاہتے تو اس زمانہ کے کسی پیر کو ایک آدمی بھی مریدی کے لئے نہ ملتا۔ لیکن ہم کو دوسرے کام کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی ظالموں کے شر سے حفاظت کریں اور شریعت و توبہ کو ترویج دیں۔ اسی لئے ہم بادشاہوں پر مسلط ہوتے ہیں اور ان کو مسخر کرتے ہیں اور انہی ذرایع سے مسلمانوں کے مقاصد پورے ہوتے ہیں ۔

کرامت۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدائے پاک نے محض اپنی عنایت سے کرامت کی قوت عطا کی ہے اگر ہم چاہیں تو ایک ہی خط میں بادشاہ خطا کو جو خدائی کا مدعی ہے ویسا بنا دیں کہ ننگے پاؤں خس و خاشاک میں دوڑتا ہوا ہمارے آستانہ پر حاضر ہو جائے مگر باوجود اس قدرت کے ہم ہر وقت حکم الٰہی کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ جو چاہے وہ حکم دے گا۔ پورا ہو جائیگا۔ اس مقام میں ادب ضروری ہے۔ اور ادب یہ ہے کہ اپنے ارادہ کو خدائے پاک کا ارادہ بنائے۔ نہ یہ کہ اُس کے ارادے کو اپنا تابع کرے۔ حضرت کا ایسے تین بادشاہوں کی جو باہم مخالف تھے ایک معرکہ میں صلح کرا دینے کا واقعہ مشہور ہے ۔

کرامت۔ ایک بزرگ حضرت خواجہ قدس سرہ کے دوستوں میں سے نقل کرتے

ہیں کہ میرا ایک غلام سمرقند میں گم ہو گیا۔ مَیں چار ماہ تک سمرقند کے اطراف و اکناف میں اُس کی جستجو میں سرگرداں پھرتا رہا۔ مگر اُس کا پتہ نہ چلا۔ ایک دفعہ جنگل میں اس کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ حضرت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ مَیں نے حضرت کے گھوڑے کی باگ تھامی اور نیازمندی کے ساتھ عرض حال کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم دہقانی آدمی ہیں ہم ان باتوں کو کیا جانیں مَیں نے بہت زاری اور اصرار کیا۔ حضرت میری زاری و بکا کو دیکھ کر بہت مہربان ہوئے۔ اور تھوڑی دیر سکوت کیا اس کے بعد فرمایا کہ اس سامنے والے گاؤں میں بھی تم نے اُس کی تلاش کی۔ مَیں نے عرض کیا کہ متعدد بار یہاں بھی گیا ہوں۔ اور محروم واپس آیا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر تلاش کرو۔ اب کے ضرور پاؤ گے۔ آپ نے یہ ارشاد فرما کر اپنا گھوڑا تیز دوڑایا۔ اور مَیں اُس گاؤں کو روانہ ہُوا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ میرا غلام گم گشتہ پانی کا بھرا ہُوا برتن سامنے رکھے ہوئے متحیر کھڑا ہے۔ مَیں نے اس کو دیکھتے ہی بے اختیار فریاد کی۔ اے غلام اتنی مدت تک تو کہاں رہا۔ اُس نے کہا کہ مَیں جب آپ کے گھر سے نکلا تو ایک شخص بہکا کر مجھ کو خوارزم لے گیا۔ اور دوسرے شخص کے ہاتھ مجھ کو فروخت کر دیا۔ مَیں اُس کی خدمت میں ہوں۔ آج اتفاقاً اُس کے گھر میں مہمان آیا۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ پانی برتن میں بھر لا۔ تاکہ کھانا تیار کراؤں مَیں پانی کا گھڑا بھر کر اُٹھا کے چلا تھا کہ اب میں اپنے آپ کو یہاں دیکھ رہا ہوں۔ مَیں حیرت و فکر میں ہوں کہ یہ معاملہ بیداری میں دیکھ رہا ہوں یا خواب میں +

کرامت حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت خواجہؒ نے مجھ سے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے صورتوں اور لباس بشری کے بدلنے کا قصہ بیان فرمایا تھا۔ اُس زمانہ میں حضرت ایک بزرگ کی شکل میں میرے سامنے نمودار ہوئے۔ جس سے مجھ کو کمال درجہ محبت و الفت تھی۔ اور اُس کو دنیا سے انتقال کئے ہوئے تھوڑے دن گذر چکے تھے۔ میری نظر پڑتے ہی حضرت نے فوراً اُس شکل کو بدل دیا۔ مجھ کو خیال ہُوا کہ شاید وہ شکل میرے خیال میں تھی۔ مگر مَیں نے اپنے ہمراہیوں سے بھی سُنا کہ اُنہوں نے مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت کے صورتوں اور شکلوں کے بدلنے کے واقعات اکثر وقوع میں آئے ہیں۔ چنانچہ مولانا حاجی مزاریؒ اور حافظ اسمٰعیل رُوحیؒ جو مولانا سعدالدین قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے ہیں نقل کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ

کو مولانا سعد الدین کی صورت میں دیکھا ہے ✦

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ایک خادم ایک مرتبہ سمرقند کو جا رہا تھا حضرت نے اُس سے فرمایا کہ سمرقند سے چند ڈبے صاف شہد کے ہمارے لئے لانا۔ وہ سمرقند سے کئی ڈبے شہد سے بھر کر اور اُن کے مُنہ پر مضبوط مُہر لگا کر سمرقند سے روانہ ہوا۔ اتفاقاً کسی کام کے لئے بازار میں ایک بزاز کی دکان پر تھوڑی دیر کے لئے ٹھیر گیا۔ اور شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ اتنے میں ایک حسینہ عورت جو اُس بزاز کی آشنا تھی دکان پر آئی اور ایک طرف بیٹھ کر بزاز سے باتیں کرنے لگی اُس خادم نے دو تین بار نظرِ حرام سے اُس عورت کو دیکھا اور پھر نظر پھیر کر ڈبوں کو اُٹھا کر تاشقند کو روانہ ہو گیا۔ اور ڈبے لاکر حضرت کی خدمت میں پیش کئے حضرت ڈبوں کو دیکھتے ہی خشم آلود ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اِن ڈبوں سے شراب کی بو آرہی ہے۔ اے بدبخت مَیں نے تجھ کو شہد کے لانے کو کہا تھا۔ اور تو شراب لیکر آیا ہے اُس نے کہا کہ مَیں شہد ہی لیکر آیا ہوں۔ اِن میں شراب نہیں ہے۔ ڈبوں کو کھولنے کے لئے ارشاد ہوا جب کھول کر دیکھا گیا تو حقیقت میں شراب سے بھرے ہوئے تھے ✦

کرامت۔ ایک معتبر بزرگ روایت کرتے ہیں کہ مَیں ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ہمراہی میں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو روانہ ہوا۔ موسم سردی کا تھا۔ اور دن بہت چھوٹا۔ ہم نے رستہ میں عصر کی نماز پڑھی آفتاب زرد ہوا شام ہونے آئی۔ منزل تک پہنچنے کے لئے دو کوس باقی تھے۔ اور رستہ میں کوئی جگہ پناہ اور آرام کی نہ تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ دن ختم ہو گیا اور رستہ خوفناک ہے۔ ہوا سرد اور فاصلہ زیادہ اب آگے کیسے گزرے گی۔ پھر مجھے مکرر یہی خیال گزرا حضرت مُنہ پھیر کر میری طرف مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ڈرو مت اور رستہ کی نسبت دل میں کوئی خیال نہ لاؤ ممکن ہے کہ آفتاب غروب ہونے نہ پائے کہ ہم منزل تک پہنچ جائیں۔ پس مَیں پلٹ پلٹ کر آفتاب کو دیکھتا جاتا تھا۔ اسی طرح اس کا کنارہ آسمان پر ٹھیرا ہوا تھا۔ اور غروب ہونے کے کوئی آثار نہ پائے جاتے تھے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُس میں میخ لگادی گئی ہے جس سے وہ ایک جگہ ٹھیرا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ہم گاؤں کی آبادی میں پہنچ گئے اُس وقت آفتاب یک بیک ایسا غائب ہو گیا کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ تھا۔ اور غروب کے

بعد شفق کی جو سرخی و سفیدی ہوا کرتی ہے وہ بھی بالکل نہ تھی۔ عالم میں دفعۃً ایسی تاریکی پھیل گئی کہ صورتوں اور رنگتوں کا نظر آنا ناممکن تھا۔ جس سے لوگوں پر ہیبت و حیرت چھا گئی۔ اور سب نے یقین کیا کہ حضرت خواجہ کا اس میں تصرف واقع ہوا۔ آخر کار بے چین ہو کر سب نے حضرت سے اس کا راز دریافت کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی طریقت کے شعبدوں میں سے ایک شعبدہ ہے +

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمدؒ جو بڑے عالم اور عارف اور صاحب کرامات تھے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک وزیری پھوپھی نے پاہا کہ ایک ضعیفہ بی بی کی عیادت کے لئے جو آپ کی عزیز تھیں اور پڑوس میں رہتی تھیں جائیں۔ آپ نے اُن کو منع فرمایا۔ پھر دو تین روز بعد جب آپ مقام فرکت کو تشریف لیگئے پھر پھوپی صاحبہ نے اُس کی عیادت کیلئے گھر سے نکلنا چاہا گیا دیکھتی ہیں کہ آپ سوار ہو کر ظاہر ہوئے اور کھڑے ہوئے فرماتے ہیں کہ عیادت کیلئے جاتی ہو واپس ہو جاؤ۔ نہیں تو جانتی ہو کہ تم بھی بیمار ہو جاؤ گی اور تم کو کسی کی عیادت نہیں کرنی چاہئے۔ مجبوراً وہ واپس ہو گئیں۔ اور گھر میں قدم رکھتے ہی بیمار ہوئیں۔ تپ محرقہ میں مبتلا ہو کر فریش ہو گئیں جب آپ فراکت سے واپس تشریف لائے تو پھوپی صاحبہ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیمار کے پوچھنے کے لئے جانے اور بیمار ہونے کی کیا ضرورت ہے +

کرامت۔ حضرت خواجہ محمدؒ قدس سرہٗ کی پھوپی صاحبہ نقل کرتی ہیں کہ جب حضرت خواجہ پر قبض کی کیفیت طاری ہوتی تو آپ گھڑی گھڑی گھر سے باہر جاتے اور باہر سے اندر آتے۔ اور جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو تبدیل صورت کے قاعدے سے نئی صورت میں تشریف لاتے اگر بالفرض دس مرتبہ بھی آتے تو ہر بار نئی صورت میں تشریف لاتے۔ چنانچہ مکان میں رہنے والی بوڑھی عورتیں غیر آدمی کی شکل کی وجہ سے غلطی میں پڑ کر شور کرنے لگتیں۔ آپ اس صورت کو چھوڑ کر ہنس پڑتے اور کیفیت قبض جاتی رہتی تھی +

کرامت دو درویش بہت دور سے حضرت خواجہ کی ملاقات کے شوق میں آپ کی خانقاہ میں آئے۔ خادموں سے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ ہیں خدام نے کہا

کہ بادشاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں یہ سُنکر وہ اپنے آنے پر پشیمان اور وقت کے ضائع ہونے سے پریشان ہوئے۔ اور کہا کہ عجب شیخ ہیں جو سلاطین کے دربار میں جاتے ہیں۔ حالانکہ بہت بُرا ہے۔ وہ فقیر جو امرا کے دروازہ پر ہو۔ اتفاقاً دو چور بادشاہی مجلس سے بھاگ گئے تھے۔ اور سپاہی اُن کی تلاش میں گلی کوچوں میں پھر رہے تھے۔ ان دونوں درویشوں کو، بجائے چوروں کے پکڑ کر دربار بادشاہ میں لے گئے۔ اور کہا کہ یہ وہی چور ہیں جو جیل سے بھاگ گئے تھے۔ اب اُن کے بارے میں جو حکم ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شریعت غرا کے احکام کے بموجب ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ حضرت خواجہ پہلوئے سلطان میں تشریف فرما تھے۔ اِس واقعہ کو دیکھ کر مُسکرائے اور کہا کہ یہ دونو درویش ہیں اور ہماری ملاقات کے لئے دُور دراز سے آئے ہیں اسکے بعد حضرت خواجہ اُٹھے اور دونوں درویشوں کو ہمراہ لیکر اپنے مسکن پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ ہم دربار شاہی میں اس لئے گئے تھے کہ ہاتھ کاٹے جانے سے تم کو بچائیں۔ اور امیروں کے دروازہ پر وہ درویش بُرا معلوم ہوتا ہے جو طمع کی وجہ سے دولتمندوں کے پاس جاتا ہو۔ وہ درویش بُرا نہیں ہے جو خلق اللہ کے مظالم رفع کرنے اور شرع متین کو رواج دینے کے لئے جاتا ہو۔ اس واقعہ سے اُنہوں نے اپنی بدگمانی کی توبہ کی۔ اور حضرت کے مخلصین اور معتقدین میں داخل ہوئے ۔

کرامت۔ ایک عالم حضرت کے فضائل و کمالات کا شہرہ سُنکر حضرت کی ملاقات کے ارادہ سے سمرقند روانہ ہوا۔ اور شہر میں داخل ہُوا۔ اور شہر کے رستوں میں اُونٹوں کی قطار بر از غلہ جاتے ہوئے دیکھ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ اِتنا بہت سا غلہ کس کا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت خواجہ کا ہے۔ عالم کے دل میں خطرہ گزرا کہ فقیری کو اس دنیاداری سے کیا نسبت یہاں سے واپس ہو جانا چاہئے۔ پھر اُس نے سوچا کہ اتنی مسافت طے کر کے آیا ہوں۔ ایک بار تو خود اُن سے مل لوں۔ اور آپکی خانقاہ میں آیا۔ اور بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ اس وقت زنانہ مکان میں تھے۔ اِس اثنا میں اُس کو غنودگی ہوگئی اور اُس میں اُس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور ایک قرضدار اُس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور اپنے ساتھ اس کو دوزخ میں لیجانا چاہتا ہے۔ اتنے میں حضرت خواجہ آئے اور قرضدار سے دریافت فرمایا کہ اس کے

ذمہ تیرا کتنا قرضہ ہے۔ اُس نے مقدار بتلائی۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ اپنا بقایا مجھ سے لے لے۔ اور اس بیچارے کو چھوڑ دے۔ پھر آپ نے اُس کا مطالبہ ادا کر دیا۔ اور اُس کو چھوڑ لیا۔ اس کے بعد اس کی آنکھ کھُل گئی۔ اور آپ اندر سے باہر تشریف لے آئے۔ اور مسکرا کر فرمایا کہ اتنی دولت ہم نے اسی لیئے جمع کی ہے۔ کہ تم کو اور تمہارے مماثل لوگوں کو قرضداروں سے چھُڑائیں +

اُس صاحب تکمیل وکمال کی وفات ۳۰۔ ربیع الاوّل ۸۹۵ھ ہجری شب شنبہ میں ہوئی۔ اور محلہ خواجہ کفسیر میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد امجاد نے آپ کے مزار شریف پر عالیشان عمارت تعمیر کی ہے +

کرامت۔ جب حضرت قدس سرہٗ کا نفس شریف منقطع ہؤا تو اُس وقت چونکہ رات زیادہ گزر چکی تھی کثرت سے شمع روشن کئے گئے تھے۔ جن سے مکان روشن ہو گیا تھا۔ اسی حال میں دیکھا گیا کہ حضرت کے دونو ابروؤں کے بیچ سے ایک نور چمکدار بجلی کی طرح پھیلا اور اُس کی شعاعیں شمع پر پڑیں اور کل شمعوں کی روشنی سلب ہوگئی۔ جو لوگ اُس گھر میں اُس وقت موجود تھے۔ انہوں نے اُس کا مشاہدہ کیا +

حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ کے حالات

آپ کا انتساب اس طریقۂ عالیہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے ہے اور آپ اُن کے اکمل اور عالیشان خلیفہ ہیں۔ وخش خاء معجمہ ساکن اور شین منقوطہ کے ساتھ ایک گاؤں کا نام ہے جو متعلقات حصار سے ہے۔ اور اس گاؤں کو وخشوار بھی کہتے ہیں۔ آپ اقربائے مولانا یعقوب چرخی سے ہیں۔ بلکہ اُن کے نور سے ہیں۔ بعض ثقات سے سُنا گیا ہے۔ کہ حضرت مولانا محمد زاہد نے ذکر کی تلقین اور طریقہ کی تعلیم بعض اصحاب کبار مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔ گوشۂ تنہائی اور گمنامی میں اپنے وقت کو آپ تازہ کرتے رہے۔ اور ریاضات اور مجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد آپ خواجہ احرار قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے جسکی تفصیل آگے کی جائے گی +

بحتہ الاکابر حضرت خواجہ خاوند محمود سلمہ اللہ تعالےٰ وابقاہٗ نے ایک روز فقیر

مؤلف سے کہا کہ مولانا مرید خواجہ محمد یوسف قدس سرہٗ کے ہیں۔ اور وہ مرید خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے تھے۔ اگر مولانا کو خواجہ احرار قدس سرہٗ سے انتساب ہوتا۔ تو مصنف رشحات مولانا جامی قدس سرہٗ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ اتفاقاً حاجی ضیاء الدین سمرقندی خلیفہ حضرت خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ جو بعد خلافت پانے کے کشمیر میں سکونت رکھتے ہیں۔ اس مجلس میں موجود تھے۔ اپنی جگہ سے اُٹھے اور میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اور مجھ سے کہنے لگے۔ کہ حضرت خواجہ خاوند محمود اس معاملہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ میں مولانا خواجہ اُمکنگی قدس سرہٗ کا مرید ہوں اور برسوں اُنکی خدمت میں رہا ہوں۔ اور اُن کی وفات کے بعد حضرت خواجہ محمود کی خدمت میں آیا ہوں۔ اور حضرت محمد باقی قدس سرہٗ میرے سامنے مولانا خواجگی کی خدمت میں آئے۔ اور مولانا محمد زاہدؒ کی خلافت حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے بلا شک و شبہ کے محقق و مقرر ہے۔ اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے ارشاد کا آوازہ مولانا محمد زاہدؒ کے گوش ہوش میں پہنچا تو آپ حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے اور سمرقند پہنچنے کے بعد محلہ وانسرا میں جو پسند اور بہت سرسبز مقام ہے اُترے اور حضرت احرار کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کپڑے پہنے۔ محلہ وانسرا میں اور حضرت خواجہ کی جائے سکونت کے مابین تین کوس کا فاصلہ ہے۔ اتفاقاً حضرت خواجہ پر ظاہر ہوا کہ مولانا زاہد کمالات اور مقامات عالیات سے موصوف ہیں۔ اور اس میں ہماری ملاقات کے لئے آتے ہیں آپکے دل میں گذرا کہ مولانا کے استقبال کے لئے نکلیں ٹھیک دوپہر اور سخت گرمی کا وقت تھا اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ سواری کے اونٹ کو لائیں۔ پس حضرت اُس پر سوار ہو گئے۔ اور تمام مریدین آپکے ہمراہ رکاب روانہ ہوئے اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ اس لئے اونٹ کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ کہ جہاں کو چاہے چلے۔ جب حضرت محلہ وانسرائے میں پہنچے جہاں کہ مولانا اُترے ہوئے تھے۔ اونٹ خود بخود رُک گیا۔ اور حضرت خواجہ اونٹ سے اُترے مولانا کو حضرت خواجہ کے تشریف لانے کی خبر ہوئی تو وہ بے اختیار دوڑے آئے اور حضرت کا استقبال کیا اور حضرت کے پیروں کو بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے مولانا کے ساتھ اُسی مقام پر خلوت کی۔ اور مولانا نے اپنے واردات اور معاملات و مقامات کو حضرت

کے سامنے پیش کیا۔ اور بیعت کی خواہش کی۔ حضرت خواجہؒ نے مولانا کا التماس قبول کیا اور جو کچھ بتلانا تھا بتلا دیا۔ اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی نعمت مولانا کو عطا فرمائی۔ اس پر بعض اصحاب حضرت خواجہ کے جو اُس وقت وہاں موجود تھے۔ آتش غیرت میں جلنے لگے کہ مولانا محمد زاہد کو حضرتؒ نے پہلی ہی صحبت میں خلافت دے دی۔ حالانکہ ہم برسوں سے حضرت کی خدمت کر رہے ہیں۔ مگر حضرتؒ نے ہمارے حال پر التفات نہیں فرمائی۔ حضرت خواجہؒ نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ مولانا زاہد چراغ اور تیل۔ بتی تیار کر کے ہمارے پاس آئے تھے۔ ہم نے اُس کو روشن کر کے اُن کو رخصت کر دیا۔ اس کے بعد حاجی مذکور نے مجھ سے کہا کہ یہ بات مشہور ہے کہ صاحب رشحات نے دو عالی قدر حکایتوں کو چھوڑ دیا ہے +

اوّلاً مولانا محمد زاہدؒ کا انتساب حضرت خواجہ احرار کے ساتھ بطریق مذکورہ بالا کہ اُس سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی کرامت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اور مولانا محمد زاہدؒ کے درجات کی بلندی کا +

ثانیاً یہ کہ ایک روز حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کسی راستہ سے تشریف لیجا رہے تھے۔ اور آپ کے حالات اس وقت متلوّن تھے۔ اور سُکر آپ پر غالب تھا۔ اُسی حالت میں آفتاب قریب غروب کے ہوگیا۔ اور کسی ہمراہی کی یہ جرأت ہو سکی کہ حضرت خواجہؒ سے نماز عصر ادا کرنے کے لئے عرض کرے۔ غروب آفتاب کے بعد حضرت خواجہ کا سُکر کم ہوا اور آپ ہوش میں آئے دیکھا کہ آفتاب غروب ہوا اور عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ اُس وقت آپ آفتاب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے آفتاب ہمارے لئے پھر نکل آ۔ آفتاب اُسی وقت نکل آیا اور حضرتؒ نے نمازِ عصر ادا کی نماز سے فراغت پانے کے بعد آفتاب غروب ہو گیا۔ اور عالم میں تاریکی پھیل گئی +

واضح ہو کہ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے رشحات میں حضرت خواجہ احرارؒ کے تمام مریدوں اور خلفا کے ذکر کا التزام نہیں فرمایا ہے۔ بلکہ آپ کے اصحاب کے ذکر میں ایک فصل قرار دے کر لکھا ہے کہ تیسری فصل آنحضرت قدس سرہٗ کی اولاد اور اکمل اصحاب کی اُن کرامتوں اور مقامات کے بیان میں ہے۔ جو لوگوں نے اپنی چشم دید بیان کی ہیں مع مختصر حالات کے ادیٰ بلکہ دوسرے بزرگوں کے مریدوں کے ذکر کا بھی التزام نہیں فرمایا ہے

مقصود بالذات رشحات کا یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کو دیکھا ہے اور حضرت کے کسی ارشاد کو اور آپ کی کسی کرامت کو نقل کیا ہے اُن کو نام بنام کتاب میں ذکر کر دیا جائے۔ نیز اُن لوگوں کا تذکرہ جن کی خود حضرت خواجہؒ نے اپنے ہمعصر بزرگوں میں سے تعریف کی ہو۔ رشحات کی بنا حضرت خواجہ کے احوال اور اقوال پر ہے۔ حالانکہ مصنف علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ قدس سرّہٗ سے علیحدگی کے بعد بھی ایک مدّت تک زندہ رہے اور کتاب رشحات کے مسودے حضرت خواجہؒ کے حیات میں آپ کی صحبت کے زمانہ میں تیار کئے گئے تھے۔ اور سولہ برس کے بعد وہ صاف کئے گئے۔ بہت سی باتیں نسیان کی وجہ سے سپرد قلم نہ کی جا سکیں۔ اور چونکہ مولانا محمد زاہد علیہ الرحمۃ کی ملازمت حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کی خدمت میں باوجودیکہ بہت تھوڑی دیر کے لئے ہوئی تھی اور وہ بھی اِس زمانہ میں کہ مصنّفِ رشحات علیہ الرحمۃ وہاں موجود نہ تھے اِس لئے اُن کو جناب خواجہ سے جناب مولانا کی کرامات اور اشرافات کی سماعت کا اتفاق نہ ہو سکا۔ بلکہ اُن کی مولانا سے ملاقات بھی نہ ہو سکی۔ اور نہ اُن کو مولانا کی حضرت خواجہؒ سے ملاقات کی خبر مل سکی۔ اِس لئے اُن پر مولانا کا ذکر ترک کرنے سے کوئی قصور عاید نہیں ہوتا ہے۔

چنانچہ انہوں نے رشحات کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب لطاف الٰہی کی برکتوں اور اُس کی نامحدود مہربانیوں سے اواخر ماہ ذیقعدہ سنہ ۸۸۹ ہجری میں فقیر کو حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کے آستانہ عالیہ کی بوسہ دہی کا اتفاق ہوا۔ اور پھر دوبارہ ابتداءِ ربیع الثانی سنہ ۸۹۳ ہجری میں اُس آستانۂ پاک کے قدوم کی پابوسی کا شرف نصیب ہوا۔ تو آپکے فیضان اور افادہ کی مجلسوں اور مخلصوں میں حضرات خواجگان نقشبندیہ علیہ الرحمۃ کے بعض فضائل اور شمائل اور مناقب اور حالات کے سننے کا شرف حاصل ہوا۔ کہ اکثر بیان میں آتے رہتے تھے۔ انہی حالات کو مَیں نے تحریر کی لڑی میں پرونا شروع کیا۔ پھر ایک حوادثِ زمانہ کے بُرے اثرات اور طرح طرح کے بلاؤں کی فکرات کی وجہ سے اُس کعبۂ عزت اور اقبال کے قرب ہمسائگی سے محروم رہا ایک مدت کے بعد مجھ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اُن انفاس متبرکہ سے جو ارشادات زمانۂ سعادت فرجام میں سُنتے تھے ایک جگہ جمع کر دوں۔ مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی یہاں تک کہ سولہ سال گزر گئے۔ سنہ ۹۰۹ ہجری میں از سرِ نو یہ ارادہ تازہ ہوا اور اُن حالات کے جمع کرنے

اور ترتیب دینے کے لئے طبیعت امادہ ہوئی۔ اور کلام کا آغاز ہوا +

کرامت۔ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو سلطان محمود میرزا کی بابت یہ خبر پہنچی۔ کہ اُس نے اپنے بھائی سلطان احمد میرزا سے جنگ کرنے کی غرض سے محاصرۂ سمرقند کا ارادہ کیا ہے۔ تو آپ نے میرزا سلطان محمود کو یہ رقعہ تحریر فرمایا:-

رقعہ۔ اِس عرضداشت کے ذریعہ یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ کے ملازمین کی خدمت میں ظاہر کرتا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ نے شہر سمرقند کو بلدہ محفوظہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ لہٰذا آپکا فتح سمرقند کا ارادہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور جب خدائے پاک نے اس کا حکم نہیں دیا۔ نہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کوئی ایسی ہدایت وارد ہوئی۔ تو پھر آپکا اپنے بھائی پر تلوار اُٹھانا کس حد تک آپکے لئے مناسب ہے۔ یہ فقیر آپ کی خیر خواہی کے لئے کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض معروض کر چکا ہے۔ مگر قبولیت کی حد تک نہیں پہنچا۔ لوگوں کی باتوں میں آکر آپ کا اِس ملک کی فتح کا قصد کرنا اور اس فقیر کے معروضہ کو قبول نہ کرنا ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ مَیں آپ کی خدمت میں خیر خواہی کی عرض کرتا ہوں اور لوگ جو کچھ کہتے ہیں محض اپنی نفسانیت سے معلوم ہے کہ سمرقند میں بہت سے بزرگانِ دین اور فقرا و ساکین ہیں۔ اُن کو اور زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کے دل کو صدمہ پہنچے۔ اور دردمند دل کی آہ جو کچھ کر سکتی ہے وہ آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ خدا کے نیک بندوں اور عام طور سے سب مسلمانوں کے دلوں کو ضرور اس سے تکلیف ہوگی آپ اِس ارادہ سے باز آئیں اور ڈریں۔ اور فقیر کی اس بات کو جو بے غرض اور محض للّٰہیت کی وجہ سے ہے مان لیں اور دونو بھائی آپس میں اتفاق کرکے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ تاکہ خدائے تعالےٰ راضی رہے۔ پھر ایک دل اور متفق ہو کر ان کاموں کو جو ادھورے پڑے ہوں پورا کرو۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ کے ایسے بھی بعض بندے ہیں جن پر وہ اپنی بہت کچھ عنایت رکھتا ہے۔ اور ان کی عدول حکمی اور لڑائی کے ارادہ کو اپنے ساتھ جنگ کا ارادہ اور ظلم کرنا فرماتا ہے۔ چنانچہ صحاح کی حدیث میں اس کی کی تفصیل مذکور ہے

ے
بہ پیش چشم چو نحاکسترم میا گستاخ
کہ ہست در تگِ او آتشے و دریائے

ترجمہ ؎ لوگوں کی نظر میں اگرچہ مَیں خاک کی مانند ہوں لیکن تو ارادہ گستاخی کو دور رکھ کر اُس راکھ کے نیچے آگ اور پانی کا ایک دریا موجود ہے ۔

اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر مزید سے جو سلطان محمود کے دربار کا امیر کبیر تھا کہلا بھیجا کہ جنگ اور مخالفت کے طریقہ سے باز آؤ ۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہزاروں آدمی عبد الخالق کے ایک تابعدار سے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں ۔ اور اگر کرینگے تو مغلوب ہونگے ۔ خاندان نقشبند کا خانوادہ بڑے تصرف کی قدرت رکھتا ہے ۔ اور اللہ تعالےٰ انکی خاطر شریف کی موجب پورا کر دیتا ہے ۔ اور خانوادۂ مذکور کسی کا مطیع نہیں ہے ۔

میرزا سلطان محمود باوجود اس نامہ و پیام کے اپنے ارادہ سے باز نہ آیا ۔ اور سمرقند کے محاصرہ کے لئے متوجہ اور فوج بیکران اور لشکر بے عدد ہمراہ لیکر روانہ ہوا علاوہ چغتائی فوج کے چودہ ہزار ترک ہمرکاب تھے ۔ بیچارہ میرزا سلطان احمد مقابلہ کی تاب نہ لا سکا ۔ اور فرار کا ارادہ کیا ۔ اور حضرت خواجہ کی خدمت میں بیقرار او مضطر ہو کر حاضر ہوا ۔ کہ بھاگ جانے کی اجازت چاہی ۔ آپ اُس وقت شہر کے مدرسہ میں تھے ۔ فرمایا کہ اگر تم بھاگو گے تو سب شہر والے قید ہو جائینگے ۔ پس تم ٹھیرو اور اپنے دل کو مضبوط کرو ۔ مَیں تمہارا کفیل و ذمہ دار ہوتا ہوں ۔ بعدہٗ آپ نے مرزا سلطان احمد کو مدرسہ کے ایک حجرہ میں جس کا ایک ہی دروازہ تھا ۔ لے جا کر بٹھا دیا ۔ اور خود اس حجرہ کی دہلیز پر تشریف فرما ہے ۔ اور حکم دیا کہ ایک سانڈنی ہر دم تیار رہے ۔ کہ اُس پر کجاوہ بندھا ہوا اور چند روز کا توشہ اُس میں رکھا ہوا ہو ۔ چنانچہ اس کو تیار کر کے سلطان احمد کے حجرہ کے رُوبرو حاضر کیا گیا ۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرزا سلطان محمود سمرقند کو فتح کر لے اور جس دروازہ پر جنگ ہو رہی ہے ۔ وہ اُس میں داخل ہو جائے ۔ تو تم اِس اونٹنی پر سوار ہو کر اپنے خاص لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازہ سے نکل جانا ۔ آپ نے اِس طرح سے میرزا سلطان احمد کو تسکین دی ۔

اِس کے بعد آپ نے مولانا سید حسن اور مولانا سید قاسم اور میر عبد الاول اور مولانا جعفر قدس اللہ اسرارہم کو جو آپ کے بڑے بڑے مرید تھے طلب کر کے حکم دیا کہ جاؤ جاؤ اور اُس کے دروازہ پر جہاں کہ سلطان محمود مصروف جنگ ہے ٹھیرو اور خدا کی طرف مشغول ہو جاؤ ۔ اور جب وہ بھاگ جائے تو تم ہمارے پاس آؤ اور اگر بالفرض

اُس کا لشکر شکست نہ کھائے۔ تو ہمارے پاس تمہارے لئے راستہ نہیں ہے۔ وہ چاروں بزرگ اُس دروازہ کے برج پر چڑھے۔ اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے۔

وہ کہتے ہیں کہ ہم مراقبہ میں اپنے آپ کو نہیں پاتے تھے۔ جو کچھ تھے حضرت خواجہ ہی تھے۔ اور ایسا نظر آتا تھا کہ تمام عالم پر حضرت خواجہ کا وجود چھایا ہوا ہے۔ اس اثنا میں مولانا زاہد قدس سرہٗ کو سلطان محمود کے سمرقند پر حملہ کرنے اور حضرت خواجہ کے خط کو قبول نہ کرنے اور اپنے بھائی اور سلطان احمد سے جنگ کرنے کی خبر ملی تو مولانا پر اس خبر کے سننے سے غیرت طاری ہوئی۔ اور اس کی ہزیمت کے لئے آپ متوجہ ہوئے اثنا ءِ مشغولی میں مولانا پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت خواجہ کی تیغ باطن نے میرزا سلطان محمود کو مقہور اور مغلوب کر دیا۔ اور شکست دے دی۔ مولانا سے یہ مشاہدہ بے اختیار ظاہر ہو گیا اور رفتہ رفتہ اِس کی خبر حاکم وخش کو جو سلطان محمود کا دوست تھا پہنچی۔ وہ یہ سُنکر مولانا پر بے حد بگڑا۔ اور بے انتہا عتاب کیا۔ اور ایک خط میں مولانا کی شکایت لکھ کر سلطان محمود کے پاس روانہ کی۔ تقدیر سے قاصد کا اس خط کو لیکر پہنچنا۔ اور میرزا سلطان محمود کا شکست کھانا ایک ہی وقت میں واقع ہوا۔

کہتے ہیں کہ میرزا سلطان محمود اور میرزا سلطان احمد کی فوجوں میں صبح سے دوپہر تک جنگ ترقی پر رہی۔ اور قریب تھا کہ سلطان محمود کا لشکر غالب ہو جائے اور سلطان احمد کی فوج بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ ناگاہ قبچاق کی طرف سے ایک آندھی ہولناک اُٹھی اور اُس میں سلطان محمود کا لشکر گاہ اس طرح سے پھنس گیا کہ کسی شخص کو آنکھ کھولنے کی مجال نہ رہی۔ اِس آندھی نے گھوڑوں اور آدمیوں کو اُٹھا کر پھینک دیا۔ اور پیادوں اور سواروں کو زمین پر پٹک دیا۔ خیموں اور سرا پردے اور شامیانوں کو اکھاڑ کر اڑا لے گئی۔ اور زمین پر پھینک دیا۔ الحاصل ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور قیامت قایم ہو گئی۔

اِس حالت میں سلطان محمود امیروں اور ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ بلند دیوار کے پشتہ کے نیچے ایک بڑے تالاب کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ کہ زمین تر تھی اور اُس کا ایک حصّہ بہت بڑا پھٹا اور اس تالاب کا کنارہ ٹوٹ کر گرا جس سے ایک آواز نہایت مہیب پیدا ہوئی۔ اور قریب چار سو سواروں اور گھوڑوں کے جو اُس کی

آڑ میں کھڑے تھے دب کر ہلاک ہو گئے۔ اور ادھر اُس کی آواز کی دہشت سے ترکوں کے گھوڑے بھڑک کر جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ آراستہ لشکر میں یکبارگی پھوٹ پڑ گئی۔ اور ٹکریں ہو ہو کر بھاگ نکلے! اور خوف اور رُعب سلطان محمود اور لشکریوں اور اُس کے تمام وزیروں پر چھا گیا۔ اُس نے معہ تمام اُمرا کے سرنگوں و ذلیل ہو کر گھوڑوں کو بڑھایا! اور جتنی جلدی ہو سکا شہر سے بھاگ گیا۔ اور میرزا سلطان احمد کا لشکر اور شہر کے لوگ اُن کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور تقریبًا پانچ کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ اور گھوڑے اور قیدی پکڑ لائے۔ اور بہت کچھ سامانِ غنیمت اور ہتھیار لوٹ لائے۔ اُس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کلام کا اثر اور حضرت کے چاروں مریدوں کی قوتِ مراقبہ اور مولانا محمد زاہد کے کشف کی سچائی پوری طرح سے ظاہر ہو گئی۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کی وفات بتاریخ غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ ہجری موضع وخش میں واقع ہوئی۔ وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے جس کی لوگ زیارت کر کے برکت حاصل کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندانِ کامل و مکمل اور صاحب کمال و تکمیل حد سے زیادہ ہیں جن کا انحصار اور شمار کرنا اس کتاب میں ناممکن ہے اُن کے مختصر حالات رشحات کی فصل سوم میں مذکور ہیں جس میں حضرت کی اولاد اور اصحاب کاملین کے کرامات اور مقامات کا خود اُن سے مشاہدہ کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اور ہر نقل کے دوران میں ناقل کا مجملاً حال بھی ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا درویش قدس سرہٗ

آپ کو اپنے ماموں مولانا محمد زاہد قدس سرہٗ سے خلافت ہے اس دارِ فانی سے اُن کے انتقال فرمانے کے بعد آپ اُن کے مستقل نائب ہوئے۔ آپ بڑے پرہیز گار اور متقی تھے۔ اور عزیمت اور احتیاط پر عمل فرماتے تھے! اور آپ کی نسبت نہایت صحیح اور محفوظ تھی۔ اور اپنے زمانہ میں مرجع طالبان تھے۔ کرامات ظاہرا اور تصرفات روشن رکھتے تھے۔ اور طریق گمنامی اور حالات کے چھپانے کا بڑا التزام فرماتے تھے۔ اور اسی چھپانے کے لئے بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

اِس طائفہ عالیہ کے بزرگوں نے علم ظاہری کے پڑھنے پڑھانے کے مشغلہ کو طریقہ تعلیم اطفال کو باطن کی پوشیدگی کے لئے بہترین پردہ قرار دیا ہے۔ آپ اپنی عمر اسی پردہ میں چھپے رہتے تھے۔ کہ کسی کو آپ کے حال اور کمال سے آگاہی نہ ہونے پائے ؛

قدسیہ ۔ ایک روز ایک درویش کا جو ترک تھا۔ آپ کے شہر میں گزر ہوا۔ اُس نے کہا کہ یہاں سے ایک مردِ خدا کی بُو آتی ہے اور مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا ؛

قدسیہ ۔ حضرت مولانا خواجگی امکنگی فرزند عزیز مولانا درویش محمد قدس سرہٗ سے مروی ہے کہ ہمارے والد بزرگوار کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز آپ کے رُو برُو ایک درویش نے شیخ نور الدین خوانی قدس سرہٗ کے کمالات کا جو شیخ حاجی میتوشانی قدس سرہٗ کے اکمل خلیفہ تھے۔ ذکر کیا اُنہوں نے میری طرف کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرزند یہ شیخ بہت بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ اِن حدود سے گزر ہو گا تو میں بھی اِن کی صحبت شریف میں پہنچونگا چنانچہ آپ کے اس ارشاد سے چند روز کے بعد شیخ نور الدین مذکور کا اطراف ابجنہ میں گزر ہوا۔ ہمارے والد علیہ الرحمۃ نے جب شیخ کے آنے کی خبر سُنی۔ تو فرمایا کہ آج دہی اور ملائی زیادہ تیار کرو۔ کل ہم شیخ کی ملاقات کیلئے جائینگے۔ اسیطرح کیا گیا۔ آپ صبح کے وقت اُنہیں کپڑوں کے ساتھ جو آپ کے بدن پر تھے، اُٹھے۔ اور اُن تیار کرائی ہوئی چیزوں کو ساتھ لیکر شیخ کی مُلاقات کیلئے روانہ ہوئے۔ میں بھی اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب ہم پہنچے۔ تو اُس وقت جناب شیخ ٹوپی اور کرتہ پہنے ہوئے بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد ماجد کو دیکھتے ہی وہ اُٹھے اور سخت معانقہ کیا۔ اور بہت دیر تک بغلگیر رہے۔ پھر اپنی دستار اور عبا طلب کرکے پہنکر اور ادب کے ساتھ دو زانو مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ میرے والد ماجد اُن کے مراقب رہنے تک بیٹھے رہے۔ پھر والد نے جانے کی اجازت چاہی۔ شیخ نے چند قدم تک پہنچا کر والد کو رخصت کیا۔ اس کے بعد شیخ مذکور مراقب رہے۔ اور لوگوں سے پوچھا کہ طالبانِ طریقت کی اِن بزرگ کے پاس بہت کچھ آمد و رفت ہُوا کرتی ہوگی لوگوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شیخ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک مُلا ہیں۔ اور لڑکوں کو تعلیم قرآن دینے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ سُنکر شیخ نور الدین مذکور نے فرمایا کہ یہاں کے لوگ عجیب نابینا اور

مردہ دل ہیں۔ ایسے درویش کامل و مکمل سے فائدہ و فیض حاصل نہیں کرتے۔

جب شیخ کا یہ کلام مشہور ہوا تو ہر طرف سے طالبانِ طریقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے اور کمالات کی تحصیل کرنے لگے۔ مگر آپ ہمیشہ اپنی گوشہ نشینی اور پوشیدگی کی لذت کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور خلق اللہ کی کثرتِ آمد و رفت سے دل تنگ ہوتے تھے۔

کرامت۔ بعض معتبر لوگوں سے سُنا گیا ہے کہ شیخ حسین خوارزمی کُردی قدس سرہٗ اپنے وقت کے مقتدا تھے۔ جہاں کہیں وہ تشریف لیجاتے تھے وہاں کے مشائخین کی اُن کے تصرفات کے سامنے کوئی ہستی نہ رہتی تھی۔ جو درویش اُن سے ملاقات کرتے۔ وہ اُس کی نسبت کو سلب کر لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ مولانا درویش محمدؒ کے شہر میں بھی اُن کا گزر ہوا۔ تو وہاں کے مشائخ اُن کی ملاقات کے لئے گئے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات کے لئے چلنا چاہئے۔ یہ فرما کر مولانا نے شیخ مذکور کی نسبت اپنے باطن میں اندر کے اندر سلب فرمالی۔ اِدھر شیخ حسین قدس سرہٗ اپنے آپ کو نسبت سے خالی پاکر حیران اور پریشان ہوئے۔ اور بے قرار و بے طاقت ہوگئے جب حضرت مولانا شیخ کی ملاقات کیلئے سوار ہوئے تو اُس وقت شیخؒ نے اپنے باطن میں نسبت کی بُو پائی۔ جس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی بُو پہنچی تھی۔ جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص مصر سے روانہ ہوا تھا۔ شیخ اونٹ پر بیٹھ کر نسبت کی بُو کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جس قدر شیخ مولانا سے قریب ہوتے جاتے تھے۔ اُسی قدر اپنی گم شدہ نسبت کی بو کو زیادہ پاتے تھے۔ جب اثنائے راہ میں شیخ اور مولانا میں باہم ملاقات ہوئی۔ تو وہ بو بھی وہیں منقطع ہوگئی اور اُسی وقت شیخ نے جانا کہ میری نسبت کو مولانا نے اپنے تصرف سے سلب کر لیا تھا۔ پس شیخ نے نہایت انکسار اور بے حد تواضع کی۔ اور بہت مسکینی اور عاجزی سے کہا کہ مجھ کو یہ علم نہ تھا۔ کہ یہ اقلیم آپ کے زیرِ حکومت ہے۔ اب میں یہاں سے چلا جاتا ہوں مولانا کو شیخ کے اس عجز و انکسار اور نیازمندی کے اظہار اور گریہ و زاری پر رحم آگیا اور اُسی وقت شیخ کی سلب شدہ نسبت کو واپس دے دیا۔ چنانچہ شیخ نے اُسی وقت اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا۔ اور اس کو غنیمت سمجھ کر اُسی سواری پر واپس ہوئے۔ اور اپنے قیام گاہ پر پہنچکر اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔

حضرت مولانا درویش محمدؒ کی تاریخ وفات ۱۹ محرم الحرام سنہ ۹۷۰ ہجری میں بروز پنجشنبہ ہے۔ مزار شریف قریہ اسفرار میں ہے۔ جو شہر سبز کا مشہور موضع ہے آپ کے مزار شریف کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اور تبرک حاصل کرتے ہیں ✦

حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ

آپ کا طریقت میں انتساب اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہما سے ہے۔ اُنہیں سے اس رشتہ کے کمالات آپ نے حاصل فرمائے۔ اور مرتبۂ تکمیل وارشاد کو پہنچے۔ اور تیس برس تک اپنے والد کے مسند مشیخت پر جلوہ افروز رہے۔ آنے جانے والے مہمانوں کی خدمت آپ اپنی ذات سے کیا کرتے تھے۔ حالانکہ بڑھاپے کی وجہ آپ کے مبارک ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ خود مہمانوں کے پاس دستر خوان بچھاتے تھے۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ مہمانوں کی سواری اور اُن کے گھوڑے اور سامان اور نوکروں چاکروں کی بھی خود ہی خبر گیری فرماتے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہٗ کے اصل طریقہ کی پابندی کرتے تھے۔ اور اس طریقہ میں نئی پیدا کی ہوئی باتوں سے جیسے کہ صبح کے وقت ذکر جہری کرنا جس طرح کہ وہ بیدیان کیا کرتے تھے آپ اس سے پرہیز کرتے تھے۔ آپ کے وقت میں طالبانِ طریقت کی بڑی رجوعات آپ ہی کی طرف تھی۔ طالبانِ طریقت کے گروہ کے گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور علما و فضلا اور امرا و فقرا افادہ و فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں جوق در جوق دوڑے چلے آتے تھے۔ آپ کے خوارق و کرامات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ قلوب کے تصفیہ اور بصیرت کے انجلا اور طالبوں کے بطون میں تصرف کرنے میں آپ بڑا کمال رکھتے تھے۔ ظاہر میں بھی شانِ عظیم اور دولت آپ کو حاصل تھی۔ ملوک اور سلاطین آپ کے آستانہ کی خاک کو سرمۂ چشم بناتے تھے۔ اور آپ کے حکم کے مطیع و فرمانبردار رہتے تھے ✦

کرامت۔ عبد اللہ خاں والئے توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ استادہ ہے۔ اور اس میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں ایک بزرگ بارگاہ کے دروازہ پر عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں اور خلائق کے معروضات اور درخواستیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی حضور میں پہنچا رہے ہیں اور اُن کا جواب

آپ کے پاس سے لا کر دیتے ہیں ؛

چنانچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک تلوار اُن کے ذریعہ سے بھیجی۔ اور انہوں نے اُس تلوار کو میری کمر میں باندھ دیا۔ اور میرے حال پر بہت کچھ مہربانی کی اور الطاف فرمائے۔ اس کے بعد بادشاہ کی آنکھ کھُل گئی۔ اور اُس نے اُس بزرگ کے حُلیہ کو ذہن میں محفوظ کر لیا۔ اور اُس بزرگ کی تلاش اور تحقیقات میں مصروف رہا۔ ہر چند کہ اپنے مقرّبوں اور درباریوں سے اُس بزرگ کا حُلیہ بیان کر کے اُن کی نسبت دریافت کرتا تھا۔ مگر کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز بادشاہ کا ایک مصاحب مولانا خواجگی قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا تھا۔ اُس نے وہاں سے جا کر بادشاہ سے کہا کہ اس حُلیہ کے بزرگ جن کو آپ نے بیان کیا ہے حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ ہیں۔ بادشاہ اِس خبر کو سُنکر بہت خوش ہوا۔ اور آپ کا نام اور مقام اور طرز و اطوار تفصیل کے ساتھ دریافت کئے۔ اُس نے پورے پورے سب باتوں کے جواب دئیے پھر بادشاہ نے حضرت قدس سرہٗ کے ملنے کا ارادہ کیا۔ اور اُس مخزنِ اسرار کے دیدار فیض انوار سے مشرف ہوا۔ تو دیکھا کہ آپ کا حُلیہ بعینہٖ وُہی ہے۔ جو خواب میں دیکھا تھا۔ بادشاہ نہایت تواضع اور نیازمندی بجالایا۔ اور نذرانہ قبول کرنے کیلئے التماس کیا۔ مولانا نے نذرانہ قبول نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ فقر کی حلاوت نامرادی اور قناعت میں ہے بادشاہ نے کہا کہ بموجب مضمون آیہ شریفہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حاکموں کی۔ عمل فرمایئے اور جو کچھ مَیں حضرت کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اُس کو قبول کیجئے۔ یہ سُنکر آپ نے اُن تحفوں اور نذور کو مجبوراً قبول فرمایا۔ اِس کے بعد خانِ مذکور روزانہ صبح کے وقت نہایت نیازمندی اور انکساری کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا ؛

کرامت ۔ سُنا گیا ہے کہ پیر محمد خاں نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ باقی محمد خاں پر جس کے پاس کل چودہ ہزار پیادے اور سوار تھے ۔ حملہ کیا باقی محمد خاں نے حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ سے امداد کے لئے عرض کیا۔ آپ خود پیر محمد خاں کے پاس تشریف لیگئے اور اُس کو نصیحت فرمائی کہ تو اِس ارادے سے باز آ۔ مسلمانوں کو آپس میں

جنگ کرنا ناجائز ہے۔ چونکہ فوج اور خزانہ کا اُس کے دماغ میں غرور بھرا ہوا تھا۔ اُس نے حضرت کے ارشاد کو قبول نہ کیا۔ آپ خشم آلود ہو کر واپس آ گئے۔ اور باقی محمد خاں سے فرمایا کہ اے فرزند فوج کی کمی کا کوئی خیال نہ کرو۔ اور شیرِ دلیر کی طرح دشمن پر حملہ کرو۔ ملک ماوراءالنہر کی سلطنت تجھ کو مبارک ہو۔ یہ فرما کر دستِ شفقت اُس کی پشت پر رکھا۔ اور اپنے قرصِ مُبارک کو اس کی کمر میں باندھ دیا۔ باقی محمد خاں آپ سے علیحدہ روانہ ہوا اور جناب مولانا اُس کے جاتے ہی درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے اُور شہر کے کنارہ ایک پُرانی مسجد میں قبلہ رُو مراقب اور متوجہ ہو کر بیٹھے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر پُوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ باقی محمد خاں نے فتح پائی۔ اور پیر محمد خاں مارا گیا۔ اُس وقت جناب مولانا مراقبہ سے اُٹھے اور اپنے قیام گاہ کو تشریف لائے ؏

کرامت ایک درویش مولانا کے مریدوں سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت مولانا کہیں تشریف لیجا رہے تھے۔ اُور میں بہت سے خادموں کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ کے ہمرکاب تھا۔ میرے پاؤں ننگے تھے اتفاقاً میرے پاؤں میں ایک کانٹا چُبھا۔ جس کی تکلیف سے مَیں بیقرار ہو گیا۔ اور مجھ کو خیال آیا کہ اگر حضرت مجھ کو جُوتا عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ اِس خیال سے آگاہ ہو گئے اُور فرمایا کہ اے برادر جب تک پیر میں کانٹا نہیں چُبھتا ہے پھُول ہاتھ نہیں آتا ہے ؏

کرامت حضرت مولانا قدس سرہٗ کے بڑے بڑے مریدوں سے سُنا گیا ہے کہ تین طالب علم جیسے کہ اُن کی عادت ہوتی ہے مختلف ارادوں کے ساتھ حضرت مولانا کی خدمت میں آئے۔ ایک نے نیت کی کہ اگر فلاں قسم کا کھانا کھلائیں تو بیشک آپ صاحبِ کرامت ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ مجھ کو عطا کریں تو آپ صاحبِ عظمت ہیں۔ تیسرے نے کہا کہ اگر فلاں حسین لڑکے کو مجلس میں حاضر کریں تو صاحبِ خوارق ہیں۔ مولانا نے پہلے دو طالب علموں کو اُن کے خیال کے مطابق کھانا اور میوہ عطا کیا۔ اور تیسرے سے کہا کہ درویشوں نے جو کچھ کمالات اور حالات حاصل کئے ہیں وہ صاحبِ شریعت علیہ السلام کی اتباع سے کئے ہیں۔ لہٰذا درویشوں سے کوئی کام خلافِ شریعت صادر نہیں ہو سکتا۔ اِس کے بعد تینوں طالب علموں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ امرِ مباح کی

نیت سے بھی اس جماعت کے پاس نہیں آنا چاہئے۔ بسا اوقات درویش ان کاموں کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔ اور آنے والے آدمی اعتقاد سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور فقرا کی صحبت کے برکات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جماعت فقرا کے نزدیک کرامتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس قوم کے پاس محض للہیت کی نیت سے آنا چاہئے تاکہ اُن سے فیض باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔

کرامت۔ جناب مولانا قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے کچھ دنوں پہلے ایک خط ہمارے حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو جو حضرت مولانا کے خلیفۂ اکمل تھے۔ لکھا تھا۔ جس میں آپ نے بعد اظہار اشفاق و اشتیاق یہ دو شعر لکھے تھے ؎

زجاں تا زماں مرگ یاد آمدم — ندانم کنوں تا چہ پیش آمدم
جدائی مبادا مرا از خدائی — دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

ترجمہ۔ مجھ کو ہر گھڑی موت یاد آتی ہے نہیں معلوم کہ اب کیا بات پیش آئے۔ مجھ کو ہرم وصل خدا رہے۔ اور جو کچھ پیش آنا ہے پیش آئے۔

اِس خط کے پہنچنے کے بعد ہی حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ کی وفات کی خبر حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو پہنچی۔

آپ کی عمر نوّے سال کی تھی کہ ۱۰۰۸ھ ہجری میں رحلت فرما ہوئے آپ کا مولد و مرقد قریۂ امکنہ ہے جو اطراف سمرقند میں ایک گاؤں ہے۔ آپ کے مزار مبارک کی زیارت کی جاتی ہے اور اُس سے فیض حاصل کیا جاتا ہے۔

حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے حالات

اس طریقہ شریفہ میں آپ کا انتساب حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ سے ہے آپ کی تربیت روحانیت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ سے ہوئی۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کی کتاب کا ہم مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ ہم پر ایک تجلی کی گئی۔ اور ہم کو ہم سے بھلا دیا گیا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ بہاؤ الحق و الدین کی روحانیت متبرکہ کی کشش ذکر کی تلقین اور القاء جذبات سے ہم کو نوازتی

رہی پس ہم نے ہمت کی آستین کو ہر طرف سے چھڑا لیا اور طلب کا دامن جھٹکر اہل اللہ کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ اور بزرگانِ طریقت کی تلاش شروع کی۔

نیز آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرّہٗ کی رُوحِ مبارک سے بھی ہُوئی ہے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرّہٗ نے شیر مادر تک سے بھی مجھ سے دریغ نہیں فرمایا۔

ہمارے حضرت اِمامِ ربّانی قدس سرّہٗ نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں قائم مقام اکابر اولیا کے اور سجّادہ نشین بزرگانِ نقشبندیہ کے اَلْوَاصِلُ اِلیٰ نِہَایَۃِ النِّہَایَۃِ اَلْبَالِغُ اِلیٰ اَقْصٰی دَرَجَاتِ الْوِلَایَۃِ قُطْبُ دَائِرَۃِ دَارِ الْخَلَائِقِ۔ اَلْکَاشِفُ اَسْرَارِ اَھْلِ الْحَقَائِقِ۔ اَلْفَرْدُ الْکَامِلُ فِی الْمَحَبَّۃِ الذَّاتِیَّۃِ اَلْمُحَقِّقُ الْجَامِعُ لِکَمَالَاتِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ مُسْتَنَدُ اَھْلِ الْاِرْشَادِ وَالْھِدَایَۃِ۔ زُبْدَۃُ الْعَارِفِیْنَ۔ قُدْوَۃُ الْمُحَقِّقِیْنَ نہایت النہایت یعنی ابتدائی مقامات معرفت تک وصل اور آخری مراتبِ ولایت تک فائض دائرہ دار الخلائق کے قطب، اسرار اہلِ حقائق کے کاشف، محبتِ ذاتیہ میں فردِ کامل، کمالات محمدیہ کے محقق جامع اصحابِ ارشاد وہدایت کے شیخ مستند طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ کے مرشد۔ عارفوں کا خلاصہ محققین کے بزرگ

مثنوی

شرحِ او حیف است با اہلِ جہاں ہمچو رازِ عشق باید در نہاں

لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند پیش ازاں کز فوتِ او حسرت خورند

(ترجمہ) آپ کے اوصاف کی تفصیل مخلوق پر ظاہر کرنے کے بجائے رازِ عشق کے مانند اُس کا مخفی رکھنا بہتر ہے۔ مگر میں آپ کے حالات مخلوق کی رہنمائی کے لئے کچھ بیان کرتا ہوں۔ تاکہ اُن کو حسرت باقی نہ رہ جائے۔

ہمارے شیخ اور امام ہمارے جائے پناہ اور قبلہ حقائق کے واضع عارف اکمل شیخ محمد باقی اللہ تعالےٰ آپ کو باقی اور سلامت رکھے۔

آپ ابتداءِ حال میں تعلیم پانے سے پہلے بغیر اس کے کہ کسی شیخ ظاہر کے حضور میں حاضر ہوں۔ اوّل خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی ملاقات سے مشرف ہوئے

اور اُن کے مقام جذبہ تک پہنچے۔ اور اُس میں استہلاک اور اضمحلال یعنی فناء تام حاصل کی۔ اور ایک قسم کی بقا اور شہود اور کثرت میں وحدت پیدا کی۔ آپکا باطنی نور نہایت النہایہ میں جس سے مقام قطبیت متعلق ہے۔ پُراور منور ہوا۔ چنانچہ اُسی نور سے بعد اجازت شیخ ظاہر شہود وحدت و کثرت کے ساتھ آپ سلوک کے طالبوں کو ارشاد وہدایت فرماتے تھے۔ آپ نے مقام ارشاد اور تکمیل میں ایک شان عظیم پیدا کی ہے۔ آپ کی ایک صحبت میں طالبوں کو اتنے فوائد حاصل ہوتے تھے جو سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی کسی کو نہ حاصل ہو سکتے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مقام دوازدہ اقطاب سے پورا حصہ حاصل فرمایا تھا۔

نیز بطریقہ خاص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے آپ متوجہ مقامات فوق ہوئے۔ اور اُس سلوک فوقانی کو حاصل کر کے عام کر دیا۔ اور آپ اس اسمے اس اسم الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس اسم الٰہی تک پہنچکر درجات تقویٰ اور شہادت اور صدیقیت میں ترقی کر کے اسی راستے غیب ذات تک واصل ہوئے۔ اور نقشہ نہایت النہایت میں پہنچکر مستہلک ہو کر سعادت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔

حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی ہے جو کہ عالم باعمل صاحب وجد و حال تھے اور کابل میں آکر شادی کی تھی۔ اور حضرت خواجہ کابل ہی میں پیدا ہوئے۔ اور حضرت خواجہ اپنے نانے صاحب کی طرف سے حضرت شیخ عمر یاغستانی تک جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے نانا تھے پہنچے ہیں۔ اور جناب خواجہ کی نانی صاحبہ خاندان سادات سے تھیں۔ آپ پر زمانہ طفولیت ہی سے تجرید و تفرید اور شوق وخلوت کے آثار غالب تھے۔ اور آپ اس طریقہ عزیزان نقشبندیہ کے مطابق مغلوب الحال تھے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ گوشۂ خلوت میں صحبت خلق سے علیحدہ سر بزانو مراقب ہو کر تمام دن متوجہ الی اللہ رہتے تھے۔ اور سارا سارا دن اسی عالم مدہوشی میں گذار دیتے تھے۔ اور ہوش میں نہ آتے تھے۔ اور جب آپ عالم شباب کو پہنچے تو حصول علم کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور مولانا صادق حلوائی علیہ الرحمۃ سے جو اکابر علماء سے تھے تلمذ اختیار کیا۔ اور ان کے ساتھ کابل سے ماوراء النہر تشریف لیگئے۔ تھوڑی مدت میں علو فطرت کی وجہ سے آپکے ہمعصر لوگوں میں آپ کو پورا امتیاز حاصل ہو گیا۔ اور فضائل علمی کے پورے مراتب کی تکمیل ہو گئی۔

آپ کی علمیت کی حالت یہ تھی کہ آپ کے احباب مشکل سے مشکل کتاب اور دقیق سے دقیق سبق کو جو کسی فن کا ہوتا۔ آپ کے پاس لاتے اور آپ سے اس کے اشکال کا حل کرتے۔ تو آپ فوراً وضاحت کے ساتھ اُس کو سمجھا دیتے۔ علومِ متعارفہ کی تحصیل سے فراغت پانے کے بعد سلوک راہ کی ابتدا فرمائی +

زمانۂ طالب علمی میں بھی آپ اولیائے وقت کی صحبت میں حاضر ہو کر اُن سے اکتساب کمالاتِ باطنی فرماتے تھے۔ اُسی زمانہ میں اتفاق سے ہندوستان میں آپ کا گذر ہوا۔ راہِ حق کی طلب میں سالکوں اور مجذوبوں کی اس درجہ کوشش فرماتے تھے کہ جس کی قوتِ بشری متحمل نہیں ہو سکتی۔ شہر لاہور میں برسات کے موسم میں دلدل کا راستہ چلنا بہت مشکل ہے۔ مگر آپ باوجود نزاکت بدنی کے صاحبدلوں کی تلاش میں مسافت قطع فرماتے رہتے تھے۔ اور بیابانوں اور قبرستانوں اور ویرانوں اور باغوں میں خدائے تعالیٰ اور اُس کے دوستوں کی طلب میں پھرا کرتے تھے۔ آپ نے بہت سے پاک دل والوں سے ملاقات کی اور اُن سے کمالات کا کسب فرمایا۔ سفر ماوراء النہر اور بلخ و بدخشان میں اس سلسلہ کے بزرگ اور دوسرے سلسلوں کے اولیاء اللہ کی آپ نے ملاقات فرمائی۔ اور اُن کے فوائد و برکات سے مستفید ہوئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہم نے اتنی ریاضتیں جس قدر کہ اور اولیاء اللہ نے کی ہیں نہیں کیں۔ لیکن وہ انتظار اور بیقراری اور بے تابی برداشت کی ہے۔ جو بہت سی ریاضتوں اور سختیوں پر شامل تھی۔ اُس زمانہ میں ہماری والدہ ماجدہ ہماری دنوں کی بیقراری اور راتوں کی بیداری کی کثرت اور ہماری ناتوانی و کمزوری کے غلبہ کو دیکھ کر بہت شکستہ دل اور رنجیدہ ہوتی تھیں۔ اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ از روئے عجز و نیاز بارگاہ بے نیاز میں عرض کرتی تھیں کہ خداوندا میرے فرزند کی مراد کو جس نے تیری طلب میں سب سے اپنا تعلق منقطع کر لیا ہے۔ اور لذاتِ جوانی سے ہاتھ دھولئے ہیں۔ پورا کر دے۔ اور نہیں تو مجھ کو زندہ مت رکھ۔ کیونکہ میں اس کی اس ناکامی اور بے آرامی کے دیکھنے کی برداشت نہیں کر سکتی ہوں۔ اکثر اوقات رات اور سحر کے درمیان آپ ایسی ہی دعائیں بارگاہ قاضی الحاجات میں کیا کرتی تھیں۔ پس آپ کی اس دعا اور مناجات سے یہ مراتب مجھ کو نصیب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو

ہماری طرف سے بہتر جزائے عطا فرمائے" آپکا ارشاد پاک یہاں تک ختم ہوا۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ اُسی بشارت سے جو حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق فرمائی تھی کہ "میرا یہ لڑکا سردار ہے" مشرف ہوئے ہیں۔ اور حضرت امام علیہ السلام کے ساتھ اسی نقطہ میں اسی مناسبت کی وجہ سے استہلاک رکھتے ہیں۔ اور اُس نقطہ میں ایک قسم کی بقا جو قطب مدار کی ماہیت کی بقا ہے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ بھی اسی قسم کی بقا اس مقام میں رکھتے ہیں۔ آپ نے بھی پیدا کی ہے۔ جس راستہ سے کہ حضرت خواجہ غیب ذات تک گئے ہیں۔ اس راستہ سے بہت کم اولیاء اللہ واصل ہوئے ہیں۔ اصل اس مطلب عالی تک پہنچنا بعض اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔ خصوصاً جب تک کہ محبوب نہ ہو اس راستہ سے غیب تک نہیں جا سکتا۔ یا محبوب کامل و مکمل نے اُس میں تصرف کیا ہو۔ تو وہ بھی واصل ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے اس راستہ سے چلنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں افراد کے راستہ سے اس مرتبہ عالی تک واصل ہوتے ہیں۔ یا غیب کے راستہ سے مگر راہ سلوک سے توجہات کر کے اپنی کوشش سے اس مقام تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ بلکہ محال معلوم ہوتا ہے۔ مگر محبوب المراد کے لئے وصول ہے۔ کیونکہ جذبات کی کششیں اس کو کھینچکر اُس کے مقصد تک پہنچاتے ہیں (۶)

طُوبیٰ لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھَا

ترجمہ ۶۔ مبارک ہو نصیبہ والوں کو اُن کی نعمتیں فقط

جس سفر میں کہ آپ نے مولانا کہ شیر غانی سے ملاقات فرمائی۔ اور وہاں سے سمرقند کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو واقعہ میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا۔ کہ مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کے پاس جاؤ اور خود حضرت مولانا امکنگی بھی ایک واقعہ میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے فرزند ہماری آنکھیں تمہاری انتظار میں لگی ہوئی ہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اُس وقت یہ شعر فرمایا ؂

من گذشتم زغم آسودہ کہ ناگاہ کمیں | عالم آشوب نگاہے بسراہم بگرفت

ترجمہ) میں غم کی انتہا کو پہنچگیا تھا۔ کہ معشوق نے چھپ کر مجھ پر نظر کی۔ اور میں راہ میں بیٹھ گیا۔

فقیر مؤلف نے حضرت خواجہ محمد صدیق بدخشی قدس سرہٗ سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ کو دو مشکل مسئلے اس راستے کے پیش آئے تھے۔ جو کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو آپ نے واقعہ میں فرماتے ہوئے دیکھا کہ جو شخص ان دو مسئلوں کو حل کردیگا۔ وہی تمہارا پیر ظاہری ہے۔ اس بنا پر آپ جس بزرگ کی خبر سنتے اُس کی ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ اکثر مشائخین ہندوستان سے اسی وجہ سے ملاقات ہوئی۔ لیکن اس اشکال کا حل کسی ارباب کمال سے نہ ہوسکا۔ اس لئے آپ بلخ اور بخارا کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں تمام بزرگوں سے ملاقات فرمائی۔ جب مولانا کہ شیر غانی سے حضرت قدس سرہٗ کی ملاقات ہوئی تو مولانا سے دونو مسئلوں کو دریافت فرمایا۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ دونو باتیں انتہا میں حاصل ہوتی ہیں۔ اور اُن کے جواب میں آپ نے کچھ لب کشائی نہ فرمائی۔ آخر کار مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں جب آپ پہنچے۔ تو اُنہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ آؤ بیعت کریں۔ اور اُن دونو مسائل کو بغیر آپ کی استدعا کے انہوں نے حل کردیا۔" حضرت خواجہ نے طلب خداوندی جل شانہٗ میں اپنی سیاحت کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ کہ آپ نے بیعت تو بہ حضرت خواجہ عُبید قدس سرہٗ سے کی۔ لیکن رجوع کا خیال اور شرکا عزم باطن میں مخفی تھا۔ آپ مولانا لطف اللہ کے خلیفہ تھے اور وہ مولانا خواجگی وہبیدی کے خلیفہ تھے۔ چونکہ استقامت کی توفیق پیدا نہیں ہوئی اس لئے دوبارہ حضرت بندگان افتخار شیخ قدس سرہٗ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت شیخ مذکور سمرقند میں تشریف فرما تھے اور خانوادۂ حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ کے اکابر سے تھے۔ اگرچہ حضرت توبہ کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ اور فرمایا کہ تم ابھی جوان ہو لیکن چونکہ فقیر کا ارادہ یقینی تھا۔ اس لئے حضرت نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ خدا استقامت دے۔ اس بزرگوار کے ارشاد کے مطابق یہ عزیمت پھر فسخ ہوگئی۔ اور عجیب غریب خرابیاں پیدا ہوئیں۔ سہ بارہ پھر بلا فقیر کے ارادہ اور اختیار کے بندگی حضرت امیر عبداللہ بلخی قدس سرہٗ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ تجدید ظاہر ہوئی۔ اور اس مرتبہ کی توبہ جو مصافحہ کے ساتھ تھی بامعنی نصیب ہوئی۔ اُمید کہ اس کے برکات قیامت تک باقی رہینگے۔ القصہ کچھ مدت تک یہ توبہ نگہداشت کے حدود میں رہی۔ مگر اس پر بھی اسم المُضِل کی تاثیر غالب آگئی۔ آخرکار ہدایت صمدیت سے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الحق والدین قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں صورت توبہ

منعقد ہوئی۔ اور طریقۂ اولیا میں داخلی ظہور میں آئی۔ بمصداق اس کے کہ اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ ڈوبنے والا تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے۔ میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا۔ آخر کار بعض مخدوموں نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو ذکر متصل ہو کر پہنچتا ہے۔ وہ نتیجہ مند ہوتا ہے۔ اس کی طلب تھی۔ اسی مخدوم سے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ اخذ کیا۔ اور تقریباً دو سال تک اس مخدوم کے سلسلہ کا ذکر اور مراقبہ اور اوراد کی پابندی کی گئی۔ ہم نے سنا تھا کہ جب تک سالک چالیس برس تک میدان لَآ اِلٰہَ کو قطع نہ کرے منزل اِلَّا اللّٰہ تک نہ پہنچ سکیگا۔ ہماری سادہ لوحی یہی خیال دلاتی تھی کہ ذکر الٰہی میں عمر گذرنے کو غنیمت سمجھنا۔ اور اسی عبادت پر قناعت کرنا چاہیئے۔ اگرچہ اس زمانہ میں دوسرے سلوک طے کرنے کے لئے اشارات غیبیہ ظاہر ہوتے تھے۔ اور مضبوط قدم کو جگہ سے اکھیڑ دیتے تھے۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگواروں کے دستِ کرم سے زمین میں تخم وَفِیْہَا مَا تَشْتَہِیْہِ الْاَنْفُسُ پیدا ہوتا رہا۔ انشاء اللہ تعالےٰ آخر کا دستِ کرم اس تخم کو نہرِ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ سے سیراب کریگا۔ اس اثناء میں کشمیر کا سفر ہوا اور حضرت بابا لالی قدس سرہٗ کی صحبت حاصل ہوئی۔ اُن کی نظر کی برکت سے کامیابی حاصل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ اُن مقدس نظروں کی برکت سے فتح باب میسر ہوا۔ چونکہ حضرت شیخ بابا لالی قدس سرہٗ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے خلفا میں سے تھے سالک کی استعداد کی بموجب فیضانِ الٰہی ان بزرگوں کے سلسلہ سے پہنچنا شروع ہوا حضرت شیخ کی رحلت کے بعد وہی فیضان ارواحِ پاک حضرات خواجگان نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کا جاری رہا اور خوابوں میں یہ بزرگ آتے رہے۔ اور ہدایتیں فرماتے رہے۔ ان کی ان توجہات سے نسبت میں قوت پیدا ہوگئی۔ اور دائرہ غیب ہویت مستحکم ہوا اور راستہ روشن اور صاف ہوگیا۔ ایک قسم کی جمعیت حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ حضرات خواجگان کی عنایت کی کشش نے پھر مجھ کو حقائق پناہ ارشاد دستگاہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں کھینچا اور دوبارہ بڑی خواہش اور رغبت سے آپ سے بیعت کی۔ اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا۔ اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ حاصل کیا۔ اور آپ کی نیازمندی اور ارواحِ طیبہ حضرت خواجۂ خواجگان

خواجہ نقشبند اور آپ کے خلفاء کی طفیل سے یہ فقیر اس سلسلہ عالیہ کے درویشوں میں سے ہوا ۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اے خدا مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکین بنا کر مار اور جماعتِ مساکین کے ساتھ میرا حشر کر۔ اور سلام اس شخص پر ہو۔ جس نے ہدایت کی پیروی کی ، آپ کے ارشادات ختم ہوئے ۔

قدسیہ ۔ بعض اصحاب حضرت خواجہ قدس سرہ سے سنا گیا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت خواجہ نے ملازمتِ مولانا خواجگی قدس سرہ کا ارادہ کیا اور ابکنہ ایک منزل کے فاصلہ پر رہ گیا ۔ تو حضرت مولانا پر مکشوف ہوا کہ خواجہ محمد باقی قدس سرہ ہمارے پاس آرہے ہیں ۔ آپ ان کے استقبال کے لئے نکلے ۔ اثنا دراہ میں ملاقات ہوئی مولانا نے آپ پر بہت شفقت اور مہربانیاں فرمائیں ۔ اور آپ کو اپنے قیام گاہ پر لے گئے اور اپنے مریدوں سے فرمایا کہ خواجہ کے لئے جاڑے کا انتظام کرو ۔ آپ نے عرض کیا کہ میں جاڑے کا انتظام اپنے ساتھ رکھتا ہوں حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ تم ہر چیز رکھتے ہو ۔ چراغ مہیا کر کے اور روغن فتیلہ تیار کر کے لائے ہو بلکہ روشن کر کے ۔ حضرت نے آپ کو تین رات دن تک اپنے پاس رکھا اور اس مدت میں آپ بالکل خلوت میں مشغول رہے ۔ جو احوال اور مقامات کہ حضرت خواجہ کو حاصل تھے ان کو آپ نے سنا اور بہت پسند فرمایا اور دوسرے فوائد سے نوازش کی اس کے بعد خلافت سے مشرف کیا ، اور ہندوستان جانے کی اجازت فرمائی ۔ حضرت نے انکسار اور تواضع سے عذر کیا ۔ مولانا نے فرمایا کہ استخارہ کرو ۔ استخارہ میں بھی اہل ہند کی ہدایت اور ارشاد کی آپ کو بشارت ملی ۔

کہتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجگی قدس سرہ کے بعض اصحاب قدیم کو جب اس کی خبر ملی کہ حضرت خواجہ کو دو تین دن کی مدت میں خلافت دیکر ملکِ ہندوستان کی اجازت عطا فرمائی گئی ہے ۔ تو غیرت سے جلنے لگے ۔ حضرت مولانا کو جب اس کی خبر ملی تو فرمایا کہ اے دوستو تم نہیں جانتے ہو کہ یہ جوان کام پورا کر کے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے ۔ اس نے ہمارے پاس صرف اپنے حالات کی تصحیح کی ہے ۔ پس جو شخص ایسا تیار ہو کر آئیگا

وہ اسی طرح جلدی سے رخصت کیا جائیگا۔ اُس سے ملک ہندوستان میں پوری رونق ظاہر ہوگی۔ اور بلند ہمت طالب اس کی مبارک تربیت سے مرتبہ کمال اور تکمیل کو پہنچینگے ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند زیں قندِ فارسی کہ بہ بنگالہ مے رود

القصہ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ جناب مولانا سے رخصت ہوکر پہلی منزل پر اُترے تو حضرت مولانا آپکی تلاش میں اُس منزل پر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر قیامت کے دن تم کو درجۂ قرب عطا کریں تو تم میری شفاعت کرنا۔ حضرت خواجہ نے تواضع کرکے عرض کیا کہ یہ خواہش تو اس فقیر کی ہے حضرت نے فرمایا کہ اچھا دونو طرف سے یہی معاہدہ ہوجانا چاہیئے۔ چنانچہ طرفین سے یہ وعدہ قرار پاگیا۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ کو رخصت کیا۔ اور خود امکنہ واپس تشریف لے آئے ؛

حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہندوستان آئے۔ ایک سال تک لاہور میں مقیم رہے۔ اکثر علما اور فضلا آنجناب کے معتقد اور اس طائفہ عالیہ کے کمالات سے بہرہ ور ہوئے اس کے بعد اس طریقۂ عالیہ کے بزرگوں کی بشارت کے موافق دہلی شریف میں (اللہ تعالےٰ اُس کو آفتوں سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ یہ مقام مجمع مزاراتِ بابرکات اولیاء اللہ ہے) تشریف فرما ہوئے۔ اور قلعہ فیروزی میں جو کنارۂ دریائے جمنا کے واقع ہے مقیم ہوئے۔ اور پنج وقتہ نماز کے لئے مسجد فیروزی میں تشریف لاتے تھے۔ اس زمانہ میں اکثر اوقات نماز عشا کے بعد آپ مراقب ہوتے۔ اور ایک ہی مراقبہ میں صبح کردیتے تھے۔ نماز پنجوقتہ سے فراغت پانے کے بعد جب آپ جائے قیام پر تشریف لاتے تو اپنے مکان کے دروازہ پر تھوڑی دیر ٹھیر جاتے تھے۔ اور تمام اصحاب آپکے دست بستہ سر جھکائے ہوئے حلقہ کرکے نہایت ادب اور تواضع کے ساتھ آپ کے حضور میں کھڑے رہتے۔ اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ آپ کی طرف نظر اُٹھاکر دیکھے اور آنجناب بھی کسی کی طرف نظر نہ کرتے۔ اور سر بمراقبہ یا نظر بر قدم کھڑے رہتے تھے۔ اگر اتفاقاً آپ کی نظر کسی پر یا کسی کی نظر آپ پر پڑجاتی تو وہ فوراً بے ہوش اور بے خبر ہوجاتے اور بے اختیار نعرے مارتے تھے۔ اور مرغِ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔ ایک شور شہر میں برپا ہوجاتا تھا۔ چنانچہ دہلی کے بازاری اس شور کو سُنکر تماشا دیکھنے کیلئے

آجاتے تھے۔ اور تماشائی بھی صوفیوں کی طرح بے اختیار ہو کر زمین پر تڑپنے لگتے تھے آپ کی شہرت تمام شہر میں پھیلی اور جہاں جہاں طالبانِ صادق تھے وہ اس آفتاب عالمتاب کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ دہلی اور اطراف و اکناف کے مشائخ وقت باوجود خلافت اور شیخت اور سجادہ نشینی کے جاہ و حشمت کو ترک کر کے نیازمندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اُس آستان عرش نشان کی خاک کو سُرمۂ بصر بنانے لگے +

آنجناب کا طریقۂ شریفہ گمنامی اور گوشہ نشینی اور ستر احوال اور انکساری اور قصورِ دید کا تھا۔ ضرورت کے سوا آپ گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اور باوجود اس کے آنے جانے والوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے ملاقات فرماتے تھے۔ اور مسلمانوں کی حاجتیں پوری کرنے میں سعی اور سادات اور علما کی تعظیم و تکریم میں نہایت کوشش فرماتے تھے۔ اگر کوئی طالب طلبِ حق سُبحانہٗ میں آنجناب کی خدمت میں آتا تو عذر فرماتے اور اپنے کو انکسار سے اس کام کے لائق نہ ہونا ظاہر کرتے تھے۔ طالبانِ صادق آپ کے اس انکار کو کسر نفسی پر محمول کر کے آپ کی علوِ منزلت اور بلندیِ مرتبہ کی دلیل سمجھتے تھے۔ آپ جب طالبوں کے طلب کی مضبوطی کو دیکھتے تو اُن کو اپنے آغوشِ عنایت اور سایۂ تربیت میں لے لیتے۔ اور جس کو آپ قبول فرماتے پہلے اُس کو توبہ کیلئے حکم دیتے اگر اس کے عشق اور محبت میں زیادتی پاتے تو اُس کو اپنی صورت کو دل میں بطور رابطہ اور نگہداشت رکھنے کے لئے ارشاد فرماتے۔ اور اس راستہ کی بہت سی کشائشیں اس پر کھول دیتے۔ اکثر طالبوں کو آپ ذکرِ قلبی بتلاتے تھے۔ بعضوں کو ذکر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور بعضوں کو اسم اَللّٰہ کا ذکر جاری کراتے تھے۔ بہت سے طالب صرف آپ کے دیدار سے آپ کی نسبت حاصل کر لیتے تھے۔ اور جس پر آپ اپنی ہمت اور توجہ منعطف فرماتے اُسی وقت اُس کا قلب ذکر الٰہی سے معمور ہو جاتا تھا۔ اور بعضوں کو اُسی وقت عالمِ مثال یا عالمِ ارواح یا عالمِ معانی منکشف ہو جاتا تھا۔ اور یہ حال مدتوں تک قائم رہتا تھا۔ بعض لوگ آپ کی توجہ کے وقت مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔ اور بعض بےخود ہو جاتے تھے۔ اور پھر آپ کی توجہ سے ہوش اور افاقہ میں آتے تھے۔ یہ مقولہ کہ "شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے"، گویا آپ کی شانِ پاک میں

واقع ہوا تھا۔ آپ کی یہ عنائتیں عام طور سے ہوتی تھیں ❖

آپ کی مہربانی عام مخلوق پر اس طرح تھی کہ ایک دفعہ لاہور میں قحط ہوا آپ اُس زمانہ میں وہاں مقیم تھے۔ چند روز تک آپ نے کچھ نہیں کھایا جب آپ کے پاس کھانا لاتے تو آپ فرماتے کہ یہ بات انصاف سے دُور ہے کہ لوگ گلی کوچوں میں بھوک سے جان دیں اور ہم کھانا کھائیں۔ پس جو کچھ کھانا ہوتا تھا وہ سب آپ بھوکوں کو بھیجدیتے اور خود قوتِ روحانی پر بموجب حدیث شریف اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ اَکُلُ وَاَشْرَبُ میں اپنے خدا کے پاس رات کو رہتا ہوں وہیں کھاتا پیتا ہوں، بسر فرماتے تھے ❖

جب آپ لاہور سے دہلی روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک عاجز و درماندہ شخص پر آپ کی نظر پڑی۔ آپ گھوڑے سے اُتر پڑے اور گھوڑا اُس کو سوار ہونے کے لئے دے دیا۔ اور خود پیدل منزلیں طے کیں۔ تمام راستے آپ نے چادر اوڑھ لی۔ تاکہ کوئی شخص آپکے اس کارِ خیر سے واقف نہ ہو۔ جب منزل کے قریب پہنچ گئے۔ تو پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ تاکہ یہ کارِ ثواب پردۂ خفا میں رہے ❖

اسی طرح جانوروں پر بھی آپ کی شفقت رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ موسمِ سرما میں نمازِ تہجد کے لئے اُٹھے تھے۔ ایک بلی آکر آپکے لحاف میں سو گئی۔ آپ صبح تک جاڑے کی سخت تکلیف برداشت کرتے رہے۔ اور اُس بلی کو بیدار کرنے پر راضی نہ ہوئے ❖

اگر آپ کسی سے کوئی خلافِ شریعت کام دیکھتے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صراحت اور سختی سے نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ نسبتاً یا کنایۃً یا مثلاً اُس کو متنبہ فرماتے تھے۔ آپ اکثر اوقات فرماتے کہ جو شخص اس صحبت میں آیا ہے وہ خود بخود ناجائز کاموں کو چھوڑ کر جائز کاموں کی طرف رجوع کریگا۔ آپ کی مجلس بہشت آئین میں کسی کو امر و نہی اور غیبت و اعتراض کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی غیبت کرنا چاہتا تو آپ اُس کو روکنے کے لئے فوراً اس کی تعریف شروع کر دیتے تھے ❖

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بعض دولتمند مخلص آپ کی خدمت میں زر و سیم روانہ کرتے تھے تاکہ آپ اپنی مرضی سے فقرا اور مساکین کو تقسیم فرمائیں۔ آپ باوجود تجرید و تفرید

وبے تعلقی وآزادی کے خلق اللہ پر شفقت کی وجہ سے اپنی ذات بابرکات سے متوجہ ہو کر اہلِ تقوائے وصلاح کو پہنچاتے تھے۔ اگر وہ زر وسیم مستحقین کو کافی نہ ہوتا تو آپ اپنے پاس سے باقی ماندہ مستحقین کو عطا فرماتے تھے۔ اور مریدوں کو ہمیشہ نیستی اور بُردباری اور دید قصور کی تاکید فرماتے تھے۔ اور اِن امور کو عرفان کی دلیل فرماتے تھے اگر آپ کے مخلص مریدوں سے ان امور کے خلاف کچھ ظاہر ہوتا تو آپ اُن کو تربیت جلالی سے ہدایت فرماتے۔ اور نہایت تاکید اور شدت کے ساتھ ان کو نصیحت فرماتے تھے۔

اسباب دُنیا سے آپکا زُہد اور استغنا اس درجہ تھا کہ آپ کی محفل جنت آئین میں کوئی دنیاوی ذکر نہ ہونے پاتا تھا۔ اور اُن کاموں میں کبھی کوئی تدبیر آپ اپنے لئے اور اپنے درویشوں کیلئے نہ کرتے تھے۔ اور درویشوں اور اپنے لوگوں کے لئے سوائے فقر اور مسکینی اور فاقہ وقناعت و زہد کے اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔ بعض دولتمند اور متمول معتقد اشخاص التماس کرتے کہ آستانہ عرش نشان کے فقرا کا کفاف معین فرمائیں۔ مگر آنجناب اُن لوگوں کے لئے جو حضرت کے ساتھ نسبت معنوی کو درست کر چکے تھے۔ ہرگز راضی نہ ہوتے اور فرماتے کہ اُن کو چاہئے کہ اپنی زندگی میں ہماری طرح توکل وقناعت و زہد وریاضت میں مشغول رہیں۔ اور فرماتے تھے کہ جس شخص کو ہمارے ذریعہ سے مالی امداد پہنچے تو اس کو یقین رکھنا چاہئے کہ ہم کو اُس کے ساتھ دینی محبت میں کمی ہے۔

حضرت قدس سرہٗ کے زہد کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ آپنے سفر حجاز کا ارادہ مصمم فرمایا خانخاناں نے جو ایک امیر معظم اور خانخاناں محترم تھا۔ اس خبر کو سُن کر ایک لاکھ روپیہ آپ کے اور آپکے ہمراہی درویشوں کے زادراہ کے لئے بھیجا اور عرض کرایا کہ اس قلیل مقدار کو قبول فرما کر مجھ پر احسان رکھئے۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ حج کرنا ہمارے لئے اتنا ضروری کام نہیں ہے کہ اتنی رقم مسلمانوں کی ہم اپنے صرف میں کر کے ضائع کر دیں۔

آپ کے لباس اور طعام اور اقامت میں اس درجہ بے قیدی تھی کہ اگر غیر مرغوب اور ناپسند کھانے کتنے دنوں تک آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ اس کے

سوا کچھ اور لاؤ۔ اسی طرح اگر بہت دنوں کپڑے آپ کے بدن پر رہجاتے اور میلے ہوجاتے تو ہرگز دوسرے کپڑے لانے کے لئے نہ فرماتے تھے۔ ایسے ہی آپ کی جائے قیام کتنی ہی تنگ و تاریک کیوں نہ ہوجاتی یا خس و خاشاک سے پُر یا شکستہ نہ ہوجاتی۔ آپ چونکہ دریائے رضا و تسلیم میں مستغرق تھے۔ اس لئے اس کی تعلیم و توسیع اور صفائی کے لئے ہرگز ارشاد نہ فرماتے تھے۔ باوجود اس سستی اور ضعفِ بدن کے جو اکثر آپ کو رہتا تھا ہمیشہ آپ باوضو اور کثرتِ عبادت میں پوری طرح سے مشغولیت رکھتے تھے ؛

آخر احوال میں نماز عشا کے بعد اپنے حجرہ شریف میں تشریف لیجا کر تھوڑی دیر مراقب رہتے تھے۔ جب ضعفِ اعضا کا آپ پر غلبہ ہوتا تو مراقبہ سے اٹھ کر نیا وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر مراقبہ میں مشغول ہوجاتے تھے۔ جب اعضا درد کرنے لگتے تو از سرِ نو وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرکے مراقبہ میں مشغول ہوجاتے تھے۔ اور پوری رات اسی طرح ختم کرکے صبح کر دیتے تھے ؛

لقمہ طعام میں آپ کی احتیاط اس درجہ تھی کہ پاک جگہ سے قرض حسنہ لیتے اور اس میں سے آپ کے لئے اور آپ کے درویشوں کے لئے کھانا پکتا تھا۔ فتوحاتِ غیبیہ کو بموجب حکم نَحْنُ لَا نَرُدُّ الْهَدَايَا اکثر رد نہیں کرتے تھے۔ اور اُس سے اس قرض کو ادا کرتے تھے۔ اور تاکید فرماتے تھے کہ پکانے والا باوضو ہو اور پخت کے وقت میں حضور اور جمعیت میں مشغول رہے۔ اور اثناءِ پخت میں کلامِ دنیاوی میں مصروف ہو۔ فرماتے تھے کہ جو لقمہ بے حضوری اور بلا احتیاط سے پکایا جائے۔ اُس کے کھانے سے دھواں اٹھتا ہے۔ جو فیوضات کے رستوں کو بند کر دیتا ہے۔ اور ارواحِ طیبہ جو فیض کے ذریعے ہیں ایسے قلب والے کے مقابل نہیں ہوتیں اور مریدوں کو اس کی احتیاط کی بہت ترغیب دیتے تھے ؛

آپ کی والدہ ماجدہ جو عورتوں میں نہایت عارفہ اور پاک دامن تھیں چونکہ آنحضرت کی اس احتیاط سے واقف تھیں اس لئے باوجود بہت سی خادماؤں کی موجود رہنے کے آپ خود تنور میں روٹی لگاتی تھیں۔ اور سالن بھی خود ہی پکاتی تھیں ؛

حضرت خواجہ قدس سرہٗ تمام امور میں عزیمت پر عمل فرماتے تھے۔ چونکہ الحمد شریف امام کے پیچھے پڑھنے کے لئے احادیث صحیحہ میں حکم وارد ہوا ہے اور

اور مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں بلا اس کے نماز درست نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے آپ بعض اوقات سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ اس اثنا میں حضرت امام اعظم ابی حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ اپنی شان میں وہ قصیدۂ فصیح اور اشعارِ بلیغ پڑھ رہے ہیں۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ اتنے ہزار اولیاء اللہ میرے مذہب میں گذرے ہیں۔ اِس خواب کے بعد سے آپ نے سورۂ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا ترک فرما دیا۔ باوجود اِس کمال و تکمیل کے آپ ہمیشہ اپنی نایافت کا اظہار فرماتے تھے عین دریائے وصال میں ہمیشہ خشک لب اور تشنہ رہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ رُباعی

در راہ خدا جملہ ادب باید بود تا جان باقی است در طلب باید بود

دریا دریا اگر بکامت ریزند کم باید خورد و خشک لب باید بود

(ترجمہ) خدا کی راہ میں ادب اختیار کرنا چاہیئے جب تک جان باقی ہے طلب میں خدا کی رہے دریا کے دریا اگر حلق میں ڈال دئے جائیں۔ وہ کم سمجھنے چاہئیں۔ اور طلبِ حق میں خشک لب رہنا چاہیئے ٭

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی تصانیف لطیفہ اور مکاتیب شریفہ بہت ہیں اِس کتاب "حضرات القدس" میں اُن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے ٭

مکتوب ۔ اکابر طریقہ اعلیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق دوام آگاہی کا ہے اور اُس میں عزیمت کی پراگندگی کا فتور خلل انداز نہ ہونا چاہیئے۔ خواہ لباسِ ذکر میں ہو۔ خواہ صورتِ توجہ میں خواہ رابطہ کے توسط میں الغرض جس طرح سے ہو مقصود حضور مع اللہ ہے۔ جب حضور کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وجودِ غیر کا شعور اس حضور کا مزاحم نہ ہو۔ تو اُس کو وجودِ عدم کہتے ہیں۔ جب یہ کیفیت سالک کا ملکہ ہو جائے تو اُس کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور جب صفتِ حضور کو بھی سالک اپنے سے نہ دیکھے تو وہ فناء حقیقی سے مشرف ہو گیا۔ اس وقت لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی ثابت ہوتے ہیں۔ اس مقام میں نہ ارواح ہیں اور نہ اجسام۔ شہود بجانب مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اور جب وجود حقانی اپنے لباس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مجموعۂ صفات کا حضور اپنے میں پاتا ہے۔ تو اُس وقت اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ کا راز آشکار اور سالک زبانِ حال سے یوں نغمہ سرا ہوتا ہے۔ رُباعی

تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہر دم | از پائے طلب نمے نشینم ہر دم
گویند کہ حق بچشم سر نتواں دید | آں ایشان اند و من چنینم ہر دم

ترجمہ: جب تک کہ حق کو سر کی دونوں آنکھوں سے ہر وقت نہ دیکھوں خدا کی طلب جاری رکھونگا لوگ کہتے ہیں کہ سر کی آنکھ سے خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔ اُن کا وہی کہنا ہے اور میرا یہی کہنا ہے۔

بعض اکابر نے راہِ سلوک میں تجلیات عزّوجل کی تین قسمیں بیان کی ہیں:۔
پہلی قسم تجلّی صوری۔ جس کو مبتدیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔
دوسری قسم تجلّی معنوی جس کو متوسطین کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔
تیسری قسم تجلّی ذاتی۔ منتہیوں کے لئے رکھا گیا ہے۔

اسی طرح سے بعض اکابر نے چار قسمیں کی ہیں۔ کہ قسم اوّل کی دو قسمیں تجلّی صوری اور تجلی نوری۔ ہمارے اکابر کے طریق میں اس کی تصریح نہیں کی گئی ہے۔ پس وہ انحاد اور حلول و تشبیہ کے مہلکہ سے فارغ ہیں۔ الحاصل ظہورِ وجود عدم میں بہت باریک اسرار ہیں۔ انتہاءِ سلوک کو پہنچنے کے بعد اُن میں سے بعض اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اور سالک تجلّی صوری و نوری و معنوی کو اس مقامِ شہود میں مندرج پاتا ہے۔ چونکہ اکابر طریق نے اپنی کتابوں میں اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ اس لیئے ہم بھی انکی متابعت میں قلم کو اس کی تحریر سے روکتے ہیں۔

واضح ہو کہ حضرتِ حق سبحانہٗ تعالےٰ اوجِ اطلاق سے تنزل کرکے لباسِ ارواح میں متجلّی ہوا۔ اور ارواح کو انتہائی لطافت سے یہ قوت عطا فرمائی کہ جس چیز کی طرف متوجہ ہو اُس کو اپنے میں لے لے اور اس کے رنگ کو قبول کرلے۔ پس روح اور پوری امتزاج کی وجہ سے خود کو اُس سے الگ نہیں پہچانتی۔ جس طرح کہ عوام الناس بیکر ہیولائی سے الگ نہیں کرتے ہیں۔ نیز اُس پاک ذات نے ہر مخلوق میں تمام مخلوقات کو درج فرمایا ہے۔ جب یہ مقدمے معلوم ہو گئے تو اب واضح ہو کہ جب تک رُوح اپنی گرفتاری میں مقید رہتی ہے نہیں چاہتی کہ قید و تعلق کے لباس کو اوتار دے۔ اور وطنِ اصلی کی طرف چلی جائے۔

بعضے آزادگان کہ حکم برزخ کا رکھتے ہیں۔ بحیثیت وضع اصلی کے اطلاق سے

مناسبت رکھتے ہیں۔ اور بحیثیت تلفظ اور تخیل کے مقید کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں
مگر اپنے کو اس کا مونس بناتے ہیں۔ خواہ جلدی ہو سکے یا دیر سے بمناسبت استعداد تاکہ
اُس جانب متوجہ ہو سکے اور چونکہ روح کا رشتہ تعلق بدن عنصری سے مضبوط ہے۔
اس لئے مرشدین قلب صنوبری کی طرف جو اس بدن کا رکن اعظم ہے توجہ کرنے کے لئے
حکم دیتے ہیں۔ پس سالک اس شاہراہ میں داخل ہوتا ہے یہاں تک کہ مشاغل بیرونی
منہدم ہونے لگتے ہیں۔ اور حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ اور قوت لامسہ جو صورت بدنی
کا مدار علیہ ہے اختیار سے کر جاتی ہے اور چونکہ روح کی معیت بدن کے ساتھ ثابت ہے
اس لئے بدن کا وجود حقیقی جو صفت حیات کا پرتو ہے تجلی کرتا ہے۔ اور چونکہ ظاہر وجود
کا تلبس احکام حقائق الٰہی کے ساتھ تعدد وجودی کا موجب نہیں ہے اس لئے حقیقت
منکشف اور فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی تجلی معنوی ہے اور اسی پر بقا مترتب ہوتی ہے
اور مقام بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَسْمَعُ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کا کمال یہ ہے۔ رباعی

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست | تا کرد مرا تہی و پر کرد از دوست
اجزاء وجودم ہمگی دوست گرفت | نامیست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

ترجمہ عشق حق تعالےٰ میری رگ و پوست میں سرایت کر گیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو خودی سے
خالی کر کے دوست سے پُر کر دیا ہے، میرے وجود کا ہر ایک جزو دوست نے اپنا
کر لیا۔ اب میرا نام ہی نام رہ گیا اور بالکل وہی وہ ہے ؎

اور چونکہ اَلْکُلُّ یَنْدَرِجُ اِلَی الْکُلِّ کل کل میں داخل ہوتا ہے اس لئے حالت شعور
میں اپنے اختیار سے اس مقام میں تجلی نوری سے جو صورت بے رنگ بے کیف بے جزو
بے شکل ہے مشرف ہو سکتی ہے کیونکہ اس منزل کے بعد یہ مقام آتا ہے منزل وجود عدم
کے دقائق یہ تھے۔ لیکن وجود فنا پس وہ مقام لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں ثابت ہوتا ہے
اور اس فنا کو فناء اتم کہتے ہیں ؎

جناب ارشاد مآب مخدومی قبلہ گاہی مولانا خواجگی سلمہ اللہ تعالےٰ وَاَبْقَاہُ
فناء اتم کے اشارہ کے وقت یہ بیت پڑھا کرتے ہیں۔ بیت

مدح و ذمت گر تفاوت میکند | بتگری باشی کہ او بت میکند

ترجمہ۔ تعریف و برائی میں جس کو فرق معلوم ہوتا ہو وہ بُت بنانے والا خود پرست ہے ؎

اور فرماتے تھے کہ مدح و ذم کی تاثیر جناب حق سبحانہٗ میں سالک کے متوجہ ہونے اور ماسوا سے شکستگی اختیار کرنے میں مزاحم نہ ہو۔ تو اُس حالت کو فناءِ اتم کہتے ہیں۔ اس تقریر سے خواجۂ بزرگوار کے اس مشہور قول کا مطلب کہ وجودِ عدم وجود بشریت کے ساتھ عود کرتا ہے۔ مگر وجود فنا ہرگز عود نہیں کرتا بالکل حل ہوگیا ؎

مکتوب۔ فرماتے ہیں کہ یاد کرد کا مطلب زبان سے ذکر خدا کرنا۔ اور باز گشت یہ کہنا کہ اے خدا میرا مقصود تو ہی ہے۔ اور نگہداشت دل کو خطرات سے نگاہ رکھنا اور یاد داشت حق سبحانہٗ تعالیٰ کی حضوری کا غلبۂ حُبِ ذاتی کے ساتھ ؎

مکتوب۔ نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یاد کرد ذکرِ حق کرنا حضوری دل کے ساتھ اور باز گشت تفرید یعنی سب سے یکسوئی ہونا۔ اور اخلاص خدا کے ساتھ ہونا۔ اور نگہداشت نسبت کی حفاظت کرنا جس طرح سے ہو سکے اور یاد داشت باقی باللہ ہونا۔ اور کیفیت سُکر سے حالتِ صحو میں آنا۔ فقط ؎

مکتوب۔ نیز آپ لکھتے ہیں۔ کہ یاد کرد حفظِ آگاہی میں کوشش کرنا اور یاد داشت محفوظ ہوجانا اُس آگاہی کا جس کو حضورِ بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ کہ اُس میں نسبتِ آگاہی کا تواتر بلا کسی کوشش نگہداشت آگاہی کے حاصل ہوجاتا ہے اور جب نسبت آگاہی کی کیفیت ایسی ہوجاتی ہے تو سالک غیبت کے خلل سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس لئے اس کو حضورِ بے غیبت کہتے ہیں۔ نگہداشت نسبت یاد داشت کی بقدرِ امکان ظہورِ صفات نفسانیہ اور توجہاتِ مختلفہ سے جو حجابِ غفلت کی مورث ہیں۔ حفاظت کرنا۔ باز گشت یعنی سعی اور کوشش کی طرف رجوع کرنا جب کہ نور کم ہوجائے۔ اور بیٹھ جائے اور یاد داشت وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ اور یاد کر تو اپنے پروردگار کو۔ جب تو اُس کو بھول جائے ؎

مکتوب۔ نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یاد کرد حضور و شہود ہے۔ اور باز گشت اپنے عدم اصلی کی طرف رجوع کرنا غلبۂ نور حضوری سے یاد حق سبحانہٗ تعالیٰ کی صفتِ حضوری کو دیکھنے سے اور نگہداشت یعنی اس مقام کی حفاظت کرنا اور اُس کو اپنے دل میں تازہ کرتے رہنا اور یاد داشت اس فنا میں سالک کا متمکن ہوجانا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا۔ خدایا تو ہم کو بھی یہ دولت نصیب کر ؎

مکتوب۔ نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ توبہ گناہ سے باز آنے کو کہتے ہیں چونکہ ہر ایک حجاب گناہ ہے پس کمال توبہ خلق سے منقطع ہونے میں ہے۔ جو خدا سے ملنے کو مُستلزم ہے ؀

اور زُہد یہ ہے کہ آدمی رغبت کے کاموں سے باز آئے اور چونکہ رغبت متاع دنیوی کے ساتھ وابستہ ہے اس لئے کمالِ زُہد نامرادی میں ہے جو مرادِ حقیقی سے پیوستہ ہے۔ مصرعہ چو پیوند ہا بگسلی واصلی

ترجمہ اگر دنیا سے تعلق شکستہ کر لوگے تو خدا سے واصل ہو جاؤ گے ؀

اور توکّل خدا پر بھروسہ کرکے اسباب سے نکل جانے کو کہتے ہیں اور کمالِ توکّل اس میں ہے۔ کہ عالم پر نظر نہ رہے۔ جو شہودِ حق مطلق کی فرع ہے ؀

قناعت فضول چیزوں سے نکل جانے اور بقدرِ حاجت پر اکتفا کرنے اور کھانے پینے اور رہنے کی چیزوں میں اسراف سے پرہیز کرنے کو کہتے ہیں اس کا کمال یہ ہے کہ ہستی حق سبحانہٗ تعالےٰ پر اکتفا کریں اور اُس کی خالص محبت سے آرام پائیں ؀

عُزلت خلق کے میل جول سے کنارہ کشی کو کہتے ہیں۔ اِس کا کمال یہ ہے۔ کہ رویت خلق سے نکل جائیں ؀

ذکر یعنی ماسوائے خدائے جل وعلا کی یاد سے باز آنے اور ماسوا کو بھول جانے کو کہتے ہیں اور کمال ذکر کا یہ ہے۔ کہ اپنی بھی یاد باقی نہ رہے اور ھُوَ اللّٰہُ الذّکِرُ وَالْمَذْکُوْر کا راز اُس پر ظاہر ہو جائے ؀

توجہ تمام خواہشوں سے نکل جانے اور پورے طور پر حق سُبحانہٗ کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں ؀

صبر لذاتِ نفس سے نکل جانے اور مرغوب و محبوب اشیاء سے باز رہنے کو کہتے ہیں ؀

مراقبہ اپنے فعل و قدرت اور اپنے اوصاف و احوال سے منقطع ہو کر فیضانِ الٰہی کے منتظر ہونے اور حق جل ذکرہ کے دریائے محبت میں ڈوب جانے کو کہتے ہیں ؀

رضا اپنے نفس کی مرضیات سے باز آنے اور رضاء الٰہی میں داخل ہو جانے اور احکامِ ازلیہ کو تسلیم کرنے اور سرِ ذاتِ ابدیہ کے تفویض کرنے کو کہتے ہیں۔ پس جو شخص کہ معصیت میں پھنس گیا ہے۔ یا دنیا کی رغبت میں گرفتار ہے یا سبب کی طرف

دیکھ رہا ہے۔ یا بقدرِ ضروری معاش پر اکتفا نہیں کرتا ہے۔ یا خلق سے میل جول رکھتا ہے یا اُس کے اوقات ذکر الٰہی سے معمور نہیں ہیں۔ یا خدا سے غیرِ خدا کو چاہتا ہے۔ یا نفس کے ساتھ مقامِ مجاہدہ میں نہیں ہے۔ یا اپنی ذات اور اپنے افعال پر نظر رکھتا ہے یا اپنی قوّت اور طاقت پر تکیہ کرتا ہے۔ یا احکامِ ازلیہ کے آگے خود کو حوالہ نہیں کرتا ہے۔ تو وہ شخص یقیناً سلوک میں ناقص ہے +

مخفی نہ رہے کہ بعض منتہی درویش جو کہ اپنی خواہشوں اور اپنی مرضیات سے نکل چکے ہیں۔ اور تھوڑی پر اکتفا نہیں کرتے۔ اور مخلوق کے اختلاط سے پرہیز نہیں کرتے اور مجاہدہ میں مشغول نہیں ہیں۔ اُس کی کوئی خاص اندرونی وجہ اور نیت ہوتی ہے جو اُنہیں کو معلوم رہتی ہے +

اکابر خانوادہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ جس کو اس رستہ کا درد دامنگیر ہو۔ تو اس کو چاہیئے کہ توبۂ نصوح کے بعد بقدرِ طاقت زہد و توکل و قناعت و عزلت و صبر سب مقامات مذکورہ پورے کر کے ذکر الٰہی میں اپنے اوقات کو مصروف رکھے۔ اِس کو سفر در وطن کہتے ہیں۔ سب سے زیادہ اہتمام ذکر اور توجہ کا کرے جس کو بازگشت کہتے ہیں +

اکابرِ طریق قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریق کا ذکر جذبہ کی طرف کھینچتا ہے۔ اور جذبہ کی مدد سے تمام مقامات سہولت اور استقامت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت توجہ اور مراقبہ مذکورسے جو کہ یاد داشت کی وجہوں میں سے ایک وجہ ہے سالک میں رضا کی صفت نسبتِ جذبہ کی تقویت اور اُس کے کمال سے بآسانی ظاہر ہو جاتی ہے +

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک رسالہ آیتِ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اور آیت کریمہ اَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ جو نہایت مختصر اور ضروریاتِ سلوک پر حاوی ہے۔ بجنسہٖ اس کو نقل کیا جاتا ہے:-

رسالہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ

پاک ہے وہ خدا جو اپنے فیض سے اشیا کو ظہور کے میدان میں لایا اور صفات

وشیون کو اُس ظہور کے پردہ میں تنگنائے خفا و بطون سے نکال کر اپنے کو ان عتبارات کے مراتب میں اپنی نظر میں جلوہ گر کیا اس کے تنگنائے وحدت میں دوئی کا نشان نہیں پایا ہے۔ وہ مطلق ہے۔ مگر دائرہ اطلاق سے باہر ہے۔ پھر من و تو کا اطلاق اُس پر کیسے کر سکتے ہیں۔ کہ جب ہی باعی ہے

بس بے رنگست یارِ دلخواہ اے دل | قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل
اصل ہمہ رنگہا ازاں بے رنگیست | من احسن صبغۃ من اللہ اے دل

ترجمہ۔ بالکل بے رنگ ہے یارِ دلخواہ اے دل کسی رنگ پر قناعت مت کر۔ تمام رنگوں کی اصل وہی ہے بے رنگی ہے خدا کے رنگ سے زیادہ اچھا کونسا رنگ ہوگا ؎

ایسا قادر کہ جس نے ایک کافِ کن سے خواب عدم کے سوئے ہوؤں کو بیدار کر دیا۔ وہ شوق سے بے تاب ہو کر نکلے خدا نے اپنے وجود کا آئینہ اُن کے برابر رکھا انھوں نے سادہ لوحی سے اپنے عکس کو اُس میں دیکھا۔ اور بے قرار ہو کر وجود میں آگئے پس یکایک صدائے وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ گوشِ سر میں پہنچی۔ اُس وقت سمجھے کہ معیت بلا دوئی کے نہیں ہو سکتی۔ اور حیرت سامنے آئی۔ جمال عکس وجود حق کی بشارت دے رہا ہے۔ اور نغمۂ صحبت عدم کا اشارہ کر رہا ہے۔ پس وجود اور عدم آپس میں مل گئے اور خود کو فراموش کر دیا اور مقصود کی تلاش کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا۔ آیت کریمہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کی بشارت درمیان میں آئی۔ اور وَهُوَ فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کا مطلب سمجھے کہ ہم خود ہی اپنے حجاب ہیں۔ اس لئے خودی کو خود سے اُٹھا دینا چاہئے۔ اس دست بُرد کے وقت ارادت کی انگلی دامن مقصود پر پہنچی۔ اور عروق کے راستوں نسیم بہار پھیلی اور دوست کی خوشبو دل کے پردوں میں پہنچی۔ بیچارہ عارف عاجز ہو گیا۔ پس کرشمہ معشوقی آیا اور پردہ نقاب درمیان سے اُٹھا دیا۔ اور لِمَنِ الْمُلْكُ کا آواز بلند ہوا۔ چونکہ کوئی نیاز درمیان میں نہ تھا۔ اس لئے مقصود روپوش ہو گیا۔ اور صدائے وَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ اُس کے گوش جان میں پہنچی۔ مخمورِ مصبوحی نے سر اٹھایا اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کا غلغلہ درمیان میں لایا۔ لیکن وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَائِهِمْ مُّحِيْطٌ کے معنی اس کی جان میں بیقراری پیدا کرتے رہے۔ ایک طرف سے آواز دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ اور دوسری طرف سے

قولِ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کام میں اضطراب پیدا کرتی رہی۔ عنایت اَللهُ يَجْتَبِي الْمُصْطَفَى اِذَا دَعَاهُ نے پردۂ حجاب کو کہ جو وجود کو لازم ہے عینک بنایا۔ اور اس کو آنکھوں کے سامنے رکھا۔ صورتِ قَابَ قَوْسَيْنِ ظہور میں۔ اس کلام کی کوئی حد نہیں ہو سکتی اس لئے میں اپنے مقصود سے ہٹا جاتا ہوں۔ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اللہ تعالےٰ اپنے بہترین خلق حضرت محمد مصطفےٰ اور اُن کی آل اور اصحاب سب پر اپنی رحمت اور سلام نازل فرمائے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ چند کلمے آیت کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اور آیت کریمہ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ کی تفسیر میں بموجب اشارۂ بعض ارواح طیبہ کے لکھے گئے ہیں۔ کہ اُن رواح کے صراحت کرنے سے کاتبِ رسالہ بوجہ خجالت کے عاجز ہے اور زبان اس کے رِخلاف معذور

شعر
خورشید ندیدہ چشم خفاش ۔۔۔ پیش از من و تست این سخن فاش

ترجمہ۔ چمگادڑ کی آنکھ نے آفتاب کو نہیں دیکھا۔ میرے اور آپ کے سب کے رُو برُو ظاہر ہے۔ مگر ع ۔۔۔ بر کریماں کارہا دشوار نیست

شعر
اگر پادشہ بر درِ پیرہ زن ۔۔۔ بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ۔ اگر بادشاہ کسی بڑھیا کے گھر آجائے۔ تو کسی سردار کو غصہ کرنے کا کیا حق ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا دَائِمًا كَثِيْرًا قَالَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى وَهُوَ مَعَكُمْ خدا ہی کے واسطے ہمیشہ بہت بہت تعریفیں ہیں فرمایا اللہ تبارک و تعالےٰ نے وَهُوَ مَعَكُمْ حق تبارک و تعالیٰ کی ذاتِ غیب کی معیت کا سر اشیا کے ساتھ نہایت خفا اور بطون میں ہے۔ اور حقیقت اُس کے دریافت کی موقوف ہے اوپر پانے تنزیہہ مطلق اور اس کے اطلاق صرفہ کے اور صُور علمیہ میں اُس کے تنزلات اور ان صورتوں کے درمیان عدم اور وجود کے برزخ ہونے کے کیونکہ یہ مقام منزل علم کے مخصوصات میں سے ہے۔ بیت

از تو اے بیرنگ این چندیں صُور ۔۔۔ ہم شبہ ہم منزہ خیر و شر

ترجمہ۔ اے ذاتِ بے رنگ تیری ہی یہ سب صورتیں ہیں۔ سب سے علیٰحدہ نیک اور بد

اور سب سے پاک +

اور اسی طرح اس امر کے پہچاننے پر بھی موقوف ہے۔ کہ صورِ علمیہ کو حضرت ظاہر کے ساتھ ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مقدس ذات اِن صورتوں کے لباس میں آئی۔ اور یہ صورتیں اس کے اسما اور صفات کا آئینہ ہوئیں اور اس کے اسما و صفات اس کے عین ہیں۔ پس وہ تمہارے ساتھ ہے۔ علم میں اور عین میں روح ہو یا مثال یا حس۔ لیکن خانۂ علم کی معیت ایسی ہے جیسے کہ اعمال کی معیت صورِ جنانیہ اور تصوّرِ اشجار کے ساتھ مذہب محققین پر کہ ان کے نزدیک تصور اور اشجار کا موطن بالذات عمل کے ساتھ ایک کہا جاتا ہے۔ جس طرح کہ عمل ایک مقام پر عرض ہے اور دوسرے موطن میں جوہر اُس کی ذات کا مرتبہ منزہ ہے تعین اور تمیز اور اشارہ اور عبارت سے اور دوسرے مرتبہ میں ان امُور کے قابل ہے اور معیت خانۂ عین کی ایسی ہے جیسے کہ معیت نقطۂ جوالہ کی دائرۂ موہوم خارجی کے ساتھ پس جس طرح کہ نقطہ کی دائرہ کے ساتھ ایک نسبت واقع ہے۔ جو دائرہ کے خارج میں ظاہر ہونے کا ذریعہ اور نقطہ کے لباسی دائرہ میں نمود کا سبب ہوئی ہے۔ اسی طرح ذاتِ حق سبحانہٗ اور اُس کے عین مطلق کو اُس کی قدرتِ کاملہ سے تنزلاتِ علمیہ کے ساتھ ایک نسبت واقع ہوئی ہے جو اِن تنزلات کے خارج میں ظہور اور باعتبار اسما اور صفات کے اُن تنزلات میں ذاتِ حق کے ظاہر ہونے کا سبب ہوئی +

اس موقع کے مطابق ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ مثلاً عالمِ مثال میں صورِ علمیہ دودھ کی صورت میں ظاہر ہوئی ہیں۔ پس اگر اہلِ کشف کی نظرِ کشفی یعنی اس کی نظرِ بصیرت کشف کے وقت دودھ کی صورتِ مثالی کے ساتھ ایک ارتباط خاص پیدا کرے کہ دُوئی مٹ جانے کے بعد جب کہ وہ دُودھ کی صفاتِ علمیہ پر اور اُس کی غذائیت اور روحانیت اور شیرینی اور دہنیت پر پڑتی ہے تو وہ دودھ کو بعینہٖ اُن صفتوں کے ہم صورت پاتی ہے تو بالضرور دودھ کی یہ صورتِ مثالی عالمِ ارواح میں بھی ظاہر ہو گی اور ارواح اور علم اپنی اپنی صفتوں کے اعتبار سے دودھ میں سرایت کرینگے۔ اور دودھ کی وہ صفتیں جو عالم ارواح میں ظاہر ہوئیں دودھ کی صفاتِ علمیہ کا آئینہ بنجائینگی۔ بسبب متحد ہونے کے بصرِ خیالی اور بصیرتِ قلبی کے۔ رُباعی ؎

از صفاتِ مے ولطافتِ آں در ہم آمیخت رنگ جام مدام
ہمہ جام است نیست گوئی مے یا مدام است نیست گوئی جام

ترجمہ۔ شراب کی صفت اور اس کی پاکیزگی کی وجہ جام اور شراب کا ایک ہی رنگ معلوم ہو رہا ہے۔ سب جام ہی جام دکھائی دے رہا ہے۔ شراب نہیں معلوم ہوتی ہے یا سب شراب ہی شراب ہے۔ جام نہیں معلوم ہوتا ہے +

سبحان اللہ جس جس قدر ظہور زیادہ اسی اسی قدر خفا زیادہ ہے۔ یہ مثال نسبت پہلی مثال کے زیادہ روشن اور صاف ہے۔ پس اس کو سمجھا جس نے کہ سمجھا اور جس نے ذائقہ نہیں چکھا وہ اسے معلوم نہیں کر سکتا ہے +

الحاصل حضرت واجب جل شانہٗ بلا توہم حلول اور دوئی کے اور بلا شائبہ چونی وچگونگی کے ہر جگہ سب کے ساتھ ہے۔ ساقی کوثر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ ہر چیز کے ساتھ ہے بلا مقارنت کے اور ہر شے کا عین ہے۔ بلا مزائلت کے اگر دوئی ہوتی تو مقارنت کا ہونا ضروری تھا۔ اور اگر اتحادِ محض ہوتا تو غیریت حاصل نہ ہوتی۔ اور اگر خیال محض ہوتا جیسا کہ حکما حسبانیہ کا مقولہ ہے تو معیت درست نہ ہوتی۔ اور علیحدگی ممکن ہوتی۔ اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ اسی منزل کی بات ہے +

مریدان وجہ مطلق اور مشتاقانِ صفتِ ہویت کہتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے۔ اس لئے کلمۂ لا سے اس کی نفی کرنا چاہئے۔ کسی شخص نے عارف باللہ مولانا رومی قدس سرہٗ سے پوچھا کہ حق جل وعلا کیا ہے۔ اور عشق کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کسی طرح سے ادراک میں نہ آسکے۔ وہ حق ہے۔ اور عشق یہ ہے کہ کسی طرح بغیر اس کے آرام نہ مل سکے۔ وہ ایک قلق بے نہایت ہے۔ اور درد لا علاج ؎

دور بینان بارگاہِ الست بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

ترجمہ۔ درگاہِ حق تعالےٰ کے دوربینوں نے اس سے زیادہ نہیں بیان کیا ہے۔ کہ خدا کی ذات موجود ہے۔ حقیقت میں اس بارگاہ کی یافت نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک ذوق حاصل ہوتا ہے۔ بے شک وہ سب کے ساتھ ہے اور سب اشیا اسی کے وجود سے موجود ہیں۔ اور بے اس کے سب ہیچ۔ پس تم جدھر متوجہ ہو ادھر خدا کی ذات ہے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ اُس معنی کی حقیقت تم پر جلوہ گر ہو جائے تو یہ مثال فرض کرو۔ کہ آئینہ کا ایک جوہر ہے۔ جو کچھ آئینہ کی صفتیں مترتب ہو سکتی ہیں۔ یعنی صفائی اور اُس کی گولائی وغیرہ وہی سب صفات اُس جوہر کی ذات پر ہی مترتب ہونگے۔ اور اُس کی ذات مثلاً اِس نمایندگی صورت کا باعث بغیر زیادتی صقالت کے ہوگی پس اس کی ذات خارج میں اِن صفات کا عین ہوئی۔ اسی طرح یہ فرض کرو کہ خیال میں ہر ایک کی اِن صفاتِ مذکورہ میں سے ایک ایک صورتِ مثالی ہے۔ جیسے کہ دودھ کی صورتِ علمی۔ اس کے بعد یہ فرض کرو کہ تمہاری یہ خیالی صورتیں اُس جوہر میں منعکس ہوئی ہیں یعنی اِن صورتوں کو اُس جوہر کے ساتھ ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا ہوئی جو اس صوت کی نمایندگی کا سبب ہوئی ہے۔ اب تم اِن صورتوں میں سے جس صوت کی طرف متوجہ ہوگے وہاں وہ جوہر موجود ہے۔ اور گویا حقیقت میں اُس جوہر کی طرف ہی تم متوجہ ہوئے ہو۔ وہ جوہر ان صورتوں کے ساتھ ہے۔ اور جہاں یہ صورت ہو وہیں وہ بھی ہے۔ لیکن وہ جوہر صورتوں سے منزہ ہے اور خارج میں وجودِ خارجی کی بو بھی اِن صورتوں کے مشام میں نہیں پہنچی ہے۔ اس کا فائدہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ بقدر ان صور کے اُس جوہر کی صفات کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اور جدھر تم متوجہ ہوتے ہو۔ وہ اُن صفات کی طرف بلکہ صاحبِ صفات کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس اگر تم ہزار سال پرواز کرتے رہو۔ اور ہزاروں مرتبہ چلہ میں بیٹھو مگر جب تک کہ جذباتِ الوہیت کا کوئی جذبہ تم پر ظاہر نہ ہو جائے اور عالمِ اجسام اور ارواح کی صورتیں تمہاری نظر سے نہ مٹ جائیں اور محبتِ ذاتی جو ایک مخفی راز ہے جلوہ گر نہ ہو۔ اور نسبتِ مجہول الکیفیت جو ادراک کی مقوم اور صحبتِ ذاتی کو قوت دینے والی چیز ہے۔ جس کو ادراکِ بسیط کے سوا اور کسی لفظ میں ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک تم ذاتِ حق کے جویندہ نہیں ہو سکتے۔ پھر اُس کا شہود کہاں ہو سکتا ہے۔ اِس لیے تم پر لازم ہے کہ ایسے درویش کی صحبت اختیار کرو جو اپنے سے فانی ہو کر محبت ذات حق میں باقی ہو گیا ہو۔ اور اُس کے عرصۂ وجود میں سوائے محبوب اور محبت اور مشاہدۂ محبوب کے کچھ نہ رہا ہو۔ اور حقیقتِ فنا فی اللہ تک پہنچ گیا ہو۔ تو اُس کا دیدار بموجب حدیث اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللهُ ذکر کا فائدہ بخشتا ہے

اور اُس کی صحبت بموجب حدیث هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ تعم صحبتِ حق کا نتیجہ دیتی ہے۔ ایسا درویش اَلْحَکِیْمُ کا مظہر ہے۔ جو کچھ وہ فرمائے حکمت سے خالی نہ ہوگا۔ اگرچہ اس کی وجہ تم پر ظاہر نہ ہو۔ مگر اُس کے ارشاد کی متابعت میں جان سے کوشش کرو ممکن ہے کہ قبولِ الٰہی اس کے دریچۂ باطن سے ظاہر ہو۔ اور تم سعادتِ ابدیہ حاصل کرو۔ اگر وہ درویش مظہرِ اسم اَلرَّحِیْمُ یا اَلْکَرِیْمُ مقدمہ اسم اَلْقَدِیْرُ کا ہوئے اور وہ تمہارے کام میں تصرف کرے۔ تو اُس غیبت میں تم نورِ ہدایت سے روشن ہوجاؤگے۔ اور ممکن ہے کہ باعتبار استعداد کے معنی اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اُسی غیبت میں تمہاری چشمِ بصیرت کو کھول دے۔ اگر اتفاقاً تمہاری استعداد کم ہو تو طریقۂ وقوفِ عددی اس برزخ دانا یعنے مرشدِ کامل سے حاصل کرو۔ اور اُسی نورِ ہدایت کی تقویت کرو۔ اور متابعتِ شریعت اور رعایت آدابِ طریقت اور اکلِ حلال اور صدقِ مقال۔ اور نااہلوں کی صحبتوں سے پرہیز کرکے اپنی بنیاد کو مضبوط کرو۔ اور اُس غیبت کو مضبوط رکھو۔ اور اُس کو آگاہی اور تجلیِ ذاتی کی صفت کے ساتھ اِس طرح متصف سمجھو کہ تم یکایک قرصِ آفتاب سے متصل ہوگئے ہو۔ اور اُس کی شعاعوں میں تمہارا نورِ بصر و بصیرت گم ہوگیا۔ اور مٹ گیا۔ الحاصل تمہارے باطن کو اس حالت کے تکرار ظہور سے ایک قوت پیدا ہوگی۔ اس سے اگرچہ نورِ بصر ناپید ہوجائیگا۔ مگر نورِ بصیرت بحال رہیگا۔ اس وقت پہچان لوگے کہ یہ حالت غلبۂ نورِ خورشید کی ہے۔ مگر یہ نہ جانوگے کہ یہ نور کس طرف سے نکلا۔ اور تم کو اُس سے نسبت قریب ہے یا کیا۔ مگر جب رطوباتِ عنصریہ خشک ہوجائیں اور طبیعت کی حرارت ٹوٹ جائے۔ اُس وقت اُس کی قوت پیدا کرلوگے۔ کہ جس سے چشمِ بصیرت کو اچھی طرح کھول سکوگے اور قرصِ خورشید سے اپنا قرب پا سکوگے۔ لیکن اُس نور کی سطوت میں اپنے کو مدہوش کردوگے۔ اگر اُس مقام میں رہگئے۔ تو تم محبّ ہو۔ اور اگر تم کو عارف یا موحد بنانا چاہینگے تو جس وقت کہ تم اُس نور کے غلبہ میں مدہوش ہوگے۔ ایک خورشید کا نور تمہارے دریچۂ بصیرت سے ظاہر ہوکر تم پر غلبہ کریگا۔ تو ایسی بینائی پاؤگے کہ اُس خورشید کو پہچان سکوگے جو بالائے آسمان کے ہے۔ اور تم قطعاً درمیان میں نہ ہوگے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۤءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا

ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۔

اور اگر تم لطیف الاستعداد ہو۔ مگر بحکمِ وقت یا حجاب لطیف کے سبب سے غیبتِ اوّل میں تم پر آہستہ روشن نہ ہو جائے۔ تو لازم ہے کہ ایسی توجہ حاصل کریں کہ بے تکلف غیبتِ ذات پر نظر رہے۔ اور جب تک ہو سکے اس توجہ کو محفوظ رکھیں اور فراغ خاطر اور جمعیتِ دل اور طہارتِ کامل کے ساتھ شب و روز اس توجہ کی تقویت اور تربیت کرتے رہیں جس طریقہ سے کہ اکابر سلسلہ عالیہ قدس اللہ اسرارہم نے اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے۔ اور اگر تم کو اس درویش سے صحبت پیدا ہو گئی ہو کہ اس کی غیاب میں بھی اس کی صورت کا تصوّر قائم رہے۔ اور طریقۂ رابطہ حاصل ہو جائے۔ تو نُورٌ علیٰ نور ہے۔ پس طریقۂ رابطہ کی مشق اختیار کرو۔ لیکن باہوش رہو تم سے کوئی امر ایسا سرزد نہ ہو کہ تمہاری طرف سے اس کی خاطرِ مبارک میں نفرت پیدا ہو جائے ۔

نیز تم کو چاہیئے کہ سوائے اس کی ذات کے اور کوئی مراد تمہارے دل میں نہ رہے تاکہ مقصد کی انتہا کو پہنچ سکو۔ الحاصل اس طریقہ کے سلوک کا مدار جانبین کے ارتباط پر ہے۔ دل صورت کو نہیں لیتا ہے۔ جس طرح سے کہ روئی آئینہ آفتاب نما سے تقابل کے وقت حرارت کسب کرتا ہے۔ اور نقوش کے حجاب اور صورتیں جلجاتی ہیں۔ اور برزخیت کے راستہ سے تمہاری آنکھ اس کو جہت علو میں پالیتی ہے۔ محبت کی آگ شعلہ مارتی ہے۔ اور خرمن ہستی جلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اب تمہاری اور اس درویش کی مثال روئی اور آئینہ آفتاب نما کی سی ہے یہ طریقہ درحقیقت حضرت صدیق اکبرؓ کا طریقہ ہے۔ کیونکہ آپ کا کمالِ نسبت حُبی حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ اور آپ اسی راستہ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ اہل تحقیق کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور صاحبِ رشحات نے ہمارے خواجہ حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور آپ فرماتے تھے کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے وہ اسی نسبت حُبی کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ ان کا طریقہ اس نسبت حُبی کی نگہداشت ہے ۔

قدسیہ۔ تجلیِ ذاتی عبارت ہے ظہورِ ذات سے بصورت اُس اسم کے جو کہ مبدءِ تعین صاحبِ تجلی ہے۔ اور مشاہدۂ جمالِ مطلق سے کہ مقام فنا فی اللہ میں ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی کے اَور بھی معنی ہیں۔ اَور وہ یہ کہ وہ عبارت ہے روح کے انجذاب سے طرف جمال ہستیِ حقیقی کے (جو کہ ذات کی حیثیتوں میں سے ایک حیثیت ہے) ایسی کیفیت کے ساتھ کہ اِس انجذاب کا شعور بھی باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ایک خاص چہرہ کی طرف توجہ کرنے والوں کو ہوتا ہے"۔

اور تجلی ذاتی عبارت ہے مشاہدہ جمالِ ذات سے اسم مذکور کے پردہ میں جبکہ سالکانِ طریق تربیت کی نظر اس اسم پر منتہی ہو۔

اَور اِس جمال کا مطلق کہنا تعینات سے پاک ہونے کے لحاظ سے ہے۔ اَور تعین سے مراد معقولاتِ ثانویہ ہیں۔ نہ امر مشکل اَور اس کے مماثل مامور ع

فیض ناگاہ رسد بر دلِ آگاہ

ترجمہ ع　　فیض ناگاہ آتا ہے مگر دلِ آگاہ پر

قدسیہ۔ دوام مراقبہ بہت بڑی دولت ہے۔ جو کہ دلوں میں مقبولیت کا سبب ہوتی ہے۔ اَور دلوں کی مقبولیت خدا کی مقبولیت ہے۔ پس جب یہ بات ہے تو چند روز آپ کو اپنے مقصود کی طرف سالک کو رجوع کرنا لازم ہے۔

اِس طریق میں اوراد اور اذکار مختلف نہیں ہیں۔ کہ اُن سے فراغت پانے کے بعد دوسرے کاموں کی طرف مشغول ہوئیں۔ اِن کا ورد ہوش در دم ہے۔

حضرت خجستہ فرجامی مولانا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ کا قول ہے کہ پہلے چراغ روشن کرنا چاہیے اُس کے بعد مطالعہ میں مشغولی ؎

دلا رامے کہ داری دل درو بند　　　دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ ؎　اپنے دوست میں دل لگاؤ۔ اَور سب لوگوں سے آنکھ بند کر لو۔

قدسیہ۔ کشفِ قبور کا کچھ اعتبار نہ کریں۔ کیونکہ صورتوں کے انکشاف میں غلطی اَور لغزش ہو جاتی ہے۔ حضور مع اللہ کے ظہور اور اس کے دوام کی کوشش کریں۔ اگرچہ آئینۂ عالم صاف ہو گیا ہو۔ اَور نورانیت کے معنی بھی نظر سے ساقط ہو گئے ہوں مگر طلب اَور سعی میں رہو۔ کیونکہ جذبۂ خواجگان اَور اُن کا حضور ایک دوسری چیز ہے۔ اُس

مقام میں ماسوا کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ کبھی بالکلیہ اور اکثر بالاصالۃ ایک توجہ ہوتی ہے شش جہت سے اور آگاہی کا اقرار گاہ اس وجہ سے فوق کی طرف ہوتا ہے کہ عرش مجید کی جہت عالم وہم میں فوق کی طرف قایم ہوتی ہے۔ اور کبھی یہ توجہ تمام جہات کو گھیر لیتی ہے۔ اور وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ کے معنی ظاہر ہو جاتے ہیں اگر معنوی صورتیں اور اُن کی شکلیں محو نہ ہو گئی ہوں۔ اور صرف سراب خیال کی طرح ساقط اعتبار ہو گئی ہوں۔ تو اُس وقت دریافت صورِ خیالیہ میں هُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ آتا ہے۔ اور اگر اس توجہ کے غلبہ کے وقت تمام جہات یا اکثر میں صورتیں اور شکلیں بالکل محو ہو جائیں اور صفائی کامل ظاہر ہو۔ لَيْسَ فِى الدَّارِ غَيْرُهٗ دَيَّارٌ کا مطلب ظاہر ہوئے۔ تو باہوش رہنا چاہیئے۔ کیونکہ معنویہ لباس کا تعلق درمیان میں ہے کم سے کم صفت حیات وہستی ضرور رہتی ہے +

اب اور ایک نکتہ معلوم کرو کہ بوقت ظہور معنی وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ کے ممکن ہے کہ کوئی لباس حائل ہو۔ یا پورے طور پر اُس کی نظر محبت مجرد ہو گئی ہو۔ مگر حقیقت مقصود دریافت اور ادراک میں نہیں آسکتی۔ یہاں عشق اور محبت ہے۔ اور تصفیہ سر کا ماسوا سے جب تک کہ حضور ذاتی اور وحدت صرف میں استغراق اور استہلاک ظاہر نہ ہوئے۔ اس سلسلہ کے اکابر اس کو فنا نہیں کہتے۔ ہم نے جو کہا تھا کہ ایک درجہ درمیان میں اور باقی ہے تو وہ یہی درجہ ہے +

قدسیہ۔ وَلایت (فتح واؤ کے ساتھ) اُس قرب کو کہتے ہیں جو بندہ کو حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ہوتا ہے۔ وِلایت (کسرہ واؤ کے ساتھ) اُس کمال کو کہتے ہیں۔ جو خلق میں مقبولیت پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ اہل عالم اسی سے گرویدہ ہو جاتے ہیں اِس کمال کا تعلق مکنونات سے ہے۔ کرامتیں اور تصرف اسی قسم میں داخل ہیں +

ایک شخص نے حاضرین سے سوال کیا۔ کہ برکات الٰہی جو مستعدوں کو پہنچتی ہیں اُن کا شمار کس قسم میں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ ولایت بالفتح کا اثر ہوتا ہے۔ اثنائے بیان میں طالبوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے حضرت نے فرمایا کہ جب مرید کا آئینہ پیر کے آئینہ کے مقابل ہوتا ہے مرید کے آئینہ پر بقدر مناسبت پرتو پڑتا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بعض کو ولایت اِن دو قسموں سے ایک ہی حاصل ہوتی ہے اور

بعض کو دونوں میں کامل حصہ ملتا ہے یا کسی شخص کو ایک میں زیادہ اور دوسرے میں کم حصہ ملتا ہے +

مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم میں ہمیشہ وَلایت (بفتح) وِلایت (بالکسر) پر غالب رہتی ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس عالم کا کوئی مقتدا انتقال کر جائے۔ تو وِلایت (بالکسر) کو اپنے کسی مخلص کے حوالہ کر جاتا ہے ۔ اور وَلایت (بفتح) کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے ۔ یہ بھی فرمایا کہ کسی لغزش کی وجہ سے وِلایت (بکسر) ولی سے چھین لی جاتی ہے +

چنانچہ نفحات میں قصہ ابن الفارس میں پیر بقال کی نماز جنازہ کے امام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے +

قدسیہ ۔ اولیا اللہ گناہ کبیرہ سے محفوظ نہیں ہیں ۔ اگر ان سے اتفاقاً کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے ۔ تو اس سبب سے یہ کہہ دینا کہ وہ ولایت سے خارج ہو گئے جہالت کی بات ہے ۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ یا اکثر کونسی منزل میں رہتے ہیں ۔ اس حال میں اگر کبھی ان سے کوئی لغزش بشریت کی وجہ سے ہو جائے تو اس میں ان کو معذور رکھنا چاہئے +

قدسیہ ۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت حق سبحانہٗ میں اقرب ہو یعنی اضمحلال اور استہلاک رکھتا ہو ۔ مگر اکرم نہ ہو جیسے کہ کسی شخص نے مقامات طے کئے ہوں اور بزرگی حاصل کی ہو ۔ مگر استہلاک اور اضمحلال کا نتیجہ اس عالم میں نہ پایا ہو ۔ تو وہ خدا کے پاس اکرم ہے ۔ آیت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ اس پر ناطق ہے +

قدسیہ ۔ جذب اور محبت کا طریق بے شک موصل ہے ۔ اس کا رخ سوائے حق سبحانہٗ کے اور کسی طرف کو نہیں ہوتا ہے ۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ اکثر ان میں رخ انوار کی طرف رکھتے ہیں آخر بعضے تو نہیں انوار میں رہ جاتے ہیں اور یہ انجذاب اور محبت تمام افراد انسانی میں موجود ہے مگر چھپا ہوا رہتا ہے چنانچہ اکابر مشائخ سلسلہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں +

قدسیہ ۔ رویت بالبصر بعد موت کے ہوگی ۔ کیونکہ رویت انکشاف تام کا نام ہے اور جب تک روح اس بدن سے متعلق ہے ۔ انکشاف تام نہیں ہو سکتا ۔ چاہے کتنی ہی بے تعلقی کیوں نہ ہو جائے ۔ کم سے کم علاقہ حیات تو ضرور باقی رہیگا ۔ جب تک صرافت اصلی نہ پیدا ہو تعلق خودی کا باقی ہے +

قدسیہ - اگر کوئی شخص نیتِ صحیح اور اعتقادِ درست سے راہ حق سُبحانہٗ میں داخل ہو۔ اور آدابِ شریعتِ غرا بجا لائے۔ اُس کو درویشوں کے اذواق اور مواجید اس عالمِ دُنیا میں نہیں دیئے جاتے۔ البتہ موت کے بعد دیئے جاتے ہیں۔ بلکہ اُس کو اس عالم سے رُخصت ہوتے وقت اِس دولت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ احکامِ شریعت کی رعایت اور اخلاص اور توجہ بحق سبحانہٗ کی ہمیشگی بہت بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق اور وجدان اس نعمت سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ مصرعہ

این اشتہ باش کو دگر ہیچ مباش

ترجمہ: چاہے آدمی کچھ حاصل نہ کرے مگر اُس کو ضرور حاصل کرے

قدسیہ - بندہ کا ذاتِ حق سبحانہٗ تعالےٰ کے ساتھ قرب اور اتصال اور تعلق کا اثر اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اُس کو خدا سے دائمی آگاہی اور آرام حاصل ہو جاتا ہے جو اُس کو فنا کی طرف کھینچتا ہے۔ جب یہ نسبت حاصل ہو گئی تو سالک اس کے حصول سے مرتبہ ولایت سے مشرف ہو گیا۔ اور وہ کمالات جو حصولِ مقامات اور تجلیاتِ اسماو صفات میں دوسرے طریقوں سے سالکوں کو بالتفصیل حاصل ہوتے ہیں۔ اور شئے ہیں۔ حق سُبحانہٗ تعالےٰ کے ساتھ قرب و اتصال کی نسبت کا حصول مرتبہ ولایت خاصہ تک پہنچاتا ہے اس سلسلہ کے سالکوں کی سرحدِ فنا میں پہلے ہی داخل ہو جاتی ہے۔ اور مقام اندراج نہایت در بدایت جس کی طرف ہمارے اکابرِ سلسلہ نے اشارہ فرمایا ہے، حاصل ہو جاتا ہے ؂

قدسیہ - بزرگوں کی آمادگی تربیت و ارشادِ خلق کے لئے تین سبب ہوتے ہیں۔ یا حق سُبحانہٗ کی جانب سے اُن کو الہام ہوتا ہے۔ یا اُن کے پیر کا حکم یا مخلوق پر اُنکی شفقت۔ یعنی جب وہ مخلوق کو گمراہ دیکھتے ہیں۔ اور گمراہی کو مخلوق کے لئے باعثِ عذاب و ضرر جانتے ہیں۔ تو نہایت شفقت کی وجہ سے اُن سے عذاب کا دفعیہ چاہتے ہیں۔ پس شفقت کا مقتضا یہی ہے۔ کہ شریعت کی رواج دہی کو اپنے اوپر لازم کر لیں۔ اور خلق کو وعظ و نصیحت سے آداب کی حفاظت اور شریعت کے قائم رکھنے کی ہدایت کریں۔ جیسے کہ علم فقہ کا پڑھنا پڑھانا اور اُس پر اُن سے عمل کرانا۔ مگر اُن کو واصل حق کر دینا شفقت کی شرط نہیں ہے یہ بالائی شفقت ہے۔ اس طریقہ کی تربیت کا ماحصل انجذاب ایمانی ہے جس کی دعوت تمام انبیاء اور رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام دیتے آئے ہیں +

قدسیہ - تحقیق یہ ہے کہ بعض جگہ اُن مکاشفات میں جن میں کہ خیال کو دخل ہوتا ہے۔ خطا ہو جاتی ہے۔ مگر اُن علوم یقینی میں جو اس ادراک پر وارد ہوتے ہیں خطا کو دخل نہیں ہوتا ہے۔ اور اُس میں خطا جو ہو جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کے علم میں اُن سے اپنی بعض مبادیات کو جو اس کے نزدیک یقینی طور پر مسلّم و مقرر ہیں اس میں ملا لیتا ہے ان کے ملنے سے اس میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے ورنہ خطا کو علم الہامی کیا علاقہ۔ چنانچہ علوم عقلیہ کے علما جو قوانین منطقی کی رعایت ملحوظ رکھتے ہیں۔ کبھی اُن کی فکر میں بھی بعض مقدماتِ مقررہ بیرونی کی مداخلت کی وجہ سے جس کو وہ منطقی خیال کرتے ہیں نتیجہ میں غلطی ہو جاتی ہے۔ ورنہ منطق وہ علم ہے کہ اس کی رعایت ذہن کو خطا سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر وہ قواعدِ منطق ہی کو بلا مداخلت مقدماتِ بیرونی استعمال کرتے تو ہرگز خطا نہ ہوتی +

اس موقعہ پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ متوجہان الی اللہ کو کشف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ کشف کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل دنیوی کشف۔ یہ کشف کسی کام نہیں آتا۔ دوسرا اخروی کشف۔ یہ کشف کتاب و سنت میں بالصراحت مذکور ہے۔ جو عمل کرنے کیلئے کافی ہے۔ کوئی کشف اس کی برابری نہیں کر سکتا +

قدسیہ - توحید حاصل کرنا چاہیئے۔ اور توحید محققین متکلمین کی یہ ہے۔ کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہُ "سوائے خدائے پاک کے وجود میں کوئی موثر نہیں ہے" یعنی اپنی تمام قدرت کو حق کے حوالہ کرنا اور خود کو اس قدرت سے خالی پانا اگرچہ بعض متاخرین علما قدرتِ موثرہ کو بندہ کے لئے بھی فی الجملہ ثابت کرتے ہیں اور اُن کی توحید لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ ہے مگر مذہب اصح وہی ہے کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہُ اور صوفیہ جس طرح کہ فعل و قدرت کو منسوب بحق رکھتے ہیں۔ بقیہ ساتوں صفات الٰہیہ یعنی علم و سمع و بصر و حیات و ارادہ کلام کو بھی حق کی طرف منسوب کرتے ہیں +

قدسیہ - اکثر محققین کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص خدائے بزرگ و برتر اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان تحقیقی لائے تو پھر اُن کا ایمان کبھی رد نہیں ہوتا ہے۔ اور جو شخص ایمان لانے کے بعد مردود ہو گیا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کا ایمان ایمانِ تحقیقی نہ تھا۔ بلکہ تقلیدی کی حد تک تھا۔ شافعیہ کے مقولہ اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ

تعالیٰ کا یہی مطلب بعض علما نے بیان کیا ہے ۔

قدسیہ ۔ مراقبہ کی حقیقت انتظار ہے اور انتظار طلب میں صفائی مقصود ہوتی ہے اس حالت میں کہ طالب اپنی قوت اور طاقت سے نکل گیا ہو اور خدائے جل شانہٗ کے لقا کا مشتاق اور اسکی خواہش میں مستغرق ہو اور قوت کی دید کو کشش کا غبار ہے ۔ اور ہمیشہ اس کا انتظار کرنا حق کی کشش ہے ۔ ایسا مراقبہ سوائے منتہی یا قریب الانتہا شخص کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا ۔ اسی لئے ابو الجناب نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ نے اُن دس اصلوں میں سے جن میں موت بالارادہ کو بیان کیا ہے اس مراقبہ کو نویں اصل قرار دیا ہے ۔ لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہئے ۔ اور اپنے آپ کو اپنی طاقت اور قوت کی دید سے نکال کر انتظار میں رہنا چاہئے وہ تمام مراقبات جو مطلوب کو مثالوں اور خیال کی شکل میں مقید کر کے پیش کرتے ہیں ۔ اس مراقبہ سے کم درجہ کے ہیں ؎

ہر چہ پیش تو بیش ازاں رہ نیست ‌ ‌ ‌ عافیتِ فہم تست اللہ نیست

ترجمہ ؎ جو کچھ کہ تم دیکھ رہے ہو اور اس سے آگے کوئی راستہ نہیں وہ تمہاری سمجھ کی بوجب ہے وہ خدا نہیں ہے

قدسیہ ۔ عین الیقین ذات حق سبحانہ سے یہ مراد ہے ۔ کہ ذاتِ حق کا پردہ اسماء و صفات میں علم حضوری حاصل ہو جائے ۔ اور حق الیقین سے یہ مراد ہے کہ یہ جان لیں کہ علم عین الیقین علم حضوری ہے ۔ اور عالم عین معلوم ہے ۔ تجلی صوری مقامِ کمالِ توحید میں پہنچنے سے پہلے داخل عین الیقین نہیں ہے ۔ کیونکہ ادراک میں جو کچھ آ سکتا ہے وہ صورت سے زیادہ نہیں ہے ۔ اس علم کے ساتھ کہ وہ صورت مدرکہ علم حق سبحانہٗ کی ہے اسی طرح تجلی معنوی بھی داخل توحید نہیں ہے ۔ کیونکہ اس میں بھی حاضر مدرکہ صورت علمیہ معلومات حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ہے ۔ لیکن مقام کمالِ توحید پر پہنچنے کے بعد تجلیات مذکورہ داخل عین الیقین اور داخل حق الیقین ہیں ۔ بلکہ اس مقام میں سوائے تجلی ذاتی کے اور کوئی تجلی نہیں ہوتی ہے ۔ کیونکہ حقیقت میں سوائے احدیتِ مجردہ کے اور کچھ نہیں رہا ۔ اے موحد کامل صاحب ذوق یہ کچھ اسرار یعنی فرق تجلی ذاتی اور تجلی معنوی کے مابین ہم نے بیان کیا ۔ اس سے آگاہ رہو اگرچہ تجلی معنوی بھی پردۂ اسماء و صفات میں ہے ۔ الحاصل جو چیز کہ ادراک میں آ سکتی ہے وہ تجلی اس کی طرف منسوب ہے ۔ پس ان اسرار کو خوب سمجھو

قدسیہ ۔ توکل یہ نہیں ہے کہ اسباب کو چھوڑ کر بیٹھ جائیں ۔ کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسباب مشروع یعنی کتابت وغیرہ فنون کو اختیار کریں ۔

اور سبب کی طرف نظر نہ کریں۔ کیونکہ سبب مثل دروازہ کے ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مسبّب کی طرف پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ پس اس حالت میں اگر کوئی شخص دروازہ کو اس امید پر بند کرلے کہ اوپر سے اُس کا رزق آجائیگا۔ اُس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ بے ادبی کی۔ کیونکہ یہ دروازہ اُسی کا بنایا ہوا تھا۔ پس کھلے ہوئے دروازہ کو بند نہیں کرنا چاہیئے اور خدا پر سونپ دینا چاہیئے۔ چاہے وہ دروازہ سے بھیجے یا غیب سے عطا کرے۔ اُس کا اختیار ہے ✣

قدسیہ ۔ تمام مشائخین قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کے طریقوں میں طریقۂ علیہ احرار یہ نقشبندیہ زیادہ تر قریب اور اعلےٰ ہے اُن کی پہلی داخلی اور اک بسیط میں ہوتی ہے۔ جو جہتِ خلق پر جہت حق کے غلبہ اور تجلی انوارِ ذات اور وجہِ خاص کے ظہور کا مقام ہے۔ اس کی ابتدائی حالت کو جو کہ ادراکاتِ مرکب کی مغلوبیت اور صبح سعادت کے آغاز کا ظہور ہے۔ حضور اور آگاہی کہتے ہیں۔ اور جب غلباتِ کشش اور انجذاب ادراکات کے درمیان سے سالک کا رختِ ہستی اُٹھا لیتا ہے۔ بلکہ اُس کو صفتِ آگاہی کا بھی شعور باقی نہیں رہتا ہے۔ تو اس حالت کو فنا اور فناءِ الفنا کہتے ہیں۔ اس نسبت کے تواتر کو وجود عدم کہتے ہیں۔ بلکہ اس نسبت متواترہ کے ظہور کو ایک بڑے مرتبہ کی چیز خیال کیا جاتا ہے ؎

وصلِ عدم ار تو اتی کرد	کار مردانِ مرد تانی کرد

ترجمہ ۔ وصل اعدام اگر تم کو حاصل ہو جائے۔ تو بڑی جوانمردی ہے ✣

اسی وجہ سے اس حالت کے ظہور کے وقت کہا جاتا ہے کہ وجود عدم وجود فنا تک موصل ہوگیا۔ غالبا اس فنا میں صفات بشریت کی فنا مراد لیگئی ہے۔ پس جب حق سبحانہ محض اپنی عنایت سے ایسا نور عطا فرمائے جس کے پرتو میں اُس نور کا مطالعہ ہو سکے (کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری ایک پرتوا اوصاف ذاتِ الٰہی کا ہے) تو اُس وقت سالک فنا حقیقی سے مشرف ہو جائیگا۔ نہ اُس کا نام باقی رہے گا اور نہ نشان اُس وقت جو کچھ اُس کی طرف منسوب ہو۔ وہ سب اصل کی طرف پہنچے گا۔ یہ مقام مقام بقا باللہ ہے۔ اور اس وجود کو وجود فنا کہتے ہیں ✣

اکابرِ طریقت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ وجود فنا وجودِ بشریت کی طرف

عود نہیں کر سکتا۔ یعنی اس امر پر عادت اللہ جاری ہے کہ سالک فانی اپنے اوصاف کی طرف رد نہیں کیا جاتا۔ اسی منزل میں ناقصوں کی تکمیل حوالہ ہوتی ہے۔ اس کشف کو کشف غلبہ کہتے ہیں۔ اور تجلّی ذاتی اور شہودِ ذاتی اور یادداشت کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ[1] کا حقیقی مطلب اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور دیدارِ اخروی کو بھی اسی منزل میں ثابت کیا جاتا ہے۔ اور فرق احسان اور دید میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ صاحب جمال کا بوقت صبح اور بوقت اشراق مشاہدہ کرنے میں ہوتا ہے۔

اکابر طریق قدس اللہ اسرارہم نے کہا ہے کہ اگرچہ انکشاف ذاتی بصیرت کی صفت ہے۔ بصر کی نہیں ہے۔ مگر چونکہ حق سبحانہٗ نے خبر دی ہے کہ سر پارہ چشم کو بھی اس دید میں دخل ہوگا۔ اس لئے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اگر حق تعالےٰ یہ فرماتا کہ ہم اپنے دیدار میں تمہاری پیشانی کو دخل دینگے تو ہم اس پر بھی ایمان لے آتے۔ مَا نَظَرْتُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰهَ فِیْهِ اَوْ قَبْلَهٗ اَوْ مَعَهٗ[2] کے شہود کا اس طائفہ کے اصول کی اطلاع یابی سے پہلے اور اس کی تصدیق سے قبل کچھ اعتبار نہیں کرتے ہیں۔ اور اس شہود کو معائنہ نہیں کہتے ہیں۔ جیسا کہ بعضوں نے کہا ہے۔ ان بزرگوں کی زیادہ تر کوشش کشفِ غلبہ میں ہوتی ہے۔ اس نسبت کے غلبات میں نسبتِ کثرتِ صفاتیہ بھی اُس کی نظر سے محو ہو جاتی ہے۔ وہ فعل اور صفت میں سوائے ذات کے اور کچھ نہیں دیکھتے۔ اور عرصہ وجود میں سوائے ایک ذات بحت کے ان کی نظر میں اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ مقام انبیا اور اولیا کی انتہا کا ہے۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی وَلَیْسَ وَرَاءَ الْعَبَّادَانِ قَرْیَةٌ۔ بے شک آپکے رب کی طرف انتہا ہے۔ اور عبادان سے آگے کوئی گاؤں نہیں ہے۔

قدسیہ۔ قطع علائق سے مراد یہ ہے کہ دل دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے رہا ہو جائے۔ اور تمام احوال اور مشاہدات سے یکسوئی اور بے نیازی ہو جائے۔ اور کشش و قلق دائمی احدیت کی طرف پیدا ہو۔

---

[1] اپنے خدا کی ایسی عبادت کر کہ گویا کہ تو اُس کو دیکھ رہا ہے۔

[2] جب کسی چیز کو میں دیکھتا ہوں اللہ تعالےٰ اس میں یا اس سے پہلے یا اس کے بعد دیکھتا ہوں۔

قدسیہ۔ حرکت قلبی جب موافق حرکت دوری کے ہو جائے تو سمع دل یا سمع خیال سے کلمۂ اللہ مسموع ہوتا ہے۔ اس سے مراد گوشت پارۂ صنوبری کا ذکر ہے۔ اس کو ذکر قلبی بھی کہتے ہیں۔ مگر یہ ذکر اعتبار سے باہر ہے۔ ذکر قلبی سے مراد جناب حق سبحانہ کی حضوری اور اس کا شہود ہے۔ اور جب یہ بات حاصل ہو جائے اور دل اغیار کے خطروں سے رہائی پائے تو ذکر کو چھوڑ کر اس حالت کی محافظت کرنی چاہیئے۔ جب اس میں کمی پیدا ہو تو ذکر کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ شہود کی یہ دولت قائم ہو جائے۔ تو اُس وقت اِس دولت کے ساتھ ذکر کو جمع کر کے الطاف بے نہایتِ الٰہی کا منتظر رہے اس کے بعد سیر منازل ہے نہ قال ٭

کرامت۔ کہتے ہیں کہ ایک جوان خراسانی مدتوں سے مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ کا مجاور بنا ہوا تھا۔ اور حضرت کی روحانیت سے ہمیشہ التماس کیا کرتا تھا۔ کہ مرشد کامل و مکمل کا پتہ بتلائے۔ تاکہ وہ اس کی خدمت میں پہنچکر کسب کمال کرے۔ ایک رات حضرت قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ نے اس کو واقعہ میں فرمایا کہ ان دنوں ایک بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے شہر دہلی میں آئے ہوئے ہیں تم اُن کی خدمت میں جاؤ۔ جب بیدار ہوا۔ تو حضرت کی خدمت میں آیا اور شب کے واقعہ کو آپ سے عرض کیا حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے جیسی آپکی عادت تھی۔ نہایت تواضع اور انکسار سے فرمایا کہ فقیر اپنے آپ کو اس ارشاد کا اہل نہیں سمجھتا ہے۔ وہ بزرگ کوئی اور ہونگے۔ وہ شخص اپنے مکان کو واپس چلا گیا دوسری شب میں پھر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ اس پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ جس بزرگ کا ہم نے پتہ بتا دیا ہے۔ وہ وہی ہیں جن کی خدمت میں تم گئے تھے اور اُن کے انکسار کو تم نے دیکھا۔ پھر وہ شخص دوسرے روز حضرت قدس سرہ کی خدمت میں آیا۔ اور واقعہ شب گذشتہ کو عرض کیا۔ اور التجا و نیازمندی بجالایا۔ اور کہا کہ میں اب آپ کے آستانہ سے نہیں اُٹھونگا۔ چاہے آپ قبول کریں یا نہ کریں ے

تو خواہی آستیں افشاں خواہی امن اندر کش
مگس ہرگز نخواہد رفت از دکان حلوائی

آپ چاہے آستین لٹکائیں یا سمیٹ لیں۔ مکھی کسی طرح حلوائی کی دکان سے نہ جائیگی ٭

حضرت قدس سرہٗ کو اس کی حالت پر رحم آیا اور اس کو قبول کی بشارت دی

اور وہ تھوڑی ہی مدت میں حضرت کی خدمت میں مرتبۂ کمال کو پہنچ گیا۔

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی اور کرامتوں میں سے ایک بہت بڑی کرامت یہ بھی ہے۔ کہ حضرت تین چار سال سے زیادہ ہدایت اور ارشاد میں مشغول نہیں ہوئے۔ مگر اس تھوڑی سی مدت میں بندگانِ خدا میں آپ نے ایسا تصرف کیا کہ اکثر مشائخ وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے تلقین پائے اور آپکے انوار اور برکات تمام روئے زمین میں سرایت کر گئے کہ جہاں کہیں جو کوئی طالبِ خدا تھا وہ آپ کی خدمت میں دوڑا چلا آیا۔ اس تھوڑی مدت میں ہندوستان سمرقند ہو گیا۔ اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ احراریہ جو ہندوستان میں عنقا کا وجود رکھتا تھا۔ پوری طور سے مشہور ہو گیا۔ اور پھیل گیا ؎

چو بادہ الست کہ از نشہ اش جہاں مست ست
زمانہ مست و زمیں مست و آسماں مست ست

ترجمہ ؎ مثل شراب کی کہ اُس کے نشہ سے جہان مست ہے زمانہ مست اور زمین مست اور آسمان مست ہے۔

حضرت خواجہ کی ابتداءِ تشریف آوری دہلی کے وقت وہاں کے بعض مشائخ بزرگ نے حضرت کے ظہور سے غیرت کھائی یا اور بہت کچھ توجہات کئے۔ آخر اس سے اُنہوں نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ اور نفع کے عوض نقصان پایا۔ مجبوراً حضرتؒ کی خدمت میں آئے۔ اور مخلصانِ حقیقی میں شامل ہو گئے۔

کرامت۔ خواجہ برہان الدین عُبیدی قدس سرہٗ نے اکابر وقت سے نسبتیں اور اجازتیں حاصل کی تھیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حصولِ فیض کی درخواست کی۔ حضرت نے اُن کو رابطہ کے لئے حکم دیا۔ وہ متعجب ہوئے کہ یہ حکم مبتدیوں کے لئے مناسب حال ہے۔ اگر حضرت کچھ مراقبہ عالی کے لئے حکم دیں تو مناسب ہے۔ مگر چونکہ حضرت خواجہ سے اعتقاد درست رکھتے تھے۔ اس لئے رابطہ میں مشغول ہو گئے۔ دو دن نہیں گذرے تھے کہ حضرت خواجہ کی صورت نے جس کو وہ محفوظ رکھتے تھے اور حضرت نے اس کا حکم دیا تھا۔ اُن پر غالب ہوئی۔ اور نسبت عظیم نے اُن پر غلبہ کیا یہاں تک کہ اُن پر سکر اور مستی کا غلبہ اس درجہ ہو گیا کہ باوجود تمکین اور شب خیزی

اور گرسنگی کے اس حال میں اختیار سے نکل گئے اور اُن کا ذکر زمین سے اوپر اچھلتا تھا اور اپنے آپ کو دیواروں اور درختوں سے دے دے مارتے تھے۔ حالانکہ جوانانِ قوی ہیکل آپ کو اس حالت میں سنبھالتے تھے مگر آپ اُن کے اختیار میں نہیں آتے تھے۔

کرامت۔ نقل ہے کہ ایک دفعہ خطیب صاحب منبر پر تھے۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ منبر کے سامنے تشریف فرما تھے اتفاقاً خطیب صاحب کی نگاہ آپ کے جمال مبارک پر پڑی۔ اُسی وقت اُن کے اعضا میں لرزہ پڑ گیا۔ اور اس حالت کا اُن پر ایسا غلبہ ہوا کہ طاقتِ گویائی کی باقی نہ رہی اور بے اختیار ہو کر منبر سے زمین پر گر پڑا۔

کرامت۔ ماہ رمضان المبارک میں ایک دفعہ سحر کے وقت ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے خادم کے ہاتھ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں فالودہ بھیجا۔ خادم نے سادہ لوحی سے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت خواجہ دروازہ پر تشریف فرما ہوئے اور فالودہ کا کٹورا خادم کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میرا نام بابا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چونکہ تو ہمارے شیخ احمد کا خادم ہے اس لئے تو ہمارے ساتھ ہے۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ محل میں تشریف لے گئے اور خادم واپس ہوا۔ حضرت خواجہ کے دولتِ حضوری سے علیحدہ ہونے کے ساتھ اُس تصرف کی وجہ سے جو حضرت نے اثناءِ کلام میں اُس پر کیا تھا۔ ایک نسبت اُس پر غالب ہوئی اور بیکار فریاد و آہ و نعرہ و فغان کرتے ہوئے گرتے پڑتے ہمارے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ وہ اُسی مستی اور آشفتگی کی حالت میں کہتا تھا کہ مَیں ہر جگہ ہر چیز میں ایک نورِ بے رنگ بے نہایت دیکھتا ہوں جس کو بیان نہیں کر سکتا۔ ہمارے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یقیناً حضرت خواجہ سے بیچارہ مقابل ہوا ہے۔ کیونکہ اُس آفتاب عالمتاب کے تقابل سے اِس ذرہ ایک پر تو پڑا ہے۔ دوسرے روز آپ نے شب کا قصہ حضرت خواجہ کی خدمت عرض کیا حضرت نے مسکرا کر ٹال دیا۔

کرامت۔ سنا گیا ہے۔ کہ ایک فوجی افسر ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ملاقات کیلئے آیا۔ اُس کا نوکر اس کے گھوڑے کو لئے ہوئے دروازہ پر کھڑا تھا۔ کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ استنجے کے لئے باہر تشریف لائے اتفاقاً اُس ولایت پناہ کی نگاہ بیچارے سائیس پر پڑ گئی۔ بیخودی اور جذبہ اُس پر غالب ہوا اور گریہ زاری شروع کی اور بے اختیار

خاک پر لوٹنے اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگا۔ آخر عصر سے شب کا ایک حصہ گذرنے تک اس کی وہی حالت بے قراری رہی پھر اُس کا جنون بڑھا اور بازار کی طرف روانہ ہوا اور اُسی حالت میں جنگل کی طرف دوڑتا ہوا نہ معلوم کہاں چلا گیا۔ اس کے بعد نہ اُس کا کہیں کچھ پتہ چلا اور نہ کسی نے اُس کی کچھ خبر دی ؛

کرامت۔ سیدی وسندی میر محمد نعمان سلمہ اللہ الرحمٰن اس مؤلف حقیر سے تذکرہ فرماتے تھے کہ اُن کی لڑکی کی ایک اناتھی اُنہوں نے اس کو ہر چند ہدایت کی کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی مرید ہو جائے مگر وہ ہمیشہ انکار ہی کرتی رہی۔ ایک روز وہ کسی تقریب سے لڑکی کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لیگئی۔ اُنہوں نے اس عاجز کی لڑکی کو گود میں لے لیا۔ اور اس کے حال پر بہت کچھ مہربانی فرمائی۔ اُس نے حضرت کی ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ مارا اور اُس کا ایک بال اُس کے ہاتھ میں آگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میر محمد نعمان کی لڑکی ہم سے یادگار لے رہی ہے۔ عجیب نظر دُور بین تھی کہ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی اور حضرت کا وہ موئے مبارک آج تک ہمارے گھر میں بطور یادگار کے باقی ہے ؎

مرا از زلفِ تو موئے بسند است فضولی مے کنم بوئے بسند است

ترجمہ۔ مجھ کو آپ کی زلف کا ایک بال کافی ہے۔ یہ بھی زیادہ سی بات ہے صرف اُس کی بُو ہی کافی ہے ؛

جب وہ انا گھر واپس آئی تو تھوڑی دیر کے بعد اُس پر بے خودی اور جذبات کے آثار نمودار ہونے شروع ہوئے۔ بیتاب و بے قرار ہونے لگی۔ ہاتھ پاؤں مارتی تھی آخر کار بے خودی نے غلبہ کیا اور ایک چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی۔ اُس کے بائیں پہلو میں دل کی حرکت اس زور سے جاری ہو گئی کہ سب حاضرین بخوبی اس کا معائنہ کرتے تھے۔ ایک مدت کے بعد جب اس کو ہوش آیا۔ تو ہم نے اُس سے پوچھا کہ تجھ پر کیا حالت گذری اور تو نے اس حال میں کیا دیکھا۔ اُس نے کہا کہ حضرت خواجہ وقتاً فوقتاً عجیب و غریب ہیبت ناک شکلوں میں نمودار ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ میں بے ہوش ہو گئی۔ اس کے سوا اور میں کچھ نہیں جانتی ہاں یہ جانتی ہوں کہ میرا دل ذاکر ہو گیا ہے ؛

حضرت میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ہم نے اُس کا حال حضرت خواجہ سے عرض کیا

آپ نے تبسم فرمایا اور اُس کو طلب کر کے ذکر کی تعلیم دی۔ آج کل یہ عورت فیروز آباد دہلی میں صاحبِ حال عورتوں میں سے ہے۔

کرامت۔ حضرت میر صاحب موصوف نے فقیر سے یہ بھی بیان کیا کہ چند روز تک بعض واردات اور سوانح سُکر یہ برخلاف شریعت حنفیہ مجھ پر غالب ہوئے میں نے ہر چند اپنی توجہ سے اُن کو دفع کرنا چاہا۔ مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ مجبوراً حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے عرض کرنے کا ارادہ کیا۔ جب میں مسجد میں پہنچا تو جماعت تیار تھی۔ مگر ابھی تکبیر تحریمہ نہیں باندھی گئی تھی۔ میں بھی صف کے ایک طرف کھڑا ہو گیا اور حضرت خواجہ صف کی دوسری طرف تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس قبلۂ حقیقی کے جمالِ مبارک پر نظر کر کے تحریمہ باندھوں۔ اتفاقاً میری نظر آپ پر اور آپ کی نظر مجھ پر ایک ساتھ پڑی پس حضرت کی نظر مبارک سے وہ حالت جس کے زائل ہونے کا میں ارادہ کر رہا تھا فوراً زائل ہو گئی۔

کرامت۔ حضرت میر صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مرضِ وفات میں حضرت کی تیمارداری اور خدمتگاری ایک رات باری باری مجھ کو بھی پہنچی اُسی رات کو حضرت نے ایک نظر مجھ پر ڈالی۔ اور ایک توجہ کی کہ اس کے اثر سے مجھ پر یہ حال غالب ہوا کہ جو کام مجھ سے صادر ہوتا تھا اُس کی بابت یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ آیا یہ کام حق تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہر حرکت اور سکون اور قدم اٹھانے میں میرا یہی خیال قائم ہو گیا۔ اس کا راز بعد میں کسی وقت میں حضرت نے مجھ کو بتایا تھا۔ یہ تھا کہ حضرت نے اپنے زمانۂ انتقال میں اپنے تسلیم و رضا کے دریا بے پایاں سے ایک موج اور اُس محیطِ بیکراں سے ایک قطرہ اس تشنہ جان کو پہنچا دیا تھا۔

کرامت۔ ایک روز ایک درویش صاحبِ حال و کشف نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ میں آج کل اپنے کام میں بندش اور اپنے باطن میں ظلمت دیکھتا ہوں معلوم نہیں کہ کس گناہ کے سبب سے مجھ سے مواخذہ فرمایا گیا ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس بارہ میں توجہ فرمائی اور فرمایا کہ لقمۂ طعام میں احتیاط ترک ہو گئی ہے اُس نے عرض کیا کہ لقمہ وہی ہے جو ہمیشہ سے تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ بخوبی تلاش اور جستجو کرو اِس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہے۔ یقیناً اُس کے کسی جزو میں فتور واقع ہوا

ہے۔ جب اچھی طرح جستجو کی گئی تو معلوم ہؤا کہ کھانا پکانے میں جو لکڑی دیگ کے نیچے جلائی جاتی ہے اُس میں بے احتیاطی ہو گئی تھی ◆

کرامت ۔ ایک روز ایک درویش صاحب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نماز باجماعت میں حاضر ہوئے موسم جاڑے کا تھا اور اُن کے پاس لحاف نہ تھا اِس لیئے اُن کے دل میں خیال گذرا کہ اگر حضرت خواجہ مجھ کو لحاف عطا فرمائیں تو بہتر ہے۔ حضرت خواجہ نے سلام پھیرنے کے بعد فی الفور فرمایا کہ اس درویش کو لحاف دو۔ وہ درویش کہتا تھا کہ اس روز سے میں ہمیشہ خوف زدہ رہا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی خطرہ جس سے حضرت کو ملال پہنچے میرے دل میں گذرے۔ فی الحقیقت آنحضرت قدس سرہٗ کا طریقہ بھی تھا کہ مجلس شریف میں اگر کوئی خطرہ گزرتا تو فوراً آپ کے باطن پر ظاہر ہو جاتا۔ آپ کا باطن لطیف مانند آئینہ کے تھا کہ سانس لینے کی گنجائش نہ تھی۔ اسی لیئے حضرت خواجہ دو تو طرف اپنے مخلص احباب کو کھڑا کرتے تھے کیونکہ اگر کوئی بیگانہ آجاتا تو فوراً اُس کی غفلت اور نقصان یا اس کے خطرات حضرت کے آئینہ باطن میں منعکس ہو جاتے تھے ◆

کرامت ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک ہم جلیس نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ہندوستان سے ماوراء النہر جانے سے پہلے لاہور میں نماز باجماعت ادا کرنے کے لئے ایک مسجد میں تشریف لیگئے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اثناءِ نماز فرض میں حضرت کے سینۂ بے کینہ سے ایک آواز نہایت مہیب ظاہر ہوئی جس سے سب نمازی متحیر ہوئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد نہایت عجلت کے ساتھ مسجد سے باہر نکل آئے تاکہ یہ راز مخفی رہ جائے۔ اِس کے بعد آپ نماز کیلیئے مسجد میں تشریف نہ لائے۔ بلکہ اپنی قیام گاہ پر دو تین محرمانِ راز کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے ◆

اُنھی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ مکان مذکورہ میں جو دو تین شخصوں کے ساتھ حضرت خواجہ نماز ادا فرماتے تھے میں بھی اُن میں تھا۔ ایک روز اثناءِ نماز میں میں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ کا مُنہ جس طرح قبلہ کی طرف تھا اُسی طرح ہماری طرف بھی ہے اور آپ ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ اِس حال کے دیکھنے سے میرے باطن میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ اور اُسی حالت میں میں نے نماز ختم کی اور جو کچھ میں نے دیکھا تھا حضرت سے عرض کیا ارشاد فرمایا۔ کہ

ان اسرار کو ہرگز کسی سے بیان نہ کرو۔

قدسیہ ۔ارباب بصیرت کے قلوب پر پوشیدہ و مخفی نہ رہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ سے ان دو عجیب کرامتوں کا ظاہر ہونا آنحضرت کے تکمیل کی دلیل ہے بسبب اتباع سنیہ مرضیہ نبویہ کے علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کیونکہ آں سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے مروی ہے کہ اثناءِ نماز میں سینۂ بے کینہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے جوش وخروش ایک میل تک مسموع ہوتا تھا۔

نیز روایت کرتے ہیں کہ حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ پشت سے بھی ایسا ہی ملاحظہ فرماتے تھے جس طرح کہ سامنے سے۔ لیکن حضرت سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر وقت یہی حال تھا اور حضرت خواجہ کو چونکہ اپنے وقت کے قطب تھے اور قطب کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ وہ قدم بقدم حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتا ہے۔ پس آپ کو ادائے فرض کے وقت جو مومن کی معراج ہے یہ حال حاصل ہوا۔ یہ امر مسلم ہے کہ تابع کامل کو متبوع کے تمام کمالات سے حصہ ملتا ہے۔

کرامت ۔ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہ اپنے دست مبارک میں آئینہ لئے ہوئے تھے اور ایک کو ازواج مطہرات سے فرمایا کہ آؤ ہم تم ملکر آئینہ میں دیکھیں وہ عفیفہ فرماتی ہیں کہ میں نے آئینہ میں آپ کو پیر سفید ریش دیکھا مجھ پر خوف پیدا ہوا۔ اور میں لرزنے لگی۔ اور میں نے کہا کہ مجھے ایسی چیزیں نہ دکھایئے مجھ میں ان باتوں کے دیکھنے کی تاب طاقت نہیں ہے۔ آپ مسکرائے اور خود کو اپنی اصلی شکل میں کہ آپکی ریش مبارک سیاہ تھی دکھلایا۔

کرامت ۔ایک عزیز اکابر وفضلاء کبیر السن میں سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں نمازِ جماعت میں حاضر ہوا۔ اس جماعت میں حضرت خواجہ قدس سرہ بھی تھے پہلی صف میں جگہ باقی تھی مگر حضرت خواجہ کے پہلو میں درویشوں نے ادب کی وجہ سے کچھ جگہ خالی چھوڑ دی تھی۔ چونکہ مجھ کو حضرت خواجہ قدس سرہ سے اعتقاد تھا اور آپکے میں آپ کی کم سنی کے زمانہ میں دیکھ چکا تھا۔ اس لیئے ادب کا خیال نہ ہوا اور میں اس باقی ماندہ جگہ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ اس کو عظمت کا دبدبہ مجھ پر غالب ہونا شروع ہوا۔ میں اپنے آپکو اس حالت سے بے اختیار ہو کر روک رہا تھا

مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو نوبت یہ پہنچی کہ اگر میں ایک قدم پیچھے اور ہٹتا تو چبوترہ سے نیچے زمین پر گر پڑتا۔ آخر کار میں خبردار ہوا اور اس حال کے مشاہدہ سے آپ کے مخلصانِ حقیقی میں شامل ہوا۔

کرامت۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی والدۂ ماجدہ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میں بانجھ ہوں۔ اس لئے میرا شوہر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اور بہت رنج اور بے قراری کا اظہار کیا۔ حضرت عصمت پناہ اس کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لائیں اور اس کی خواہش بیان کی۔ اتفاقاً اس وقت حضرت خواجہ معجون فلاسفہ نوش فرما رہے تھے۔ اور چھری سے کچھ حصہ معجون کا آپ نے تناول فرما لیا تھا۔ اور کچھ اس پر باقی تھا۔ فرمایا کہ بالفعل مادۃ الحیات حاضر ہے اس کو کھالے اور اپنے شوہر کے ساتھ بسر کرے۔ امید ہے کہ حاملہ ہو جائیگی۔ ولی نعمت نے مادۃ الحیات کو آنحضرت کے ہاتھ سے لیکر اس زنِ عقیمہ کو دیا۔ اس نے درستی اعتقاد اور عقیدہ کامل کے ساتھ اس کو کھایا اور وہ رات اپنے شوہر کے ساتھ بسر کی۔ حضرت خواجہ کے نفس نفیس کی برکت سے وہ عقیمہ عورت اسی رات حاملہ ہو گئی۔ اور اس کا شوہر دوسرے نکاح کے ارادہ سے باز آگیا۔

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے گھوڑے کے سائیس کا لڑکا حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میرے باپ کے پیٹ میں ایسا درد ہے کہ وہ قریب المرگ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے بے زبان (گھوڑے) کا حق لے لیا ہے۔ اگر وہ اُسے واپس دیدے تو اس کو صحت ہو جائیگی۔ لڑکے نے اپنے باپ کے پاس جاکر حضرت خواجہ کا کلام نقل کیا۔ اس نے کہا کہ حقیقت یہی ہے جو حضرت نے فرمائی میں نے کچھ روغن اور دانہ آج لے لیا تھا۔ اس نے اُسے واپس دیا اُسی وقت اُسے صحت ہو گئی۔

کرامت۔ سلسلہ چشتیہ کے ایک شیخ زادہ صاحب نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا تھا۔ اور وہ حضرت ہی کی خدمت میں بسر کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً اُن کو سخت بیماری عارض ہوئی جس سے قریب بہ ہلاکت ہو گئے اور لوگوں نے اُن کی زندگی سے ہاتھ دھو لئے۔ اور مایوس ہو گئے۔ بعض اصحاب حقیقت نے

ان کی شدت مرض کی کیفیت حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد فرمایا کہ اُن کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اس طریقہ کو ترک کر کے اپنے بزرگوں کی نسبت پیدا کرنی چاہیئے۔ اور اپنے آبائی سلسلہ کو اختیار کرنا چاہیئے اُن کا یہ خیال ہم پر ظاہر ہوا اور ہمارے دل کو رنج گزرا اور غیرت پیدا ہوئی۔ اِسی وجہ سے یہ مرض پیدا ہوا ہے۔ اُن سے کہو کہ اس خیال سے توبہ کریں تاکہ اِس ہلاکت سے رہائی پائیں۔ لوگوں نے یہ قصہ اُن سے بیان کیا اور اس سرگذشت سے خبر دی۔ اُنہوں نے کہا کہ واقعہ یہی ہے جو حضرت نے فرمایا ہے مجھ کو خیال ہوا تھا کہ طریقہ حضرت خواجہ کو ترک کر کے نسبت آبائی اختیار کروں۔ پھر اُنہوں نے اس سے توبہ اور معذرت کی فوراً اُن کا مرض صحت سے مبدل ہوگیا۔

کرامت۔ ایک روز آپ کا ایک مرید حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں آیا اور اور عرض کیا کہ اُن کی بیوی سخت بیمار ہے اور حس و حرکت سے عاجز ہوگئی ہے۔ زندگی کی امید باقی نہیں رہی۔ ہماری تمنا ہے حضرت اس کے حال پر توجہ فرمائیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم اپنے مکان کو سجاؤ۔ اور ایک چادر اپنی بی بی کو اڑھا دو۔ مرید صاحب مکان میں گئے اور ایک چادر اس بیمار عورت کو اڑھا دی۔ حضرت خواجہ اُن کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور اس فرشِ بیمار کے پاس تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اور دفع مرض کے لئے اُس پر توجہ کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس کو صحت ہوگئی۔ پھر آپ باہر تشریف لے آئے۔ اور وہ صاحب حضرت کی متابعت کیلئے اپنے دروازہ تک باہر آئے۔ حضرت نے اُن کو رخصت فرمایا وہ اپنے گھر واپس آئے۔ تو دیکھا کہ اُن کی بیوی صحیح اور تندرست بیٹھی ہوئی ہے اور مرض کا کوئی اثر اِس پر نہیں رہا۔

کرامت۔ ایک دفعہ حضرت کے ایک ہمسایہ پر نائب حاکم نے دستِ تظلم دراز کیا اور اُس کو گھر سے نکال دینا چاہا۔ یہ واقعہ حضرت خواجہ تک پہنچا۔ حضرت غضبناک ہوکر نکلے اور اس ظالم سے فرمایا کہ اس محلہ میں فقرا رہتے ہیں۔ جب تک ہو سکے درگذر کرو۔ وہ اس ظلم سے باز نہیں آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ہمارے حضرات خواجگان بہت عزت مند ہیں۔ صرف تیری جان ہی نہیں بلکہ بہت سی جانیں برباد ہو جائینگی۔ دو تین روز نہ گذرے تھے۔ کہ وہ ظالم چوری کی علت میں گرفتار ہوا۔ اور خویش اقربا کے ساتھ قتل کیا گیا۔

کرامت ۔ جس زمانہ میں حقائق آگاہ خواجہ حسام الدین احمد ترک حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں مشغول بطریقت تھے ۔ ابو الفضل نامی ایک لڑکا آپ سے قرابت دامادی کی رکھتا تھا ۔ اور ہمیشہ آپکے کاموں میں مزاحم ہوتا اور فقر سے غنا کی طرف آپ کو کھینچتا ۔ خواجہ نے اس ابوجہل وقت دشمن دین احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایذا رسانی کو حضرت خواجہ سے عرض کیا اور اپنی دلتنگی کا اظہار کیا حضرت نے فرمایا کہ اطمینان رکھو اس ملحد دین کا کام چند روز میں برہم جائیگا ۔ پس جس طرح کہ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ظاہر ہوا ۔ اور وہ انہیں دنوں میں مقتول اور مخذول ہوا ۔ اسکی تاریخ قتل یہ کہی گئی ہے مصرعہ

تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

ترجمہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کی تلوار نے باغی کا سر کاٹ لیا ۔

کرامت دہلی کے ایک عالم شیخ چاند بعمر ۵۰ سال نے ایک باکرہ لڑکی سے شادی کی کامل ایک سال تک وہ اس پر قادر نہ ہو سکے ۔ اس ندامت اور ذلت کی وجہ سے اُن کا ارادہ تھا کہ دہلی سے چلے جائیں ۔ اور ایسے گم ہو جائیں کہ کسی کو اُن کا پتہ نہ ملے ۔ اُن کا یہ ارادہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی سمع شریف تک پہنچا ۔ اور آپ کو اس کے حال پر رحم آیا ۔ ایک روز حضرت سوار ہو کر تشریف لیجا رہے تھے ۔ اثناء راہ میں اُن سے ملاقات ہوئی چونکہ وہ عالم تھے اس لئے حضرت خواجہ ان کی تعظیم کے لئے گھوڑے سے اُتر گئے ۔ انہوں نے بہت نیازمندی کی اور حضرت کے پیروں پر گر پڑے حضرت نے اُن کو اُٹھا کر بغل میں لے لیا ۔ اور دو تین بار اپنا سینہ اُن کے سینہ سے ملا کر اپنے جسم سے ملا لیا ۔ اس اثنا میں اُن کے کان میں آہستہ فرمایا کہ آج اپنی اہلیہ کے ساتھ بسر کرو ۔ ضرور اُس پر قادر ہو گے ۔ اُن مولوی صاحب کا بیان ہے کہ جب میں حضرت خواجہ کی خدمت سے جدا ہوا اُسی وقت سے اپنے اندر ایک عجیب قوت محسوس پائی جس کا بیان بے حیائی ہے ۔ الحاصل اُس رات کو میں نے اپنی بیوی کے ساتھ بسر کی اور حضرت خواجہ کی توجہ اور آپکے اثر نفیس سے میں قادر رہا ۔ اور پھر اُس سے اولاد ہوئی ۔

کرامت ۔ ایک درویش نے جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مریدوں سے تھا ایک جماعت سے

کہا کہ حضرت خواجہ سے میرے حال پر خاص توجہ کرنے کے لیے عرض کرو۔ اُن صاحب نے اُس کی استدعا حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچایا۔ حضرت نے فرمایا کہ اُس کا حصہ ہمارے پاس بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اُن صاحب نے اُس درویش سے جو کچھ کہ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ بیان کر دیا۔ درویش درویش نے اس ارشاد کو سُننے کے ساتھ ہی اپنا گریبان چاک کیا اور خاک سر پر ڈالی اور گریان و بریان فریاد کرتا ہوا نعرہ مارتا ہوا گرتا پڑتا آستانۂ عرش نشان پر پہنچا۔ بے طاقتی کی وجہ سے راستہ میں متعدد جگہ کیچڑ میں گرا دستار کہیں گری اور جوتے کہیں اسی طرح دیوانہ وار حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی مسجد میں پہنچا۔ جب اسکی نظر حضرت خواجہ پر پڑی تو نہایت اضطراب اور کمال پیچ و تاب کے ساتھ دوڑ کر دیوانہ کیطرح حضرت خواجہ کو بغل میں کھینچا۔ حضرت خواجہ اس سے اُسی وقت الگ ہوئے اور فرمایا کہ ہماری پیشانی پر نظر کر۔ اُس نے حضرت کی پیشانی مبارک پر نظر ڈالی اُسی وقت بیہوش ہو کر خاک پر گر پڑا۔ حضرت خواجہ اندر تشریف لیگئے دیر کے بعد جب اُس کو ہوش آیا تو لوگوں نے اُس سے اُس کی بے ہوشی کا راز دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی پیشانی انور میں مَیں نے جو کچھ دیکھا وہ بیان سے باہر ہے۔ اُس دیدار پر انوار کی تاب نہ ہو سکی۔ اور مَیں بے ہوش ہو گیا۔

کرامت ایک ضعیفہ کا جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے گھر کی ماماؤں میں شامل تھی۔ تین چار سالہ لڑکا قلعۂ فیروز آباد کی دیوار پر سے گر پڑا۔ اُس دیوار کے نیچے پتھروں کا فرش تھا۔ اور اُس کی بلندی تقریباً چالیس گز تھی۔ لڑکے کی ناک اور کان کے سوراخوں سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ اور سانس منقطع ہو گیا۔ اُس کی ماں کو گریہ زاری اور بے تابی اور بیقراری کی حالت میں سوائے اِس کے اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی۔ کہ حضرت خواجہ کے قدم محترم پر سر رکھ کر اُس کی زندگی کے لیے عرض کرے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اتنی مضطرب کیوں ہو۔ ممکن ہے کہ نہ مرا ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اُس لڑکے کو ہمارے حجرہ میں لے آؤ۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے بموجب عمل کیا گیا۔ حضرت بھی حجرہ میں تشریف لائے اور تھوڑی دیر توجہ فرمائی۔ آپ کی توجہ عیسوی دم سے اس لڑکے میں آثارِ حیات نمودار ہوئے اور حس و حرکت پیدا ہوئی۔ حضرت حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ اور کرامت کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے فرمایا کہ مَیں نے پہلے ہی کہا تھا کہ تھا۔ وہ نہیں مرا ہو گا۔ چنانچہ وہ زندہ ہے صرف

اُس کے دل میں فدعتہ آگیا تھا۔

بعضوں نے اس کرامت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت نے طب کی ایک کتاب طلب کی اور اُس کو کھول کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا نہ مرے گا۔ سب حاضرین متعجب ہوئے کہ یہ بات کس کتاب سے ظاہر ہوئی۔ ستر کرامت کے لئے حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ اِس کے بعد آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اور توجہ پاک سے وہ لڑکا زندہ ہو گیا۔

کرامت۔ وفات فرمانے سے قبل حضرت نے اپنی بی بی صاحبہ سے فرمایا کہ اس سال میری عمر چالیس سال کی ہو گئی ہے ایک واقعہ عظیم پیش آنے والا ہے۔ چنانچہ اسی سال آپ نے وفات فرمائی۔

کرامت۔ اسی زمانہ میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے کسی بزرگ کا انتقال ہونے والا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ شہر دہلی کے کنارے کوئی جگہ اختیار کرنی چاہئے۔ اور تعلقات کو ترک کر کے وہاں مدفون ہونا چاہئے۔ اس بارہ میں آپ نے بعض احباب کو استخارہ کرنے کے لئے حکم دیا۔ استخارہ درست نہیں آیا۔ تو یہ ارادہ ترک فرما دیا گیا۔

کرامت۔ اسی زمانہ میں آپ نے فرمایا کہ یہ کہتے ہوئے دیکھا گیا ہے کہ جس غرض کے لئے تم کو لایا گیا تھا۔ وہ پوری ہو گئی۔ اب کوچ کرنا چاہئے۔

کرامت۔ اسی زمانہ میں آپ نے ارشاد فرمایا یہ کہہ رہے ہیں کہ قطب زمانہ کی وفات ہو گئی۔ اور میں اُس وقت اپنے مرثیہ میں ایک قصیدہ بلیغ پڑھ رہا ہوں جس میں بڑی بڑی تعریفیں مندرج ہیں۔

کرامت۔ جب ماہ جمادی الثانی کی پندرھویں یا اٹھارھویں یا بائیسویں تاریخ علی حسب الروایات ہو گئی تو حضرت پر مرض کا غلبہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ پیراہن پہنو۔ اس خواب کو بیان کر کے آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اگر زندہ رہے تو ایسا ہی کریں گے ورنہ کفن پیراہن ہی ہے۔

کرامت۔ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ قدس سرہ کے ایک مخلص نے سفر کا ارادہ کیا۔

آپ نے اُن سے فرمایا کہ چند روز تک کہیں نہ جاؤ۔ ہمارا وقت آخر ہو گیا ہے اس ضعف کی حالت میں آپ سے بہت کچھ دقائق علوم آپ سے ظاہر ہوتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک رات استغراق اور استہلاک کا آپ پر ایسا غلبہ ہؤا کہ حاضرین نے اس کو نزع کی حالت خیال کیا۔ بہت دیر کے بعد جب اس حالت سے افاقہ ہؤا تو فرمایا کہ اگر مرنے کے معنی یہی ہیں تو کیا اچھی چیز ہے۔ جس سے افاقہ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے ؏

بروز دوشنبہ ماہ مذکور کی بیسویں کو آثار موت ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ اس حالت میں ایک درویش کی زبان سے کلمہ یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْن نکلا۔ آپ نے فوراً منہ پھیر کر اسکی طرف دیکھا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت خواجہ تام محبوب کے سُننے کے شوق میں بے اختیار متوجہ ہو گئے۔ اِس کلام سے چشمِ مبارک میں آنسو بھر آئے جب تھوڑا دن باقی رہ گیا تو آپ باواز بلند اَللہ اَللہ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور اسی روز وفات پائی روز یکشنبہ بست و ششم ماہ مذکور کو جس جگہ کہ آپ کے مریدوں کی رائے قرار پائی آپ کی قبر کھودی گئی۔ جب جنازہ اُٹھایا گیا۔ تو آپکے درویشوں نے جو مصیبت اور پریشانی کے سبب سے دلریش ہو رہے تھے۔ بجائے اس جگہ کے کہ جہاں آپ کی قبر مبارک کھودی گئی تھی دوسری جگہ جنازہ اُتارا۔ وجہ اُس کی یہ ہوئی کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کسی وجہ سے مریدوں کے ساتھ اُس جگہ تشریف لائے تھے۔ اور وہاں قیام کر کے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ اُس جگہ کی خاک اُڑ کر حضرت کے دامن مُبارک پر پڑی۔ اس وقت زبانِ الہام ترجمان سے یہ نکلا کہ اِس جگہ کی خاک ہماری دامنگیر ہو گئی ہے۔ پس مجبوراً اُسی جگہ جو کہ جوار قدم گاہِ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں واقع ہے اُس بادشاہ ہفت اقلیم ارشاد کو خزانہ کی طرح سونپ دیا گیا۔ اور ایک چبوترہ اونچا بنا کر اُس کو گھیر دیا گیا ؏

اس بقعۂ شریفہ کے گُل و گلزار اور اشجار قطعہ بہشت ہونے کی خبر دیتے ہیں گویا مقولہ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ اسی مکان عالیشان کے بارہ میں وارد ہوا ہے۔

عام طور سے آپکے مزار شریف کی تبرکاً زیارت کی جاتی ہے۔ اکثر فضلا اور عرفا نے اس صاحب کمال و کمال کی تاریخ کہی ہے جن کا احصا اس مختصر کتاب میں ناممکن ہے ایک فاضل نے آپ کی یہ تاریخ کہی ہے ؎

رفت از دنیئے شریعت مرشد اہلِ حال | آنکہ بود شرقِ قبلہ اربابِ معنیٰ صورتش
کے توانم نطق زد اندر صفات و ذاتِ او | ہست سرتاپا ہمہ عالم گواہِ عظمتش

سر گروہ نقشبندیہ بد آمد زاں سبب
۱۰۳۴ھ
سر گروہ نقشبندیہ حسابِ رحلتش

دوسرے فاضل نے یہ تاریخ کہی ہے ؎

دانی بدوست باقی بود | وز خود ہمہ فانی آں صفت بود
برخالق خویش جملگی عشق | برخلق تمام عاطفت بود

فرے تشتہ دلم بسالِ فوتش
۱۰۳۴ھ
خوش گفت کہ "بحرِ معرفت بود"

اِس حقیر قلیل البضاعت نے آنحضرت قدس سرہٗ کی تاریخ رحلت اس طرح کہی ہے ؎

آں خواجہ کہ کاملِ شریعت بود | دریائے معارفِ حقیقت بود
۱۰۳۴ھ
دی ہاتف غیب گفت سالش ہین | سلطانِ ممالکِ طریقت بود

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے حالات کے تذکرہ کے بعد ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز کا ذکر اولیٰ اور لائق تھا۔ کیونکہ اس کتاب حضرات القدس کی بنا محض حضرت کے مناقب و مآثر و مقامات و کرامات کے ذکر پر ہے۔ اور تصنیف کتاب کا مقصود اصلی اور علتِ غائی آنحضرت کے مقامات کا بیان کرنا ہے۔ مگر چونکہ آنحضرت اور آپ کے خلفا کا ذکر طویل الذیل ہے۔ اِس لئے اُس کے لئے ایک دفتر علیحدہ لکھا گیا ہے۔ اب ہم حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے فرزندوں کے اور آپ کے بعض اصحاب کے ذکر پر اِس دفتر اول کو ختم کرتے ہیں۔

خواجہ عبید اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ اس قرۃ العینین ولایت کی ولادت باسعادت غرہ ربیع الاول ۱۰۱۰ھ ہجری میں ہوئی۔ چونکہ ایک بزرگ نے ارتو بہار گلشن معرفت کی ولادت سے قبل ایک واقعہ میں دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ کو ایک صاحبزادہ خواجہ عبید اللہ حرار ہوگا۔ اِس لئے اسی اشارہ کی بنا پر آپ کا نام حضرت نے خواجہ عبید اللہ رکھا

اور آپ کو خواجہ کلاں بھی کہتے ہیں ؎

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کی تاریخ ولادت اس طرح فرمائی ہے ؎

درخانۂ کمترین غلامے | شد بند گہِ بزرگ نامے
این نام خجستہ ملک زاد | ان شاء اللہ شفیع من باد
او کردہ درسنِ خرابہ منزل | روزے یکم ربیع الاوّل
بد روز آخر آن یگانہ | افتاد درسنِ سیاہ خانہ
طبعم غزلِ نشاط مے گفت | دیدم ناگہ بہار بشگفت
تاریخ شناس تیز بین مرد | بشگفت بہار درخط آورد

ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ضعف مجھ پر غالب ہو رہا ہے۔ اور اُمیدِ حیات کم ہو رہی ہے۔ پس تم لڑکوں کے حالات سے خبردار رہنا۔ پھر آپ نے دونو مخدوم زادے خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبد اللہ کو اپنے پاس طلب فرمایا۔ اُس وقت دونو صاحبزادے اپنی اناؤں کی گودوں میں تھے۔ آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ ان پر توجہ کرو۔ میں نے تواضع کی۔ حضرت نے مبالغہ فرمایا۔ ناچار حضرت کے سامنے دونو مخدوم زادوں پر توجہ کیگئی یہاں تک کہ توجہ کا اثر ظاہر ہوا۔ خواجۂ کلاں نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنے والد بزرگوار کے سلسلہ کی اور طریقۂ انیقہ کی تحصیل فرمائی ہے اور علوم ظاہری کی تحصیل تمام کی۔ آپ علم تاریخ اور انساب میں حصۂ کامل رکھتے ہیں اور تصوف میں آپ کو شغف خاص اور علم انشا میں قدرت کاملہ حاصل ہے۔ مخدوم زادہ کے اخلاق حسنہ و طریق وقار و سکینہ و تمکین طبعی و جبلی اُس مخدوم زادہ کی جو اپنے بزرگوں کے طریقہ پر بے نظیرانِ زمانہ سے ہیں۔ خلوت و گمنامی و تنہائی میں بسر کرتے ہیں۔ مطالعہ کتب آپکا انیس و رفیق ہے۔ آپ کے اکثر اوقات تصنیف میں صرف ہوتے ہیں۔ تذکرۃ المشائخ بقدر ایک لاکھ اشعار یا کم و بیش ہیں آپنے تصنیف فرمایا ہے۔ اور اس کے سوا بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ چونکہ حقیر مؤلف مخدوم زادہ کی ملازمت سے مشرف نہیں ہوا ہے اور آپ کے حقیقت احوال سے کما حقہ اطلاع نہیں رکھتا ہے اس لئے اسی قدر ذکر پر اکتفا کرتا ہے ؎

خواجہ عبد اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دوسرے فرزند ہیں۔ اس گلبن گلزار حقیقت کی ولادت باسعادت آٹھویں ماہ رجب ۱۰۱۱ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ عبید اللہ قدس سرہٗ سے جو دوسری والدہ سے ہیں چار مہینہ چھوٹے ہیں۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کی تاریخ ولادت میں چند اشعار فرمائے ہیں۔ خواجہ زادہ آزادہ صورت اور سیرت میں اپنے والد عالی قدر کے ساتھ پوری مشابہت رکھتے ہیں۔

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا ہے اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل ختم فرمائی۔ اب درس کا پوری مہارت کے ساتھ درس دیتے ہیں۔ اور علم تصوف سے بہرہ کامل رکھتے ہیں۔ اور اس علم کے دقائق میں آپ فائق ہیں باعتبار علم کے نیز باعتبار ذوق وحال کے۔ آپنے اس علم میں رسائل عربی و فارسی نہایت پاکیزہ تصنیف فرمائے ہیں۔ آپ کے اشعار گلوگیر دلپذیر ہوتے ہیں۔

علم طریقت میں آپ کا انتساب ہمارے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سے ہے۔ جب طلب خدا آپ کے دل خجستہ سیرت کو دامنگیر ہوئی تو دہلی سے نہایت شوق و نیازمندی کے ساتھ پا پیادہ سرہند تشریف فرما ہوئے۔ اور ہمارے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی شرف ملازمت سے مشرف ہوئے۔ اور حضرت کے اشفاق بے حد و الطاف بے شمار سے ممتاز ہوئے۔ ہمارے حضرت حسب وصیت حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اور طلب صادق خواجہ زادہ تربیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ذکر و مراقبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی تعلیم دی۔ پس حضرت خواجہ زادہ ایک مدت تک خدمت آستانۂ عرش نشان پر بکمال خاکساری کے ساتھ مقیم رہے۔ اور واردات کثیر البرکات سے سعادتمند ہوئے۔ اور توجہات خاصہ اور نظرات مخصوصہ حضرت کی دیکھی۔ اور آنحضرت قدس سرہٗ کے علوم و معارف خاصہ سے بہرہ کامل حاصل کیا۔ نیز علم کلام کی بعض کتابیں مثل شرح مواقف وغیرہ اور بعض رسائل صوفیہ حضرت کی خدمت میں پڑھے۔ اسی طرح چند بار پیادہ و سوار نہایت مسکنت و انکساری اور تجرید

وتفرید کے ساتھ دہلی سے سرہند تک آنحضرت قدس سرہٗ کی قدم بوسی کے لئے آئے۔ اور مدتوں تک آنحضرت کی خدمت میں بسر کی اور فیض و برکات پائے اور آنحضرت کی خلافت و اجازت ارشاد سے سعادت گیر ہوئے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس خواجہ زادہ کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ آپ محمدی المشرب ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ آپ محبوبین سے ہیں۔ نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ مغلوبانِ نسبتِ توحید سے ہیں۔ آنحضرت نے اس رفیع القدر کے عرض احوال کے جواب میں خطوط عالیہ نگارش فرمائے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے:۔

مکتوب۔ صحیفۂ شریفہ پہنچا۔ اُس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ نسبتِ حضور اور اُس کے غلبہ کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا تھا بہت نایاب اور عجیب ہے کہ یہ دولت آپ کو تین چار سال میں میسر ہو گئی ہے دوسرے سلسلوں میں اگر دس سال میں حاصل ہو جائے تو نعمتِ عظمےٰ شمار کی جاتی ہے۔ پس اس نعمت کا شکر بجا لاؤ۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کی فطرت بلند ہے اور ایسے احوال کی تعریف آمیزش عجب سے مبرا ہے۔ اِس لئے اظہار نعمت کیا گیا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ونص قطعی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیشگاہِ توحید ظاہر ہونے لگی ہے۔ یہ دولت بھی آپ کو مبارک ہو۔ اور نہایت ادب کے ساتھ اس واردات کو قبول کرو۔ مگر اس حال کے غلبہ میں آداب شرعی کی اچھی طرح رعایت کرو۔ اور اس بندگی کے حقوق کما حقہ بجا لاؤ۔

ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے ایک مخلص کو اس خواجہ زادۂ عالی درجہ کے احوال کی خیر مآل اس طرح تحریر فرمائی تھی کہ جناب خواجہ عبد اللہ رمضان سے قبل دہلی تشریف لے گئے۔ خدائے پاک کا شکر ہے کہ انہوں نے اس سفر میں بہت سے فوائد حاصل کئے اور ورق کو تمام کیا۔ اور غلبات توحید سے دریائے تنزیہہ میں غوطہ کھا رہے ہیں۔ اور اُس کے عمق کی طرف متوجہ ہیں۔ اور ظاہر سے باطن کو بلکہ باطن بطون میں جا رہے ہیں خواجہ زادۂ والا دودمان نے متعدد عرائض مشتمل بر احوال حسنہ و واردات عالیات ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں تحریر فرمائے ہیں۔ دو عریضوں کے ذکر پر اس کتاب میں اکتفا کیا جاتا ہے۔

عریضہ۔ بندۂ مہجور پر تقصیر محمد عبد اللہ کی عرضداشت یہ ہے کہ اوقات انی

آنحضرت کی دعا سے امتی میں گذر رہے ہیں۔ خادمانِ حضور سے دُوری پر ندامت و پشیمانی اس قدر ہے۔ کہ گفت و شنید میں نہیں آسکتی ہے۔ اتنی شوریدگی اور سرگردانی ظاہر ہے کہ اُس کا ایک شمہ بیان نہیں ہو سکتا۔ سراپا درد و اندوہ ہے۔ باوجود اس کے خداوند کریم کا شکر ہے کہ رابطہ باطن کی نسبت میں جس کا حاصل فنا و نیستی ہے۔ ذاتاً و صفتاً و عیناً واثراً کوئی فتور نہیں ہے۔ فتور کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ وطن اصلی کی طرف رجوع کرنے کے بعد ہوا و غربت سر میں نہیں سما رہی ہے۔ اور اُنھارے غریبہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسرارِ عجیبہ جلوہ گر کئے جاتے ہیں۔ باطن کو اُن میں سے کسی چیز کی طرف التفات نہیں ہے۔ دریائے عدم میں پانی سر سے گذر گیا ہے۔ یہ سب آنحضرت قدس سرہٗ کی خدمتگاری و بندگی کی طفیل ہے۔ آپ کی ذات مبارک تا قیامِ قیامت طالبوں اور سالکوں کے سر پر باقی رہے ؛

دوسرا عریضہ۔ کمترین خدام والا درگاہ محمد عبداللہ بار یافتگان و راہ بردگانِ محفلِ خلد مشاکل حضرت خداوندی قبلہ گاہی ام ارشادہٗ کی بارگاہ اقدس میں عرض کرتا ہے کہ احوال اس طرح گذر رہے ہیں۔ جن کا ذکر فرصت ازطلب کرتا ہے۔ معلوم نہیں کہ سرانجام کار کیا ہے۔ اور آخر کہاں تک جائیگا۔ ایک شورش بہتر پیدا ہوئی ہے۔ دریائے حقیقت موج زن ہے۔ ہر دم دوسری موج پیدا ہوتی ہے۔ اور قطرہ کا شریعت عشق کی موج بننا۔ افسوس! افسوس میں کیا لکھ رہا ہوں۔ قطب دائرہ ظہور کی خدمت میں یہ دیوانگی امید کہ دیوانگی بخشدینگے ؎

گہ گریم و گاہ خندم گہ افتم و گہ خیزاں
آموختہ ام مستی از دلبرِ مستانہ

ترجمہ۔ کبھی میں روتا ہوں اور کبھی ہنستا ہوں کبھی گرتا ہوں اور کبھی اٹھتا ہوں میں نے مستی دلبرِ مستانہ سے سیکھی ہے ؛

اے قبلۂ خدا پرستان کرم کیجئے تاکہ گرداب جنون سے ساحل ہوش میں آؤں۔ اِس سے زیادہ عرض کرنا گستاخی ہے ؛

العبودیۃ۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے ایک واقعہ میں مخدوم زادہ کو ایک بشارت دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اُس کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

امام زماں قطب اقطاب عالم | کہ چوں او ندانم کہ بگذشت یک تن
ز بس ہمت و وسعت فیض باطن | بہ تجدید الف دوم شد معین
چو بہر شفاعت بہ محشر در آید | جہانے نہاں گرددش زیر دامن
شمار فتش بیش شد از انس و ملک را | جدا کرد از خدمتش ربّ ذوالمن
بسال ہزار و چہل نہ ز ہجرت | شب بیستم از رجب گفت با من
کہ اے برگزیدہ خداوند قادر | کہ بے اذن او جاں بپیوست با تن
ترا مرکز روزگار تو کردم | ہمی چند باشی بمرکز تو ممکن

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس خواجہ زادہ کے وسعت مشرب سے ہمیشہ ہراسان رہتے تھے۔ کہ ان تمام یقینیات کے ساتھ اپنے والد ماجد کے مسند ارشاد اور سجادہ پر جانشین ہو سکینگے یا نہیں۔ اور طالبوں کو فائدہ رسانی میں دماغ وزری اور سرگرمی کر سکینگے یا نہیں۔ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا کہ ایک دو شخصوں کو حکم حضرت کی تعمیل کے لئے طریقہ کی تعلیم دی۔ اور حضرت وارستگی و بے تعینی سے اس امر جلیل القدر کی پابندی نہ کر سکے۔

شیخ تاج الدین سنبھلی قدس سرہٗ

آپ کو ابتداء ارادت اور خلافت شیخ اللہ بخش خلیفہ میر سید علی قوام جونپوری قدس سرہما سے حاصل ہوئی مگر حضرت صمدیت جلت عظمتہ کی عنایت بے غایت سے آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کی مختلف تربیتوں سے مراتب کمال و تکمیل کو واصل ہوئے۔ آپ ہند کے بزرگ زادوں سے ہیں۔ اور فضائل ظاہری سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور نہایت شیریں سخن تھے۔ حکایات رنگین و لفریب اداؤں سے نقل کرتے تھے۔ جب آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو مغلوب الحال پاتے تو لطائف کلمات سے حضرت کو باتوں میں مصروف کرتے تھے۔ خواجہ بزرگوار قدس سرہٗ سے اسرار کے دریافت کرنے میں سب سے زیادہ دلیر تھے۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ارادہ شیخ صاحب کو خلافت عطا فرمانے کا ہوا۔ تو حضرت کو یہ خیال ہوا کہ اگر شیخ تاج بھی اس کے متعلق واقعہ میں کچھ دیکھیں تو بہتر ہوگا

چنانچہ ایسا ہی ہوُا کہ حضرت شیخ نے معاملہ میں دیکھا کہ حضرت علی عزیزان قدس سرہٗ نے اپنی کلاہ ترکی آپ کے سر پر رکھی ہے حضرت خواجہ نے اس واقعہ سے سماعت فرمانے کے بعد شیخ کو خلافت دی۔ اور آپ کے وطن مالوف سنبل کی جانب آپ کو رخصت کیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کی خلافت عطا فرمانے کے بعد سے آپ کے نفس اور نظر میں ایسا اثر عظیم پیدا ہوُا کہ جس شخص کو آپ اس طریق کا ذکر تلقین فرماتے اس کو جذبات اور غلبات گھیر لیتے۔ اور اس سے ارادات و احوال ظاہر ہونے لگتے تھے۔

آپ نے حضرت کے حسب الارشاد سفر وطن اختیار کیا۔ اور ارشادِ اصحاب و ہدایت طلاب میں مشغول ہوئے۔ بعض لوگوں نے سنبل کے ایک دیوانہ ابو بکر مرید شیخ الہ بخش وغیرہ کو شیخ سے بھڑا دیا۔ آپ نے اس کو تادیب ضرب سے یگانہ کر کے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اظہار ملال کیا۔ خواجہ بندہ نواز نے آپ کو اس نامۂ عنبرین خوشبو سے سرافراز فرمایا۔

مکتوب۔ شیخ ابی بکر سے جو دماغ خشکی آپنے کی تھی۔ اس کو ہم نے پڑھا۔ ایسی چیزیں مقام شفقت کے مناسب نہیں ہیں۔ جبکہ اولیاے کبائر سے محفوظ نہیں ہیں تو نامراد بیچارہ جس نے چند ہی روز سلوک طریق سے تصفیہ کیا ہو۔ کیونکہ محفوظ اور معلوم ہو سکتا ہے۔ تاکہ خلاف امید اس سے ظاہر نہ ہو سکے۔ خصوصاً دیوانہ سے جو مسلوب العقل ہو استقامت صفات کی امید نہ رکھنی چاہئے۔ خواہ وہ مرتبۂ ولایت تک کیوں نہ پہنچ چکا ہو۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس وقت کونسا امر نامعقول اس کی ذہن میں پسند آ گیا۔ جس کی وجہ سے صورت صواب اس کی نظر سے پوشیدہ ہو گئی۔ دیوانوں کا کارخانہ ہی الگ ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تکالیف شرعیہ عقل سے متعلق ہیں۔ الحاصل ہر ایک کو اس کے مرتبہ پر معذور رکھنا چاہئے۔ اور نظر فاعل حقیقی پر ہے۔ بلکہ معیتِ وجود کو دیدۂ ادب سے پہچانو کیونکہ نفوس مختلف ہیں۔ بعض امارہ ہیں اور بعض مطمئنہ اور بعض درمیانی۔ جس کو لوامہ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی اگر ذوی العقول ہوں تو اس صورت میں ہے۔ مطمئنہ اولیائے رشید کے نفوس ہیں۔ ارباب نفوس امارہ کو بھی معذور رکھنا چاہئے۔ بلکہ نظر لطف دیدے سے ہر کام میں معاملہ جمیل سے کام لیتے رہے ہو۔ اہل سنبل کے طعن کا بھی انکار مت کرو بلکہ انہیں نظر ترحم سے اُن کو دیکھو کیونکہ یہ لوگ استقامت عقل سے نکل گئے ہیں اور شیوۂ نفوس انسانیت

کو فراموش کر چکے ہیں۔ اگر کوئی عاجز کنارہ کشی کرے۔ تو اُس کے بطلان پر کیوں حکم لگاتے ہو اور اُس کے تمامی امور کو تلبیس میں کیوں داخل کرتے ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ ملامت اولیا کے نصیب میں ہی ہے۔ ہم خود ایسے اُمور کے ظہور میں دوسرا طریق رکھتے ہیں۔ جب ہم تک کوئی ملامت پہنچتی ہے۔ تو ہم اپنے میں دیکھتے ہیں۔ پس اگر ہم کوئی بری بات اپنے اندر پاتے ہو تو ان اشارات کو پندِ غیبی جانتے ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں ہم نے بھی اپنے اندر نفاق اور تلبیسات پائیں۔ اور بارگاہ کرم ایزدی میں اُن سے پناہ طلب کی انشاء اللہ تعالےٰ جاتی رہینگی۔ آننا بتلاؤ کہ سنبلیوں کی ملامت سے تم کو کیا نقصان پہنچے گا۔ کیا تمہاری عبادت قبول نہ ہوگی۔ باصفا توجہ جاتی رہے گی یا درگاہ خداوندی میں سے رد کر دئے جاؤ گے۔ ع

معشوقہ ترا و بر سرِ عالم خاک

ترجمہ۔ تمہارا معشوق تم کو ملجائے اور اوروں کے سر پر خاک والسلام

دوسرا مکتوب ۔ نیز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے شیخ کو لکھا ہے۔ کہ

اے عزیز میرے! ہدایت مطلق مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کے پرتو میں ہے۔ کہ باطن سالک محبت ذات اقدس میں گرفتار رہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ باوجود دردِ دُوری کے تمام مقام و مشاہدات و مراتب و اطوار اُس کی ہمت کے سامنے حقیر رہیں ؎

رندیے چندند کس نداند چندند برنسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

ترجمہ۔ چند ایسے رند ہیں کہ اُن کو کوئی نہیں جانتا۔ وہ دنیا کے نقد اور ادھار پر ہنستے ہیں۔

ایسی حالت والا شخص سالک اِس حالت سے علیحدہ ہونے پر مقام بندگی میں پہنچکر اسم اَلْغَنِیُّ کا مظہر ہوجاتا ہے۔ اور اس کا فقر انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ع

اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ هُوَ اللهُ این است

یعنی بے استغراق و کشش اعلےٰ کے اور بغیر معلوم کئے اس امر کے کہ کشش دست و پا اور صور کائنات اور اشباح عالم کی سراب سے زیادہ نہیں ہے میسر نہیں ہو سکتے آپکا کلام شریف ختم ہوگیا۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے دارالخلافہ کا سفر فرمایا تو آپ نے آدارہ دلی کی وجہ سے سیر و سیاحت بلاد کو اختیار فرمایا۔ اور اکثر ممالک ہندوستان و کشمیر کی سیر کرکے زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و کرامۃً کی طرف متوجہ ہوتے اِن ممالک متبرکہ کے

ساکنین سے آپ سے نہایت اخلاص پیدا ہوا۔ شیخ محمد علان قدس سرہٗ کہ اعیان و اکابرِ حرم سے تھے۔ اور اس دیار منبع الانوار کے اکابر میں علم اور پرہیزگاری اور عمل و ریاضت و قناعت میں بہتر تھے۔ آپ کی ارادت میں داخل ہوئے۔ اس سے آپ کی شہرت اس سرزمین میں بہت کچھ ہوئی۔ شیخ کو دیار عرب میں شیخ شیخ اعلان کہا جاتا ہے۔ آپ مختلف دفعہ دیار عرب سے دیار عجم میں آئے۔ اور پھر حج کے وقت ان ممالک شریفہ میں پہنچ گئے۔ ایک بار آپ ولایت لحسا اور بصرہ میں تشریف لیگئے۔ یہاں ایک جماعت کثیر اور جم غفیر آپ کی ارادت میں داخل ہوئی۔ اور گرمی صحبت اور اجتماع احباب بایں جمعیت مرتبہ کمال کو پہنچ گیا تھا۔ کہ زمانہ عرفات نزدیک آیا۔ پس آپ بیقرار ہو گئے اور اس ہنگامہ کو درہم برہم کر دیا۔ اور شیخت کو ایک طرف رکھ دیا۔ اور یہیں سے لباس احرام پہنکر ایک ناقہ اور دو خادموں کے ساتھ توکل کے قدم بقدم فقر و فاقہ کے ساتھ متوجہ بیت اللہ و روضۂ منورۂ حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ اس سال یعنی ۱۰۳۷ھ ہجری میں جبل عرفات پر میں نے شیخ کو دیکھا کہ اُن کے احرام کے کپڑے زیادہ دن گذر جانے کی وجہ سے نہایت میلے ہو گئے تھے۔ اور آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بال ژولیدہ اور چہرہ غبار آلودہ ہو گیا تھا۔ آپ کی ریش سفید اور چشم گرم سفر کا بلکہ نشر دیگر کا پتہ دے رہی تھی۔ شیخ صاحب کمال کے اس حالت کو دیکھ کر میں بہت متاثر الحال ہوا اور میرا اعتقاد آپ کی جانب اور زیادہ ہو گیا۔ بیت

دوست آوارگی ہمی خواہد رفتن حج بہانہ افتادہ

اس حال میں آپ نے فرمایا کہ میں مہینوں اور برسوں جنگلوں اور بیابانوں میں پھرا اور این و آن کو آزماتا رہا۔ مگر اب میں اپنے مولا کے گھر کی جاروب کشی کر رہا ہوں تاکہ یہیں خاک ہو جاؤں۔ مصرعہ

خوشا آں سرکہ بر آں آستانہ خاک شود

ترجمہ وہ کیا اچھا سر ہے جو اس آستانہ کی خاک ہو جائے

اس زمانہ میں کہ اب ۱۰۴۹ھ ہجری ہے۔ آپکی عمر شریف قریب نوّے ۹۰ سال کے ہے آپ نے بیت اللہ شریف کے قریب ایک زمین خریدی ہے۔ اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے ہیں۔

آپ ہمیشہ حجرۂ خلوت میں رہتے تھے۔ اور آنے جانے والوں سے بقدرِ ضرورت مل لیتے تھے۔ اور اُن کا نام و مقام دریافت کر کے رخصت کر دیتے تھے۔ پادشاہانِ ممالک آپکے دیدار سے برکت حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ اگر آپ کی مرضی ہوتی۔ تو اُن کو اندر طلب کرتے ورنہ کہہ دیتے کہ دوسرے وقت آؤ۔ الحاصل ممالک عرب و شام و روم کے ملوک و امراء و عوام الناس جناب شیخ سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے۔ اور آپ اُن ممالک میں آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے مختلف رسائل اربابِ ذوق و حال کے اطوار و اقوال کے بیان میں ہیں۔ آپنے اہل عرب کی فائدہ رسانی کے لئے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے بعض رسائل فارسی کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اور اثباتِ پیری مریدی میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ پیری و مریدی بدعت ہے۔ آپ نے اس کا رد فرمایا ہے۔ تعلیم اذکار میں آپ کا ایک رسالہ ہے +

خواجہ عبداللہ امام اصفہانی قدس سرہٗ کے اس قول میں جو نفحات میں مذکور ہے کہ اوّلاً اُس شخص کی صورت کو جس سے یہ نسبت حاصل کی گئی ہے خیال میں لائیں +

حضرت شیخ اس قول میں لکھتے ہیں کہ فَيَنْبَغِي أَنْ تَجْعَلَ صُوْرَةَ الشَّيْخِ عَلٰى كَتِفِكَ الْأَيْمَنِ فِي خَيَالِكَ وَتَعْتَبِرَ عَنْ كَتِفِكَ إِلٰى قَلْبِكَ أَمْرًا مُمْتَدًّا وَتَأْتِي بِالشَّيْخِ عَلٰى ذٰلِكَ الْأَمْرِ الْمُمْتَدِّ وَتَجْعَلَ فِي قَلْبِكَ فَإِنَّهٗ يُرْجٰى بِذٰلِكَ حُصُوْلُ الْغَيْبَةِ وَأَثَرُ الذِّكْرِ إِنَّهٗ فِي زَمَانِ النَّفْيِ يَنْفِي عَنْكَ وُجُوْدَ الْبَشَرِيَّةِ وَفِي زَمَانِ الْإِثْبَاتِ يَظْهَرُ فِيْكَ أَثَرٌ مِنْ آثَارِ تَصَرُّفَاتِ الْجَذَبَاتِ الْإِلٰهِيَّةِ وَالْأَثَرُ مُتَفَاوِتٌ بِحَسَبِ الْاِسْتِعْدَادَاتِ فَبَعْضُهُمْ أَوَّلُ مَا يَحْصُلُ لَهُمُ الْغَيْبَةُ وَبَعْضُهُمْ أَوَّلُ مَا يَحْصُلُ لَهُ السُّكْرُ وَالْغَيْبَةُ وَبَعْضُ ذٰلِكَ يَتَحَقَّقُ لَهُ الْعَدَمُ وَبَعْدَهٗ يَتَشَرَّفُ بِالْفَنَاءِ كَمَا قَالَ الشَّيْخُ عَبْدُ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ قُدِّسَ سِرُّهٗ فِي تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْآيَةِ وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ أَيْ نَسِيْتَ غَيْرَهٗ ثُمَّ نَسِيْتَ ذِكْرَكَ ثُمَّ نَسِيْتَ فِي ذِكْرِ الْحَقِّ إِيَّاكَ۔ ترجمہ۔ پس تو اے طالب صورتِ شیخ کو اپنے سیدھے کاندھے پر خیال میں لا اور اپنے بازو سے قلب تک ایک خط دراز فرض کر۔ پس اس صورت کے ساتھ اس امرِ ممتد کی مشاق کر تا رہ اور اُس خط کو اپنے قلب میں داخل کرتا رہ۔ پس اس سے تجھ کو غیبت

حاصل ہوگی۔ ذکر کا اثر یہ ہو کہ نفی کے وقت وجود بشریت کی تجھ سے نفی ہو جائے اور اثبات کے وقت تصرفات جذباتِ الٰہیہ تجھ میں پیدا ہو جائیں۔ اور اثر بلحاظ استعداد کے متفاوت ہوتا ہے۔ بعضوں کو سکر اور غیبت دو تو ہوتے ہیں۔ اس کے بعد عدم متحقق ہوتا ہے۔ اور اُس کے بعد طالب فنا سے مشرف ہوتا ہے۔ شیخ عبد اللہ انصاری قدس سرہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہ یاد کر تو اپنے پروردگار کو جب تو بھول جائے یہ فرمایا ہے کہ اُس کے غیر کو بھول جائے۔ اور پھر ذکر حق میں اُس کو بھی بھول جائے۔

آپ کی عمر گرامی تنانوے سال کی تھی کہ مکہ مکرمہ میں شب شنبہ وقت عشا ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپکا مزار پر انوار مکہ معظمہ کے ایک باغ میں جس کو آپ نے اپنی قبر کے لئے بتایا تھا واقع ہے۔ آپ کی وفات کی تاریخیں فخر العلما و قطب دوران رفت ہیں۔

خواجہ حسام الدین احمد دہلوی قدس سرہ

کے حالات

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کے بڑے مریدوں اور مخلص احباب میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۹۷۰ھ ہجری میں بلاد بدخشان کے ایک قصبۂ قندوزمیں ہوئی۔ آپ کا نسب شریف ایک طرف سے حسن بصری قدس سرہ تک پہنچتا ہے۔ اور دوسری طرف سے امام زاہد مصنف تفسیر زاہدی سے ملتا ہے۔

آپکے والد ماجد قاضی نظام الدین بدخشانی اکابرِ علماء سے تھے۔ اور مولانا سعید ترکستانی اور مولانا احمد جندی کے تلامذہ سے تھے۔ آپ ۹۸۱ھ ہجری میں ہندوستان میں آئے۔ اور زمرۂ امراء کبار سلطان ابی المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ میں منسلک ہوئے۔ حضرت خواجہ حسام الدین احمد بھی اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ہند تشریف لائے اور والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ بزمانہ کم سنی امارت وجاہ کی قیود میں مبتلا رہے۔ اور اسی زمانہ میں حضرت حاجی رمزی سے سند اجازت مصافحۂ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ حاصل کی۔ جس کا ذکر مفصلاً ہم نے سنوات الاتقیا میں کیا ہے۔ اور اُن کی برکات صحبت سے درویشی و خدا طلبی کا باغ آپ کے سینۂ بے کینہ کی وسعت میں خرم پڑ چکا تھا۔

آپ کا دل ہمیشہ صحبتِ فقرا کی طرف مائل رہتا تھا۔ اور خلوت و گوشہ نشینی کا متلاشی۔ آپ اُس زمانہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور حضرت کی توجہات عالیات اور برکات فائضات اور آپ کی صحبت کثیر البرکات سے فقر و نیستی کا شوق آپ کے دل میں روز بروز زیادہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز جذبۂ الٰہی پہنچا اور اُس کے عشق کا جنون پر فنون آپ پر غالب ہوا۔ پس آپ نے تمام اسباب و دولت کو لٹا دیا۔ اور ادہم وار ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ چونکہ بادشاہ دارا جاہ کو آپ سے عنایت خاص تھی۔ ابو الفضل وزیر سلطان حضرت قدس سرہٗ کا داماد تھا۔ بادشاہ اور وزیر دونوں نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں تاکہ آپ کو فقر کے راستہ سے غنا کے راستہ پر لوٹا لیں۔ آپ نے یہ حال حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اُس وزیر کو جو آپ کا دشمن تھا تیغ بے دریغ باطن سے قتل کر دیا۔ جس کا بیان حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی کرامات میں گزر چکا ہے

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ آپ کو ظاہر میں جلال سے اور باطن میں جمال سے تربیت فرماتے تھے۔ ظاہر میں اپنے پاس سے نکال دیتے تھے۔ اور باطن میں بلاتے تھے۔

رباعی: خوش نازیست ناز خوب رویاں ز دیدہ راندن و از دیدہ جویاں

بچشمے ناز بے اندازہ کردن بدیگر چشم عذرے تازہ کردن

تن جملہ معشوقوں کا ناز بھی عجیب ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ آنکھ سے کسی کو گرا دیتے ہیں۔ اور پھر اُس کی تلاش کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ بے حد ناز ہوتا ہے دوسری مرتبہ معذرت چاہتے ہیں۔

جناب خواجہ حسام الدین احمد قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ جب میں لاہور میں تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ گھوڑے پر سوار ہیں اور خلائق کا ایک جم غفیر آپ کی خدمت میں دوڑ رہا ہے۔ اور ہر جانب سے آپ کو لوگ گھیر رہے ہیں۔ کہ یہ بزرگ قطب وقت ہیں۔ اس خواب کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور قبول کی تمنا کی۔ حضرت نے اظہار معذرت فرمایا۔ مجھ پر گریہ و زاری اس طرح ہوئی کہ ایک شور پیدا ہوا اور لوگ چہار جانب سے میری طرف دوڑے اور تمام درویش اور صوفی میری گریہ و زاری دیکھ کر رونے لگے۔ میں اُس گریہ و زاری کی حالت میں کہتا تھا کہ یہ کیسا ناز و انداز ہے کہ خود مجھ کو دکھاتے ہیں اور میرا دل چھین لیتے ہیں اور اب عذر کرتے ہیں۔ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں۔ و میرے یہ الفاظ جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے گوش الہام نیوش میں پہنچے۔ تو آپ نے تبسم فرمایا

اور مجھ کو اپنے حضور میں طلب فرما کر ذکر کی تلقین کی اور جذبہ کے القا سے نوازش فرمائی۔

بیت تا نگرید کودکے حلوا فروش رحمتِ حق کے ہمی آید بجوش

جب تک کہ حلوائی کا لڑکا مجبور ہو کر نہیں روتا۔ خدا کی رحمت جوش میں نہیں آتی۔

ایک دوست حضرت حسام الدین احمد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں میرے اعتقاد اور ارادت کا سبب یہ پیش آیا کہ آپ کی ذات مبارک سے عرصۂ دراز سے ملاقات تھی اور کمال درجہ کی صداقت اور خلوص حاصل تھا۔ ایک رات میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مکان پر آیا۔ آپ اس وقت وضو کے لئے اُٹھے تھے میں بے تکلفی اور اتحاد کی وجہ سے حضرت خواجہ کے فرش پر تکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ اور مجھ کو نیند آ گئی۔ کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ وضو کر کے تشریف لے آئے۔ اور مصلے پر کھڑے ہوئے اور لفظ اَللّٰهُ اَكْبَرُ زبان سے نکلا تو ایسا اچھلے کہ آپ کا سر مبارک چھت تک پہنچ گیا۔ حالانکہ چھت نہایت بلند تھی۔ پھر اُتر کر جانماز پر کھڑے ہو گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر میرے بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ اور اس بے تکلفی کو بھول گیا۔ اور آہستہ وہاں سے نکل آیا۔ دوسرے دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت کچھ ادب اور تعظیم سے پیش آیا۔ آپ نے دل لگی سے دریافت فرمایا کہ خلاف عادت آج یہ تواضع کیسی ہے مجھ کو اپنی شب کی سرگزشت یاد تھی۔ اُس کو عرض کیا اور اُس کی وجہ دریافت کی۔ اور اس بارہ میں بہت ہی تواضع اور نیازمندی کی۔ تو ارشاد فرمایا کہ رُوح نے جب اپنے محبوب کا نام سُنا تو چاہا کہ جسم سے مفارقت کرے لاچار ہو کر اچھلی اور جسم کو بھی قوت کے ساتھ اٹھا لیا اس کے بعد ستر حال کی غرض سے ارشاد فرمایا کہ ایسی باتوں سے کیا ہوتا ہے یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نہایت انکساری کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کو تعلیم طریقت کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ نے عرض کیا کہ اگر اس خدمت سے مجھ کو معذور رکھا جائے تو مناسب ہے مجھ میں اس بارِ عظیم کے برداشت کرنے کی طاقت کہاں ہے۔ حضرت خواجہ نے چونکہ آپ کو اس قول میں صادق دیکھا۔ آپ کے عذر کو پسند کیا۔ اور فرمایا کہ خوب کیا جو آپ نے خود کو اس کام سے رہا کر لیا۔ حضرت خواجہ کے مرض موت میں بیداری اور

اور تیمار داری کے خدمات جو بڑی بڑی برکتوں پر مشتمل تھیں آپ ہی سے متعلق رہیں اور آنحضرت کے تجہیز و تکفین کی خدمت بھی آپ ہی سے وقوع میں آئی۔ اور پیر دستگیر کی وفات کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے! اور وارد و صادر کی خدمت بھی آپ ہی سے متعلق تھی اور پیر زادوں کی تعلیم اور ان کی بسر بود کا انتظام بھی آپ ہی کے ذمّہ تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ کو حضرت خواجہ کے ساتھ عشق و محبت عظیم تھی۔ اور آپ کی شیفتگی و فریفتگی آنحضرت پر کمال درجہ تھی۔ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خواجہ احرار ہی ہمارے حضرت خواجہ کے لباس میں جلوہ گر ہوئے تھے۔

آپ کا طریقہ اینقہ یہ تھا کہ نماز صبح کے بعد سے طلوع آفتاب تک رو بہ قبلہ ہو کر مراقب رہتے تھے! اور ادائے نماز اشراق کے بعد اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کے مزار فیض آثار پر جو قدم رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے قریب شہر سے دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے جایا کرتے تھے۔ اور تمام دن وہاں تلاوت قرآن شریف و نماز و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ روزانہ پندرہ پارے کلام مجید آپ تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور چند حدیثیں روزانہ مشکوٰۃ شریف کی مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اور نماز حضرت کے مزار پر انوار پر ادا کر کے شہر واپس آتے تھے۔

آپ حسن سلوک سے متصف تھے۔ خلقت نوازی بفحوائے اَلشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ آپ کے چہرۂ زیبا سے ظاہر تھی! باوجودیکہ ارباب دنیا اور اصحاب غنا سے آپ کو نفرت تھی تاہم حاجات فقرا پوری کرنے کے لئے آپ کی سفارشیں اُن کے پاس جایا کرتی تھیں آپکے بعض مخلصین نے آپ کی سفارشوں سے بعض دنیا داروں کو کبیدہ دیکھ کر آپ سے عرض کیا کہ اس بارہ میں آپ کمی اختیار فرمائیں۔ مگر جب کبھی کوئی حاجت مند آجاتا تو چونکہ خلق خدا پر آپ کی بہت شفقت تھی اس لئے آپ بے اختیار ہو جاتے۔ اور جس کام کے لئے حاجتمند التماس کرتے اُس کی بابت آپ فوراً سفارش فرما دیتے۔

ایک دفعہ ایام شباب میں یہ حقیر قلیل البضاعت بطریق سیر لاہور گیا تھا۔ اُس عرصہ میں آپ بھی وہیں مقیم تھے۔ میں بھی آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا آپ اُس وقت وضو کے ارادہ سے اُٹھے تھے۔ فقیر کی ملاقات سے بہت کچھ اظہار مسرّت فرمایا اور مصافحہ و معانقہ سے امتیاز بخشا۔ اور فرمایا کہ آپ مکان میں تشریف رکھیں۔ میں بھی وضو کر کے آتا ہوں۔ پھر آپ

تشریف لائے۔ اور ظہر کی نماز میں نے آپ کی خدمت میں ادا کی۔ بات چیت سے فرصت پا نے کے بعد آپ کچھ دیر تک رو بقبلہ مراقب رہے۔ اور فقیر بھی آپ کے ساتھ مراقب رہا۔ مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دستر خوان طلب فرمایا۔ دو کاک اور ایک کاسہ شربت حاضر کئے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی سے خبر آئی تھی کہ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کا عرس کل ختم ہو گیا۔ کل ہمارے پاس کچھ خرچ کو نہ تھا۔ آج کہیں سے کچھ ہمدست ہو گیا ہے۔ اِس لئے آپ کے فاتحہ کی نیت سے کاک پکائے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ مَیں آپ کی ہمکاسگی سے مشرف ہؤا۔ چونکہ آپ حاجتمندوں پر بے انتہا شفیق تھے۔ اور خلقت کی حاجت روائی پر آپ بہت حریص تھے۔ اِس لئے آپ نے خیال فرمایا کہ ممکن ہے کہ فقیر بھی کسی امیر کے نام آپ کی سفارش لینے کے لئے حاضر ہؤا ہو۔ پس فرمایا کہ آج کل دہلی سے حکم آیا ہؤا ہے۔ کہ اپنے باکمال مریدوں اور درویشوں کے نام لکھ کر بھیج دوں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حکم ہے۔ کہ ایسے امرا صاحبانِ ہمت کے ناموں سے بھی اطلاع دیجائے جو آپ کے معتقدین اور نیازمندوں میں سے ہوں۔ مناسب ہو تو مَیں تمہارا نام بھی اُس فہرست میں شریک کر کے کچھ سفارش کروں۔ مَیں نے عرض کیا کہ فقیر لاہور کی سیر کو محض آپ کی ملازمت کے لئے خالصاً للہ تعالےٰ آیا ہے۔ نہ کسی اور غرض کے لئے۔ آپ اس بات کو سُنکر بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ کیوں نہ ہو۔ آخر آپ حضرت مجدّد صاحب قدس سرہٗ کے صحبت یافتہ اور اُن سے تربیت یافتہ ہیں ✦

قدسیہ: ایک روز آپ کے حاضرین مجلس مقدس میں سے ایک صاحب نے اغنیاء اور امراءِ وقت کی شکایت شروع کی کہ فقرا کی عزت کا خیال نہیں کرتے ہیں۔ اور اِس گروہ کی تعظیم بجا نہیں لاتے ہیں۔ جیسا کہ امراءِ سابق بجا لایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے برادر اس زمانہ کے فقرا کے لئے اس کو بھی خدائے تعالےٰ کی حکمتوں میں سے جاننا چاہئے کیونکہ فقراء سابقین دنیا اور دنیاداروں سے اس قدر بچتے تھے۔ کہ ہر چند امرا اُن سے ملاقات اور روابط رکھنے چاہتے تھے۔ مگر وہ اُن کی صحبت سے فرار فرماتے تھے۔ اور اُس زمانہ کے فقرا کا یہ حال ہے کہ اگر امرا اُن کی طرف آئیں اور اُن سے اعتقاد اور اتحاد قائم کریں تو اُن کے وضعوں اور اطوار میں یقیناً خلل پیدا ہو جائیگا۔ اِس لئے کرم الٰہی نے امرا کی فقرا کے ساتھ کمی عقیدت اور کج اخلاقی کو فقرا کی عہد کا نگہبان اور محافظ

بنایا ہے ؛

حضرت خواجہ زادہ خواجہ عبید اللہ سرّہ اللہ تعالےٰ نے آپکے مقامات کے بیان میں ایک کتاب علیحدہ تصنیف کی ہے۔ اِس لئے فقیر نے یہاں آپکے حالات مفصل بیان نہیں کئے ؛

آپ کی وفات غرّہ صفر ۱۰۴۳ھ ہجری میں جو ایک غمگین سال تھا ہوئی۔ آپکو اکبر آباد میں دفن کیا گیا۔ اور کچھ مدت کے بعد وہاں سے منتقل کرکے دہلی لے آئے۔ آپ کی قبر منوّر قریب مزار پرانوار آپ کے پیرِ بزرگوار کے واقع ہے ؛

شیخ الہداد قدس سرّہٗ

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کے قدیم اصحاب سے ہیں حضرت خواجہ کے سفر ماوراء النہر سے قبل آپ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کی عنایت بے غایات حاصل فرمائی۔ اور ذکر و مراقبہ حاصل کیا۔ لیکن اس سفر میں حضرت خواجہ رفاقت آپکو ہمدست نہ ہوسکی۔ جو لوگ اس سفر میں حضرت کی رفاقت سے الگ رہے ان کو حضرت نے آپ کی صحبت اختیار کرنے کے لئے حکم دیا۔ اور آپ کو اپنی جگہ پر قائم فرمایا تاکہ لوگوں کا اجتماع قائم رہے چنانچہ حضرت خواجہ نے سفر سے قبل اپنے ایک مخلص کو تحریر فرمایا تھا کہ آج کل سیر ولایت کی خواہش قوی ہوگئی ہے۔ امید ہے کہ چند روز کے بعد روانگی ہوجائے۔ شیخ الہداد نے جراَت کرکے یہیں رہنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ پس جو لوگ اُن کے رفیق رہینگے اُن کیلئے مبارکبادی اور عظیم کامیابی ہے ؎

داغ بے یاری و درد بے دلی   این ہمہ بر خود پسندیدیم و رفت

ترجمہ۔ تنہائی اور بے دلی کا داغ ہم نے برداشت کرلیا۔ اور چلے گئے ؛

جس شخص کو اُن کی صحبت میسّر آجائے بہت غنیمت ہے کیونکہ ہم عزت خدا کی کرئیں نے بیکلف نہیں کہا ہے ؎

وادیم تراز گنج مقصود نشاں   گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

نیز اسی سفر کے اثنا میں آپنے شیخ الہداد کی عرضداشت کے جواب میں جو طریقت کے دقائق وحقائق پر مشتمل تھی یہ خط تحریر فرمایا تھا:۔

مکتوب۔ برادر شیخ ارشاد الہداد اپنے اس دعاگو معتقد کی توجہ اور فاتحہ سے اہل

کرتے رہیں ہم اپنی اس پریشانی وضع اور بے حد استقامتی پر نہایت بیحیائی ہے کہ کچھ ہم تصوف میں دم ماریں۔ اور طریق انجذاب کے دقائق اور منتہائے کشف کے حقائق کو بیان کریں۔

از خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

بہر حال ایک وصیت کرتا ہوں اس کو کسی حال میں ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ وہ یہ ہے کہ ہماری طرح ہرزہ گرد اور بیابان پیما تم مت ہو۔ اپنی نسبت کی محافظت کرو اور اس کو عزیز رکھو۔ کیونکہ نسبت کبریت احمر سے زیادہ کمیاب ہے۔ فقط ٭

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس سفر میمنت اثر سے مراجعت فرما ہوئے تو شیخ موصوف حضرت کی خدمت میں ملتزم رہے۔ اور اپنے پیر بزرگ ... جام فیضان اور ساغر معارف رابطہ نوش کئے ٭

کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ موصوف مسجد فیروزی کی چھت پر چند دوستوں کے ساتھ مراقب تھے۔ کہ شیخ پر ایک کیفیت غالب ہوئی۔ آپ جوش وخروش اور مستی کی حالت میں نعرے مارتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اور قریب تھا کہ مسجد کی چھت سے جو سطح زمین سے تیس یا چالیس گز اونچی تھی گر پڑیں۔ ایک نوجوان نے آپ کو پکڑ لیا۔ الحاصل حضرت شیخ ارباب ولایت کے اخلاق اور اطوار سے متصف تھے۔ آپ پر مستی غالب تھی اور ہمیشہ خلوت وگوشہ نشینی میں بسر کرتے تھے ٭

اس صاحب کمال کی وفات ماہ رمضان المبارک ۱۰۴۹ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ کی قبر انور مزار حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے جانب مغرب میں ہے ٭

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی حسن توفیق سے یہ نسخہ شریفہ دفتر اوّل حضرات القدس کا جو ذکر مقامات مشائخ سلسلہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم پر مشتمل ہے اتمام پایا اور انجام کو پہنچا ٭

خاتمہ

واضح ہو کہ یہ رسالہ مصنفہ اعلم العلماء افضل الفضلاء مولانا بدر الدین سرہندی اجل واکمل خلفاء حضرت شیخ الاسلام قطب الانام غوث العارفین حجۃ الحق والدین مجدد الالف ثانی

الامام الربانی شیخ احمد الفاروقی النقشبندی قدس سرہٗ ہے۔

خدایا! اگرچہ ہم تیرے دوستوں میں سے نہیں ہیں۔ مگر اُن کی محبت رکھتے ہیں اگرچہ ہم مغرور ہیں مگر معذور ہیں۔ اگرچہ ہم مجرم ہیں مگر مشرک نہیں ہیں اگرچہ عاصی ہیں مگر تائب ہیں اور ان بزرگوں کی طفیل میں ہم کو بخش دے۔ اور ہمارے گناہوں اور جرموں کو عفو فرما۔ غیرت کے حجاب در بشریت کے برقعے اُن کے چہرہ سے اُٹھا دے اور ہم کو مرتبۂ عزت وصال کی راہنمائی کر۔ اور اُن کے آستانۂ عرش نشان کے خاک نشینوں میں بنا اور اپنی عبودیت کے داغ کو ہماری سیاہ روئی کی پیشانی میں ثابت قدم رکھ۔ اور ان عزیزوں کی شرف صحبت سے ہم گمراہان دشت گمراہی کو شہرستان ہدایت میں پہنچا اور ہم تشنگان سراب غفلت کو بحر توحید کا آبحیات عنایت فرما۔ تیرے فضل اکبر نے بہت سے ستر سالہ کافروں کو صرف ایک مرتبہ کے کلمہ کے پڑھ لینے میں قرب کے اعلےٰ علیین میں پہنچا دیا اور کبھی تیرا عدل نے ستر ہزار سالہ عابد کو ایک سجدہ کے ترک میں بُعد کے اسفل السافلین میں گرا دیا ہے

این ابری از صومعہ در دیر گبران افگنی	وین آکشی از بتکدہ در حلقہ مرداں کنی
عقل زبوں را کے رسد چون و چرا در کار تو	فرمان دہ مطلق توئی حکمے کہ داری آں کنی

تمام شد کتاب حضرات القدس دفتر اول

اردو ترجمہ کتاب نفحات الانس

یہ بےنظیر کتاب حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلےٰ تصنیفات میں سے ہے حضرت موصوف کی تصنیف کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ اس کتاب میں حضرت نے تمام اولیاء اللہ کے حالات مع انکی کرامات بہ تفصیل قلمبند کئے ہیں اور جس طریقہ سے بیان ہوئے ہیں وہ عجیب و غریب ہے کتاب ہذا میں مردان خدا کے علاوہ جو خاتونان باصفا اولیاء اللہ گذری ہیں اُن کے حالات بھی حضرت نے نہایت تحقیق سے لکھے ہیں اور سب کا دل مسائل تصوف پر ایک زبردست بحث کی ہے نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ قیمت ۔ ۱۲ ؍

اردو ترجمہ کتاب رفیق السالکین

اس کتاب میں امام العارفین سراج السالکین محبوب خدائے ذوالجلال حضرت میر کلال علیہ الرحمۃ کے مبارک حالات ہیں مشائخ طریقہ نقشبندیہ کے علاوہ دیگر سلاسل کے لئے بھی ازبس مفید ہے قیمت ۔ ۔ ۔ ۶ ؍

اُردو ترجمہ کتاب

روضۃ القیومیہ

مُصنفہ

جناب صاحبزادہ بزرگوار حضرت مولٰنا خواجہ کمال الدین شیخ محمد احسان معصومی مجددیؒ

یہ کتاب مستطاب حضرات قیوم اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات میں ایسی جامع اور مکمل ہے کہ اُسکی مثل اور کوئی کتاب نہیں کتاب ہذا کے چار حصے ہیں ہر حصہ میں ایک ایک قیوم کے حالات بتفصیل ذیل درج ہیں - رُکن اوّل دراحوال حضرت خزینۃ الرحمۃ محبوب سبحانی شہباز لامکانی امام ربانی مجدد الف ثانی قیوم اول رحمۃ اللہ علیہ معہ احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات و حادثات زمانہ و وقعات سلطنت وغیرہ ٭ رُکن دوم دراحوال حضرت عروۃ الوثقےٰ معصوم زمانی قیوم ثانی حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ معہ احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات و حادثاتِ زمانہ و وقعات سلطنت وغیرہ ٭ رکن سوم دراحوال حضرت امام حزب اللہ حجۃ اللہ قیوم ثالث خواجہ محمد نقشبند ثانی علیہ الرحمۃ معہ احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل ہر سال قیومیت و مکاشفات و کرامات عالیہ مع واقعات و حادثات سلطنت وغیرہ ٭ رکن چہارم دراحوال حضرت پیر دستگیر قیوم زمان خلیفۃ اللہ سلطان الاولیا قیوم رابع خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ مع احوال جملہ فرزندان و خلفائے آنجناب بہ تفصیل قیومیت و مکاشفات مع وقعات و حادثات سلطنت وغیرہ ٭

اس کتاب گوہر نایاب کو بڑی تلاش و تجسس کے بعد بہم پہنچا کر اردو ترجمے کرا کے چھپوایا گیا ہے اُمید ہے کہ عاشقان دربار مجددیہ اور دلدادگان سرکار معصومیہ و خاکبوسان حضرت حزب اللہ فدایان بارگاہ خلیفۃ اللہ اسے حرز جاں بنائینگے ٭ خوشخط اعلےٰ کاغذ قیمت

جلد اوّل ہر دو حصہ ، جلد دوم ہر دو حصہ ، مجلد

المشتہر

اللہ والے کی قومی دکان ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین مرحوم ککےزئی نقشبندی مجددی

و مالک رسالہ "اسرار تصوف" بازار کشمیری - لاہور

سلسلہ تصوف نمبر (۱۳۶)

اردو ترجمہ کتاب

حضرات القدس

دفتر دوم

من تصنیف ملا بدر الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی
حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

جس کا

مولانا عرفان احمد خان صاحب انصاری قادری چشتی نے مولانا احمد حسین خان صاحب
نقشبندی مجددی قادری امروہی کے ایما سے ترجمہ فرمایا

جسکو

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی

منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زیاں بازار کشمیری

لاہور نے

بصرف زر کثیر با محاورہ اردو ترجمہ اور نہایت صحت و صفائی کے ساتھ

طالبان دربار مجددیہ و نقشبندیہ کیلئے

مشہور عالم مفید عام پریس لاہور باہتمام پنڈت گنگا داس کے چھپوایا

تعداد ۱۰۰۰ قیمت

اُردو ترجمہ کتاب

حضرات القُدُس

دفتر دوم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و نعت

مقدس بارگاہوں کی پاک تعریفیں اور محبت کی معتدل ہواؤں کی بزرگ پاکیں اُس بلند بارگاہ کے لئے مخصوص ہیں۔ جس نے عالمِ نیرنگ کو پردہ عدم سے میدانِ ظہور میں جلوہ گر فرمایا اور اپنی ازلی اور قدیم صفتوں کا اس مخلوق حادث کو مظہر بنایا یہی نہیں بلکہ عدم کا طلسم توڑ کر اس کو موجود اور اپنی صفات و شیون کا آئینہ کیا اور اس سے انبیا و اولیا کو پیدا کیا۔ جو خلقت کی ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہوئے۔ انھی کی وساطت سے اپنے فیضان و برکات کا عالم پر نزول فرمایا۔ پھر اُن کو اپنی خلعتِ خلافت اور خطاب نیابت سے سرفراز اور ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ کے نام سے ممتاز فرمایا اُن سے بیعت کرنے کو اپنی بیعت کے اسم سے اعزاز بخشا۔ وہ عجیب و غریب امور جو طاقتِ بشری سے ناممکن ہیں۔ اُن کے یدِ بیضا سے ظاہر اور ہویدا فرمائے۔ کچھ عجیب کاروبار ہیں کہ خاک نے کیسی پاکی پیدا کی اور عدم نے قدم کی طرف کتنا عروج حاصل کیا۔ یہ سب محبت و الفت کے کارخانے ہیں۔ اور کل عشق ہی کی بود و نمود ہے۔ کہ مشیتِ اَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ ایجادِ افراد و کائنات کا باعث ہوئی۔ اور حقیقتِ لَوْلَاکَ لِمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ ہی تکوین عالم کا سبب ٹھیری۔

یہی سبب ہے کہ سب حمد کنندوں کی حمدیں جو بارگاہ احدیت کے لئے مختص اور درگاہ عالی عزت سے بلا تعلق کسی اور کے مخصوص نہیں۔ اُس سے سرکار احمدی کو باسم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متصف کر کے کل تعریفات اور توصیف کو آپکے نام نامی میں منضم فرما کے اپنے محبوب پر نثار فرمایا۔ چنانچہ ارشاد لِوَاءُ الْحَمْدِ یَوْمَئِذٍ بِیَدِیْ اس امر کی خبر دیتا ہے۔ افلاک کیا کل کائنات کو آپ کی راہ میں تصدق فرما دیا۔ اپنے دوستوں کو آپکے وجود مسعود سے خبردار فرمایا تا کہ غائبانہ آپسے محبت پیدا کریں۔ اور اپنا عتقاد و ایمان آپکے ساتھ درست کریں۔ اور آپ کے نام نامی کے ذکر سے فیوض و برکات لیں۔ کہ محبوب کے دوست کی محبت خود محبوب کی محبت ہے۔ اسی لئے خاص خاص انبیا نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار کی تمنا کی۔ اور ایک جماعت مرسلین نے آپ کی اُمت میں داخل ہونے کی استدعا کی۔ بارگاہ ایزدی نے اپنے محبوب کو دونو طریقے ظاہر و باطن کے عطا فرمائے ظاہر کو عام کیا اور باطن کو خاص +

علما کو طریقہ ظاہری عطا کیا۔ اور اولیا کو علوم باطنی مرحمت فرمائے۔ نسبت باطن احکام ظاہر کی طرح مفصل مسلسل جناب خیر البشر صلے اللہ علیہ آلہ وسلم سے ارباب ولایت تک پہنچی۔ اور تا قیامت اسی طرح فیضان کا سلسلہ باقی رہیگا۔ آیہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ۔ اسی مضمون کو ادا کر رہی ہے +

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَتَسْلِیْمَاتُهٗ عَلٰی مَحْبُوْبِهٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاۗءِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاٰلِهِمْ وَاَصْحَابِهٖ وَاَصْحَابِهِمْ وَجَمِیْعِ اَتْبَاعِهٖ وَاَتْبَاعِهِمْ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَوْلِیَاۗءِ وَالْاَتْقِیَاۗءِ وَمُتَوَسِّلِیْهِمْ بِعَدَدِ کُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ اللہ تعالےٰ کی رحمتیں اور عنایتیں اس کے محبوب پر اور تمام انبیا اور آپ کی تمام متبعین اور ان کے تمام متبعین اور تمام اولیا واتقیا اور اُن کے متوسلین پر بے شمار ذرات عالم ہر روز ہزاروں بار قیامت تک نازل ہوتی رہیں +

دیباچہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد و صلوٰۃ کے بندۂ خاکسار بے مقدار دور از کار بدر الدین بن شیخ ابراھیم سرہندی ارباب بصیرت کی خدمات میں ظاہر کرتا ہے کہ جب دفتر اول کتاب حضرات القدس جو کہ بذکر حالات مشائخ سلسلہ علیہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے تا بذکرِ مقامات حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ مسلسل ترتیب پالیا اور اس میں حضرت خواجہ کے صاحبزادوں اور بعض مریدوں کے حالات بھی مختصر بیان کئے گئے ہیں، ختم ہوگیا۔ اب دفتر دوم کو شروع کرتا ہوں جو میرے پیر دستگیر قدس اللہ تعالےٰ اسرارہ العزیز کی کرامات و درجات و کمالات و احوال و اقوال و اعمال پر مشتمل ہے۔ اس کتاب مستطاب کی تصنیف کا باعث اصلی آنجناب کے مناقب کا بیان کرنا ہے اس کے ساتھ آپ کے صاحبزادوں اور بعض خلفا اور مشہور ترین مریدوں کے حالات کا تذکرہ شامل کر دیا گیا چونکہ یہ کتاب بارہ حضرات پر مشتمل ہے اور دفترِ اول حضرتِ اول پر ختم ہوگیا۔ باقی گیارہ حضرات اس دفتر میں بیان کئے جائینگے۔ اور حضرت ثانی سے اس کا آغاز کیا جائیگا۔

یہ دفتر بحکم خُذُوا الْعِلْمَ مِنْ اَفْوَاہِ الرِّجَالِ روایاتِ ثقات و صلحا عالی درجات سے اخذ کر کے جن کی اسناد میں کسی طرح کا شک و شبہ کو راستہ نہیں ہے جمع کیا گیا ہے اور اس بارہ میں بے حد احتیاط کی گئی ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَمِنْہُ الْاِسْتِعَانَۃُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ اللہ تعالےٰ توفیق کا مالک اور اسی سے مدد اور اسی پر بھروسہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت دوم

بیان میں حالات و مقامات شیخنا و امامنا و قبلتنا قطب الاقطاب غوث شیخ و شباب مجدد الف ثانی خازن رحمت رحمانی بحر اسرار العیۃ زینت سلسلہ نقشبندیہ دلیل عرفا و محققین ختم علماء راسخین شیخ الاسلام والمسلمین حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی النقشبندی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ہے:-

آپکا انتساب طریقہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ سے ہے آپ خلفاء حضرت خواجہ میں سب سے زیادہ عالم اور کامل تھے۔ بہت سی مخلوق جو دریائے غفلت میں ڈوبی ہوئی تھی۔ آپ کی طفیل سے ساحل دوام حضور پر پہنچی۔ اور دشت گمراہی کے سرگردان آپکے توسط سے شاہ راہ ہدایت پر آئے فضلا و علما اطراف بلاد سے آپکی خدمت میں مور و ملخ کی طرح دوڑ کر جمع ہوئے۔ اور مشائخ وقت نے اپنی مشیخت ترک کر کے آپ کی پاک صحبت اختیار کی۔ اولیا عصر آپ کی اطاعت کو قرب صمدی جانتے تھے۔ اور بادشاہ قیصر سب پروانہ وار آپکے والہ و شیفتہ تھے آپ اپنے وقت کے قبلۂ روزگار اور کعبۂ دیار تھے۔ وصول فیض و ہدایت اور حصول فضل و رحمت شرق سے غرب اور جنوب سے شمال تک تمام عالم کے لئے آپ کے وقت ظہور سے ہو رہا ہے۔ اور تا قیامت آپکے توسط سے ہوتا رہیگا۔ آپکا افاضہ آپ کی توجہ کا منتظر اور آپکا افادہ آپکے ارادہ کا امیدوار نہیں ہے۔ بلکہ نور آفتاب و ظہور ماہتاب کی طرح تمام افراد کائنات پر بالتفصیل تابان و درخشان ہے۔ آپ کی مثال دریائے محیط کی ہے کہ اپنے حال پر قائم ہے۔ اس کی روانی توجہ متوجہ و خلاص مخلص پر موقوف ہے اگر دریا چاہے کہ کسی فرد خاص یا جماعت پر اپنا افاضہ فیضان کرے۔ تو اس کی بخشش میں کس کو کلام ہو سکتا ہے ایک لمحہ میں مالامال کر دے گا۔ آپکا معاملہ عقل و فہم سے باہر ہے عقل ناقص کی وہاں رسائی نہیں ہے۔ وفات حضرت محبوب ذی الجلال علیہ و علےٰ آلہ التسلیمات سے ہزار سال کے بعد بوجہ کمال اتباع حضرت سردار دو عالم کے وارثانہ حاصل ہوا ہے مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ میری امت

کی شان بارش کی سی ہے۔ نہیں معلوم کہ اُس کا اول بہتر ہوگا یا آخر۔ آپکے وجودِ مسعود کی
آن مشعر ہے کیونکہ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہزار سال کے بعد آپ پیدا ہوئے ہو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد آئیگا جو
یہ دین متین کو از سرِ نو زندہ کریگا۔ مجدد صدی اور مجدد ہزار میں سو اور ہزار بلکہ زیادہ
کا فرق ہے۔ ہزار سال چاہئے تا کہ ایک گوہر وجود میں آسکے ؎

ہزار سال بباید کہ تا بباغ یقیں ۔۔۔ زشاخ ہمت تو چوں گلے ببار آید

بہر قران بہر قرن چوں توئی نبود ۔۔۔ بروزگار چو تو کس بروزگار آید

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پرتو بعد ہر صدی کے لباس قطب وقت میں ظہور کرتا ہے،
اور ارشاد و ہدایت فرماتا ہے۔ مگر کسوتِ قطب الاقطاب ہیں کہ ہزار سال تک اس کی طینت
کی تخمیر کی جاتی ہے اور مادرِ دہر تینتیس ۳۳ اور دس سال تک شکم میں رکھتی ہے۔ اور دائرہ
قضا تین لاکھ ساٹھ ہزار دن تک کنار ہدایت میں تربیت فرماتا ہے۔ اور مشاطۂ ازل
بارہ ہزار ماہ تک زیورِ ظاہر و باطن سے اُس کو محلّی و مزین کرتی ہے اور زینت صوری
و معنوی سے آراستہ۔ اس لئے اس کا ظہور اتم و اکمل ہوتا ہے اور تجدید اس صورت میں کہ
وہ بالکل حقیقت اور معنی کا ظہور ہے۔ سب مخلوق کو عام اور شامل ہوسکتی ہے ؛

؎ زہے دولتِ مادرِ روزگار ۔۔۔ کہ نور چنیں پرورد در کنار

ترجمہ۔ کیا دولت مادر روزگار کو حاصل ہوگئی کہ ایسا نور پرورش کرتی ہے ؛
یہی وجہ ہے کہ کارخانۂ رحمت و خزانۂ فضل و احسان آنحضرت کے حوالہ کیا
گیا۔ اور بارگاہ رب العالمین سے حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلئے خطاب مستطاب
وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ آیا۔ اور اس کے بعد آپکے اسم محمدؐ نے
اسم احمدؐ پر تو ڈالا (صلے اللہ علیہ وسلم) قطعہ ؎

تو خازنِ گنجِ رحمتِ مولائی ۔۔۔ ہنگام نثار مشاطہ حسن ملت بیضائی

بعد از ہزار در انجام تست حرف نامت پیدا ۔۔۔ از روئے حساب اول و آخر در جمہائی

ترجمہ۔ آپ خزینہ دار گنجینۂ رحمت الٰہی کے ہیں۔ بوقت نثار ہونے دین روشن کے
حسن کے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہزار سال کے بعد آپ کا ظہور ہے دیکھو اللہ تعالیٰ
کی اول و آخر کی رحمتیں ؛

آپ کا ازلی نام علم الٰہی میں عبدالرحمٰن ہے۔ آپ عجوبۂ روزگار اور خلاصۂ عطیات پروردگار تھے۔ خدا کی بے شمار صنعتوں نے آپ جیسا بوالعجوبہ پیدا کیا۔ مظہریت محمدیہ کی اس سے بہتر اور کیا دلیل ہوگی۔ کہ اسرار مقطعات قرآنی کہ اپنے محبوب کے ساتھ راز سبحانی ہیں۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے آپ کے باطن پر ظاہر کئے گئے۔ اس خدیو کارخانہ ہستی کی منقبت اس گرفتار خود پرستی سے کیا ہو سکتی ہے۔ اور محمدت اُس کدخدائے سرائے وجود کی اس گرفتار ہستی سے کب ممکن ہے۔ آپ کے اطوار و اسرار و مقامات و کرامات بارش کے قطروں اور آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں۔ قرطاس عالم اس کے لئے کار آمد نہیں ہو سکتے۔ اور دریاؤں کی سیاہی اور درختوں کے قلم اُس کے لئے کفایت نہیں کر سکتے۔ جو حد انسان اُس کے تصور کی تاب نہیں لا سکتا ہے

از کتابِ حسنِ او جزویست لے راقِ فلک — در کتابش نقطۂ بیش نیست الا آفتاب

وصف یک نقطۂ حالش نتوانست نوشت — تا رِ انگشت نویسندہ نفرسودے قلم

ترجمہ۔ ہفت آسمان آپ کے محاسن کی کتاب کا ایک جزو ہیں۔ اور آفتاب کی اُس کے ایک نقطہ سے زیادہ حیثیت نہیں ہے۔ آپ کے حالات کا ایک نقطہ نہیں کہا جا سکتا یہاں تک کہ بالکل قلم فرسودہ نہ ہو جائے۔

اس پر بھی میں کوشش کرتا ہوں۔ اور بجائے دریا کے قطرہ پر اور بعوض خرمن کے خوشہ پر۔ اور بجائے گلستان کے پھول پر اور بجائے خمخانہ کے ایک جام پر اکتفا کر کے مختصراً لکھتا ہوں۔ سنو سنو!

آپ کا نسب شریف

آنجناب کا نسب انسب امیر المومنین امام العادلین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اس طرح پہنچتا ہے۔ کہ آپ صاحبزادے شیخ عبد الاحد کے ہیں۔ اور وہ فرزند شیخ زین العابدین بن شیخ عبد الحی بن شیخ محمد بن شیخ حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحاق بن شیخ عبد اللہ بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن

شیخ محمود بن شیخ سلیمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ واعظ اصغر بن شیخ عبداللہ واعظ اکبر بن شیخ ابوالفتح بن شیخ اسحاق بن شیخ ابراہیم بن شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن سیدنا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ✦

انتساب آنجناب رض در سلسلہ چشتیہ رح

آنجناب رضی اللہ عنہ کا انتساب سلسلہ چشتیہ میں اپنے ماجد مخدوم والد شیخ عبدالاحد سے ہے۔ اور اُن کو شیخ رکن الدین سے اُن کو اپنے والد ماجد قطب عالم شیخ عبدالقدوس غزنوی گنگوہی حنفی سے جو نسباً و مذہباً حنفی ہیں۔ اُن کو اُن کے شیخ محمد سے ان کو اُن کے والد شیخ احمد عارف سے اُن کو ان کے والد اور شیخ شیخ احمد عبدالحق سے۔ اُن کو شیخ جلال الدین پانی پتی سے ان کو شیخ شمس الدین ترک پانی پتی سے اُن کو حضرت شیخ علاؤالدین علی احمد صابر رح سے ان کو حضرت شیخ فریدالدین مسعود اجودھنی مشہور بہ گنج شکر رح سے ان کو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی رح سے ان کو حضرت خواجہ معین الدین سنجری اجمیری رضی اللہ عنہ سے ان کو حضرت شیخ عثمان ہرونی رح سے ان کو حضرت شیخ حاجی شریف زندنی رح سے ان کو حضرت شیخ مودود چشتی رح سے اُن کو حضرت ابویوسف چشتی رح سے ان کو حضرت شیخ ابومحمد چشتی رح سے ان کو حضرت شیخ ابواحمد چشتی رح سے اُن کو حضرت شیخ ابواسحاق شامی رح سے اُن کو شیخ ممشاد علو دینوری رح سے اُن کو حضرت شیخ ابوہبیرہ بصری رح سے ان کو حضرت شیخ حذیفہ مرعشی رح سے ان کو حضرت شیخ ابراہیم ادھم رح سے اُن کو حضرت فضیل بن عیاض سے اُن کو حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رح سے ان کو حضرت شیخ حسن بصری رح سے اُن کو امیر المومنین حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے ان کو حضرت رسالت پناہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ✦

انتساب آنجناب رض در سلسلہ قادریہ

سلسلہ قادریہ میں آپ رض کا انتساب آپکے والد ماجد سے تھا اور ان کو حضرت شیخ رکن الدین رح مذکور سے ان کو حضرت سید ابراہیم معین الحسنی الایرجی القادری رح سے ان کو حضرت شیخ بہاءالدین انصاری حسنی القادری رح سے ان کو حضرت شیخ احمد محی الدین قادری رح

سے ان کو اپنے والد حضرت سید موسیٰ قادری رح سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید عبدالقادر رح سے اُن کو ان کے والد حضرت سید حسن رح سے ان کو اُن کے والد حضرت سید فخر الدین ابو نصر رح سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید ابو صالح رح سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید عبدالرزاق رح سے ان کو اُن کے والد حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ۔

آنجناب کو سلسلۂ قادریہ میں اس کے علاوہ حضرت شاہ کمال کیتھلی رح کے مقبول نظر ہونے کی وجہ سے حضرت شاہ سکندر نبیرۂ شاہ موصوف رح سے انتساب حاصل ہے حضرت شاہ کمال رح نے باوجود اپنے صاحبزادے شاہ عماد کی موجودگی کے خلافت حضرت شاہ سکندر کو عطا فرمائی تھی۔ حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ فضیل سے انتساب تھا اُن کو حضرت سید گدا رحمٰن ثانی رح سے ان کو حضرت سید شمس الدین عارف رح سے اُن کو حضرت سید ابو الفضل رح سے اُن کو حضرت گدا رحمٰن اول رح سے اُن کو حضرت سید ابو الحسن رح سے اُن کو حضرت سید شمس الدین صحرائی رح سے اُن کو حضرت سید عقیل رح سے اُن کو سید بہاء الدین رح سے اُن کو حضرت سید عبدالوہاب رح سے ان کو حضرت سید شرف الدین رح سے اُن کو حضرت سید عبدالرزاق رح سے اُن کو اپنے والد ماجد حضرت غوث الثقلین عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اُن کو اُن کے والد ماجد حضرت سید ابو صالح رح سے اُن کو ان کے والد ماجد حضرت سید عبداللہ جیلی رح سے اور اُن کو اُن کے والد حضرت سید یحییٰ زاہد رح سے۔ اُن کو اُن کے والد حضرت سید محمد رح سے اُن کو ان کے والد حضرت سید داؤد رح سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید موسیٰ ثانی رح سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید عبداللہ رح سے اُن کو اُن کے والد حضرت سید موسیٰ الجون سے اُن کو اُن کے والد حضرت عبداللہ سید المحض رح سے ان کو اُن کے والد حضرت حسن مثنیٰ رح سے ان کو اُن کے والد حضرت امام حسن علیہ السلام سے اُن کو اُن کے والد حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے ۔

انتساب آنجناب رض در مصافحہ

آنجناب رضی اللہ عنہ نے مصافحہ حضرت حاجی عبدالرحمٰن بدخشی کابلی مشہور حاجی رمزی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اُنھوں نے حضرت حاجی سلطان ادھمی رح سے کیا تھا جنکی

عمر ایک سو دس برس کی ہوئی تھی۔ انہوں نے حضرت شیخ محمود سفرازی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت شیخ سعید یمن حبشی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شرف مصافحہ حاصل کیا ہے۔ اس کی تفصیل کتاب سنوا نح الا تقیا میں بیان کی گئی ہے۔

انتساب آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ در طریق نقشبندیہ

سلسلۂ علیہ نقشبندیہ میں آنجناب قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے انتساب کی تفصیل اس کتاب کے دفتر اوّل کے آغاز میں مفصل بیان کر دی گئی ہے۔ مگر یہاں بھی مجملاً بیان کے لئے اس نظم پر اکتفا کیا جاتا ہے:۔

شجرۂ منظوم

رسید فیض بصدیقؓ ز احمدِ مختار — ازو رسید بسلمانؓ مخزنِ اسرار
ازو بقاسمؒ و جعفر ابو یزید ازو — ازو بخرقانی وز و بوعلی سرِ ابرار
ازو ست یوسفؒ و ز و عجدوانی و عارف — ز فغنوی ست بر امیتنی بزرگوار
ازو ست حضرتِ باباؒ پس ست امیر کلال — بہائے ملت و دین نقشبند فخرِ کبار
عقیب این ہمہ یعقوب چرخی است دگر — ازو بخواجہ عبید اللہ و اقف اسرار
ازو ست زاہد و درویش خواجہ امکنگی — ازو بخواجہ باقی ست معدنِ انوار
ازو امام زماں قطب وقت شیخ احمد — کہ ہست بانیٔ این راہ منبعِ اسرار

ولادت و طفولیت و تعلیم آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت قدس سرہ کی ولادت با سعادت ماہ شوال ۹۷۱ھ ہجری میں بلدہ معظمہ سرہند حرسہا اللہ سبحانہ عن الآفات میں واقع ہوئی۔ جب آپ سن تعلیم کو پہنچے تو ایک مکتب میں آپ کو داخل کیا گیا۔ مدت قلیل میں آپ نے حفظ قرآن مجید ختم فرما دیا۔ اور اپنے والد شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔ اکثر علوم آپ نے اپنے والد کے پاس حاصل فرمائے۔

اس کے بعد آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے اور مولانا کمال کشمیری سے جو

آپ کے زمانہ کے محقق و مدقق اور اپنے وقت کے علامہ و عابد و زاہد تھے معقول کی بعض کتابیں جن میں مولانا کی قابلیت مشہور تھی۔ کمال تحقیق و تدقیق کے ساتھ ختم فرمائیں حدیث شریف کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری علیہ الرحمۃ سے جو شیخ حسین خوارزمی کبروی رح کے خلیفہ تھے، پڑھیں۔ اور حرمین محترمین میں اکابر سے سند حدیث حاصل فرمائی۔ اور سلسلہ علیہ کبرویہ میں مولانائے موصوف سے بیعت کی۔ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے۔ اور اس قدر ت میں اکثر علوم کی سیر فرمائی۔ تحصیل علوم سے فارغ ہونے کے بعد اپنے والد ماجد کے حضور میں درس علوم میں مشغول ہوئے۔ اثناء مطالعہ سباق میں بعض دقائق علوم ظاہر ہوتے تھے۔ تو آپ ان کو حواشی کتب پر تحریر فرماتے تھے۔ کتب تفسیر و حدیث و صحاح ستہ وغیرہ کے درس دینے کی اجازت اور حدیث مسلسل بالاولیت الراحمون یرحمھم الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء کی اجازت صرف ایک واسطہ سے قدوۃ المحققین و زبدۃ المحدثین شیخ عبد الرحمن سے جو ایک بڑے محدث اور علامۂ زمانہ تھے، آپ کو حاصل تھی۔

ذکر تصانیف آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اثناء تحصیل علوم ظاہر میں آپ نے عربی و فارسی میں متعدد رسالے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تحریر فرمائے چنانچہ رسالہ تہلیلیہ اور رسالہ اثبات نبوت اور رسالہ رد شیعہ انہی رسائل میں سے ہیں۔ آپ کی زبردست قابلیت علمی اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہو سکتی ہے۔ کہ علامہ ابو الفضل نے قرآن مجید کی تفسیر بے نقط لکھا ایک ورق تحریر کیا تھا۔ اور علما ہندوستان مثل مولانا جمال لاہوری تلوی وغیرہ کے اس کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔ اتفاقاً ایک مقام پر تحریر تفسیر سے مجبور ہو گئے۔ ابو الفضل نے حضرت کو تکلیف دی کہ علما اس مقام پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور مجبوری کے معترف ہیں اگر آپ اس مقام کی تفسیر بے نقط جو معنی تحت اللفظ کو شامل ہو۔ تحریر فرمائیں۔ تو نہایت احسان ہوگا۔ ہم اس بارہ میں حیران ہیں۔ حضرت قدس سرہٗ نے قلم برداشتہ اس مقام کی تفسیر جس میں ساری مجلس حیران تھی حروف بے نقط میں کمال

تفصیل بیان وتحریر مقاصد و ذکر قصص و شان نزول کے ساتھ کہ عقل عقلاء اُس کے تصور سے کوتاہی کرتی ہے۔ تحریر فرمائی۔ اور اس کے بعد ہر روز تفسیر بے نقط تحریر فرمایا کرتے تھے۔ شیخ ابوالفضل اور تمام علماء و فضلاء متحیر ہو گئے۔ اور حضرت کے کمال تبحر کا اعتراف کیا۔ تفسیر مذکور کا زیادہ تر حصہ حضرت کی اعانت سے انجام پایا۔ یہ واقعہ حضرت رح کے زمانۂ ارشاد سے قبل کا ہے ؛

الحاصل حضرت قدس سرہٗ نے تحصیل و تدریس کے بعد اپنے والد ماجد کی صحبت اختیار فرمائی اور کمالاتِ باطنیہ کا اکتساب اور انوار سلسلۂ قادریہ وچشتیہ کا اقتباس والد بزرگوار کے پاس سے فرمایا۔ آپ کے والد ماجد نے آخر وقت میں اپنے تمام خرقہ ہائے خلافت حضرت ہی کو عطا فرمایا اور اپنا جانشین مقرر کیا حضرت رض نے اپنی بعض تصانیف میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ اس فقیر کو نسبتِ فردیت کا انتفاع اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوا تھا۔ فقیر کے والد نے اس نسبت کو ایک بزرگ سے جو جذبۂ قوی سے متصف اور خوارق میں مشہور تھے، حاصل کی تھی۔ ان بزرگ سے مراد حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری ہیں ؛

دوسرے مقام میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ فقیر کو توفیق عباداتِ نافلہ خصوصاً اداء صلوٰۃ نافلہ میں اپنے والد سے مدد پہنچی ہے ان کو یہ سعادت اُن کے سلسلۂ چشتیہ کے شیخ یعنی شیخ عبدالقدوس حنفی غزنوی گنگوہی سے حاصل ہوئی تھی ؛

عزم سفر حج حضرت ایشاں و ملاقات با حضرت خواجہ رض

آپ رض ہمیشہ زیارت بیت اللہ اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیقرار رہتے تھے۔ مگر اپنے والد ماجد کی خدمت اور تحصیل کمالات کی وجہ سے اس شوق کو پورا نہ فرما سکتے تھے۔ جب آپ کے والد بزرگوار کا ۱۰۰۷ھ ہجری میں وصال ہو گیا۔ تو پھر اس شوق نے غلبہ کیا۔ اور تجرید و تفرید کے ساتھ اس سفر مبارک کے لئے روانہ ہوئے۔ اور کسی کو اس ارادہ کی اطلاع نہ دی۔ جب آپ دہلی پہنچے تو شیخ کشمیری رح سے جو حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے مخلص قدیمی تھے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بر سبیل تذکرہ حضرت خواجہ کے مناقب و فضائل و کرامات بیان کیے

چونکہ آپ کو بھی اس نسبت عزیز الوجود کا قدیم سے اشتیاق تھا۔ اور اپنے والد ماجد کو بھی اس طریقہ علیہ کا شائق دیکھا تھا۔ اس لئے غلبہ شوق سے بے اختیار ہو کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ملازمت کے لئے روانہ ہوئے۔ تاکہ حضرت سے ذکر اور مراقبہ حاصل کر کے اس کو راہِ حرمین یثرب و حجاز کا توشہ بنائیں۔ حضرت خواجہ نے ملاقات ہوتے ہی فرمایا۔ کہ آپ زیارت بیت اللہ کے لئے جا رہے ہیں۔ اگر چند روز یہاں مقیم رہیں تو ممکن ہے کہ جس چیز کو آپ وہاں طلب کرینگے یہیں پالیں۔ اور یہ بھی فرمایا کہ صرف تین دن یہاں مقیم رہو۔ اگر اس کے بعد بھی ارادہ سفر مصمم رہے تو روانہ ہو جانا۔ آپ نے اس بات کو قبول فرمایا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی عادتِ قدیمی یہ تھی کہ جو طالب آپ کی خدمت میں آتے تھے وہ ایک مدتِ مدید اور عرصہ دراز تک آپ کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ اور طریقہ کی خواہش کرتے۔ آپ اُن کو طریقہ نہ تبلاتے۔ بلکہ نصیحت کرتے تھے۔ کہ کسب حلال کرو اور عیال و اطفال کے حقوق پورے کرو۔ اُس کے بعد بھی اگر اُن میں طلب کی سچائی ملاحظہ فرماتے تو استخاروں کے بعد تعلیم طریقہ فرماتے۔ مگر حضرت نے آنجناب کے لئے اپنی اس وضع قدیمی کو ترک فرمایا اور تصرف باطنی و اخلاق ظاہری سے آپ کو اسیرِ دام کیا۔ اور طریقہ کی تعلیم دی۔ ہر روز بلکہ ہر وقت آپ کا کام ترقی پذیر رہتا تھا۔ اور برسوں کا معاملہ ساعتوں میں پورا ہوتا تھا ؎

گلے بردند زیں دہلیزہ پست   بداں درگاہِ والا دست بردست

ترجمہ اس پست دہلیز سے ایک پھول درگاہِ بلند میں ہاتھوں ہاتھ لے گئے +

تھوڑی مدت میں آپ مقصود سے واصل ہو گئے اور اپنے ہمعصروں میں فائق ہو گئے۔ اور مراتب کمال و تکمیل و قطبیت و فردیت الیٰ ماشاء اللہ تعالےٰ پر فائز ہوتے۔ آپؒ نے اپنے مجمل حالات ابتدائی ایک مکتوب میں جو طریقہ کے بیان میں ہے اس طرح ذکر فرماتے ہیں :۔

مکتوب

فقیر کے دل میں جب اس رستہ کی طلب پیدا ہوئی تو عنایت خداوندی جل و علا راہنما بنی اور ولایت پناہ حقیقت آگاہ اس طریقہ کے رہبر جس کے ابتدا میں ہی انتہائی

مقامات حاصل ہو جاتے ہیں۔ اس رستہ کے مالک جو مراتب و لایت تک پہنچاتا ہے۔ دین پسندیدہ کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچایا جو خانوادۂ نقشبندیہ کے خلیفہ اکبر تھے۔ حضرت نے فقیر کو ذکر اسم ذات جل سلطانہٗ کی تعلیم دی۔ جس سے بڑا لطف اور لذت مجھے حاصل ہوئی۔ اور کمال شوق کی وجہ سے بے قراری پیدا ہوئی ؎

ایک روز کیفیت بے خودی جو اکابر طریق کے پاس ایک معتبر چیز ہے اور اس کو غیبت کہا جاتا ہے ظاہر ہوئی۔ اس بے خودی میں ایک دریائے محیط نظر پڑا۔ جس میں عالم کی صورتوں اور شکلوں کو سایہ کی طرح میں پاتا تھا۔ یہ بے خودی رفتہ رفتہ غالب ہو گئی اور دیر دیر تک کبھی ایک پہر اور کبھی دو پہر تک رہنے لگی اور کبھی ساری رات غالب رہتی تھی۔ میں نے یہ کیفیت حضرت خواجہ کی خدمت مبارک میں عرض کی۔ حضرت نے فرمایا کہ کسی قدر فنا حاصل ہوئی ہے ؎

آپؒ نے اور ذکر کرنے سے مجھ کو منع فرما دیا۔ صرف اس کی آگاہی کے لئے حکم دیا۔ دو دن کے بعد مجھ کو فنائے اصطلاحی حاصل ہوئی۔ میں نے یہ کیفیت بھی آپ سے عرض کی تو فرمایا کہ اپنے کام میں مشغول رہو۔ اس کے بعد فنائے فنا حاصل ہوئی۔ میں نے جب اس کو عرض کیا تو فرمایا کہ کیا تم عالم کو ایک دیکھتے ہو اور واحد اور متصل پاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہی بات فنائے فنا میں معتبر ہے۔ کہ باوجود دید کے اتصال بے شعوری حاصل ہو۔ چنانچہ یہ فنا اسی رات مجھ کو حاصل ہوئی تھی۔ اس کیفیت کے علاوہ میں نے یہ بھی آپ سے عرض کیا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہٗ تعالٰی کے ساتھ حضوری پاتا ہوں۔ اس کے بعد ایک نور جو تمام اشیا کو محیط تھا۔ ظاہر ہوا۔ میں نے اس کو حق جل و علا سمجھا۔ وہ نور سیاہ رنگ کا تھا۔ میں نے یہ واقعہ بھی عرض کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حق جل سلطانہٗ پردۂ نور میں ظاہر ہوا ہے۔ اور یہ انبساط جو اس نور میں معلوم ہو رہا ہے علم ہے جو بسبب ذات جل شانہٗ کے اشیاء متعددہ کے ساتھ متعلق ہونے کے جو بالا و پست میں واقع ہوئی ہیں منبسط معلوم ہوتا ہے۔ پس اس انبساط کی نفی کرو۔ اس کے بعد سے وہ نور سیاہ جو منبسط ہوا تھا منقبض ہونا شروع ہوا۔ اور مختصر ہوتے ہوتے ایک نقطہ رہ گیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا اس نقطہ کی بھی نفی کرو اور حیرت میں آؤ۔ میں نے

ایسا ہی کیا۔ وہ نقطہ بھی زائل ہو گیا۔ اور حیرت حاصل ہوئی۔ کیونکہ اس مقام میں شہود حق خود بخود ہے۔ میں نے جب یہ عرض کیا تو فرمایا کہ یہی حضور حضورِ نقشبندیہ ہے۔ اور نسبتِ نقشبندیہ عبارت اسی حضور سے ہے۔ اس حضور کو حضورِ بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ اور مقام اندراجِ نہایت در بدایت اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس طریق میں طالب کو یہ نسبت اس طرح حاصل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں اوراد واذکار حاصل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس پر عمل کرے۔ اور مقصود تک واصل ہو۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

اس فقیر پر نسبت عزیز الوجود تعلیم ذکر سے دو ماہ چند روز کے بعد حاصل ہوئی اور اس نسبت کے محقق ہونے کے بعد دوسری فنا جس کو فنا تحقیقی کہا جاتا ہے حاصل ہوئی۔ اور دل میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی کہ تمام عالم عرش سے لیکر مرکز زمین تک اس وسعت کے مقابلہ میں رائی کے ایک دانہ کے بھی برابر نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ہر ذرۂ عالم کو میں نے اپنا عین دیکھا۔ اور اپنے آپ کو اُن سب کا عین۔ یہاں تک کہ تمام عالم کو ایک ذرہ میں گم پایا۔ اس کے بعد سے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو اس قدر منبسط اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اُس کا المضاعف اس گنجائش میں سما جائے۔ اور اپنے آپ کو اور اپنے ہر ذرہ کو ایک نور منبسط پایا۔ جو ہر ذرہ میں پھیلا ہوا تھا۔ اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں مضمحل ہو کر لاشئی ہو گئی تھیں۔ اس کے بعد اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو تمام عالم کا مقوّم پایا۔ میں نے یہ کیفیت حضرت سے عرض کی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ حق الیقین توحید میں یہی مرتبہ ہے اور جمع الجمع عبارت اسی مقام سے ہے۔ اس کے بعد عالم کی صورتیں اور شکلیں جن کو کہ پہلے میں حق پاتا تھا۔ اب موہوم نظر آئیں۔ اور ہر ذرہ جس کو پہلے حق پاتا تھا بلا کسی تفاوت اور تغیر کے وہی ذرہ وہی معلوم ہؤا۔ نہایت حیرت ہوئی مگر اسی حیرت میں فصوص کی عبارت جس کو والد بزرگوار قدس سرہ سے سُنا تھا یاد آئی۔ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَيِ الْعَالَمُ حَقٌّ مِّنْ وَجْهٍ وَّخَلْقٌ مِّنْ وَجْهٍ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَيْرَةِ لِعَدَمِ التَّمِيْزِ بَيْنَهُمَا۔ کہ اگر تو چاہے تو عالم کو ایک وجہ سے حق اور ایک وجہ سے خلق کہ سکتا ہے۔ اور اگر تو چاہئے تو اُس کو دونوں میں تمیز نہ ہو سکنے کی وجہ سے حیرت کہہ سکتا ہے۔ اس عبارت نے کسی قدر اس اضطراب میں تسکین دی

میں حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں گیا اور اپنا حال عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ تمہارا حضور ابھی صاف نہیں ہوا ہے۔ اپنے کام میں مشغول رہو تاکہ موجود کی تمیز موہوم سے ظاہر ہو جائے۔ میں نے فصوص کی عبارت جو عدم تمیز کی مظہر تھی پڑھی حضرت نے فرمایا کہ شیخ نے کامل کا حال بیان نہیں کیا ہے۔ عدم تمیز کی نسبت صرف بعض سالکین کے لئے ثابت ہوئی ہے۔ میں حسب ارشاد اپنے کام میں مشغول ہو گیا حضرت حق سبحانہٗ نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم میں تمیز ظاہر کر دی پس میں نے موجود حقیقی کو موہوم خیالی سے ممتاز پایا اور صفات و افعال و آثار جو موہوم سے صادر ہوتے ہیں اُن کو حق سبحانہٗ سے پایا۔ اور ان صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خارج میں سوائے ایک موجود محض کے اور کچھ نہ دیکھا۔ میں نے یہ حالت حضرت سے عرض کی آپ نے فرمایا کہ مرتبۂ فرق بعد الجمع یہی ہے۔ اور کوشش کی انتہا بھی یہیں تک ہے اور اس کے بعد جو کچھ جس کی استعداد میں رکھا گیا ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس مرتبہ کو مشائخین طریقت نے مقام تکمیل کہا ہے فقط۔

آنجناب قدس سرہٗ وطن مالوف سے تین مرتبہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے:۔

پہلی دفعہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے دولت کمال و تکمیل کے حصول اور مدارج قرب و نہایت میں ترقیات کی آپ کو خوشخبری عطا فرمائی۔ جس کا بیان اوپر گذر چکا ہے۔

دوسری دفعہ میں طالبان حق کے ارشاد و افادہ کی اجازت دی اور خلعت خلافت عنایت فرما کر رخصت فرمایا اور اپنے چیدہ اصحاب کی ایک جماعت آپ کے ہمراہ کی۔ اور اُن کی تربیت آپ کے سپرد فرمائی۔

تیسری بار جب آنجناب حضرت کی خدمت میں پہنچے اور حضرت رضؓ نے آپ رضؓ کی تشریف آوری کی خبر کو سماعت فرمایا۔ آپ کے استقبال کے لئے قلعۂ فیروزی سے جو آپ کا مسکن مبارک تھا۔ پیادہ پا روانہ ہوئے۔ اور دروازہ کابلی پر آپ کا استقبال فرمایا اور نہایت اعزاز و اکرام سے آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے جب مجلس منعقد ہوئی۔ تو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آنجناب سے سوال کیا کہ سید الطائفہ قدس سرہ العزیز نے کہا ہے

کہ اگر ہم سے حضرت ابوسعید خراز کے مسلک کا سا مطالبہ کیا جائے تو ہم ہلاک ہو جائینگے کیونکہ خراز کا مسلک آگاہی کا تھا۔ کہ وہ چمڑا سیتے وقت دو ٹانکوں کے درمیانی وقت میں غفلت یادِ خدا سے نہیں کرتے تھے ۔

منقول ہے کہ جب خراز کے آخر وقت اُن سے دریافت کیا گیا کہ تمہاری آرزو کیا ہے اُنہوں نے کہا کہ میں اپنی غفلت پر حسرت کرتا ہوں۔ اس کا آپ نے یہ مطلب بیان فرمایا کہ خراز کی آرزو بظاہر و باطن حضور بالکلیہ کی تھی! اور وہ اس کے سوا کو غفلت جانتے تھے۔ چونکہ اس حضور کا دوامی حصول ناممکن تھا۔ اس لئے وہ اس پر افسوس کرتے تھے۔ اب یہ کہنا کہ دو ٹانکوں کے سینے کے بیچ میں ان کو غفلت نہ ہوتی تھی۔ اس سے مراد صرف حضورِ باطنی ہے ۔

الحاصل اس مرتبہ حضرت خواجہ نے آپ کا اکرام و احترام حد سے زیادہ فرمایا کہ جب حضرت خواجہ اپنی جگہ سے اُٹھتے تو بطور رجعت قہقری کے یعنی اُلٹے پاؤں جاتے۔ کہ مبادا آپ کی طرف پُشت نہ ہو جائے۔ راستہ چلنے میں بھی حضرت کا یہی حال تھا اور طالبین و حاضرین سے بھی یہی ارشاد تھا کہ اُن کے سامنے میری تعظیم ہرگز نہ کرنا۔ اور اپنے تمام مریدوں کو آپ کے حوالے اور مشیخت و ارشاد کا معاملہ بالکلیہ آپ کے سپرد فرما دیا۔ اور اپنے فرزندانِ گرامی کو جو ہنوز بچے تھے طلب فرما کر ان کے بارہ میں آپ سے توجہ کی خواہش فرمائی۔ چنانچہ دونو مخدوم زادوں کے حالات دفتر اول میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ بعض اصحاب حضرت خواجہ کے حضور میں باقی رہ گئے تھے! ان کے بارہ میں بھی تربیت غائبانہ کی آپ سے خواہش فرمائی۔ اور ارشاد ہُوا کہ مقصود ہماری پیر مُریدی سے صرف آپ کا ظہور تھا اسی لئے ہم نے اب مشیخت کو ترک کر دیا ۔

آنجناب حسب الامر حضرت جناب خواجہ سرہند تشریف لائے اور تربیت سالکین میں مشغول ہوئے۔ چنانچہ آپ نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے :۔

خواجہ محمد ۔ حضرت خواجہ نے جب مجھ کو کامل اور مکمل جان کر تعلیم طریقہ کی اجازت عطا فرمائی۔ اور طلبہ کی ایک جماعت میرے حوالہ کی تو مجھ کو اس وقت اپنے کمال و تکمیل میں تردد تھا۔ تو حضرت نے فرمایا کہ اس میں تردد نہیں کرنا چاہیئے کہ اس سے مشائخین کے کمال میں تردد لازم آتا ہے۔ پس میں نے آپ کے حسب ارشاد تعلیم طریقہ شروع

ل خراز۔ چمڑہ دوز یعنی موچی ۱۲

کی ۔اور سالکوں کے برسوں کے کام گھڑیوں میں انجام پاتے ہوئے ظاہر ہوئے۔ اس اثنا میں پھر مجھے اپنی نسبت میں کمی محسوس ہونے لگی۔ تو میں نے اُن لوگوں کو جو میرے کمالات پر فخر کیا کرتے تھے جمع کر کے اُن سے اپنی اس کمی کا حال بیان کیا اور اُن سے رخصت چاہی۔ مگر انہوں نے میرے اس کہنے کو تواضع پر محمول کیا اور وہ مجھ سے برگشتہ نہ ہوئے۔ تھوڑی مدت میں اللہ تعالےٰ نے میرے وہ احوال جن کا منتظر تھا مجھ کو عطا فرمائے۔ فقط ؛

آنجناب اپنے احوال وکمال اور ارباب صحبت کی ترقیات اور پیر بھائیوں کے حالات کا جنکی تربیت آنجناب کے سپرد فرمائی گئی تھی۔ عرضداشت کے ذریعہ حضرت خواجہ کی خدمت میں اظہار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ عرائض آپ کے مکتوبات قدسی آیات کے دفتر اول میں موجود ہیں۔ ملاحظہ کی جائیں ؛

حضرت خواجہ قدس سرہ کے ساتھ جو اصحاب موجود تھے اُن کے حالات بھی حضرت خواجہ آپ سے دریافت کرتے تھے اور آپ اپنے کشف صحیح صریح سے اُن میں سے ہر ایک کے حالات سرہند ہی سے حضرت خواجہ کی خدمت میں لکھا کرتے تھے! اور اُن کی ترقی کے لئے توجہ غائبانہ اپنی توجہ کو مصروف فرماتے۔ عجیب نظر دور بین تھی اور عجیب قوت ہمت وتصرف تھی ؛

الحاصل جب آپ کے ارشاد کا شہرہ تمام عالم میں شائع ہوا اور آپ کی ہدایت کا چرچا ربع مسکون میں پھیل گیا! اور آپ کی نوبت ہفت اقلیم عالم میں بجنے لگی اور بمصداق آیت کریمہ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ؕ جب خدا کی مدد اور اُس کی نصرت نازل ہو اور خدا کے دین میں تو لوگوں کو جوق جوق داخل ہوتے دیکھے، دور و دراز کی مخلوق نے آپ کا حلیہ مبارک خوابوں میں دیکھا۔ اور انبیائے عظام و اولیائے کرام سے اشارات اور بشارتیں آپ کی صحبت شریف کی ترغیب کے لئے پائیں۔ تو لوگوں کی جماعتیں اور گروہ آپ کی خدمت کے حصول کے لئے دوڑے! اور آپ کے متعلق جو بشارتیں خواب میں سنتے تھے۔ بعینہٖ ویسے ہی آپ کی صحبت میں آنے کے بعد پاتے تھے۔ اس لئے ہر شخص آپ کا معتقد اور کامل مطیع بن گیا ؛

چونکہ خوارق و عادات اور کرامات و کشف قلوب اور اشراق غیوب ایک نیسان کی طرح لگاتار آپ سے پاتے تھے۔ اور اپنے ظاہر اور باطن میں آپ کے تصرفات و توجہات سے آثار بے شمار محسوس کرتے تھے۔ اس لئے ہر شخص آپ کا صورت و معنی کا عاشق ہوگیا تھا۔ آپ کے دربار میں ہر شخص غایت ادب اور انکسار سے نقش دیوار کی طرح آپ کے دور کھڑا رہتا تھا۔ آپ کے ساتھ ہمکلامی کی کسے تاب تھی اور ہمسری کا کس میں یارہ تھا۔ گویا خدا کے دوستوں اور حق پرستوں کے گروہ کا ایک مجمع منعقد تھا۔ کہ جن کی مثال ہفت اقلیم روے زمین میں نہ تھی +

اگر ان طالبانِ حق اور سالکانِ حق میں سے کسی کو کوئی شخص دیکھتا تو بے اختیار اس کی زبان سے نکلتا کہ بے شک یہ کوئی فرشتہ ہے۔ ان کا طریق بعینہٖ اصحاب کبار کا طریق اور ان کا لباس بالکل صحابہ سید الابرار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالکل مطابق تھا۔ ایک گز کا عمامہ اُن کے سر پر اور مسواک گوشۂ دستار سے بندھی ہوئی اور اس کا کنارہ دو تو کندھوں کے بیچ میں پڑا ہوا اور قمیص کا گریبان دونو کاندھوں کی طرف سے شق اور ازار ٹخنوں کے اوپر بلکہ وسط پنڈلی تک اور کفش پاؤں میں اور عصا ہاتھ میں سجادہ کندھے پر کثرتِ سجود کے نشان پیشانی پر پڑے ہوئے انوار کی چمک ہویدا رخساروں کی روشنی نورانیت باطن کی دلیل رہتی تھی۔ تمام رات قیام یا مراقبہ میں بسر کرتے اور تمام دن پابند رہتے تھے۔ نماز صبح اور ظہر کے بعد کا حلقہ حضرت کی مجلس مقدس میں منعقد ہوتا تھا۔ اس میں حاضر ہو کر مستغرق رہتے اور رات دن اُن کا کام وضو یا نماز یا مراقبہ یا تلاوت قرآن تھا۔ نماز کے وقت پاکیزگی مکان ولباس کا خیال از حد رکھتے تھے۔ گویا کہ یہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ "یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ میری اُمت کا اول بہتر ہے یا آخر۔" آنجناب علیہ الرحمۃ اور اُن کے احباب اور مریدوں کی شان میں وارد ہوئی تھی +

ایک بار آنجناب نے اپنے برادر حقیقی شیخ محمد موسیٰ دود کو تحریر فرمایا تھا کہ اے برادر! اہل اللہ کا ایسا اجتماع اور محبان خدا کا ایسا مجتمع نظارہ جو آج سرہند میں میسر ہے اگر تمام عالم میں اس کی مثل تلاش کرو گے تو بھی اس دولت کا دسواں حصہ بلکہ اس کا ایک شمہ بھی حاصل ہونا غیر متوقع ہے۔ تم نے اس دولت کو مفت برباد کر دیا۔ اور راہ کو بھی

طرح نفیس موتیوں کے عوض جوز و مویز پر قناعت اختیار کر لی۔ نہایت شرم کا مقام ہے۔

حضرت سوم

اُن درجات کے بیان میں جو آپ کے ظہور سے قبل اور بعد خدا کے برگزیدہ بندوں نے بیان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اُن سب سے راضی ہو

درجہ۔ علامہ سیوطی نے کتاب جمع الجوامع میں ایک حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کو صلہ کہا جائیگا۔ اُس کی شفاعت سے ایک کثیر تعداد میری امت کی جنت میں داخل ہوگی۔

یہ حدیث گویا آنجناب کے وجود مسعود کی مشعر ہے۔ کیونکہ آپ علما اور صوفیہ میں صلہ تھے۔ آپ نے مسئلہ وحدت الوجود میں فریقین کے اختلاف کو رفع کر کے لفظی قرار دیا۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تحریر کے بعد آپ نے خود تحریر فرمایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَنِیْ صِلَۃً بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ یعنی اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے دو دریاؤں میں مجھے صلہ بنایا۔

آنجناب کو حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بشارت دی۔ کہ قیامت میں اتنے ہزار آدمی تیری شفاعت سے بخشے جائینگے۔

نفس حدیث اور مضمون بشارت آنجناب پر بخوبی صادق آتا ہے۔ اس مدت ہزار سال میں کوئی شخص لقب مجدد الف ثانی سے ملقب نہ ہو سکا۔

درجہ۔ مقامات شیخ الاسلام شیخ احمد جام قدس سرہٗ میں میں نے دیکھا ہے انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد سترہ آدمی میری مثل اور میرے ہم نام ظاہر ہونگے۔ اور اُن میں کا اخیر شخص بعثت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہزار سال کے بعد ظاہر ہوگا اور وہ سب سے زیادہ بزرگ ہوگا۔

درجہ۔ شیخ ظہور الدین فرزند حضرت شیخ احمد جام قدس سرہما نے کتاب رموز العاشقین میں لکھا ہے کہ اُن کے والد شیخ الاسلام کے ہاتھ پر اُن کی عمر میں چھ لاکھ آدمیوں نے توبہ کی۔ لوگوں نے اُن کے والد سے پوچھا کہ اولیاء اللہ کے حالات ہم نے سُنے ہیں اور کتابوں میں بھی دیکھا ہے مگر جو حالات کہ آپ سے ظاہر ہوئے ہیں وہ اور کسی ولی سے نہیں ظاہر ہوئے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ

کی جو ریاضتیں ہم کو معلوم ہوئیں ہم نے ان کو پورا ہی نہیں کیا۔ بلکہ اُس پر اور زیادتی کی۔ اس لئے خدائے پاک نے جو کچھ اُن کو متفرق طور سے دیا تھا وہ مجھ کو تنہا عطا فرمایا اور ہر چوتھی صدی میں ایک میرا ہمنام (احمد) پیدا ہوگا۔ اور حق تعالیٰ کی عنایتیں اس کے حال پر ایسی ہونگی کہ تمام خلق قبول کرے گی۔ هٰذا مِن فضلِ ربّی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ۔

میرے خیال میں یہ کلام آنجناب قدس سرہ کے وجود مسعود کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کیونکہ شیخ احمد جام قدس سرہ کی وفات چھٹی صدی میں ہوئی اور ہمارے حضرت قدس سرہ کی ولادت سالہ ۹۷۱ ہجری میں ہوئی ۔

درج ۔ ایک بزرگ نے فقیر (مولف) سے نقل کیا کہ شیخ خلیل اللہ بدخشانی کے بعض رسائل میں میں نے دیکھا ہے کہ سلسلہ حضرات خواجگان سے ہندوستان میں ایک بزرگ پیدا ہونگے اور اپنے وقت میں بے نظیر ہونگے۔ افسوس کہ میری حیات اُن کے زمانہ تک وفا نہ کرے گی ۔

قطب المحققین حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب ہمارے حضرت مخدوم مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ نے ہم کو حکم دیا کہ ہندوستان جاؤ۔ وہاں یہ سلسلہ شریفہ تم سے رواج پائیگا۔ میں نے اپنے کو اس خدمت کا اہل نہ پاکر عذر کیا۔ حضرت نے استخارہ کا حکم دیا۔ میں نے استخارہ کیا۔ اور اس میں یہ معلوم ہوا کہ ایک طوطی ایک شاخ کے سر پر بیٹھی ہے۔ میں نے دل میں نیت کی کہ اگر یہ طوطی اُس شاخ سے اڑکر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو ضرور اس سفر میں مجھے کامیابی ہوگی۔ بمجرد اس خیال کے طوطی اڑی اور میرے ہاتھ پر آکر بیٹھ گئی۔ میں نے اُس کی منقار کو اپنے منہ میں لیا۔ اور اُس نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ میں نے اس واقعہ کی تعبیر اس طرح لی کہ طوطی چونکہ ہندوستان کا پرندہ ہے۔ اس لئے کوئی بزرگ ہند کے ہم سے متوسل ہونگے۔ اور معارف و اسرار اُس سے پیدا ہونگے۔ اور ہم کو بھی اس سے فائدہ پہنچیگا۔ میں نے یہ واقعہ اور تعبیر جناب مولانا سے بیان کی۔ مولانا نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہی ہے جو تم کو معلوم ہوئی ہے۔ ایک عرصہ سے بزرگان طریق اس بزرگ کی تشریف فرمائی کے منتظر ہیں۔ جلدی کرو اور اس بزرگ کو پاؤ۔ اب معلوم ہوا کہ وہ بزرگ تمہارے دامن سے پرواز کریگا ۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ختم کلام کے بعد ہمارے حضرت قطب الاقطاب سے خطاب کرکے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ واقعہ اور بشارت تم سے متعلق ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ کے تعبیر کے مطابق انجام کار ظاہر ہوا۔

ورجہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہمارے حضرت سے فرماتے تھے۔ کہ جب حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت سے مراجعت کرنے کے بعد ہمارا قیام تمہارے وطن سرہند میں ہوا تو ہم نے واقعہ میں دیکھا کہ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ تو ایک قطب کے پڑوس میں اترا ہے۔ اور اس قطب کا حلیہ بھی بیان کیا گیا۔ صبح کو ہم شہر کے مشائخ اور گوشہ نشین فقراء کی ملاقات کے لئے گئے۔ کسی کی صورت اس حلیہ کے مطابق نہ تھی۔ اور قطبیت کے علامات و آثار کسی میں نظر نہ آئے۔ ہم نے خیال کیا کہ اہل شہر میں کسی کی قابلیت قطبیت کی ہوگی۔ اور اس کا ظہور اس کے بعد ہوگا۔ جب تم سے ملاقات ہوئی۔ تو وہ حلیہ تمہارے حلیہ کے مطابق نظر آیا۔ اور قطبیت کے علامات بھی تم میں پائے گئے۔

ورجہ۔ جب آنجناب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک مرتبہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ سے فرمایا کہ جب ہم تمہارے شہر میں مقیم ہوئے تو ہم نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک مشعل سر بفلک کشیدہ روشن ہے۔ اور اس سے تمام عالم از شرق تا غرب روشن ہو گیا ہے اور اس کی روشنی لحظہ بلحظہ بڑھتی جاتی ہے۔ خلق خدا نے اس مشعل سے بہت سے چراغ روشن کئے ہیں۔ میں اس واقعہ کو تمہارے معاملہ سے متعلق پاتا ہوں۔

ورجہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کی ابتداء حضوری کے زمانہ میں ایک بزرگ کو ایک مکتوب میں لکھا تھا کہ آج ہمارے پاس ایک بزرگ شیخ احمد سرہندی مقیم ہیں۔ وہ کثیر العلم اور قوی العمل ہیں۔ چند روز فقیر نے ان کے ساتھ نشست و برخاست کی ان کے روزگار اوقات میں عجیب چیزیں نظر آئیں۔ امید ہے کہ ان کی ذات ایک آفتاب بنے اور تمام عالم اس سے روشن ہو جائیگا۔ الحمد للہ کہ ان کے احوال کاملہ کا مجھے یقین ہو گیا ہے۔ ان بزرگ کے برادر اور اقربا بھی ہیں۔ اور وہ سب کے سب طبقہ علماء و صالحین سے ہیں ان میں سے بعض کی صحبت کا فقیر کو اتفاق ہوا قیمتی موتی نظر آئے اور عجیب استعداد رکھتے ہیں۔ ان کے صاحبزادے ابھی اطفال

ہیں۔ مگر اسرار الٰہی ہیں۔ الحاصل اُن کی مثال درخت پاکیزہ کی سی ہے۔ اللہ تعالےٰ اُس کی عمدہ پرورش فرمائے ✦

درچہ۔ حضرت قدس سرہٗ نے آنجناب کے بارہ میں فرمایا ہے۔ کہ ہم نے اِس تین چار سالہ مدت میں مشیخت کی خدمت انجام نہیں دی۔ بلکہ کھیل کرتے رہے مگر خدا کا شکر و احسان ہے کہ ہماری یہ کھیل اور دکانداری بیکار نہ گئی کیونکہ آپ جیسے بزرگ ہم کو مل گئے ✦

درچہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آنجناب کے بارہ میں فرمایا کہ ہم اس تخم کو بخارا و سمرقند سے لائے اور زمین برکت آئین ہند میں اُس کی کاشت کی۔ طالبانِ طریق کے ساتھ ہماری سرگرمی اُسی وقت تک تھی۔ جب تک کہ آپ کا معاملہ انتہا تک نہ پہنچا تھا۔ جب ہم آپ کے کام سے فارغ ہو گئے تو ہم نے اپنے کو کاروبار مشیخت سے الگ کر لیا۔ اور طالبوں کو آپ کے حوالہ کر دیا ✦

درچہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک مکتوب آنجناب کے نام لکھا تھا اس سے آنجنابؒ کی جلالت قدر و مرتبہ بخوبی ظاہر ہوتا ہے۔ وہ مکتوب یہ ہے:۔

خدائے پاک تم کو مرتبۂ کمال و اکمال تک پہنچائے۔ یہ کہنا کہ بزرگوں کے پیالہ میں زمین کا حصہ ہوتا ہے، کوئی تکلف نہیں ہے۔ حقیقت حال یہی ہے جو لکھی گئی ✦ پیر انصاری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میں شیخ خرقانی رح کا مرید ہوں لیکن اگر خرقانی رحمۃ اللہ علیہ اس وقت زندہ ہوتے تو باوجود شیخ ہونے کے میری مریدی اختیار کرتے۔ جب کہ اُن کاملین بے صفتوں کا یہ حال ہے تو پھر ہم گرفتارِ آثار صفات کس شمار میں ہیں! اور کیوں جان فدائی اور آپ کی طلب گاری نہ کریں۔ اور مشامِ جان میں جہاں سے خوشبو آئے۔ کیوں اس کے پیچھے نہ جائیں۔ ہمارا یہ توقف اور مستغنی استغنا اور لاپرواہی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ منتظر کرم و احسان ہے ؎

گر طمع خواہد ز من سلطانِ دیں   خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

اگر دین کا پادشاہ پوچھے کہ کیا چاہتے ہو۔ تو اُس کے بعد پھر قناعت کا کیا موقع ہے ✦

حقیقت احوال یہی ہے جو لکھی گئی۔ اللہ تعالےٰ ہدایت کاملہ عطا فرمائے۔

اور عجب و پندار سے خلاصی بخشے +

بقیہ مقصود یہ ہے کہ جناب سیادت پناہ میر صالح نیشاپوری سلمہ اللہ تعالیٰ نے اظہار طلب کیا ہے چونکہ وقت اس کا مقتضی نہیں ہے۔ اس لئے انکی تضیع اوقات کرنا شان اسلام سے دور ہے پس اُن کو آپ کی صحبت میں بھیجا جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ بقدر استعداد حصہ لیں گے۔ توجہ اور لطف کامل اُن کے حال پر مبذول رکھو +

درجہ - نیز حضرت خواجہ نے آنجناب علیہ الرحمۃ کو لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ فقراو مساکین ورماندہ کو اپنے برگزیدہ بندوں کے طفیل میں ورمانی تک پہنچائے۔ میں ایک عرصہ سے حالات نیازمندی کو آپ کی درگاہ ولایت پناہ میں عرض نہ کر سکا تھا۔ اسی ایک کلمہ سے خواستگاران صادق مائل ہو سکیں گے۔ خدا کا شکر ہے کہ ایسی صورت خود پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اور کیا لکھا جائے۔ درویشوں کے حالات آپ کی درگاہ میں لکھنا نہایت بے ادبی اور اوضاع صوریہ کا اظہار نہایت بیجا ہے۔ الحاصل ہم کو خود اپنی حد معلوم کرنا چاہیئے اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ والدعا +

درجہ - کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک مرید خاص نے نہایت تضرع اور نیازمندی سے توجہ خاص کے لئے التماس کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ جب آپ سرہند سے آجائینگے تو ہم آپ سے خواہش کرینگے کہ ایک ہفتہ میں تیرا کام پورا کردیں۔ اور درجۂ ولایت تک واصل کردیں۔ اس ارشاد کے بعد حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے آپ کی ملاقات کا اتفاق نہ ہو سکا۔ اور جب آپ بعد وفات حضرت خواجہؒ کے دہلی تشریف لیگئے اور حضرت خواجہ کا ارشاد مرید مذکور کے بارہ میں آپ نے سُنا تو اُس سے فرمایا کہ اگر تم صدق طلب اور اعتقاد صحیح کے ساتھ آؤ۔ تو میں ارشاد حضرت خواجہ کی وجہ سے تمہارا کام صرف ایک ہفتہ میں پورا کردونگا لیکن اس کو اس سعادت کی توفیق ہمدست نہ ہوئی +

درجہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ مقامات مشائخ متقدمینؒ کو آنجنابؒ سے حضور میں بالمشافہ اور غائبانہ میں خطوط کے ذریعہ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں آنحضرت قدس سرہٗ کو تحریر فرماتے ہیں:-

مکتوب - مسند ارشاد وسیع اور منور رہے۔ طریقۂ خواجگان میں جس

رسالہ کی تسوید فرمائی گئی ہے اللہ تعالے اس کو سرمۂ چشم مشتاقاں بنائے +

خدائے پاک کا شکر اور احسان ہے کہ رسالہ موصوف نہایت عالی اور لطیف ہے، خیال گزرتا ہے کہ آپ ابھی اور احوالِ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ میں تفتیش فرمائیں شاید کہ اور امور بھی ظاہر ہو جائیں جس سے ذکر کہ ہم لطیفہ غیبیہ کے مطالعہ سے مشرف ہوئے اثناء انفاس میں خیال گذرا کہ دستِ چپ یقیتی عالم ارواح کا تعلق خواجہ احرار سے ہے ۔ مگر جب حاضری ہوئی ۔ تو ضعف حافظ کی وجہ سے یہ امر متردد ہو گیا کہ مشار الیہ کون تھا ۔ مگر خیال ہوا کہ حضرت خواجۂ احرار ہی کی طرف اشارہ تھا ۔ نیز طبقہ طبقہ آئمہ میں بھی غور کریں تاکہ اور کچھ حالات ظاہر ہو سکیں ۔ نیز ان کے کلام سے معنی عصمت مفہوم ہوتے ہیں ۔ اور یہ بھی بعض وقعات سے ظاہر ہوا ہے کہ خواجہ احرار بلحاظ خلقت کے نہایت کے بدایت میں مندرج ہو کر مخلوق ہوئے ہیں ۔ کیا تعجب ہے اگر نقطہ علم اوپر مقام وحدتِ عُلیا کے تحت میں جو مقام قابلیتِ مطلقہ ہے اس سے مخلوق ہوئے ہوں ۔ براہِ کرم اس مقام میں بھی آپ غور کریں +

نیز مقام حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالے عنہ میں بھی ایک نظر ڈالیں کہ آیا آپ اس مقام میں داخل ہو کر نزول میں آئے ہیں یا کسی اور رستہ سے کنارہ پر آئے ہیں ۔ ممکن ہے کہ مخلوقیت فوق نقطہ اس مقام میں عدم تقریر کا سبب ہوئی ہو الحاصل از راہ عنایت اس مسئلہ میں خوب غور کریں +

دوسرا التماس یہ ہے کہ مسئلہ فنا و بشریت میں بھی توجہ فرمائیں کہ بجز مقام فنا فے اللہ کے اور بھی کوئی مقام رکھتی ہے یا صرف اسی مقام فنا فی اللہ میں منحصر ہے اگر ایسا ہو تو وہ جماعت جو مقام فنا فی اللہ سے فوق مخلوق ہوئی ہے وہ اسیطرح محفوظ رہگئی ہو گی ۔ اور وہ جماعت اولیا بھی جو مقامِ وحدت میں محو ہو گئی ہے ۔ خواہ راہِ جذبۂ قیومیت سے گئی ہو یا کسی اور راہ سے وہ بھی عود بوجود سے محفوظ ہو گی ۔ نیز ایک نظر خانۂ جبروت یعنی مقامِ انبیا صلوٰۃ اللہ علے نبینا و علیہم میں ڈالیں ممکن ہے کہ یہاں اور بھی کوئی مقام ہو جو عود مذکور سے ایمن رکھتا ہو ۔ نیز مقامِ فنا فی اللہ میں بھی ایک نظر ڈالیں ۔ ممکن ہے کہ اس راہ ظاہر کے سوا اور بھی کوئی راستہ رکھتا ہو اور بعض اولیا اسی راستہ سے داخل ہوئے ہوں +

باقی حالات اس عاجز کے آپ کو بخوبی معلوم ہیں اور کیا لکھا جائے۔ اتنے اسامی اور علامات و مقامات ہم کو معلوم نہیں ہیں۔ پھر اُن کا بیان کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ جو آپ کی مرضی ہے۔ ویسا ہی ہوگا۔ محمد صادق اور تمامی برادران و اعزہ نیاز مندی قبول کریں +

قدسیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپکے عرائض کے جواب میں مختلف صحائف گرامی تحریر فرمائے ہیں۔ اُن میں نیز آپؒ نے اپنی زبان گوہر افشان سے بھی آپ کی تعریف اور آپ کے احوال اور کشوف کی صحت کی تائید فرمائی ہے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں فرماتے ہیں کہ جو کچھ انکشافات ہوئے ہیں۔ ان کا طریق نہایت پسندیدہ اور صحیح و درست و مستحسن ہے کہ بے قول و زبان کے انکشافات ہوتے ہیں۔ تمامی وجوہ کے اظہار کی ضرورت نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ ملاقات کے بعد جو کہنا ہوگا۔ بالمشافہ کہا جائیگا +

قدسیہ ایک دن آنجناب قدس سرہٗ اپنے حجرہ میں جو مسجد فیروزآباد دہلی میں تھا۔ خدا کی یاد میں مشغول تھے۔ کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ تنہا آنجناب کی ملاقات کے لئے حجرہ کے دروازہ پر تشریف فرما ہوئے۔ آپکے خادم نے چاہا کہ آپؒ کو حضرت خواجہ کی تشریف آوری سے مطلع کرے۔ حضرت نے اس کو نہایت اصرار کے ساتھ منع فرمایا اور آپ حجرہ کے باہر ہی تشریف فرما رہے۔ کچھ دیر کے بعد آنجناب اپنے شغل سے فارغ ہوئے۔ تو پوچھا کہ حجرہ کے دروازہ کے باہر کون صاحب ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ فقیر محمد باقی ہے۔ آپ نے بیقرار ہو کر دروازہ کھولا اور باہر آئے۔ اور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے +

قدسیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہمیشہ اس نعمت کے شکر میں کہ خدائے پاک نے آپ جیسا مرید بلند استعداد آپ کی صحبت میں پہنچایا اور اُن کی صحبت کے برکات سے مراتب کمال و تکمیل تک وصل کیا۔ رطب اللسان رہتے تھے۔ اور اس امر پر فخر و مباہات فرماتے تھے۔ اپنے سامنے آپ کو اپنے سب مریدین کا سر حلقہ بنایا اور خود اس حلقہ میں تشریف لائے اور ایک گوشہ میں تشریف فرما ہوئے +

قدسیہ منقول ہے کہ ایک بار حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ

عادت قدیم کے مطابق آپکے والد ماجد یعنی شیخ عبدالاحد کے مکان پر تشریف فرما ہوئے۔ اس زمانہ میں آپ طفل شیر خوار تھے! ور مرض طحال میں جو لڑکوں کے لئے ایک مہلک بیماری ہے، مبتلا تھے۔ سانس دراز ہو گیا تھا۔ اور بے ہوش تھے۔ اور ایک مدت سے شیر مادر آپ کے حلق میں نہ اُترا تھا۔ سب گھر والے آپ کی زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ سب نے شاہ صاحب کی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور آپ کو اسی حال میں شاہ صاحب کی خدمت میں لے آئے۔ شاہِ ولایت پناہ نے آپ کو اپنی گود میں لے لیا اور اپنی زبانِ مبارک آپ کے دہن میں ڈالی۔ آپ نے فوراً اس کو چوس لیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ احباب کی خاطر عاطر آپؒ کے مرض کی جانب سے مطمئن رہے کہ آپ کی عمر عزیز بہت ہے! ور خدائے جل وعلا کو آپ سے بہت کاروبار لینے ہیں آپ میری طرح بزرگ ہونگے۔ ہم نے ان کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اسی وقت آپکو صحتِ عاجلہ وعافیتِ کاملہ حاصل ہو گئی +

قدسیہ ۔ ایک دفعہ آپ زمانۂ شباب میں بیمار ہوئے اور اتنا ضعف بڑھا کہ سب لوگ مایوس ہو گئے۔ والدۂ حضرت مخدوم زادگان عالی قدر یعنی حضرت کی بی بی جو نے جو ایک صالحہ وعابدہ بی بی تھیں نیا وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور بحال گریہ زاری ونیاز درگاہ باری جلت عظمتہ میں آپ کی صحت وعافیت کے لئے دعا کی۔ اس حال میں اُس زہراء وقت کو نیند آگئی اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا آپ سے کہہ رہا ہے کہ اطمینان رکھو ہم کو اُن سے بڑی خدمتیں لینی ہیں۔ اور ابھی نو ہزار خدمتوں میں سے ایک بھی نہیں لی گئی۔ خدائے پاک عنقریب آپ کو صحت کامل عطا فرمائیگا اور مراتب قرب تک پہنچائیگا +

قدسیہ ۔ حضرات مخدوم زادگان عالی قدر کی والدۂ ماجدہ یعنی آپ کی بی بی صاحبہ اپنی شادی کے زمانہ میں اپنے والد ماجد حاجی حرمین شریفین شیخ سلطان کو جو ایک عالم وفاضل اور پرہیزگار وسخی بزرگ تھے۔ خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ میں اس وقت حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کثیر البرکت میں حاضر تھا! آنحضرت علیہ السلام نے ایک کاغذ پر بخط خاص تحریر فرمایا کہ میرے صحابی خاص چار ہیں اور پانچواں شیخ احمد ہے۔ میرے چچا شیخ زکریا اس روایت کا انکار کر رہے ہیں اور میرے والد ان سے

کہتے ہیں کہ اس روایت کا انکار مت کرو کہ میں بھی اس وقت خدمت حضرت سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر تھا۔ اور اس واقعہ کا معائنہ کیا۔ اس کی صداقت میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے۔ میں بیداری کے بعد سے اس بارہ میں متحیر رہی یہاں تک کہ خدائے پاک نے آپ کو کمالِ اتباع حضرت سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے اصحاب کبار کی وجہ سے آپ کو ایسے مرتبہ پر فائز فرمایا کہ جو شخص آپ کو دیکھتا یہی کہتا کہ آپ کا طریقہ بعینہٖ اصحاب کبار کا طریق ہے ❖

قدسیہ۔ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ نے اپنی وفات کے وقت اپنا جُبّہ متبرکہ جو برسوں تک آپ کے زیرِ استعمال رہا تھا۔ باوجود آپ کے صاحبزادہ شاہ عماد کی موجودگی کے اپنے پوتے شاہ سکندر بن شاہ عماد کو عطا کیا۔ اور فرمایا کہ یہ جُبّہ میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ جس بزرگ کیلئے حکم دوں ان کو پہنچا دینا ❖

اس کے بعد حضرت شاہ کمال رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا۔ اور کسی شخص کا پتہ نہ بتایا۔ مگر واقعہ میں حضرت شاہ سکندر رہ سے فرمایا کہ یہ جُبّہ میرے فرزند معنوی شیخ احمد سرہندی کو پہنچا دو۔ کہ یہ انہی کی امانت ہے۔ حضرت شاہ سکندر رہ نے اس بارہ میں توقف کیا کہ گھر کی نعمت باہر کیوں دیجائے۔ حضرت نے دوبارہ پھر یہی ارشاد فرمایا۔ اور اس بارہ میں سخت تاکید فرمائی۔ شاہ سکندر رہ نے پھر بھی عمل نہ کیا۔ تیسری بار حضرت نے بہت خفگی کے ساتھ تاکید شدید فرمائی۔ پس حضرت شاہ سکندر رہ مجبور ہوئے اور اس کو لیکر قصبہ کیتھل سے حضرت کی خدمت بابرکت میں سرہند حاضر ہوئے۔ آپ نے اس جُبّہ متبرکہ کے پہننے کے بعد جو کچھ مشاہدہ فرمایا وہ آپ کے مکتوبات میں مذکور ہے ❖

قدسیہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے وصال کے بعد بغرض تعزیت آنحضرت قدس سرہٗ دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مریدوں نے حسب دستور قدیم آپ کا استقبال کیا۔ اور بطریق سابق آپ کے حلقۂ ذکر میں حاضر ہوئے۔ اور مریدوں کی طرح آپ کی خدمت کی بلکہ آپ کے دستِ مبارک پر تجدید بیعت کی۔ مگر شیطان خناس نے خَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے سینوں میں جنوں اور آدمیوں میں سے ❖

بعضوں کو جن کی قوت یقینی کمزور تھی اپنی ملمع کاری کے خیالات میں پھنسا لیا

اور انکار کے گڑھے میں ڈال دیا جس سے صحبت مکدر ہو گئی۔ آپ نے وطن مالوف کی طرف توجہ فرمائی۔ حقائق و معارف پناہ شیخ تاج باوجودیکہ حضرت کے مخلص تھے۔ مگر مگر اس منکرین کی صحبت سے ان کے دل میں بھی تردد اور شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ پھر شیخ تاج نے اپنے وطن مالوف سنبھل سے ایک مکتوب مولانا محمد قلیچ کے نام جو حضرت خواجہ کے سالے تھے۔ لکھا کہ :-

آپ آنجناب کی خدمت میں خط لکھیں اور اس میں فقیر کی جانب سے دعا پہنچا کر عرض کریں کہ آپؒ نے واقعہ میں جس طرح میرے جرم سے درگذر فرمایا ہے۔ اسی طرح واقع میں بھی میری خطا معاف فرمائیں +

ثانیاً یہ کہ یاران دہلی سے کہو کہ جو شخص آنجناب سے عقیدت رکھتا تھا۔ اور اب منحرف ہو گیا۔ یا جو شخص کہ پہلے معتقد نہ تھا اور اب آپؒ کا انکار کرے تو وہ مرتدِ طریقت ہے۔ کیونکہ ایسے کامل ولی کا انکار داخلِ ارتداد ہے۔ یہ دوروزہ زندگی کا گذر جانا آسان ہے۔ مگر اس انحراف پر جو شخص قائم رہیگا۔ دمِ آخر اس کا ایمان مسلوب ہو جائیگا۔ چونکہ ہم آپس میں پیر بھائی ہیں۔ اس لئے ہم نے اطلاع کر دی ہے +

اس کے کچھ دن بعد شیخ تاج دہلی تشریف لائے۔ اور حجرۂ حاجی صالح میں مقیم ہوئے۔ آخوند ملا حسن اور جعفر بیگ اور خواجہ محمد صدیق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جعفر بیگ اور ملا حسن نے آپ سے عرض کیا کہ اس مضمون کا آپؒ کا ایک مکتوب ہمارے پاس آیا تھا۔ نہ معلوم کہ وہ آپ ہی کا لکھا ہوا ہے یا کسی نے اپنی طرف سے لکھ لیا ہے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ وہ مکتوب میرا ہی تھا۔ حقیقت معاملہ یہ ہے کہ مجھ کو حضرت شیخ احمد قدس سرہ سے ایک گونہ انکار تھا۔ میں نے اُن کے ہاتھ سے زک کھائی۔ اس کے بعد میں اُن کا معتقد ہو گیا۔ اور یاران دہلی کے احوال کی طرف متوجہ ہوا تو کسی میں کوئی اثر رشد کا نہ پایا۔ میں نے بہت کچھ توجہ کی۔ مگر راہ مقصود نہ کھل سکا +

ایک رات درگاہ باری تعالےٰ میں بہت کچھ نیازمندی بجا لایا۔ اسی حال میں غیبت پیدا ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک مجلس عالی آراستہ ہے۔ اور تمام اولیا کاملین اس میں جمع ہیں۔ میں بھی اس مجلس مقدس کے ایک گوشہ میں گھس گیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک بزرگ نے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم اہل زمانہ سے انکار رکھتے ہو۔ اتنا بھی نہیں جانتے

کہ اکمل وقت کی خدمت میں بے ادبی کرنا اور غفلت کرنا موجب خرابی دین اور سلب ایمان ہے۔ میں اس انکار سے ڈرا اور نادم اور تائب ہوا۔ جب یہ بزرگ خاموش ہو گئے تو دوسرے بزرگ نے مجھ کو مخاطب کر کے اسی طرح سے زجر و توبیخ کی۔ الحاصل اس مجلس مقدس کے تمام اکابر نے فرداً فرداً اسی طرح خطاب اور عتاب کیا۔ میں حیران ہوا کہ خدایا وہ کون بزرگ اکمل وقت ہیں جن سے مجھ کو کدورت و انکار ہے جس کی وجہ سے میں اس قدر نشانۂ ملامت بن رہا ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مجلس مقدس کے صدر میں حضرت میاں شیخ احمد قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں اور تمام اکابر بر کار تھے توجہ ان کی طرف ہے اور اس محفل اقدس کے صدر وہی ہیں۔ اس وقت معلوم ہوا کہ معاملہ کیا ہے اس وقت میں اٹھا اور آپ کی خدمت میں تیزی کے ساتھ پہنچکر آپ کے قدموں پر گرا۔ حضرتؒ نے جب فقیر کو دیکھا تو اٹھ کر مجھے بغل میں لے لیا اور نہایت مہربانی فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ چونکہ میں بھی یاران معتوب کا ہم نشین رہا اس لئے مجھے بھی آپ کی نسبت غلطی سرزد ہوئی امید کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ فرمایا کہ تم سے نہایت تعجب ہے، نہایت تعجب ہے۔ نہایت تعجب ہے۔ اسی طرح تین بار تکرار فرمائی۔ میں نے نہایت تضرع و زاری سے عرض کیا کہ بمقتضائے بشریت یہ غلطی واقعہ ہوئی۔ فرمایا کہ ہم نے معاف کر دی۔

جب میں خواب سے بیدار ہوا۔ تو توبہ کی اور بہت کچھ تضرع سے کام لیا۔ چنانچہ آثار قبولیت ظاہر ہوئے۔ اور ہدایت کام میں نمایاں ہوئی۔ اس بنا پر میں نے دوستوں اور پیر بھائیوں کو لکھا کہ اس دو روزہ زندگی کا گذرنا سہل ہے۔ جو شخص آنجناب سے اسی طرح برگشتہ رہیگا اور اس خیال سے رجوع نہ کریگا۔ آخر وقت اس کا ایمان برباد ہو جائیگا۔

جب آنجناب بتقریب عرس حضرت خواجہ قدس سرہٗ دہلی تشریف لائے تو حضرت شیخ تاجؒ جو حضرت خواجہؒ کے کاملین اصحاب اور خلفا سے تھے دہلی میں تشریف فرما تھے آنجنابؒ سے بالمشافہ معافی چاہی۔ اور اس سے قبل بھی شیخ موصوف نے آنجنابؒ کی خدمت میں ایک مکتوب جماعت فیروز آبادی کی سفارش اور اُن کی لغزشوں کے معافی کے بارہ میں لکھا تھا اور اس میں یہ حکایت بھی تحریر فرمائی تھی کہ:۔

ایک بزرگ ایک مسجد میں مراقب تھے اور ایک سوداگر وہاں نماز کے لئے آیا

پانسو دینار کی ایک تھیلی جو اس کی کمر میں تھی اُس نے وہ اپنے پاس نہ پائی۔ اس کا خیال ہوا کہ اس شخص نے جو گوشۂ مسجد میں بیٹھا ہے اُٹھالی ہو گی۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ ان بزرگ کو سخت ایذائیں دیں۔ آخر کار ان بزرگ نے طوعاً و کرہاً اقرار کیا۔ کہ میں مقدار گم شدہ ادا کر دونگا۔ آخر کار درویش نے اپنے مریدوں اور معتقدوں کے پاس سے رقم مہیا کر کے تاجر کو ادا کر دی۔ اس کے بعد تاجر نے وہ ہمیانی دوسری جگہ سے پائی اُن ایذاؤں سے جو اس صابر درویش کو پہنچائی تھیں ڈرا اور اُن کی خدمت میں آیا۔ اور نہایت عاجزی کے ساتھ ندامت اور پریشانی کا اظہار کیا۔ درویش نے فرمایا کہ اس قدر انکسار اور عاجزی کی ضرورت نہیں۔ میں نے اُسی روز جب کہ تم سے تکلیف پائی اپنے دل سے عہد کر لیا ہے کہ جنت میں نہ جاؤنگا۔ جب تک کہ تم کو بھی اپنے ہمراہ نہ لیجاؤنگا۔

الحاصل سلف کے واقعات بہ ہیں۔ امید کہ آپ بھی اس جماعت کی لغزشوں کو معاف کر دینگے۔ آنجناب رح نے بسفارش شیخ تاج اولاً بذریعۂ مکتوب اور ثانیاً بالمشافہ معاف فرما دیا +

درجہ۔ جس زمانہ میں کہ آنجناب قدس سرہٗ بعد وصال حضرت خواجہ قدس سرہٗ بغرض تعزیت دہلی تشریف لے گئے۔ اصحاب مریدین حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ سے بیعت کی تجدید کی۔ اس زمانہ میں حضرت خواجہ حسام الدین احمد نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں۔ اور آنجناب قدس سرہٗ کی مدح و ستائش میں خطبہ پڑھ رہے ہیں۔ اور فقرات فصیحہ و کلمات طیبہ میں آپ کی تعریف فرما رہے ہیں اور فخر و مباہات سے فرماتے ہیں کہ میں اس پر ناز کرتا ہوں کہ میری امت میں شیخ احمد سا بزرگ ظاہر اور میرے دین متین کا مجدد ہوا ہے +

قدسیہ۔ حضرت خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ میں دیکھا کہ اُن سے یہ کہہ رہے ہیں کہ صحاب فیروز آباد میں بلائے عظیم نازل ہو گی۔ جو شخص ان کے (حضرت شیخ احمد رح کے) وضو کا بچا ہوا پانی پئے گا۔ وہ اُس سے نجات پائیگا +

خواجہ موصوف رح نے یہ واقعہ آنجناب سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آب مستعمل کا پینا مکروہ ہے۔ کتب فقہ میں اس مسئلہ کی تلاش کی گئی۔ اس سے اتنی اجازت دستیاب ہوئی کہ اگر چوتھی مرتبہ کوئی عضو بلا نیت قربت کے دھویا جائے وہ پانی مستعمل نہیں

ہوتا۔ اور اُس کے پینے میں کراہت نہیں ہے۔ پس چوتھی بار کا بچا ہُوا پانی حضرت
خواجہؒ کے تمام مریدوں اور معتقدوں سب نے اعتقاد راسخ کے ساتھ پیا۔ خدائے پاک نے
اس کی برکت سے اُن کو اُس بلا سے نجات عطا فرمائی ؛

قدسیہ ۔ آنجناب قدس سرہٗ کے ایک مخلص نے جو ایک نیک اور حافظ قرآن
بزرگ تھے۔ فقیر مولف سے بیان کیا کہ آنجناب ایک بار عشرہ اخیرہ ماہ رمضان میں کسی قدر
علیل ہو گئے تھے۔ اسی زمانہ میں ایک رات انہوں نے واقعہ میں دیکھا کہ لوگ گروہ گروہ
اور جوق جوق ہر طرف سے دوڑے چلے آرہے ہیں۔ مَیں نے پوچھا کہ اس جستجو کی کیا وجہ ہے
کہا گیا کہ قطب الاقطاب وقت حضرت شیخ احمد فاروقی قدس سرہٗ بیمار ہیں اور قلعہ سنگین
مسجد جامع میں تشریف فرما ہیں۔ اور امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُنکی
مزاج پُرسی کے لئے تشریف لائے ہیں۔ لوگ اُن کی زیارت کے لئے دوڑے جا رہے ہیں
مَیں بھی دوڑا اور شوق دیدار پر انوار حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا غالب ہوُا۔
کہ اللہ تعالےٰ نے خلیفہ برحق کو آنجناب کی عیادت کیلئے زندہ فرمایا۔ اور اس جہان میں بھیجا ہے
پس آپ کا دیدار غنیمت ہے دیکھا تو وہ قلعہ سراپا سنگ سُرخ سے بنا ہُوا ہے اور نہایت
بلند اور مستحکم ہے۔ اور بلند مقام پر واقع ہے۔ جس طرح کہ پہاڑوں پر بناتے ہیں۔ لوگ
اُس قلعہ میں جا رہے تھے۔ مَیں قلعہ کے دروازے کے قریب پہنچا ہی تھا کہ خلائق کے
دوڑ دھوپ کا شور وغل کم ہو گیا۔ اور لوگ رستہ کے دو طرف صف بستہ کھڑے
ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد شور ہُوا کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت
شیخ احمدؒ کی عیادت فرما کر واپس تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس اثنا میں تین شخص گھوڑوں
پر سوار ظاہر ہوئے۔ اُن میں حضرت ذی النورین اپنے ہمراہی دو نو سواروں سے کسی قدر
آگے تھے۔ مَیں بھی صف کے برابر دست بستہ کھڑا ہو گیا تھا کہ حضرت رضی اللہ عنہ میرے
سامنے سے گذرے۔ مَیں نے آپ کے زانو پر ہاتھ پہنچا کر بوسہ لیا۔ اور گریہ شوق مجھ
میں پیدا ہوُا۔ حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو مجھے یاد کریگا
مجھ سے ملاقات ہو جائیگی۔ اتنے میں میری آنکھ کھُل گئی۔ اس وقت میری آنکھ سے
چشمہ کی طرح آنسو جاری تھے ؛

قدسیہ ۔ جب آنجناب قدس سرہٗ بعد وصال حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ دہلی

تشریف لے گئے تھے۔ تو حضرت خواجہ کے بعض اصحاب نے آپ کی مخالفت شروع کی۔ آنجناب نے اُن کے شکوک و شبہات کے دفعیہ کے لئے بہت کچھ نصیحت فرمائی۔ مگر کچھ سود مند نہ ہوئی۔ آپ نے بعض کی نسبتیں بھی سلب فرمائیں مگر اس سے بھی کچھ متنبہ نہ ہوئے۔ بلکہ سب جمع ہو کر روضہ حضرت خواجہ پر گئے اور توبہ و التجا بجا لائے۔ اُن میں ایک صاحب صاحب کشف بھی تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ اُن درویشوں میں سے ہر ایک نے چراغ جلایا ہے۔ ایک تجلی چمکتی ہوئی آئی۔ اس نے سب کے چراغوں کو گل کر دیا۔ اس وقت ان کو یہ بھی بتایا گیا کہ تم جانتے ہو کہ یہ چراغ کیا ہیں یہ درویشان فیروز آباد کی توجہات ہیں اس جماعت نے آنجناب کے جلالت قدر و بلندی مراتب معلوم کر لینے کے بعد بھی آپ کی طرف بقدر استفادہ رجوع نہ کیا۔ مگر ایک مدت کے بعد شیخ تاج علیہ الرحمۃ نے سفارش کر کے آپ سے اُن کی لغزشوں کو معاف کرایا۔ اور آپ نے بکمال کرم معاف فرما دیا +

اس کے بعد غایت درجہ اخلاص پیدا ہوا۔ اور عجز و انکسار کے ساتھ سب لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ کی صحبت و حلقہ میں نہایت ادب و تعظیم کے ساتھ آپ کے فیوض و برکات کے امیدوار ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور ضیافتوں اور خدمات کے مواقع پر بغرض اہتمام کھڑے رہتے تھے +

آپ ہر سال زمانہ عرس حضرت خواجہ قدس سرہ میں دہلی تشریف لے جاتے تھے۔ الا ماشاء اللہ و سبحانہ +

قدسیہ۔ ایک عورت صالحہ عابدہ خدا طلب حق پرست جس نے کہ بہت سے بزرگوں کی زیارت کی تھی اور ہر ایک بزرگ سے اپنا حصہ حاصل کیا تھا۔ بیان کرتی تھی کہ میں ایک زمانہ میں اکبر آباد میں مقیم تھی۔ بعض عورتوں نے مجھ سے کہا کہ فتح پور سیکری میں ایک درویش صاحب کشف و کرامات آئے ہوئے ہیں۔ کبھی ظاہر رہتے ہیں اور کبھی غائب ہو جاتے ہیں۔ اور اب ایک مدت کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا کہ اُن کی خدمت میں جا کر راہ حق میں اپنی طلب کی تشنگی کا اظہار کروں شاید کچھ مجھے بھی مل جائے۔ چند دولتمند عورتیں بھی اُن سے التماس دعا کرنے کے لئے میرے ہمراہ ہوئیں۔ الحاصل بوقت شام اس باغیچہ میں جس میں وہ درویش مقیم تھے پہنچے۔ اور ایک

شخص کو اجازت حضوری لینے کے لئے ان کی خدمت میں بھیجا۔ فرمایا کہ آؤ۔ چلتے وقت میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم کم عمر عورتیں ہو ایسا نہ ہو کہ حرکات و سکنات میں کوئی بے ادبی ہو جائے۔ یا لباس فقر پر ہنسو کہ موجب ضرر ہو۔ غرضکہ ہم پہنچی تو دیکھا کہ ایک درویش سیاہ پوش ہیں اور دو تین خادم اُن کے ہمراہ ہیں۔ سلام کیا اور فاصلہ سے بیٹھ گئیں۔ میں سب سے کسی قدر الگ ہو کر بیٹھ گئی تا کہ اگر اُن سے کوئی بے ادبی ہو تو مجھ پر اعتراض نہ ہو سکے۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ عورتوں نے آپس میں درویش کے لباس سیاہ پر اشارہ کیا درویش نے فوراً بگڑ کر کہا کہ فقیروں کے پاس مذاق اور تمسخر کے لئے آئی ہو۔ سب حیران ہوئیں۔ کہ اشارہ تو نہایت آہستہ کیا گیا تھا۔ اور رات اندھیری ہے اور سب فاصلہ پر ہیں۔ درویش نے بجز اس کے کہ کشف سے معلوم کیا ہو اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ مارے خوف کے جان اُن کے بدن سے نکلنے لگی۔ اور حیران و وہشت زدہ ہو گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد درویش خاموش ہو گئے۔ اور میں نے طلب خدا اور تشنگی راہ کا اظہار کیا۔ فرمایا کہ ہر زمانہ میں قطب ایک ہوتا ہے۔ اور اس زمانہ میں قطب وحید حضرت میاں شیخ احمد ہیں جب کہ تو اُن کی خدمت میں پہنچی اور اس دریائے محیط سے سیراب ہوئی۔ تو نہر خورد سے کیا سیراب ہوگی۔ میں نے بطور لاعلمی کے کہا کہ ہاں وہ مشہور بزرگ ہیں۔ میں نے بھی اُنکی تعریف سُنی ہے۔ اللہ تعالےٰ مجھے بھی اُن کی ملاقات میسّر کرے۔ مگر اس وقت میں آپ کی خدمت میں آئی ہوں۔ اور آپ سے اپنا حصہ چاہتی ہوں۔ فرمایا کہ کیوں جھوٹ کہتی ہے تو فلاں روز فلاں جگہ دوپہر کے وقت اُن کی خدمت میں نہ آئی تھی۔ اور تجھ میں اور اُن میں فلاں گفتگو نہ ہوئی تھی۔ اسی طرح سارا واقعہ بعینہٖ بے کم و کاست بیان کر دیا۔ حالانکہ اُس وقت میں نے حضرت سے جن بعض چیزوں کے متعلق دریافت کیا تھا۔ اُس وقت اور کوئی موجود نہ تھا۔ پس مجبوراً میں نے اقرار کیا اور کہا کہ بے شک میں نے ان کی زیارت کی ہے مگر اب آپ سے امیدوار ہوں۔ فرمایا میں خود اُن سے امیدوار ہوں۔ ایک دفعہ میں اُن کی خدمت میں گیا تھا اور انشاء اللہ تعالےٰ دوبارہ پھر اُن کی زیارت کرونگا۔ جس نے حضرت کو دیکھا ہے اُس پر آتش دوزخ حرام ہے۔ دوسری عورتوں نے بھی جو اُن کے ہمراہ تھیں یہی واقعہ بے کم و کاست مجھ سے بیان کیا۔

قدس سرہٗ۔ حضرت خواجہ محمد اشرف کابلی نے جو ایک فاضل زمانہ اور حضرت کے

مخلص تھے۔ فقیر سے بیان کیا۔ کہ میں نے ابتداءً شرف قدمبوسی آنجناب قدس سرہٗ کے لئے استخارہ کیا۔ تو دیکھا کہ ایک جنگل نہایت وسیع اور مسطح ہے اور ایک جماعت کسی بزرگ کی زیارت کیلئے دوڑتی ہوئی جارہی ہے۔ میں بھی شوق کے ساتھ اس جماعت کی طرف متوجہ ہوا اور اُن سے دریافت کیا کہ کس بزرگ کی زیارت کے لئے جارہے ہو۔ ایک شخص نے کہا کہ اے بے خبر! یہاں حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ تشریف فرما ہیں۔ اس خبر مسرت اثر و فرحت ثمر کو سن کر نہایت شوق کے ساتھ اُس مجمع میں پہنچا۔ دیکھا کہ لوگ حلقہ کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ جب ایک دورہ پورا ہو گیا اور دوسرا دور حلقہ کا شروع ہوا تو میں کوشش کر کے حلقۂ اول و دوم کے وسط میں پہنچ گیا۔ اِس اثنا میں خلق کا ہجوم بڑھ گیا چنانچہ تیسرا حلقہ بھی پورا ہو گیا۔ اُس وقت خیال ہوا کہ ان لوگوں سے اچھی طرح تحقیق کر لینا چاہئے تاکہ اطمینان کامل حاصل ہو۔ پھر میں نے اُن لوگوں سے پوچھا کہ کس بزرگ کی زیارت کے لئے یہ سعی بلیغ ہو رہی ہے۔ سب نے لفظاً و معناً متفق ہو کر کہا کہ تم ابھی تک نہیں جان سکے کہ حضرت خاتم المرسلین علیہ السلام والتحیۃ تشریف فرما ہیں۔ اِس سے مجھ میں شوق کا غلبہ ہوا۔ اور کوتاہی قد و قامت کی وجہ سے بصد محنت پیروں کی انگلیوں کے بل کھڑے ہو کر دیکھا۔ جب میری نظر حضرت کے جمال پُر انوار پر پڑی تو دیکھا کہ حضرت شیخ احمدؒ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو حضرت شیخ احمد ہیں تم نے تو کہا تھا کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام ہیں۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ یہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

اتنے میں آنکھ کھل گئی۔ ایک کیفیت ایسی پیدا ہوئی جس سے میں بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں ہوا تو گریہ عظیم مجھ پر غالب ہوا۔ اِس کے بعد میں حضرت قدس سرہٗ کی عقیدت و قدمبوسی کے لئے تیار ہو گیا۔

قدسیہ۔ ایک درویش بلخی نے بیان کیا کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا۔ کہ گویا ایک جنازہ باعظمت و جلال لایا گیا ہے۔ اور ایک جماعت کثیر و گروہ عظیم اولیاء سلف و خلف خصوصاً اکابر ماوراء النہر مثلاً قطب ربانی خواجہ عبدالخالق غجدوانی اور غوث افراد خواجہ بہاؤالدین نقشبند اور قدوۃ الابرار خواجہ عبیداللہ احرار اور اُن کے ہم عصر اور مماثل اولیاء اللہ قدس اسرارہم اُس جنازہ پر تشریف فرما ہیں۔ اور کسی بزرگ کے منتظر اور اس کے لئے چشم براہ برپا ایستادہ ہیں۔ اُن میں کے ایک بزرگ سے میں نے کہا کہ

یہ لاش کس بزرگ کی ہے۔ اور یہ اولیاء کبار کس بزرگ کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ لاش ایک قطب کی ہے اور یہ سب بزرگ منتظر قطب الاقطاب کی تشریف آوری کے ہیں۔ تاکہ وہ نماز جنازہ ادا کرے اور سب بزرگان اس کی اقتداء کریں۔

اس اثنا میں ایک بزرگ سرو قد گندم گون مائل بسفیدی کشادہ چشم فراخ پیشانی بلند بینی انبوہ مربع ریش پر موے جن کی صباحت حسن یوسفی کی خبر دے رہی تھی۔ اور اس کی ملاحت حسن محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا اظہار کر رہی تھی۔ انوار ولایت اُن کی منور پیشانی پر روشن تھے۔ وجاہت و وقار اور تمکین انکا لباس تھی تشریف لائے۔ تمام بزرگوں نے انکی تعظیم کی۔ وہ بزرگ آگے بڑھے اور امامت کی۔ جب جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے اور مقام ان کا کہاں ہے انہوں نے کہا ان کا نام حضرت میاں شیخ احمدؒ ہے اور اُن کا مقام سہرند ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور اُن کی زیارت کے لئے بیقرار ہو کر علی الصباح بلخ سے اُس قطب الاقطاب کی خدمت میں روانہ ہوا۔ جب میں سہرند پہنچا اور حضرت کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ آپؒ کا حلیہ مبارک وہی پایا۔ جو میں نے واقعہ میں دیکھا تھا۔ میں نے روئے نیاز آپ کی درگاہ عرش اشتباہ پر ملا۔ اور کچھ مدت تک آپکی خانقاہ ملائک پناہ کے اطراف پھرا اور دیکھا جو کچھ کہ دیکھا۔

قدسیہ ایک درویش نے جس کی پیشانی پر آثار نیستی و علامات مستی ہویدا تھے۔ اپنا ابتدائے حال اور آنجنابؒ کے ساتھ اپنی عقیدت کا سبب اس طرح سے بیان کیا کہ ایک رات نماز تہجد کے بعد روح پر فتوح خلیفہ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو خواجہ محمد زاہد بلخی رح کے خلفا سے تھے۔ اور مدت دراز تک مسند مشیخت اور راہبری طلاب سلسلہ کبرویہ میں مشغول رہے تھے۔ اور میرے والد مجھے کم عمری ہی میں اُن کی خدمت میں لے گئے تھے۔ میں نے توجہ کی اور کہا کہ یا خلیفہ صدر الدین آپ اس عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف سدھارے۔ اب مجھ کو کسی بزرگ کا جو اپنے زمانہ کا ولی اکمل ہو پتہ بتائیے۔

اس کے بعد مجھے نیند آگئی میں نے دیکھا کہ خلیفہ صدر الدین رح تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں تجھ کو میاں شیخ احمد سہرندی کی خدمت

میں سمجھتا ہوں کہ اس زمانہ میں کوئی بزرگ اُن سے زیادہ کامل نہیں ہے۔ میں فوراً علی الصباح اُس قطبِ آفاق کی خدمت میں روانہ ہوگیا۔ اور قبولیت حاصل کی ٭

قدسیہ ٭ ایک تاجر صالح نامی نے جو پنجاب کے کسی گاؤں کے باشندے ہیں بیان کیا کہ مجھے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت غالب تھی اور ہمیشہ بعد نماز پنجگانہ آپ کی روح پرفتوح پر فاتحہ پڑھا کرتا تھا۔ اور خلوت میں عجز و انکسار کے ساتھ اُس غوثِ آفاق کی خدمت میں اپنی حاجات کو پیش کیا کرتا تھا۔ اور اوراد و وظائف سلسلۂ قادریہ کا شغل رکھتا تھا ٭

ایک رات میں نے حضرت غوث الثقلین قدس سرہ العزیز کو خواب و بیداری کے درمیان دیکھا اور دوڑ کر حضرت کے قدم مبارک چوم لئے۔ فرمایا کہ ظاہر میں بھی ضروریاتِ راہ کا لینا ضروری ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس زمانہ کے ولی اکمل کا پتہ بتلائیے تاکہ اس کی خدمت میں جاؤں۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سرہند میں ایک بزرگ جامع علمِ ظاہر و معرفتِ باطن و کمالِ صوری و کمالِ معنوی شیخ احمد نامی ہیں۔ اُن کے پاس جاؤ۔ کہ اس زمانہ میں کوئی اور اس کا ہم مثل نہیں ہے ٭

میں علی الصبح اُس قطب الاقطاب کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اور آنجناب کے آستانۂ فلک نشان پر پہنچا اور حقیقت معاملہ عرض کی۔ حضرت نے عنایات بے غایات اور الطاف بے شمار میرے حال فرمائے۔ اور جذبہ و سلوک سے مجھے نوازا۔ اور مدتِ قلیل میں میرے کام کو پورا فرما دیا ٭

قدسیہ ٭ پیر سید احمد صاحب کا بیان ہے جو کہ ہمارے حضرت مقبولوں میں سے ہیں کہ جس زمانہ میں سلطان نے حضرت کو تکلیف پہنچائی۔ میں ملک دکن میں تھا۔ اس واقعہ کی مجھے خبر نہ تھی۔ ناگاہ میں نے سُنا کہ سلطانِ زمان نے آنجناب کو سختی کے ساتھ طلب کر کے شہید کر دیا ہے۔ میں اس خبر وحشت اثر سے بیقرار ہو کر بازار میں نکلا۔ تاکہ کسی قاصد سے کوئی خبر فرحت اثر سے مسرت ثمر سُننے میں آئے۔ کنارۂ بازار میں میں نے دیکھا کہ چند تاجر انوارِ صلاح اُن سے ہویدا اور پیدا تھے۔ اُترے ہوئے ہیں۔ میں اُن کے پاس گیا۔ اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اُن میں سے ایک شخص نے غم و الم کے آثار مجھ میں پاکر اُس کی وجہ دریافت کی۔ میں نے وہ خبرِ وحشت اثر اس سے بیان کی۔ اُس نے ایک آہ سرد اپنے

نکالی اور سر گریبان میں جھکا لیا۔ اور ہر لمحہ متغیر ہوتا تھا۔ تا آنکہ اُس کے رنگ میں بہت تغیر آگیا۔ بہت دیر کے بعد سر اُٹھایا اور کہا کہ اطمینان رکھو۔ آنجناب زندہ ہیں لیکن مقید ہیں۔ مجھے اُس کے مراقب ہونے اور عالم غیب کی خبریں دینے پر بڑی حیرت ہوئی اس لئے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ نے آنجناب کو دیکھا ہے۔ کہا کہ میں حضرت کا ایک مرید کمترین ہوں۔ مَیں منت وسماجت کر کے اُن کو اپنے گھر لایا۔ اور دل غمزدہ کو صحبت سے تسلی دینی چاہی۔ اور پوچھا کہ کتنی مدت آپ نے آنجناب کی صحبت میں بسر کی ہے۔ اور کیا نعمت حضرت سے حاصل کی۔ اور باعث عقیدت آپ کا کیا ہؤا۔ اُنہوں نے جب معلوم کر لیا۔ کہ مَیں حضرت کے مخلصین سے ہوں۔ سبب عقیدت جس طرح کہ اُن پر گذرا تھا بیان کر دیا۔ یہ بزرگ ظاہراً تجارت میں بسر کرتے تھے۔ مگر باطناً ولی کامل تھے۔

قل سیلہ۔ ایک شاہزادے کی آپکے باپ کے ساتھ نزاع تھی۔ اور باوجود کثرت لشکر اور قوتِ فوج کے فتح نہ پاتا تھا۔ ایک روز شاہزادے نے ایک درویش سے کہ صاحب خوارق ظاہرہ وکرامات باہرہ وکشف جلی وفراست سنی تھا۔ دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ باوجود لشکر بیحد اور دلاوران بے شمار کے فتح یابی نہیں ہوتی ہے۔ حالانکہ میرے باپ کے امرا اکثر میرے موافق ہیں۔ شیخ جلیل القدر نے توجہ کی۔ اور اپنے کشف و فراست سے دریافت کیا۔ اور کہا کہ اس زمانہ میں چار اولیاء اللہ ایسے ہیں جن پر اس کام کا دارومدار ہے۔ تین شخص تمہاری فتح پر راضی ہیں۔ مگر ایک بزرگ جو تینوں سے بڑا ہے۔ اس پر راضی نہیں ہے۔ اُس نے پوچھا کہ وہ کون بزرگ ہے کہا حضرت میاں شیخ احمد سرہندی (قدس اللہ اسرارہٗ) فقط۔

ہندوستان کے ایک مشہور بزرگ نے آنجنابؒ کی خدمت میں لکھا کہ اکابر وقت شاہزادہ کی فتح کا حکم لگا رہے ہیں۔ اِس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ حضرتؒ نے جواب میں لکھا کہ اِن لڑائیوں میں شاہزادہ کی فتح نظر نہیں آتی ہے۔ مگر آخر کار اس شاہزادہ کا معاملہ بلند ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ کہ فتح شاہزادہ کی نہ ہوئی۔ مگر بعد وفات باپ کے شاہزادہ پادشاہ ہؤا اور دین کو رواج اور اسلام کو رونق بخشی۔ اور شریعت کو از سرِ نو زندہ کیا۔

قل سیلہ۔ ایک خردمند خدا پرست آنجناب قدس سرہٗ کی شرف ملازمت سے مشرف ہؤا

تھا۔ اُس کا بیان ہے کہ مَیں برہان پور بخدمت شیخ محمد فضل اللہ قدس سرہٗ جن کو اس زمین کا قطب کہا جا سکتا ہے، پہنچا شیخ نے مجھ سے آنجناب کے اطوار و اوضاع کے متعلق دریافت کیا۔ کہ تم سرہند میں آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے ہو۔ اس لئے اُن کے حالات چشم دید بیان کرو۔ مَیں نے کہا حضرت کے احوال باطنی کو مَیں کیا بیان کر سکتا ہوں مگر ظاہر میں سُنّت اور اُس کے دقائق کی رعایت جس طرح کہ آنحضرت کرتے ہیں اگر مشائخ وقت جمع ہوں تو اس کا دسواں حصہ بھی نہیں ادا کر سکتے۔ شیخ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ جو کچھ اس قطب الاقطاب نے اسرار حقیقت بیان کئے۔ اور لکھے سب صحیح اور درست ہیں۔ اور وہ اس میں سچے ہیں کہ علامت صدق مقال اور علوِ حال کی اتباع سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدرجہ کمال ہے۔ مجھ کو ان سے غائبانہ اخلاص اور محبت کامل ہے۔ اسی وجہ سے جس زمانہ میں کہ آنجناب کو والیِ وقت نے بعض دشمنانِ دین کے کہنے پر اپنے دربار میں طلب کیا۔ اور سجدہ کرنے کی تکلیف دی۔ اور حضرتؒ نے اُس کو سجدہ نہ کیا اور قلعۂ گوالیار میں حضرت کو مقید کر دیا گیا۔

شیخ موصوف پنجگانہ نماز میں حضرت کی رہائی کے لئے دعا اور فاتحہ بلا ناغہ کیا کرتے تھے۔ جب کوئی شخص شیخ کے پاس بنیت عقیدت و ارادت جاتا۔ اور آپکو معلوم ہوتا کہ وہ سرہندی ہے۔ تو فرماتے کہ تعجب ہے کہ آنجناب کے شہر میں سکونت رکھتے ہو اور دوسری جگہ جاتے ہو۔ آفتاب کو چھوڑ کر ستارہ کی طرف رجوع کرتے ہو۔

قدسیہ۔ ایک امیرِ وقت کو آنجنابؒ کے معاملہ میں تردد تھا۔ اُس نے قاضی القضاۃ وقت سے کہ آنجناب کی خدمت میں عقیدت رکھتا تھا خلوت میں پوچھا کہ تم عالم ہو اور صادق الکلام اور صاحبِ دیانت و امانت ہو۔ آنجناب کے حالات بیان کرو۔ اس نے کہا کہ اس طائفہ کے حالات باطنی ہمارے فہم و ادراک سے باہر ہیں۔ مگر اتنا ہم بھی جانتے ہیں کہ اُن کے اطوار و اوضاع ہم کو اولیائے سلف کے طریق کا یقین تازہ کرتے ہیں اس لئے کہ ہم جب کتب سلف میں کاملین متقدمین کے ریاضات عجیبہ اور طاعات غریبہ مطالعہ کرتے تھے۔ تو خیال ہوتا تھا کہ شاید ان کے مریدوں نے مبالغہ کیا ہو مگر جب حضرت کے اوضاع و اطوار کو دیکھا تو وہ تردد اُٹھ گیا۔ بلکہ کاتبین احوال اولیاء اللہ سے ہم آزردہ ہیں۔ کہ کیوں اُنہوں نے کم لکھے۔

قدسیہ ❀ ایک عالم عامل پرہیزگار مقتدائے وقت آنجناب کے تصانیف شریف کے بارہ میں کہا کرتے تھے۔ کہ قوم کی کتب و رسائل یا تصنیف کردہ ہیں یا تالیف کردہ۔ تالیف یہ ہے کہ اور لوگوں کے کلام کو ترتیب نیک کے ساتھ جمع کیا جائے اور تصنیف یہ ہے کہ اپنے علوم اور اسرار و نکات و مقامات حاصلہ کو تحریر کریں۔ مدتوں سے تصنیف تو عالم سے اٹھ ہی گئی تھی۔ صرف تالیف ہی تالیف رہ گئی تھی۔ اگرچہ میں آنجناب کا مرید نہیں ہوں مگر حق و انصاف سے کہونگا کہ اس زمانہ میں آنجناب کے مکاتیب و رسائل تصنیفات ہیں نہ تالیفات۔ کیونکہ ہر چند ہم نے تحقیق کی کسی جگہ نقل نظر نہ آئی۔ مگر بہ سبیل ندرت و ضرورت اور اکثر حصہ میں آنجناب کے مکشوفات و ملہمات ہیں۔ اور سب عالی زیبا۔ اور موافق نعت شریعت غرا کے ہیں۔ جزاہ اللہ عنا خیر الجزاء ۔

قدسیہ ❀ ایک فاضل وقت نے جو اکثر عرفا و علما کے صحبتوں میں رہ چکے تھے۔ اور برسوں اس طائفہ علیہ کے کلام دیکھے اور سنے ہوئے تھے۔ جب اُنہوں نے بعض معاندین دین کی قیل و قال آنجناب قدس سرہ کے کلمات علیات کی بابت سنی۔ تو فرمایا سبب اُسکا یہ ہے کہ اس بزرگوار کے دقائق و حقائق کے ادراک کا اس زمانہ والوں کے پاس سامان نہیں ہے، اس بزرگ کو ایام سلف میں ہونا چاہئے تھا۔ وہ لوگ ان کے قدر و منزلت اور ان کے کلام کے مدارج کو پاتے اور متاخرین اُن کے کلام کو استشہاداً و استدلالاً اپنی کتابوں میں نقل کرتے۔ ارباب زمانہ کی فطرت آپکے کلمات کے لئے ایسی ہے جیسے کہ ایک کوتہ اندیش کا قصہ ایک خردمند کی دانائی کے متعلق ہے۔ وہ حکایت یہ ہے کہ ایک عقلمند نے ایک بادشاہ کی محفل میں کہا کہ میں نے ایک جانور دیکھا ہے جو آگ سلگا کر کھاتا ہے۔ حاضرین دربار میں سے کسی نے اس جانور کو دیکھا نہ تھا۔ اُن کو یقین نہ آیا۔ اُس کے ساتھ جھگڑنے لگے۔ اور سب نے اُس کی جہالت اور حماقت پر اتفاق کر لیا ۔

قدسیہ ❀ ایک فاضل کامل معمر جن کے خمیر میں کشف و معرفت داخل تھے اور اُس نے اکثر مشائخین کی زیارت کی ہوئی تھی۔ شیخ محمد غوث گوالیاری کے مرید تھے یعنی مولانا حسن غوثی اُنہوں نے ایک تذکرہ احوال اولیاء اللہ لکھا ہے اور مشائخین ممالک ہند کے احوال میں جو ارشاد و ہدایت میں مشغول ہیں۔ آنجناب کے حالات تحریر کئے ہیں اُنکے عنوان کا آغاز ان القاب سے کیا ہے بالانشین مسند مختومیت و صدر آرائے محفل وحدت

خدیو مقام غوثیت صاحب مرتبۂ قطبیت وغیرہ +

قدسیہ۔ ہدایت و سیادت پناہ سید میرک شاہ و شیخ اجل کبروی محمد مومن بلخی اور مولانا زمانی حسن قبادیانی اور اقضی القضاۃ مولانا نو اکرنے ایک درویش کے ہمراہ چند تحفے اور خطوط نیاز مندانہ آنجناب کی خدمت میں روانہ کئے تھے درویش صفاکیش نے سب ہی درخواستیں آنجناب کی خدمت میں پہنچائیں۔ اس کے بعد اس نے پیر محمد مومن بلخی کا پیغام عرض کیا کہ انہوں نے بعد ادائے شرائطِ نیاز مندی یہ عرض کیا ہے کہ کبر سن و مسافت بعیدہ مانع نہ ہوتے تو میں آپ کی خدمت میں پہنچتا۔ اور بقیۂ عمر آپ کی ملازمت میں بسر کرتا اور انوار احوال بلند سے جس کو کہ آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سُنا اقتباس کرتا۔ پس التماس یہ ہے کہ آنجنابؒ اِن موانعات کا لحاظ فرما کے فقیر کو اپنے مخلصوں میں شامل کر کے افاضات غائبانہ کے ساتھ اس فقیر کے حال پر جو بظاہر مہجور ہے اور باطن میں آپ کے حضوری میں ہے۔ متوجہ رہیں۔ اور اُس درویش نے یہ بھی کہا کہ مجھ کو فرمایا ہے کہ تو میری جانب سے اُن کے ہاتھ پر بیعت کرنا۔ پس اُس نے آنحضرت کے ہاتھ پر پیر صاحب موصوف کی جانب سے بیعت کی اور رخصت ہوتے وقت التماس کیا کہ وہاں کے بزرگوں نے آپ کے معارفِ علیہ سُنے ہیں۔ اور کامل شوق کے ساتھ التماس کیا ہے کہ ایک مکتوب متضمن بر دقائق علیہ روانہ کیا جائے۔ نہایت کرم ہو گا۔ آنجنابؓ نے دعائیہ دو کلمے اس کو لکھ کر دیدئے۔ بعض بزرگوں نے جو دیارِ بلخ اور ماوراء النہر سے ہندوستان آئے تھے کہا کہ ہم قدوۃ العرفا میر صاحب موصوف کی صحبت میں تھے۔ جب آنجنابؓ کے معارف وہاں پہنچے۔ تو اُن کے مطالعہ سے مسرور ہو کر انہوں نے رقص کیا اور فرمایا کہ اگر سُلطان العارفین اور سید الطائفہ اس وقت ہوتے تو اِس بزرگ کی غاشیہ برداری کرتے +

قدسیہ۔ آنجنابؓ کے مخلص ایک سید زادہ صالح خدا پرست نے فقیر سے بیان کیا کہ ایک روز اس طائفہ کے ایک منکر نے کہا کہ آنجنابؒ کہتے ہیں کہ اگر خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ اِس وقت ہوتے تو میری خدمت کرتے۔ مجھے اس کلام کے سُننے سے حیرت ہوئی۔ اور میں نے کہا کہ معاذ اللہ حضرت نے ایسا نہ فرمایا ہو گا آپؒ کا طریق یہ ہے کہ ایسے کلمات زبان سے نہ نکالیں۔ اتفاقاً اس زمانہ میں میں مرض طاعون میں

گرفتار ہؤا۔ اور شدت مرض کی حالت میں ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ ملائکہ میری قبض روح کے لئے آسمان سے اُتر رہے ہیں +

اس اثنا میں حضرت بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ ظاہر ہوئے اور ملائکہ سے خطاب کر کے فرمایا کہ اس سیدزادہ کو زندگی بخشی گئی ہے۔ تم واپس ہو جاؤ۔ قابضانِ ارواح نے پوچھا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ عالم سے چلا جاتا تو تین شخص کافر ہو جاتے۔ اِس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اگرچہ آنجناب نے کبھی ایسا نہیں کہا جیسا کہ یہ معترض کہتا ہے۔ مگر آپؒ کا درجہ ہم سے زیادہ بلند ہے +

درچہ۔ اُسی سیدزادہ کا بیان ہے کہ ایک رات حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو میں نے واقعہ میں دیکھا کہ گویا آپ بڑے راستہ سے کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور آپؒ کے سامنے ایک فوج ہے۔ اور علمہائے شاہانہ آگے آگے جا رہے ہیں۔ اور آپؒ کے پیچھے بھی ایک فوج ہے اور بادشاہوں کی طرح آپ جاہ و جلال وحشمت و عظمت کے ساتھ تشریف لے جا رہے ہیں۔ اور میں آپؒ کے قریب چل رہا ہوں۔ اس اثنا میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تیرے باپ دادا سلسلہ چشتیہ میں ارادت رکھتے تھے۔ تو نے کیوں سلسلہ نقشبندیہ اختیار کیا۔ کہ کتے کو روٹی کا ٹکڑا جہاں مل جائے وہیں آرام پا لیتا ہے۔ اور وہاں سے دوسری جگہ نہیں جاتا۔ اُس نے کہا کہ طریقہ حضرت خواجہ معین الدینؒ اور آنجنابؒ میں تو نے کیا فرق دیکھا۔ جو اُن کی صحبت کو اختیار کیا اور اپنے آباؤ اجداد کے شیوخ سے الگ ہو گیا۔ میں نے کہا کہ آنجناب اور مشائخین آباؤ اجداد میں اتنا فرق ہے۔ جتنا کہ حضرت حبیب اللہ اور حضرت کلیم اللہ علیہما السلام میں۔ کیا تو نے نہیں سُنا ؎

موسےٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تو عین ذات می نگری در تبسمے

حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ نے اُس سے عتاب کے ساتھ خطاب کر کے فرمایا کہ اُس سے کچھ مت کہو کہ اُس کا پیر غایت درجہ رسوخ اور استقامت رکھتا ہے +

حضرت چہارم

آپ کے بعض مراتب و مقامات خاصہ و درجات عالیہ کے بیان میں جن سے اللہ تعالےٰ
نے آپ کو تمام اولیا میں مخصوص فرمایا:۔

درجہ ۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اخص خواص کیا۔ اور علماءِ راسخین میں سے بنایا۔ اور اس گروہ اقلِ قلیل میں کہ بوراثتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم محرم اسرار متشابہات قرآنی اور مقطعات فرقانی ہیں۔ بنایا۔

چنانچہ آنجناب نے خود تحریر فرمایا ہے کہ یہ فقیر مدتوں تک متشابہات قرآنی کو علم حضرت حق سبحانہٗ پر مفوض کرتا رہا۔ اور علماءِ راسخین میں سوائے ایمان بر متشابہات کے کچھ اور حصہ نہ پاتا تھا۔ اور جو تاویلات کہ بعض علماءِ صوفیہ نے بیان کی ہیں اُن کو لائق ان متشابہات کے نہیں جانتا تھا۔ اور ان تاویلات کو ایسے اسرار میں سے جو قابل خفا ہوں تصور نہ کرتا تھا۔ چنانچہ عین القضاۃ نے الف، لام، میم سے الٓمٓ مراد ہے جو بہ معنی درد لازم محبت کے ہے۔ اور مثل اس کے اور دوسری تاویلیں۔ آخرکار اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے ایک شمہ تاویلاتِ متشابہات کا فقیر پر ظاہر کیا۔ اور ایک نہر اس بحرِ محیط کی اس مسکین کی زمین استعداد پر کشادہ کی گئی۔ اس وقت معلوم ہوا کہ علماءِ راسخین کو تاویلاتِ متشابہات و مقطعات میں نصیب وافر حاصل ہے۔ اسی طرح بعض علما نے وجہ سے ذات مراد لی ہے۔ اور ید سے قدرت یہ تاویل بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ اُن کی تاویل اسرارِ غامضہ سے ہیں اور اخص الخواص اُن سے ممتاز ہیں۔ حروف مقطعات کا بیان کیا جائے کہ ہر حرف اُن کا اسرارِ خفیہ عاشق و معشوق کا ایک دریائے مواج ہے اور رموز دقیقۂ محبوب سے ایک رمزِ غامض ہے۔ آیات محکمات اگرچہ اُمہاتِ کتاب ہیں مگر اُن کے نتائج اور ثمراتِ آیاتِ متشابہات ہیں اور مقاصدِ کتاب متشابہات ہیں۔ اُمہات وسائل سے زیادہ نہیں ہیں۔ عالمِ راسخ وہ شخص ہے جو متشابہات کو محکمات کے ساتھ جمع کرے۔ اور حقیقت کو صورت میں لا سکے۔ جو شخص علم محکمات کے بغیر جانے اور مقتضائے محکمات پر بغیر عمل کئے تاویلات متشابہات ڈھونڈے

اور صوت کو ترک کر کے حضرت کی تلاش میں دوڑے وہ جاہل ہے اور اپنے جہل سے بے خبر وہ گمراہ ہے اور اپنی گمراہی سے بے علم۔

یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ علم متشابہات مخصوص ہے ساتھ رسولوں کے علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور امت کا ایک گروہ اقل قلیل بطور تبعیت و وراثت کے اس علم سے حصّہ پاتا ہے۔ اُن پر اس علم میں جمال متشابہات سے برقع ہٹا دیا جاتا ہے۔ اور امید ہے کہ عالم آخرت میں اُمت کا ایک گروہ کثیر بہ تبعیت مرسلین اس دولت سے ہدایت پائیگا اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم میں بھی اس گروہ اقل کے سوا جائز ہے۔ کہ اوروں کو بھی اِس دولت سے مشرف کریں۔ مگر حقیقت معاملہ کا علم نہ دیا جائیگا۔ ور تاویل کو منکشف نہ کیا جائیگا۔ الحاصل جائز ہے کہ تاویل متشابہات بعضوں کو حاصل ہو مگر اُن کو یہ نہ معلوم ہؤا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ کیونکہ متشابہات کنایہ ہیں معاملہ سے۔ ممکن ہے کہ معاملہ حاصل ہو۔ اور اس معاملہ کا علم حاصل نہ ہو۔ یہ بات صرف متشابہات کی ایک فرد کی بابت ہے۔ اوروں کی بات علیحدہ ہے۔ انتہے۔

ایک روز حضرت مخدوم زادہ عالم ربانی عارف سبحانی نور انام قیوم خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ سبحانہ نے اس فقیر سے خلوت میں فرمایا کہ آنجناب پر اسرار اور رموز متشابہات و مقطعات منکشف ہوتے ہیں جب اظہار اسرار کے لئے التماس کیا جائے تو فرماتے ہیں۔ کہ شیطان دشمن قوی ہے اور ہمیشہ اظہار اسرار کی جستجو میں مشغول رہتا ہے کہ اگر اِن معاملات کے مکاشفات کو زبان پر لایا جائے تو استراق سمع کر کے فوراً افشا کردیگا خدائے پاک نے اِن علما کو جو اس معاملہ تک پہنچے ہیں۔ راسخین فرمایا ہے۔ پس باعتبار رسوخ کے معاملہ کے چھپانے کے لیئے مجبور رہیں۔ جس کو آگاہ کیا گیا۔ اُس کو مستور بھی کہا گیا ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ آنجناب اس امر پر قادر ہیں۔ کہ شیاطین کو محل بیان سے دفع کردیں۔ اور اپنے اطراف سے اُن کو نکال دیں تاکہ استراقِ سمع نہ کرسکے جب ہمارا اصرار اور التماس حد سے زیادہ ہو گیا۔ تو آنحضرت ایک حرف کے اسرار ظاہر کرنے پر مامور ہوئے۔ اور وہ حرف قٓ ہے۔ اس حرف کو بیان فرمایا۔ اور اس وقت ہمارے ہوش لے لئے گئے تھے۔

درجہ۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مجدد الف ثانی بنایا۔ چنانچہ حضرت نے

خود اس معاملہ کی تصریح فرمائی ہے اور ایک مکتوب میں اپنے علم اور معارفِ خاصہ کی تحریر کے بعد لکھا ہے کہ :-

یہ علوم مشکاتِ انوارِ نبوت سے مقتبس ہیں علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ بعد تجدیدِ الف ثانی کے بلحاظِ تبعیت و وراثت تازہ ہوئے اور تازگی کے ساتھ ظاہر ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف کا مالک مجددِ الفِ ثانی ہے۔ چنانچہ جن لوگوں نے انکے علوم و معارف کو جو ذات و صفات و افعال حق سے متعلق ہیں اور احوال و مواجید و ظہورات پر مشتمل ہیں دیکھا ہے بخوبی اُس پر روشن ہے کہ یہ علوم و معارف علوم علما اور معارفِ اولیا کے علاوہ ہیں بلکہ اُن کے علوم بہ نسبت علوم مجددیہ کے پوست ہیں۔ اور وہ مغز ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہدایت دینے والا ہے ۔

واضح ہو کہ ہر صدی کے ابتدا میں ایک مجدد گذرتا ہے۔ مگر مجدد صدی الگ ہے اور مجدد ہزار الگ جو فرق کہ سو اور ہزار میں ہے ان کے مجددوں میں بھی وہی فرق ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ مجدد ہزار وہ ہے کہ جو کچھ اس مدت میں فیض اور برکتیں امتوں پر پہنچتے ہیں۔ اُسی کے توسط سے پہنچتے ہیں۔ اگرچہ کہ اقطاب و اوتاد اور بدلا و نجبا موجود کیوں نہ رہیں ۔ فقط

حضرت نے اور بھی کئی مکتوبوں میں اس طرح تحریر فرمایا ہے :-

اے فرزند! یہ وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں ایسے وقتِ ظلمت میں ایک پیغمبر اولی العزم مبعوث کیا جاتا تھا اور شریعت جدیدہ کی تعلیم دیتا تھا۔ اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ خیر الامم ہے اور اس کے پیغمبر جناب خاتم الرسل علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اِس لئے اس کے علما کو مرتبہ انبیا بنی اسرائیل دیا گیا ہے اور بجائے انبیا کے اولیا پر اکتفا کیا گیا ہے۔ لہٰذا ابتدائے ہر صدی میں علماء اُمت سے ایک کو مجدد کا رتبہ دیا جاتا ہے۔ تاکہ احیاءِ شریعت کریں۔ علے الخصوص ہزار سال کے بعد کہ اُمم سابقہ میں نبی اولی العزم کی بعثت ہوا کرتی تھی۔ اور عام پیغمبر درج اکتفا نہیں کی جاتی تھی۔ ایسے وقت میں ایک عالم عارف کامل المعرفۃ کی اس اُمت میں ضرورت ہے جو اُمم سابقہ کے نبی اولی العزم کا قائم مقام ہو سکے ۔

دوسری جگہ اسی بارہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اس امت کی آخریت کی ابتداء

وفاتِ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہزار سال گزرنے کے بعد سے ہے۔ کیونکہ معنیٔ الف کی تغیر امور میں خاصیت عظیم ہے اور تبدیل اشیا میں تاثیر قوی چونکہ اس اُمت میں نسخ اور تبدیل نہ تھی۔ اِس لئے نسبتِ سابقہ تازگی اور رونق کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی۔ اور تائید شریعت اور تجدید ملت الف ثانی میں فرمائی گئی۔ اِس پر گواہِ عادل حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ہیں ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد

ترجمہ۔ رُوح القدس کا فیض اگر پھر کچھ مدد کرے۔ تو دوسروں سے بھی حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہو سکتا ہے ❖

اے برادر! یہ کلام آج کل اکثر خلائق پر گراں ہے اور اُن کے عقول دُور ہے لیکن اگر انصافاً ایک دوسرے کے علوم ومعارف کا موازنہ کریں اور احوال کی صحت وسُقم مطابقتِ علوم شریعت اور عدم مطابقت ملاحظہ کریں اور تعظیم وتوقیر شریعت ونبوت کو دیکھیں کہ کس میں زیادہ ہے۔ تو کیا تعجب ہے کہ اِس تعجب سے نکل جائیں تم نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنے کتب ورسائل میں لکھا ہے۔ کہ طریقت اور حقیقت خادمانِ شریعت ہیں۔ اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ ولایت نبی کیوں نہ ہو۔ اور لکھا ہے کہ کمالاتِ ولایت کی بمقابلہ کمالاتِ نبوت کے کچھ قدر نہیں ہے۔ کاشکے بمقابلہ دریائے محیط کے ایک قطرہ کی نسبت ہوتی۔ اِسی طرح بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ خصوصاً مکتوب بیانِ طریق میں ملاحظہ کیا جائے۔ مقصود اس گفتگو میں اظہارِ نعمت حق سُبحانہٗ ہے۔ اور ترغیب اس طریق کے طالبوں کی ہے۔ اوروں پر اپنی فضیلت کہ وہ ہرگز مقصود نہیں ہے اللہ تعالےٰ کی معرفت اس پر حرام ہے۔ جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانتا ہو۔ پھر اکابرِ دین کے ساتھ کیا مناسبت۔

نظم

ولے چوں شہرم ابرِ دشت از خاک سرد گر بگذرانم سر ز افلاک
من آں خاکم کہ ابرِ نو بہاری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بر روید از تن صد زباں ادائے شکر لطفش کے توانم

ترجمہ۔ مگر جب بادشاہ نے مجھ کو خاکساری سے عروج بخشا ہے۔ تو میری سرفرازی اگر

آسمانوں سے بڑھ جائے۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ پھر بھی میں وہی خاک ہوں جس پر خدا کی رحمت کا ابر نوبہار ہمیشہ برس رہا ہے۔ اگر میرے بدن سے سو زبانیں پیدا ہو جائیں تب بھی تیری مہربانیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا ÷

درجہ ۔ فرماتے ہیں کہ وہ علوم کہ مقام فنافی اللہ اور بقا باللہ سے متعلق ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی عنایت سے مجھ پر منکشف فرمائے۔ اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وجہ خاص سے مراد کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کے کیا معنی ہیں۔ اور تجلی برقی کیا چیز ہے اور محمدی المشرب کون ہے، اور اس کے مماثل باتیں اور ہر ایک مقام پر اس کے لوازم اور ضروریات بتائے گئے۔ اور اس طرح سے مقامات مذکورہ کی سیر کرائی گئی۔ ایسی بہت کم چیزیں ہونگی جن کی کہ اولیاء اللہ قدس سرہم نے نشان دہی کی ہو۔ اور وہ راہ میں چھوڑ دی گئیں۔ اور نہ بتائی گئیں ہوں قبل من قبل بلا علۃ۔ مقبول ہو گیا وہ شخص جس نے اس کو بلا چون و چرا کے قبول کیا ÷

درجہ ۔ حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے محض اپنی عنایت بے غایت سے مدارج کمالات میں ترقی عطا فرمائی جو کہ مقاماتِ اولیا اور شہدا سے بالاتر ہے۔ اور اُن کی ولایت اور شہادت کے ساتھ ایسی نسبت ہے۔ جیسے کہ نسبت تجلیِ صوری کی تجلی ذاتی کے ساتھ ہیں ÷

مقام شہادت کے اوپر مقام صدیقیت ہے اور جو فرق کہ ان دونو مقاموں میں ہے۔ وہ نہ عبارت میں آسکتا ہے اور نہ اشارہ سے ادا کیا جا سکتا ہے مقام صدیقیت سے بالا صرف مقامِ نبوت ہے۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات۔ مقام صدیقیت اور نبوت کے درمیان اور کوئی مقام ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ محال ہے جو کہ کشفِ صریح سے معلوم ہوا ہے۔ اور جو کچھ بعض اولیاء اللہ نے دونو مقاموں میں واسطہ ثابت کیا ہے۔ اور اس کا نام مقام قربت رکھا گیا ہے۔ اس سے بھی شرف کیا گیا۔ اور اس مقام کی حقیقت سے اطلاع دی گئی۔ توجہ بسیار اور تضرع بے شمار کے بعد اوّلاً تو وہی نور جو بعض اکابر نے بیان کیا ہے۔ ظاہر ہوا۔ مگر آخر کار حقیقت معلوم کرائی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مقام عروج کے وقت حصول صدیقیت کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ مگر اُس کے واسطہ ہونے میں تامل ہے۔ مقام قربیت بہت بلند ہے۔ اور منازلِ عروج میں اس سے اوپر کوئی مقام نہیں ہے۔ اور زائد بیت وجود بر ذات جل و علا اسی مقام میں ظاہر ہوتا ہے چنانچہ اہل حق

کے نزدیک یہ امر ثابت شدہ ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیھم۔ یہ وجود بھی راستہ میں رہ جاتا ہے۔ اور اس سے اوپر عروج واقع ہوتا ہے +

ابو المکارم رکن الدین شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بعض تصنیفات میں فرمایا ہے کہ عالم الوجود سے بالا عالم الملک الودود ہے۔ اور مقام صدیقیت مقام بقا ہے کہ عالم کی طرف رخ رکھتا ہے۔ اس سے بالا مقام مقامِ نبوت ہے۔ اس میں کمالِ صحو اور کمالِ بقا ہے۔ مقام قربیت کی دونو مقاموں کے بیچ میں برزخیت کی حیثیت نہیں ہے کہ اس کا رخ تنزیہ صرف کی طرف ہے۔ جو عروجِ محض ہے پس دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے ؎

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند — آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

ترجمہ۔ مثالِ طوطی ہم کو آئینہ کے پیچھے بٹھا دیا گیا ہے۔ جو کچھ کہ استادِ ازلی کا ارشاد ہوتا ہے۔ وہی ہم بولتے ہیں +

علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو بدیہی اور کشفی بنایا گیا ہے۔ اور نظریت سے ضروریت کی طرف لایا گیا ہے +

درجہ۔ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ استطاعت مع الفعل منکشف ہو گیا ہے۔ فعل سے زیادہ قدرت نہیں رکھتا ہے۔ اور قدرت فعل کے ساتھ ہی ساتھ بخشتے ہیں اور سلامتی اسباب اور اعضا کے لحاظ سے تکلیف دیجاتی ہے۔ جس طرح کہ علما اہلِ سنت نے ثابت کیا ہے +

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ اسی مقام میں تھے۔ اور حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کو بھی اس مقام میں حصہ حاصل ہے۔ اور اس سلسلۂ علیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کو اور مشائخ متقدمین میں سے حضرت معروف کرخی اور حضرت امام داؤد طائی قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس اسرارہم کو +

درجہ۔ تحریر فرمایا ہے کہ فقیر کو اس راستہ کی ہوس پیدا ہوئی عنایت الٰہی جل سلطانہٗ نے اس کو ایک خلیفہ خانوادۂ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی خدمت میں پہنچایا۔ اور وہاں سے ان بزرگواروں کا طریق اخذ کرکے اس بزرگ کی صحبت میں رہا۔ جن کی توجہ کی برکت سے جذبۂ خواجگان جو کہ صفت قیومیت میں استہلاک سے پیدا

ہوتا ہے۔ اس کو حاصل ہؤا اور طریق اندراج النہایت فی البدایت سے بھی حصہ ملا۔ اس جذبہ کے بعد اُس کا کام سلوک سے متعلق ہؤا اور اس راستہ کو تربیت روحانیت حضرت اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ نے انتہا تک پہنچایا۔ یعنی اس اسم تک جو اس کا رب تھا اور اس اسم سے قابلیت اولے تک جو متحجر بحقیقت محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ ہے۔ روحانیت حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ اسرارہم کی مدد سے عروج کیا۔ اور وہاں سے روحانیت حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کی دستگیری سے ان بزرگوں کی قابلیت سے اوپر استقلال نصیب ہؤا۔ اور وہاں سے اس مقام تک جو اس قابلیت کے بالا ہے۔ اور وہ قابلیت گویا تفصیل ہے اس مقام کی اور یہ اس کا اجمال ہے۔ یہ مقام قطب محمدیہ کا مقام ہے۔ روحانیت حضرت خاتمیت علے صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کی ترتیب سے ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس مقام پر وصول کے وقت کسی قدر امداد روحانیت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار سے کہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ نقشبندؒ کے اور قطب ارشاد تھے اس درویش کو پہنچی۔ عروج اقطاب کی انتہا اسی مقام تک ہے۔ اور دائرہ ظلیت اسی مقام پر منتہی ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد یا اصل خالص ہے۔ یا ممتزج بظل۔ افراد اولیاء کی ایک جماعت اس دولت سے ممتاز ہے۔ بعض اقطاب کو بواسطہ مصاحبت افراد کے مقام ممتزج تک عروج واقع ہوتا ہے۔ اور ناظر اصل ممتزج بظل ہوجاتا ہے مگر وصول باصل خالص یا اس پر نظر کرنا بقدر تفاوت مراتب افراد کا خاصہ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ اللہ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے ؂

اُس درویش کو قطبیت ارشاد کی خلعت مقام اقطاب پر واصل ہونے کے بعد اُس سرور دین و دنیا علیہ وعلے آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے عنایت ہوئی۔ اور اس منصب سے سرفراز کیا گیا۔ اس کے بعد پھر عنایت الٰہی جل شانہٗ اس فقیر کے شامل حال ہوئی۔ اور مقام اقطاب سے متوجہ فوق کیا گیا۔ اور ایک اصل متضمن بر دو قابلیت ہوئی جس طرح کہ تمام سابقہ میں حاصل ہوئی تھی۔ اور وہاں سے مقام اصل پر ترقی دے کر اصل الاصل پر پہنچایا گیا۔ اس عروج اخیر یعنی عروج در مقامات اصل میں روحانیت حضرت غوث اعظم محی الدین شیخ عبد القادر سے مدد حاصل ہوئی قدس اللہ سرہ العزیز۔

اور قوتِ تصرف کے اس مقام سے گذار کر اصل الاصل پر واصل کیا گیا۔ اور وہاں سے عالم کی طرف واپس کیا گیا۔ جس طرح کہ ہر مقام سے واپس کیا جاتا تھا ⁂

نیز اس درویش کو مایۂ نسبت فردیت جس کے ساتھ عروج اخیر مخصوص ہے اپنے پدر بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی۔ اور پدر بزرگوار نے ایک بزرگ سے حاصل کی تھی جو صاحب جذبۂ قویہ اور خوارق و کرامات میں مشہور تھے ⁂

نیز اس فقیر کو علومِ لدنی روحانیت حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے حاصل ہوتے رہے۔ جب تک فقیر مقام اقطاب سے آگے نہ بڑھا تھا۔ مگر اس مقام سے گذرنے کے بعد سے حصول ترقیات عالیات اور اخذ علوم اپنی حقیقت سے ہوتے رہے۔ اور اپنے آپ میں خود بخود پا رہا ہے۔ غیر کی مجال نہیں ہے کہ اس کا کچھ دخل درمیان میں ہو سکے ⁂

نیز حضرت فرماتے ہیں کہ فقیر کو نزول یعنی سیر عن اللہ باللہ کے وقت مشائخین سلاسل کے مقامات پر بھی عبور ہوا۔ اور ہر مقام سے حصۂ کامل حاصل ہوا۔ اور اس مقام کے مشائخ میرے کام میں میرے ممد اور معاون ہوئے۔ اور اپنی نسبتوں کے خلاصے عطا فرمائے۔ اولاً مقاماتِ اکابر چشتیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم پر عبور واقع ہوا۔ اور ان کے مقام سے حصۂ کامل عطا ہوا۔ ان مشائخین میں سے روحانیت حضرت قطب الدین قدس سرہٗ نے اوروں سے زیادہ امداد فرمائی۔ بیشک آپ اس مقام شان عظیم رکھتے ہیں۔ اور اس مقام کے رئیس ہیں ⁂

اس کے بعد مقام مشائخین کبرویہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم پر گذر ہوا۔ یہ دونو مقام کبرویہ چشتیہ بلحاظ عروج کے مساوی ہیں۔ لیکن مقام کبرویہ بوقت نزول مقام چشتیہ کے جانب راست واقع ہوتا ہے۔ اور مقام چشتیہ اس کے جانب چپ میں رہتا ہے۔ مقام کبرویہ ایک شاہراہ ہے کہ بعض اکابر اقطاب ارشاد اسی راستہ سے مقام فردیت تک جاتے۔ اور مقامِ نہایت النہایت تک واصل ہوتے ہیں۔ افراد محض کے لئے دوسرا راستہ ہے جو قطبیت کے اس راستہ سے نہیں گذر سکتے۔ یہ مقام مقامِ صفات اور مقام چشتیہ کے مابین واقع ہوا ہے۔ گویا یہ مقام برزخ ہے دونو مقاموں میں اور مقامِ اول شاہراہ کے دوسری طرف واقع ہے کہ صفات سے مناسبت کم رکھتا ہے ⁂

اس کے بعد مقام اکابر سہروردیہ پر کہ شیخ شہاب الدین قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کی طرف منسوب ہیں، گذر ہوا۔ یہ مقام نورِ اتباعِ سُنّت علی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے تجلّی اور نورانیتِ مشاہدۂ فوق الفوق سے متزین ہے۔ توفیق عباداتِ نافلہ اس مقام کی رفیق ہے۔ بعض سالکانِ ناقص کہ عباداتِ نافلہ میں مشغول ہیں اور اسی میں راحت پارہے ہیں۔ اِس مقام سے بواسطہ مناسبت نصیب پاتے ہیں۔ اور بالاصالت عباداتِ نافلہ اس مقام کے مناسب ہیں۔ یہ نورانیت جو اس مقام میں مشہود ہوتی ہے اور مقامات میں کم ہے مشائخ سہروردیہ بسبب کمالِ اتباع کے عظیم الشان اور رفیع المکان ہیں اور اپنے ابنائے جنس میں امتیازِ خاص رکھتے ہیں۔ اس کے بعد مقامِ جذبہ پر پہنچایا گیا۔ یہ مقام جامع جذباتِ بے اندازہ ہے پھر یہاں سے بھی نزول کرایا گیا۔ مراتب نزول کی انتہا مقامِ قلب پر ہے۔ جو حقیقت جامع ہے اور ارشاد وتکمیل اسی مقام میں نزول کرنے سے متعلق ہے۔ پس اس مقام میں نزول کرنے کے بعد تمکین پیدا ہونے سے قبل پھر عروج واقع ہوا اُس وقت اصل کو بھی ظل کی طرح چھوڑ دیا گیا اور اس عروج کے ذریعے سے جو کہ مقام قلب سے واقع ہوا مقام تمکین میں واصل ہو گیا +

درجہ — آپ نے اپنے کمالات کی اس طرح خبر دی ہے کہ قطب ارشاد جو جامع کمالِ فردیت بھی ہو بہت نادر الوجود ہے۔ قرونِ بسیار و ازمنہ بے شمار کے بعد ایسا گوہر ظہور میں آتا ہے۔ عالمِ تاریک اُس کے نورِ ظہور سے منور ہو جاتا ہے۔ اس کا نورِ ارشاد و ہدایت تمام عالم کو شامل ہوتا ہے۔ محیطِ عرش سے مرکزِ فرش تک جو کچھ رشد وہدایت اور ایمان ومعرفت حاصل ہوتی ہے اُسی کے واسطہ سے ہوتی ہے اور اسی سے مستفاد ہوتی ہے بے واسطہ اُس کے کوئی شخص اس دولت کو نہیں پہنچ سکتا گو اس کا نورِ ہدایت ایک دریا ہے کہ تمام کو محیط اور منجمد ہے۔ کہ اصلا حرکت نہیں رکھتا جو شخص اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے یا خود وہ بزرگ متوجہ حال طالب ہو تو اُس کی توجہ کے وقت ایک روزن طالب کے دل میں کشادہ ہو جاتی ہے اور وہ اُس راہ سے بقدر توجہ واخلاص سیراب ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی وہ شخص کہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ اور اُس بزرگ کی طرف عدم واقفیت کی وجہ سے بالکل متوجہ نہیں ہے نہ انکار کی وجہ سے۔ تو ایسا ہی افادہ اس کو بھی حاصل ہوتا ہے۔ لیکن پہلی صورت میں

دوسری سے زیادہ افادہ ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ شخص کہ منکر اس بزرگ کا ہے یا وہ بزرگ اس سے ناراض ہے تو ہر چند ذکرِ الٰہی جل شانہٗ میں مشغول رہے۔ مگر حقیقت میں وہ رشد وہدایت سے محروم رہے گا کہ اُس کا یہ انکار و آزار راہ فیض کو مسدود کر دیتا ہے بغیر اس کے کہ وہ بزرگ اس کو فیض نہ دینے کا یا اُس کے ضرر کا قصد کرے حقیقت ہدایت اس سے مفقود ہو جاتی ہے۔ صرف صورتِ رشد باقی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ صورت بے معنی قلیل النفع ہے جو جماعت کہ اُس بزرگ سے اخلاص و محبت رکھتی ہے ہر چند کہ توجہ مذکور اور ذکر سے خالی ہو مگر اُن کو بواسطہ مجردِ محبت نور ہدایت پہنچتا ہے ؀

درجہ - آنجناب کو سات درجہ متابعتِ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت صلعم کے خصائص عظیمہ سے ہے مشرف کیا گیا۔ تفصیل سات درجوں کی آپ کے مکتوبات کے دفتر دوم کے پچاسویں مکتوب میں مذکور ہے وہاں ملاحظہ کریں ؀

درجہ - آنجنابؒ پر مشاربِ متعدداتِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور اُن کے مبادی تعیّنات اور ہر ایک کی نسبت اللہ تعالےٰ کے ساتھ یعنی محبّیت و محبوبیت و خلّت اور اسی طرح اُن سالکوں کی جو کسی نبی کے زیرِ قدم ہوں مکشوف کیگئی تھی۔ نیز ان مشارب میں ہر ایک کا تفاوتِ قدم بھی ظاہر کیا گیا تھا ؀

چنانچہ آپ فرماتے تھے کہ فلاں شخص ولایتِ موسوی میں اور فلاں ولایت عیسوی میں اور فلاں محمدی المشرب ہے۔ اور فلاں قریب بہ نقطۂ مرکز فلاں ولایت اور فلاں قریب اُس کے دائرہ کے ہے وامثال ذالک۔ یہ آنجناب کے خصائص عظیمہ اور مقاماتِ جسیمہ سے ہے ؀

درجہ - تعین وجودی کہ اب تک کسی عارف نے اس کے متعلق لب کشائی نہ کی۔ آنجنابؒ پر ظاہر کیا گیا اور اس مرتبۂ بالغہ کے اسرار و برکات سے ممتاز کیا گیا۔ اس کی تفصیل مکتوب آنجنابؒ کے جلد سوم کے مکتوب (۸۹) میں مذکور ہے ؀

درجہ - آنجنابؒ کو اسرارِ علوم قلوب خمسہ عطا فرمائے گئے تھے خصوصاً مرتبۂ علیا سے جو قلب خمسہ سے متعلق ہے۔ یہ مرتبہ مراتب قرب میں اعلےٰ اور منتہائے منازل ہے۔ اور آنجناب کے خصائص سے ہے۔ آپ مرتبۂ نہایتِ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم پر فائض فرمائے گئے۔ اور اس مقام پر کہ جس سے بالا اور کوئی مقام نہیں ہے

داخل کیے گئے۔ اور اقطاب و اوتاد کو داخل تحت ولایت آنجناب کیا گیا۔ چنانچہ آپ نے رسالہ مبداء و معاد میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ کہ جب عارف اتم و اکمل اس مقام عزیز الوجود کے شہود پر پہنچ جاتا ہے تو یہ عارف تمام عوالم کا قطب بن جاتا ہے۔ اور یہ ولایت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دعوت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے مشرف ہوتا ہے۔ پس اقطاب و اوتاد اُس کے دائرہ ولایت کے تحت داخل ہو جاتے ہیں۔ اور افراد و احاد اور تمام فرقِ اولیاء اللہ اس کے انوار ہدایت میں متضمن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ مقام مقامِ رسول اللہ اور ہدایت حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں تربیت یافتہ ہے۔ یہ نسبتِ شریفہ عزیز الوجود آحاد مرادین (یعنی خاص خاص محبوبین) کے لئے مخصوص ہے۔ مریدین یعنی عاشقین کے لئے اِس کمال سے کچھ حصہ نہیں ہے۔ یہ مقام ایک نہایت عظمیٰ اور غایت قصویٰ ہے۔ کہ اِس سے بالا کوئی بزرگ کمال نہیں ہے اگر ایسے عارف کا ظہور ہزار برس میں بھی ہو جائے تب بھی نہایت غنیمت ہے۔ اِس کی برکت ایک مدتِ مدیدہ اور اوقاتِ بعیدہ تک پھیلی رہتی ہے۔ اِس کا کلام دوا ہے۔ اور اُس کی نظر شفاء

حضرت مہدی علیہ السلام میں بھی یہی نسبت شریفہ پائی جائیگی۔ یہ خدا کا فضل ہے دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے

درجہ۔ آنجناب قدس سرہٗ پر ہر سہ درجاتِ ولایت یعنی ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ اور ولایت علیا منکشف فرمائے گئے۔ اُن کی تفصیل حضرتؒ نے اپنے مکتوبات میں فرمائی ہے

درجہ۔ آنجناب قدس سرہٗ پر اسرار حقیقت قرآنی وکعبہ ربانی اور حقیقت بیت المقدس منکشف کی گئی۔ اور ظاہر کیا گیا کہ ہزار سال کے بعد حقیقت محمدی حقیقت احمدی کے ساتھ متحد ہو جائیگی۔ اِس کی تفصیل حضرتؒ نے خود تحریر فرمائی ہے

درجہ۔ آنجناب قدس سرہٗ پر ظاہر کیا گیا کہ اس عالم میں اگرچہ رویت نہیں ہے مگر بے رویت کے بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ یہ وہ دولت ہے کہ زمان صحابہ کے بعد کم لوگ اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ کلام بعید از عقل معلوم ہوتا ہے اور اکثر لوگ اس کو قبول نہ کرینگے۔ مگر ہم کو اظہارِ نعمت مقصود ہے۔ کوتہ اندیش اس کو قبول کریں یا نہ کریں۔ یہ نسبت حضرت مہدی علیہ الرضوان میں خاص کر بدرجہ اکمل ظہور پائیگی

درجہ ۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو حق الیقین سے مشرف فرمایا عام صوفیہ کے نزدیک جو مرتبہ حق الیقین ہے وہ آپ کے نزدیک عین الیقین میں ہی داخل ہے۔ اس کے بعد حضرت نے تحریر فرمایا ہے کہ حق الیقین کی گفتگو تو سب کرتے ہیں اگر کہا جائے کہ سمجھا تو عاجز رہتے ہیں۔ یہ معارف احاطۂ ولایت سے خارج ہیں! ارباب ولایت علمائے ظاہر کی طرح اس کے ادراک میں عاجز اور قاصر ہیں۔ یہ علم انوار مشکوٰتِ نبوت سے ماخوذ ہے کہ ہزار سال کے بعد بہ تبعیت و وراثتِ انبیا علیہم السلام تازہ ہوا ہے۔

درجہ ۔ آنجناب قدس سرہٗ پر سوائے جذبہ اور سلوک کے ایک اور طریق ظاہر کیا گیا۔ اس کو آنجناب نے بالفاظِ اقتباس نبوت تعبیر کیا ہے۔ اس کی تفصیل آپ کے مکتوب (۳۱) میں مذکور ہے۔

درجہ ۔ آنجناب قدس سرہٗ کو کمالِ اتباع سرور کائنات علیہ و علےٰ آلہٖ الف الف صلوٰۃ والتسلیمات کے سبب ایسے مقام سے جو مقامِ اجتبا سے بالاتر ہے ممتاز کیا گیا۔ چنانچہ حضرت نے اس کی تفصیل مکتوب ۲ جلد دوم میں فرمائی ہے۔

درجہ ۔ آنجناب قدس سرہٗ کو خزانہ دار رحمت بنایا گیا چنانچہ مکتوب ۳۱ جلد اول میں بہ تذکرہ سرہا دو چشمی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے! اللہ تعالےٰ نے آپ کو مقام سابقین پر جو بالائے درجات اصحابِ یمین ہے، واصل کیا۔

درجہ ۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو مکلّم اور محدَّث (بفتح دال) بنایا چنانچہ حضرت نے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:۔

واضح ہو کہ کلام حق مع البشر کبھی بالمشافہ ہوتا ہے اور یہ افرادِ انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے مخصوص ہے۔ اور کبھی بعض کامل پیروانِ انبیا کے ساتھ بطور اتباع و وراثت ہوتا ہے۔ اور جب یہ کلام کسی ولی کے ساتھ کثرت سے ہونے لگے تو اس کو محدّث کہا جاتا ہے۔ جس طرح کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو کہا گیا۔ یہ کلام سوائے الہام اور القائے فی الروح کے ہے۔ اور اس کلام سے بھی علاوہ ہے جو ملائکہ کے ساتھ خدا کا ہوتا ہے۔ ایسے کلام کے ساتھ انسان کامل مخاطب کہا جاتا ہے۔ جو عالمِ خلق اور عالمِ امر اور عالمِ روح اور عالمِ نفس اور آلۂ عقل اور خیال کا جامع ہو۔ اور اللہ تعالےٰ خاص کرتا ہے اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے اور وہ صاحب فضل عظیم ہے۔

درجہ۔ آنجناب قدس سرہ کو ولایت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مشرف کیا گیا۔ اور ولایت ظلی کا ولایت اصلی کے ساتھ اتصال بخشا گیا ہے ٭

درجہ۔ آنجناب پر ایک سیر سوائے سیر آفاقی اور سیر انفسی کے منکشف کی گئی چنانچہ اُس کی تفصیل مکتوبات میں مذکور ہے ٭

درجہ۔ آنجناب کو قطب الاقطاب ارشاد بنایا گیا کہ روئے زمین میں اور بالائے آسمان پر فیض اُسی کے توسط سے بشرط عدم انکار پہنچتا ہے۔ کیونکہ منکر محروم مطلق ہے ٭

درجہ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے بعض مریدین کو آپ کے طفیل میں درجۂ قطبیت پر پہنچایا ٭

درجہ۔ آپ قدس سرہ فرماتے تھے کہ مجھ پر منکشف کیا گیا ہے۔ کہ یہ سلسلہ میرے فرزندوں کے ہاتھ میں قیامت تک باقی رہیگا ٭

واضح ہو کہ آپ کے تمام مراتب کا شمار حوصلۂ کاتب اور احاطۂ قرطاس سے باہر ہے۔ اس لئے اتنے ہی پر اکتفا کیا گیا۔ اور کسی قدر آپ کے مراتب حضرت ششم میں بھی جو مکاشفات آنحضرت قدس سرہ اور آپ کے بعض خلفا اور صحابہ کے حالات میں ہے۔ ذکر کئے جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ٭

حضرت پنجم

آپ کے وظائف طاعات اور اخلاق کے بیان میں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آنجناب قدس سرہ العزیز کا طریق موسم سرما و گرما و سفر و حضر میں یہ تھا۔ کہ بعد نصف شب کے بیدار ہوتے تھے۔ اور اس وقت کی مسنون دعائیں پڑھتے تھے۔ اس کے بعد استنجے کے لئے تشریف لیجاتے اور بیت الخلا میں پہلے بایاں قدم داخل کرتے اُس کے بعد سیدھا پاؤں اور اس وقت کی ادعیہ مسنونہ پڑھتے اس کے بعد بغرض استنجا بیٹھتے اور زور بائیں پاؤں پر ڈالتے۔ پھر کلوخ طاق سے استنجا کرتے اس کے بعد پانی سے طہارت کرتے اُس کے بعد اٹھ جاتے۔ اور وضو کے لئے

قبلہ رو بیٹھتے اور کسی سے مدد نہ چاہتے۔ آفتابہ بائیں ہاتھ میں لیکر اوّلاً سیدھے ہاتھ پر پانی ڈالتے۔ پھر بائیں ہاتھ پر اُس کے بعد دونو ہاتھ ملا کر دھوتے اور ہاتھ کی انگلیوں میں خلال ہتھیلی کی جانب سے کرتے اور کلّی کرنے کے وقت مسواک استعمال فرماتے۔ تین بار جانبِ راست اور تین بار جانبِ چپ اور تین بار زبان پر پھراتے۔ اور اگر زیادہ کرتے تو سیدھی طرف کے نیچے کے دانتوں پر بہرحال آپ ہر وضو میں مسواک بالالتزام فرماتے۔ اور فراغت کے بعد مسواک کو جس طرح کہ کاتب قلم کو محفوظ رکھتے ہیں آپ بھی محفوظ رکھتے۔ اور اکثر خادم کے سپرد کرتے۔ آپؒ کے اصحاب مسواک کو پگڑی کے پینچے میں محفوظ رکھتے تھے۔ اور کلّی کا پانی دُور پھینکتے تھے۔ اور جدا جدا پانی روئے مبارک پر کمال آہستگی سے ڈالتے۔ اور پیشانی کے اوپر سے گراتے۔ اور سیدھے ہاتھ کو سیدھی طرف کے رخسار پر کسی قدر پہلے اور بائیں ہاتھ کو بائیں رخسار پر کسی قدر بعد پھیرتے تھے۔ تاکہ ابتدا بدستِ راست ہو سکے۔ اور چہرۂ مبارک کے دھونے کے وقت دستار کج رکھتے۔ تاکہ ربع سر کھلی رہے۔ اور وہاں سے دھویا جائے اور اس طرح سے آپ پانی روئے مبارک پر ڈالتے کہ ایک قطرہ پانی کپڑے یا بدن پر نہ گرتا۔ اور ہر مرتبہ میں باوجود خشکی کے ہاتھ منہ پر پھیرتے۔ کہ کوئی قطرہ باقی نہ رہ جائے کہ کپڑے پر ٹپکے۔ اس کے بعد سیدھا ہاتھ کہنی تک تین مرتبہ دھوتے اور ہر مرتبہ مکرر ہاتھ کہنی پر پھیرتے تاکہ کوئی قطرہ باقی نہ رہے۔ اسی طرح بائیں ہاتھ پانی انگلیوں کی طرف سے ڈالتے اور وہ پانی کہ مسح کے لئے سیدھے ہاتھ میں لیتے اور اس کو بائیں ہاتھ پر ڈالکر دور ڈالتے تاکہ زمین سے چھینٹے اُڑ کر کپڑوں پر نہ پڑیں اور تمام سر کا مسح اگلے حصہ سے پیچھے کے حصہ تک کرتے تھے۔ وسطِ سر پشتِ انگشت سے مسح کرتے تھے۔ اور اطراف سر کا دونو ہتھیلیوں سے اور اُن کو پیچھے سے آگے تک واپس لاتے تھے۔ اُس کے بعد اسی پانی سے کانوں کے اندر کا سبابہ سے اور کانوں کے باہر کا باطن نر انگشت سے مسح کرتے تھے۔ اس کے بعد پشتِ کف سے گردن کا مسح فرماتے۔ اور سیدھے اور بائیں پاؤں کو تین تین مرتبہ دھوتے۔ مع ٹخنوں اور پنڈلیوں کے کسی قدر حصہ کے اور ہر مرتبہ اتنی دفعہ ہاتھ پھیرتے کہ خشک ہونے کے قریب ہوتے۔ اور ادعیہ مسنونہ جو ہر عضو کے دھونے کے وقت مروی ہیں ہمیشہ تلاوت فرماتے۔ اور فراغت وضو کے بعد بھی مسنون دعائیں

پڑھتے۔ اعضائے وضو کو کپڑے سے نہ پونچھتے ✚

اِس کے بعد لطیف اور نفیس کپڑے زیب تن فرماتے۔ اور نہایت تجمّل اور وقار کے ساتھ متوجہ ہو کر دو رکعت نماز ادا کرتے۔ اور باقی نمازِ تہجد طویل قرأت کے ساتھ ادا کرتے اکثر دو تین جزو قرآن مجید پڑھ لیتے تھے۔ کبھی عالمِ محویت میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت میں گزار دیتے۔ جب خادم عرض کرتا کہ صبح ہو گئی تو رکعت دوم کو تخفیف سے ادا کر لیتے اور سلام پھیر دیتے ✚

اکثر اوقات بارہ رکعتیں یا کم و بیش بلحاظ وقت ادا فرماتے تھے۔ ہر دوگانہ کے بعد خشوع و خضوع کے ساتھ مراقبہ و استغراق میں مشغول ہوتے تھے۔ اور فراغت کے بعد سَو دفعہ استغفار اور دوسری دعائیں اور درود شریف پڑھتے اور صبح تک مراقب رہتے۔ یا کلمہ طیبہ میں مشغول رہتے۔ اور قبل صبح موافق سنّتِ نبوی صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کسی قدر خواب فرماتے تاکہ تہجد بین النومین واقع ہو۔ اور قبل صبح بیدار ہو کر وضو کر کے گھر میں ادا فرماتے۔ اس کے بعد جانب قبلہ ہو کر دست راست زیر رخسارۂ راست رکھ کر خواب کرتے۔ معاً اُٹھ کر متوجہ مسجد ہوتے ✚

آخر زمانہ میں اس استراحت کو بھی ترک فرما دیا تھا۔ پھر خود امامت فرماتے اور طویل سورتیں پڑھتے اور بجانب قوم یا راست و یا چپ مُڑ کر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھاتے اور دعا کے بعد دونو ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیتے تھے ✚

مریدوں کے ساتھ حلقۂ ذکر میں بیٹھتے اور شغلِ باطن میں مشغول ہو جاتے یہاں تک کہ آفتاب بقدر ایک نیزہ کے بلند ہو جاتا اثناء حلقہ میں کبھی حافظ صاحب سے قرآن مجید کو سماعت فرماتے۔ اس وقت نماز اشراق طویل قرات سے ادا کرتے اور پھر دو رکعت ہلکی ادا کرتے۔ اس کے بعد دعاء استخارہ اور تتمہ ادعیہ ماثورہ موقتہ پڑھتے تھے۔ اس کے بعد خلوت میں جاتے۔ اور بمقتضائے حال کبھی تلاوت قرآن مجید اور کبھی ختم کلمہ طیبہ میں مشغول ہوتے تھے۔ اور کبھی طالبوں کو الگ الگ طلب کر کے ہر ایک کی احوال پُرسی کرتے۔ اور موافق حال ہر ایک کو ارشاد فرماتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ اُن کے حالاتِ موجودہ و آیندہ بیان فرماتے۔ اور تفصیل اس کی شرح فرماتے اور اُن کی تربیت فرماتے تھے۔ اور اسماءِ مقامات و کیفیات و وارادات سے آگاہ

فرماتے تھے۔ اور کبھی مخلصین احباب کو طلب فرما کر اپنے اسرارِ خاصہ اور معارفِ مکشوفہ بیان فرماتے تھے۔ اور اسرار کے پوشیدہ رکھنے میں نہایت سعی فرماتے۔ اور اثناء بیانِ معارف میں یہ محسوس ہوتا کہ القاء و اعطاءِ حال فرما رہے ہیں۔ اکثر ایسا ہوتا کہ جب معارف علیہ آپ کی زبان مبارک سے سنتے تو حضرت کی طرف توجہ سے اسی وقت اپنے آپ کو اس معرفت سے متصف پاتے۔ حضرت کی صحبتیں اکثر اصحاب اور غیر اصحاب کے ساتھ خاموشی کی ہوتی تھیں۔ اور مریدوں کو حضرت کے رعب و دہشت کی وجہ سے اس کی جرأت نہ ہوتی کہ دم لے سکیں۔ حضرت کی تمکین اس درجہ تھی کہ باوجود توارد و تکاثر اور ارادت متلونہ و مختلفہ کے ہرگز آپ سے کوئی اثر تلوین کا ظاہر نہ ہوتا تھا۔ جوش و خروش اور نعرہ و فریاد کبھی آپ سے نہ دیکھے گئے۔ مگر اتفاقاً بعض اوقات آپ میں کیفیت گریہ پیدا ہوتی۔ اور پانی آنکھوں میں بھر آتا۔ اور کبھی اثناء تذکرہ حقائق میں آپ کے رخساروں کا رنگ متلون دیکھا گیا ہے۔

اب ہم اصل کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جب صحوۂ کبریٰ ختم ہو جاتا تو نماز چاشت کی آٹھ رکعتیں ادا فرماتے۔ اور پھر کھانا تناول فرماتے۔ کھانے کے وقت دیکھا گیا ہے کہ اکثر وقت درویشوں اور خادموں اور عزیزوں میں کھانا تقسیم فرمانے میں بہت سا وقت گذر جاتا۔ اس اثنا میں کبھی سرِ انگشت سے ایک آدھ نوالے لیتے اور کبھی ہاتھ طبق پر پہنچا کر منہ میں لیجاتے اور صرف ذائقہ چکھ لیتے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا کہ گویا آپ کو کھانے کی حاجت نہیں ہے صرف اس لئے کھاتے ہیں کہ کھانا سنت ہے انبیاء نے ترک نہیں کیا ہے۔ کھانے کے وقت آپ کی نشست موافق سنت ہوتی۔ کبھی دو نو زانو اٹھا لیتے اور کبھی سیدھا پاؤں بائیں پاؤں پر اور زانوے راست زانوے چپ پر رکھتے تھے۔ فراغت طعام کے بعد اس وقت کی ادعیہ مسنونہ تلاوت فرماتے۔ اور کھانے کے بعد فاتحہ دینا رسوم عوام کے موافق آنجناب سے مروی نہیں ہے کہ سنت نہیں ہے بعد از طعام بحکم سنت قیلولہ فرماتے۔ اتنے میں آفتاب کا سایہ پھر جاتا اور مؤذن اذان کہتا۔ مؤذن کا لفظ اللہ اکبر اور آپ کی بیداری ایک ساتھ ہوتی تھی بے اختیار بقوت تمام فوراً اٹھ جاتے۔ اور اس میں ہرگز تاخیر نہ ہوتی تھی

اور سماع اذان کے وقت ہر کلمۂ اذان کا اعادہ فرماتے۔ مگر حیعلتین کے وقت لاحول پڑھتے تھے +

سماع اذان کے بعد دعا پڑھ کر فوراً اُٹھتے۔ اور وضو فرماتے اور نفیس کپڑے زیب تن فرما کر برآمد ہوتے تھے۔ اولاً دو رکعت نماز تحیۃ المسجد کی ادا فرماتے اس کے بعد چار رکعتیں سنتِ مؤکدۂ ظہر ادا فرماتے۔ اتنے میں تکبیر اقامت ہوتی۔ خود امام ہوتے اور قرأت میں طوالِ مفصل سورتیں پڑھتے۔ فرضوں کے بعد صرف دعا اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پڑھ کر برخاست فرماتے اور دو رکعت سنتِ مؤکدہ ادا فرماتے پھر چار رکعت سنتِ زائد ادا کرتے۔ پھر مسنون دعائیں بعد ادائے فرض کے تلاوت فرماتے +

اِس کے بعد جانب قوم متوجہ ہو کر بیٹھتے اور مریدین حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن مجید پڑھتے۔ اور آپ دوستوں کے ساتھ متوجہ و مراقب رہتے۔ اِس کے بعد ایک دو سبقوں کا درس دیتے +

اتنے میں عصر کا وقت ہو جاتا۔ نیا وضو کرنے کے لئے آپ برخاست فرماتے بعد گذرنے دو مثل اور سایہ اصلی کے عصر کے اول وقت مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ اور دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعتیں سنتِ عصر ادا فرماتے۔ اس کے بعد تکبیر ہوتی۔ اور جماعت کثیر کے ساتھ فرض ادا ہوتے۔ اس کے بعد ادعیہ مسنونہ تلاوت فرماتے +

اس کے بعد کبھی رو بجانب قوم ہو کر بیٹھتے اور مریدین حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن مجید پڑھتے اور آنجناب و اصحاب مراقب رہتے۔ اس اثنا میں احوال اصحاب کی طرف باطناً متوجہ ہوتے۔ اور اُن کی ترقی کے لئے توجہ فرماتے۔ اور کبھی دوسرے اعمالِ صالحہ میں مشغول ہو جاتے +

اس کے بعد اول وقت نماز مغرب ادا کرتے۔ پھر دو رکعتیں سنتِ مؤکدہ بلا تاخیر و سستی ادا کرتے۔ اس کے بعد چھ رکعتیں اوابین تین سلام اور قرأت طویل کے ساتھ ادا کرتے۔ اور اکثر قرأت اوابین میں سورۂ واقعہ اور سورۂ اخلاص مکرر تلاوت فرماتے +

نمازِ عشا شفق کی سفیدی دور ہونے کے بعد کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے

پاس شفق اسی کو کہا گیا ہے۔ اور وقت متفق علیہ بھی یہی ہے۔ مسجد میں آتے تھے۔ اوّلاً دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھتے۔ پھر چار رکعت سنّت یا دو رکعت سنّت ادا فرماتے تھے۔ پھر چار رکعت فرض با جماعت ادا فرما کر صرف دعائے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ پڑھ کر برخاست فرماتے۔ اور دو رکعت سنّت مؤکدہ ادا کر کے چار رکعت مستحب ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد وتر ادا کرتے۔ پھر سورۂ الٓمٓ سجدہ کی تلاوت فرماتے اور کبھی چار رکعت بعد فرض میں سورۂ سجدہ اور سورۂ تبارک الذی اور سورۂ قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللّٰہ پڑھتے تھے۔ اور کبھی صرف چار قل پڑھتے۔ اور قرأت وتر میں اکثر سبّح اسم اور قل یا ایھا الکافرون اور قل ھو اللّٰہ تلاوت فرماتے۔ اور دعا قنوت حنفی و شافعی کو جمع فرماتے۔ اور دونوں کے جمع کرنے کو افضل فرماتے تھے۔ وتر کے بعد اوّلاً دو رکعت بیٹھ کر ادا فرماتے تھے اور سورۂ اذا زلزلت الارض اور قل یا ایھا الکفرون قراءت فرماتے۔ مگر آخر میں ان دو رکعتوں کی مداومت ترک فرما دی تھی۔ اور فرماتے کہ اس میں اختلاف ہے۔ اور دو سجدہ کہ بعد وتر کے متعارف ہیں۔ آپ نہیں کرتے تھے۔ کہ علما اُس کی کراہت کے قائل ہیں۔ وتر کبھی اوّل شب میں ادا کرتے تھے اور کبھی آخر شب میں نماز تہجد کے بعد پڑھتے تھے۔ کہ بربنا ارشاد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک رات میں دو وتر نہیں ہیں +

سوتے وقت سورہ اور آیات اور تسبیحات اور ادعیہ مسنونہ پڑھ کر آرام فرماتے۔ اس طرح کہ رو بقبلہ اور سیدھا ہاتھ سیدھے رخسارہ کے نیچے رہتا تھا۔ آنجناب قدس سرہٗ کا خواب باصواب کامل حضور و مراقبہ اور وصال اور مشاہدۂ جمال تھا۔ عجیب خواب تھا کہ بیداری سے بہتر تھا +

قدسیہ۔ فرماتے تھے کہ بحکم اَلنَّوْمُ اَخُ الْمَوْتِ وقت خواب جو حالت ظاہر ہوتی ہے حالت بیداری سے بہتر ہے۔ اگرچہ عقلمندوں کی عقل اس نکتہ تک نہیں پہنچ سکتی۔ اسی طرح کہ جو حالت وقت موت ظاہر ہوتی ہے حالتِ خواب سے بہتر ہے اور جو حالت کہ قبر میں ظاہر ہوتی ہے وہ حالت موت سے بہتر ہے۔ اور جو حالت کہ برزخ کبریٰ میں ظاہر ہوتی ہے ان تمام حالات سے بہتر ہے۔ اور جو

حالت کہ بہشت میں حاصل ہوگی۔ وہ ان سب سے بہتر ہے ۔

آخر عشرۂ رمضان میں مسجد میں معتکف ہوتے تھے۔ اور عشرہ ذی الحجہ میں عزلت اختیار فرماتے اور اس میں ادائے عبادات و اذکار و صیام میں حرص کامل فرماتے اور درود کثرت سے پڑھتے تھے۔ اور جمعوں کی راتوں میں مریدوں کے ساتھ حلقہ کر کے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتے تھے۔ اور نماز جمعہ و عیدین میں حاضر ہوتے تھے بعد نماز جمعہ چار رکعت سنت کے بعد فرض نماز ظہر بہ نیتِ آخر ظہر بدیں نیت کہ پایا میں نے وقت اُس کا اور نہ ادا کیا تھا اس وقت تک بلحاظ احتیاط ادا فرماتے تھے۔ کیونکہ شرائط جمعہ بقول بعض فقہا نہیں پائی جاتی ہیں ۔

اور تکبیر عید الضحیٰ راستہ میں بالجہر کہتے تھے عشرہ آخر ذی الحجہ میں خلوت اور خضوع اور انقطاع عن الخلق اور صیام و قیامِ شب اختیار فرماتے تھے۔ اس عرصہ میں بال اور ناخن حجاج کے ساتھ مشابہت پیدا کرنے کے لئے نہیں کترواتے تھے۔ مگر یہ اصول کہ عرفہ کے روز صحرا میں جائیں اور دو رکعت نماز سر برہنہ مشابہت حجاج کی وجہ سے ادا کریں۔ حضرت اس پر عمل نہیں فرماتے تھے۔ اور عشرہ ذی الحجہ میں روزانہ نماز عشا میں اور نماز فجر کی رکعت دوم میں سورۂ فجر تلاوت فرماتے تھے۔ اسی طرح اس ماہ کے ختم میں نمازِ کسوف اور خسوف ادا فرماتے تھے ۔

نماز تراویح میں بیس رکعتیں سفر و حضر میں باطمینان تمام ادا کرتے تھے اور رمضان میں تین قرآن مجید سے کم ختم نہیں کرتے تھے۔ اور ہر چار رکعت تراویح کے بعد تین بار سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ پڑھتے تھے۔ اور دنوں میں حفظ قرآن فرماتے اور ہمیشہ تہِ دل سے تلاوت کلام مجید میں مشغولیت رکھتے تھے۔ اور حلقات ذکر میں بھی سماع قرآن جاری رہتا تھا۔ اور نماز وغیرہ میں قرأت کے وقت قرآن مجید اس طرح پڑھتے کہ گویا ضمن الفاظ ادائے معانی فرما رہے ہیں۔ آنجناب کے طریقہ قرأت سے سامعین پر ہویدا ہو جاتا تھا۔ کہ اسرار قرآنی اس محبوب سبحانی پر فائض ہو رہے ہیں۔ اکثر لوگ جو مریدوں میں داخل نہ تھے کہا کرتے تھے کہ آنجناب اس طرح قرآن مجید تلاوت فرماتے ہیں کہ گویا الفاظ آپ کے دل سے نکل رہے ہیں۔ کبھی آواز میں رعایت غنا کی نہ فرماتے تراویح میں تمام سامعین کو غنودگی پیدا ہوتی تھی۔ سوائے آنجناب رضی اللہ عنہ کے کہ تمام قرآن مجید

کھڑے ہو کر سماعت فرماتے تھے۔ اور غنودگی ہرگز نہ پیدا ہوتی تھی ؛

ایک روز حقیر مؤلف نے عرض کیا کہ یہ حضرت کی کرامت ہے کہ غنودگی نہیں ہونے پاتی۔ فرمایا کہ دریائے اسرار قرآن کی شناوری آنکھ بند کرنے کی فرصت نہیں دیتی ہے ؛

سفر میں منزل پہنچنے تک تلاوت قرآن فرماتے تھے۔ اور جب آیت سجدہ آتی تو فوراً گھوڑے سے اتر کر زمین پر سجدہ کرتے تھے۔ تسبیحات رکوع و سجود تنہائی میں پانچ سے سات تک بلکہ نو یا گیارہ مرتبہ تک پڑھتے۔ اور کبھی تین بار اقتصار فرماتے بمقتضائے احوال و اوقات۔ حالت امامت میں اکثر چار مرتبہ پر قصر فرماتے تھے تاکہ مقتدی تین دفعہ اطمینان سے کر سکیں۔ چند روز تک امامت میں پانچ مرتبہ تسبیح رکوع و سجود میں فرمایا کرتے تھے۔ مگر بارگاہ حق جل و علا سے ممانعت ہوئی اس کے بعد سے چار مرتبہ پر اقتصار فرمانے لگے۔ احتیاط آپ کی اس درجہ تھی۔ کہ سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں کمی نہ پیدا ہو سکے۔ اسی طرح سنت نبوی پر زیادتی کرنے سے بھی احتیاط فرماتے تھے۔ اور سوائے تراویح و نماز کسوف کے اور کوئی نماز نفل جماعت سے ادا نہ فرماتے تھے۔ اور اس کو مکروہ جانتے تھے اسی طرح کہ جو لوگ روز عاشورا اور شب قدر اور شب برات اور لیلۃ الرغائب میں نماز نفل باجماعت پڑھتے ہیں آنجناب سختی کے ساتھ ان کو منع کرتے تھے اور اس کو خلاف سنت فرماتے تھے۔ اور جو لوگ نماز تہجد باجماعت ادا کرتے ہیں آپ ان کی تشنیع فرماتے تھے۔ اور ہر کام کا آغاز نماز استخارہ سے فرماتے اور کبھی صرف دعا استخارہ پر اکتفا فرماتے تھے۔ تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ نہیں کرتے تھے۔ کہ مذہب حنفی میں مکروہ کہا گیا ہے۔ اگرچہ کہ علمائے سنت کا ایک گروہ اس طرف بھی گیا ہے۔ کہ جب مابین سنت و کراہت کوئی امر واقع ہو تو اس کا ترک کرنا اولیٰ ہے۔ مگر آنجناب کبھی کبھی بمقتضائے احادیث نوافل میں اشارہ فرماتے تھے تاکہ یہ عمل متروک مطلق نہ ہو جائے اور فاتحہ برائے[1] ایصال ثواب اور ارواح اموات اور برائے اقتضائے مشکلات کہ

---

[1] واضح ہو کہ نماز کے بعد فاتحہ ایصال ثواب موتی آپ نہ فرماتے تھے۔ ویسے ہمیشہ فاتحہ ایصال کرتے تھے۔ جیسا کہ اس وقت تک آپ کے طریقہ کے بزرگوں کا معمول ہے ؛

بعد نماز کے عادت مشائخ کے ہوگئی ہے۔ آپ نہیں پڑھتے تھے۔ اور دفع امراض کیلئے توجہ باطنی فرماتے تھے۔ اور اُس کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ کی کرامات میں مذکور ہے۔ زیارت قبور کے لئے جاتے تھے۔ اور استغفار و دعائے مسنونہ پڑھتے تھے۔ اور رفع عذاب اور ترقی درجات اموات کے لئے توجہ باطنی فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے مکاشفات میں مذکور ہے۔ قبور کی بوسہ ہی مستحسن خیال نہیں فرماتے تھے۔ مگر کبھی کبھی قبور والد ماجد اور پیر دستگیر کو ہاتھ لگاتے تھے۔ اور دعوت خاص کو قبول فرماتے۔ اور دعوت عام میں نہیں جاتے تھے۔ اور مجالس سرود و سماع اور مولود خوانی میں نہیں حاضر ہوتے تھے۔ اور ترک ذکر جہر کو اولےٰ خیال فرمایا کرتے تھے۔ اور خواص بشر یعنی انبیا اولیا خواص ملک پر فضیلت دیتے تھے۔ اور نبوت کو ولایت سے افضل فرماتے تھے۔ خواہ ولایت نبی کیوں نہ ہو۔ اور غلبہ صحو کو غلبہ سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ اور صحو خالص کو نصیب عوام کالانعام فرماتے تھے اور ولی عشرت کو کہ نافع و ہادی خلائق ہے۔ ہزار اولیا عزلت پر جو کہ صحرا و کوہ میں اپنی جان کی سلامتی مناسب ہو، بہتر جانتے تھے۔ اور تمام صحاب کو تمام اولیا امت پر افضل فرماتے تھے۔ اور مشاجرات صحابہ کو خطاء اجتہادی پر محمول فرماتے تھے۔ اور اُن کو ہوائے نفسانیہ سے مبرا جانتے تھے +

ایک روز ایک جوان صالح آنجناب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ میں برہان پور سے آرہا ہوں۔ حضرت شیخ محمد فضل اللہ رح نے آپ کی خدمت میں دعوات مخلصانہ عرض کی ہیں۔ اور کہا ہے کہ لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ آپنے مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ میرا مرتبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مرتبہ سے افزون ہے حقیقت اس قول کی کیا ہے +

حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ جب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہ جمیع کمالات و فضائل سے متصف تھے اور خلفاء پر فضیلت نہیں دیتا ہوں۔ تو پھر اپنے آپ کو اُن پر کیوں کر فضیلت دے سکتا ہوں۔ معرفت حق اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانتا ہو۔ تو اکابر دین سے کیا نسبت ہو سکتی ہے +

آنجناب قدس سرہٗ نے بعض مریدین صاحب حال کو کہ انکی صحبت سے طلبہ کو

رشد و ہدایت پہنچتی تھی۔ قبل از وصول بدرجۂ کمال و تکمیل ایک طرح کی اجازت تعلیم طریقہ دی تھی۔ تاکہ مخلوق کو گرداب گمراہی سے نکالکر جناب حق سبحانہ کی طرف راہنمائی کریں مگر اُن کی ناتمامی کی نہایت تکرار اور مبالغہ کے ساتھ تصریح فرماتے تھے۔ تاکہ خود کو کامل خیال کر کے تکبر پیش گریں۔ اور ترقی کا راستہ مسدود نہ ہو جائے۔ طرقِ مشائخین میں سے آپ طریقۂ علیہ نقشبندیہ کو افضل جانتے تھے اور اس طریق کو مطابق طریقِ اصحاب کرام فرماتے تھے۔ اور اُن کی نسبت کو تمام نسبتوں سے برتر جانتے تھے۔ اور جو بدعتیں کہ دین میں پیدا کی گئی ہیں۔ مثلاً جماعتِ تہجد و جہر و استغفار سحر حضرت ان چیزوں کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ اور شیخ محی الدین بن عربی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو بزرگ تسلیم کرتے تھے۔ بعض انکشافات میں حضرت نے شیخ موصوف کا تخطیہ فرمایا ہے۔ مگر شیخ کی خطاے کشفی کو مثل خطائے اجتہادی کے قابل مواخذہ نہیں جانتے تھے۔ اور بعض کتابوں کا مثلاً بیضاوی اور بخاری و مشکوٰۃ و ہدایہ بزدوی و شرح مواقف و حاشیہ عضدی اور عوارف کا درس دیا کرتے تھے +

فقیر مولف نے شرح مواقف و بیضاوی و عضدی مع حاشیہ میر آنجناب قدس سرہ کی خدمت میں پڑھی ہیں۔ اور آنجناب کی شاگردی کی سعادت سے بھی بہرہ ور ہوُا +

آپ قدس سرہ طلبۂ علم کو تحریص اور ترغیب علوم کی دیتے تھے اور تحصیل علم کو تحصیلِ سلوکِ طریقۂ صوفیہ پر تقدیم دیتے تھے +

فقیر مؤلف سے زمانۂ جوشِ شباب میں اکثر اوقات غلبۂ حال کی وجہ سے ذوق پڑھنے کا جاتا رہتا تھا۔ اس لئے نہایت مہربانی سے فرماتے تھے کہ سبق لاؤ اور پڑھو کہ صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے +

اکثر اوقات سفر کے لئے دوشنبہ اور سہ شنبہ کو روانہ ہوتے تھے مگر ہر دن کو سفر کے لئے مبارک جانتے تھے۔ اور ساعاتِ نجوم پر عمل نہیں فرماتے تھے۔ کہ بوجہ ولادت حضرت رسالت پناہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام دنوں کی نحوست جاتی رہی ہے آپکا عمل اس حدیث پر تھا کہ الایام ایام اللہ والعباد عباد اللہ کہ سب دن خدا کے دن ہیں اور سب بندے خدا کے بندے ہیں، وقت سفر استخارہ فرماتے تھے

اور وہ ادعیہ کہ ابتدائے سفر کے لئے مروی ہیں، پڑھتے تھے۔ اسی طرح منزل پر پہنچنے کے وقت اور وہاں سے روانگی کے وقت ادعیہ مرویہ تلاوت فرماتے تھے۔ اور نیز نیا کپڑا پہننے اور پانی پینے اور کھانا کھانے اور چاند کے دیکھنے اور آئینہ دیکھنے کے وقتوں میں پڑھتے تھے۔ آپ کے وظائف روز و شب بیان کر دئے گئے۔ اب ہم آپ کی صفت نماز بیان کرتے ہیں:۔

وقتِ تحریمہ دونو انگوٹھے کانوں کے اوپر پہنچا کر اور ہاتھ کی انگلیوں کو بحالت موجودہ بغیر کھولنے یا بند کرنے کے جانب قبلہ کر کے اللہ اکبر کہکر نیچے لاتے تھے۔ اور بغیر ہاتھ چھوڑے سیدھے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر اس طرح سے باندھتے تھے۔ کہ چھن انگلیہ اور انگوٹھے بطور حلقہ کے ہو جاتے اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی پشت پر دراز ہو جاتیں۔ اور دونو پاؤں میں کھڑے ہوتے وقت چار انگل کا فاصلہ رہتا تھا۔ اور دونو پاؤں پر برابر بوجھ ڈالتے تھے۔ اور کسی ایک پاؤں پر بوجھ ڈالکر دوسرے پاؤں کو آرام نہیں دیتے تھے۔ اور قیام میں مقام سجدہ پر نظر رکھتے تھے۔ اور قرأت میں آہستگی اور تجوید اور معانی و اسرار قرآنی میں غور و خوض اور خضوع کے ساتھ توجہ کرتے تھے۔ اس کے بعد تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے اور نظر قدم پر رکھتے۔ اور سر پشت کے ساتھ برابر سیدھی رکھتے اور زانو کو ہاتھ کی انگلیوں سے مضبوط پکڑتے تھے۔ زانو میں کسی طرح کا جھکاؤ نہ ہوتا تھا۔ اس کے بعد بقدر تسبیح قیام فرماتے تھے۔ اور تنہائی میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ اور رَبَّنَا لَكَ الحَمدُ کو جمع فرماتے تھے۔ اور حالتِ امامت میں صرف سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ اور حالتِ اقتدا میں رَبَّنَا لَكَ الحَمدُ پڑھتے تھے اور دونو سجدوں میں بقدر ایک تسبیح جلسہ فرماتے تھے۔ اور سجدہ میں نظر نرمۂ بینی پر رکھتے تھے۔ اور شکم کو زانو سے اور زانو کو بازو سے علیحدہ رکھتے تھے اور تمام مواضع اور اعضا سجدہ پر قوت برابر کرتے تھے۔ اور حال اور منزل کہ آنجناب کو حالت رکوع اور سجود میں حاصل ہوتی تھی۔ وہ آپ ہی کو معلوم ہوتی تھی۔ اور قعدہ تشہد میں دونو پاؤں کی انگلیوں کو متوجہ بقبلہ اور نظر کنار پر رکھتے تھے۔ شان خضوع و خشوع غلبۂ باطن سے آپکے ظاہر پر ہویدا ہوتا تھا۔ آپکے اصحاب

صورتِ نماز میں آپ کی اتباع کرتے تھے ۔

فقیر مؤلف آپ کے سلسلۂ خدام میں داخل ہونے سے قبل کبھی کبھی نماز جمعہ میں آپ کی مسجد میں آیا کرتا تھا۔ اور آپ کی ادائے نماز کو دیکھ کر بے خود ہو جاتا تھا۔ اور یقین کرتا تھا کہ آپ ہمیشہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت رکھتے ہیں۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقۂ نماز کو دیکھتے ہیں۔ اور اسی کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ یوں تو فقیر نے اور بھی علماء اور مشائخین کو دیکھا ہے۔ ایسی کسی کی نماز نظر نہ آئی۔ ہمیشہ وقت کے اوّل نقطہ میں نماز ادا کرنا اور ایک ہی طریقہ سے ادا کرنا عجوبۂ روزگار ہے کبھی ہم نے نہ دیکھا کہ اپنے وقت سے ایک لمحہ کا بھی تجاوز ہوا ہو یا طریقۂ ادائے نماز میں کبھی قیام یا جلسے یا آدابِ نماز میں کسی طرح کا تفاوت ظاہر ہو۔ آپ کی نماز اعظم کرامات تھی کہ خرقِ عادت اور عرفِ عالم کرتی تھی۔ یہ امر ہویدا ہے کہ ہمیشہ ایک ہی طرز پر بلا کسی رنج و مشقت کے نہایت تعظیم و توقیر و تمکین و وقار اور خشوع و انکسار کے ساتھ نماز ادا کرنا کمالِ قوتِ اتباعِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوتِ باطنی پر قوی دلیل ہے۔ فقیر تو کیا ایک جماعت کثیر کو آپ سے اعتقاد اور ارادت کا باعث آپکی نماز ہوئی ہے ۔

ماہِ رمضان میں مسجد میں مسندیں بچھائی جاتیں اور چراغ روشن کئے جاتے تھے اور اس زمانہ میں صلحا و علما اور مریدین و مسترشدین کا جمِ غفیر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور تراویح و ختمِ قرآن میں قیام رکھتے تھے۔ اور افطار میں تعجیل اور سحر میں تاخیر کی کوشش کرتے تھے۔ حتی بالامکان روزانہ بیت الخلا میں نہیں جاتے تھے۔ کہ پانی سے استنجا کرنے سے جوف میں پانی داخل ہونے کا احتمال ہے۔ اور کسی روز استنجا کرنے کا اتفاق ہو جاتا تو احتیاطاً اُس روزہ کی قضا کرتے تھے۔ اور روز و شب میں قرآن شریف کی تلاوت کرنے اور اُس کے سُننے کی مداومت فرماتے تھے ۔

اور اداءِ زکوٰۃ میں آپکے طریقہ یہ تھا۔ کہ جب کہیں سے فتوحات یا نذریں آتیں تو ختمِ سال کا انتظار نہ فرماتے تھے۔ ختمِ سال سے قبل حساب کر کے زکوٰۃ ادا کر کے صالحین اور بیوگان اور اقربا اور قابلِ رحم لوگوں پر تقسیم فرما دیتے تھے۔ حج کے لئے متعدد مرتبہ حضرت نے ارادہ فرمایا۔ مگر اتفاق نہ ہوا۔ لیکن آپ ہمیشہ مشتاقِ حج رہتے تھے اور

اسی شوق میں جہان سے سفر فرمایا کہ ارادۂ حج مصمم ہوتا ہے اور استخارہ اجازت نہیں دیتا ہے۔ اور یہ سفر منظورِ الٰہی معلوم نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی آپ کی ایک کرامت ہے کہ آخر تک ارشاد کے مطابق اتفاق حج نہ ہؤا +

خلق اور تواضع اور خلقِ خدا پر شفقت اور رضا و تسلیم بدرجۂ کمال رکھتے تھے۔ آپ کے متوسلین کو حکام ستمگار سے بہت بہت تکلیفیں پہنچیں۔ مگر آپ کی رضا اور تسلیم نے کبھی اس کی شکایت ظاہر نہ کی۔ جب کوئی بزرگ آپ کی ملاقات کیلئے آتے تو آپ فوراً ان کی تعظیم کے لئے اُٹھتے اور اُن کو صدرِ مجلس میں جگہ دیتے اور اُن کے لائق گفتگو فرماتے۔ کفار کی تعظیم اگرچہ کہ صاحب حکومت کیوں نہ ہوں مگر نہیں فرماتے تھے ہر شخص سے ابتداءً اسلام فرماتے معلوم نہیں کہ کوئی شخص سلام میں آپ پر سبقت کر سکا یا نہیں۔ حقوق ذی رحم کی رعایت میں نہایت کوشش فرماتے +

اور جب کسی کی وفات کی خبر سنتے تو اس سے عبرت لیتے اور افسوس کرتے اور کلمہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھتے۔ اور نماز جنازہ کے لئے تشریف لاتے اور دعا و فاتحہ سے امداد کرتے تھے +

آپ کا لباس یہ تھا۔ کہ قمیص پہنتے تھے جس کا دونو کاندھوں کی طرف سے گریبان کھلا ہوتا تھا۔ پھر اس کے اوپر عبا پہنتے۔ مگر گرمی میں صرف کرتے پر اکتفا فرماتے اور دستار کو باندھنے میں اس کو سر پر چکر دیتے چنانچہ سنت بھی یہی ہے۔ اور دونو کاندھوں کے درمیان بطور رومال کے ایک سفید کپڑا ڈالتے تھے۔ مگر استنجے اور پیشاب کے وقت آپ کمر باندھتے تھے۔ اور پائجامہ ٹخنوں سے اونچا پہنتے تھے۔ اور جمعہ و عیدین میں لباس زیادہ عمدہ زیب تن فرماتے تھے +

جب نیا کپڑا پہنتے تو پہلے کپڑے کو کسی درویش یا خادم یا مسافر کو دے دیتے۔ پچاس ساٹھ درویش بلکہ قریب سو نفر کے علما اور عرفا اور مشائخ و حفاظ اور اشراف و سادات آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور سب کو کھانا حضرت کے باورچیخانہ سے ملتا تھا +

حضرت ششم

(آپ کے مکاشفات میں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ)

مکاشفہ۔ ایک رات آنجناب رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ اصحاب عالی درجات اور درویشان ارباب مقامات کے ہمراہ زیارت مزار پر انوار امام رفیع الدینؒ کے لیئے تشریف لے گئے۔ امام صاحب موصوف آپکے اجداد امجاد اور خلفاء حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے تھے۔ آپ بہت دیر تک امام صاحب علیہ الرحمۃ کی قبر کے مقابل مراقب اور متوجہ رہے۔ اور وہاں سے واپسی میں اصحاب اسرار سے فرمایا کہ میں جب مقابل مزار امام صاحب کھڑا ہوا اور بارگاہ بیچون جلت عظمتہ میں توجہ کی اور عرض کیا کہ خدایا اِن مزارات کے اموات پر رحم فرما۔ اور اُن سے عذاب اٹھالے حکم ہوا کہ تمہاری درخواست پر ایک ہفتہ کے لئے اِس گورستان سے عذاب اٹھالیا گیا۔ میں نے عرض کیا کہ خدایا تیری رحمت کی انتہا نہیں ہے مغفرت میں اور افزائش فرما فرمان نازل ہوا کہ تمہارے التماس پر ایک ماہ کے لئے ان قبروں سے ہم نے اپنا عذاب اٹھالیا۔ پھر میں نے نہایت الحاح کے ساتھ التجا کی۔ تو خطاب آیا کہ چونکہ تم نے پھر اس جماعت سے رفع عذاب کے لئے ہماری بارگاہ میں التماس کی ہے اس لئے ہم نے اُن کو بخش دیا۔

مکاشفہ۔ ایک روز آپ اپنے والد ماجد کی زیارت قبر کے لئے تشریف لیگئے۔ وہاں خیال آیا کہ حدیث نبوی علے مصدرہا الصلوٰۃ والسلام میں آیا ہے کہ جب کوئی عالم کسی مقبرہ پر گزرتا ہے تو چالیس روز تک عذاب اس مقبرہ سے اٹھالیا جاتا ہے۔ فوراً الہام ہوا کہ تیرے آنے کی وجہ سے قیامت تک اس مقبرہ سے ہم نے عذاب اُٹھالیا۔

مکاشفہ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ زیارت امام رفیع الدین علیہ الرحمۃ کے لئے گئے تھے۔ اور اس مقبرہ میں ایک عورت حضرت کی قرابت دار اور ذی حقوق بھی مدفون تھی۔ حضرت زیارت امام سے فارغ ہو کر اس عورت کی زیارت کیلئے آئے

اور اُس کی قبر کے مقابل دیر تک کھڑے رہے۔ اُس وقت آثار خضوع و خشوع رخسارہ آنجناب قدس سرہٗ پر پیدا تھے۔ اور کچھ دیر کے بعد تازگی اور سرور روئے مبارک پر ظاہر ہوا۔ جب مکان پر تشریف لائے۔ تو بعض محرمانِ اسرار نے دریافت کیا کہ اتنی دیر تک قبر پر ٹھیرنے اور رخسارہ مبارک پر اولاً آثار الم و زردی ظاہر ہونے اور پھر دیر کے بعد آثار مسرت اور سُرخی ہویدا ہونے کا سبب کیا تھا۔ فرمایا کہ جب مَیں اس قبر پر پہنچا اور اُس کو معذب دیکھا تو متوجہ ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ دفع عذاب کی کوئی صورت نہیں ہے۔ مَیں اپنے آبا و اجداد کی روحوں کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ سب تشریف لائے۔ مگر رفع عذاب نہ ہوا۔ اس لئے مَیں نے ارواح عالیات حضرات خواجگان قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کی طرف توجہ کی وہ بھی تشریف لائے مگر رفع عذاب حاصل نہ ہوا۔ پس مَیں بصد ہزار نیاز متوجہ بارگاہِ محمدی علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہوا۔ مَیں نے دیکھا کہ آنحضرت علیہ السلام و التحیۃ تخت نبوت پر سوار تشریف لائے۔ ورود تخت محمدی اور رفع عذاب دونو کام ایک ہی ساتھ واقع ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعا دی کہ اللہ تعالےٰ تجھے راحت پہنچائے جس طرح کہ تو نے مجھے راحت پہنچائی۔ اس وقت آثار رحمت چہرہ پر ظاہر ہونے +

مکاشفہ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ نے برسبیلِ تذکرہ فرمایا کہ جب نظر کشفی دوڑائی جاتی ہے۔ تو مشائخ سلسلہ علیہ قادریہ میں بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مثل شاہ کمال کیتھلی علیہ الرحمۃ اور کوئی شخص نظر نہیں آتا ہے +

مکاشفہ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ صبح کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ اور استغراق و توجہ اور مراقبہ میں مشغول تھے۔ کہ شاہ سکندر قدس سرہٗ تشریف لائے۔ اور خرقہ متبرکہ حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ دوش آنجناب پر ڈالا۔ آنحضرت نے آنکھ کھولی اور شاہ سکندر کو دیکھ کر اُٹھے اور نہایت تواضع کے ساتھ معانقہ کیا۔ شاہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میرے دادا حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ نے بوقت وصال یہ جبہ متبرکہ میرے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ میری امانت تمہارے پاس رہیگی۔ مَیں تم کو جس کا پتہ بتلاؤں۔ بیاں کو پہنچا دینا۔ اب چند مرتبہ حضرت جد نے معاملہ میں مجھے ارشاد فرمایا کہ یہ جبہ میرا آپ کے سپرد کر دوں۔ مجھ پر نہایت شاق ہوا کہ جد بزرگوار کا خرقہ متبرکہ اپنے

گھر کی نعمت باہر والوں کو کس طرح دے دوں۔ لیکن چونکہ نہایت تاکید اور سختی سے حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے بے اختیار لے کر آیا ہوں۔ آنجناب نے وہ جبۂ متبرک پہن لیا اور خلوت میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کو یہ خیال گذرا کہ مشائخین میں یہ ایک رسم قرار پا گئی ہے۔ کہ جو کسی کو چاہتے ہیں کچھ لباس عطا کر کے اس کو اپنا خلیفہ بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ امر ضروری تھا۔ کہ اولاً خلعت معنوی پہناتے اور احوال و کمال کا آب زلال پلاتے۔ تب کہیں اُس کو اپنا خلیفہ بناتے ۔

اس اثنا میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالے عنہ بہمراہی جمیع خلفا سلسلہ مع شاہ کمال قدس سرہٗ تشریف لائے اور میرے کام میں تصرف فرمایا اور میرے دل کو اپنے تصرف میں لائے۔ اور اپنی نسبتِ خاصہ کے اسرار و انوار عطا فرمائے۔ اور مَیں اس دریائے انوار میں غرق ہو گیا۔ اور غواصی میں مصروف ہوا۔ اس حالت میں ایک ساعت گذر گئی۔ عین ان غلباتِ احوال میں مجھے خیال ہوا کہ تو تربیت یافتہ اکابرِ نقشبندیہ کا تھا۔ اب یہ صورت پیدا ہو گئی ہے۔ بمجرد اس خیال کے مَیں نے دیکھا کہ مشائخ سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے لیکر حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ اسرارہم تک تشریف لائے۔ اور حضرت خواجہ بزرگ سید بہاؤ الدین قدس سرہٗ نہایت ادب کے ساتھ حضرت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے پہلو میں بیٹھے۔ اس کے بعد اکابرِ اولیا نقشبندیہؒ نے میری بابت یہ فرمایا کہ یہ ہمارا پرورده ہے اور ہماری تربیت سے مراتب کمال و اکمال کو پہنچا ہے آپ کو اس سے کیا کام ہے۔ اکابرِ اولیا قادریہ قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا کہ اس کی طفولیت کے زمانہ سے ہماری نظر اس پر رہی ہے۔ اور اس نے ہمارے خوان نعمات سے چاشنی لی ہے۔ اس لئے اب ہمارا خرقہ اس نے پہنا ہے ۔

ابھی یہی مباحثہ ہو رہا تھا کہ ایک جماعت مشائخین کبرویہ و چشتیہ کی اور دیگر بہت سے اولیاء اللہ کی آئی۔ اور اجتماع عظیم ہو گیا یہاں تک کہ وہاں کے جنگل و بیابان ان سے بھر گئے بالآخر شام کے وقت یہ طے ہوا کہ یہ چونکہ درجہ کمال و تکمیل کو تربیت نقشبندیہ سے پہنچے ہیں۔ اور اعتبار تکمیل کا ہے۔ اس لئے ان کو زیادہ تر اسی طریق میں ہدایت اور ارشاد فرمائیں اور طریقہ قادریہ میں بھی ہدایت

اور تکمیل فرماتے ہیں +

مکاشفہ - حاجی حبیب جو آنجناب کے خادمان خاص سے تھے۔ اور سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کی صحبت میں رہا کرتے تھے۔ اور صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے بیان کرتے ہیں کہ میں اجمیر شریف میں آنحضرت کے ہمراہ تھا۔ ستر ہزار مرتبہ ختم کلمہ طیبہ کر کے آنجناب کی خدمت میں گیا اور عرض کیا کہ میں نے ستر ہزار دفعہ کلمہ طیبہ پڑھا ہے اس کا ثواب آپکی خدمت میں گذرانتا ہوں۔ آنجنابؒ نے فوراً اپنے مبارک ہاتھ اُٹھا کر دعا دی۔ اور دوسرے دن فرمایا کہ جس وقت میں تم کو دعا پڑھاتا تھا فرشتوں کی فوجیں آسمان سے اس کلمہ کا ثواب لیکر آ رہی تھیں۔ اس قدر کہ زمین پر پاؤں رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ اور اس ختم نے میرے معاملہ میں بہت کچھ امداد کی۔ اس کے بعد حکم دیا کہ ہزار دانہ کی تسبیح تیار کریں۔ اور ہمیشہ آپ خلوت میں ذکر کلمہ طیبہ زبانی بموافقت دل کیا کرتے۔ جمعہ کی رات میں حلقہ احباب میں یہ تسبیح حاضر کی جاتی تھی۔ اور اس حلقہ میں ہزار مرتبہ درودِ شریف حضرت سید کائنات علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیمات پڑھا جاتا تھا۔ آپ کی یہ نسبت روشن اب تک آپکے اصحاب میں جاری ہے آپکے تسبیح لینے کی ابتدا یہ تھی۔ پھر آپنے خطاب کر کے مجھ سے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہا اس پر تعجب مت کرو۔ میں خود اپنا حال بیان کرتا ہوں۔ کہ ہر شب وقت سحر نماز تہجد کے بعد پانسو مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ارواح محمد علیٰ و محمد فرخ اور اُم کلثوم اپنے فرزندوں کو جو وفات کر گئے تھے بخشتا تھا۔ اس کے بعد ہر روز محمد علیٰ کی روح سحر کے وقت آتی اور مجھ کو بیدار کرتی۔ تاکہ ختم کلمہ طیبہ کروں۔ اور بیدار کر کے چلی جاتی اور اپنے بھائی محمد فرخ اور اپنی بہن اُم کلثوم کی ارواح کو بلا کر لاتی۔ کہ پدرِ بزرگوار بیدار ہو گئے ہیں۔ جب تک کہ میں وضو کر کے نماز تہجد ادا کرتا اور ختم کلمہ طیبہ کرتا وہ میرے گرد و پیش رہتے جس طرح کہ ماں روٹی پکاتی ہے اور اس کے چھوٹے بچے اس کے گرد رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ روٹی اُن کو دے۔ پس میں ثواب کلمہ طیبہ کا اُنکو بخشتا اس کے بعد وہ چلے جاتے۔ مگر اب کثرت سے ثواب پانے کی وجہ سے معمور ہو گئے ہیں اور نہیں آتے ہیں +

مکاشفہ - ایک روز آنجناب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ بلدہ سرہند کے فلاں

گاؤں جو ہماری خانقاہ کے خادموں کے لئے بادشاہ نے بطور جاگیر عطا کیا ہے۔ اُس کے متعلق مشاہدہ ہوا کہ بارگاہ عظمت و جلال حضرت بے چون نے نزول اجلال بے کیف فرمایا اور ایک خیمہ عالی طناب بے چون قایم کیا گیا ہے۔ اور چشم بے قیاس بے چگونگی نے ظہور فرمایا ہے ۔

مکاشفہ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ کسی تقریب سے روضہ حضرت شاہ ابو بخاری پر کہ مزارات متبرکۂ بلدہ سہرند سے ہے۔ تشریف لیگئے تھے۔ مؤلف کتاب بھی ہمراہ رکاب سعادت تھا۔ آنجناب زیارت شاہ موصوف کیلئے آئے اور بہت دیر تک مزار کے نزدیک بیٹھے رہے۔ اور متوجہ و مراقب رہے اور بہت دیر کے بعد وہاں سے برخاست ہو کر مراجعت فرمائی۔ جب اپنی خانقاہ میں پہنچے تو بعض محرمان اسرار نے وہ اُن مکالمات کی بابت جو آنجناب اور شاہ موصوف میں باہم ہوئے تھے، پوچھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں شاہ صاحب کے مزار پر آیا تو شاہ صاحب بہت کچھ تعظیم و تکریم بجالائے۔ اور محبت و الفت کا اظہار کیا۔ جس کا ذکر طویل ہے اتنا بیان کیا جاتا ہے کہ اُنہوں نے یہ فرمایا کہ یہاں کا صاحب ولایت میں ہوں۔ جب آپ کے مماثل کوئی بزرگ میرا مہمان ہو تو اس سے بڑھ کر میرے پاس اور کوئی تحفہ لائق نہیں ہے کہ اپنی ولایت آپکے سپرد کردوں پس آج سے اس ملک کے صاحب ولایت آپ ہوگئے اور یہ ملک آپ کے زیر تصرف رہیگا ۔

اس واقعہ کے ایک مدت دراز کے بعد بمصداق کشف صریح آنجناب قدس سرہٗ ایک معتمر شخص نے مؤلف کتاب سے بیان کیا کہ بلدہ سہرند میں ایک بڑے بزرگ مجذوب شیخ داؤد نامی رہتے تھے۔ اُن کا مزار پر انوار مقبرۂ شیخ مجد الدین قصاری میں واقع ہے۔ جب اُن کا وقت وصال قریب آیا تو ایک خادم کو ابو بخاری کے پاس بھیجا کہ ان کو بلا کر لائے۔ اُس نے کہا کہ شیخ ابو ایک مجذوب ہیں۔ اور ہمیشہ سہرند کے بڑے تالاب میں کھڑے رہتے ہیں۔ میں اُن سے کیا کہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ صرف تو میرا پیغام انہیں پہنچا دے وہ خود چلے آئینگے۔ وہ شخص گیا اور شیخ داؤد کا پیغام ان کو پہنچا دیا۔ شاہ ابو اس کلام کے سنتے ہی فوراً روانہ ہوگئے۔ اور شیخ داؤد کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ داؤد نے ان سے کہا اب تک اس شہر کا صاحب ولایت میں تھا۔ اور پاسبانی اور نگہبانی میرے حوالہ تھی۔

اب میں انتقال کرتا ہوں اور اس شہر کو اب تمہارے حوالہ کر دیا گیا۔ تم کو یہاں کا صاحب ولایت بنا دیا گیا۔ اچھی طرح سے خبردار رہو۔ وہ اتنا کہکر انتقال کر گئے۔ اور شاہ ابو آکر اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس روز سے شاہ صاحب کی خدمت میں خلق اللہ کا ایسا رجوع ہؤا کہ مخلوق کے گروہ گروہ اُن کی زیارت کے لئے آتے تھے۔ اور اُن کی کرامات دیکھتے تھے۔ اُن کا یہ ایک واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے کتوں کی دعوت کی تھی۔ ایک کتے سے کہدیا کہ شہر کے کتوں کو بلا لا چنانچہ وہ کتا چلا گیا۔ اور اُس نے بعض کتوں کو خبر دی۔ انہوں نے ایک دوسرے کو خبر دیکر سب کو واقف کر دیا سب کتے قطار و قطار شاہ صاحب کی خدمت میں متوجہ ہوئے۔ شہر میں یہ خبر پھیلی اور تمام لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ شاہ صاحب اُٹھے اور اُن پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ ایک سگ گرگین نہیں آیا ہے۔ حالانکہ یہ مہمانی اُس کے طفیل میں ہے۔ ایک کتا گیا اور اس کو بھی بلا لایا۔ شیر برنج پکا ہوا تھا۔ ہر ایک کے سامنے ایک ایک مٹی کی پیالی رکھدی گئی۔ اور سب نے بلا کسی جھگڑے اور تنازع کے باہم ملکر ادب کے ساتھ کھانا کھالیا۔ اور پھر منتظر بیٹھے رہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ چلے جاؤ۔ سب اُٹھے اور چلے گئے*

نیز اسی معمر نے فقیر مؤلف سے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت شاہ ابو کے بکریاں بہت سی تھیں۔ اور اُن کا مسکن اور ماوائے اطراف قصبہ شہر تدمیں تھا اور شہر کے ہر طرف کھیتی ہوتی تھی۔ بکریاں تمام زراعت کھا جاتی تھیں۔ کاشتکاروں نے شاہ صاحب کے پاس شکایت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو کھانے دیا کرو۔ جو کچھ زراعت دوسرے قصبوں میں پیدا ہوتی ہے خرمن کے وقت اتنی ہی تمہارے خرمن سے بھی حاصل ہوگی۔ اتفاقاً اور کاشتکاروں نے کھیت کاٹکر خرمن کیا۔ اور اُن کاشتکاروں نے اسی گھانس کو جو بکریوں کے کھانے کی وجہ سے بے خوشہ رہگئے تھے کاٹکر جمع کر کے خرمن بنایا کرامت شاہ صاحب موصوف سے اسی گھانس میں اُس سے زیادہ غلہ پیدا ہؤا جتنا کہ دوسرے کاشتکاروں نے پیدا کیا تھا*

مکاشفہ۔ ایک روز لاہور سے ایک ترکاری فروش خدمت آنجناب میں آیا۔ آپ اُٹھے اور اُس کا احترام کیا۔ حاضرین نے اس کے جانے بعد عرض کیا کہ وہ ترکاری

فروش ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ابدال وقت ہے اور اس کسب کو اپنا برقع بنایا ہے ٭

مکاشفہ۔ ایک مرتبہ آنجناب نے ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ارشاد فرمایا کہ آج عجیب معاملہ معائنہ ہوا۔ آنکھیں مراقبہ میں بند تھیں۔ ایک صاحب کو میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حضرت اقدس سید الاولین والآخرین علیہ وعلےٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے لئے ایک ایسا اجازت نامہ لکھدوں کہ اب تک کسی اور کے لئے نہ لکھا ہو جب میں نے وہ اجازت نامہ دیکھا تو اس میں الطاف عظیم و اعطاف کریم متعلق بہ عالم دنیا لکھے ہوئے تھے۔ اور اس کی پشت پر بھی عنایات کثیرہ و رحمت کبیرہ جو اس عالم سے متعلق تھیں مکتوب ہیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل مکتوبات قدسی آیات جلد سوم میں مذکور ہے ٭

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ہمیشہ نماز تہجد کے لئے اذان یا اعلام یا کسی آواز وغیرہ کے ذریعہ سے بیدار کر دیتے ہیں۔ اور کبھی میں اپنے اختیار سے نماز تہجد کے لئے نہیں اُٹھا۔ مگر ایک دفعہ کہ صریح اور واضح طور سے ندا نہ آئی تھی کہ میں بیدار ہوگیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں کون ہوں جو اپنے اختیار سے اُٹھوں۔ اور اس کی بندگی و اطاعت میں مصروف ہوں۔ میں پھر سو گیا۔ ایک لحظہ نہ گذرا تھا کہ ہر طرف سے آذان و اطلاع کی آواز آنے لگی میں اُٹھا اور نماز میں مشغول ہوگیا ٭

مکاشفہ۔ آپ فرماتے کہ میں نے شریعت کو دیکھا کہ ہمارے اس مقام میں اتری ہے جیسا کہ قافلہ کسی مکان میں اُترتا ہے۔ اس میں آپ نے اپنی مسجد اور خانقاہ کی طرف اشارہ فرمایا ٭

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ماہ رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں ایک شب ادائے تراویح کے بعد بستر خواب پر لیٹ گیا۔ اور خادم میرے پاؤں دبا رہا تھا۔ میں بھولے سے پہلوئے چپ پر لیٹ گیا تھا۔ پھر مجھے یاد آیا کہ سونے میں ابتدا پہلوئے راست سے کرنا سنت اجماعی ہے۔ وہ اس سنت متروک ہوگئی نفس نے کاہلی سے ظاہر کیا کہ سہو اور نسیان سے جو چیز سرزد ہو جائے

وہ معاف ہے۔ لیکن میں فوراً اُٹھا۔ اور پھر لیٹا۔ اور ابتداً پہلوے راست سے کی۔ اس کے بعد عنایات اور فیوض اور برکات و اسرار بہت کچھ مجھ پر ظاہر ہوئے اور ندا دی گئی کہ اس رعایت سنت کی وجہ سے آخرت میں تجھ کو کسی طرح کا عذاب نہ دیا جائے گا۔ اور تمہارے خادم کو بھی جو پاؤں دبا رہا تھا ہم نے بخشدیا۔

مکاشفہ۔ فرماتے تھے کہ آج حلقۂ ظہر میں حافظ قران پڑھ رہا تھا۔ اس وقت بعض وساوس قرآن کے بارہ میں مخطور ہوتے ہیں میں متفکر ہوا کہ نفس مطمئنہ ہو چکا اور ولایت متحقق ہو گئی اور فنا و بقا حاصل ہو چکی یہ خطرات کہاں سے آتے ہیں متوجہ ہوا۔ نہایت توجہ اور الحاح وزاری کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک مرغ عظیم الجثہ میرے سینہ سے نکلا اور اُڑ کر چلا گیا۔ میں نے غور کیا کہ یہ کیا چیز تھی آواز دی گئی کہ یہ خناس تھا کہ لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اسی خناس سے پناہ مانگنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۝ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ کہو اے محمدؐ کہ پناہ مانگتا ہوں میں پروردگار انسانات اور اُن کے بادشا اور اُن کے معبود سے خناس کے وسوسوں کے شر سے جو وسوسہ ڈالتا ہے۔ لوگوں کے سینوں میں یہ بھی الہام ہوا کہ اصول دین میں جو خطرہ گذرتا ہے۔ اس کا منشا، صدور یہی خناس ہے جس کا آشیانہ سینہائے خلق میں ہے اور ہر وقت نیش مارتا رہتا ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کے آشانہ کو تیرے سینۂ بے کینہ سے ہم نے نکالدیا الحق خروج خناس کے بعد شرح صدر نے عجیب ظاہر ہوا۔

مکاشفہ۔ فرماتے ہیں کہ چند روز تک مجھ پر قصور اعمال کی دید اس درجہ غالب ہو گئی کہ جب میں نماز اور سورۂ فاتحہ میں لفظ اِیَّاكَ نَعْبُدُ پڑھتا تو حیران ہو جاتا کہ کیا کرنا چاہئے اگر میں پڑھتا ہوں تو مصداق آیہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ترجمہ۔ تم وہ کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے ہو، کا ہو جاتا ہوں۔ اور اگر نہیں کہتا ہوں تو واجب ترک ہو جاتا ہے۔ پس ندا دی گئی کہ ہم نے تجھ سے شرک فی العبادۃ

اوٹھالیا۔ اس وقت آیہ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ترجمہ بے شک خدا ہی کے لئے دین خالص ہے، کا مطلب ظاہر ہوا +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ صبح کے حلقہ میں میں شریک تھا کہ ایک قسم کی بقاء خاص ظاہر ہوئی۔ جو میرے یقین کو بہالے گئی اور ایک مدت تک قائم رہی۔ اوسی دن نماز عصر کے بعد امام الائمتہ سراج الامتہ ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ اپنے تمام شاگردوں اور اپنے مذہب مہذب کے تمام مجتہدوں کے ہمراہ تشریف لائے اور میرے گرداگرد جمع ہوئے ہیں۔ پس امام اعظم کا نور اور اُن تمام ائمۂ کرام کے انوار مجھ میں داخل ہوئے۔ اور میں نے اُن انوار میں بقا پائی۔ اور عین ان انوار کا ہوگیا۔ اور ہر ایک کے انوار الگ الگ میرے اجزا ہو گئے۔ دو تین دن کے بعد اسی طرح کا معاملہ انوار امام شافعی اور اُن کے شاگردوں اور اُن کے مذہب کے مجتہدوں کے ساتھ بقا اور تحقیق کا پیش آیا۔ اور دیکھا کہ انوار علماءِ حنفیہ میرے اندر سے نکل گئے۔ اور انوار شافعیہ میں میں نے بقا پائی اور انوار ہر ایک کے الگ الگ میرے اجزا ہو گئے جس طرح کہ پہلے مرتبہ میں اُن میں متحقق ہوا تھا۔ اس کے بعد دیکھا کہ جو کچھ انوار میرے باطن سے نکل گئے تھے۔ وہ پھر داخل ہو گئے۔ اور میں ہر دو مذہب کے انوار میں متحقق ہوگیا اور اس وقت ایسا ظاہر ہوا کہ حق اُن دونوں مذاہب سے الگ نہیں ہے اگر حنفی کسی جگہ حق سے رہ گئے ہیں تو شافعی نے اوسے پالیا ہے۔ اور شافعی سے آگے حق متجاوز نہیں ہوا۔ اس کی تفصیل حضرت نے بخوبی فرمائی ہے۔ نیز یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ دو حصے یا تین حصہ حق کے امام ابوحنیفہ کے ساتھ ہے اور ثلث یا ربع حصہ امام شافعی کے ساتھ ہے۔ اور شافعی سے آگے نہیں بڑھا پس آنجناب کو اس لحاظ سے حنفی الشافعی کہہ سکتے ہیں +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ بلا تکلف و تعصب میں کہتا ہوں کہ نورانیت مذہب حنفی نظر کشفی میں دریائے عظیم کی طرح ہے۔ اور دوسرے اور مذہب مثل حوضوں اور نہروں کے دکھائی دیتے ہیں +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے ایک فرزند مرحوم کی فاتحہ

کے لئے فقراء اور درویشوں کے واسطے کھانا تیار کرایا تھا۔ اس اثنا میں میری زبان پر یہ کلمہ جاری ہوا کہ ہماری یہ فاتحہ کیوں کر قبول ہو گی کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ترجمہ۔ اللہ تعالٰے پرہیزگاروں سے قبول فرماتا ہے۔ میں اسی تردد میں تھا کہ بارگاہ حق تعالٰے شانہ سے ندا آئی کہ اِنَّکَ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ تم پرہیزگاروں میں سے ہو +

مکاشفہ۔ فرماتے ہیں کہ مجھ پر مکشوف ہوا کہ ہندوستان میں کئی نبی گذرے ہیں مگر کم لوگ اُن کے پیرو ہوئے۔ بعض انبیا پر دو شخص اور بعضوں پر صرف ایک ہی ایمان لایا۔ اور تین نفر سے زیادہ ایمان لانیوالے کہیں نظر نہیں آتے۔ اگر میں چاہوں تو بعثت انبیاء کے مقامات اور دیہات اور ان کے مساکن بیان کر سکتا ہوں جو کہ مجھ پر ظاہر کئے گئے ہیں۔ اور اُن کے مقابر بھی بتا سکتا ہوں کہ اُن مقابر پر انوار حق اب تک تابان و درخشان دکھائی دیتے ہیں +

مکاشفہ۔ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو کہ اللہ تعالٰے نے ہم پر افاضہ فرمائے ہیں کسی اور پر ظاہر نہ ہونگے +

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرا ارادہ ہوا کہ کسی مقام خلوت میں جا کر گوشہ نشین ہو جاؤں۔ اور سب سے خلوت اختیار کر لوں۔ میں نے استخارہ کیا اور بارگاہ رب العزت سے اجازت طلب کی خطاب مستطاب آیا کہ طریقۂ محبوب و پسندیدہ و مناسب و لائق یہی ہے جس پر اب قائم ہو۔ نہ طریق گوشہ نشینی و تنہائی +

قدسیہ۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھ کو میرے فرزند اعظم خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کی قبر کے مقابل دفن کیا جائے گا کہ وہاں ایک باغ جنت کے باغوں میں سے میں نے دیکھا ہے +

مکاشفہ۔ مخدوم زادۂ عالی قدر خواجہ محمد معصوم نے آنجناب کا یہ ارشاد لکھا ہے۔ کہ اگر میرے روضہ کی خاک پاک کی ایک مٹھی بھر کر کسی قبر میں ڈالدی جائے تو رحمت عظیم کے نزول کی امید ہے۔ پھر اس کا کیا رتبہ ہوگا۔ جو اس مقبرہ میں مدفون ہے +

مکاشفہ۔ اندرون گنبد و بیرون گنبد کی زمین کے متعلق کہ اس وقت داخل

احاطہ تھی آپ ارشاد فرماتے تھے کہ وہ ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے اب وہ احاطہ باقی نہیں رہا۔ اور وسیع ہو گیا ہے +

مکاشفہ۔ انہی مخدوم زادۂ بلند سیر نے روایت کی ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ قبر ایک باغ ہے جنت کے باغوں میں سے۔ اس کا مطلب یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جو کچھ فصل و مسافت اُس ٹکڑۂ قبر اور جنت میں ہوتی ہے وہ اُٹھا لی جاتی ہے گویا وہ بقعہ جنت کے ساتھ فنا و بقا پیدا کر لیتا ہے۔ اور یہی معنی ہے حدیث نبوی علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا کہ میری قبر اور میرے منبر کے مابین ایک باغ ہے جنت کا +

واضح ہو کہ یہ قسم روضہ کی اخص خواص کے لئے ہے۔ ہر مسلمان کو یہ بات میسر نہیں ہے اتنا ہو سکتا ہے کہ اُن کے مقام قبر میں ایک گونہ صفائی و نورانیت پیدا کر دی جائے۔ اور اس میں اس کی استعداد ہو جائے کہ مقام جنت کا پرتو اُس پر پڑ سکے۔ اور مصفا آئینہ کے ہم رنگ ہو جائے +

مکاشفہ۔ فرماتے ہیں کہ آفتاب کی طرف بے تکلف دیکھ سکتے ہیں مگر شاہ سکندر نبیرہ شاہ کمال کے دل کی طرف غلبہ شعاع انوار کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے کہ رسائی نہیں ہو سکتی ہے +

مکاشفہ۔ آپ نے ایک روز فرمایا کہ مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے معارف و حقائق تحریر کردہ نظیر اقدس و انور حضرت مہدی موعود سے گذرینگے اور اُن کی بارگاہ میں مقبول ہونگے +

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ حضرت مہدی موعود رضی اللہ تعالٰے عنہ اسی نسبت علیہ پر ہونگے۔ اس میں آپ نے اپنی نسبت خاصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ رسائل اور مکتوبات میں اس کی تفصیل بخوبی فرمائی ہے +

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ ایک رات ہم پر منکشف کیا گیا کہ اگر کوئی نمازی نماز وتر کو دیر سے ادا کرنے کے ارادہ سے وقت تہجد تک سو جائے اور یہ نیت رکھے کہ آخر شب میں وتر پڑھوں گا تو کاتبین اعمال تمام شب اس کے نام پر

نیکیاں لکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ وتر ادا کرے۔ پس جس قدر ادائے وتر میں تاخیر کی جائے بہتر ہے ✦

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ کشفاً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالم کو بدعت کی تاریکیوں نے گھیر لیا ہے۔ اور نور سنت اس میں کرمکِ شب افروز کی طرح بعض جگہ خال خال معلوم ہوتا ہے ✦

مکاشفہ۔ ایک روز بتقریب تکرار کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ آپ نے فرمایا کہ اے کاش تمام عالم بمقابلہ اس کلمۂ طیبہ کے دریائے محیط کے ساتھ قطرہ ہی کی مناسبت رکھتا۔ یہ کلمۂ مقدسہ جامع کمالات ولایت و نبوت ہے۔ لوگ تعجب کرتے ہیں کہ ایک بار کلمۂ طیبہ کہنے والا کیونکر جنت میں داخل ہو جائے گا اور جہنم کے خلود سے کیونکر رہائی پائے گا۔ مجھ کو ایسا محسوس اور مشہود ہوتا ہے کہ تمام عالم اگر صرف ایک دفعہ کلمۂ طیبہ کہنے پر بخشدیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے تو ممکن ہے۔ اگر اس کلمۂ طیبہ کی برکات تقسیم کی جائیں تو اس کے تمام عالم ابد الآخر تک معمور اور سیراب رہ سکے گا ✦

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ داخل طریقہ ہو چکے ہیں یا قیامت تک بواسطہ یا بے واسطہ داخل ہوں گے وہ سب مرد اور عورتیں میرے سامنے لائے گئے اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بتایا گیا۔ اگر میں چاہوں تو سب بیان کر سکتا ہوں ✦

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰے نے محض کرم و عنایت اور لطف و رحمت خالص سے مجھے بشارت دی کہ ہم نے تمہاری دنیا کو بھی آخرت بنا دیا ہے ✦

مکاشفہ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلا گئے۔ دیکھا کہ ایک پیالہ سفالی شکستہ کہ جس سے مہتر نجاست اوٹھاتا تھا۔ اور اس پر اسم اللہ منقوش تھا۔ اور نجاستوں میں آلودہ تھا۔ آنجناب نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور وہاں سے نکلے۔ اور خادم سے فرمایا کہ آفتابہ لاؤ۔ اور پیالہ کو خاص اپنے دست مبارک سے آپ نے پاک کیا۔ ہر چند خدام نے التماس کیا کہ ہم اُسکو

پاک کرتے ہیں۔ مگر قبول نہ فرمایا۔ اور پاک کر کے اُس کو ایک اونچے تاک پر سفید کپڑے میں لپیٹ کر تعظیم کے ساتھ رکھدیا۔ اور جب پانی پینا چاہتے تو اسی پیالہ میں پیتے۔ اس اثنا میں بارگاہ رب الارباب سے خطاب مستطاب آیا کہ جس طرح تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی۔ اسی طرح ہم نے بھی تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں معظم بنایا ہے آپ فرماتے تھے کہ اس عمل سے جس قدر فیوض و برکات پونچائے وہ صد سالہ ریاضت و مجاہدہ سے بھی ناممکن تھے۔

مکاشفہ۔ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم نے اپنے بعض مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ کے والد ماجد قدس سرہٗ نے فرمایا کہ وضو میں مجھے شک تھا اور جنازہ میری عاجزہ ام کلثوم کا لایا گیا میں نے چاہا کہ وضو تازہ کر کے نماز جنازہ میں مشغول ہوں۔ اس اثنا میں میرے باطن میں آواز دیگئی کہ اگر اسی وضو سے نماز جنازہ ادا کروگے تو ہم اس میت کو بخشدیں گے۔ چنانچہ اسی وضو سے میں نے نماز جنازہ ادا کی۔

مکاشفہ۔ ایک روز صبح کے حلقہ میں آنجناب مراقب تھے۔ اور قصور اعمال کی دید غالب ہو گئی تھی اور انکسار و تضرع کا غلبہ تھا کہ بمصداق حدیث مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ (ترجمہ) جو خدا کے لئے تواضع کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے بلند کرتا ہے۔ بارگاہ غفار الذنوب ستار العیوب جل شانہٗ و عم احسانہٗ سے خطاب مستطاب پہنچا غَفَرْتُ لَکَ وَلِمَنْ تَوَسَّلَ بِکَ بِوَاسِطَۃٍ اَوْ بِغَیْرِ وَاسِطَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ کہ میں نے تجھ کو بخشدیا۔ اور اس کو بھی جو تمہارا وسیلہ اختیار کرے بواسطہ یا بلاواسطہ قیامت تک سب کو بخشدیا اور اس بشارت کے اظہار کا حکم دیا گیا۔

مکاشفہ۔ ایک دفعہ حضرت اجمیر شریف زیارت روضہ شریفہ قطب الاقطاب خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اور بہت دیر تک اس بدر اولیا کے مزار پُر انوار پر مراقب رہے۔ جب باہر نکلے تو محرمان اسرار سے فرمایا کہ حضرت خواجہؒ نے بہت کچھ اعطاف اور الطاف فرمایا۔ اور اپنے برکات خاصہ کی ضیافت کی اور سخنان اسرار کی گفتگو فرمائی۔ اور ہم کو جو یہ کوشش تھی۔ کہ

لشکر سلطانی کی ہمراہی سے علیحدگی ہو جائے۔ آپ نے اس سے منع فرمایا۔ اور اس کو رضائے حق تعالےٰ پر تفویض کرنے کے لئے حکم دیا۔ اتنے میں مجاوران مرقد منور حضرت خواجہ قدس سرہٗ چادر غلاف قبر شریف حضرت خواجہ کی کہ ہر سال تازہ آپ کی قبر پر قرب آثر پر ڈالی جاتی ہے اور قدیم چادر کسی مشہور بزرگ وقت کی خدمت میں بھیجی جاتی ہے۔ یا سلاطین وقت اس کو تبرکاً لے لیتے ہیں اور لعل و زمرد کی طرح صندوق میں کامل تعظیم کے ساتھ محفوظ رکھتے ہیں۔ بطور تحفہ کے آنجناب ؒ کے پاس لائے۔ اور کہا کہ آپ سے بڑھ کر اس تبرک کا سزاوار اور کوئی نہیں ہے۔ آپ نے اس کو ادب کے ساتھ لے لیا۔ اور فرمایا کہ حضرت خواجہ کا یہ تبرک ہمارے کفن کے لئے رکھا جائے۔ کہ اس وقت اس کے سوا حضرت خواجہ کے پاس اور کوئی لباس نہ تھا۔ اس لئے اُسے ہم کو عطا فرمایا +

مکاشفہ۔ آنجناب نے اپنے آخری مرض کے زمانہ میں فرمایا کہ جو کمال کہ کسی بشر کے لئے ممکن الحصول ہو سکتا ہے بطفیل آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ و التسلیمات ہم کو اس سے ایک حصہ عطا کیا گیا۔ اس ارشاد کی تفصیل حضرت مخدوم زادہ نے بخوبی تحریر فرمائی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو +

مکاشفہ۔ آنجناب قدس سرہٗ نے جلد ثالث کے بعض مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ ملامت خلق کی اس جماعت کا حسن اور اُن کے زنگار کے لئے صیقل ہے نہ کہ باعث قبض و کدورت ابتدائے حال میں جب کہ فقیر قلعہ میں محبوس ہوا تو محسوس ہوتا تھا کہ انوار ملامت خلق شہروں اور دیہات سے نورانی بادلوں کی طرح لگاتار پہونچتے ہیں۔ اور کام کو پستی سے بلندی پر لیجاتے ہیں۔ برسوں تک تربیت جمالی سے قطع مسافت کی جاتی رہی مگر اب تربیت جلالی سے قطع مسافت کرتے ہیں۔ اور مقام صبر بلکہ مقام رضا میں رہتے ہیں۔ اور جمال و جلال سے مساوی جانتے ہیں کہ جفائے محبوب اس کی وفا سے زیادہ لذت بخش ہے +

مکاشفہ۔ فرماتے تھے کہ شیخ ابن عربی باوجود اس گفتگو اور اس شطح خلاقی کے گروہ مقبولین حق اور صف اولیاء عظام میں نظر آتے ہیں +

مکاشفہ ۶ . بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ ۶ کریموں پر کوئی کام دشوار نہیں ہے

کبھی دعا سے رنجیدہ ہوتے ہیں اور کبھی گالیوں پر ہنستے ہیں۔ حضرت شیخ اکبر رضہ کا منکر خطر میں ہے۔ اور اُن کے کلام کا قبول کرنے والا خطر میں نہیں ہے۔ شیخ رضہ کے سخنانِ خلافی کو قبول نہ کرنا چاہئے۔ مگر خود شیخ کو ولی برحق و مقبول ماننا چاہئے۔ مسئلہ قبول اور عدم قبول میں فقیر کا طریق متوسط یہی ہے۔

مکاشفہ آنحضرت قدس سرہٗ کا یہ دستور تھا کہ نماز صبح کے بعد متوجہ ہو کر بیٹھتے تھے۔ اور بعد نماز کے دعا مانگنے کے بعد مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔

ایک مرتبہ عرفہ کی صبح میں نماز فجر کا سلام پھیرنے کے بعد اسی طرح رو بقبلہ بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ آفتاب بلند ہو گیا اُس وقت آپ نے مراقبہ سے سر اُٹھایا۔ اپنے خاص خاص مریدوں سے راز میں یہ فرمایا کہ آج زیارتِ کعبہ معظمہ کا شوق پیدا ہوا اور حرم محترم کا اشتیاق ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ کعبہ مکرمہ آیا۔ اور میرا طواف کیا تعجب ہے کہ اصحاب ارباب کشف اس واقعہ سے غافل رہ گئے۔ ورنہ وہ بھی ضرور میرے گرد پھرتے اور میرا طواف کرتے۔

مکاشفہ۔ ایک دفعہ شب ستائیسویں ماہ رمضان المبارک میں آپ نے فرمایا کہ آج شب قدر ہے اور تراویح سے فراغت پانے کے بعد فرمایا کہ لیلۃ القدر کی ساعت شریفہ میں مجھ میں غیبت پیدا ہوئی۔ اور اُس ساعت کا آخری حصہ نصیب ہوا۔ جس طرح کہ ایک لشکر آگے چلا جائے اور پیچھے ہوئے لوگ آہستہ پیچھے چلتے رہ جاتے ہیں۔ ایسا ہی میں نے اُسے دیکھا۔

مکاشفہ۔ شب برات کی صبح میں آنجناب قدس سرہٗ پر منکشف کیا گیا کہ آپ کے مرید خاص شیخ طاہر لاہوری کا نام نیکوں کے دفتر سے خارج کر دیا گیا اور بدبختوں کے دفتر میں لکھ دیا گیا ہے۔ آپ بارگاہ الٰہی میں متوجہ ہوئے اور اس مصیبت کے دفع کرنے کے لئے توجہ فرمائی۔ معلوم ہوا کہ عرش مجید میں اس حکم کو قضاء مبرم میں لکھا گیا ہے نہایت حیران ہوئے۔ اس اثنا میں حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا ارشاد کہ قضاء مبرم میں کسی کو دستِ تصرف نہیں ہے۔ سوائے

میرے۔ آنجناب قدس سرہ کو یاد آیا۔ پس التجا اور تضرع و مناجات فرمائی۔ کہ خدایا جب تو نے اپنے برگزیدہ بندے کو اس دولت سے مشرف فرمایا تو اگر اس فقیر کو بھی اس سے ممتاز فرمایا جائے۔ تو تیری عنایت سے دور نہیں ہے۔ آپ کی یہ دعا قبول ہو گئی! اور معلوم ہوا کہ قضا کی ایک قسم لوح محفوظ میں مبرم ہے۔ مگر عند اللہ معلق ہے۔ بنا بر شفاعت یا بامر دیگر اخص خواص کو اس قضا میں تصرف کی اجازت دیتے ہیں۔ مگر جو قضا علم الٰہی میں بھی مبرم ہے اس میں کچھ تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ لا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ نہیں بدلا جا سکتا وہ قول جو میرے پاس ہے، اس کے یہی معنی ہیں ✦

مکاشفہ۔ آنجناب قدس سرہ نے پہاڑوں کی گھاٹیوں میں رہنے والے لوگوں کے احوال اخروی اور مشرکین زمانۂ فترت رسل کے متعلق فرمایا ہے کہ ایک مدت دراز کے بعد عنایت خداوندی جل سلطانہٗ نے اس اشکال کا حل فرمایا اور منکشف کیا کہ یہ جماعت نہ بہشت میں ہمیشہ رہیگی۔ اور نہ ہمیشہ دوزخ میں بلکہ بعثت انبیا کے بعد اور ان کے احیاء اخروی کا حساب کر کے بقدر جرائم اُن پر عذاب کرینگے۔ اور تکمیل حقوق کر کے مثل حیوانات غیر مکلف کے ان کو بھی معدوم مطلق اور لاشئے محض کر دیا جائے گا۔ اس لئے ہمیشگی نہیں ہو سکتی۔ اس معرفت غریبہ کو میں نے بارگاہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات میں عرض کیا۔ سب نے اس کی تصدیق فرمائی اور قبول کیا ✦

مکاشفہ۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اسرار قضا و قدر پر اطلاع دی گئی۔ اور اس کو اس طریقہ سے مکشوف کیا گیا ہے کہ اصول شریعت کے ساتھ کسی طرح کی بھی مخالفت لازم نہیں آسکتی! اور نقص ایجاب اور آمیزش جبر سے بالکل پاک ہے۔ ظہور میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔ تعجب ہے کہ اصول شریعت سے مخالف نہ ہونے پر کیوں پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ اگر مخالفت کی آمیزش ہوتی تو پوشیدگی مناسب ہوتی۔ وہ جو کچھ کرے کوئی اس کو نہیں پوچھ سکتا ؎

کرا زہرۂ آنکہ از بیم او | کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

ترجمہ ؎ کس کی طاقت ہے کہ اُس کے خوف سے زبان کھول سکے سوائے تسلیم کر لینے کے ✦

مکاشفہ - حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی بیاض میں لکھا ہے کہ آنجناب قدس سرہٗ عام دعوتوں میں تشریف نہیں لیجاتے تھے۔ ایک روز ایک دولتمند نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا کی کہ میں نے اپنے ایک عزیز کی فاتحہ کے لئے کھانا تیار کیا ہے۔ آنجناب مجھ کو قبولیت دعوت سے عزت بخشیں۔ آپ نے دعوتِ عام ہونے کی وجہ سے قبول نہ فرمائی۔ اُس نے نہایت انکساری عقیدتمندی اور اخلاص کا اظہار کیا۔ اس وقت آنجناب پر الہام کیا گیا کہ اگر تم اس جانے میں حرام ہونے کا شک کرو گے تو ہم قیامت کے دن اس مردہ کو جس کی یہ فاتحہ ہے اس قدر نور عطا کرینگے کہ تمام اہل محشر اُس نور سے منور ہو جائینگے۔ آنجناب متفکر ہوئے کہ یہ حرمت کیوں دور ہو گی۔ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تو ظاہر کیا گیا کہ تمہارا اس مجلس میں جانا ہی حرمت کا دُور ہونا ہے۔ پس آپ نے اُس کی دعوت قبول فرمائی۔ اور اُس کے مکان پر تشریف لیگئے +

مکاشفہ - آپ فرماتے ہیں کہ مقامِ رضا سے اوپر کی رسائی نہیں بجز حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے اور کسی کی رسائی نہیں ہے۔ اس ارشاد کے تحریر کرنے کے چند روز بعد آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں نماز تہجد سے فراغت کے بعد تمام انبیا علیہم الصلوٰت والتسلیمات پر درود بھیج رہا تھا۔ دیکھا کہ کل حضرات انبیا علیہم السلام اپنے مقامات سے عروج فرما کر مقام رضا سے بالا مقام پر چند واسطوں سے واصل ہوئے +

اِس کے بعد آنحضرت سرورِ کائنات خلاصہ موجودات نے عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَلْفَ اَلْفَ صَلٰوۃٍ وَّتَسْلِیْمَاتٍ (اُن پر اور اُن کی آل پر ہزاروں درود اور سلام نازل ہوں) اس مقام میں کہ متابعتِ ملتِ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ السلام سے متعلق تھا۔ عروج فرمایا اور اس مقام عزیز میں رسائی حاصل فرمائی +

مکاشفہ - آپ فرماتے ہیں کہ ہم پر منکشف کیا گیا ہے کہ حضرت رحمٰن کے خزائن رحمت کی حقیقت وجود محمدی صلے اللہ علیہ وسلم ہے اور کوئی رحمت اس خزانہ سے الگ نہیں ہے عام ازیں کہ دنیاوی رحمتیں ہوں یا اُخروی۔ ننانویں رحمتیں کہ آخرت کیلئے رکھی گئی ہیں اُن کا منشا ایک چشمہ ہے اور دنیا میں جو رحمتیں پھیلائی

گئی ہیں۔ اُن کا خزانہ دوسرا چشمہ ہے ✦

مکاشفہ ۸۹ ایک مرتبہ آنجناب قدس سرہٗ نے اپنے اُن صاحبزادگان کی فاتحہ کیلئے کھانا تیار کرایا۔ جو آپ کے روبرو وفات فرما چکے تھے۔ بعد توجہ کثیر کے وہ کھانا مقبول ہُوا۔ اور ایسا منکشف ہُوا کہ ملائکہ کرام کھانے کے خوان لے جا رہے ہیں۔ اور اُن کی قبور میں پہنچا رہے ہیں۔ اور بہشت کے ایک چمن میں اس کھانے کو جمع کر رہے ہیں۔ اِس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ میرے فرزند اُس کھانے کے پاس گئے اور کھانا اُن کے اندر چلا گیا۔ اور پھر اُن میں استعداد فوق کی پیدا ہوئی اور عروج میں مصروف ہوئے۔ اور عروج کثیر کے بعد ایک بہشت ظاہر ہوئی۔ جو نہایت رفیع المنزلت اور تر و تازہ تھی۔ پس وہ اس میں داخل ہو گئے۔ چونکہ آنجناب قدس سرہٗ نے بوقت فاتحہ دینے کے سب مومنین اور مومنات اور ملائکہ عالیات کو بھی شریک فرمایا تھا۔ اِس لئے آپ فرماتے ہیں۔ کہ مَیں نے کسی مومن اور مومنہ کی قبر ایسی نہ پائی جس میں وہ کھانا نہ گیا ہو۔ اور کوئی بہشت ایسی نہ تھی جو اس ضیافت سے خالی ہو۔ اور یہ بھی دیکھا کہ ملائکہ میں بھی خوانہائے گوناگون بھیجے گئے۔ اور اُن کے ثواب میں کوئی کمی نہ کی گئی۔ اِسی طرح جب کبھی آنجناب قدس سرہٗ مردوں کی روحانیت کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ دلاتے اِسی طرح کے مکاشفات معائنہ ہوتے تھے ✦

ایک مرتبہ آپ ایک ایسے بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ جو قریب مرگ تھا۔ آپ اُس کے حال کی طرف متوجہ ہوئے۔ دیکھا کہ اس کا قلب نہایت تاریک ہے۔ ہر چند آپ نے تاریکی دفع کرنے کی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہ ہُوا۔ بہت دیر کے بعد معلوم ہُوا کہ یہ تاریکیاں صفاتِ کفر سے پیدا ہوئی ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ ہیں۔ اور منشا اُن کدورتوں کا کفار کے ساتھ موالات رکھنا ہے۔ اُن تاریکیوں کا دفعیہ عذابِ دوزخ پر موقوف ہے۔ کہ کفر کا بدلہ یہی ہے اور یہ بھی معلوم ہُوا کہ اُس کے دل میں ایک ذرہ ایمان کا بھی داخل ہے کہ آخر میں اُسی کی برکت سے اُس کو دوزخ سے نجات دینگے اس حالت کے مشاہدہ کے بعد آپ کے دل میں خیال آیا کہ ایسی حالت میں اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں۔ توجہ کے بعد معلوم ہُوا کہ نماز پڑھنی چاہیئے ✦

مکاشفہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اذان کے بعد مَیں دعا کر رہا تھا اور ہاتھ زانو پر تھے اس اثنا میں خیال آیا کہ یہ روش ادب سے دور ہے۔ ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنی چاہیئے۔ مَیں نے ہاتھ اُٹھائے۔ اور دعا میں مشغول ہُوا۔ اس ادب کے صلہ میں بارگاہِ ستار و غفار سے ندا آئی کہ ہم تم پر کسی طرح کا ہرگز عذاب نہ کرینگے۔

مکاشفہ۔ حضرت مخدوم زادہ عالیمقام خواجہ محمد معصوم نے روایت فرمائی ہے۔ کہ آنجناب یہ فرماتے تھے کہ احادیث میں آیا ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو یا حق عباد اُس پر باقی ہو تو اُس کی رُوح کو ترقی نہیں ہوتی۔ جب تک کہ اُس کی طرف سے ادا نہ کر دیا جائے۔ اور اس کی رُوح محبوس رہتی ہے بالائے آسمان نہیں جاتی۔ آنجناب قدس اللہ سرّہ نے فرمایا کہ مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا کہ یہ حکم اُس کے لئے مخصوص ہے۔ جس کو کہ اس عالم میں ترقی نہ ہوئی ہو۔ لیکن اگر اس عالم میں باوجود ان تعلقات کے ترقی ہوئی ہو تو بعد مرنے کے بھی اُس کو ترقی دیجاتی ہے۔ بخلاف اس شخص کے کہ جو اس عالم میں محبوس ہو جائے۔ تو وہ بعد موت کے بھی محبوس رہیگا۔ کہ ترقی بعد الموت اِن تعلقات سے رہائی پانے پر منحصر ہے۔

مکاشفہ:۔ مخدوم زادہ عالی شان علیہ الرحمۃ نے بیاض خاص میں تحریر فرمایا ہے۔ کہ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی ھٰذَا کِتَابُنَا یَنْطِقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ یہ ہماری کتاب ہے جو تم پر سچی گواہی دیگی اور ہم تمہارے اعمال کو لکھتے رہتے ہیں۔

علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اس سے فرشتوں کا اعمال کو لکھنا مراد لیا ہے اور خدا کی طرف اس استناد کو مجازی بتایا ہے، آنجناب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ اس آیت کی تکرار کر رہا تھا کہ خیال آیا کہ اللہ تعالےٰ نے اس مقام پر اعمال کے لکھنے کی اپنی طرف نسبت فرمائی ہے اس کی کوئی حقیقت ضرور ہوگی۔ اس کے بعد معلوم ہُوا کہ اس مرتبہ مقدسہ میں فرشتوں کی اعمال نویسی کے علاوہ اور ایک قسم کا لکھنا ذات نوٹ کرنا ثابت ہے۔ اور وہ اُن بعض افراد کے لئے مخصوص ہے جن کے حالات سے اللہ تعالےٰ اپنے سوا فرشتوں کو بھی مطلع کرنا نہیں چاہتا ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ

یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ" یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے، اور یہی راز ہے اس نکتہ میں اللہ تعالےٰ اپنے بعض خواص اور ارباب اختصاص کے اعمال پر ملائکہ کرام کاتبین کو بھی مطلع نہیں کرتا ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

ترجمہ۔ عاشق اور معشوق کے درمیان ایسے راز و نیاز ہوتے ہیں کہ ان کی فرشتوں کو بھی خبر تک نہیں ہوتی۔

مکاشفہ۔ قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا نسب سُبْحَانَہٗ التَّوَفِّیْ اِلٰی نَفْسِہٖ اَنَّ الْمُتَوَفِّیْ مَلَکُ الْمَوْتِ کَمَا یَدُلُّ عَلَیْہِ الْاٰیَۃُ الْاُخْرٰی اِذْ یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ لِبَعْضِ الْخَوَاصِ بِلَا تَوَسُّطِ الْمَلَکِ وَمَا جَاءَ فِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مِنْ تَوَسُّطِ الْمَلَکِ الْمَذْکُوْرِ لِبَعْضِ الْخَوَاصِ فَیُمْکِنُ حَمْلُھَا عَلٰی ھٰذَا الْمَعْنٰی بِاَدْنٰی تَوَجُّہٍ فَتَاَمَّلْ فرمایا اللہ تعالےٰ نے کہ اللہ وفات دیتا ہے انفس کو ان کی موت کے وقت۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے وفات دینے کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ حالانکہ وفات دینے کا کام ملک الموت کا ہے۔ چنانچہ اس پر دوسری آیت دلالت کرتی ہے پس ممکن ہے کہ یہ توفی بعض خواص افراد کے لئے بلا توسط ملک الموت کے ہو۔ اور دیگر آیات میں جو بتوسط ملک الموت کے آیا ہے وہ دوسرے خواص کے لئے ہو۔ اس طرح ادنےٰ توجہ سے یہ آیت حل ہو جاتی ہے۔ پس خوب غور کرو۔

مکاشفہ جب دفتر اوّل مکتوبات قدسی آیات تین سو تیرہ مکتوبوں کی تعداد پر موافق عدد اصحاب بدر تمام ہو گیا۔ تو بعض اصحابؓ نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو بعد کے مکتوبات بھی جمع کئے جائیں۔ اور دفتر دوم کا آغاز کر دیا جائے۔ فرمایا کہ ان تمام علوم و معارف کی بابت جو ان مکتوبوں میں لکھے گئے ہیں متردد ہوں کہ آیا یہ مقبول بارگاہ حق تعالےٰ ہیں یا نہیں۔ اس اثنا میں آپ نے انکسار اور افتقار اور توجہ خاص بجناب قدس فرمائی خطاب ہوا کہ یہ تمام علوم و معارف کہ تحریر کئے

گئے۔ بلکہ تمہاری گفتگو میں آئے۔ سب مقبول اور پسندیدہ ہیں بلکہ اُس کا بھی اظہار کیا گیا کہ تمہارا کل کلام میرا کلام ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ اُس وقت تفصیلاً و اجمالاً اُن علوم کا میں نے ملاحظ کیا۔ اور علے الخصوص اُن علوم کا جن کے بارہ میں میں متردد تھا تو سب اسی حکم میں داخل پائے گئے۔ اور دفتر دوم کے جمع کے لئے مجھ کو حکم دیا گیا ❖

مکاشفہ۔ گناہ کبائر کی تعیین میں علما نے بے انتہا اختلاف کیا ہے کہ ان کی تعداد کا تعیین ناممکن ہو گیا ہے۔ جیسا کہ کتب کلام اور فقہ کے مطالعہ سے بخوبی ظاہر ہے ❖

آنجناب قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ بعد نماز تہجد کے خیال پیدا ہؤا کہ اُن کے تعیین کے لئے بارگاہ قدس میں متوجہ ہونا چاہئے۔ تھوڑی سی توجہ پر بتایا گیا کہ کل کبائر سات ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ اِتَّقُوا مِنَ السَّبْعِ الْمُوْبِقَاتِ یعنی ان سات چیزوں سے بچو جو ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں، اور جڑ اُن کی شرک ہے اور دوسرے چھ گناہ اُس کے گرداگرد ہیں۔ گویا شرک تنہ ہے اور بقیہ چھ گناہ اُس کی شاخیں ہیں۔ اور اور گناہ جو رہے وہ داخلِ دائرہ معاصی صغیرہ ہیں۔ بعض صغائر کا تعیین بھی فرمایا گیا مثل سود کھانا اور جھوٹ بولنا اور غیبت کرنا ان کو شرکِ صغیرہ کہتے ہیں ❖

حضرت ہفتم

آنجناب قدس سرہ کے کلام پر مخالفین کے بعض شکوک کے جواب اور آپ کے کلمات کے مدائح کے بیان میں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ❖

واضح ہو کہ آنجناب قدس سرہ سے باوجودِ صحو اور نہایت اتباع سُنّتِ سنیہ کے زبان خامۂ عنبر بن شمامہ سے بعض اوقات غلبۂ حال کی وجہ سے کلمات سکر سرزد ہوئے ہیں۔ چنانچہ بعض مشائخ نے آپ کی جناب میں عرض کیا کہ آپ بالکل صحو رکھتے ہیں۔ پھر کلمات سکریہ آپ سے کیونکر سرزد ہوئے۔ آپؒ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ

صحوِ خالص عوام الناس کو ہوتا ہے۔ جو چوپایوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس طائفہ کو ہر چند صحو ہوتا ہے۔ مگر بے آمیزش سکر کے نہیں ہوتا۔ اور صحو ان تمام علوم کے اظہار کی تاب نہیں لاسکتا۔ نیز آنجناب قدس سرہٗ ان امور کے اظہار میں مامور تھے ؛

ان شبہات کے جواب مناسب یہ ہیں

شبہ اوّل

مخالفین کا ایک شبہ یہ ہے کہ آنجناب ؒ نے عرضداشت یازدہم میں جو اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں تحریر کی تھی۔ لکھا ہے کہ ثانیاً معروض یہ ہے کہ اول مقام میں ملاحظہ کرنے میں دوسری مرتبہ اور بعض مقامات کہ بعض بعض سے بالا ہیں ظاہر ہوئے۔ فوق کی طرف توجہ اور نیاز و شکستگی کے بعد جب اس مقام سے بالا مقام میں رسائی ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت ذی النورین رضؓ کا ہے۔ اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے۔ اور یہ مقام بھی مقام تکمیل و ارشاد ہے۔ اسی طرح اور مقاماتِ فوق جواب مذکور ہونگے۔ اس مقام سے بالا ایک اور مقام نظر آیا۔ جب اس مقام پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اور اس میں اور خلفا کا بھی عبور ہوا ہے اِس سے بالا مقام حضرت صدیق اکبر رضؓ ہے اس مقام میں بھی رسائی ہوئی۔ اپنے مشائخین میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو میں ہر مقام میں اپنے ہمراہ پاتا تھا۔ اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور ہوا ہے۔ اس میں کوئی فرق نہیں سوائے عبور اور مرور اور ثبات کے۔ اس سے بالا اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوا۔ الّا مقام حضرت خاتمیت علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور مقابل مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایک اَور مقام نورانی نہایت عمدہ کہ اُس کا مثل اَور کوئی نظر نہیں آتا تھا۔ ظاہر ہوا اور مقام سابق سے قدرے بلند تھا۔ جس طرح کہ چبوترے کو زمین سے بلند کرتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ یہ مقام محبوبیت ہے۔ نہایت رنگین اَور منقش پایا گیا۔ اس کے بعد اپنے کو اُس کیفیت میں لطیف اور ہوا یا قطعہ ابر کے بعض رنگ آفاق میں منقش پایا۔ اور بعض اطراف کو لے لیا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ حضرت صدیق اکبر

کے مقام میں ہیں رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ مَیں اپنے کو مقابل اس مقام کے پاتا ہوں جسطرح کہ ابھی عرض کیا گیا۔ ختم ہو گیا آپؒ کا کلام شریف +

اِس کلام قدسی آیات سے مخالفین نے جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ مطلب لیا ہے کہ آپ اپنے کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے رفیع المقام سمجھتے ہیں جس جگہ کہ مقابل مقام حضرت صدیق اکبر کے اور مقام ظاہر ہُوا۔ اور اپنے کو حضرت نے اُس انعکاس میں رنگین اور منقش پایا +

جواب

مَیں کہتا ہوں کہ یہ اعتراض عدم تدبر و تفکر اور اصطلاح صوفیہ سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ یافت اور چیز ہے اور وصول اَور ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص مستی اور سکر میں اپنے کو پادشاہ پاتا ہے، اور وصول بدرجۂ بادشاہی اُس کو میسر نہیں ہے۔ حضرت قدس سرہٗ نے یہ فرمایا ہے کہ اس مقام کے عکس میں اپنے کو رنگین پایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ مَیں اس مقام پر پہنچا۔ آفتاب فلکِ چہارم پر ہے اور اُس کا عکس زمین پر روشن ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمین مقام آفتاب پر پہنچ گئی +

نیز آنجناب قدس سرہٗ نے اسی عرضہ داشت کی ابتدا میں لکھا کہ اَور خلفا کا یہی مقام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں عبور واقع ہُوا ہے۔ مگر عبور اور مرور اَور ثبات میں بہت کچھ تفاوت ہے۔ آپؒ کا یہ کلام امراض قلبیہ کے لئے شفا ہے یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہاں مقام ہے۔ اور دوسرے خلفا کی صرف آمد و رفت ہے +

جب کہ آنجناب قدس سرہٗ کو اس کلام کے باعث جہانگیر بادشاہ کے پاس لیگئے بادشاہ نے آپؒ سے پوچھا کہ ہم نے سُنا ہے کہ آپؒ نے لکھا ہے کہ میرا مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بلند تر ہے۔ آپؒ نے یہی جواب دیا اور ایک مثال بھی بیان کی کہ مثلاً آپ کسی ایک ادنےٰ آدمی کو خدمت کیلئے بلائیں اور اُس سے از راہِ نوازش اسرار کی باتیں کریں تو وہ لامحالہ پنج ہزاری اُمرا کے مقام کو طے کر کے پیشی تک پہنچیگا۔ اور پھر اپنے مقام پر واپس جا کر کھڑا ہو جائیگا۔ اس سے لازم

نہیں آتا کہ اُس کا مرتبہ امراءِ پنج ہزاری سے زیادہ ہو جاتے۔ اِس جواب کو سنکر بادشاہ کا عتاب دُور ہو گیا۔

اسی اثنا میں ایک شخص نے جو خدا شناسی سے دور تھا بادشاہ سے کہا کہ اِس شیخ کا حال دیکھئے کہ آپ ظل اللہ اور خلیفۃ اللہ ہیں۔ آپ کو سجدہ نہیں کیا۔ بلکہ معمولی تواضع بھی بجا نہ لایا۔ بادشاہ اس کلام کے سُننے سے غصہ ہوا۔ اور گوالیار میں حضرت کو قید کرنے کا حکم دیا۔ اس واقعہ سے پہلے شاہزادہ دین پناہ شاہجہان کہ آنجناب سے خلوص کامل رکھتا تھا۔ علمائے فہامی افضل خاں اور خواجہ عبدالرحمٰن مفتی کو کتب فقہ کے ساتھ حضرت کی خدمت میں بھیج چکا تھا کہ سجدۂ تحیت سلاطین کے لئے آیا ہے اگر آپ سجدہ کر لیں تو کوئی گزند بادشاہ سے آپ کو نہ پہنچیگا۔ مَیں ضامن اور ذمہ وار ہوتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ضعیف حکم رخصت ہے۔ اور مسئلہ قوی عزیمت یہ ہے۔ کہ غیر حق کو کبھی سجدہ نہ کریں۔

اس کا یہ بھی ایک جواب ہے کہ آنجناب قدس سرہٗ نے اسی عرضہ داشت میں لکھا تھا کہ فقیر اپنے آپ کو کافر فرنگ اور ملحد زندیق کو بدرجہا بہتر جانتا ہے اور سب میں بدتر اپنے آپ کو سمجھتا ہے انتہٰی۔

پس جب کہ آپ کی دیدِ قصور اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ تو پھر یہ گمانِ بد کرنا کہ آپ اپنے کو حضرت صدیق اکبرؓ سے کہ بعد انبیا علیہم السلام کے افضل بنی آدم ہیں، افضل جانتے ہیں عقل و فراست سے دور ہے۔

نیز آنجناب قدس سرہٗ نے ایک مکتوب موسومہ شیخ حمید بنگالی میں لکھا ہے کہ صوفیہ کی ایک غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے کو دوسروں سے جن کی افضلیت بالاجماع ثابت ہے بالا پاتا ہے حالانکہ یقیناً مقام اس سالک کا اُن بزرگواروں کے مقامات سے ادنےٰ ہے بلکہ یہ اشتباہ بہ نسبت مقامات انبیا کے بھی جو کہ قطعاً بہترین خلق ہیں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات واقع ہوتا ہے عیاذاً باللہ من ذٰلک۔

اِس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک نبی اور ولی کا عروج اُن اسماتک ہے کہ اُن کے مبادی تعینات وجودی ہیں۔ اس عروج اسمی کے ولایت متحقق ہوتی ہے

دوسرا عروج اسماء میں ہوتا ہے اور یہاں سے آگے کو جہاں تک کہ اللہ تعالٰے چاہے۔ مگر باوجود اس عروج کے ہر ایک کی منزل اور مبادی وہی اسم ہے جو اُن کا مبدء تعین وجودی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کو تلاش کرنے والا اُن کو اُنہی مقامات عروج میں پاتا ہے کیونکہ مکانِ طبعی اُن بزرگواروں کے مراتب عروج میں وہی اسماء ہیں۔ اور اِن سے عروج و نزول بوجہ عروضِ عوارض ہوتا ہے۔ سالک بلند فطرت کی سیر جب اسماء سے بلند تر ہوتی ہے تو اُن اسماءِ عروجی سے بھی آگے چلا جاتا ہے۔ اس لئے توہم افضلیت پیدا کرتا ہے۔ عیاذاً باللہ سبحانہٗ پس یہ توہم اس کے یقین سابق کو بدل دیتا ہے اور افضلیت انبیا علیہم الصلوٰت والتسلیمات اور اُلوہیت اولیا قدس اللہ اسرارہم میں کہ اجماعی چیز ہے شبہات پیدا کرتا ہے۔ یہ مقام سالکوں کا لغزش گاہ ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ اکابر نے اسماء سے عروج بے نہایت فرمایا ہے اور فوق فوق میں چلے گئے ہیں۔ اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ اسماء اُن کے اَمکنۂ طبعیہ ہیں اور اس سالک کا بھی وہاں ہی مکانِ طبعی ہے مگر اُن اسماء سے بہت نیچے ہے۔ کیونکہ افضلیت ہر شخص کو باعتبار اقدمیت اس اسم کے ہے جو اُس کا مبداءِ تعین ہوگیا ہے۔ اسی طرح مشائخ کا یہ قول کہ کبھی عارف مقاماتِ عروج میں برزخیتِ کبرٰے کو حائل نہیں پاتا اور بے واسطہ اس کے ترقی کرتا ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ بی بی رابعہ بصریؒ بھی اسی جماعت سے ہیں یہ جماعت عروج کے وقت اُس اسم سے جو مبداءِ تعین برزخ کبرٰے ہے بالا چلی گئی ہے اس لئے توہم کرتی ہے کہ برزخیت کبرٰے حائل نہیں رہی ہے برزخ کبرٰی سے مراد حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حقیقت اِس کی بھی یہی ہے جو بیان کی گئی ہے۔

اس غلطی کی دوسری وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ جب سالک کی سیر اس اسم میں ہوئی جو اُس کا مبداءِ تعین ہے اور وہ اسم جامع ہے۔ جمیع کمالات سے اجمالی حیثیت سے کیونکہ اُن کی جامعیت بواسطہ جامعیت اُن اسماء کے ہے اس لئے اِس ضمن میں اُن اسماء میں بھی کہ اور مشائخین کے مبادی تعینات ہیں۔ سیر ہو گی۔

اور سالک ہر ایک اسم سے گذر کر اس اسم کے انتہا تک پہنچیگا۔ اور اپنی فوقیت کا توہم کریگا۔ حالانکہ جو کچھ مقامات مشائخ اُس نے دیکھے ہیں وہ اُن کے مقامات کا خلاصہ ہیں۔ نہ حقیقت اُن کے مقامات کی اور چونکہ اس مقام میں اپنے کو جامع پاتا ہے۔ اور دوسروں کو اپنے اجزاء پا رہا ہے۔ اس لیئے اپنی اولویت کا وہم کرتا ہے۔ اس مقام میں شیخ بسطام قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میرا لواءِ لواءِ محمدا صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔ غلبہ سکر کی وجہ سے یہ نہیں جانتے ہیں کہ شیخ کے لوا کی رفعت لواءِ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے زیادہ نہیں ہو سکتی ہے۔ بلکہ ایک نمونہ لواءِ محمدی سے ہے جو حقیقت اسمِ شیخ کے ضمن میں مشہود ہوئی ہے ◆

علےٰ ہٰذا شیخ کا یہ قول جو انہوں نے اپنی قلب کی وسعت کے بارہ میں کہا ہے کہ اگر عرش وما فیہا کو گوشہ قلب عارف میں رکھ دیا جائے تو کچھ بھی محسوس نہ ہوگا یہاں بھی انموذج کا حقیقت سے اشتباہ ہے ورنہ عرش کہ حضرت حق سبحانہٗ اُس کو عظیم فرماتا ہے قلب عارف کی اُس کے مقابلہ میں کچھ وقعت وحقیقت نہیں ہے جس قدر ظہور حق سبحانہٗ کا عرش میں ہے اس کا عشر عشیر بھی قلب میں نہیں ہے اگرچہ قلب عارف کیوں نہ ہو۔ رویت اخروی ظہورِ عرش میں متحقق ہوگی۔ اِس کی توضیح ہم ایک مثال سے کرتے ہیں۔ کہ انسان چونکہ جامع عناصرِ وافلاک ہے۔ پس جب اپنی جامعیت پر نظر ڈالے گا تو عناصر اور افلاک کو اپنے اجزا گمان کرے گا۔ اور جب یہ دید غالب آئے تو دُور نہیں کہ وہ یہ کہے کہ مَیں کرۂ زمین سے برتر ہوں اور افلاک سے عظیم تر مگر عقلا سمجھ لیں گے کہ اُس کی عظمت وکلانی اس کے اجزا کی وجہ سے ہے۔ اور کرۂ زمین وافلاک درحقیقت اُس کے اجزا نہیں ہیں۔ مگر صرف اُن کے انموذجات اُس کے اجزا بنائے گئے ہیں۔ اور اس کی کلانی اس کے اجزاء ارضی وفلکی سے ہے نہ حقیقت کرۂ ارضی وسماوی سے ◆

اسی مسئلہ اشتباہ انموذجِ شے بحقیقت شے کی وجہ سے صاحب فتوحاتِ مکیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے کہ جمع محمدیؐ جمع الٰہی سے زیادہ جامع ہے کیونکہ جمع محمدی شامل ہے حقائق کونی والٰہی دونو کو اس لیئے اجمع ہوگی۔ صاحب فتوحاتؒ نے اس کا خیال نہیں کیا کہ جمع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمولیت ظلال مرتبۂ الوہیت کے ایک

ظل اور اُس کے انموذجات کے ایک انموذج پر ہے۔ نہ اُس مرتبہ مقدسہ کی حقیقت پر بلکہ اُس مرتبہ مقدسہ کے بہ نسبت کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کی کچھ مقدار نہیں ہے جیسے کہ مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ تراب اور رب الارباب کا کیا مقابلہ ؎

اسی طرح سالک جب اپنے اسم مربی میں سیر کرتا ہے تو گمان کرتا ہے۔ کہ بعض اکابر جو کہ اس سے یقیناً افضل ہیں۔ اس کے توسط سے بعض درجات فوق کو پہنچے ہیں۔ اور اُسی کے توسل سے اُنھوں نے ترقی کی ہے۔ یہ مقام بھی سالکوں کی لغزش گاہ ہے ؎

پناہ بخدا! اگر اس گمان سے اپنے کو افضل جانے گا تو ضلالت ابدی میں پھنس جائیگا۔ ایک بادشاہ عظیم الشان اپنی سلطنت کے ایک زمیندار کے علاقہ میں جائے۔ اور اُس کے توسط سے بعض مقامات میں پہنچے۔ اور بعض مقامات فتح کرے۔ مگر زمیندار کو بادشاہ پر فضیلت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ احتمال فضل جزئی پیدا ہو گا۔ جو خارج از بحث ہے۔ کیونکہ ہر حجام اور جولاہ بعض اپنے وجوہ خاص سے عالم ذوفنون اور حکیم بوقلمون پر فضیلت رکھتا ہے۔ مگر یہ اعتبار سے خارج ہے اعتبار فضل کلی کا ہے جو حکیم و عالم کو حاصل ہے ؎

اس فقیر کو بھی ایسے شبہات اور خیالات کثرت سے پیدا ہوئے تھے اور ایک زمانہ تک یہ حالت قایم رہی مگر حفظ خداوندی جل شانہٗ شامل حال رہا کہ یقین میں سرمو فرق نہ آیا۔ اور اعتقاد اجماعی میں فتور پیدا نہ ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ اللہ تعالےٰ کا اس نعمت اور اس کی تمام نعمتوں کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے۔ اگر کبھی کچھ خلاف اجماع ظاہر ہوا تو اُس پر فقیر نے کچھ اعتبار نہ کیا۔ اور محامل نیک پر اس کو محمول کیا۔ اجمالاً اتنا جانتا تھا کہ بر تقدیر صحت کشف یہ زیادتی راجع بفضل جزئی ہوگی۔ اگرچہ یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ مدار فضل قرب الٰہی جل شانہٗ پر ہے۔ اور یہ زیادتی قرب میں ہو رہی ہے۔ پس فضل جزئی کیوں ہے۔ مگر یقین سابق کے مقابلہ میں یہ شبہ دور ہو جاتا تھا اور توبہ و استغفار اور انابت سے التجا کرتا تھا۔ اور گریہ و زاری سے دعا کرتا تھا۔ کہ

ایسے انکشافات ظاہر نہ ہوں۔ اور خلاف اعتقادات اہل سنت و الجماعت کوئی انکشاف نہ ہو +

ایک روز اس خوف نے غلبہ کیا کہ مبادا اِن انکشافات پر مواخذہ کیا جائے اور اِن وہمیات پر سوال کیا جائے۔ اس خوف نے بیقرار اور بے آرام کر دیا۔ اور التجا و تضرع بارگاہ اقدس خداوندی جلّ سلطانہ میں اور زیادہ کی۔ اور ایک مدت تک یہی حالت قایم رہی۔ اس زمانہ میں ایک بزرگ کے مزار پر گذر ہوا اور اس معاملہ میں اُن کو مَیں نے اپنا معین بنایا۔ عنایت خداوندی جلّ سلطانہٗ نے دستگیری کی اور حقیقت معاملہ کو کما حقہٗ ظاہر فرمایا۔ روحانیت حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلے آلہ الصلوٰت والتسلیمات نے کہ رحمت عالمیان ہے شرفِ حضور عطا کیا۔ اور تسلی خاطر حزین کو بخشی اور فرمایا کہ قربِ الٰہی باعث فضل کلّی ہے مگر یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے وہ ظلال مرتبۂ الوہیت کا ایک ظل ہے اور مخصوص اُس اسم سے ہے جو تمہارا رب ہے۔ پس موجب فضل کلی کا نہ ہوگا۔ آنحضرت صلعم نے اس مقام کی صورت مثالیہ اس طرح ظاہر فرمائی کہ کچھ شک باقی نہ رہا۔ اور محل اُس کا بالکلیہ زائل ہو گیا +

اِس فقیر نے وہ علوم جو محل اشتباہ ہیں اور تاویل اور توجہ کی گنجائش رکھتے ہیں اپنے کتب و رسائل میں لکھے تھے۔ اور وہ منتشر ہو چکے ہیں۔ خیال تھا کہ اُن علوم کے منشاء اغلاط کو جو محض فضلِ خداوندی جلّ سلطانہٗ سے روشن ہوئے ہیں۔ فقیر تحریر کرے اور اشتہار دیوے کہ گناہ مشتہرہ کے لئے اشتہار توبہ درکار ہے۔ تا کہ لوگ اُن علوم سے خلاف شریعت امور نہ سمجھ لیں۔ اور خود تقلید میں گر پڑیں۔ اور اُن کو تعصب و تکلف سے گمراہ نہ کریں۔ کہ اُس راہ غیب الغیب میں بہت سے پھول کھلتے ہیں ایک جماعت کو ہدایت کی طرف لیجاتے ہیں۔ اور دوسری جماعت کو گمراہی کی رہنمائی کرتے ہیں۔ آپ کا کلام ختم ہو گیا +

نیز آنجناب قدس سرہٗ نے انہیں اعتراضات کے دفعیہ کے لئے لکھا ہے۔ اور سالک کے اُن اسمائے عروج کے معاملہ کو جو اُس کے مبادی تعینات ہیں۔ ایک مثال میں واضح فرمایا ہے اور وہ یہ ہے :-

اہل معقول نے کہا ہے کہ دُھواں مرکب ہے اجزاءِ ارضی اور ناری سے

پس جب دُھواں صعود کرتا ہے تو اجزاء ارضی صحبت سے اجزاء ناری کے اوپر کو چل جاتے ہیں۔ اور قسر قاسر کی وجہ سے عروج کرتے ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اگر دُھواں قوی ہو تو اس کا عروج کرۂ نار تک ہوتا ہے۔ اور اس صعود میں اجزاء ارضی مقامات اجزاء آبی اور اجزاءِ ہوائی تک نہیں کہ بالطبع فوقیت رکھتے ہیں پہنچینگے۔ اور وہاں سے عروج کر کے آگے چلے جائینگے۔ اس صورت میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ رتبۂ اجزاء ارضی بلند تر ہے مرتبۂ اجزاء آبی اور اجزاء ہوائی سے۔ کیونکہ یہ تفوق باعتبار قسر قاسر کے ہے نہ باعتبار ذات کے۔ اور کرۂ نار پر وصول کے بعد جب یہ اجزاء ارضی نزول کرینگے اور اپنے مرکز طبعی پر پہنچینگے تو ضرور اُن کا مقام آب و ہوا کے مقامات سے نیچے ہوگا۔ پس صورت ما بہ البحث میں بھی عروج اس سالک کا مقامات پر باعتبار قسر کے ہے اور وہ افراط حرارت محبت اور فوق جذب عشق ہے۔ ورنہ ذاتی طور پر اس کا مقام مقامات سے نیچے ہے۔

جواب مذکورہ بالا مناسب حال منتہی ہے۔ لیکن اگر ابتدا ہی میں یہ توہم پیدا ہو اور اپنے کو مقاماتِ اکبر میں لے آئے۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر مقام کا ابتدا اور توسط میں ظل اور مثال ہوتا ہے۔ اور مبتدی و متوسط جب اُن ظلال پر پہنچتے ہیں۔ تو خیال کرتے ہیں کہ اکابر اولیا کے ساتھ مقامات میں انہوں نے شرکت پیدا کر لی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ ظل شے کا ہے نفس شے کے ساتھ۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ وَجَنِّبْنَا عَنِ الْاِشْتِغَالِ بِالْمَلَاھِیْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔ انتھی۔ خدایا! دکھا تو ہم کو اشیاء کے حقائق جس طرح کہ وہ ہیں اور بچا ہم کو ممنوعات میں مشغولیت سے بطفیل سردارِ اولین و آخرین کے اُن پر اور اُن کی آل اور اصحاب پر درود و سلام اتم و اکمل نازل ہو۔ انتہٰی

میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اسلام میں یہ کچھ پہلا ہی شیشہ نہیں ہے۔ جو توڑا گیا ہے۔ بلکہ زمانۂ قدیم سے کلمات متشابہات آئے ہیں۔ کلام اللہ میں بھی لفظ ید اور ساق اور استویٰ نے ایک جماعت کو مجسمہ بنایا۔

اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور میں نے اپنے رب کو نوجوان لڑکے کی صورت میں مدینہ کے بازاروں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے۔

مشائخ میں شیخ بایزید علیہ الرحمۃ نے کہا ہے کہ میرا لوا لواء محمد سے زیادہ بلند ہے گ

کہا مرا بتفصیلہ +

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خاتم نبوت چاندی کی اینٹ ہے۔ اور خاتم الولایت سونے کی۔ یہ بھی کہا ہے کہ خاتم النبوۃ خاتم الولایت سے معدن اور علوم اخذ کرتے ہیں +

نیز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے شیخ منصور حلاج رحمۃ اور شیخ بایزید بسطامیؒ اور شیخ جنیدؒ کے مقامات میں سیر کی۔ جہاں تک وہ لوگ گئے تھے میں بھی گیا۔ اور ایک بارگاہ کے پاس گیا کہ اُس سے زیادہ معظم اور کوئی بارگاہ نہ تھی کہا گیا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ پس میں نے گستاخی نہ کی اور سرنیاز آستانۂ عرش نشان آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ پر رکھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حال پر کرم فرمایا اور مجھ کو اُس مقام میں داخل فرمالیا +

ظاہر ہے کہ جو شخص مقام محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پہنچیگا تو اُس کا گذر تمام انبیا و خلفا کے مقامات پر ہوگا۔ پس جو تاویل یہاں کی جائیگی وہی تاویل مابہ البحث میں بھی ہوگی +

شیخ عطار علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ انبیا اور خلفا کے لئے جس طرح عالم شہادت میں اماکن خاصہ ہیں۔ اور مسافرین و زائرین اُن کی زیارت کرتے ہیں۔ اور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اسی طرح عالم غیب میں بھی اُن کے مقامات ہیں۔ کہ سالکان طریقت فتح کار اور طلب نعمت احوال کے لئے انبیاء و اولیاء کرام کے اول مقامات پر جاتے ہیں اور اُن کے آستانۂ عرش نشان پر روئے نیاز رکھ کر کشائش کار کا سوال کرتے ہیں بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کا فتح باب نہیں ہوتا۔ پس بارگاہ عالیہ نبویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جاتے ہیں۔ اور وہاں سے فیض اُٹھاتے ہیں +

شبہ دوم

کہا جاتا ہے کہ آنجناب مسئلہ وحدت الوجود سے جو متاخرین صوفیہ کا مسئلہ متفق علیہ ہے منکر ہیں +

جواب

آنجناب قدس سرہٗ نے اس بارہ میں جو کچھ فرمایا ہے اور آپ کے کلام سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ وحدت وجود سالکان طریقت کو اثناء راہ میں منکشف ہوتا ہے۔ مگر اس کو کمال الکمال نہیں جانتے ہیں کہ اُس کے اوپر ترقی نہ ہو۔ چنانچہ تحریر فرمایا ہے۔ کہ حال وحدت وجود اچھا ہے مگر بشرطِ عبور۔ آنجناب قدس سرہٗ کو ابتدا میں یہ حال پیدا ہوا تھا چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

جو کچھ مسئلہ وحدت وجود اور اُس کے متعلقات کے بارہ میں کہا جاتا ہے ابتداء حال میں فقیر کو اُس سے مشرف کیا گیا۔ اور شہود واحدت کثرت میں حاصل ہوا پھر اس مقام سے مراتب بالا پر لے گئے۔ اور مختلف علوم کا اس ضمن میں افادہ فرمایا گیا۔ مگر مصداق ان مقامات اور عوارف کا کلام قوم سے صراحۃً پایا نہیں جاتا ہے۔ صرف اشارات اور رموز اجمالی بعض بزرگوں کے کلام شریف میں ہیں۔ لیکن گواہ عادل اُن کی صحت پر موافقت شریعت اور اجماع اہل سنّت ہے۔ مخالف جزئی بھی شریعت غرّا کے ساتھ نہیں رکھتے اور نہ کسی طرح کی موافقت بلکہ علماء اسلام کی جماعت کہ مخالفت اصل سنّت کے ساتھ رکھتی ہے۔ ان کے اصول کے ساتھ بھی موافقت نہیں ہے ؎

نیز آنجناب قدس سرہٗ نے ایک شیخ صوفی کو لکھا کہ آپ کی مجلس میں کسی درویش نے اس فقیر کے متعلق یہ بیان کیا کہ فقیر مسئلہ وحدت الوجود کا منکر ہے ؎

میرے مخدوم! فقیر کا یہ مشرب طفولیت سے ارباب توحید کا تھا۔ اور فقیر کے والد بھی اسی مشرب پر تھے۔ اور ہمیشہ اسی طریق کی مشغولیت میں رہے۔ باوجود نگرانی تمام بجانب فوق اور مرتبۂ بے کیفی کے اور بحکم ابن الفقیہ نصف الفقیہ۔ فقیہ نے اس مشرب سے حظِّ وافر اور التذاذ تمام اُٹھایا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے محض اپنے کرم سے خدمت ارشاد پناہی حقائق و معارف آگاہی موید الدین الرضی شیخنا وامامنا ومولٰنا وقبلتنا الشیخ محمد الباقی قدس اللہ سبحانہٗ بسترہ الاقدس میں پہنچایا۔ حضرتؒ نے فقیر کو طریقۂ علیہ نقشبندیہ کی تعلیم دی۔ اور توجہاتِ بلیغ اس فقیر کے حال پر فرمائیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں توحید وجودی منکشف ہوگئی۔ اور اس میں غلو پیدا ہوا اور اس مقام کے

علوم و معارف کثیر ظاہر ہو گئے۔ کوئی دقیقہ اس مقام کے دقائق سے ایسا نہ ہوگا جو منکشف ہونے سے رہ گیا ہوگا۔ دقائق و معارف شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کما حقہٗ روشن کئے گئے۔ تجلی ذاتی جس کو صاحب فصوص نے بیان کیا ہے اور عروج کی انتہا اس تجلی تک رکھی ہے اور اس کے بارہ میں فرمایا ہے کہ اس تجلی کے بعد عدم محض ہے۔ اس تجلی ذاتی سے بھی فقیر کو مشرف کیا گیا۔ اس تجلی کے علوم و معارف بھی کہ شیخ ان کو مخصوص بخاتم الاولیا جانتے ہیں تفصیل کے ساتھ معلوم ہوئے اور سکر وقت و غلبہ حال اس توحید میں اس درجہ پہنچا کہ فقیر نے بعض عرائض میں جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت مبارک میں بھیجے تھے۔ یہ رباعی جو بالکل سکر یہ ہے لکھی تھی ؎

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است ملت ما کافری و ملت ترسائی است
کفر و ایماں زلف و روئے آں پری زیبائی است کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

یہ حال مدتوں مہینوں برسوں قائم رہا۔ پھر عنایت بے غایت حضرت حق سبحانہٗ جل سلطانہٗ دریچۂ غیب سے میدان ظہور میں آئی اور پردہ روپوش بے چونی و بے چگونگی کو الٹ دیا۔ علوم سابق کہ مبنی بر اتحاد اور وحدت وجود تھے۔ زائل ہونے لگے۔ اور احاطہ و سریان اور قرب و معیت ذاتیہ کہ اس مقام میں منکشف ہوئی تھی روپوش ہو گئی۔ اور یقین ہوا کہ صانع حقیقی جل سلطانہٗ کو عالم کے ساتھ ان میں سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے اس کا احاطہ و قرب کسی چیز کے ساتھ متحد نہیں ہے۔ خدا خدا ہے اور عالم عالم۔ وہ پاک ذات بے چون و بے چگون ہے اور عالم سراپا داغ چونی و چگونگی سے آلودہ ہے۔ بیچون کو عین چون اور واجب کو عین ممکن نہیں کہا جاسکتا ہے۔ قدیم کبھی حادث نہیں ہوسکتا اور ممتنع العدم جائز العدم نہیں ہوسکتا۔ انقلاب حقائق شرعاً و عقلاً محال ہے۔ ایک کو دوسرے پر حمل کرنا بالکلیہ ممتنع ہے۔ اصلاً اور راساً تعجب ہے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تابعین ذات واجب تعالیٰ کو مجہول مطلق کہتے ہیں۔ اور یہ کہ ذات کے متعلق کوئی حکم ہی نہیں لگایا جاسکتا ہے۔

تذئیل۔ ارباب بصیرت پر واضح ہو کہ آنجناب قدسنا اللہ بسرہ الاقدس اثبات اعلائے درجات وحدت الوجود کرتے ہیں۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ آپ کا اختلاف اس مشرب کے صوفیہ کے ساتھ صرف اسی قدر ہے کہ وہ لوگ

اشیا کو مظاہر اسماء الٰہی جانتے ہیں۔ اور مظہر کو عین ظاہر وہ اس وجہ سے خلق وحق عبد و رب کی غیبت کے قائل ہو گئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ذاتِ حق سبحانہٗ تعالٰے وجودِ مطلق ہے اور اشیا کے وجودات مقید ہیں۔ اور قید صرف وہمی ہے اس لئے قائل بغیبت ہیں ؂

آنجناب قدس اللہ اسرارہٗ فرماتے ہیں کہ حقائقِ اشیا عدمات ہیں کہ کمالات کا آئینہ اور حضرت وجود کے مظاہر ہیں۔ اتحاد عدم کا وجود کے ساتھ محال ہے اور ظہورِ وجود کا آئینہ عدم میں ممتنع۔ اس لئے آپ خلق اور حق کی غیبت کے قائل نہیں ہوئے ہیں۔ آپ کنہِ شریعت وحقیقت تک پہنچے ہیں۔ حقیقت میں بڑا مرتبہ توحید کا اور سرورِ انبیا علیہ وعلے آلہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی یہی ہے۔ بیت

بے خبرے چند زخود بے خبر   عیب پسندند برسمِ ہنر

کس درجہ تو بے خبر ہے خود اپنی تجھ کو خبر نہیں ہے۔ عیب کو ہنر سمجھ کر پسند کر رہا ہے ؂
اس کی تفصیل آنجنابؒ کے مکتوبات سے ظاہر ہوتی ہے ؂

شبہ سوم

آنجناب قدس اللہ سرہٗ الاقدس نے رسالہ مبدأ ومعاد میں تحریر فرمایا ہے کہ صورتِ کعبہ جس طرح کہ مسجودِ صورتِ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی طرح حقیقت کعبہ بھی مسجودِ حقیقتِ محمدیؐ ہے۔ اس ارشاد سے حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم پر حقیقت کعبہ کی افضلیت لازم آتی ہے اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ مقصودِ خلقت کی آفرینش سے حضرت آپ ہی ہیں ؂

چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک ولولاک لما اظہرت الربوبیۃ کما ورد۔ اے میرے حبیبؐ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم آسمانوں کو پیدا نہ کرتے اور نہ ہماری ربوبیت ظاہر ہوتی ؂

جواب

آنجناب قدس سرہٗ اسی شبہ کے دفعیہ کے لئے لکھا ہے کہ حقیقت کعبہ سنگ وکلوخ سے مراد نہیں ہے کیونکہ اگر سنگ وکلوخ بھی نہ ہوں تب بھی کعبہ ہے اور مسجود

خلق رہیگا بلکہ صورت کعبہ اگرچہ عالم خلق سے مانند حقائق اشیا کے ہے مگر وہ ایک امر باطنی ہے کہ احاطہ حس وخیال سے باہر ہے۔ وہ عالم محسوسات سے ہے۔ مگر محسوس نہیں ہے وہ تمام اشیا کا متوجہ الیہ ہے۔ مگر توجہ میں نہیں ہے۔ وہ ایک ہستی ہے کہ لباس نیستی میں پوشیدہ ہے۔ اور ایک نیستی ہے کہ کسوۂ ہستی میں ظاہر ہوئی ہے وہ جہت میں بے جہت اور سمت میں بے سمت ہے۔ الحاصل یہ صورت حقیقت منقش ایک اعجوبہ ہے۔ کہ عقل اس کی تشخیص میں عاجز ہے۔ اور عقلا اس کے سمجھنے میں حیران گویا وہ ایک نمونہ ہے عالم بے چونی کا اور نشان ہے بے نمونی کا۔ اگر ایسا نہ ہو تو شایان مسجودیت نہ ہو سکتا اور بہترین موجودات علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات بشوق آرزو اس کو اپنا قبلہ نہ بناتے۔ فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ اس کی شان میں نص قاطع ہے۔ اور وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا سے قرآن خود اس کا مداح ہے۔ وہ بیت اللہ ہے کہ نسبت خاصہ صاحب بیت جل شانہ سے اس کو حاصل ہے۔ اور اتصال اور نسبت مجہول الکیفیت بے چونی وبے چگونی کی اس کے ساتھ ہے۔ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وہ عالم مجاز میں قطرۂ حقیقت ہے۔ ارباب ذوق کے لئے اگرچہ نشستگاہیں بہت ہیں۔ اور مجالس خلوت بے شمار مگر وہ ایسا گھر ہے کہ مزاحمت اغیار سے پاک ہے۔ اور آرام گاہ خاص جانانہ اگرچہ بحکم حدیث قدسی وَلٰكِنْ يَسَعُنِيْ قَلْبُ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ میری سمائی صرف بندۂ مومن کے دل میں ہے، دل میں گنجائش ظہور بے چونی پیدا کر لیتا ہے لیکن نسبت بیت کے ساتھ کہ مبنی بر بیتوتیت ہے کہاں سے پیدا کریگا۔ اور خلوت از اغیار کہ لوازم بیت سے ہے۔ کہاں سے لائیگا۔ چونکہ غیر وغیریت کو اس مقام میں دخل نہیں ہے۔ اس لئے مسجود گاہ خلائق ہوا کہ غیر کے لئے سجدہ نہیں ہے اور غیریت منافی مسجودیت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سجدہ قبول نہ فرمایا۔ اور بیت اللہ کی طرف شوق ورغبت سے سجدہ ادا کیا۔ اسی سے فرق کا اندازہ کر لو۔ کہ ساجد اور مسجود میں کتنا بڑا فرق ہے ❖

اے برادر! جب کہ تم نے صورت کعبہ کا ایک شمہ معلوم کر لیا۔ تو اب کچھ حقیقت کعبہ معظمہ کا بیان بھی سن لو:-

حقیقت کعبہ عبارت ہے ذات بے چون واجب الوجود سے کہ ظہور ظلیت کی گرد تک بھی اس کو نہیں لگی ہے وہ مسجودیت ومعبودیت کے لائق ہے اگر اس حقیقت کو

سجودِ حقیقتِ محمدیہ کہا جائے۔ تو کیا نقصان لازم آیا۔ اور اُس کی افضلیت سے کیا فتور پیدا ہُوا۔ اس میں شک نہیں کہ حقیقتِ محمدی تمام افرادِ عالم کے حقائق سے افضل ہے مگر حقیقت کعبہ اس عالم سے نہیں ہے تاکہ اس کی طرف یہ نسبت کی جاسکے۔ اور اسکی افضلیت میں توقف کیا جائے۔ تعجب ہے کہ تفاوتِ صدرتِ ہر دو صاحبِ دولت یعنی ساجدیت اور مسجودیت عقلا کو اُن کے تفاوتِ حقائق کی طرف نہ لے گئی کہ مقام اعتراض باقی رہگیا اور لب کشائی باقی رہی۔ اللہ تعالےٰ اُن کو انصاف دے تاکہ برے سمجھے ملامت نہ کریں۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔ اے رب ہمارے بخش دے ہمارے گناہوں کو اور ہمارے اسراف کو ہمارے کاموں میں اور ثابت قدمی دے اور مدد کر ہماری کفار کے مقابلہ میں ؁

شمہ چہارم

آنجناب قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ مَیں مرید خدائے جلّ علاکا ہوں۔ اور اس کا مراد بھی ہوں عزّ شانہٗ میرا سلسلہ ارادت بے توسط ید اللہ کے اللہ تعالےٰ سے متصل ہے اور میرے ہاتھ ید اللہ سبحانہٗ کا قائم مقام ہے۔ میری ارادت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے بوسائط کثیرہ متصل ہے۔ طریقہ نقشبندیہ میں اکیس واسطے درمیان میں ہیں اور طریقہ قادریہ میں پچیس واسطے ہیں اور طریقہ چشتیہ میں ستائیس ہیں۔ میری ارادت اللہ تعالےٰ سے وسائط قبول نہیں کرتی ہے۔ پس مَیں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مرید بھی ہوں اور پس خوردہ کھانے والا بھی اور پیچھے پیچھے آپکے چلنے والا اس خوانِ دولت پر اگرچہ طفیلی ہوں۔ مگر بغیر بلائے کے نہیں آیا ہوں۔ اور اگرچہ تابع ہوں مگر اصالت سے بے بہرہ نہیں ہوں۔ اگرچہ امتی ہوں مگر شریکِ دولت ہوں اور مشرک نہیں ہوں کہ اُس سے دعوے شرک ہوتا ہے اور وہ کفر ہے بلکہ اس خادم کی شرکت مخدوم کے ساتھ ہے۔ جب تک کہ مجھ کو بلایا نہیں گیا اِس خوانِ دولت پر حاضر نہ ہُوا۔ اور جب تک کہا نہیں گیا ہاتھ اس دولت پر دراز نہ کیا ؁

طریقہ نقشبندیہ میں میرے پیر عبد الباقی قدس سرہٗ ہیں۔ مگر متکفل میری تربیت کا

اللہ الباقی ہے۔ مَیں نے فضل سے تربیت پائی ہے۔ اور پسندیدگی کے رستہ سے گیا ہوں۔ میرا سلسلہ رحمانی ہے کہ مَیں عبد الرحمٰن ہوں۔ کیونکہ میرا رب رحمان ہے۔ اور میرا مربی ارحم الراحمین ہے۔ میرا طریقہ طریقۂ سبحانی ہے کہ راہ تنزیہ سے گیا ہوں۔ اور اسم وصفت سے سوائے ذات اقدس تعالےٰ کے اور کچھ نہیں چاہا۔ یہ سبحانی وہ سبحانی نہیں ہے جس کے حضرت بایزید بسطامی رح قائل ہیں کہ اُس کو اس سے مساس نہیں ہے۔ وہ سبحانی دائرۂ انفس سے باہر نہ گئی تھی۔ اور یہ ماورا انفس و آفاق ہے وہ تشبیہ ہے کہ لباس تنزیہ پہنے ہوئے ہے۔ اور یہ تنزیہ کہ گرد تشبیہ کی اُس کو نہ پہنچی۔ وہ چشمۂ سُکر سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ عین صحو سے آئی ہے ارحم الراحمین نے میرے حق میں اسباب تربیت کو محض بطور سامان کے بنایا ہے اور حقیقت میں میری تربیت اور تعلیم بجز فضلِ خدا کسی اور نے نہیں کی۔ میری تربیت میں حق تعالےٰ چونکہ درجہ کرم اور اہتمام برتتا ہے اس لئے اُس کی عزت تقاضا نہیں کرتی کہ اور کسی کے فعل کو میرے حق میں دخل ہو یا مَیں اُس کے لئے کسی اور کی طرف متوجہ ہوں۔ مَیں رضائے حق جل شانہٗ ہوں اور اس کے فضل و کرم ناتمناہی سے مجتبا۔ ع

برکریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر کوئی کام دشوار نہیں ہوتا ہے

بعض مخالفین نے اس مکتوب پر اعتراض کئے۔ اس لئے آنجناب قدس سرہ نے دفع اعتراضات کے لئے ایک مکتوب لکھا ہے کہ اعتراض اور جواب اس سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وہ مکتوب بجنسہٖ درج کیا جاتا ہے:۔

آپؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اوائل حال میں فقیر کے لئے سبب محبوبیت مقرر فرمائی تھی۔ اور مثنوی کے یہ شعر مطابق حال فقیر جان کر پڑھا کرتے تھے۔ ابیات

عشق معشوقاں نہاں است و ستیر | عشق عاشق باد و صد طفل و بفیر
گرچہ عشق عاشقاں تن زہ کند | لیک معشوقاں خوش و فربہ کند

ترجمہ معشوقوں کا عشق مخفی اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور عاشقوں کا عشق بہت زور و شور کا ہوتا ہے۔ گرچہ عشق عاشقوں کے بدن کو دُبلا کرتا ہے لیکن معشوقوں کو خوش اور تر و تازہ

کر دیتا ہے ؛

یہ مرادیت انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے مخصوص ہے۔ صاحب عوارف قدس سرہٗ نے مجذوب سالک اور سالک مجذوب میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور راہ مریدان کو راہ انابت اور راہ مرادین کو راہ اجتہاد کہا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ کہ اللہ چن لیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس شخص کو جو رجوع کرتا ہے اُس کی طرف ؛

اصل طور پر راہ اجتہاد مخصوص بانبیا علیہم الصلوٰت والتسلیمات ہے۔ اور امتوں کے لئے تمام کمالات کی طرح اُن کی اتباع میں حاصل ہوتا ہے یہ نہیں ہے کہ حضرت انبیا سے مخصوص ہو جائے۔ اور امت اس سے بالکل بے نصیب رہے ؛

مخدوما۔ سالک کے لئے فیضان حق توسط حضرت خیر البشر علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام اسی وقت تک رہے کہ سالک محمدی المشرب ہے۔ اور حقیقت محمدی سے منطبق اور متحد نہیں ہے۔ مگر جب کمال متابعت نبوی صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے بلکہ محض فضل سے مقامات عروج میں حقیقت سالک حقیقت محمدی سے متحد ہو گئی ہو۔ تو توسط کی کیا ضرورت باقی رہی۔ توسط اور حیلولت تو مغائرت میں ہوتی ہے اور اتحاد میں توسط اور متوسط اور حاجب و محجوب نہیں ہوتے ہیں۔ اتحاد میں معاملہ شرکت کا ہے لیکن چونکہ سالک تابع اور الحاقی اور طفیلی ہے تو یہ شرکت از قبیل خادم یا مخدوم ہوئی۔ میرا یہ کہنا کہ حقیقت سالک کو حقیقت آں سرور علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے انطباق و اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ اِس کی توضیح یہ ہے کہ حقیقت محمدی جامع جمیع حقائق ہے۔ اور اسی کو حقیقت الحقائق کہتے ہیں اور اوروں کے حقائق ایسے ہیں۔ جیسے اُس کے اجزا۔ کیونکہ اگر سالک محمدی المشرب ہے۔ تو اُس کی حقیقت اُس کلی کی ایک جزئی ہے۔ اور اُس پر محمول ہے۔ اور حقیقت غیر محمدی المشرب اُس کل کا جزء تو ضرور ہے۔ مگر اس پر محمول نہیں ہے۔ پس ایسے سالک کو جس کی حقیقت محمدی المشرب نہ ہو اُس کو اگر عروج میں اتحاد پیدا ہو تو اس پیغمبر کی حقیقت کے ساتھ ہو گا جس کے زیر قدم یہ سالک ہے اور وہ اس پر محمول ہو گا۔ اور اس کے کمالات

مناسبہ میں شرکت پیدا کریگا۔ لیکن وہ شرکت خادم کی مخدوم کے ساتھ شرکت کے مماثل ہوگی۔ اور جب اس جزئی کو علاقہ کمال سے بلکہ محض فضل سے ایک محبت خاص اپنی کلی کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور شوق وصول اس کا دامنگیر ہو جاتا ہے۔ اور وہ قید جو کلی کو جزئی میں لائی تھی فضلِ خداوندی جل شانہٗ تدریجاً زائل ہو جاتی ہے۔ تو اُس کو ایک انطباق اور الحاق اپنی کلی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

میرا یہ کہنا کہ محبت خاص پیدا ہوتی ہے۔ اُس کی مثال یہ ہے کہ اس فقیر کو فضل محض سے یہ محبت پیدا ہوئی تھی۔ اور اُس کے غلبات میں کہتا تھا کہ میری محبت حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ کے ساتھ اس لئے ہے کہ وہ ربِّ محمدؐ ہے اور جب تک ایسی محبت پیدا نہ ہو تو الحاق اور اتحاد متصور نہیں ہو سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اس سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور وہ صاحب فضل عظیم ہے۔

اب میں حقیقت توسط عدم توسط کو بیان کرتا ہوں۔ اچھی طرح سے سنو! طریق جذبہ میں چونکہ کشش جانب مطلوب سے ہوتی ہے اور عنایت الٰہی طالب حال مطلوب ہوتی ہے۔ اس لئے وسائط کی ضرورت نہیں ہوتی۔ طریق سلوک میں چونکہ رجوع طالب کی جانب سے ہوتا ہے۔ اس لئے وسائط سے چھٹکارہ نہیں ہوتا نفس جذبہ میں اگرچہ وسائط درکار نہیں ہیں۔ مگر جذبہ کی تکمیل بغیر سلوک کے نہیں ہوتی کیونکہ اگر سلوک یعنی عمل بر شریعت توبہ و زہد وغیرہ جذبہ سے مل کر اُس کی تکمیل نہ ہو تو ابتر و ناقص رہیگا۔ ہم نے بہت سے ہندوؤں اور ملحدین کو دیکھا ہے کہ جذبہ رکھتے تھے۔ مگر چونکہ متابعت صاحبِ شریعت سے آراستہ نہیں ہوئے تھے اس لئے خراب اور ناقص رہے۔ اور سوائے صورتِ جذبہ کے اور کچھ انہوں نے حاصل نہ کیا۔ اور طریق جذبہ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں صاحبِ شریعت کی متابعت کے سبب سے کہ اسی کو سلوک کہا جاتا ہے۔ مطلوب تک پہنچنا میسر ہوتا ہے۔ جو بے واسطہ و بلا واصلیت کے حاصل ہوتا ہے۔

کہا گیا ہے لَوْ دُلِّيْتُمْ بِدَلْوٍ لَوَقَعْتُمْ عَلَى اللّٰهِ اگر کھینچے جاؤ تم بارگاہ حق سبحانہٗ میں اور پہنچائے جاؤ ابطن بطون ہیں تو تم میں اور حق جل وعلا میں

کوئی حجاب و توسط نہیں رہیگا ؛

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ راہ معیت کہ حق جل سلطانہٗ کو بندہ کے ساتھ ہے۔ اگر میسر ہو جائے تو وہ بلا توسط کسی امر کے ہو گی۔ کہ مناسب معیت کے یہی بات ہے اگر واسطہ ہے بھی تو وہ سلسلہ ترتیب یعنی سلوک میں ہے۔ اور راہ معیت بہ سمت جذبہ سے ہے۔ اور حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ انسان اُسی کے ساتھ ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اُس کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ محبوب کے ساتھ معیت جب ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ واسطہ جاتا رہتا ہے۔ تم کلامہ الشریف ؛

اس مکتوب میں حضرت نے مسئلۂ عدم توسط و توسط کی شرح مفصل سے تحریر فرمائی ہے۔ اور دوسری جگہ اُسی مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی شخص کو اویسی کہنے میں پیر ظاہر کا انکار نہیں لازم آتا ہے۔ کیونکہ اویسی وہ شخص ہے۔ کہ اس کی تربیت میں ارواح اولیاء اللہ کو دخل ہو ؛

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو باوجود پیر ظاہر کے چونکہ امداد روحانیت حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ سے بھی تھی۔ اِس لئے آپ کو اُن کا اویسی کہا گیا ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ نقشبند رحنے بھی باوجود پیر ظاہر کے روحانیت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے بہت کچھ امداد پائی تھی۔ اور جو شخص کہ باوجود اویسیت کے اقرار پیر ظاہر کا بھی کرتا ہو۔ اُس پر اُس کے پیر کے انکار کا الزام دنیا میں رکھ دینا بڑی ناانصافی کی بات ہے ؛

مراد ترکیب لفظ عبد الباقی سے معنی اضافی ہیں۔ نہ معنی علمی مگر متعدد وجوہ سے معنی کا علمی اشعار بھی اس میں پایا جاتا ہے یعنی میرا پیر اگرچہ بندہ باقی ہے مگر متکفل میری تربیت کا اللہ باقی ہے۔ اس میں کونسی تحریف ہوئی اور کیا سوئے ادب لازم آیا۔ اللہ تعالےٰ انصاف کی توفیق دے ؛

ایک بات یہ کہ معنی سبحانی میں جو کہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ سے غلبۂ سکر میں صادر ہوا تھا۔ جو کچھ قصور بیان کیا گیا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قصور دائمی اور قرار یافتہ ہو جائے۔ تاکہ دوسرا اس سے افضل قرار پا سکے۔ اکثر معارف ایسے ہوتے ہیں کہ بمقتضائے وقت صادر ہوئے۔ مگر جب عنایت الٰہی جل شانہٗ سے اُن کی نسبت

معلوم ہوا کہ وہ مقصود ہے۔ تو اُن کو ترک کر دیا گیا۔ اور اِس کے آگے گزر گئے +

معترض نے بھی کہا تھا کہ اگر اربابِ سُکر سے شطحیات نکلیں تو جائز ہے۔ مگر ہوش والوں سے اس کا اظہار نہایت مستبعد ہے +

آپ نے جواب میں لکھا کہ جس نے ایسی باتیں کہیں منشا اُس کا سُکر ہے اور بے آمیزش سُکر کے قلم ہاتھ میں نہیں لیا گیا ہے۔ غایت ما فی الباب سُکر کے مراتب ہیں جس قدر سُکر زیادہ ہو گا۔ شطح کا بھی غلبہ ہو گا جس کو بسطامی کا سا سُکر ہو تو بے تحاشا اُس سے یہ بات کہ "میرا جھنڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے" ظاہر ہیں آسکے۔ صحو ہوش والے کو اس کا گمان نہیں ہوتا کہ سُکر بھی اُس کے کلام میں شریک ہے۔ اور یہ بڑا قصور ہے۔ کیونکہ صحو خالص (نرا ہوش) تو عوام الناس کا حصّہ ہے۔ جس کسی نے صحو کو بہتر کہا ہے اس کی غرض اِس سے صحو کا غلبہ ہے نہ کہ خالص صحو اور اسی طرح سے اگر کسی نے سُکر کو بہتر کہا ہے اُس کی مراد بھی غلبہ سُکر ہے نہ کہ خالص سُکر کہ وہ ایک مصیبت ہے +

حضرت جنید قدس سرہٗ کہ فقرا اہل صحو کے سردار ہیں صحو کو سُکر پر ترجیح دیتے ہیں۔ مگر آپکا کلام اس قدر سُکر آمیز ہے کہ اُس کی کوئی حد نہیں۔ چنانچہ آپ نے (اپنے مرشد حضرت معروف کرخی کے شان میں) ارشاد فرمایا کہ ع

هو العارف والمعروف

وہی عارف ہے اور وہی معروف

نیز آپ کا یہ ارشاد "پانی کا رنگ بعینہٖ اس کے برتن کا رنگ ہوتا ہے" اور یہ ارشاد کہ حادث جبکہ قدیم سے ملتا ہے تو اس میں اثر حدوث باقی نہیں رہتا +

اور شیخ الشیوخ شہاب الدین رضی اللہ عنہٗ صاحب عوارف کہ کامل ترین اربابِ صحو سے اُن کی کتاب میں بھی بہت سے سُکر یہ معارف ہیں جن کی کہاں تک تفصیل بیان کیجائے۔ اس فقیر نے ان کے بعض معارف سکریہ ایک جا جمع بھی کئے ہیں۔ چنانچہ یہ سُکر کی ہی بات ہے کہ اسرار کو ظاہر کرنے کی تجویز کی جائے۔ اور سکریات میں سے ہے کہ کوئی بڑائی اور فخر بیان میں آئے اور اپنے مراتب دوسروں پر ظاہر کئے جائیں اگر صحو خالص ہوتا تو ایسے موقع پر انشائے اسرار کفر تھا۔ اور اپنے کو دوسروں سے

بہتر جاننا شرک ہوگا ؛

صحو میں سُکر بمنزلہ نمک کے ہے کہ مصلح طعام ہے۔ اگر نمک نہ ہو تو کھانا پھیکا ہے بیت

اگر عشق نبودے و غم عشق نبودے
چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے

ترجمہ۔ اگر عشق اور غم عشق نہ ہوتا۔ تو ایسے ایسے عمدہ کلام کون کہتا اور کون سُنتا ؛

فقیر نے جو کچھ علوم و اسرار اس جماعت کے اِن دفتروں میں تحریر کئے ہیں اُن کے متعلق بظاہر تمہارا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ حالت صحو خالص میں لکھے گئے ہیں۔ بخدائے لایزال یہ باتیں بلاسُکر کے محض حرام اور باتیں بنانے میں شامل ہے وہ باتیں بنانے والے کہ صحو خالص سے موصوف ہیں بہت ہیں۔ پس وہ ایسی باتیں بیان کر کے کیوں مخلوق کے دلوں کو مسخر نہیں کر لیتے ؂

فریاد حافظ این ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

ترجمہ یہ حافظ کی فریاد کیا یوں ہی فضول ہی ہے نہیں نہیں۔ قصۂ عجیب و غریب ہے

مخدوما! ایسی باتیں جو انتشار اسرار اور خلاف ظاہر پر مبنی ہوں ہر زمانہ میں مشائخین طریقت۔ قدس اللہ اسرارہم سے ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ اور ان بزرگواروں کی عادت جاریہ ہو گئی ہیں۔ محض فقیر ہی نے اس کی ابتدا اور اختراع نہیں کیا ہے۔ یہ اسلام میں کچھ پہلا ہی شیشہ نہیں ہے جو توڑا گیا ہو۔ پھر شور و غوغا کیوں ہے۔ اگر ایسا لفظ صادر ہو جائے کہ علوم شرعیہ سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ تو اُس کو تھوڑی تاویل سے مطابق شریعت کر لینا چاہئے اور کسی مسلمان کو متہم نہ کرنا چاہئے۔ جب کہ شریعت میں فحش فاحشہ کی اشاعت اور فاسق کو رسوا کرنا حرام آیا ہے۔ تو پھر ادنے اشتباہ پر کسی مسلمان کو رسوا کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ اور شبہ پر شبہ اس کی تشہیر کیونکر مناسب ہوگی۔ مسلمانی اور مہربانی کا طریق یہ ہے کہ اگر کسی سے کوئی حکم نفس بہ علوم شرعیہ کے خلاف میں صادر ہو جائے تو دیکھنا چاہئے کہ اس کا قائل کون ہے۔ اگر قائل ملحد و زندیق ہو تو اس کا رد کریں اور اس کی اصلاح کی کوشش نہ کریں۔ اور اگر قائل مسلمان ہو اور خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو

تو اُس کے قول کی اصلاح میں کوشش کریں اور صحیح محل اُس کے لئے پیدا کریں یا خود قائل کو اُس کا جواب دینے کے لئے موقع دیں۔ پس اگر قائل اُس کے جواب سے عاجز ہو تو اُس کو نصیحت کریں بامر معروف اور نہی منکر نرمی کے ساتھ بہتر ہے کہ قریب با جابت ہوتا ہے۔ مکتوب ختم ہوا۔

یہ مکتوب آپ کے مکتوبات کے جلد سوم کے آخر میں مفصل مذکور ہے۔ مکتوب مطول اور کتاب مختصر ہے اس لئے پورا مکتوب نقل نہیں کیا گیا۔ جو حضرات اس کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ اصل مکتوبات میں دیکھ سکتے ہیں۔ اس مکتوب کے آخر میں جو کچھ حضرت نے تحریر فرمایا ہے وہ مخالفین کے تمام شبہات واہیہ کے جواب کے لئے کافی ہے۔

واضح ہو کہ مبداءِ فیاض سے باطنِ شریفِ آنجناب پر جو کچھ معارف و اسرارِ مخصوصہ وارد ہوتے تھے۔ اُن کی چند قسمیں ہیں:۔

ایک قسم ایسی ہے کہ آنجناب قدس سرہٗ کبھی اُس کو زبانِ فیض ترجمان پر نہ لائے اور رمز و اشارہ سے بھی کبھی ظاہر نہ کیا۔ مثلاً تاویلِ مقطعات و متشابہاتِ قرآنی کہ آنجناب پر منکشف ہوئے تھے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ اُن کا اظہار صرف اپنے صاحبزادوں سے خاص طور پر فرمایا دوسرے اشخاص کو اس میں شریک نہیں فرمایا اور نہ وہ قلم سے بیان کئے گئے۔

تیسری قسم کے وہ معارف ہیں۔ جن کو آپ اپنے اُن مریدوں سے جو محرمانِ راز و کاملین اصحاب تھے۔ بیان کیا۔ اور اُن کے اظہار کے وقت خلوتِ خاص ہوتی تھی۔ اور دروازے بند کر لئے جاتے تھے۔ اور اگر اتفاقاً کوئی اور شخص آجاتا تو سکوت اختیار فرماتے۔ اور روئے سخن کو بدل دیتے اور بقیہ اسرار کو اور کسی وقت بیان فرماتے تھے۔ یہ معارف گرامی قدر حتی الامکان تحریر نہیں کئے جاتے تھے۔ مگر جب کہ کوئی محرم راز التماس کرتا تو بلحاظ اجابتِ سوال ایسے طریقہ سے تحریر فرماتے۔ کہ ہر کوئی شخص اُس کا ادراک کر سکے۔

چوتھی قسم یہ ہے کہ بہ التماس سائل یا بہ نیت افادہ طالبان عموماً و شمولاً تحریر کئے گئے ہیں۔ رسائل و مکاتیب دفاتر ثلثہ واقرالبرکت انہی اسرار قسم چہارم پر مشتمل ہیں اور ہر حرفِ دلِ بیماران کیلئے شفا اور مہجوروں کیلئے وصال ہے۔

یہ تمام مکتوبات قدسی آیات و رسائل چالیس ہزار بیت سے زیادہ ہیں۔ دفتر اول تین سو تیرہ مکتوبات پر مطابق اعداد انبیاء مرسلین و تعداد اصحاب بدر مشتمل ہے اور ۱۰۲۵ سنہ ہجری میں اختتام کو پہنچا۔ اس کی تاریخ تکمیل درّ المعرفۃ ہے ٭

دفتر دوم ننانوے مکتوب پر مشتمل ہے موافق اعدادِ اسماءِ حسنےٰ ٭

دفتر سوم ایک سو چودہ مکتوبات پر مطابق اعداد سورۂ قرآنی حاوی ہے ٭

نیز آپ کے رسائل مثل مبدا و معاد اور معارف لدنی کہ آپ کے احوال و مقاماتِ خاصہ پر متضمن ہے۔ اور رسالہ مکاشفات غیبیہ اور رسالہ اثباتِ نبوت اور رسالہ آداب المریدین۔ اور شرح رباعیاتِ حضرت خواجہ اور تعلیقات عوارف اور رسالہ رد شیعہ وغیرہ بھی اسرار قسم چہارم ہیں سے ہیں۔ بلحاظ مطالب کی باریکیوں اور عبارتوں کی مشکلوں اور اسرار کی تحقیق اور حالات و اشارات کی تدقیق کے آنجناب قدس سرہ کے علوِ شان اور رفعتِ مکان و بلندی مراتب پر کرامت ساطعہ اور آیۂ قاطعہ ہیں۔ کشفِ حقائق الٰہی میں جو کچھ نازکیاں اور باریکیاں آنجناب قدس سرہ نے کی ہیں اکابر علما و مشائخین اُس کے شیفتہ ہیں۔ اور جو کچھ دقائق متعلق بہ حضرات خمس اور توحید وجودی و شہودی اور مشاہدہ و مکاشفہ اور ایقان و ایمان غیب و بیان اطوار سبعہ و ظہور انوار مختلف و تجلیات متکیفہ و غیر متکیفہ و جمع بین التشبیہ و التنزیہ و تنزیہ صرف اور خفا باقی اطلاق و محال تعینات و تجلی برقی و دوامی و معاملہ ورا تجلی سکر و صحو و علوم وراثت و غیر وراثت اور ولایت کی قسموں کی تحقیق یعنی صغرےٰ و کبرےٰ و علیا و مقامِ نبوت و رسالت و صدیقیت و قربت و تدلّی و تدنّی و محبت و خلت اور درجات سبعۂ متابعت و حد صباحت و ملاحت و جمع درمیان ہر دو اور سیر آفاقی و انفسی اور سیر ماورائے آفاق و انفس میں آنجناب نے بیان فرمائے ہیں وہ عقلمند فہیم پر ظاہر و ہویدا ہیں۔ صرف یہی علوم و معارف جو تحریر فرمائے گئے باوجود علو مقال و فصاحت و بلاغت مرتبۂ اعجاز میں داخل ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ابنائے روزگار اس کی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ اور جب خلوت میں زبان الہام ترجمان سے بیان کیا کرتے تھے۔ تو اور ہی حال وارد ہوتا تھا۔ گویا مرقومات قال ہیں اور ملفوظات حال و بیانِ معرفت ہیں اور یہ تمام نسبت عطارِ نعمت ہیں۔ پردۂ تقریر

میں ایسا تصرف فرماتے کہ سامعین پر سکر و حضور غالب ہو جاتا تھا! اور ایسی لذت اور حال وارد ہوتا جس کا بیان ناممکن ہے۔ اور آپ اپنے تصرف سے جو حال کہ ظاہر فرماتے طالبانِ حق جل شانہ کو اُس میں متحقق و متصف فرماتے تھے۔ محرمانِ راز جب خلوت گاہ اسرار سے نکلتے تو اپنے کو مست اور متحیر پاتے اور جن حضرات کو آپ اپنے محرمان اسرار میں داخل کرتے تھے وہ متمنی رہتے کہ اب کس روز آپ کو معارف و اسرار کے بیان کا موقع ہو گا۔

تحریر و تقریر حقائق میں آنجناب قدس سرہٗ کا طریقہ انیقہ یہ تھا کہ جب تک اُن علوم کے ماخذ سے مطلع نہ ہو جاتے اُس کا تذکرہ ہرگز نہیں فرماتے تھے۔

بعض مخلصین آپ سے حضرت الیاس علیہ السلام کے حالات کے متعلق اکثر سوال کیا کرتے تھے۔ آنجناب ؒ ہمیشہ خاموش رہتے۔ ایک مدت کے بعد جب اِن دونو بزرگوں سے مُلاقات ہو گئی۔ تو اُس وقت سائلین کو اُن کے جوابات تحریر فرمائے۔

اسی طرح بعض احباب حضرت یعقوب علیہ السلام کی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ اُلفت کی وجہ دریافت کیا کرتے تھے۔ آپ نے سوائے خاموشی کے اور کچھ جواب دیا۔ اور معلومات کی بنا پر اُس کا حل نہ فرمایا۔ مگر جب آنجناب قدس سرہٗ پر یہ تمام حالات منکشف کئے گئے۔ تو اُس وقت بیان فرمایا اور سائل کے پاس تمام اسرار مرقوم کر کے ارسال فرمائے۔

بعض محرمانِ حضور نے بقیہ قصہ نحل کے اسرار دریافت کئے تھے وہ ایک مکتوب میں مذکور ہیں۔ اور جس فاضل کے نام وہ مکتوب لکھا گیا تھا وہ اہل دنیا میں مشہور ہے۔ پس آپ متامل ہوئے کہ یہ امر جماعت مستقیم القلب کے لئے باعثِ شورش نہ ہو جائے۔ ایک لمحہ کے بعد سر اُٹھا کر یہ شعر پڑھا ؎

یارب ایں غنچۂ خنداں کہ سپردی بمنش
مے سپارم بتو از چشم حسودِ چمنش

ترجمہ۔ خدایا یہ شگفتہ کلی جو تو نے مجھ کو عطا فرمائی ہے۔ اُس کو میں نے تیری ہی سپردگی میں دیا کہ حاسدوں کی آنکھ سے محفوظ رکھ۔

آپؒ کی توجہ کی برکت اور بارگاہ صمدیت پر محوّل کر دینے کی وجہ سے معاملہ آگے نہ بڑھا۔ اور کسی نے سمجھا؛

آپؒ کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ اکابر اولیاء کے ایسے ملفوظات کہ ظاہر شریعت کے موافق نہیں ہیں اور بہانہ طلب ملحد طبیعت لوگ اُن کو بحالِ سل کی دستاویز بنائے ہوئے ہیں۔ آپ اُن کی تاویلِ مستقیم کر کے مطابق شریعت غرّا فرما دیتے تھے۔ یا اگر توجیہ میں ظاہر ہوتا کہ یہ مقولہ غلبہ سُکر و حال کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے یا خطاءِ کشفی ہوئی ہے۔ تو ویسا ہی تحریر فرما دیتے تھے۔ لیکن خطاءِ کشفی کو خطاءِ اجتہادی کی طرح قابلِ تقلید بھی قرار نہیں دیتے تھے اگر مدعیان کم علم اور کم فہم کو اس کے اثبات میں شدت کرتے ہوئے دیکھتے تو آپ بھی بسبب حمیتِ اسلام و غیرتِ دین و کمالِ متابعت حضرت سید المرسلین علیہم الصلوٰت و التسلیمات اُس کا رد تحریر فرماتے تھے۔ چنانچہ جو کچھ آپؒ نے رسالہ ترتیب سیر وراءِ نفس و آفاق اور کلام سید الطائفہ کہ "حادث جب قدیم سے متصل ہو جاتا ہے تو اُس میں حدوث کا اثر باقی نہیں رہتا ہے" کے متعلق رد تحریر فرمایا ہے وہ اسی قبیل سے ہے؛

شبۂ پنجم

مخالفین کہتے ہیں کہ آنجناب قدس سرہٗ نے کلام اکابر مشائخین سلف پر طعن فرمایا ہے:۔

جواب

میں کہتا ہوں کہ آنجناب قدس سرہٗ سر تا پا غرقِ محبت و توصیفِ کبراءِ سلف و خلف رہے ہیں۔ لیکن اگر اکابر کے کسی کلام پر اعتراض کیا گیا ہے تو وہ نیک نیتی و حکمت و الہام و اعلام پر مبنی ہے۔ الحاصل اگر انصاف کیا جائے اور آنجنابؒ کے حال کا غلبہ اور کلام کی مرتبت اور اعمال کی بلندی اور کمالِ اتباعِ سنت کو دیکھا جائے تو بلا توقف و تامل کہا جائیگا کہ بیشک آپؒ کو ہر طرح سے حق حاصل ہے کہ باعتبار اپنے کشف و الہام کے اُن کا مکاشفوں پر اعتراض فرمائیں۔ کیونکہ پہلے سے

ایسا ہی ہوتا آیا ہے۔ چنانچہ بعد کے انبیاء علیہم السلام کی شریعتیں پہلے نبیوں کی شریعتوں کے مخالف بلکہ ناسخ ہوتی آئی ہیں۔ پس جب کہ ایک وحی کی دوسری وحی سے مخالفت ثابت ہوتی ہے۔ اگر ایک الہام کو دوسرے الہام سے مخالفت تحقیق پذیر ہو تو کونسا امر مانع ہے۔ ماسوا اس کے مشاجرات و مخالفاتِ صحابہ کبار اجتہاد ہی کی وجہ سے شائع ہیں۔ اور علماء میں بھی ایسے اختلافات رہے ہیں +

چنانچہ شیخ علاؤ الدولہ سمنانی اور شیخ محی الدین ابن عربی رح کا اختلاف مسئلہ وحدت الوجود میں مشہور ہے۔ حالانکہ شیخ علاؤ الدولہؒ نے شیخ اکبرؒ کو عارفِ صمدانی کہا ہے۔ اور اپنی تصنیف میں شیخ کی تعریف و توصیف کی ہے۔ اور مجتہدین میں بھی باہمی یہی حالات رہے ہیں +

اور شاگرد کے لئے درجہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد باوجود مخالفتِ استاد اپنی رائے کا اتباع واجب ہوتا ہے +

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے صرف ایک مسئلہ خلق قرآن میں چھ ماہ تک امام اعظم رح کے ساتھ بحث و مباحثہ کیا۔ بہت سے مسائل میں امام اعظم رحمۃ کی رائے کے خلاف قولِ صاحبین پر فتوے دیا گیا ہے +

لیکن یہ مرتبہ ہر ایک ناقص المعرفت اور ادنےٰ رائے والے لوگوں کو حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر باوجود ان کمالات کے آپ بزرگانِ دین کے آداب کی کماحقہٗ حفاظت فرماتے تھے ؛

ایک مرتبہ آنجناب قدس سرہٗ کے اصحاب کبار نے خدمتِ عالیہ میں کتاب عوارف المعارف کا درس شروع کیا۔ آپؒ نے اُس پر ایک جزو حاشیہ نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں لکھا۔ اس کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ ہم نے اب اس کی شرح لکھنی ترک کر دی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی مقام پر ایسی باتوں کی نوبت پہنچ جائے۔ جس سے شیخ الشیوخ کا حسنِ ادب ہاتھ سے جاتا رہے +

آنجناب قدس سرہٗ نے ابتداءً اپنے معارف و حقائق و مکاشفات و معائنات کے لکھنے کی طرف توجہ بحکم حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمائی تھی کہ حضرت خواجہؒ آپؒ سے استفسار فرماتے تھے۔ اور آپ جواب دیتے تھے۔ اور احوال بزرگان سلسلہؒ

نقشبندیہ میں ایک رسالہ تحریر کرنے کیلئے از راہ کشف خاص کے آپ کو حکم دیا تھا اور جب وہ رسالہ اتمام کو پہنچا تو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں بھیجا گیا۔ حضرتؒ نے اُس پر اظہار مسرت و تحسین و تصدیق فرمائی اور بعض اولیاء اللہ کے حال کے متعلق بعض باریکیوں کو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپؒ سے دریافت فرمایا تھا۔ چنانچہ حضرت خواجہؒ کا وہ مکتوب آپ کے مکاتیب میں موجود ہے +

سب سے بڑا سبب اِن تحریرات کا ارشاد ارواح طیبہ اولیاء سلف بلکہ امر عالیشان سید اولین و آخرین علیہ من الصلوات اکملہا و من التسلیمات اتمہا ہوا ہے چنانچہ آپ کے ایک مکتوب میں جو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں لکھا گیا تھا۔ اُس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے +

ایک رسالہ بعض احباب کی درخواست پر تحریر ہوا۔ انہوں نے خواہش کی تھی کہ چند نصائح تحریر فرمائیے۔ کہ طریق کے لئے نافع ہوں۔ اور اُس کے مطابق زندگی بسر کی جا سکے۔ بے شک یہ رسالہ پسندیدہ اور کثیر البرکت تصنیف ہوا ہے۔ اسکی تحریر کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام و التحیۃ اولیاء اللہ کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور کمال کرم سے اُس کو بوسہ دیتے ہیں۔ اور اکابر کو بتا رہے ہیں کہ اعتقادات ایسے ہونے چاہئیں۔ اور وہ جماعت احباب کہ تصنیف رسالہ مذکور کا باعث ہوئی تھی آنحضرتؐ کے مراحم و مکارم سے ممتاز ہو رہی ہے۔ اور حضرتؐ کے روبرو کھڑی ہے یہ قصہ بہت دراز ہے۔ اور اُسی مجلس میں اس واقعہ کی اشاعت کیلئے فقیر کو حکم دیا گیا۔ ۶

باکریماں کارہا دشوار نیست

چونکہ آپ کو بلحاظ وراثت جد معظم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہ اُن کی شان میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ حق عمرؓ کی زبان پر گفتگو فرماتا ہے۔ اور ہر اُمت کیلئے محدث ہوتا ہے۔ اور اس اُمت کے محدث عمرؓ ہیں۔ آپؒ کو بھی محدَّث (بفتح دال) بنایا گیا تھا۔ اس لئے یہ تمام اسرار و حقائق و دقائق اُسی پاک ذات سے آپؒ کی زبان گوہر فشان پر جاری فرمائے گئے۔ اسکی تفصیل گذر چکی ہے +

نیز آپ نے اواخر جلد اول مکتوبات شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ تمام معارف تحریر شدہ یقیناً الہاماتی رحمانی ہیں۔ ان میں وساوس شیطانی کو مطلقاً دخل نہیں ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ فقیر نے جب ان علوم کی تحریر کا ارادہ کیا تو بارگاہ اقدس خداوندی جل سلطانہٗ میں التجا کی۔ دیکھا کہ ملائکہ کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس تحریر سے شیاطین کو دفع کر رہے ہیں۔ اور اس مکان کے اطراف پھرنے کا موقع نہیں دیتے ہیں چونکہ نعمات جلیلہ کا اظہار بہت بڑا مجاہدہ ہے اس لئے اس نعمتِ عظمیٰ کے اظہار کی جرأت کی گئی۔ امید ہے کہ یہ جرأت عُجب سے مبرا ہے کیونکہ عنایت الٰہی سبحانہٗ سے اپنا نقص اور ذاتی بُرائی ہر وقت نصب العین ہے ؂

نیز ان علوم کثیرہ کی تحریر کے مؤید دو امر عظیم و کبیر ہیں :-

اولاً۔ یہ کہ سید انام علیہ السلام نے آنجناب سے فرمایا کہ تو علم کلام کا مجتہد ہے
ثانیاً۔ یہ کہ حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ وجہہٗ نے آپ سے واقعہ میں فرمایا کہ میں آیا ہوں تاکہ تم کو علم سموات کی تعلیم دوں۔ اور یہ تعلیم دوسروں کو بھی نفع دیگی کہ ایک ساعت کیلئے بار وجود سے راحت حاصل کر سکینگے ؂

چنانچہ آنجناب علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ ایک جماعت بار وجود سے تسکین پانے کے لئے سماع و رقص میں مشغول ہوئی۔ اور ایک جماعت نے تصانیف کا آغاز کیا اور اس بار سے اپنے کو سُبک کیا ؂

نیز ان اسرار کی تحریر کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ آنجناب پر ظاہر کیا گیا تھا کہ آپ کی تحریرات حضرت مہدی موعود کی نظر کیمیا اثر میں آئینگی۔ اور مقبول ہونگی ؂

نیز اس کثرت تحریر اسرار کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ علوم معارفِ الہامیہ سب سے بڑی آیات اور کرامات ہیں۔ اسی لئے معجزۂ قرآنی تمام معجزات سے اقویٰ اور ابقیٰ ہوا۔ آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ علوم و معارف کا یہ ابرِ نیسان کہاں سے آرہا ہے۔ باوجود اس کثرت کے علوم شرعیہ کے ساتھ بالکلیہ موافق ہیں۔ اور سرِ مو مخالفت سنّت کے ساتھ نہیں رکھتے ہیں۔ یہ خصوصیت صحت علوم کی علامت خاص ہے۔ چنانچہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا تھا کہ تمہارے علوم سب صحیح ہیں ؂

آپ نے اس مکتوب کے ختم کے بعد جو آپ کے طریق کے بیان میں لکھا گیا ہے یہ لکھا ہے کہ یہ ہے وہ طریق جس سے حضرت حق سبحانہٗ نے حقیر کو ممتاز کیا ہے۔ ابتدا سے انتہا تک اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے کہ اندراج نہایت در بدایت کو شامل ہے۔ اسی بنیاد پر عمارتیں تیار کی گئیں اور محل بنائے گئے ہیں۔ اگر یہ بنیا نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا۔ تخم بخارا اور سمرقند سے لایا گیا۔ اور زمین ہندوستان میں جس کا خمیر خاک یثرب و بطحا سے ہے بویا گیا اور آبِ فضل سے برسوں سیراب کیا گیا۔ اور تربیت احسان سے تیار کیا گیا۔ اور جب کاشتکاری کمال کو پہنچی تو یہ ثمرات علوم و معارف حاصل ہوئے۔

قدّس سرّہ علوم و معارف ہیں کہ ترجمانِ احوال و مواجید ہیں۔ اکثر تناقض اور اختلاف مفہوم ہوتا ہے۔ اس کو اختلافِ اوقات و اوضاع پر محمول کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہر وقت کے احوال و مواجید علیحدہ اور ہر مقام کے علوم معارف نئے ہوتے ہیں۔ پس حقیقت میں نہ کوئی تناقض ہے اور نہ اختلاف اس کا احکام شرعیہ کا سا حال ہے کہ نسخ و تبدیل کے بعد احکام متناقض معلوم ہوتے ہیں۔ اور جب اختلاف اوقات و اوضاع کو ملاحظہ کیا جائے تو تناقض اور اختلاف مرتفع ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ یَعْلَمُ الْحِکَمَ وَالْمَصَالِحَ فِیْ ذٰلِکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ خدائے پاک حکمتوں اور مصلحتوں کو جانتا ہے۔ پس تو شک کرنیوالوں میں سے مت ہو۔

حضرت ہشتم

آنجناب قدس سرہ کے ملفوظات میں ہے

ملفوظ ایک مبارک رات میں کہ شب قدر اس سے قدر و مرتبہ کا استفادہ کرے اور شب برات کمالات و مراتب اُس سے حاصل کرے۔ آنجناب صاحب کمال پر وقت اور حال عمدہ وارد تھا۔ آپ نے حضرت مولوی قدس سرہ کی یہ دو باتیں جوش و خروش سے چند بار تکرار فرمائیں ؎

عشق معشوقاں نہان است و ستیر　　عشق عاشق با دو صد طبل و نفیر

بیک عشق عاشقاں تن زہ کند عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

ترجمہ معشوقوں کا عشق مخفی اور اندرونی ہوتا ہے۔ عاشقوں کا عشق کھلم کھلا ہوتا ہے۔ عاشقوں کا عشق اُن تن بدن کو خشک کر دیتا ہے۔ مگر معشوقوں کو خوش اور فربہ کر دیتا ہے +

اور فرمایا کہ معشوقوں کے عشق کو کمال و رفعت میں عاشقوں کے عشق سے کسی طرح کی مناسبت نہیں ہے۔ کیونکہ معشوقوں کے عشق کا تعلق اُسی ایک ذات عاشق سے ہے۔ بلالحاظ صفاتِ عاشق کے اور عشقِ عاشق میں صفاتِ معشوق ملحوظ رہتی ہیں۔ مگر یہ کہ غلبہ عشق کا زمانہ دراز گذرنے کی وجہ سے صفاتِ معشوق سے ذاتِ معشوق میں رسائی ہو جائے اس وقت اُس کی محبت ذاتی ہو جاتی ہے اور صفاتِ معشوق خود عاشق میں جلوہ گر ہو جاتی ہیں +

چنانچہ مجنوں عامری کے آخر حالات میں بیان کیا جاتا ہے ورنہ عشقِ عاشق میں ابتدا اور توسط میں ملحوظ صفاتِ معشوق ہیں۔ مثلاً عشقِ مجازی میں رخسار کی سپیدی اور قد کی آراستگی تبسم کی ملاحت تکلم کی فصاحت۔ اور آنکھوں کے گوشہ کا ناز و انداز اور ابرو کا حُسن۔ زلف و گیسو کے شکن۔ اور غبغب کے خطوط اور چاہ ذقن وغیرہ مگر اُس عشق میں جو معشوق کو عاشق کے ساتھ ہوتا ہے اُن سے کوئی صفت بھی ملحوظ نہیں ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ چونکہ عشقِ صفات میں بے آرامی اور تلون ضروری ہے اسی لئے عشقِ عاشق دو سو طبل و نفیر کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور عشقِ ذات موجب آرام و تمکین ہے۔ عاشق کی زاری و نزاری اور معشوق کی فربہی و مسرت اُس کے کافی علامات ہیں۔ مولانا کا یہ کہنا کہ عشق معشوقاں نہان است ستیر "محبت ذاتیہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ذات صفات سے اخفی اور ادق ہے۔ آنجناب قدس سرہ کی اس شرح میں ارشاد باری تعالےٰ یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ کی تفسیر ہے +

ملفوظ۔ ایک روز ایک درویش صفا کیش نے آنجناب سے پوچھا کہ غوث ربانی شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہ السامی نے فرمایا ہے۔ کہ ہر چیز میں رحمت ہے بے باستثناء محبت کہ وہ رحمت سے خالی ہے یہاں قتل کرتے ہیں اور مقتول ہی سے خون بہا مانگتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ آنجناب نے تھوڑی دیر متوجہ و مراقب رہے اور

پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ کلام زوال عین واثر کا پتہ دیتا ہے چنانچہ ایسے حال والا شخص اس کلام کے ساتھ لب کشائی کرتا ہے اگرچہ اُس کے حق میں محبوب کی طرف سے بالکل رحمت ہی رحمت نازل ہو رہی ہے ۔ مگر یہ بیچارہ عاشق اپنے محبوب سے ملنے کی انتہائی بیقراری کی وجہ سے گویا محبوب کے ساتھ ہے ۔ اور اور کسی چیز کو اپنے لئے رحمت نہیں جانتا ۔ کیونکہ ایسی حالت میں کہ عاشق محبوب سے دور ہو تو محبوب سے دُور ہو تو محبوب کا نام اور وطن و مسکن کے پتہ کا حال سُننا بھی عاشق کے لئے باعثِ فرحت ہے ۔ مگر وہ دیدارِ محبوب ہی کو رحمت جانتا ہے ۔ مگر جب وہ محبوب کی مہربانی سے بُعد سے قرب کے درجہ کو پہنچا تو اُس کی تشنگی اُس کو بھی غیر رحمت جانتی ہے ۔ اور ہم آغوشِ محبوب کو رحمت دیکھتی ہے ۔ اور جب عنایت محبوب سے ہم آغوش ہو گیا ۔ تو کمالِ طلب کی وجہ سے اُس کو بھی رحمت نہیں دیکھتا ہے ۔ اور عینِ معشوق بننے کو رحمت دیکھتا ہے ۔ اور اگر معشوق کی عنایت سے وہ اُس کا عین بھی ہو گیا ۔ تو اُس عینیت میں جو بہت سے مدارج و مراتب پنہاں ہیں اُس کی تشنگی اُس کو بھی رحمت نہیں دیکھنے دیتی ہے ۔ اس لئے وہ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہتا ہوا اُن مراتب و مدارج کا طالب بنتا ہے ۔ یہ قول کشتہ سے دیت مانگتے ہیں مطلب یہ ہے کہ عاشق اپنے خیال میں اپنے کو کشتہ پا رہا ہے ۔ اور جو کچھ سلوک اُس کے ساتھ ہو رہا ہے اس کو بقایائے آثارِ دیت سمجھ کر بڑی حیرت سے کہتا ہے ۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ اُن مراتب میں اُس کا قتل اتمام کو نہیں پہنچاتا ۔ اور ایک رمق حیات باقی تھی ۔ اور قتلِ دوم میں اُس کا ازالہ ہوا ۔ مگر نظرِ قاتل میں ایک اور رمق دقیق باقی رہ گئی تھی ۔ پس اُس کے دفعہ کرنے میں مشغول ہو گیا ۔ والبقیۃ علیٰ ذٰلک ۔

قاتل کے مقتول سے دیت طلب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مقتول نے اپنے کو بالکلیہ قاتل کے سپرد نہیں کیا ہے ۔ جب تک کہ ایک سرِ مُو مقتول کا باقی ہے قاتل دیت کا طالب رہتا ہے ۔ مگر میں کیا کہوں کہ اُس کے ساتھ کیا گذرتا ہے ۔ اور وہ کیا دیکھتا اور کیا کہتا ہے ۔

ملفوظ - ایک روز آپ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ شیخ علاؤ الدولہ فرماتے ہیں۔ رباعی

این وہم بود کز تو دوئی برخیزد　　امکان و حدوث یکرہ دوئی برخیزد
گر لطف خدا در رسد از راہ وہب　　شاید کہ دمے ز تو توئی برخیزد

ترجمہ۔ یہ وہم ہے کہ تجھ میں اور تیرے خدا میں جو دوئی ہے وہ جاتی رہے امکان اور حدوث سلوک کے ذریعہ سے دور ہو گیا۔ اگر وہی لطف خدا ہو جائے تو ممکن ہے کہ کسی ایک دم کے لئے تجھ سے تیری خودی دور ہو جائے۔

اس رباعی میں زوال عین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ قائل اس حال کو صرف ایک لحہ کے لئے جانتا ہے کیونکہ اس زوال عین سے تجلی ذاتی میسر ہوتی ہے اور قائل کو صرف تجلی برقی حاصل ہے۔ اس لئے اس کا اثر صرف دوئی ہے میرا یکتا کہ زوال عین سے تجلی ذاتی میسر ہوتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب تک کہ کوئی اسم یا صفت ملحوظ رہتا ہے عارف کا عین ثابتہ درمیان میں حائل رہتا ہے اس لئے زوال عین متحقق نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کہ صاحب فصوص قدس سرہٗ زوال عین کے مطلقاً قائل نہیں ہیں۔ اور تجلی ذاتی کو صرف صورت متجلی لہٗ کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

چنانچہ فص شیثی میں فرمایا ہے کہ التَّجَلِّی مِنَ الذَّاتِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِصُوْرَۃِ الْمُتَجَلّٰی لَہٗ فِی الْمُتَجَلّٰی لَہٗ لَا یَرٰی اِلَّا صُوْرَتَہٗ فِیْ مِرْاٰۃِ الْحَقِّ تجلی ذاتی صرف صورت متجلی لہٗ کے لئے ہوتی ہے پس متجلی لہٗ مرآت حق میں اپنی صورت کا ملاحظہ کرتا ہے۔

یہ بھی فرمایا ہے کہ مرتبہ عین معلومات باری تعالیٰ سے ہے اگر وہ زائل ہو جائے تو علم حق تعالیٰ کا جہل کی طرف منقلب ہونا لازم آئیگا۔ اور یہ محال ہے اور اس کا اعتقاد گمراہی ہے۔ بلکہ صاحب فصوص زوال اثر کے بھی قائل نہیں ہیں چنانچہ کہا ہے کہ اگر عین زائل ہو جائے تو اثر کہاں چلا جائیگا۔
بعض صوفیوں کے کلام سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عین زائل ہو جاتا ہے مگر اثر نہیں جاتا۔

ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ عین و اثر ہر دو زوال پذیر ہیں۔ چنانچہ کلام شیخ بلند سیر حضرت ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ اس مطلب کی تصریح کر رہا ہے اور جس نے زوال عین کو بیان کیا۔ اور زوال اثر کو چھوڑ دیا۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زوالِ عین قائل سے بھی متحقق نہ ہوا تھا۔ کیونکہ اثر حکم عرض رکھتا ہے۔ اور عین حکم جوہر اگر جوہر زائل ہو جائے تو عرض نہیں رہ سکتا۔ کہ عرض جوہر سے قائم ہے۔ کوئی وجود علیحدہ اُس کا نہیں ہے۔ اگر سر چلا جائے تو درد سر کب رہیگا +

پھر آپ علیہ الرحمۃ نے حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہٗ کی وہ رباعی جو آپ نے محو اثر کے سائل کے جواب میں تحریر فرما کر بھیجی تھی۔ پڑھی۔ اور اُس کے چوتھے مصرع کی تکرار کر کے فرمایا کہ ہم زوالِ عین و اثر میں شیخ بزرگوار کے ساتھ متفق ہیں لیکن ہم مصرعہ

چوں من ہمہ معشوق شدم عاشق کیست

کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ ہم شیخ علاؤالدولہ کی طرح یہ کہتے ہیں کہ :۔

"توئی برخیزد دوئی برخیزد"

لیکن شیخ سمنانی علیہ الرحمۃ نے اِس حال کو ایک دم کے لئے کہا ہے اور ہم ہمیشہ کے لئے اِس کے قائل ہیں کہ ہمارے پاس تجلی ذاتی دائمی ہے برقی نہیں ہے +

یہ بھی فرمایا کہ زوالِ عین و اثر کے لئے دوئی کا جاتا رہنا لازم نہیں ہے ممکن ہے کہ ہستی ظل اصل کی ودیعت ہو۔ کہ اپنے کو دیکھ رہی تھی۔ اور جب اصل کو دیکھا تو چونکہ اُس کی توئی اصل ہی کی ہیئت مودعہ تھی۔ اِس لئے توئی جاتی رہی۔ مگر دوئی قایم ہے کہ ظل سے اصل شے نہیں ہو سکتا۔ سمجھا جس نے سمجھا +

اِس مقام میں آپ نے اس قدر دقائق و حقائق اضافہ فرمائے کہ قوتِ مدرکہ کو اُسکے احاطہ کی طاقت نہ رہی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ شیخ علاؤالدولہ کا یہ تمام غوغا صاحب فتوحات کے مقابلہ میں کہ اُنہوں نے حق کو وجودِ مطلق سے تعبیر فرمایا ہے۔ اِس لئے ہے کہ شیخ موصوف کلی کو منحصر مقید و مطلق میں جانتے ہیں۔ اور علاوہ خاص اور عام کے اِس کو قسم ثالث نہیں قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ قانونِ منطق کے مطابق بھی یہی قول درست ہے مگر شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ نے اِس مطلق سے قیدِ اطلاق سے بھی پاک اور بالا مراد لی ہے

یہ تیسری قسم شیخ کی اصطلاح خاص ہے۔ اور اصطلاح میں کسی کو کوئی کلام نہیں ہو سکتا اس صورت میں یہ تمام نزاع لفظی قرار پائیگی ؞

ملفوظ جس طرح کہ ذات ہمارے ادراک اور تصور میں نہیں آسکتی ہے۔ اسی طرح صفات بھی نہیں آسکتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ صفاتِ سالک کے ادراک میں آسکتے ہیں۔ وہ ظلالِ صفات ہیں ؞

ہمارا مسلک یہ ہے کہ مطابق آیۃ اُذْکُرُوْنِیْ تمام وقت کو اُس کی یاد میں مستغرق رکھیں تاکہ وہ بھی بحکم اَذْکُرْکُمْ اپنے کرم سے تم کو یاد کرے۔ جس کا وہ وعدہ فرماچکا ہے ذکر بغرض حصول احوال و مکاشفات نہ کیا جائے۔ اور متخیلہ میں کوئی مطلب نہ رکھا جائے۔ بلا کسی غرض کے جان و دل سے ذکر و عبودیت میں مشغول رہیں۔ پس اگر قبول ہو جائے تو وہ جس چیز سے سرفرازی بخشے۔ اور وہ موافق معتقدات اہل سنت و جماعت شکر اللہ سبحانہٗ سعیہم ہو تو اُس پر اعتماد کریں۔ اور شکر بجالا کر ھل من مزید کہیں اگر ایسا نہ ہو تو وہ اعتبار کے لائق نہیں ہے ؞

پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کا احسان ہے کہ باوجود حصول کمالات ذاتیہ کے مراقبات صفات کو اس کے تصوّرات میں اُس کی تنزیہہ پاک کی مراعات میں خوف و حیرت پیدا ہوتی ہے۔ بعض مشائخین کے بارہ میں سنا گیا تھا کہ مبتدیوں کو مراقبہ ذات پاک کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کو ایک نور بے رنگ بے چیز سے کہ تمام عالم کو محیط ہے تعبیر کرتے ہیں۔ صاحبِ مراقبہ کے بیان سے معلوم ہوا کہ نور بسیط و عریض کو خیال میں رکھا جاتا ہے۔ حالانکہ حق سبحانہٗ اُن کے اس خیال سے پاک ہے۔ وہ بسیط حقیقی ہے کہ اُس میں انبساط و طول و عرض اور اس قسم کے تخیلات کی گنجائش نہیں ہے ؞

ملفوظ۔ جس دن کہ مَیں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بیعت کی مجھ کو یقین ہو گیا تھا کہ عنقریب اللہ تعالےٰ اپنے کرم خاص سے مجھ کو اس راہ کی نہایت تک پہنچائے گا۔ اگرچہ مَیں اس یقین کی نفی کرتا تھا اور اپنے احوال و اعمال کے تصور کے دیکھنے میں کوشش کرتا تھا۔ مگر کامیابی نہ ہوتی تھی اور یہ شعر اکثر میری زبان پر رہتا تھا ؎

ازیں نورے کہ از تو بر دلم تافت یقیں دانم کہ آخر خواہمت یافت

ترجمہ آپکے اُن انوار سے جو میرے دل پر تاباں ہیں۔ مجھ کو یقین ہے کہ میں آپ کو ضرور پاؤنگا +

ملفوظ۔ حضرت خواجہ احرار (طاب ثراہ) کے پاس کوئی نسبت اُن کے نسب خاص سے ایسی نہ تھی کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ نے ہم کو عنایت نہ فرمائی ہو۔ مگر ایک نسبت عالیہ عظیم عطیات حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے باقی رہگئی تھی۔ اور اس کو ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنی وفات کے بعد کہ ایک روز فقیر آپکے روضۂ منورہ کی زیارت کے لئے گیا تھا مرحمت فرمائی۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ کی سرگرمی مریدوں کی تعلیم اور تربیت کے متعلق اُسی وقت تک تھی کہ میری تعلیم انتہا تک نہ پہنچی تھی۔ جب آپ میری تعلیم کے کام سے فارغ ہو گئے تو معلوم ہوا کہ حضرتؒ نے خود کو کارِ مشیخت سے روک لیا اور سب مریدوں کو میرے حوالہ کر دیا۔ اور میرے بارہ میں فرمایا کہ ہم اس تخم کو بخارا و سمرقند سے لائے ہیں۔ اور اُس کو زمین برکت آئین ہند میں بویا ہے +

ملفوظ۔ برکت و عظمت کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ظہور و حصول بلحاظ مراتب قائل کے ہے۔ قائل جتنا بزرگ ہو برکت و عظمت بھی زیادہ ہوگی اور آپ نے یہ عربی مصرع پڑھا۔ ع

یَزِیْدُ وَجْھُہٗ حُسْنًا اِذَا مَا زِدْتَہٗ نَظَرًا

ترجمہ اُس کے چہرہ میں اور حسن بڑھ جاتا ہے۔ جب میں اُس کی ملاقات کے وقت نظر کرتا ہوں +

ملفوظ۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کوئی آرزو اس آرزو کے برابر نہیں رہی کہ گوشۂ خلوت میں کلمۂ طیبہ کی تکرار سے لذت حاصل کی جائے۔ مگر کیا کریں کہ تمام آرزوئیں حاصل نہیں ہوتی ہیں۔ اُن امور میں سے جو کہ عارف کو ملکیت سے بشریت کی طرف لاتے ہیں کھانا کھانا سب سے زیادہ بڑا ہے۔ کبھی کبھی تہجد کے وقت کھانے کی صورت ظاہری کی کدورتیں نظر آتی ہیں +

ملفوظ۔ جو کچھ ہم کو عطا فرمایا گیا ہے۔ وہ محض کرم حق سے ہے۔ اگر اس کیلئے

کوئی بہانہ ہوا ہے۔ تو وہ متابعت حضرت سید الانبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات ہے کہ ہم اپنا مدار کار اسی پر جانتے ہیں۔ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے اتباع کے راستہ دیا گیا ہے۔ اگر کچھ دینے سے رہ گیا ہوگا۔ تو اس کی وجہ یہ ہوگی۔ کہ اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم سے بتقاضائے بشریت کچھ فتور ہو گیا ہوگا +

اسی تذکرہ میں فرمایا کہ ایک روز ہم نے سہواً پاخانہ جاتے وقت سیدھا پاؤں رکھ دیا۔ اُس روز احوال کے دروازے مجھ پر بند رہے۔ پھر ندامت اور استغفار کے بعد وہ حال ظہور پذیر ہوا +

ملفوظ۔ ایک روز مجھ پر استنجا کرنے کی ضرورت نے سخت غلبہ کیا میں تیزی کے ساتھ استنجا کرنے کی جگہ پر آیا۔ میری نظر ایک ناخن پر پڑی کہ ایک نقطہ سیاہی کسی کے قلم سے اُس پر گر پڑا تھا۔ چونکہ سیاہی اسباب کتابت حروف قرآنی سے ہے اس لئے میں نے وہاں بیٹھنا ادب کے خلاف پایا فوراً وہاں سے پلٹا اور اس کو دھویا اس کے بعد استنجا کرنے کے لئے گیا۔ باوجودیکہ تقاضا حاجت کا غالب تھا۔ مگر میں نے استنجے کے روکنے کی تکلیف گوارا کی اور ادب کو ترک نہ ہونے دیا +

ملفوظ۔ ایک بار آپ نفلی روزے رکھ رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ روزے آپ کس نیت سے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ قضاءِ احتیاطی رمضان کے بعض دنوں میں دن کو استنجا کرنے کا اتفاق ہوا تو اس احتمال پر کہ تری جوف میں پہنچی ہو۔ قضائے احتیاطی رکھ رہا ہوں +

ملفوظ۔ آپ ہمیشہ اپنے اصحاب کو کثرت ذکر و دوام حضور و لزوم مراقبہ کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دنیا دارِ عمل ہے اور مزرعۂ آخرت حضورِ باطن کو رعایت آداب و اعمالِ ظاہر کے ساتھ جمع کر کے کام میں لگے رہو +

ملفوظ۔ ایک جماعت نے حضرات خواجگان نقشبند قدس اللہ اسرارہم کے رسالوں سے قلت عمل کا مطلب سمجھا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ طریق ان اکابر کا اتباع نبویہ سے اوفق واوثق واقع ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک باوجود مرادیت و محبوبیت کے کثرتِ نماز سے متورم

ہو جاتے تھے ۔ اتنا ہو سکتا ہے کہ طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم چونکہ شروع اور توسط میں جذبات سے تعلق رکھتا ہے ۔ پس کثرت شکر و استغراق کی وجہ سے کثرت اعمال نوافل سے معذور رہتے ہیں ۔ بلکہ دوام حضور کو ادائے فرائض و واجبات و سنن مؤکدہ کے ساتھ جمع کر کے اس پر اقتصار کرتے ہیں ۔ مگر پھر بھی وہ رعایت عزیمت کو نہایت ضروری امر شمار کرتے ہیں ۔ کہ وہی بڑی ریاضت ہے ۔ علی الخصوص جذبات مطلب کے ساتھ ۔ مگر عنایت ربانی سے جب تلوین سے تمکین پر پہنچتے ہیں ۔ تو کثرت طاعت میں مشغول ہو جاتے ہیں ۔ اور اس وقت کثرت ترقیات کا دار و مدار کثرت اعمال پر ہے +

ملفوظ لوگوں نے ریاضت کو بھوکا رہنے اور روزہ رکھنے میں منحصر کر دیا ہے ۔ لیکن متوسط مقدار میں کھانا کھانا دوام روزہ سے زیادہ مفید ہے ۔ جب کہ لذیذ کھانے سامنے رکھے ہوئے ہوں تو نصف بھوک کھانا اور نصف بقیہ سے ہاتھ اٹھا لینا سخت ریاضت ہے ۔ اور ان ریاضتوں سے بدرجہا زیادہ ہے ۔ کیونکہ وہ کھانے کو نہ دیکھ کر کھانے سے باز رہے ہیں ۔ اور یہ اس میں سے چکھ کر باز رہے ہیں +

ملفوظ ۔ شرم آتی ہے کہ اکیلے نماز پڑھنے میں باوجود قوت استطاعت کے رکوع اور سجود میں کم تعداد میں تسبیح پڑھی جائے +

ملفوظ ۔ نماز میں سنن و مندوبات و آداب کی رعایت حضور قلب کا کام کرتے ہیں ۔ کیونکہ یہ تمام رعایتیں ذکر ہیں ۔ یاد کرو اس کا امر اور اس کی طرف توجہ خالصہ +

ملفوظ ۔ لوگ ریاضات و مجاہدات کی ہوس کرتے ہیں ۔ حالانکہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ رعایت آداب شریعت کے برابر نہیں ہے ۔ خصوصاً فرض و واجب و سنت نماز بحسب اصول شریعت ادا کرنا بہت مشکل ہے اللہ تعالے فرماتا ہے ۔ کہ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر +

ملفوظ ۔ نماز میں التحیات پڑھتے ہوئے شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا بعض ظاہر احادیث کے موافق ہے اور بعض روایات حنفیہ اس کی جواز پر موجود ہیں مگر

تحقیق سے معلوم ہوا کہ احوط اور مفتیٰ بہ ترک اشارہ ہے کہ اکثر علما نے حرام اور مکروہ کہا ہے۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی چیز کی حلت اور حرمت میں اختلاف ہو۔ تو اس کا ترک کرنا اولیٰ ہوتا ہے +

ملفوظ۔ احوال تابع شریعت ہیں اور شریعت تابع احوال نہیں ہے۔ کہ شریعت قطعی ہے اور وحی الٰہی سے ثابت ہو چکی ہے۔ اور احوال ظنی امور ہیں۔ جو کشف اور الہام سے ثابت ہوتے ہیں +

ملفوظ۔ بعض ناقص درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعت بیضا کا انکار اور مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ اگر حضرت کلیم اللہ بھی عہد نبوت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم میں ہوتے تو بجز اتباع شریعت مصطفوی کے اُن کو بھی کوئی اور چارہ کار نہ ہوتا۔ پھر اُن کور باطنوں کو مخالفت کا کیا حق ہے +

ملفوظ۔ فرقہ ماتریدیہ کے بارہ میں آپ فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار آمیزش علوم فلسفیہ سے دور اور اقتباس انوارِ نبوت سے نزدیک تر ہیں +

ملفوظ۔ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارہم نے فرمایا ہے کہ نسبت ہماری تمام نسبتوں سے فوق ہے۔" چونکہ اُن کا طریق اتباع سنت سنیہ اور رعایت عزیمت قویہ میں اور طریقوں سے فوق ہے اس لئے اُن کی نسبت بھی افضل تر ہے +

ملفوظ۔ عُجب عمل صالح کو ایسا ناکارہ کر دیتا ہے۔ جیسا کہ آگ لکڑی کو نشاء عجب کا یہ ہے کہ عامل کی نظر میں اُس کا عمل زیبا معلوم ہوتا ہے پس چاہئے کہ وہ اپنی پوشیدہ برائیوں کو بھی یاد کیا کرے۔ اور اپنی نیکیوں کو متہم کرتا رہے۔ بلکہ ادائے عبادات سے شرمندہ رہے +

ملفوظ۔ جب تک کہ کسی کو علم ظاہر میں پوری پوری مہارت نہ حاصل ہو جائے۔ اُس وقت تک اسرار صوفیہ سے کما حقہٗ استفادہ نہیں کر سکتا +

ملفوظ۔ موہوم اور موجود میں تمیز کرنا الگ چیز ہے اور اُس کا ممیز ہونا جانا الگ چیز ہے +

ملفوظ۔ نفی و اثبات میں فرق نفیس یہ ہے کہ نفی شروع اور توسط میں ہوتی ہے اور اثبات انتہا میں ہوتا ہے +

ملفوظ۔ حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارہم کے طریقہ میں اسم ذات اور نفی و اثبات دونوں کی تعلیم دیجاتی ہے۔ مگر ہمارا انکشاف یہ ہے کہ اسم ذات کو جذبہ سے زیادہ مناسبت ہے۔ اور نفی و اثبات کو سلوک سے اس طریقہ کی ابتدا میں چونکہ جذبہ کا مقدم ہونا مبتدی کے حال کے مناسب ہے اس لئے اُس کے لئے تکرار اسم ذات ہی اولے ہے اور جب سلوک میں قدم رکھے تو اُس کے حال کے لائق ذکر نفی و اثبات ہے۔

ملفوظ۔ ایک شخص نے آنجناب سے پوچھا اس میں کیا راز ہے کہ میں نسبت کا ظہور اُس کی حضوری محفلوں اور مجلسوں اور بازار اور صحبت ارباب تفرقہ میں زیادہ پاتا ہوں۔ اور خلوات و حجرات و صحبت اصحاب جمعیت میں کمتر۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے بھی یہی سوال کیا تھا۔ اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ نسبت خواجگان محبوب ہے اور محبوب کو جب خلوت میں بلایا جائے تو پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ یہ جواب نہایت لطیف و فصیح ہے۔ مگر تحقیق یہ ہے کہ ظاہر کو باطن کے ساتھ الفت و محبت ہوتی ہے جیسا کہ ہمنشینوں کو آپس میں اور ظاہر اور باطن اپنے اپنے کام میں مشغول رہتے ہیں۔ محافل اور مجالس میں صحبت خلق سے سالک کا ظاہر اُس کے باطن کی مصاحبت کو ترک کردیتا ہے اس لئے اُس کا باطن بے مزاحمت ظاہر کے سرگرم کار ہوجاتا ہے اور یہی وجہ اُس کے حضور اور حلاوت کے غلبہ کی ہے۔ جب سالک خلوت میں جاتا ہے تو اس کا ظاہر مشاغل محافل سے الگ ہوکر باطن کی مصاحبت و موانست کرتا ہے اور باطن بھی مجالست اختیار کرلیتا ہے۔ اس لئے حضور میں فتور ہوتا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ اُن کو خلوات و حجرات میں بمقابلہ جلوات اور کثرات کے جمعیت زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا باطن قوی ہوکر ظاہر پر غالب ہوگیا ہے اور ظاہر کو اپنا تابع بناکر اپنے رنگ میں ہمرنگ کرلیا ہے۔ پس اتفاق ظاہر و باطن کی وجہ سے نسبت میں زیادہ پیدا ہوگئی ہے۔

ملفوظ۔ ایک روز آنجناب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگرچہ صوفیہ علیہم سے ملت محمدیہ علیہ و علے آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو بہت سے نفع پہنچے ہیں کہ امت کے بہت سے

فاجر اُن کے برکات اضافات سے درجہ کمال پر واصل ہوئے۔ اور اُن کے انوار صحبت سے ظلمت بدعت دفع ہوئی۔ اور اسرار کتاب و سنت ان کے کشف کی وجہ سے ظاہر ہوئے۔ لیکن اس طبقہ کے ارباب سُکر سے بہت کچھ نقصان بھی دین متین پر عاید ہوئے اور بے باک ناقصوں کے لئے تکیہ گاہ بن گئے۔ اور اُن کے سُکریات وشطحیات جمع کثیر کے لئے باعث گمراہی ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کلمات کے ظہور میں حکم و مصالح رکھے ہیں بلکہ اس طائفہ علیہ سے یہ کلمات بحکم تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ مطابق سنت الٰہیہ جاری ہوئے ہیں۔ کیونکہ کلام مجید میں بھی متشابہات مثل یَدٌ اور اَسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ اور ساق وغیرہ کے واقع ہیں۔ جن سے ایک جماعت نے اللہ تعالےٰ کے لئے جسم ثابت کیا۔ اور گمراہ ہوئے اور اللہ تعالےٰ اِن الفاظ سے اُن کے گمراہ ہونے کو بخوبی جانتا ہے۔ اور انباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اِن گمراہوں کو قوت دی۔ جیسے ضَحِکَ اللہُ وَاِنَّ اللہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ وَرَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ سِکَکِ الْمَدِیْنَۃِ عَلٰی صُوْرَۃِ اَمْرَدٍ شَابٍّ وَوَضَعَ اللہُ یَدَہٗ عَلٰی کَتِفِیْ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا اللہ تعالےٰ ہنسا اور خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ اور میں نے اپنے رب کو بصورت امرد جوان مدینہ کے رستوں میں چلتے پھرتے دیکھا۔ اور اُس نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا۔ تو میں نے اس کی خنکی پائی۔

یہ کلمات آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نہایت صحو یعنی عالم ہوش میں تھے۔ پس صوفیہ علیہ سے ان کلمات کا صدور اور ایسی شطحیات کا ظہور موجب لعن و طعن کس طرح سے ہو سکتا ہے۔

پھر فرمایا کہ ہم نے اپنے آپ کو بالکل شریعت کے سپرد کر دیا ہے۔ اور خدمت سنت سنیہ صفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کیلئے تیار کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے قلم کی زبان سے بھی بعض کلمات سُکریہ صادر ہوئے ہیں۔

(۹)
حضرت نہم

آپ کے حلیہ اور تصرفات و کرامات کے بیان میں رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اولاً آپ کا حلیہ مبارک بیان کیا جاتا ہے تاکہ سالکان راہ طریقت اور مسافران منازل حقیقت اُس کو وصول کا ذریعہ جانکر صاحب حلیہ کے تصوّر کی طرف راغب ہوں اور برکات و فیوض اس رابطہ سے حاصل کریں۔ ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق

ترجمہ ع سایہ رہبر ذکرِ حق سے بہتر ہے

قدسیہ اگرچہ ذکر اور مشغولی موجب ترقیات ہیں لیکن شیخ سے رابطہ رکھنا سب راستوں سے زیادہ قریب کا راستہ ہے اور گویا ایک قسم کا نقب یعنی خزانہ پر پہنچنے کے لئے منزل کو طے کرنے کا ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ ؎ نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار ہیں۔ کہ مخفی راستہ سے قافلہ کو حرم شریف پہنچا دیتے ہیں ؞

آپ گندم گون مائل بہ سپیدی کشادہ پیشانی تھے آپ کی پیشانی اور رخسارے پر ایک نور درخشاں رہتا تھا کہ آنکھیں اُس کے مشاہدہ سے خیرہ ہوتی تھیں آپ کشادہ ابرو تھے۔ آپ کے ابرو قوس کی طرح منحنی اور دراز سیاہ اور باریک تھے آپ کی آنکھیں کشادہ اور بڑی بڑی تھیں اُس کی سیاہی نہایت سیاہ اور سپیدی زیادہ سپید۔ بینی مبارک بلند اور باریک تھی۔ آپ کا دہن مبارک نہ دراز تھا اور نہ کوتاہ۔ آپ کے دندان مبارک ایک دوسرے کے ساتھ متصل تھے اور درخشان مثل لعل بدخشان کے۔ آپ کی ریش شریف خوب گھنی اور نرم و مربع تھی۔ اور آپ کے رخسارہ مبارک پر ریش مبارک نے تجاوز نہ کیا تھا ؞

آپ دراز قد اور نازک اندام تھے کبھی آپ کے جسم مبارک پر مکھی نہ بیٹھی۔ آپ کی ایڑیاں مانند چین و چگل کے معشوقوں کے رخساروں کی طرح صاف اور درخشاں

تھیں۔ آپ کے پسینہ سے کبھی بدبو نہ آئی۔ جس طرح کہ عموماً موسم گرما میں پیدا ہو جاتی ہے۔ الحاصل آپ کا حسن حسن یوسفی کی یاد اور آپ کی وجاہت و شوکت خلیلی کو تازہ کرتی تھی ؛

جو شخص آپ کو دیکھتا بے اختیار مَاهٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ کہتا۔ یعنی یہ انسان نہیں ہیں بلکہ کوئی بزرگ فرشتے ہیں، کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ اور هٰذَا وَلِيُّ اللّٰهِ اُس کی زبان پر جاری ہو جاتا تھا۔ حدیث اِذَا رَاَوْا ذُكِرَ اللّٰهُ گویا آپ کی شان میں وارد ہوئی تھی۔ یعنی اولیاء اللہ کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ باوجود ضعف اسلام اور غلبۂ کفر ہزاروں کافر آپ کے دست مبارک پر مسلمان ہوئے۔ اور جماعت کثیر فساق و فجار آپ کے اخلاق کے مطالعے سے تائب ہو گئی۔ اور صلاح و تقویٰ اور خداترسی و حق پرستی میں مشغول ہو گئی ؛

ایک جم غفیر اطراف و اکناف عالم سے واقعات اور خوابوں میں آپ کی صورت دیکھ کر اور رابطہ حاصل کر کے آپ کی خدمت شریف میں آتی تھی۔ اور ملازمت کے بعد مطابق پاتی تھی۔ بہت سے علماء صلحاء و فقرا اور تونگروں نے آپ کا حلیہ مبارک عالم خواب میں معائنہ کر کے ذکر اور شغل آنجناب سے حاصل کیا۔ اور اُن کے قلوب ذاکر ہو گئے۔ پھر بکمال شوق آپ کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اور طریق حاصل کیا۔ تو اُس کو وہی شغل پایا جو خواب میں آپ سے حاصل کیا تھا ؛

یہ بھی آپ کی ایک کرامت تھی کہ مریدین کثرت سے آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ اور آپ ہر فرد پر توجہ کر کے حال عطا فرماتے۔ اور اُس حال سے گذار کر اُس کی بجائے دوسرا حال عطا فرماتے۔ اور پھر اسی طرح سے جہاں تک کہ اللہ تعالےٰ چاہتا عطا فرماتے۔ کذا و کذا ثم کذا و کذا الی ماشاء اللّٰہ سُبْحَانَهٗ ؛

ہر شخص کے ساتھ آپ کا معاملہ علیحدہ اور اسرار جداگانہ تھے۔ ہر ایک مرید اور ملازم یہی جانتا تھا کہ حضرت کی شفقت و مرحمت جتنی مجھ پر ہے اتنی کسی پر نہیں ہے۔ آپ کا معاملہ مریدوں کے ساتھ مرید کرنے اور تعلیم شروع کرنے کے دن سے درجہ ولایت پر واصل کرنے تک ہر روز اور ہر ساعت ایسا ہی رہتا تھا ؛

یہ فقیر اپنا واقعہ عرض کرتا ہے۔ کہ ہر روز کم و بیش دس مرتبہ حضرت میرے احوال باطنی کو دریافت فرماتے تھے۔ میں اپنا جو کچھ حال کر عرض خدمت کرتا آپ اس کو فوراً بدل دیتے اور دوسرا حال جو اُس سے کہیں زیادہ اور بلند ہوتا عطا فرماتے کبھی اثنار احوال میں قبض پیدا ہو جاتا تھا۔ پھر اُس کے بجائے دوسرا حال بتوجہ آنحضرت حاصل ہو جاتا تھا۔ اِس فقیر کا یہ ہمیشہ کا تجربہ ہے۔ کبھی آپ خود فرماتے کہ تیرا حال اس وقت فلاں ہے اور اب اُس کے بعد فلاں حال وارد ہو گا۔ پس مطابق ارشاد آنجناب واقع ہوتا تھا۔ مریدوں کے مرتبۂ ولایت تک پہنچنے اور خلافت و اجازت حاصل کر لینے کے بعد بھی آپ غائبانہ اُن کے حال کی طرف متوجہ ہوتے تھے اور احوال خلفا کو پستی مراتب ولایت سے اوجِ کمالاتِ وراثت نبوت پر واصل فرماتے تھے اگر کسی کو آپ چاہتے کہ اُس کو ولایت موسویہ سے ولایت محمدیہ پر لیجائیں۔ تو بکمال تصرف جبر تنقیل کر کے اُس کو واصل فرماتے اور سالک صاحبِ علم خود معلوم کر لیتا تھا کہ وہ کہاں سے کہاں آگیا ہے ✦

چنانچہ بیان احوال حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرضوان اور حضرت میر محمد نعمان وغیرہ میں معلوم ہو گا۔ یہ بات کہ طالبوں کے حالات سے آپ کا آگاہ ہونا اور سالکوں کے حالاتِ آیندہ سے اطلاع دینا اور پھر اُس کے مطابق وقوع ہونا ہیشمار مرتبہ آپ سے ظاہر ہوا ہے۔ آپ کے مریدوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی۔ اگر ہر ایک طالب کی نسبت صرف ایک ہی ایک کشف اور کرامت آپ کی لیجائے خوارق و کرامات لاکھوں سے زیادہ ہو جائینگے ✦

حقیر مؤلف سترہ سال آپ کی خدمت میں رہا۔ اگر اُسی زمانہ میں آپ کے کشف و کرامات اور آپ کے مقامات و درجات کی تحریر کا ارادہ کیا ہوتا۔ اور واقعات روزمرہ کو تحریر کرتا تو اگرچہ ہر ساعت اور ہر لمحہ آپ سے خوارق ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ مگر بطور تنزل اگر صرف ایک ہی ایک کرامت روزانہ فرض کی جاتی تو چھ ہزار کرامتیں اس مدت ملازمت احقر میں تحریر ہو سکتی تھیں ✦

یہ ارادہ وصال آنحضرت قدس سرہٗ کے برسوں کے بعد مصمم ہوا۔ اس حالت میں کہ آپ کے خلفائے ارشاد خلق کیلئے شہروں میں متفرق ہو گئے اور اکثر مریدین اتفاقات

زمانۂ سیاحت میں مصروف ہو گئے ہیں۔ تحریرِ کتاب کے وقت جو کچھ تصرفات فقیر کو یاد تھے۔ اور جو کچھ باقی ماندہ لوگوں سے سُنے گئے تحریر کئے جاتے ہیں کیا کیا جائے جس کا کل نہ حاصل ہو سکتا ہو۔ تو اُس کے جزو کو بھی نہیں چھوڑ سکتے ہیں۔ اور تھوڑا بہت پر اور قطرہ دریائے کبیر پر دلالت کرتا ہے۔

اس حقیر مؤلف عفی عنہ نے قبلۂ حاجات کی حیاتِ بابرکات کے زمانہ میں آپ کے مقامات کا مسودہ تحریر کیا تھا۔ اور اس کا نام سیفِ احمدی رکھا۔ اُس کو آپ کی نظرِ کیمیا اثر میں پیش کیا۔ جب آپ اُس قصہ تک پہنچے کہ حضرت خواجہؒ کو حضرت خواجگی علیہ الرحمۃ نے استخارہ کیلئے حکم دیا تھا۔ اور حضرت خواجہؒ نے استخارہ میں ایک طوطی دیکھی کہ شاخِ درخت سے اُڑ کر حضرت خواجہ کے دستِ مبارک پر بیٹھ گئی۔ الیٰ آخر القصہ۔

فقیر نے اُس میں طوطی کو طائرِ ہندی لکھ دیا تھا۔ آنجنابؒ نے اُس کو کاٹ کر لفظ طوطی تحریر فرما دیا۔ اور بر سبیل مطائبہ فرمایا کہ الحمد للہ تمہاری پہلی تصنیف ہمارے احوال کے ذکر میں واقع ہوئی ہے گویا ازراہِ کشف معلوم فرما لیا تھا کہ اس حقیر سے مختلف تصنیفیں واقع ہونگی۔ الحق ایسا ہی ہوا کہ بعد وفات آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتابِ کرامات دربارۂ اولیا، اثباتِ خوارق اولیا بعد موت، تصنیف کی گئی۔ اور فتوح الغیب مصنفہ حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کا فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور ایک کتاب در شرح اصطلاحات صوفیہ و اشغالِ قادریہ و نقشبندیہ میں جمع کی اور ایک کتاب سنوات الاتقیا جس میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک کے اربابِ کمال کے حالات بیان کئے گئے ہیں تالیف کی۔

چونکہ ہر چیز اپنے وقت پر موقوف ہے مسودات سیفِ احمدی حضرت قبلۂ حاجات کے زمانہ حیات ہی میں ہمراہ سامان سرقہ ہو گئے۔ اس کے فراق میں نہایت رنج و غم ہوا۔ اور طبیعت سرد ہو گئی۔

پھر ۱۰۳۹ ہجری میں آنجناب قدس سرہٗ کے مناقب کی تالیف کا خیال تازہ ہوا۔ اور اُس کا کچھ حصہ تیار بھی ہو چکا تھا۔ کہ ۱۰۴۰ ہجری میں حالت تفرقہ پیدا

ہوئی۔ اُس پریشانی ہی میں ان مسودات کو جمع کیا۔ درجات الابرار اُس کی تاریخ تالیف نکلی۔ اِن مسودات کو صاف کرنا چاہتا تھا کہ ایک سید صاحب باشندۂ مضافات نے جو کہ دس سال تک کروری حاکم سہرند میں رہ چکے تھے فقیر سے فرمائش کی کہ ایک کتاب حالات اولیا میں جمع کی جائے +

چنانچہ ۱۰۴۴ ہجری میں اس تالیف سے فراغت ہوئی۔ اور مجمع الاولیا اُس کا نام رکھا۔ ایک ہزار پانسو اولیا کے حالات اُس کتاب میں جمع کئے گئے اُس کی تاریخ تصنیف منازل الشیوخ نکلی +

اِس کے بعد پھر کتاب مناقب و مقامات کے صاف کرنے کا ارادہ پختہ ہو گیا اور کسی قدر حصہ اُس کا صاف بھی ہو چکا تھا۔ کہ حاکم مذکور نے کتاب مجمع الاولیا کے مقابلہ اور تصحیح کی درخواست کی الحق یہ کتاب گروہ صوفیہ کے کتب و رسائل کا مجموعہ ہے لیکن بعض بے دین طالب علموں نے مشاجرات صحابہ کو اُس حاکم کی خوشامد کی وجہ سے کتاب میں داخل کر کے اس کو پایۂ اعتبار سے گرا دیا +

۱۰۴۷ ہجری میں اس کے مقابلہ اور تصحیح سے نجات ملتے ہی کتاب مذکورۂ بالا کا کام شروع کر دیا اور کاموں سے وقت بچا بچا کر شب و روز تحریر مقامات میں کوشش کی۔ اور یہ خوف رہا کہ مبادا چپ و راست سے کوئی مانع پیدا نہ ہو اور اس کتاب کے کام میں سستی نہ آ جائے۔ مصرعہ

تَجْرِی الرِّیَاحُ بِمَا لَا تَشْتَہِی السُّفُنُ

ترجمہ ع کشتی کے خلاف بادِ مخالف چلنے لگتی ہے

بموجب ارشاد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہ عرفت ربی بفسخ العزائم میں نے اپنے رب کو اپنے ارادوں کے فسخ ہو جانے سے پہچانا +

بندگان شہزادۂ عالی قدر والا گہر ولیعہد علامۂ عصر سلطان محمد دارا شکوہ نے کتاب بہجۃ الاسرار (عربی زبان میں مناقب حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ میں واقع ہے۔ ترجمہ کیلئے اِس حقیر کے حوالہ کی بہ تعمیل حکم ترجمہ کیا گیا۔ اور مقامات غوث الثقلین اُس کا نام رکھا۔ اور نظر کیمیا اثر عالی سے گزرانی گئی۔ جو کہ مقبول اور پسندہ ہوئی +

اِس کے بعد پھر کتاب روضۃ النواظر کہ حضرت غوث الصمدانی میں ہے عنایت فرمائی کہ اُس کا بھی ترجمہ کر کے پیش کیا جائے۔ فقیر نے اُس کا بھی ترجمہ کیا۔ اس کے بعد تفسیر عرائس البیان تصنیف شیخ روزبہان بقلی مرحمت فرمائی کہ اس کا ترجمہ کیا جائے۔ چنانچہ ربع کتاب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کتاب حضرات القدس کی تکمیل کے بعد بقیہ ترجمہ مذکور کی کوشش کیجائیگی سُبحَانَ اللہ وبحمدہٖ خدا کا شکر و احسان ہے۔

بات محل سے بے محل کہاں سے کہاں جا پڑی مقصود یہ نہ تھا کہ مؤلفات کی بنا پر مسودات حضرات القدس کے صاف کرنے میں تاخیر واقع ہوئی۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ آنجناب کے خوارق کا بیان اور کرامتوں کی تشریح پہلے کی جائے۔ اُس کے بعد آغاز مقصد کیا جائے۔ اسپ قلم نے شب عنائی کر کے شاہراہ مقصود کو چھوڑ غیر نافذہ سے دیوار کی طرف قدم بڑھاویا نہیں نہیں قلم عنبر بن شمامہ اپنے مطلوب پر نظر جمائے ہوئے ہے۔ کوچہ غیر نافذہ سے جدا ہو کر کسی اور طرف کو نہیں چلا۔ اور سر رشتہ اصل کو ہاتھ سے نہ دے کر اصل مطلوب کی طرف متوجہ ہو کر چل رہا ہے۔ کیونکہ مقصود یہ تھا کہ آنجناب نے بعد ملاحظہ فرمانے مسودات سیر احمدی کے یہ بات بطور مطائبہ کے فرمائی تھی۔ کہ تمہاری پہلی صنعت ہمارے حالات میں واقع ہوئی ہے۔ اس میں ایک اشارہ گرامی یہ ہے کہ حقیر سے سوائے اس کتاب کے اور تصنیفات بھی وجود میں آئینگی۔ اُن تصانیف کو خامہ سحر کار نے اس موقع پر اثبات مطلوب کیلئے بطور استدلال کے بیان کیا ہے۔ اللہ اکبر۔

اِس طوالتِ کلام سے بچکر آنجناب کے بعض خوارق و کرامات کا آغاز کرتا ہوں کہ اُن کا جمع کرنا احاطۂ علم سے باہر ہے پھر صفحات کاغذ کس طرح سے اُس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ بہر حال حسب دستور ارباب تصانیف کہ احوال و مقامات کبار سلف میں سے چند سطریں اُن کی کرامات میں بھی تحریر کر دیتے ہیں۔ ہم بھی اُن کے طریق پر چلتے ہیں۔ اور حضرت کے تصرفات و کرامات بے پایان ہیں سے کچھ تھوڑے سے زبان قلم سے نکالتے ہیں۔ ہر چند کہ آپ کا ہدایت و ارشاد کا گاؤں در گاؤں اور شہر بشہر پھیلانا اور رشد و صلاح کا تمام عالم میں سرایت کرانا اور تقویٰ اور فلاح کا سارے جہان کو محیط ہونا اور اُن دقائق اور حقائق کا اظہار فرمانا کہ اولیاء سابقین کے قلم اُن کی حماثل تحریرات سے قاصر رہے۔ اور بطون اسرار کا ظاہر فرمانا کہ متقدمین کی زبانیں اُس کی تقریر سے عاجز

رہیں۔ اور خواص و عوام کا آپ کو مقبولِ نظر کر لینا۔ اور ارباب ارادات میں آپ کا تصرف فرمانا آپ کی سب سے بڑی کرامت ہے +

فائدہ۔ آنجناب قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ خوارق کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اوّل ظہورِ علوم و معارفِ الٰہیہ کہ ذات و صفات و افعال واجب تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ یہ کرامت طریقہ نظر اور عقل سے الگ اور خلاف عادت جاریہ ہے کہ اپنے اپنے خاص خاص بندوں کو اس سے ممتاز کیا ہے اور اہلِ حق و ارباب معرفت سے اس کو مخصوص کیا ہے +

قسم دوم جو کہ عالم کون سے متعلق ہے اور اصحاب حق و باطل میں مشترک ہے کہ اہل استدراج کو بھی قسم دوم حاصل ہے قسم اوّل اللہ تعالےٰ کے پاس معظم و مکرم ہے اپنے اولیا کو اس سے مخصوص کیا ہے۔ اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں فرمایا قسم دوم عوام میں معتبر اور اُن کی نظروں میں معزز و محترم ہے اگر اہل استدراج سے ایسی چیزیں ظاہر ہوں تو اُن کی پرستش کرنے لگ جاتے ہیں اور قسم اول کو خوارق میں شمار نہیں کرتے ہیں۔ اُن کی بے عقلی دیکھو کہ وہ علم احوال مخلوقات حاضر یا غائب سے تعلق رکھتا ہو اس میں کونسی شرافت ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ جہل سے بدل لیا جائے تاکہ خلق اور اُس کے حالات سے نسیان حاصل ہو۔ حضرت معرفت اللہ تعالےٰ ہی شرافت و کرامت کے لائق اور احترام و اعزاز کی مستحق ہے

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

ترجمہ۔ پری کا چہرہ تو چھپا ہوا ہے اور دیو کرشمہ اور ناز میں ہے۔ عقل میری حیرت سے جل اٹھی کہ یہ کیا تعجب انگیز معاملہ ہے +

اسی لئے متقدمین اولیاء اللہ سے مثل جنید بغدادی قدس سرہٗ کی تابہ دو تین کرامتیں نقل کی گئی ہیں +

اللہ تعالےٰ نے اپنے کلیمؑ کے حال سے خبر دی ہے کہ وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ یعنی حضرت کلیم اللہ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کل نو آیتیں عنایت ہوئی تھیں +

کثرتِ خوارق دلیلِ فضیلت نہیں۔ اور قلتِ کرامات علامت نقص نہیں ہے۔ ظہورِ خوارق داخلِ ماہیتِ ولایت نہیں ہے۔ صرف لازم ولایت ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کرامات اس سے صادر ہوتی ہیں۔ اور اُس کو خبر تک نہیں ہوتی ہے۔

قدس سرہٗ۔ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ الہامی علم اور عرفان مقبولیت کی بڑی علامتوں اور بلند کرامتوں میں سے ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ معجزہ قرآنی سب معجزوں سے اقویٰ اور باقی رہنے والا ہوا۔

قدس سرہٗ۔ اربابِ ارشاد کے لئے یہ کرامت ضروری ہے کہ مریدانِ رشید کو ایک عالم سے دوسرے عالم میں لیجائے۔ اور ایک حال سے دوسرے حال پر اُس کا گذر کرائے سعادتمند مرید ہر دم اپنے پیر سے کرامات و خوارق عادات کا مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور اپنے میں اُس کے آثار تصرفات کا معائنہ کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کے لئے ضروری نہیں ہے کہ عامہ خلق اللہ پر اظہار خوارق کریں۔ بلکہ معاملہ ولایت پوشیدہ رکھنے کے لائق ہے حدیث قدسی اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُہُمْ غَیْرِیْ میرے اولیا میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں۔ کوئی اُن کو میرے سوا نہیں پہچان سکتا" اس پر شاہد عادل ہے۔

کہا گیا ہے کہ عُقُوْبَۃُ الْاَنْبِیَاءِ حَبْسُ الْوَحْیِ وَعُقُوْبَۃُ الْاَوْلِیَاءِ اِظْہَارُ الْکَرَامَاتِ وَعُقُوْبَۃُ الْمُؤْمِنِیْنَ التَّقْصِیْرُ فِی الطَّاعَاتِ۔ انبیاء پر عقوبت حبسِ وحی ہے اور اولیاء پر عقوبت اظہارِ کرامات ہے۔ اور مومنین پر عقوبت اُن کی عبادت میں کمی آجانا ہے۔

قدس سرہٗ۔ زمانہ قربِ قیامت جتنا نزدیک ہے اُسی قدر ضعفِ دین بھی زیادہ ہے۔ پس وہ کرامتیں جو رواجِ دین کے لئے مفید تھیں کم ہوگئیں۔ اور اولیاء اللہ ان امور کے صدور کے مامور نہیں رہے۔ اور چونکہ ہزار سال حضرت سید کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رحلت فرما کر گذر گئے ہیں۔ اور اس مدت کو تغیر امورِ دین اور ضعفِ ملتِ متین میں پورا پورا دخل ہے۔ اس لئے اولیاءِ عشرت بھی ماندادیا عزلت کے اظہار خوارق سے روک دئے گئے ہیں۔ کہ ظہور خوارق اسم الھادی کا مقتضا ہے۔ کہ ارشاد و ہدایتِ خلق اللہ سے متعلق ہے۔ اور آخر زمانہ مقتضی اسم

اَلْمُضِلُّ کا ہے۔ کہ بدعت اور گمراہی سے وابستہ ہے۔

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّ بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ فِتَنًا کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ یُصْبِحُ الرَّجُلُ فِیْہَا مُؤْمِنًا وَّیُمْسِیْ کَافِرًا وَّیُمْسِیْ مُؤْمِنًا وَّیُصْبِحُ کَافِرًا قیامت کے قریب ایسے فتنے ہونگے جیسے اندھیری رات کا ٹکڑا۔ پس صبح کو جو مرد مومن ہوگا وہ شام تک کافر ہو جائیگا۔ اور جو شخص شام کو مومن تھا وہ صبح تک کافر ہو جائیگا۔

قدس سرہ۔ نیز آنجناب رضی اللہ عنہ نے بعض مکاتیب میں اس طرح نگارش فرمایا ہے۔ کہ اولیا متقدمین اور متاخرین ہر ایک سے ہر زمانہ میں کرامتوں کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ خواہ مخالف اُس کو جانے یا نہ جانے ع

خورشید نہ مجرم از کسے پنہاں نیست

شائخ کی اکثر کرامات کو مریدان خاص اور ہمنشینان مجلس اختصاص دیکھتے ہیں اور زمانہ دراز کے بعد زبانوں کی تقریر اور قلموں کی تحریر کے ذرائع سے لوگوں میں شہرت پاتی ہیں۔

قدس سرہ۔ فرماتے ہیں کہ اس نعمت عظمےٰ کا حصول یعنی طالبانِ طریق کا ابتدائے تعلیم میں ذکر سے دل کا گویا ہو جانا اور جذبہ کا حاصل ہو جانا۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ہی برکات میں سے ہے۔ اگرچہ کابرِ سابقین کا بھی یہی معمول تھا۔ مگر ابتدائے تعلیم میں کسی کو اتنی عمومیت حاصل نہ تھی۔

ایک روز میں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے پوچھا کہ شروع تعلیم میں عام طور سے اس کمال کے حصول کا راز کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ بمقابلہ زمانہ سابق کے زمانۂ حال میں اہل ارادت کی طلب اور ہمت میں نقصان اور فتور کثیر پھیل گیا ہے۔ اور نقاصہ طلبہ میں کمی آگئی۔ اس لئے شفقت کا تقاضا یہ ہوا کہ بغیر مجاہدہ اور سعی کے اُن کو مقصود کی رہنمائی کر دیجائے۔ تاکہ اُن کی برودت حرارت سے مبدل ہو۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے۔

قدس سرہ۔ فرماتے تھے کہ اللہ تعالےٰ کی کمال عنایت مجھ کمترین کے حق میں یہ ہے کہ کوئی کوچہ اس رستہ کا باقی نہ رہا۔ جس پر کہ اس فقیر کا عبور نہ کرایا گیا ہو۔

جس مرید نے اپنی استعداد کے موافق جس سلوک کے طے کرنے کی خواہش کی۔ مجھ پر وہی طریق واکیا گیا۔ اور اس کو اُسی طریق میں مرتبۂ کمال و تکمیل پر مَیں نے پہنچا دیا۔

قدس سرہٗ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت بے غایت سے اس درویش کو اتنی قوت بخشی ہے۔ کہ اگر اس سوکھی ہوئی لکڑی پر اپنی ہمت صرف کروں تو ایک عالم اس سے منور ہو جائیگا۔ مگر اس آخر زمانہ میں اس کی مرضیٔ اقدس اُس ہمت کے اظہار کے لئے نہیں پاتا ہوں۔

قدس سرہٗ۔ مولانا یوسفؒ ایک عالم علمارِ وقت سے تھے۔ اور حضرت خواجہؒ نے اُن کی تربیت آنجنابؒ کے حوالہ فرمائی تھی۔ اثناء سلوک میں جذبہ نے اُن کو گھیر لیا۔ اور وقت نزاع کا تھا۔ کہ آنجنابؓ اُن کے پاس آئے۔ اور ان کا سلوک پورا کرنے کے لئے توجہ فرمائی اور اپنی توجہ کی مولانا کو اطلاع فرمائی۔ اور ہر ساعت اُن سے حال دریافت فرماتے تھے۔ اور مولانا اپنی ترقیات و تلقیات کہ توجہ آنجناب سے حاصل ہو رہی تھی۔ عرض کرتے تھے یہاں تک کہ انکا کام اپنے تصرف سے پورا فرما دیا۔ اور اُنہوں نے بھی اپنے حصول کمال اور اتمام سلوک کی خبر دی۔ اور اسی وقت راہیٔ عالم قدس ہو گئے۔ مجھے فخر ہے قوتِ تصرف پر کہ برسوں کا کام آنِ واحد میں پورا کر گئی۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست ترجمہ ع کریموں پر نہیں کچھ کام دشوار

ے یک لحظ عنایتِ تو اے بندہ نواز
بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

ترجمہ ے ایک لحظہ آپ کی عنایت اے بندہ نواز، ہزار سال کی تسبیح اور نماز سے بہتر ہے۔

کرامت ایک درویش صاحبِ وجد و حال نے بیان کیا ہے کہ آنجنابؓ کے مناقب و مآثر جب عالم اور عالمیان میں مشہور ہوئے۔ اور پھیل گئے۔ تو مَیں نے آنجنابؓ کے دیدار فائض الانوار کے لئے سہرند کا قصد کیا۔ ربع شب گذری تھی کہ مَیں داخلِ شہر ہوا۔ اور ایک مسجد میں فروکش ہوا۔ ہمسایہ مسجد مجھ کو اپنے گھر لے گیا۔ اور مہربانی کی

اثنائے کلام میں اُس سے آپ کے حالات دریافت کئے اُس نے طعن کی باتیں کیں۔ مَیں رنجیدہ ہوا۔ اور باطن میں آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ دیکھا کہ آپ ایک ہنسلوا ہاتھ میں لئے ہوئے ظاہر ہوئے۔ اور آپ نے اُس طعنہ گو منکر کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور پھر واپس چلے گئے۔ مجھ پر اس مشاہدہ سے دہشتِ عظیم غالب ہوئی اور مضطرب ہو کر آپؒ کے پیچھے پیچھے باہر کو دوڑا مگر آپ کو نہ پایا۔

صبح مَیں آنجنابؒ کی صحبت سے مشرف ہوا۔ رعشہ اور خوف اُسی طرح مجھ پر چھایا ہُوا تھا حضرتؒ نے مجھ کو آغوش میں لے لیا اور مُسکرا کر کان میں فرمایا کہ رات کا واقعہ دن میں ذکر نہیں کرتے ہیں۔ اس کے بعد مَیں اُس محلہ میں گیا دیکھا کہ ایک شور برپا ہے کہ فلاں شخص کو کوئی مار گیا ہے۔

تصرّف ایک درویش نے کہ آثار جذبہ و علامات آزادی اور وارستگی کے اُس میں پیدا تھیں۔ بیان کیا۔ کہ مَیں بنگالے سے اکبرآباد آیا تھا اور آنجنابؒ اُس شہر میں تشریف فرما تھے ایک رات مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تعلیم ذکر کی درخواست کی۔ حضرتؒ نے اجازت دی اور تلقین فرمائی۔ اِسی اثنا میں مجھ پر ایسا تصرّف فرمایا جس سے ایسی حالت غالب ہوئی۔ کہ اُسی رات کو دیوانہ وار وہاں سے نکلا۔ اور جانبِ دشت روانہ ہوگیا اور مدتوں کوہ و بیابان میں پھرتا رہا۔ اپنے سونے اور کھانے اور سکون و آرام کی مجھے خبر نہ تھی۔ مَیں کیا کہوں کہ اس اثنا میں مَیں نے کیا کیا دیکھا اور کیا کیا حاصل کیا۔

تصرّف ایک سید صاحب نے جو بظاہر تاجر اور معنی ولی کامل تھے نقل کیا کہ مَیں اکثر مشائخ وقت کی خدمت میں گیا اور ہر ایک سے ذکر و مراقبہ حاصل کیا۔ شدہ شدہ سرہند پہنچا اور آستانۂ عرش نشان آنجناب قدس سرہٗ پر حاضر ہوا اور موردِ عنایت و الطاف بنا۔ مَیں نے آپؒ سے طلبِ راہِ خدا کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ذکر تم کو دیا جائیگا۔ مَیں نے تنگ دلی کے ساتھ عرض کیا کہ مَیں نے صورت اذکار اکثر مشائخین سے حاصل کی ہے۔ مگر اُس کے ثمرات و برکات کی اُمید آپ کی بارگاہ سے ہے۔ پس حضرتؒ تھوڑی دیر تک مراقب ہوئے اور توجہ خاص سے سرفرازی فرمائی۔ استغراق و سکر اور عظیم بدہوشی نے مجھ پر غلبہ کیا جس سے صبح

تک مجھے اپنی خبر نہ رہی۔ علی الصباح جب مجھ کو افاقہ ہوا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ترک و تجرید کی آپ سے تمنا ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ تجارت میں حصول القمۂ حلال اور نفقۂ عیال ہے۔ اس مت چھوڑو جو کچھ تم کو پہنچا ہے اُسے مضبوط پکڑو۔ اور یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ۔ ایسے بھی مردانِ خدا ہیں جن کو تجارت اور بیع خدا کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی۔ پھر مجھ کو رخصت فرما دیا +

کرامت۔ ایک سید صحیح النسب سعادتمند نے کہ حضرت کے تصرف کی برکت سے طبقات ارض و سما اُن پر کھل گئے تھے۔ اور احوالِ نادرہ رونما ہوا کرتے تھے بیان کیا کہ ایک روز مجھ کو یہ خیال گذرا کہ آج کل آنجناب سے کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ بمجرد اس خیال کے مَیں نے اپنے احوال میں کمی پائی۔ تو مَیں فوراً سمجھ گیا کہ یہ قبض اسی خیال بد کا نتیجہ ہے۔ پس معافیٔ گناہ کے لئے دستار گردن میں ڈال کر حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ اور گریہ و زاری شروع کی۔ مگر اُس خیال کو چھپاتے رہا۔ اور زبان پر نہ لایا۔ حضرت نے ایک لمحہ کے بعد سر اُٹھایا۔ اور فرمایا کہ تم نے مجھ سے کرامت طلب کی تھی۔ اور یہ خطرہ فلاں کی صحبت سے پیدا ہوا تھا۔ آپ نے یہ فرما کے اُس شخص کا نام بھی بتا دیا جس کی صحبت میں یہ بُرا خطرہ پیدا ہوا تھا +

کرامت۔ ایک مرتبہ زمانہ مرض میں حضرت پر ضعف کا غلبہ ہوا اور تناول فرمانے کے لئے دس پندرہ دانے منقے کے آپ نے طلب فرمائے۔ خادم نے حاضر کئے۔ حضرت نے مراقبہ فرمایا کہ ان دانوں کا کھانا مفید ہوگا یا نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہوئے اور فرمایا کہ عجیب چیز ظاہر ہوئی۔ ان تمام دانوں نے مناجات اور دعا کی کہ خداوندا تیرے دوست نے تناول کرنے کیلئے ہم کو منگوایا ہے تاثیر نفع اور صحت ہم میں عطا فرما۔ کہ جو شخص ایک دانہ ہم میں کا کھائے اُس کا ہر مرض صحت سے مبدل ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ دعا قبول فرمائی۔ یہ واقعہ بخوبی محسوس و مشہود ہوا ہے۔ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ پھر چند دانے اُس کے آنجناب نے تناول فرمائے۔ فوراً آپ کی بیماری صحت سے مبدل ہو گئی۔ اور جس بیمار نے ایک دانہ بھی اُن میں کا کھایا تو اپنی مرض سے درجۂ صحت

پر چلا گیا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کاش اُن دانوں کی مقدار زیادہ ہوتی۔ تا کہ جماعتِ کثیر اُس سے صحت حاصل کر سکتی +

کرامت۔ ایک سید صاحب صحیح النسب حضرت کے قدیم مریدوں میں سے نقل کرتے تھے۔ کہ آنجناب قدس سرہٗ کے برادر حقیقی بلدہ سرونج میں مقیم تھے حضرت نے اُن کو بلانے کے لئے ایک خط تحریر فرمایا۔ اور مجھ کو دیا کہ تم خود جاؤ اور اُن کو بلا کر لے آؤ۔ بہ تعمیل حکم عالی میں نے سفر کا ارادہ کیا۔ حضرت نے فاتحہ رخصت پڑھکر فرمایا کہ راستہ میں لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ کثرت سے پڑھا کرو۔ تمہارے سلامت رہو گے اور کسی ضرورت سے عاجز نہ ہو گے اور جب تم کو کوئی مشکل پیش آئے تو ہم کو یاد کرنا میں آپ کے قدموں پر بوسہ دیکر روانہ ہو گیا +

راستہ میں ایک جماعت میرے ساتھ رفیق سفر ہو گئی۔ جب سرونج دو تین منزل باقی رہ گیا۔ تو ایک صحرائے وحشتناک پیش آیا۔ گھانس اُس میں قدِ آدم کے برابر تھی۔ میں اُس میں قضا حاجت کیلئے گیا۔ اور تمام ساتھی بھی وہاں کھڑے ہو گئے۔ طہارت کے بعد میں نے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو ادا کی۔ اِس اثناء میں گھانس میں ایک جنبش پیدا ہوئی۔ اور ایک شیر غرندہ نکلا۔ اور میرے سامنے کھڑا ہو گیا میں نے فوراً حضرت کو یاد کیا اور کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو ہم کو یاد کرنا۔ اَب وقتِ مدد ہے مجھے اس شیر کے پنجہ سے رہائی دیجئے +

ابھی یہ کلمات ختم نہیں ہوئے تھے کہ آنجناب ظاہر ہوئے اور شیر کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ فوراً شیر وہاں سے بھاگ نکلا۔ میں نے دوبارہ دیکھا تو آپ میری نظر سے غائب ہو گئے۔ میرے رفیقوں نے بھی اس معاملہ کو معائنہ کیا۔ اور کہا کہ یہ کون بزرگ تھے جنہوں نے تمہاری امداد کی۔ میں نے حضرت کا نام لیا سب بجان و دل معتقد ہو گئے +

کرامت۔ ایک معتبر سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت سے سُنا تھا کہ بتوں اور بت پرستوں کی جس قدر مسلمان سے توہین ہو سکے اُس میں کوتاہی نہ کرنا چاہئے۔ اس سے غازی فی سبیل اللہ کا اجر ملتا ہے +

میں دو تین درویشوں کے ہمراہ اطراف ملکِ دکن کے ایک صحرا میں گیا وہاں

ایک بت خانہ نظر آیا کہ کوئی شخص اس کے اطراف میں نہ تھا مجھے خیال آیا کہ آپ کی نصیحت کے بموجب اس بت خانہ کو اکھاڑ ڈالنا چاہیئے۔ پس میں وہاں گیا اور بت کو توڑ ڈالا۔ اور بت خانہ کے گرانے کا قصد مصمم کیا۔ اور اس کی بعض دیواروں کو گرا دیا تھا۔ کہ تقریبًا ایک ہزار بت پرست چوب و سنگ و تیر و تفنگ لیئے ہوئے ظاہر ہوئے۔ مجھ پر اور میرے دوستوں پر دہشت نے غلبہ کیا۔ اور فرار کی کوئی صورت نہ تھی۔ بجز اس کے کہ قتل ہو جائیں ؛

اتنے میں دل نے حضرت قدس سرہ کی طرف رجوع کیا اور گریہ زاری کے ساتھ حضرت کو حاضر تصور کر کے عرض کیا کہ اے دین کے بزرگ آپکی نصیحت پر بھروسہ کر کے میں نے یہ کام کیا ہے۔ آپ ان کفار اشرار کے شر سے ہم کو رہائی دیجئے اسی فریاد میں حضرت کی آواز میرے کانوں میں آئی کہ اطمینان رکھو تمہاری اعانت کیلئے ایک لشکر اسلام بھیج رہا ہوں۔ میں نے دوستوں کو اس معاملہ کی خبر دی کفار نگونسار قریب پہنچ گئے تھے۔ ایک تیر کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ ایک بلند مقام سے چالیس سوار ظاہر ہوئے۔ اور تیزی کے ساتھ گھوڑوں کو تازیانے مارتے ہوئے پہنچے۔ اور کافروں کی جماعت پر حملہ کر دیا۔ اور ہم کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ اور جب کفار نظروں سے غائب ہو گئے تو ہم کو رخصت کر دیا ؛

کرامت ایک مرتبہ آنحضرت نے بقصد سیر و تفریح دشت و بیابان کی جانب توجہ فرمائی۔ اثناء راہ میں ہوا کی گرمی اور راستہ کا گرد و غبار بے اندازہ تھا۔ پس تشنگی اور گرمی و ماندگی نے آپ کے ہمراہیوں پر کہ رکاب سعادت میں پیادہ پا دوڑ رہے تھے غلبہ کیا۔ حضرت کے جلال و عظمت کی وجہ سے جو تمام قلوب پر متمکن تھا وہ آپ سے عرض حال کرنے کی دلیری نہ کر سکے۔ یہ خطرات اُن کے دلوں میں جاری تھے۔ کہ حضرت نے مولانا یوسف سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ اُن کی وفات کی کیفیت عنقریب بیان کی جائیگی۔ مخاطب ہو کر فرمایا کہ آفتاب کی گرمی شدید ہے اور غبار الگ دوستوں کو تکلیف دے رہا ہے مولانا نے عرض کیا کہ سارا حال حضرت پر خود منکشف ہے۔ فقرا کے عرض کرنے کی کیا حاجت۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور گوشۂ چشم حق بین آسمان کی طرف کر کے کچھ منہ کا منہ میں پڑھا۔ چند قدم نہ چلے تھے کہ ایک ابر کا ٹکڑا نمودار ہوا

اور حضرت پر اور آپ کے اصحاب پر سایہ کر لیا۔ اور صرف اسی قدر بارش ہوئی۔ کہ گرد و غبار کے دفع کرنے کیلئے جتنی کی ضرورت تھی۔ بادِ شمال نہایت اعتدال کے ساتھ چلنے لگی کہ سب راستہ کی کوفت اور ہوا کی گرمی اور گرد و غبار کی تکلیف دفع ہو گئی۔ حالانکہ ابر و باران کا موسم بھی نہ تھا +

کرامت۔ ایک سید صاحب نے بیان کیا ہے۔ کہ مجھے ان لوگوں سے جو حضرت علیؓ سے لڑے تھے۔ خصوصاً حضرت معاویہ سے بہت نفرت تھی۔ ایک رات حضرت کے مکتوبات قدسی آیات کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اُس میں آپ کی ایک تحریر یہ نظر آئی کہ امام مالک رضی اللہ عنہ حضرت معاویہؓ کو بُرا کہنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بُرا کہنے کے برابر ہے۔ میں اس نقل کے دیکھتے ہی آپ سے آزردہ ہو گیا۔ اور آپؒ کے مکتوبات کو زمین پر ڈال دیا۔ اور سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ آپ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ہیں۔ اور میرے دونو کان پکڑ کر فرما رہے ہیں۔ کہ اے طفلِ نادان ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے۔ اور ہمارے کلام کو زمین پر ڈال دیا۔ اگر میری اس تحریر کا تجھے اعتبار نہیں ہے۔ تو میں تجھ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس لے چلتا ہوں۔ آپ اسی طرح کشاں کشاں مجھ کو ایک باغ میں لے گئے۔ وہاں ایک عمارت عالیشان تھی۔ ایک بزرگ اُس میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے اُن بزرگ کے سامنے تواضع فرمائی۔ اور اُنہوں نے بشاشت کے ساتھ آپ کو لیا۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اس وقت حضرت امیر تشریف فرما ہیں سُنو کیا فرماتے ہیں میں نے سلام کیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار ہزار بار خبردار اصحاب سید ابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہر گز کدورت مت رکھو۔ اور اُن کے عیوب بھی مت بیان کرو کہ ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی کہ کونسی حقانی نیتوں نے ہم میں اور اُن میں جھگڑا ڈالا۔ پھر حضرت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اِن کے کلام کا بھی انکار نہ کرو +

راوی بیان کرتا ہے کہ باوجود اِس نصیحت کے میرا دل کدورت سے پاک نہ ہوا تھا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے آپ کو حکم دیا کہ بہت زور سے ایک تھپڑ میری گدی پر ماریں۔ اُس وقت میں نے اپنے دل کو اُس کدورت سے صاف پایا۔ اور آپ کے اور آپ کے کلام کی نسبت اعتقادِ کامل حاصل ہوا +

کرامت ۔غفران پناہ حاجی عبد الحق دہلوی علیہ الرحمۃ سے جو کہ علامۂ علماء ہند اور صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے ۔مروی ہے کہ ایک عالم کی مجلس میں میں شریک تھا۔ اثنائے کلام میں حضرت کا تذکرہ شروع ہوا۔ اُس عالم نے اعتراضات شروع کیے ۔میں نے کہا کہ میں اُن کی صحبت میں ایک زمانہ بسر کر چکا ہوں۔ اور اور مشائخ کی صحبتیں بھی حاصل کیں ۔مگر آپ کا سا صفاء وقت اور اتباع نبوی اور کسی میں نہیں دیکھا گیا۔ اور نہ سُنا گیا ۔اُس عالم نے دُور دراز کی باتیں شروع کیں میں نے کہا کہ آؤ نیا وضو کریں اور قرآن مجید کھولیں جو آیۂ کریمہ نکلے گی اُن کے حسنات کی بابت بطور فال کے جانیں گے۔ اُس عالم نے بھی اس بات کو تسلیم کیا پس ہم نے وضو جدید کیا۔ اور دوگانہ ادا کیا۔ اور عالم مذکور نے قرآن مجید خضوع و خشوع کے ساتھ کھولا تو یہ آیت کریمہ نکلی۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اُس کو حیرت ہوئی اور اپنی گفت گو پر نادم ہوا ۔اور میں نے شکرِ جہان آفرین ادا کیا۔

کرامت ۔ایک امیر نے جو حضرت کے مریدوں میں سے تھا ایک روز یہ سُنا کہ آپ بادشاہ کے وزیر کے گھر تشریف لیگئے ہیں وہ یہ سُنکر بہت دل تنگ ہوا اور اُس نے کہا کہ آپ کو دنیا داروں کے گھر جانے کی کیا ضرورت تھی ۔اُس وقت وہاں ایک درویش صاحب جو آنجناب کے مخلصوں میں سے تھے ۔موجود تھے۔ اُنھوں نے کہا کہ حضرت کسی مسلمان کی حاجت روائی یا رواج دین کیلئے تشریف لے گئے ہونگے اولیاء اللہ پر اعتراض کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اُس امیر نے اُسی رات خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت رجال الغیب کی آئی اور اُس امیر کو مجرموں کی طرح کھینچ لے گئی۔ اور چھری نکال کر اُس کی زبان کاٹنی چاہی اور کہا کہ کیوں تو نے حضرت پر اعتراض کیا۔ اُس نے بہت کچھ توبہ و استغفار کی تب کہیں اُس کو معاف کیا گیا۔ پھر کبھی اُس نے حضرت پر اعتراض نہ کیا۔ اور اعتقاد و اخلاص اُس کا کامل ہوا۔

کرامت ۔حضرت کے ابتدائی زمانہ میں کہ آپ کی شہرت آغاز نہ ہوئی تھی ایک چور کے مکان میں چوری ہوئی ۔کوتوال نے آدمیوں کو بھیجا کہ اس مکان کے ہمسائے

کے لوگوں کو پکڑ کر لائیں۔ وہ ناخدا ترس آئے۔ اور حضرت سے کہا کہ آپ کو کوتوال بلا رہا ہے۔ حضرت اُسی وقت گھر سے باہر نکلے تھے۔ اور اصحاب حاضر نہ تھے۔ آپ کوتوال کے پیادوں کے ہمراہ پیدل تشریف لے گئے۔ کوتوال نے حضرت کو دیکھا تو تھر تھرانے لگا۔ اور فوراً آپ کو رخصت کر دیا۔ مگر تیر نشانہ سے نکل گیا تھا۔ اُسی روز یا دوسرے روز کوتوال کی شہر کے لوگوں سے جنگ ہوئی۔ غیب سے ایک آگ اُس کے گھر پر گری اور کوتوال بھائیوں اور لڑکوں سمیت جو اُس گھر میں تھے ایسا جل گیا کہ صفحۂ روزگار پر اُن کا نام و نشان باقی نہ رہا +

کرامت۔ ایک امیر زادے کو سلطانِ وقت نے لاہور سے اس خیال سے طلب کیا کہ آتے کے ساتھ ہی اُس کو بوجہ اُس کے خطا کے ہاتھی کے پاؤں کے نیچے ڈال دیا جائے۔ وہ امیر زادہ جب سرہند پہنچا۔ تو حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عجز و نیاز سے آستانہ عرش نشان پر اُس نے سر جھکایا۔ اور اپنی جان بخشی کے لئے التماس کیا۔ حضرت تھوڑی دیر مراقب رہے اور ارشاد فرمایا کہ اطمینان رکھو بادشاہ سے کچھ تکلیف تم کو نہ پہنچے گی بلکہ انواع الطافِ شاہانہ سے سرفرازی پاؤ گے۔ اُس نے حالت اضطرار میں عرض کیا۔ کہ حضرت ایک نوشتہ لکھ دیں تا کہ خاطرِ حزین تسلی پائے۔ حضرت نے اُسکی اطمینان خاطر کے لئے کاغذ پر لکھ دیا کہ فلاں امیر زادہ نے خوف غضب سلطانی سے فقرا کی خدمت میں رجوع کیا ہے اور فقرا نے اس کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اس مہلکہ سے اُس کو رہائی دے دی ہے چند روز کے بعد کچھ لوگوں نے خبر دی کہ بادشاہ اُس پر غصہ ہوا اور ایسی ایسی تکلیفیں اُس کو پہنچیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہماری نظر میں صبح روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ لطف و مرحمت شاہانہ اُس پر نازل ہو رہے ہیں۔ اور اُس خبر میں شائبہ صدق کا نہیں ہے۔ دو تین روز کے بعد مطابق ارشاد گرامی لگاتار خبریں آئیں کہ بادشاہ امیر زادہ کو دیکھتے ہی مُسکرایا اور چند کلمے نصیحت کے اُس سے کہے اور بالطافِ خسروانہ خلعتِ خاص عطا کیا۔ اور خدمت مقررہ پر روانہ کر دیا +

کرامت۔ ایک درویش آپکے مخلصوں میں سے ملتان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میری اہلیہ حضرت کی مخلصہ ہے اور چند سال سے

مختلف امراض میں مبتلا ہے۔ اطبا اُس کے علاج سے عاجز آگئے ہیں۔ اب صرف حضرت سے توجہ کی اُمید ہے۔ فرمایا کہ فاتحہ اُس کی شفا کے لئے پڑھو۔ اُس نے نہایت تضرع سے درخواست کی کہ حضرت اُس کو اپنے ضمن میں لے لیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔ درویش نے عرض کیا۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

جب اُس کی التجا و تضرع درجۂ کمال کو پہنچ گئی تو فرمایا کہ مطمئن رہو۔ ہم نے اُس کو اپنے ضمن میں لے لیا۔ درویش رخصت ہو کر وطن چلا گیا اور وہاں سے ایک عرضی لکھی کہ "جس دن کہ حضرت نے میری اہلیہ کو اپنے ضمن میں لیا ہے۔ اُسی دن اُس کو صحت کامل حاصل ہو گئی" حضرت نے اُس کو پڑھ کر فرمایا کہ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

کرامت ایک دولتمند کو کہ اس خاندان عالی شان کا بزرگ زادہ تھا اور اُس کی والدہ کسی بادشاہ کی اولاد میں سے تھی۔ مرض قولنج عارض ہوا اور ایک مدت تک رہا۔ اطبا حاذق کے معالجات سے کچھ آرام نہ ہوا۔ زندگی کی امید سے ہاتھ دھو کر حضرت کے ایک مخلص کے توسط سے آنجناب کی خدمت میں عرض کرایا حضرت نے بوقت سحر اُس کے حال پر توجہ کی اور صبح کو اپنے اس مخلص سے فرمایا کہ جاؤ اور اس عزیز کو صحت کی بشارت دو۔ وہ حسب الحکم اُس کے پاس گئے۔ اور دیکھا کہ مریض اپنے بستر پر پڑا ہوا ہے۔ اُس سے کہا کہ تم کو صحت ہو چکی اب کیوں لیٹے ہو۔ مریض نے کہا کہ اصل بات کیا ہے انہوں نے جواب دیا کہ کل آنجناب رضؓ نے نوید صحت تم کو دی ہے۔ وہ اُسی وقت اُٹھا اور اُس نے بیماری کا اپنے اندر بالکل اثر نہ پایا +

کرامت۔ مولانا محمد امین کہ ابتدا میں خواجہ سورتی کے مرید تھے۔ مرض شدید میں مبتلا ہوئے۔ کہ دعا اور دوا نے اثر کرنا چھوڑ دیا۔ ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیجا اور بصد نیاز و انکسار ایک عرض داشت ارسال کر کے توجہ فرمائی کے لئے التماس کی۔ اور کچھ کپڑا تبرکاً طلب کیا۔ حضرت کو اُن پر رحم آیا۔ عریضہ کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ضعف کی شدت سے اندیشہ نہ کرو۔ ہمارا دل تمہاری طرف سے مطمئن ہے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور صحت پاؤ گے۔ فقیر کا کپڑا تم نے طلب کیا تھا

اس لئے ایک پیراہن بھیجا جاتا ہے۔ پہنو اور اس کے نتائج و ثمرات کے امیدوار رہو کہ کثیر البرکت ہے بیت

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ ایست　　　واں کہ دیدش نقد خود مردانہ ایست

جو شخص کسی قصہ کو بطور کہانی کے پڑھ کر چھوڑ دیتا ہے وہ اس کے لئے قصہ اور کہانی ہے اور اگر کوئی شخص اس سے اپنے لئے کچھ نتیجہ نکالتا ہے۔ وہ جوانمرد ہے +

مولانا نے پیراہن پہنا اور برسوں کی بیماری سے فوراً رہائی پائی۔ اور مرید صادق عقیدہ بنے اور تمام عمر جمعیت اور استقامت سے حضرت کی خدمت میں بسر کی اور حضرت کے فیوض و برکات سے بہرہ حاصل کیا۔ اور اصحاب خاص میں داخل ہوئے اور میرا خیال ہے کہ اجازت تعلیم طریقہ بھی حضرت ہی سے لی تھی +

کرامت آنجناب کے مخلص ایک دولتمند نے بیان کیا ہے کہ میں کسی ضروری کام کیلئے لاہور سے بقصد اکبرآباد روانہ ہوا۔ سرہند میں حضرت کی خدمت میں گیا۔ اسی زمانہ میں ایک مرض نے گھیرا خیال ہوا کہ چند روز سفر موقوف کر کے یہیں مقیم رہوں حضرت نے فرمایا کہ جاؤ سب خیریت رہیگی۔ کہ کار ضروری درپیش ہے اسی وقت ساری بیماری جاتی رہی۔ میں روانہ ہوا اور تین روز تک تندرست رہا۔ چوتھے روز پھر مرض نے عود کیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ حضرت نے کہا تھا کہ جاؤ خیریت ہے اور اب بخار غلبہ کر رہا ہے۔ جو باعث تعجب ہے +

اسی اثنا میں حضرت تشریف فرما ہوئے۔ اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھو میں نے تمہارا مرض نکال لیا ہے اٹھو اور رستہ طے کرو۔ اسی وقت آثار ضعف جاتے رہے اور تمام و کمال صحت حاصل ہو گئی +

کرامت - نواب خان خاناں مرحوم صوبیدار دکن تھے اور اس پر مامور تھے کہ ممالک دکن تصرف و تملک میں لائیں۔ ایک مدت دراز یونہی گذر گئی معتمدان سلطنت نے عرض سلطانی میں پہنچایا۔ کہ خان خانان نے پوشیدہ غنیم سے صلح کر لیا ہے۔ اور بظاہر جنگ میں مشغول ہے پادشاہ نے فوراً خان خاناں کو معزول کر دیا اور خطرہ اس امر کا ہوا کہ کہیں قتل نہ کرا دے +

خان موصوف خدمت میر محمد نعمان خلیفہ آنجناب میں کہ برہان پور میں مقیم تھے۔

وسیلہ جو ہوا۔ میر صاحب موصوف نے آنجناب رضی کی خدمت میں عاجزی اور التجا کے ساتھ اِس بارہ میں عرض کیا۔ حضرت نے بعد ملاحظہ فرمانے میر صاحب موصوف کے خط کے قلمدان طلب کیا۔ اور جواب میں تحریر کیا۔ کہ آپ کے مکتوب کے مطالعہ کے وقت خان خاناں نظر رفیع القدر میں آئے۔ خاطر شریف اُس کے معاملہ سے جمع ہے۔ حضرت میر صاحب نے حضرت کے مکتوب کو بجنسہٖ خان خاناں کے پاس بھیجدیا انہوں نے کہا کہ توجہ اولیاء اللہ سے ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں ہے۔ مگر بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ کہ بادشاہ سلامت نہایت بدگمان ہوگئے ہیں اور حاسد لوگ فکر میں ہیں +

حضرت کا مکتوب پہنچکر دس بارہ دن نہ ہوئے تھے کہ پادشاہ کا دل خان خاناں کی طرف سے صاف ہو گیا۔ اور پھر صوبداری ملک دکن سرفراز کی گئی۔ اور خلعت خاصہ عطا فرمایا +

تصرف۔ ایک درویش نے کہ ابھی وہ خدمت آنجناب میں حاضر نہ ہوا تھا۔ ایک عرضی لکھی کہ صحابہ حضرت نبی علیہ السلام صرف ایک صحبت کی وجہ سے اولیاء کاملین سے افضل ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ غالباً پہلی صحبت میں اُن کو وہ کمالات دیدئے جاتے ہونگے۔ جو تمام مقامات اولیا سے اعلےٰ ہونگے +

حضرت قدس سرہٗ نے اُس کو یہ جواب دیا کہ حل اس عقدہ کا صحبت پر موقوف ہے۔ درویش صفا کیش حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پہلی ہی ملاقات میں حالت غریب اُس پر طاری ہوئی۔ اور اسی دن اس کو حضرت نے خلوت میں طلب فرماکر کہا کہ آج نہار اور ق ہم نے لوٹ دیا ہے اور تمہارے حال کی صورت بدل گئی۔ تم بھی سمجھتے ہو یا نہیں۔ اُس نے اپنا سر آپ کے قدموں پر رکھا اور اپنے حال کی کل کیفیت عرض کی اور صحبت کی فضیلت کا معترف ہوا +

تصرف۔ ایک درویش حضرت کی خدمت میں آیا۔ اُس کا دل ایسا ذاکر تھا کہ اُس کا ہم نشین سُنتا تھا۔ بالخصوص جب کہ وہ سوتا تھا تو دور تک آواز ذکر کی جاتی تھی۔ اُس کو بعض مشائخ عصر سے خلافت بھی حاصل تھی۔ اور حضرت سے بھی اُس کو یہی توقع تھی۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ درویش صاحب استعداد ہے۔ مگر غلبہ ذکر اور

خلافتِ مشائخ نے اُس کو غرور اور خود پسندی میں ڈال دیا ہے۔ اور اُس کی راہِ ترقی مسدود کر دی ہے۔ اُس کا علاج اِن حالات کے سلب کر لینے سے ہو گا۔ دوروز میں حضرتؒ نے اُس کا حال سلب کر لیا۔ درویش نے گریہ و زاری شروع کی اور اشکِ حسرت اُس کی آنکھوں سے جاری تھی۔ چند روز توجہ اُس کے حال پر نہ کی کہ عجب و پندار اُس کے دماغ سے نکل گیا۔ اُس کے بعد آپ نے اُس کو خلوت میں طلب کر کے معاملات اور مقامات عطا فرمائے کہ اُس کا پہلا توکر ان معاملات کے مقابلہ میں زینۂ اول کی نسبت بھی نہیں رکھتا تھا۔ درویش نے اپنی پہلی حالت کی بابت نقص کا اقرار و اعتراف کیا۔

کرامت۔ جس زمانہ میں کہ حضرت اجمیر شریف میں تشریف فرما تھے ماہِ مبارک رمضان عین برسات میں آیا۔ بارش بکثرت ہو رہی تھی اور شب و روز اُس سے فرصت نہ ہوتی تھی۔ حضرت مسجد میں نماز تراویح میں قرآن پڑھا کرتے تھے۔ نقص ہوا اور غلبۂ حرارت سے آپ کو اور آپ کے درویشوں کو بہت تکلیف پہنچی۔ ایک رات تراویح کے بعد حضرت مسجد سے نکلے اور سر آسمان کی طرف اُٹھا کر فرمایا کہ اگر تین ختم قرآن تک جو ہماری سنت دائمی ہے بارش شب میں فرصت دے تو کیا اچھا ہو۔ ایسا ہی ہوا۔ کہ ستائیسویں شب تک کہ تین ختم قرآن تمام ہو گئے تھے۔ پانی شب میں نہ برستا تھا۔ ستائیسویں رات کو اتنا پانی یکبارگی برسا کہ گویا دہانۂ مشک بند تھا۔ اور اب اُسے کھول دیا گیا ہے۔

کرامت۔ کہتے ہیں کہ اجمیر شریف کی مسجد کی جنوبی دیوار کی بنیاد کمزور ہو گئی تھی۔ اور قریب گرنے کے تھی گویا آج کل میں گرنے والی تھی۔ جو شخص اُس کے سامنے سے گذرتا۔ تو بھاگ کر نکل جاتا۔ آپ کے مریدوں کے دلوں میں اس دیوار کا ہمیشہ خوف غالب رہتا تھا۔

ایک روز حضرت نے بطور مذاق کے فرمایا کہ جب تک کہ ہمارے فقرا یہاں ہیں اُن کی خاطر سے نہ گرے گی چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کہ جب تک کہ حضرت وہاں رہے۔ دیوار قائم رہی۔ جس دن کہ آنجنابؒ نے وہاں سے کوچ کیا تو حضرت کا اور آپ کے مریدوں کا اُس دیوار سے آگے بڑھنا اور دیوار کا گرنا ایک ساتھ ہوا۔ حالانکہ بارش کا موسم بھی نہ تھا گویا کسی نے ایک تھم دیوار کے نیچے رکھ دیا تھا کہ اُس کے ہٹانے سے دیوار فوراً گر گئی۔

کرامت۔ خواجہ جمال الدین حسینؒ فرزند خلائق پناہ خواجہ حسام الدین احمدؒ

کہ والد بزرگوار کی ہدایت وحکم سے سرہند میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے فرماتے تھے۔ کہ جب میں خدمت عالی میں آیا۔ اور حضرت نے مجھ کو ذکر بتایا۔ اور توجہ فرمائی تو تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے دل میں کسی عورت کی محبت کا نقش ایسا جما ہوا پاتا ہوں۔ جس طرح کہ پتھر مٹی ہیں۔ سچ کہو کہ یہ کیا بات ہے جب تک کہ اُس کی محبت کا نقش تمہارے دل سے نہ نکل جائیگا۔ خدا کی محبت سے تم مستفید نہیں ہوسکتے۔ میں نے کہا کہ میری پھوپھی کی ایک کنیز سے میرا تعلق ہے اور میں اُس کا شیفتہ ہوں اُس کے بعد آپ نے توجہ فرمائی اور اُس کے تعلق سے میرا دل پاک کر دیا۔ اُس کی محبت اس طرح میرے دل سے جاتی رہی کہ گویا کبھی اُس سے اُلفت ہی نہ تھی +

کرامت۔ حضرت کے ایک مخلص قدیم نے زمانہ شدتِ وبا میں حضرت سے عرض کیا کہ ہمارے محلہ میں بلکہ مکان کے گرد وبا شدت سے پھیلی ہے میں حضرت کی توجہ اور تصرف سے التماس رکھتا ہوں۔ کہ مریدینِ مخلصین کی اس وبا سے جان بخشی ہو جائے اور اُس زمانہ میں وبا کی یہ حالت تھی کہ اگر کسی گھر میں ایک شخص مبتلائے مرض ہو جاتا۔ تو پھر شاید ہی کوئی مکان والوں میں سے بچتا تھا۔ ورنہ سب کو خوف ہلاکت رہتا تھا حضرت مراقب ہوئے اور کچھ دیر کے بعد سر اُٹھا کر فرمایا کہ اطمینان رکھو تمہارے گھر والے ایک کنیز کے سوا باقی سب محفوظ رہینگے۔ پس ایسا ہی ہوا کہ ہماری ایک ماما وبا میں مر گئی۔ اور باقی سب لوگ اس بلا سے محفوظ اور سلامت رہے +

کرامت۔ حضرت کے ایک مخلص معتقدین میں سے ایک صاحب نے حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ میرا لڑکا بیمار ہے اور وہ کچھ نذر بھی حضرت کے روبرو پیش کرنے کیلئے لائے۔ اور دعا صحت کے لئے درخواست کی حضرت نے اس کی نذر قبول نہ فرمائی بہت کچھ اُس نے التجا کی۔ مگر قبولیت نہ ہوئی۔ حالانکہ آپ کا طریقہ ردِ فتوح کا نہ تھا اِس سے سب کو یقین ہو گیا کہ اس کا لڑکا بچنے والا نہیں ہے پس ایسا ہی وقوع میں آیا۔ کہ اُسی روز شام کو لڑکے نے انتقال کیا +

کرامت۔ ایک عالم نے جو حضرت کے مخلصوں میں سے تھے بیان کیا۔ کہ میرا ایک عزیز تھا جس سے مجھ کو بے حد محبت تھی۔ وہ بیمار ہو گیا حکیموں کے علاج اور عزیزوں کی دعاؤں سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ میں آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا

اور توجہ کے لئے درخواست کی۔ حضرت نے قبول فرمایا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد مجھ کو یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ہم نے اس کی مغفرت کیلئے فاتحہ پڑھ دی ہے میں بہت متعجب ہوا۔ اور اُس کے مسکن کو جو شہر سے کئی میل تھا۔ روانہ ہوا کہ اُس کی خبرگیری کروں۔ جب میں اُس کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ اُس کے دفن سے فارغ ہو چکے ہیں +

کرامت۔ ایک درویش صفاکیش نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ مرض سنپات نے مجھ پر سخت حملہ کیا۔ کہ حرکت کرنے کی طاقت بھی نہ رہی تھی۔ زندگی کی اُمید نہ رہی تھی اس حال میں میں حضرت کی رُوح پر فتوح کی طرف متوجہ ہوا۔ اس توجہ میں میں اپنے سے غائب ہو گیا۔ اور میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرماتے ہیں۔ کہ اُٹھ اُس عیسےٰ دم کے اتنا فرماتے ہی وہ میری مدہوشی سب جاتی رہی۔ اور میں ہوش میں آگیا۔ اور اپنی آنکھوں سے اس قدوۂ اولیا کے جمال جہاں آرا کا مشاہدہ کیا۔ اور میں نے اپنے اندر طاقت اور قدرت پائی۔ اور تیزی کے ساتھ اُٹھا آپ نے فرمایا کہ کیا تحفہ لائے ہو۔ میں نے کہا کہ اخلاص۔ فرمایا کہ پھر سب چیزیں لے آئے ہو۔ اور یہ فرما کر غائب ہو گئے۔ میں نے غور کیا تو مرض کا مطلقاً اثر باقی نہ تھا +

کرامت۔ ایک صوفی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حج کرنے کا ارادہ مجھ پر غالب ہو گیا۔ میں نے حضرت کی خدمت میں اپنا حال عرض کیا۔ اور رخصت کیلئے اجازت چاہی۔ آپ نے ایک لحظہ سکوت فرمایا اور مراقب ہو گئے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ تم کو حج کے میدان میں نہیں پاتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس ارشاد کو آج تیس برس گذر گئے ہیں جب کبھی ارادہ سفر کا کیا عزیمت فسخ ہو گئی اور جانے کا سامان نہ ہو سکا +

کرامت۔ حضرت کے بھائی شیخ مسعودؒ قندھار جانے کیلئے روانہ ہوئے۔ ایک روز صبح کے وقت حضرت نے محرمانِ اسرار سے فرمایا کہ شیخ مسعود کو قافلہ قندھار میں تلاش کیا۔ پتہ نہ چلا پھر قندھار میں ڈھونڈا وہاں بھی نہ ملا بلکہ سرہند سے قندھار تک منزل بمنزل تلاش کی مگر کچھ معلوم نہ ہوا۔ بلکہ تمام زمین کو چھان ڈالا۔ کچھ پتہ نہ چلا غالباً ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ پھر توجہ کر کے فرمایا کہ اُس کی قبر بلدۂ قندھار کے اطراف میں نظر آئی ہے۔ غالباً آج ہی وفات ہوئی ہے۔ سامعین نے تاریخ اور روز لکھ لیا۔

ایک مدت کے بعد جب قافلہ واپس آیا۔ اور شیخ مسعود کا حال اُن سے دریافت کیا گیا تو اُن لوگوں نے کہا کہ فلاں روز فلاں ماہ فلاں وقت اُن کی وفات ہوئی اور اطراف بلدہ قندہار میں مدفون ہوئے گویا وُہی دن وہی تاریخ وہی مہینہ تھا۔ جو کہ آپ نے فرمایا تھا۔

کرامت۔ حقیر کے چچا شیخ محمد بیان کرتے ہیں کہ سفر اصفہان سے واپسی میں گھوڑے پر سے میری خرجین گر گئی۔ اور مَیں اُس کی تلاش کے لئے سواری سے اُتر پڑا۔ اور اتنا وقت گذر گیا کہ قافلہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور مَیں قافلہ سے جُدا ہو گیا۔ سوائے پہاڑ اور جنگل کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ مَیں حیران و پریشان گریان و بریان ہر طرف دوڑا۔ مگر قافلہ کا کہیں پتہ اور نشان نہ ملا۔ زندگی سے مَیں نے ہاتھ دھولئے۔ اور ایک چشمہ کے کنارہ بیٹھ کر وضو کیا اور گریہ وزاری کے ساتھ بارگاہِ حضرتِ قطب انام میں یعنی آپ کی طرف میں متوجہ ہوا اور آپؒ سے مدد طلب کی کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت قبلہ صفاکیشان اسپ عراقی پر سوار پیدا ہوئے اور میرے پاس آکر کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا کہ اپنا ہاتھ مجھ کو دو۔ پس میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھوڑے پر مجھ کو بھی سوار کر لیا اور گھوڑے کے کوڑا مار کر تیز دوڑایا۔ کہ ایک گھڑی کے بعد قافلہ نظر آنے لگا۔ تب مجھ کو گھوڑے سے اتار دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اب تم قافلہ میں چلے جاؤ۔ مَیں جانب قافلہ روانہ ہوا۔ اور پیچھے پھر کر دیکھا تو آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔

کرامت۔ سرہند کے ایک قاضی زادہ صاحب حضرت کی خدمت میں ارادت قوی رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسے بیمار ہوئے۔ کہ حکما نے اُس کی بیماری کو لاعلاج کہدیا۔ اور ناامیدی چھاگئی۔ انہوں نے حضرت کی خدمت میں ایک نیازنامہ بھیجا۔ اور بعد عجز و انکسار التماس کیا۔ کہ ایسی توجہ و امداد فرمائیے کہ مخلص صحت پائے۔ حضرت نے اُس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ہم نے تم کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے اس بیماری سے انشاء اللہ تم ضرور صحت پاؤ گے۔ اطمینان رکھو۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت کی توجہ و بشارت کے طفیل میں اُن کو فوری صحت عطا فرمائی۔ جب کسی مجلس میں حضرت کا ذکرِ خیر ہوتا ہے تو وہ اس واقعہ کو بہت ہی آب و تاب اور ذوق و شوق سے بیان کیا کرتے ہیں۔

حضرت کا وہ نوشتہ بھی اب تک اُن کے پاس تبرکاً موجود ہے +

کرامت نواب سید مرتضیٰ خاں مرحوم کہ اعتماد سلطنت سلطانی اور حاکم وقت تھے قلعہ کانگرہ کے فتح کرنے کیلئے کہ ہندوستان کے مستحکم قلعوں میں مشہور ہے متعین ہوئے نواب موصوف حضرت کے مخلص خاص تھے اِس لئے اُنہوں نے ایک نیاز نامہ لکھا کہ وقت امداد ہے۔ توجہ فرمائے تاکہ حصن حصین میرے ہاتھ پر فتح ہو۔ حضرت نے خط پہنچنے کے دوسرے روز اپنے مریدوں سے فرمایا کہ آج سحر کے وقت ہم نے توجہ کی تھی تو معلوم ہوا کہ قلعہ مرتضےٰ خاں کے ہاتھ پر فتح نہ ہو گا۔ اور یہی جواب تحریر کر دیا گیا۔ چند روز نہ گذرے تھے کہ سید مرحوم کی خبر وفات پہنچی اور قلعہ فتح نہ ہو سکا +

کرامت سلطانِ وقت نے راجہ بکرماجیت کو کہ معتمدین مملکت سے تھا نواب مرتضیٰ خاں مرحوم کے خبر وفات ملنے کے بعد مہم قلعہ کانگرہ پر تعینات فرمایا۔ راجہ مذکور حضرت کی خدمت میں بصد عجز و نیاز حاضر ہوا۔ اور کمال تواضع و ادب کے بیٹھا اور اپنے اسلام باطنی کے حالات بیان کئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص باطناً مسلمان ہو اور بظاہر علامات کفر و انکار میں ہے۔ تو وہ کافر نہیں ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ بندگان سُلطان نے مجھ کو مہم قلعۂ کانگرہ پر متعین فرمایا ہے اور یہ مہم ایسی سخت ہے کہ نواب مرتضیٰ خاں جیسا اُس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ مَیں حیران ہوں کہ کفار نگونسار کے دار الحرب پر کیونکر حملہ کروں۔ مگر یہ کہ حضرت دستگیری فرمائیں۔ اور بشارت دیں کہ قلعہ میرے ہاتھ پر فتح ہو جائیگا۔ حضرت نے فرمایا کہ کفار دار الحرب کے ساتھ جنگ کرنا تمام مسلمانوں پر واجب ہے مگر تم جب ایک واجب کو ادا کرکے اوروں کے اوپر سے اُس کو ساقط کرتے ہو تو ہم کیونکر تمہارے لئے دعا نہ کرینگے اُس نے جو آپ کو اپنے ساتھ مہربان پایا اِس لئے زیادہ الحاح و زاری شروع کی۔ اور عرض کیا کہ جب تک کہ حضرت فتح کی بشارت نہ دینگے مَیں یہاں سے نہ اُٹھونگا۔ حضرت نے پہلی ہی بات کا اعادہ فرما دیا۔ اُس نے پھر التجا و زاری کی۔ حضرت نے دیکھا کہ اس کو کسی طرح تسلّی نہیں ہوتی ہے۔ تو تھوڑی دیر کے لئے مراقب ہو گئے۔ اُس کے بعد فرمایا کہ فتح تمہاری ہے۔ اطمینان کے ساتھ جاؤ۔ پس راجہ مذکور بہزار انکسار اجازت لیکر رخصت ہو گیا اور مدت قلیل میں قلعہ مذکور کو سلاطین متقدمین میں سے بھی باوجود عظیم محاربات کے

کم فتح کر سکے تھے۔ آنجناب کی توجّہ سے اُس کے ہاتھ پر فتح ہو گیا ۔

کرامت حضرت کے ایک مخلص سید صحیح النسب نے بیان کیا کہ میں ملک دکن کے شہر اُجین میں لشکر کے ساتھ تھا۔ ایک روز حال کے قبض نے مجھ پر غلبہ کیا میں تفریح خاطر کے لئے خیمہ سے نکلا اور بازار میں ایک دکان پر بیٹھ گیا۔ اس اثنا میں ایک درویش نے کہ آثار ریاضت وعلامات جذبہ اُس سے ظاہر تھے۔ مجھ سے ملاقات کی اور سلام کیا میں نے جواب دیا۔ اُس نے کہا کہ میں یہاں کے پہاڑوں میں گوشہ نشین رہا کرتا ہوں اور اپنا وقت خلق سے علیحدگی اور دُوری اور خلوت وعزلت میں گذارتا ہوں اور وہاں سے باہر نہیں نکلتا ہوں۔ میں حضرت کا مرید ہوں۔ اور اس وقت حضرت کی خوشبو میری مشام جان میں آئی۔ میں اُس کی جستجو میں روانہ ہوا۔ اور اب وہ خوشبو تم میں پا رہا ہوں میں نے کہا کہ میں بھی حضرت کا مرید ہوں۔ اور نسبت کی کشش آپ کو کھینچ لائی۔ ہماری باہمی ملاقات دیر تک رہی اور ہر طرح کے تذکرے ہوتے رہے۔ اور اثنا تذکرہ میں اُس نے یہ بھی کہا کہ میں مدتوں تک حضرت کی خدمت میں رہا کرتا ہوں ۔

کرامت ایک رات نماز عشا کے بعد حضرت متوجہ خلوت خاص ہوئے آپ کا ایک عزیز اس وقت حاضر نہ تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ ماحضر تیار ہے۔ اگر قبول ہو تو ہم دونوں مل کر کھالیں۔ میں نے قبول کیا۔ اُس نے اثنا ترس نے رستہ میں حضرت کا شکوہ وشکایت شروع کی۔ میں اُس کی رفاقت سے بیزار ہو گیا۔ مگر صبر کر کے اُس کے گھر تک گیا۔ اُس نے کھانا میرے سامنے رکھا۔ اور خود بھی میرے برابر بیٹھا اتنے میں اُس کے تمام اعضا حضرت کی تلوار سے کٹ کر گر گئے۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ میں کانپنے لگا اور مارے خوف کے وہاں سے بھاگا۔ اور حضرت کے دروازہ پر جا کر دم لیا۔ دیکھا کہ حضرت خلاف عادت دروازہ پر کھڑے ہیں اور میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور اُسی شخص کے گھر پہنچے۔ حضرت گھر میں گئے اور میں دروازہ پر کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد برآمد ہوئے۔ اور وہ شخص بھی تندرست وسلامت آپ کے ہمراہ تھا۔ حضرت اُس کو رخصت کر کے واپس ہوئے۔ اور اپنے مکان پر تشریف لے آئے میں متحیر تھا کہ ابھی اُس کو مقتول پایا تھا۔ اور اب اُس کو زندہ بے زخم دیکھ رہا ہوں حضرت نے فرمایا کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے کسی نامحرم سے اُس کا اظہار نہ کرنا ۔

تصرف - ایک صوفی نے بیان کیا کہ میں شروع زمانۂ طلبِ خدا میں ایک دم کمال طلب سے اپنے اوپر غصہ ہوا اور اپنی ناکامی کی وجہ سے اپنے اوپر بگڑا۔ مجھ کو میرے دل جوش و خروش نے بیقرار اور بے آرام اور بے خور و خواب کر دیا تھا۔ مَیں دیوانہ وار پھرتا اور اپنی بے نصیبی پر افسوس کر رہا تھا۔ میرے اس اضطراب میں کسی طرح کی کمی نہ ہوتی تھی۔ اگر صحرا میں جاتا۔ تو جنون زیادہ ہوتا۔ اور خلوت میں رہتا تو اضطراب بڑھتا تھا۔ ایک دن خانقاہ ملائک پناہ آنجناب علیہ الرضوان میں آیا۔ حضرت اُس وقت دروازہ پر تشریف فرما تھے اور اصحاب حلقہ کئے ہوئے دست بستہ باادب تمام سر جھکائے ہوئے کہ گویا اُن کے بدن میں جان ہی نہیں ہے کھڑے ہوئے تھے۔ مَیں ابھی دروازہ پر نہیں پہنچا تھا کہ حضرت میرے آنے سے مطلع ہو گئے۔ اور سر مبارک کو دروازہ سے نکال کر فرمایا کہ اے فلاں جلدی آؤ۔ جلدی آؤ۔ مَیں دوڑ کر آپ کے قریب گیا۔ کمال بندہ نوازی و سرافرازی سے میرے گریبان میں دست مبارک ڈال کر فرمایا کہ فلاں نعمت جو تم کو پہنچی ہے تمہارے ہمعصروں میں کسی کو نہیں ملی۔ حضرت کا یہ ارشاد آبِ زلال تھا جس نے میری آتش طلب کو بجھا دیا۔ اور بے قراری و بیدلی وہ تمامی و جوش خروش سب سکون اور آرام سے بدل گیا +

کرامت - ایک حافظ صاحب کہ ہمیشہ تراویح میں قرآن مجید پڑھا کرتے تھے اور حضرت کے قدیم خادم تھے۔ بیان کرتے تھے کہ حضرت ایک بار اپنے شروع زمانۂ مشیخت میں تفریح کے لئے نکلے۔ پہلے آپ قصبہ منگان میں گئے اور وہاں سے قصبۂ کیتھل زیارت حضرت شاہ کمال علیہ الرحمۃ کے لئے روانہ ہوئے۔ اور وہاں سے مراجعت کر کے اجراور تشریف لائے۔ اور درگاہ حضرت شیخ احمد اجراوری میں بغرض زیارت تشریف فرما ہوئے۔ مَیں پوری منزل آپ کے رکاب میں چلا تھا۔ اس لئے میرے اعضا گرم ہوئے۔ اور مَیں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ ہوا بھی نہایت گرم تھی تشنگی نے غلبہ کیا۔ مَیں ٹھنڈا پانی لے کر پی گیا۔ مجرد پانی کے پینے کے میرا حال متغیر ہوا اور چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا۔ اور ضعف دل پیدا ہو گیا۔ مجھ کو یہ محسوس ہوا کہ گویا روح پاؤں کی طرف سے نکل کر میرے سینہ تک آگئی ہے لوگ میرے پاس جمع ہو گئے اس اثنا میں آپ گنبد سے نکلے اور فرمایا کہ یہ کیا حال ہے مَیں نے عرض کیا کہ چونکہ مَیں

گرمی میں آیا تھا اور پیاس غالب تھی پانی پی گیا ہوں اُس سے ضعف دل پیدا ہوا اور میری جان نکل رہی ہے۔ فرمایا کہ اس کو میری پالکی میں بٹھا کر لاؤ۔ اور خود آپ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور اصحاب سے فرمایا کہ اِس کی جان نکل جانے کے قریب ہو گئی تھی۔ مَیں نے اس کو اپنے ضمن میں لے لیا ہے۔ اور اب وہ فوراً صحت پائیگا تھوڑا راستہ طے ہوا تھا کہ مَیں نے اپنے آپ میں صحت اور قوت پائی اور پالکی سے اُتر آیا اور حضرت کی رکاب سعادت میں منزل تک پہنچا۔

کرامت حافظ صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ مَیں کم سنی میں حفظِ قرآن مجید کرتا تھا۔ سفر الہ آباد پیش آیا۔ اور تلاوتِ قرآن ترک ہو گئی اور حفظِ قرآن رُک گیا۔ چند سال اسی حال پر گذر گئے۔ ایک مدت کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر وطن آیا۔ اسی زمانہ میں آپ بھی حضرت خواجہ سے رخصت ہو کر آئے تھے اور اپنے مکان کے روبرو ایک مسجد نئی تیار کرائی تھی۔ اور زمانہ رمضان کا تھا۔ مَیں حضرت کی ملازمت میں آیا۔ فرمایا حافظ صاحب تراویح میں ہم کو قرآن پڑھ کر سناؤ۔ مَیں نے عرض کیا کہ سلسلہ حفظ چھوٹ گیا ہے۔ فرمایا کہ تم پڑھ لوگے۔ مَیں نے دو تین مرتبہ مکرر عرض کیا حضرت نے وہی جواب دیا۔ پس بہ تعمیل ارشاد حضرت مَیں نے شروع کیا اور آپ کی برکت سے دو رکعت میں اکیس ۲۱ پارہ پڑھے اور حضرت نے کھڑے ہو کر سُنا۔ اور اصحاب میں سے کوئی کھڑا نہ رہ سکا۔ شب دوم میں قرآن شریف ختم کر دیا۔ اور بہت ہی کم غلطیاں ہوئیں۔ یہ آپ کا صرف تصرف تھا۔ ورنہ قرآن مجید مجھے یاد نہیں رہا تھا۔

کرامت حافظ صاحب موصوف یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ تراویح میں حضرتؒ کے حضور میں قرآن پڑھ رہا تھا۔ چھ پارہ ختم ہو جانے کے روز مجھ پر تپ محرق نے غلبہ کیا۔ اور اتنا بے ہوش کر دیا کہ نماز عصر قضا ہو گئی۔ شام کے وقت ہوش آیا بعد افطار کے بہ اُسی نقاہت و ضعف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کیا حال ہے۔ مَیں نے عرض کیا کہ بخار غالب ہو گیا ہے۔ حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ بخار سخت ہے مگر تم تراویح پڑھ سکتے ہو۔ مَیں نے کہا کہ حالت ایسی ہے لیکن اگر حضرت کی توجہ اور مدد رفیق ہو تو پڑھ سکونگا۔ فرمایا کہ جلدی کر

پڑھو کہ خیریت ہے۔ میں نے جب تراویح میں قرآن پڑھنا شروع کیا۔ ٹھنڈا پسینہ آیا اور بخار بالکل جاتا رہا۔ اور حضرت کے نفسِ عیسوی کی برکت سے عافیت و صحت سے کلام حضرت علام انجام کو پہنچا۔

کرامت۔ خواجہ قاسم قلیچ خانی نے جن کا لقب عقیدت خاں تھا اور وہ حضرت خواجہ کے مقبولِ نظر تھے۔ آپ کے ساتھ بھی اعتقاد و اخلاص کامل رکھتے تھے آپ سے عرض کیا کہ آپ ایسی کوئی توجہ فرمائیں۔ کہ میں دولتمند ہو جاؤں آپ نے ایک لحظہ توجہ کی اور فرمایا کہ منصب ہزاری تک تم ترقی کرو گے۔ خان موصوف آداب بجا لائے۔ حالانکہ اُس زمانہ میں کچھ بھی اُن کو عہدہ نہ تھا۔ مگر چند ہی روز میں منصب ہزاری پر پہنچے اور مدت العمر اسی عہدہ پر قائم رہے۔

کرامت۔ شیخ یار محمد طالقانی جو کہ حضرت کے مریدوں میں سے ہیں۔ اپنے کسی دوست سے نقل کرتے ہیں کہ ایک بار اُن کا بھائی بیمار ہوا اور اُسکی زندگی کی اُمید جاتی رہی اور اُس کا کفن بھی آ گیا تھا۔ اِس اثنا میں اُس نے حضرت کیلئے ایک اس گھوڑے اور دس روپیہ بطور نذر بھیجے۔ صبح کے وقت حضرت کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔ اور فرمایا کہ تو تندرست ہے غم مت کھا۔ وہ خواب سے اُٹھا اور اپنے میں قوت دیکھ کر یکبارگی اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ حاضرین نے خیال کیا کہ ہذیان میں کر رہا ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ ہذیان نہیں ہے۔ اور قصہ حضرت کی زیارت کا اور صحت کی بشارت کا سنایا۔ پس اُس کو شوربا پینے کے لئے دیا گیا۔ حضرت کی عنایت و کرامت سے اُسی روز صحت کامل حاصل ہو گئی۔ اور مرض کا نام و نشان نہ رہا۔

کرامت۔ آپ کے ایک قدیمی مخلص ساکن انبالہ نے نقل کیا ہے کہ حاکم انبالہ نے میری زمین مدد معاش ضبط کر لی۔ اور کسی قدر زمین جو پہلے ایک مرتبہ اپنی حکومت کے زعم میں اُس نے زیادہ لے لی تھی۔ پھر واپس کر دی تھی پھر وہ ظلم و سختی سے چھین لی۔ ایک روز میں نے موقع پا کر آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اُس حاکم نے مجھ پر ایسا ظلم کیا ہے مجھے خوف ہے کہ یہ زمین سالانہ بندوبست میں ضم نہ ہو جائے۔ حضرت مراقب ہوئے اور فرمایا کہ ضم نہیں ہو سکتی بلکہ حاکم ذلیل ہو گا

مَیں دوسری تحصیل میں زمین کے محاصل کے وصول کرنے میں گیا ہوا تھا کہ اس حاکم کی معطلی کا حکم پہنچا۔ بالآخر وہ محبوس ہوگیا۔ اور اٹھارہ سال تک محبوس رہا پھر اُس زمین کی آمدنی کو دوسرے کسی حاکم نے مجھ سے طلب کیا +

کرامت:۔ ایک روز حضرت کی زبان الہام ترجمان سے نکلا۔ کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مزمل ایک ہولناک گڑھے میں گر گئے ہیں! اور وہاں سے نکلنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ شیخ مزمل اطراف سرہند کے پہاڑوں میں تفریحاً گئے تھے! اور ایک غار کے کنارہ سے گزر رہے تھے کہ اُن کا پاؤں پھسلا اور غار میں گر پڑے کہ باہر نکلنا دشوار ہوگیا۔ وہاں سے نکلنے کیلئے ہاتھ پاؤں مار رہے تھے کہ ایک دہقان نے دور سے دیکھا اور لوگوں کو خبر دی۔ لوگ جمع ہو کر اُس غار کے کنارہ آئے اور شیخ کو اس سے نکالا۔ شیخ موصوف حضرتؒ کے صحابی قدیم اور صاحب اجازت تھے +

کرامت۔ علامۂ فہامی شیخ مبارکؒ اُستاد شاہزادہ ولیعہد نے بیان کیا کہ مَیں نے بعض لوگوں سے سُنا تھا کہ آپ نے لکھا ہے کہ میرا مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ہے۔ اِس لئے مجھ کو آپ سے کدورت خاطر تھی۔ جس زمانہ میں کہ مَیں ہندوستان میں آیا۔ اور سرہند میں منزل ہوئی میری ملاقات ایک قدیم دوست سے کہ اُس سے پہلے چنداں پابندِ وضع نہ تھا ہوئی مَیں نے دیکھا کہ حلیہ صلاح و تقویٰ سے آراستہ ہے۔ اور سیمائے خدا طلبی و حق پرستی سے پیراستہ ہے مَیں نے اُس سے اُس کا سبب پوچھا۔ تو اُس نے کہا کہ حضرت کی خدمت میں ارادت لایا ہوں اور سعادتِ حضوری سے مشرف ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی برکت صحبت سے مجھ کو اس مرتبہ پر پہنچایا ہے۔ مَیں نے کہا کہ اُنہوں نے تو ایسا ایسا کتاب میں لکھا ہے۔ اُن کی صحبت میں کیا اثر ہوگا۔ اُس نے کہا کہ خبردار، ہزار بار خبردار! ایسی باتیں سمجھے انکار نہ کرو کہ آپ قطبِ روئے زمین ہیں۔ اگر تم اُن کو دیکھو اور اُن کی صحبت میں بیٹھو تو حقیقت کار دریافت کر لو گے۔ مَیں نے انکار تشدد کیا کہ آپ کو نہیں دیکھ سکتا ہوں اُس نے بہت اصرار کیا کہ ملاقات ضرور کرو۔ اور اس اعتقادِ فاسد سے رہائی پاؤ۔ مَیں نے دل میں کہا کہ اگر تین باتوں کے جواب سے مجھ کو مشرف فرمائیں تو مَیں معتقد ہوں گا

اوّلاً یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضؓ کی بات کا تذکرہ کریں۔ اور میرے دل سے انکار نکال دیں ÷

ثانیاً۔ یہ کہ میرے آباؤ اجداد کا ذکر کریں۔ اور ان کے کسی قدر حالات بیان کریں ÷

ثالثاً۔ یہ کہ خواجہ خاوند محمود کے حالات کا بھی تذکرہ کریں۔

میں اُس کے ہمراہ آپ کی خدمت میں گیا۔ ابھی مَیں نے آپ کو صرف دُور سے دیکھا ہی تھا کہ رعشہ میرے بدن کے اعضا میں پڑ گیا۔ اور میرے دل پر دہشت غالب ہو گئی اور ترساں ولرزاں حضرت کی پابوسی سے مشرف ہوا۔ اجازت بیٹھنے کی دی۔ پھر آپ نے ایک جزو تکیہ کے نیچے سے نکالا۔ اور میرے ہاتھ میں دیا۔ وہ وہی خط تھا کہ جس سے لوگ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر آپ کی فوقیت کا توہم کرتے تھے۔ آپ نے اُس کو اس طرح سے بیان کیا کہ کسی طرح کا شک و شبہ میرے دل میں باقی نہ رہا پھر فرمایا کہ اے مولانا میرکی کہ تمہارے والد کا نام فلاں ایسا ایسا تھا۔ اور تمہارے دادا ایسے ایسے اور تمہارے پردادا ایسے تھے۔ ہر ایک کا نام اور ہر ایک کے فضائل بیان کئے۔ حالانکہ میں آپ کی خدمت سے بالکل ناآشنا تھا۔ اِس کے بعد حضرت نے مجلس برخاست فرمائی۔ اور چاہا کہ مجھ کو وداع کریں مجھے یہ خیال آیا کہ آپ نے خواجہ محمود کا ذکر نہ فرمایا۔ آپ نے اُسی وقت فرمایا کہ خواجہ خاوند محمود ہمارے پیرزادے ہیں اور جذبہ موروثی رکھتے ہیں ÷

راوی کہتا ہے کہ یہ تین کرامتیں حضرت علیہ الرحمۃ سے ایک ہی مجلس میں ہم نے مشاہدہ کیں ÷

تصرف جس زمانہ میں کہ حضرت لاہور میں تشریف فرما تھے عالم معنوی مولانا جمال تلوی حضرت کی خدمت میں آئے۔ اور خلوت میں آپ سے پوچھا کہ آج آپکا ثانی جامع علوم ظاہر و باطن صفحۂ روزگار پر پیدا نہیں ہے۔ مسئلہ وحدت وجود کہ بظاہر شریعت کے مخالف ہے۔ مگر اولیاء اللہ کثرت سے اُس کے قائل ہیں۔ اُس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ حضرت نے توجہ و تصرف فرما کر وہ حال مولانا کو عطا فرمایا اور کان میں چند کلمات فرمائے۔ مولانا کو طاقت نہ رہی کہ ابر نیسان کی طرح

آنسو آپ کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ اور آپ کے بشرہ میں ایک تغیر مثل ارباب کرد وجد کے پیدا ہوا۔ مولانا بے طاقت ہو گئے۔ اور بتواضع و انکسار تمام قدمبوسی کرکے رخصت ہوئے۔ مجھے اس تصرف پر ناز ہے۔ عالم زبردست مثل مولانا جمال جن کو دلائل سے معقول کرنا دشوار تھا۔ ایک لمحہ میں اُن کو آپ نے حال عطا فرمایا۔ اور اُن کو اُس مقام پر کہ جس سے وہ خوف کرتے تھے، پہنچا دیا اور اُن کے شکوک و شبہات کو حال وارد کر کے دور کر دیا +

کرامت۔ ایک درویش خادم حضرت نے بیان کیا کہ میں قلعہ گوالیار میں بحبد مدت آنجناب مقیم تھا۔ ایک بزرگ اُس راستہ سے گذرے اور اُنہوں نے بصد افسوس و حیرت کہلا بھیجا کہ آپکی رہائی یہاں سے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ باعث اس تکلیف کے روافض ہیں۔ اور یہ قلعہ بالفعل اُنہی سے متعلق ہے۔ اگر وہ کہلا بھیجیں کہ قلعہ کے اوپر سے گرا دیں تو کوئی روکنے والا نہیں ہے۔ حضرتؒ نے اُس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ قید سے میری رہائی یقیناً ہو گی۔ کیونکہ بعض لوگوں کو جن کے نصیب مجھ سے متعلق ہیں۔ اُن کا حصہ پہنچنا باقی ہے۔ اور یہ بات بغیر میری رہائی کے ناممکن ہے۔ تھوڑی مدت کے بعد اُس قلعہ سے آپ کی رہائی ہوئی۔ اور آپ کا وہ ارشاد جلد سے جلد ظاہر ہو گیا +

کرامت۔ حضرت کے ایک مخلص بیان کرتے تھے کہ حضرت کا طریقہ یہ تھا کہ ہر خورد و کلاں و یگانہ اور بیگانہ کو پہلے سلام کیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ آج حضرت کی خدمت میں اچانک پہنچکر سلام میں ابتدا کرونگا۔ پس اس نیت سے آپ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ اور حضرت سے اتنے فاصلہ پر پہنچگیا کہ اگر دو تین قدم آگے بڑھتا تو آپ کے روبرو پہنچ جاتا اور ابھی تک آپ نے نہ مجھ کو دیکھا تھا۔ اور نہ میں نے آپ کو مگر آپ نے اندر ہی سے آواز دی کہ السلام علیکم یا فلان! مجبوراً میں سامنے گیا اور وعلیکم السلام کہا۔ اور سلام میں سبقت کرنے کے ارادہ کو بیان کیا حضرت سنکر مسکرائے +

کرامت۔ ایک روز ایک طالب نے حضرت سے نسبت قادریہ کیلئے التماس کیا حضرتؒ نے طریقہ عالیہ قادریہ میں اُس کو مرید کر کے فرمایا کہ صحبت میں اکثر حاضر رہا کرو

حضرت بوجہ اُس کی تمنا کے دو تین روز نسبت قادریہ میں مشغول رہے اور اُس کے برکات طالب مذکور کو عطا فرمائے۔ جو لوگ کہ حضرت سے حصولِ نسبتِ نقشبندیہ کرتے تھے اُس زمانہ میں اُنہوں نے اپنے کو بیکار اور اپنے کام میں انقباض دیکھا حقیقت کار سے مطلع نہ تھے۔ اِس لئے حضرت سے عرض کی۔ حضرت نے تبسم فرمایا اور کہا کہ دو تین روز سے ہم فلاں شخص کو نسبتِ قادریہ کے افاضہ کرنے میں مشغول تھے۔ اس لئے تمہارے کام میں بستگی واقع ہوئی۔ پھر اُن لوگوں کے احوال کی طرف متوجہ ہوئے اور تلافی ایام سابقہ کی فرمائی۔ جو ابواب فتوح کہ چاہوں میں نہ کھلتے وہ چند روز میں اُن کو عطا فرما دئے۔ عجیب تصرف تھا کہ ایک توجہ میں کارخانۂ طلاب خلل پذیر ہوا۔ اور نیم نگاہ میں شروع سے آخر تک کام پورا کر دیا +

کرامت ایک سید نجیب کا بیان ہے کہ میں ایک زمانہ میں اجّین میں تھا اور ایک جماعت تجار کی میرے پڑوس میں تھی۔ اُن میں سے ایک تاجر جان محمد نامی سے مجھ سے خلوص ہو گیا تھا۔ ایک روز ایک شخص سے میں نے حضرت کو بادشاہ کی ایذا دہی اور گوالیار میں محبوس کرنے کی خبر سُنی۔ نہایت غمزدہ اور متفکر ہوا۔ اتنے میں جان محمد مذکور آیا اور مجھ کو مغموم دیکھکر اُس کا سبب پوچھا میں نے حقیقت حال بیان کی۔ اُس نے کہا کہ میں حضرت ہی کا مرید ہوں اور آج حضرت ہی سے اُس کی تحقیق کرتا ہوں۔ پس حضرت کی طرف متوجہ ہو کر فیلولہ کیا۔ حضرت تشریف فرما ہوئے اور کہا کہ نفس واقعہ صحیح ہے۔ مگر بعض مدارج کی تکمیل تربیت جلالی پر موقوف ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو یہ مراتب حاصل نہ ہو سکیں گے۔ دوستوں سے کہدو کہ مطمئن رہیں۔ تاجر موصوف نے یہ بھی بیان کیا۔ کہ میں اکثر خدمت شریف میں حاضر رہا ہوں اور جب آپ کو دیکھتا تو آپ کی پیشانی اور ہر دو رخسار پر لفظ اللہ لکھا ہوا دیکھتا تھا +

کرامت سید صاحب موصوف نے ایک واقعہ بھی بحوالہ جان محمد مذکور بیان کیا کہ ایک روز آپ نے قریب شام کے مجھ سے فرمایا کہ ایک کام کے لئے کہتا ہوں اس کو کر سکو گے۔ میں نے کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیوں نہ کر سکونگا۔ آپ نے ایک جوز بدیں ارشاد عطا فرمایا کہ باغ حافظ رخنہ میں چند درویش فروکش ہیں اُن کے

پاس جاؤ۔ اُن میں ایک فقیر چیچک رو سب سے الگ بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کو ہماری دعا کہو اور یہ جوز اُس کو دیدو۔ اور اصرار کرکے اس کو ہمارے پاس لے آؤ۔ میں حسب الحکم گیا اور دیکھا کہ ایک جماعت قلندروں کی بیٹھی ہوئی ہے اور ایک فقیر چیچک رو تھوڑے فاصلہ سے بیٹھا ہوا ہے اُس نے مجھ کو دیکھتے ہی پوچھا کہ کیا حضرت نے تم کو میرے پاس بھیجا ہے۔ میں نے اُس کو وہ جوز دے دیا اور دعا پہنچائی اُس نے کہا کہ حضرت نے ہم کو بلایا اور خود نہ آئے۔ پس وہ میرے ہمراہ روانہ ہوگیا۔ حضرت محراب میں تشریف فرما تھے۔ وہ درویش دوسری طرف بیٹھ گیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ قہوہ لاؤ۔ میں دوڑا ہوا گیا قہوہ خانہ سے پیالی قہوہ کی لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ درویش کی خدمت میں لے جاؤ۔ میں درویش کی طرف متوجہ ہوا دیکھا تو وہ درویش بھی آنجناب ہی ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ آنجناب کی خدمت میں پیش کرو۔ میں اس طرف مڑا تو دیکھا کہ ادھر بھی ہمارے حضرت ہی تشریف فرما ہیں۔ درویش نے حضرت سے میرے حالات دریافت کئے حضرت نے فرمایا کہ یہ شخص جلندر کا رہنے والا ہے۔ اور جان محمد اس کا نام ہے اور فلاں شخص کا لڑکا ہے۔ اُس نے کہا کہ اس کے والد میرے دوست تھے اس کو کس سلسلہ میں آپ نے مرید کیا ہے۔ فرمایا کہ سلسلہ قادریہ میں۔ اُس نے کہا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ اس کو حضرت غوث الثقلین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا دیجئے۔

اِس اثنا میں حضرت اُٹھے آفتابہ اور چند ڈھیلے استنجا کے واسطے آپ نے مجھ سے منگائے۔ میں لے آیا۔ حضرت بیت الخلا تشریف لے گئے جب وہاں سے نکلے تو فرمایا کہ جان محمد ستارہ قطب کو جانتے ہو یہی ہے یا اور ہے۔ قطب کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ خوب دیکھو میں نے دیکھا کہ ایک زندہ صاحب سیاہ لباس والے اُس میں سے نکلے اور تیر کی طرح ایک لمحہ میں اُس مقام پر اُتر کے آگئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کی قدمبوسی کرو کہ حضرت غوث الثقلین یہی ہیں۔ حسب الحکم میں نے قدمبوسی کی۔ پھر حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ رخصت ہوئے۔ اور ستارہ قطب کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس میں غائب ہوگئے جب کہ

حضرت وضو سے فراغت پاکر مسجد میں تشریف لائے اُس درویش نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کی تو نے زیارت کی۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ سید صاحب کہتے ہیں کہ میں نے جان محمد مذکور سے کہا کہ تم باوجود ان کرامتوں کے شاہدہ کرنے کے سوداگری میں کیوں پھنسے ہوئے ہو۔ اُس نے کہا کہ یہ ایک قصۂ عجیب ہے۔ میرے اقربا حضرت کی خدمت میں آئے اور التماس کیا کہ جان محمد کو ہمیں دے دیجئے۔ ہم اُس کی شادی کر دینگے۔ حضرتؒ نے مجھ سے کہا کہ جاؤ شادی کر لو۔ میں نہ گیا وہ لوگ پھر آئے الغرض میرے اقربا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اصرار کیا کرتے تھے۔ اور حضرت مجھ کو اجازت دیدیتے تھے۔ اور میں نہ جاتا تھا آخرکار آپ اقربا کی تکلیف دہی سے آپ تنگ آگئے اور ایک روز آپ پان کھا رہے تھے اُس کا اولش منہ سے نکال کر مجھے دیا۔ وہ پان کھاتے ہی میرا سارا حال سلب ہو گیا۔ گویا کہ میں مست تھا اور اب ہوشیار ہو گیا۔ اور کاروبار دنیا نظر آنے لگے۔ عزیزوں کی رفاقت اختیار کی شادی کر لی اور تجارت میں مشغول ہوا۔ مگر حضرت کے ساتھ محبت کا تعلق بدستور قائم ہے جب متوجہ ہوتا ہوں تو حضرت کی ملاقات کر لیتا ہوں +

تصرف - علامہ فہامی مولانا عبد الحکیم سیالکوٹی نے کہا ہے کہ میری آپکے ساتھ عقیدت کا سبب اِس کرامت کا مشاہدہ تھا کہ ایک رات حضرت کو میں نے خواب میں دیکھا کہ یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْھُمْ اور اثناء تلاوت میں یہ تصرف فرمایا کہ میرے دل میں جذبہ پیدا کر دیا کہ میں نے اپنے دل کو ذاکر پایا۔ علامہ موصوف ایک مدت تک اِسی نسبت کے ساتھ حضرت کے باطن سے استفادہ فرماتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے کہ میں اویسی حضرت شیخ احمد کا ہوں پھر حضوری میں حاضر ہوئے۔ اور ظاہر میں بھی تعلیم ذکر کی حاصل کی +

کرامت - حضرت کے ایک درویش مخلص نے بیان کیا کہ ایک روز مجھ سے فرمایا کہ تم اور فلاں شخص ولایت ابراہیمی رکھتے ہو۔ مجھ کو خیال ہوا کہ اگرچہ حضرت کا ارشاد اس بارہ میں کافی ہے۔ لیکن اگر مجھ کو بھی علم اُس کا ہو جاتا تو بہتر ہوتا۔ اُسی رات میں نے حضرت خلیل الرحمٰن علیہ السلام کو بڑی شان و شوکت کے ساتھ دیکھا۔ آپ بھی وہاں موجود ہیں۔ اور میں اور وہ شخص بھی کھڑے ہیں آپنے

ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بزرگ قدموں پر گرا دیا۔ ہم اُن کی قدمبوسی کرکے اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے کہ اِس واقعہ کے بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ابھی کیفیت عرض کرنے نہ پایا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے سب کچھ کہا تھا۔ اِس میں تردد کی گنجائش نہیں ہے۔ کیا نہیں جانتے ہو کہ ہر ایک سالک راہ کو وقائق احوال اور مشرب و استعداد کا علم نہیں دیتے ہیں۔ بلکہ قرونِ کثیرہ میں اس بڑی دولت اور اعلے النعمت سے کسی کسی خاص اکمل بزرگ کو نوازا جاتا ہے۔ شیخ نجم الدین کبرٰے کہ قطب وقت تھے یہ نہیں جانتے تھے کہ وہ کس نبیؑ کے زیرِ قدم ہیں۔ اس کی تحقیق کے لئے انہوں نے اپنا ایک مرید کو دوسرے کسی بزرگ کی خدمت میں جن کو علمِ احوال دیا گیا تھا بھیجا۔ اُن بزرگ نے اِس کو دیکھتے ہی کہا کہ وہ یہودی توجہ کر رہا ہے مرید آزردہ خاطر ہو کر شیخ کی خدمت میں آیا اور کل ماجرا بیان کیا۔ شیخ بہت کچھ خوش ہوئے۔ اور رقص کیا۔ اور فرمایا کہ مجھ کو انہوں نے خبر دی کہ تو حضرت موسےٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے۔

ایک دن ایک مخلص کو یہ خیال آیا کہ حضرت خود ہمیشہ امام بنتے ہیں۔ اِس کی کیا وجہ ہوگی۔ اسی خیال میں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ابھی بیان کرنے نہ پایا تھا۔ کہ آپ نے خود فرمایا کہ شافیہ و مالکیہ کے پاس بغیر سورہ فاتحہ پڑھنے کے نماز نہیں ہوتی۔ اِس لئے سورۂ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ احادیث صحیحہ بھی اس مسئلہ کی تائید کرتی ہیں۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے قرأتِ امام کو قرأت مقتدی کہا ہے۔ اور مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ کا پڑھنا جائز نہیں رکھا ہے اور جمہور فقہائے حنفیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ مگر بعض ضعیف روایتوں میں اس قرأت کو جائز رکھا گیا ہے ہم حتی الامکان یہ کوشش کرتے ہیں۔ تمام آئمہ کے مذاہب جمع ہو جائیں اور اِن کا یہ جمع بین المذاہب بغیر اپنے امام بننے کے نہیں ہو سکتی۔

کرامت ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب وبا اور طاعون کا غلبہ ہوا تو ایک صاحب کی بابت لوگوں نے بُرے واقعات دیکھے۔ وہ حضرت کی خدمت میں عرض کئے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ختم حصن حصین کیا جائے۔ چنانچہ اُس نے ختم کرکے

آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ اتنا ختم میں تمہارے اطراف ایک قلعہ تیار دیکھا گیا ہے۔ مگر اُس کی بعض دیواریں خراب تھیں معلوم ہوتا ہے ختم کے پڑھنے میں کچھ قصور ہوا ہے۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ کتاب مذکور نہایت ریک الخط تھی۔ بعض جگہ پڑھی بھی نہ گئی۔ اور غلط بھی تھی۔ چنانچہ وہ صاحب گئے اور دوبارہ ختم کر کے پھر عرض خدمت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ ختم درست معلوم ہوا۔ اور ختم اول فلاں کے نام منتقل ہو گیا ہے۔ اور وہ ایک مرضِ شدید میں مبتلا تھا کہ حکما اُس کے علاج سے مایوس ہو گئے تھے۔ اُس کو فوراً صحت ہو گئی۔ اور وہ صاحب بھی خیر وعافیت سے رہے +

کرامت۔ ایک سفر میں حضرت ایک سرائے میں فروکش ہوئے اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آج اس سرائے میں آگ لگیگی کہ گھر مع سازوسامان کے جل جائینگے۔ پس تم لوگ ایک دوسرے کو خبر دیدو کہ جو شخص اس دعا کو مکرر سہ کرر پڑھیگا۔ وہ اور اُس کا اسباب آگ کے اثر سے محفوظ رہیگا۔ وہ دعا یہ ہے :-

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ +

ایک ساعت نہ گذری تھی کہ سرا میں اس شدت سے آگ لگی کہ اُس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ ہر چند اُس کے بجھانے کی کوشش کیگئی۔ مگر کچھ فائدہ مند نہ ہوئی۔ تمام مکان اور سامان جل گئے۔ اصحاب میں سے جس نے وہ دعا پڑھی تھی۔ وہ اور اُس کا سامان محفوظ رہا +

فاضل زمان مولانا عبدالمومن لاہوریؒ کو کسی نے خبر نہ دی تھی کہ حضرتؒ نے فلاں دعا پڑھنے کیلئے ارشاد فرمایا ہے۔ اِس لئے اُن کا سامان جل گیا۔ اور وہ بہزار محنت ودقت آپ کی خدمتِ بابرکت میں پہنچ سکے +

کرامت۔ ایک بار حضرت لاہور میں قیام کے زمانہ میں عشا کی نماز کے بعد اُس گھر کی دیوار کے متصل جس میں کہ سکونت تھی کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ خبردار آج اس دیوار کے پاس کوئی شخص نہ آئے۔ اُس وقت ابر اور بارش کا موسم بھی نہ تھا۔ بعض لوگوں کو آپ کے اس ارشاد سے بہت تعجب ہوا کہ وہ دیواریں نئی ہیں۔ اور یہ دیوار اچھی خاصی ہے۔ آخر کار خدا کے حکم سے اخیر تہائی رات میں دیوار گر پڑی اور ایک چھوکری جو اُس دیوار کے قریب تھی اُس پر کچھ ڈھیلے گرے۔ حضرت نے

اُس پر عتاب فرمایا۔ کہ ہم نے رات ہی کہدیا تھا کہ کوئی شخص اُس دیوار کے قریب نہ رہے ٭

کرامت۔ مرزا مظفر فوجدار سرہند قصبہ جیت میں مقیم تھے پہاڑی باشندوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ایک درویش کے پاس حصولِ بشارت کے لئے رجوع کی۔ اُس درویش نے فتح کی بشارت دے دی۔ اُس کے بعد درویش کو اپنی اس بشارت میں تردد ہوُا۔ اور حضرت کی خدمت میں خط لکھا۔ اور اپنی بشارت کی اصلیت کی بابت دریافت کیا حضرت نے لکھا کہ اس حملہ میں فوجدار شکست فاش پائیگا۔ بشارت دینے میں تم نے کیوں جلدی کی۔ جب تک کہ سپیدی صبح صادق کی طرح کسی معاملہ کے حالات ظاہر نہ ہو جائیں کچھ نہیں کہنا چاہیئے۔ تین چار روز نہ گذرے تھے کہ فوجدار اور پہاڑیوں میں جنگ ہوئی اور فوجدار کو شکست فاش ہوئی۔ کہ علم و نقارہ بھی چھِن گیا۔ اور وہ پریشانی و حیرانی کے ساتھ واپس ہوُا ٭

کرامت۔ حضرت کے ایک مرید نے نقل کیا ہے کہ میں تپ محرقہ میں ایک مدت سے مبتلا تھا۔ ایسا ضعف و ناتوانی پیدا ہوئی کہ زندگی کی امید منقطع ہو گئی۔ سب اقرباء شب بیداری میں مصروف تھے۔ کہ وقت نزع موجود رہیں۔ میں نے حضرت کی خدمت میں توجہ کی اور دیکھا کہ ایک شخص از سرتا پا چادر سفید اوڑھے ہوئے آیا۔ اور مجھ سے کہا کہ اس چادر کو حضرت سرورِ کائنات علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے قطب وقت شیخ احمد فاروقی نقشبندیؒ کو عطا فرمایا ہے۔ اور اُنہوں نے تمہارے پاس بھیجی ہے تم اسے اوڑھو۔ اس کی برکت سے شفا پاؤ گے۔ پس مجھے اُس نے سر سے پاؤں تک وہ چادر اُڑھا دی۔ میں نے ہاتھ سے اُس چادر کو چھونا چاہا۔ تو چادر ہاتھ میں آئی بجائے اُس کے برودت نے پاؤں کی طرف سے سرایت کی اور سر تک آ گئی۔ میری ہمشیرہ نے دیکھا کہ میرے ہاتھ پاؤں سرد ہو گئے۔ وہ یہ سمجھی کہ اس کا وقت آخر ہو گیا ہے۔ اُس نے مجھے پکڑا اور بغل میں لیکر رونا اور چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ میں اُس کے شور و غل سے بیدار ہوُا۔ اور میں نے کہا کہ غم نہ کرو۔ میں تندرست ہوں پس میں نے شوربا مانگ کر پیا۔ اور ایسا تندرست ہو گیا کہ صبح کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی ٭

کرامت۔ صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے اور ایک میرے دوست

نے کہ وہ بھی آپؒ کے مریدوں میں سے تھے۔ امساک کیلئے ایک دوا اپنے مکان میں تیار کی تھی۔ جس میں افیون شریک تھی اور وہ ہمارے اور کسی کو اس کی خبر نہ تھی ✣

ہم نماز ظہر میں حلقہ کی شرکت کیلئے آپ کی خدمت میں گئے اور یہ خیال تھا کہ واپس ہو کر دوا کھائینگے۔ آنجنابؒ حلقہ سے فارغ ہونے کے بعد محل میں تشریف فرما ہونے کے لئے اُٹھے اور دروازہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور ہم دونو کو طلب کر کے بہشت اور حور و قصور کا تذکرہ آغاز فرمایا۔ اور دنیوی لذتوں کی بے وقعتی بیان فرمائی اور آخرت کی نعمتوں کی رغبت دلا کر فرمایا کہ دوائے افیون جو تم نے تیار کی ہے اس کو مت کھاؤ۔ ہم حیران ہوئے اور آپ کا حکم قبول کیا۔ اور اُس دوا کو حوض میں ڈال دیا۔ یہ کرامت آپ سے از دیاد عقیدت کا باعث ہوئی ✣

کرامت۔ راوی مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ میری والدہ بیمار تھیں میں آپ کی خدمت میں کچھ روپیہ بطور نذر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ لے گیا اور دعا کے لئے التماس کیا۔ آپ نے فاتحۂ شفا فرمائی۔ اور فرمایا کہ اس نذر کو اپنے پاس رکھو۔ مَیں نے اُسی رات خواب میں دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے فلاں بیدار ہو۔ اور اپنی والدہ کے نزع کے وقت حاضر رہ۔ مَیں خواب سے بیدار ہوا۔ اور بیتاب ہو کر اُسی وقت آپ کی خدمت میں روانہ ہوا۔ دیکھا کہ حضرت نماز تہجد سے فارغ ہو رہے ہیں۔ مَیں نے سلام کیا۔ اور خواب کی کیفیت عرض کی۔ آپ مراقب ہوئے۔ اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ اے فلاں جلد جا تیری والدہ پر وقت نزع ہے۔ مَیں گریاں گریاں اپنی والدہ کے پاس آیا۔ دیکھا کہ نبض ساقط ہو چکی ہے۔ اور ایک ساعت کے بعد واصل رحمت حق ہو گئیں ✣

کرامت۔ حضرت کے ایک مرید نے بیان کیا کہ جس زمانہ میں کہ آپ کو بادشاہ نے بعض اعدائے دین کی چغلخوریوں کی بنا پر نگرانی میں رکھا تھا۔ ایک شخص واقف افسون و طلسم نے مجھ سے کہا کہ چند اسم زبان ہندی کے میرے پاس ایسے ہیں کہ اُس کے پڑھنے سے ایک نماز کے وقت سے لیکر دوسری نماز کے وقت تک تمام دشمن اُسی عرصہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور یہ مجرب ہے۔ پس وہ اسم ایک کاغذ پر لکھ کر مجھے دیا کہ گھر کی چھت میں رکھ دیا جائے۔ مَیں نے اُسے لے لیا۔ اور اُسے گھر کی چھت میں رکھ کر خیال کیا کہ

کل منگل ہے کل ہی سے اسے پڑھونگا۔ اسی رات حضرت کو مَیں نے خواب میں دیکھا کہ انگشت بدنداں فرما رہے ہیں کہ ہمارے حجاب سے یہ عمل نہایت تعجب خیز ہے۔ ہرگز اس پر عمل نہ کرو۔ کہ سحر ہے۔ پس مجبوراً میں نے ترک کر دیا۔ اس کے بعد پادشاہ اس ایذادہی سے نادم و پشیمان ہوا۔ اور آپ کو گوالیار سے بلا کر آپکے وطن مالوف کو روانہ کر دیا۔ نظم از جواہر مجددیہ

جب ہوا دبدبۂ شانِ مجدد کا ظہور زلزلہ پڑگیا ایوانِ جہانگیری میں
ہو کے شرمندہ شہِ ہند خطا سے اپنی مدتوں غرق رہا درطۂ دلگیری میں

مَیں حضرتؒ کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ اور کثرت سے خلق اللہ جوق جوق آپکی ملاقات کیلئے آنی شروع ہو گئی۔ مَیں نے خیال کیا کہ اگر حضرت بالمشافہہ بلا میرے اظہار کے اس عمل سے منع فرمائینگے۔ تو خیر ورنہ ایک دفعہ دشمن کے جگر پر تیر ضرور مارونگا تین روز حضرت سرہند میں رہے اور تینوں دن تک اسی نیت سے خدمتِ مبارک میں گیا۔ تیسرے دن حاضرین کو رخصت کر کے مکان تشریف لیجارہے تھے۔ کہ دروازہ میں ٹھیر گئے اور فرمایا کہ فلاں شخص کو بلاؤ۔ حسبِ ارشاد مَیں حاضر ہوا۔ فرمایا کہ اے شخص اسمائے ہند کو مت پڑھو۔ کہ وہ سحر ہیں۔ مَیں نے ندامت سے انکار کیا۔ فرمایا کہ کیوں غلط کہتے ہو۔ حالانکہ تم نے اُسے فلاں ساحر سے سیکھا ہے (اور آپ نے اُس ساحر کا نام لیا) اور وہ کاغذ جس پر اسماءِ مذکور لکھے ہوئے ہیں تم نے اُسے چھت کی فلاں لکڑی میں رکھا ہے اگرچہ عمل کی تاثیر وہی ہے جو اُس نے کہا۔ مگر سحر حرام ہے۔ جاؤ اور اُس کاغذ کو چاک کرو۔ مَیں نے سر جھکا لیا فرمایا کہ مجھ سے عہد کرو کہ اُس کو چاک کر ڈالوگے۔ اور اُس عمل کا ارادہ نہ کروگے پھر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا۔ مجھ کو اس کرامت کے معائنہ سے دہشت طاری ہوئی اور متحیر ہوا کہ کسی کو اس راز سے مَیں نے مطلع نہ کیا تھا۔ پس فوراً مکان واپس آ کر اُس کاغذ کو چاک کر دیا۔

کرامت ایک مرید نے بیان کیا کہ ایک مُلا ایک خواجہ زادہ کے لڑکوں کو تعلیم دیتا تھا۔ وہ خواجہ زادہ سفر میں گیا ہوا تھا۔ اور مُلا صاحب کو مکان کے دروازہ میں مکتب کیلئے جگہ دی گئی تھی۔ کبھی کبھی اُن میں سے ایک لڑکے کی ماں لڑکے کو دریچہ

کے لئے اگر کھڑی ہو جاتی تھی۔ اور ناگاہ مُلّا کی نظر اُس پر پڑ گئی۔ اور دل ہاتھ سے دے بیٹھا۔ اور خان و مان سے آوارہ ہو کر حیران و پریشان پھرنے لگا۔ کہ معائنۂ جمالِ مطلوب ہمیشہ میسّر نہیں ہو سکتا۔ اور اسی درد جانگاہ کو بے دیدار کے تسکین نہ ہوتی تھی۔ پس مجنون وار دشت و صحرا میں پھرتا اور صبر و شکیبائی کی کوشش کرتا +

راقمِ حروف کی اُس سے ملاقات تھی۔ ایک روز میں نے اُس سے پوچھا کہ اِس دشت نوردی کی ماہیت اور سرگشتگی کی حقیقت کیا ہے۔ کہا کہ ملک جب کسی موضع میں اُترتے ہیں تو اس کو برباد اور ساکنین موضع کو ذلیل کر دیتے ہیں اسی کے مطابق سلطانِ عشق نے اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً اس بیدل کے دل میں نزول اجلال کیا ہے اور اُس کو زیر و زبر کر دیا اور عقل کو کہ امراءِ ملکِ دل سے ہے تحقیر کر کے معزول کر دیا۔ اور بجائے اُس کے جنون کا تقرر کیا ہے اگر تم سے ہو سکے تو میرا حال حضرت کی خدمت میں عرض کرو۔ میں نے کہا کہ تم ایک عرضی لکھو میں اُسے خدمت اقدس میں پیش کر دونگا۔ اُس نے حقیقت حال بے کم و کاست لکھ دیا اور میں نے اُسے موقع پا کر ملاحظہ میں گذرانا۔ اور عرض کیا کہ وہ عورت اولاد سے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے ہے اِس بارہ میں حضرت کی توجہ فرمائی کی ضرورت ہے۔ فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ کل بعد نماز صبح کے وہ حلقۂ ذکر میں ہمارے سامنے بیٹھے کہ توجہ کی جائیگی۔ اور ابتلاءِ مذکور انشاء اللہ تعالےٰ دفع ہو جائیگا۔ میں نے اُس سے کہدیا۔ مُلّا صاحب علی الصّباح خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اور نمازِ فجر حضرت کے ساتھ ادا کی۔ اور حلقۂ ذکر میں حضرت کے روبرو بیٹھے۔ حضرتؒ نے اُس پر توجہ فرمائی۔ اور خارِ محبت مجازی اُس کے دل سے نکال دیا۔ اور بعد برخاست حلقہ کے مُلّا صاحب سے اُن کا حال دریافت فرمایا۔ تو اُنھوں نے کہا کہ بخدا میرا دل اب اُس کے عشق سے بالکل سرد ہو گیا۔ پھر اُسی وقت حضرت سے اجازت لیکر وہ اپنے وطن کو چلے گئے۔ اور اُس بلا و ابتلا سے بتوجہ حضرت رہائی پائی +

کرامت ایک امیر نے حضرتؒ سے عرض کیا کہ میں جوانی سے گذر کر بڑھاپے کو پہنچ گیا۔ مگر کوئی فرزند پیدا نہ ہوا۔ جو میرے بعد صفحۂ روزگار پر میری یادگار رہتا۔ اِس بارہ میں آپ توجہ فرمائیں۔ حضرت کچھ دیر تک مراقب رہے اور فرمایا کہ

لوح محفوظ میں اس موجودہ بی بی سے تمہاری قسمت میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر دوسری شادی کرو تو اولاد ہوگی۔ اور بعد تمہارے تمہاری یادگار رہیگی۔ اتفاقاً اُسکی بی بی نے وفات پائی۔ اور دوسری بی بی سے اُس کی شادی ہوئی۔ اور اُس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے۔ جو بعد اُس کے یادگار رہے +

کرامت۔ حضرتؒ کے ایک عزیز کا بیان ہے کہ مجھے ہمیشہ حضرت سے بیعت کرنیکی خواہش رہتی تھی۔ مگر بعض موانعات کے سبب سے اس سعادت سے محروم رہتا تھا۔ ایک رات میں عزم بالجزم کر کے نکلا۔ کہ کل حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر التماس کرونگا کہ مجھ کو اپنے مریدوں کے حلقہ میں داخل کریں۔ اور تعلیم ذکر فرمائیں۔ اُسی رات خواب میں دیکھا کہ ایک دریائے عمیق ہے اور میں اُس کے کنارہ پر کھڑا ہوں کہ آپکی نگاہ مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص جلد آ جلد آ۔ حضرت کے یہ فرماتے ہی میرا قلب ذاکر ہو گیا۔ میں بیدار ہوا تو میرا دل مطابق طریقہ نقشبندیہ کے ذاکر ہو گیا۔ حالانکہ میں نے نہ کسی سے سُنا تھا کہ طریقہ شغل حضرت کا کیا ہے۔ صبح کو خدمتِ والا میں حاضر ہوا۔ اور شب کی کرامت عرض کی۔ اور طریقہ شغل جو شب میں تعلیم پایا تھا عرض کیا۔ فرمایا کہ طریقۂ ذکر یہی ہے اِس پر مداومت کرو +

کرامت۔ مولانا مرتضیٰ نائب کہ مخلصین حضرت سے تھے بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں لشکر میں گیا۔ اُس وقت میری مددِ معاش زیر اجرائے تھی۔ اور اس زمانہ میں اجرائے مشکل سے ہوتی تھی۔ اور اکثر اہل خدمات کو لشکر میں زمانہ دراز گذر چکا تھا۔ کہ اُن کی معاشوں کی اجرائے نہ ہوئی تھی۔ مجھ کو بھی اپنے بارہ میں نا امیدی ہو گئی +

ایک رات میں نے حضرت کی طرف توجہ کی۔ اور باطنی مدد کی درخواست کی اُسی رات دیکھا کہ آپ تشریف فرما ہیں۔ اور میرے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے اُسے آپ نے لے لیا۔ اور اُس پر کچھ لکھ کر میرے حوالہ فرما دیا۔ میں صبح کو دفتر میں گیا اُس دن میں نے دفتر میں رجوع کیا۔ اور میری کارروائی ختم کی گئی۔ سب کو حیرت ہوئی کہ تمہارا کام دو تین روز میں کس طرح سے انجام پا گیا۔ ہم برسوں سے لشکر میں پڑے ہیں مگر ہماری کار اجرائے نہیں ہوتی۔ میں نے کل واقعہ بیان کیا۔ سب لوگ اِس کرامت کو سُنکر آپکے معتقد ہو گئے +

تصرف۔ راوی مذکور کا بیان ہے کہ انتقال کے وقت میرے والد نے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ حضرت کی خدمت میں لیجا کر عرض کرنا کہ مجھ کو اپنے طریق میں داخل کرلیں۔ حضرت کا طریق یہ تھا کہ اموات کو بھی اعطاءِ نسبت فرماتے تھے۔ میں نے والد کی وفات کے بعد حسبِ وصیت عمل کیا اور جنازہ نماز کے لئے حضرت کی خدمت میں لے گیا۔ اور مرحوم کا التماس مذکور بھی عرض خدمت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کل حلقۂ ذکر میں تم کو معلوم ہو جائیگا۔ میں جب دوسرے دن آپ کے حلقۂ ذکر میں بیٹھا ایک مدہوشی پیدا ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت تشریف فرما ہیں۔ اور والدِ مرحوم حلقۂ ذکر میں آپکی خدمت میں تھوڑے فاصلہ سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور شغل میں گرم ہیں میں شکرِ خدا بجالایا ؂

کرامت۔ انہی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ جس زمانہ میں کہ حضرت قلعۂ گوالیار میں یوسف وار زنگرانی میں رہتے تھے۔ سرہند میں آپ کی وفات کی خبر شائع ہوئی میں مغموم و مہموم ہوا۔ اور فاتحہ پڑھی۔ اُسی رات میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ چند درویشوں کے ساتھ حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ کیا فرماتے ہیں کہ ہماری خبرِ وفات بالکل غلط ہے۔ میں بیدار ہوا اور ہر طرف تحقیق کی پے درپے خبرِ عافیت آنحضرت ہر طرف سے موصول ہوئی۔ پھر اس کے بعد آپ برسوں زندہ رہے ؂

کرامت۔ ایک روز مولانا محمد امین ؒ نے حضرت قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ نواب شیر خواجہ باپ کی طرف سے سید ہیں اور ماں کی جانب سے خواجہ زادہ اُن کے آباواجداد ولایت سے بزرگ مرتبہ کے ساتھ آئے تھے۔ حضرت اُن کے بارہ میں توجہ کریں۔ کہ شراب نوشی اور بدکاری کی بیماری اُن کے دامن گیر ہو گئی ہے اور اُن کو اس ورطہ ہلاکت سے نکال دیں۔ اور توفیق صلاح عطا فرمائیں کہ وہ امرائے عظیم الشان سے ہیں اگر وہ راہِ راست پر آجائینگے تو ایک گروہ کثیر اور ایک جم غفیر اُن کے متعلقین کا بھی مائل بہ صلاح و تقوےٰ ہو جائیگا۔ چونکہ اُن کے حقوق میرے ذمہ بہت کچھ ہیں۔ اس لئے عرض کیا گیا ہے۔ حضرت نے یہ سنکر سکوت فرمایا مولانا نے دوبارہ التماس کیا اور بہت کچھ عجز و الحاح کی حضرت نے ایک دم توجہ کرکے فرمایا کہ مولانا اس وقت ہم احوال شیر خواجہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے وہ فسق و فجور کے دلدل

میں وہ تنگ دہن پھنس گیا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اس کو نکالوں مگر میرا ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکا۔ لیکن آخر کار ہم اُس کو اپنی طرف کھینچ لینگے"

اس ارشاد کو ایک مدت دراز گذر گیا۔ جب دورہ سلطنت پادشاہِ دین پناہ صاحب قرآن شاہ جہان سلمہ الرحمٰن پہنچا تو اللہ تعالےٰ نے شیر خواجہ کو توفیق رفیق عطا فرمائی کہ تمام مناہی سے تائب ہو گئے۔ اور طاعت و عبادت میں مشغول ہو گئے اتفاقاً اُن کو خدمت صوبداری صوبہ ٹہتہ سرفراز ہوئی وہ نزدیک سرہند کے پہنچے تو بیمار ہو گئے۔ اور حدودِ سرہند ہی میں رحمتِ حق سے واصل ہو گئے۔ اُن کے لڑکے جنازہ روضہ منورہ حضرت میں لائے اور وہیں اُن کو دفن کیا گیا۔ اور حضرت کا یہ ارشاد کہ آخر ہم اُس کو اپنی طرف کھینچ لینگے ظاہر ہوا۔

کرامت۔ مرزا فتح پوری پسر مرزا شاہ رخ نے بوقت وفات قدوۃ السلاطین اکبر بادشاہ اور تخت نشینی بندگانِ جمشید منزلت جہانگیر بادشاہ انار اللہ برہانہ' کچھ بے اعتدالی کی تھی۔ اور اتفاقاً خواجہ کلاں نے خان عبداللہ خاں کو انکی بے اعتدالی سے مطلع کر دیا۔ خان موصوف نے اُن پر حملہ کیا اور انہیں گرفتار کر لیا۔ اور سلطانِ وقت کے پاس پیش کیا۔ بادشاہ نے اُن کو قید فرمایا اور ایک مدت اسی قید میں گذر گئی۔ جب کوئی شخص اُن کا ذکر کرتا تو بادشاہ ضمانت طلب کرتا۔ چونکہ شاہزادہ بے اعتدال تھا۔ اس لئے کسی کو ضمانت کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ حضرت بسبیل سیر و سیاحت اکبرآباد تشریف لائے۔ اور محلہ کٹرہ منظفر خاں میں فروکش ہوئے۔ مرزا فتحپوری نے کسی درویش سے آپ کی تشریف آوری کی اطلاع پائی۔ اپنا ایک وکیل بعد نیاز مندی خدمت اقدس میں روانہ کیا۔ اور قید سے رہائی کیلئے عرض کرایا۔ آپنے فرمایا کہ جاؤ! مرزا رہائی پائیگا۔ اُس نے عرض کیا کہ کب رہا ہونگے۔ فرمایا کہ کل۔ دوسرے دن بادشاہ نے اُن کو یاد کیا۔ اور بے کسی کی یادوہانی کے حضور میں طلب کیا اور فرمایا کہ میں تیرا ضامن ہوں اور رہا کر دیا۔

کرامت۔ حضرت خواجہ حسام الدین احمد دہلوی علیہ الرحمۃ نے حضرت کو رقعہ لکھا کہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ تعظیماً و تکریماً کا ارادہ مصمم ہو گیا ہے چاہتا ہوں کہ ہمراہ متعلقین سفر کروں۔ اور حرمین شریفین میں سے کسی ایک مقام پر

متوطن رہوں اور مدفون ہووں۔ اِس بارہ میں آپ توجہ کریں کہ سفر ہو گا یا نہیں اور پسندیدہ خدا ہے یا نہیں۔ حضرتؒ نے جواب میں لکھا کہ متعلقین کا سفر نظر نہیں آتا ہے۔ بلکہ تقریباً ممانعت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر آپ تنہا جانا چاہیں تو اچھا ہے اور امید ہے کہ سلامت پہنچ جائینگے +

چونکہ خواجہ صاحب کا شوق بیحد تھا۔ اس بارہ میں بہت کچھ کوشش فرمائی۔ کہ اہل وعیال کے ساتھ سفر کریں۔ اور ظلِ الٰہی دین پناہی صاحب قرآنی یعنی بادشاہ سے بھی اظہار کیا۔ مگر اجازت نہ مل سکی۔ اُس وقت آپکے کلام کی صداقت ظاہر ہوئی اور متعلقین کے ساتھ حج کرنا جو اُن کا منشا تھا میسر نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۰۴۰ھ میں ہندوستان ہی میں رحمت حق سے واصل ہو گئے +

کرامت۔ مولانا محمد حنیف کابلیؒ نے کہ مخدوم زادہ عالی قدر خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ سبحانہٗ کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں اور مُلکِ کابل میں ہدایت و ارشادِ طلاب میں مشغول ہیں۔ بیان کیا کہ ارشاد مآب شیخ محمد صدیق فرزند ارجمند شیخ بادشاہ کولابی جو فی الحال متوطن کابل ہیں فرماتے تھے کہ مَیں بروضع تجرید و تفرید متوجہ برہانپور ہوا۔ جب برہانپور پہنچا تو حضرت کی تعریف و توصیف پہلے سے بھی زیادہ سننے میں آئی۔ لوگوں نے کہا کہ اگر دنیا بھر میں پھروگے تو حضرت کی صحبت شریف کا ایک شمہ نہ پا سکو گے۔ مَیں اس خبر کو سُنکر خوش ہُوا اور بلا توقف متوجہ آستانۂ فلک نشان ہُوا۔ اور خانقاہ ملائک پناہ میں پہنچا دیکھا کہ نمازِ ظہر ادا فرما کر اصحابِ خلص کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہیں۔ مَیں بھی ایک طرف کو بیٹھ گیا اور آپ کے حلقہ سے فراغت پانے کے بعد سلام کیا۔ اور قدمبوس ہوا۔ آپؒ نے میرے حالات دریافت کئے اور فرمایا کہ اے درویش اپنا خیال ظاہر کرو اور انکار کا راستہ مت چلو۔ مَیں نے اپنے حال کی بابت انکار کیا۔ اور کہا کہ سرکار میں کچھ بھی حال نہیں رکھتا ہوں۔ حضرتؒ نے میرے ابتدائے حال سے اُس مقام تک کہ جس پر میرا عبور ہوا تھا کما حقہٗ بیان فرما دیا۔ اس بات کے سننے اور اس کرامت کے ظاہر ہونے سے مجھ کو بڑی حیرت ہوئی۔ پھر حضرت خلوت میں تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا کہ کل بعد اشراق کے آئیو۔ دوسرے دن میں وقت مقررہ پر حاضر ہُوا حضرت نمازِ اشراق

ادا کر کے خلوت میں داخل ہو چکے تھے۔ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا اور دیکھا کہ ایک صوفی مسجد میں بیٹھا ہے۔ میں نے اُس سے کہا کہ جب حضرت برآمد ہوں تو کہہ دینا کہ ایک درویش خدمت میں آیا تھا۔ چونکہ آپ باہر تشریف فرما نہ تھے اِس لئے دعا کہہ کر عازم برہان پور ہو گیا۔ اُس نے کہا کہ حضرت نے مجھ کو تمہارے لئے بٹھا دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ ایک درویش محمد صدیق نام آئے تو ہم کو اطلاع کر دینا۔ حالانکہ میں نے آپ سے اپنا نام بیان نہیں کیا تھا۔ پس صوفی آپ کی خدمت میں گیا اور میری دعا پہنچائی۔ حضرت نے مجھ کو بلایا۔ اور خود اُٹھے اور وضو کیا اور نماز تحیۃ الوضو پڑھی۔ تھوڑی دیر مراقب رہے۔ اور پھر مجھ کو حکم دیا کہ سامنے آؤ۔ میں سامنے گیا اور آپ کے قریب بیٹھا۔ حضرت پھر مراقب ہوئے اور ذکر قلبی فرمایا۔ اور متوجہ رہے اور میرے احوال کو ہر ساعت بدل رہے تھے۔ ایک ہی ساعت میں اس قدر احوال مجھ کو عطا فرمائے کہ برسوں کی عبادت میں اُس کا ایک شمہ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور جو حال مجھ پر وارد ہوتا تھا۔ آپ اُسکی خبر دیتے تھے۔ اسی طرح تمام احوال واردہ کی خبر دی اور پھر برہان پور کی اجازت مرحمت فرمائی +

کرامت۔ مولانا مذکور نے بیان کیا کہ ایک درویش صفا کیش کہتا تھا کہ میں حرمین شریفین زادہما اللہ سبحانہ شرفاً و تعظیماً کی طرف متوجہ ہوا۔ جب سرہند شریف پہنچا تو شرفِ آستانہ بوسی خادمانِ حضرت سے بھی مشرف ہوا۔ اُس وقت حضرت نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ اور خلوت گاہ میں تشریف لیجانا چاہتے تھے۔ اتنے میں میں نے آپ کو سلام کیا اور سامنے کھڑا ہو گیا۔ حضرت نے خادم سے فرمایا کہ ہمارے گھر سے روٹی لے آؤ۔ خادم ایک روٹی لے آیا۔ حضرت نے خادم سے وہ لے لی اور اپنے ہاتھ سے میری بغل میں ڈال دی۔ اور فرمایا کہ اے درویش وقت اچھا ہے یہی پارچہ نان تمہارا پیر ہے اور تربیت کے لئے کافی ہے۔ پھر میں حضرت سے رخصت ہوا۔ اور گھڑی بہ گھڑی میرا حال ترقی پاتا تھا۔ اور ایک حال کے بجائے دوسرا حال پیدا ہوتا تھا۔ جو کچھ کہ اُس ایک ساعت میں پایا اپنی بیس سال کی ریاضت میں اُسکی بو بھی نہ پائی تھی +

کرامت۔ حضرت کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں حضرت کا مرید تو ہو گیا تھا۔ مگر ترک سپاہگری کی تھی۔ ایک رات میرا ایک جوڑی دار شراب لایا اور مجھ سے اُس کے

پینے کے لئے اصرار کیا۔ مَیں نے انکار کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ مجھے زور اور زبردستی سے پلائے۔ اتنے میں آپ انگشت بدندان تشریف لائے۔ اور مجھ کو اُس سے منع فرمایا۔ مجھ کو جذبہ نے گھیر لیا۔ اور جنون غالب ہوُا۔ چار مہینہ تک یہ جذبہ قائم رہا۔ اور اُس میں اپنے رُوبرو حضرت کو بچشمِ سر دیکھتا تھا ۔

تصرف ایک مخلص عقیدت کیش نے نقل کیا کہ مجھے ایک فاحشہ سے محبت و شیفتگی تھی اور مَیں اس تعلق میں بے اختیار تھا۔ ایک دن اس کو اپنے خلوت خانہ میں طلب کیا اور مجلسِ بزم آراستہ کی اور چاہا کہ اُس سے قربت کروں۔ اتنے میں آنحضرت علیہ الرحمۃ ظاہر ہوئے۔ اور آپ نے ایک طمانچہ میرے مُنہ پر مارا اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور لرزہ و رعشہ میرے بدن میں پڑ گیا جس سے اُس عملِ بد کی قدرت سلب ہو گئی۔ اور مَیں اپنے ارادہ سے تائب اور نادم ہوُا ۔

کرامت ۔ شیخ نور محمد اناری رحمۃ کہ حضرت کے قدیم صحابی اور صاحبِ اجازت تھے۔ اور آٹھ بار حضرت رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سے مشرف ہوئے تھے بیان کرتے تھے ۔ کہ ایک گھر میں جن رہتا تھا۔ اور ہمیشہ میرے بھائی سے دشمنی کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اُس کی اذیت سے میرے بھائی نے انتقال کیا۔ مَیں بھی اُسی گھر میں رہتا تھا۔ بھائی کے انتقال کے بعد ہیبتناک صورتیں میرے سامنے آنے لگیں اور پھولوں کی خوشبو مہکتی تھی۔ میرے بھائی کی بھی حالتِ ابتدائی یہی ہوئی تھی۔ میرے اقرباء اِس حال سے مطلع ہو کر میری زندگی سے ناامید ہو گئے۔ ایک رات مَیں اپنی بیوی سے ہم بستر تھا۔ اور ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ وہ جن آ گیا اور ہم دونوں کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اور ایسی طاقت کی کہ ہم ہاتھ اُٹھانے سے عاجز ہو گئے لحاف کو بھی اپنے اوپر سے نہ اُٹھا سکے ۔

ہم اسی بے قراری میں تھے کہ آپ نمودار ہوئے اور آواز دی کہ نور محمد کچھ خوف نہ کرنا۔ یہ جن ابھی بھاگ جائیگا۔ کیونکہ شیطان کا مکر کمزور ہے۔ جن نے حضرت کی آواز سنتے ہی ہم کو چھوڑ دیا۔ مَیں اُٹھا اور حضرت غائب ہو گئے۔ اس کے بعد سے میرے گھر میں کسی کو جن کا آسیب نہ ہوُا۔ اور جنات وہاں سے جلا وطن ہو گئے میں دیکھتا تھا کہ وہ اپنے ساز و سامان کو لیکر میرے گھر سے جا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں

کہ حضرت نے ہم کو جلا وطن کر دیا۔ اب ہم موضع شادیوال میں جاکر ٹھیرینگے ٭

کرامت۔ حضرتؒ کے مرید میر شرف الدین حسین حسنی ملقب بہمت خاں بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز مجھے یہ خیال ہوا کہ چند کپڑے نفیس سیدہؒ دکنی اور کچھ قدر پکانے کے مصالحہ حضرت کی خدمت میں بھیجوں۔ پس کپڑے اور مصالحہ علیحدہ علیحدہ اپنے منہ بولے بھائی الہ یار نامی کے ذریعہ روانہ کئے۔ ایک عورت نے جو میری سسرالی رشتہ دار آئی تھی کہا کہ ایسے بیش قیمت کپڑے کیوں فقرا کی نذر کرتے ہو۔ وہ اِن کو استعمال نہ کرینگے۔ مَیں نے کہا کہ اگر وہ استعمال نہ کریں تو اُن کے کسی اور گھر والے کے کام آئینگے۔ اللہ یار نے کپڑے اور مصالحہ آپ کے ملاحظہ میں پیش کیا آپ نے فرمایا کہ مصالحہ تو لے لیا جائے۔ اور کپڑوں کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ میر شرف الدین حسین سے کہو کہ یہ نفیس کپڑے درویشوں کے کام نہیں آتے ہیں۔ تمہارے گھر میں جو ایک عورت آئی ہے اُس کو دے دیں وہ اُس کے لائق ہیں۔ اور کپڑوں کو واپس فرما دیا۔ اِس کرامت سے وہ عورت جس نے وہ بات کہی تھی بہت نادم ہوئی اور توبہ کی کہ حضرت کی نسبت پھر کبھی ایسی باتیں نہ کہونگی ٭

کرامت۔ میر صاحب مذکور بیان کرتے تھے۔ کہ جب کہ فرزند شمس الدین احمد دو سال کا تھا وبائے عظیم دہلی میں پھیلی۔ اور وہ بھی سخت بیمار تھا تین دن تک دودھ نہ پیا اور بے ہوش رہا۔ اور آثار جان کندنی ظاہر ہونے لگے اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ رُوح اُس کے پاؤں سے کمر تک نکل گئی ہے۔ اور کمر سے سینہ تک۔ حاضرین گریہ زاری میں مشغول ہو گئے۔ اور مَیں بارگاہِ حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ ہوا اور مَیں نے یہ نذر مانی کہ یہ لڑکا جب پانچ چھ برس کا ہو جائیگا۔ تو اُس کو مع اُس کی دایہ کے حضرت کی خدمت میں بھیجدونگا۔ کہ وہیں پڑا رہے اور اس بارگاہ کی غلامی کیا کرے۔ اور عبادتِ حق میں مشغول رہے۔ اِس نذر کے مانتے ہی یہ معلوم ہوا کہ رُوح اس کے بدن میں واپس آگئی۔ آنکھ کھولی۔ اور دودھ مانگا اور صحت پائی ٭

سب سے بڑی کرامت یہ تھی کہ چونکہ حضرت کا مقدور تھا اِس لئے جس نے اُس کی دنیا داری میں کوشش کی اور لباس امرا اُس کو پہنایا وہ آزارِ جانی ومالی کھینچتا تھا۔ چنانچہ اُس کے دادا اور نانا اِسی کوشش میں تھے کہ کہیں فقیر نہ ہو جائے۔

مجھ کو اُسے حضرت کی غلامی میں بھیجنے نہ دیتے تھے۔ بعدی مر گئے اور اُس کی ماں کی بھی یہی تمنا تھی۔ اس لئے وہ بھی غلام کے ہاتھ سے قتل ہو گئی ✤

کرامت ایک روز حضرت خلوت میں بیٹھے تھے۔ اور عبدالمومن نومسلم بھی وہیں موجود تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے جو تو مانگے گا ملے گا۔ اُس نے کہا کہ سرکار میرے بھائی اور ماں کافر متعصب ہیں۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ مسلمان ہو جائیں۔ مگر وہ نہیں ہوتے۔ آپ توجہ فرمائیں کہ مسلمان ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کچھ اور بھی چاہتے ہو اُس نے کہا کہ حضرت کی توجہ سے مجھے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔ مگر بالفعل اُن کے اسلام کی تمنا ہے۔ فرمایا کہ بہت خوب وہ جلد مسلمان ہو جائینگے۔ حضرت کے اس ارشاد کے تیسرے دن اُس کے بھائی اور ماں سامانہ سے سرہند آئے۔ اور شرف اسلام سے مشرف ہوئے ✤

کرامت شیخ حسین جامی نقشبندی نے واقعہ میں دیکھا کہ فتنہ عظیم برپا اور سلطان عالیشان جہانگیر بادشاہ کی سلطنت میں فتور واقع ہوگا۔ انہوں نے اپنا کشف خان اعظم سے ظاہر کیا۔ شدہ شدہ اُس کی خبر حضرت تک بھی پہنچ گئی آپ نے فرمایا کہ بیشک ایسا ہی تھا جیسا کہ شیخ حسین نے بیان فرمایا ہے مگر ہم نے اِس فتنہ کو تسکین دے دی ہے۔ چند روز نہ گذرے تھے کہ سلطان شاہزادہ خسرو نے خروج کیا اور امراء و اغنیا کی ایک بڑی جماعت نے اُس کا ساتھ دیا اور ملک میں فتنہ پھیلا اور بادشاہ نے اُس کا تعاقب کیا۔ شاہزادہ نے موضع گوبند وال کے نزدیک شکست کھا کر دریائے چناب پر جا کر پناہ لی اور حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق فتنہ نے تسکین پائی ✤

کرامت۔ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں کہ سلطان خسرو نے خروج کیا تھا۔ بعض امرا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ دشمن نے بمشورہ مرتضیٰ خاں کہ معتمد علیہ سلطانی تھا خروج کیا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ مرتضیٰ خاں کو دشمن کے تعاقب کیلئے بھیجنا چاہئے۔ تا کہ اس کو گرفتار کر کے لائے۔ یا خود قتل ہو جائے۔ حضرت نے یہ کلام سُنا تو فرمایا کہ مرتضیٰ خاں میرے خاندان کا دوست اور مروّج حماسد ہے پس اُس کی امداد و اعانت کے لئے متوجہ ہونا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ اس جنگ میں فتح مرتضیٰ خاں

کی ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا +

کرامت۔ حضرت کے ایک عزیز کو اولاد ہوتی تھی مگر زندہ نہ رہتی اور لڑکپن میں انتقال کر جاتی تھی۔ اِس لئے وہ حیران و پریشان رہتے تھے۔ ایک مرتبہ اُس کے مکان میں لڑکا پیدا ہؤا۔ اُس نے اُس کو حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور کہا کہ مَیں نے نذر مانی ہے کہ اگر یہ لڑکا زندہ رہے اور بڑا ہو تو حضرت کی غلامی میں رہیگا حضرت نے توجہ کے بعد فرمایا کہ اُس کا نام عبدالحق رکھو زندہ رہیگا۔ اور عمر پائیگا لیکن ہر ماہ پانچ بہلول نذر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند نکالتے رہا کرو۔ آپکے ارشاد کی برکت سے وہ لڑکا معمر ہؤا +

کرامت۔ آپ کے ایک مرید نے بیان کیا کہ میں سب سے پوشیدہ افیون کھایا کرتا تھا کہ کسی کو اُس کی خبر نہ تھی۔ ایک روز مَیں ہمراہ رکاب سعادت آنحضرت جارہا تھا۔ حضرت نے ایک توجہ مجھ پر ڈالی اور فرمایا کہ مَیں تیرے دل میں ایک ظلمت پاتا ہوں اُس کی وجہ کیا ہے۔ مجبوراً مَیں نے اقرار کیا کہ مَیں پوشیدہ طور پر افیون کھایا کرتا تھا مگر آج سے توبہ کرتا ہوں +

کرامت۔ حضرت کی عُمر گرامی جب پچاس سال کی ہوگئی۔ تو آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ میری عُمر کے پچاس اور ساٹھ سال کے درمیانی زمانہ میں ایک حادثہ عظیم اپنے اوپر پاتا ہوں لہٰذا اُس وقت میں قضاءِ معلق میرے اِس جہان سے ارتحال کی نسبت مشہود ہوتی ہے۔ مگر ساٹھ سال کے بعد جس کو اب بارہ برس باقی ہیں میرے انتقال کی بابت قضاءِ مُبرم وقطعی محسُوس ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہؤا۔ کہ پچاس وساٹھ سال کے درمیانی زمانہ عمر میں جب کہ فرمایا تھا حادثۂ عظیم سلطان وقت سے بسبب شماتت بعض اعداء دین کے اور بادشاہ وقت کو سجدۂ تحیت دستور وقت نہ کرنے کے ظاہر ہؤا اور جب آپکی عمر شریف تریسٹھ سال کو پہنچی تو چونکہ قضاءِ مُبرم بعد ساٹھ سال کے آپ مشاہدہ فرما چکے تھے ارتحال فرمایا +

کرامت۔ ۱۰۳۳ھ میں حضرت قدس سرہٗ درگاہ خواجہ اجمیر میں حاضر تھے فرمایا کہ ہمارے انتقال کا زمانہ قریب ہے۔ اور جناب خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بشارتیں اور کرامتیں عطا ہوئی ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے صاحبزادوں کو ایک خط تحریر فرمایا

آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم کو دنیا کے اجازت نامہ کی بجائے آخرت کا اجازت نامہ دیا گیا۔ اور مقام شفاعت سے حصہ عطا کیا گیا ہے یہ بھی تحریر فرمایا کہ سب سے بڑی اُمّہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں بعض خدمات کے اہتمام کے لئے مجھ کو حکم فرما رہی ہیں۔ اور کہتی ہیں کہ ہم تمہارے منتظر تھے۔ اِس اِس طرح سے کام کرنا چاہئیے۔ اس کے بعد آپ بالکل سرانجامِ آخرت میں مشغول ہو گئے۔ ہر چند آپ کی عشرت ارشاد و تکمیل طالبان تھی۔ مگر چونکہ وصلِ محبوب حقیقی نے پر توڑ الا تھا۔ اِس لئے عزلت اختیار فرمائی۔ اس خط کے پہنچتے ہی صاحبزادے آپ کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ اور سرہند شریف پہنچے۔ حضرت اُن کو خلوت میں لے گئے اور فرمایا کہ اب مجھ کو اس جہان سے کچھ وابستگی نہیں رہی ہے کہ اُس عالم میں جانا ہے۔ پس وصیتیں فرمائیں اور وطن مالوف کو تشریف لائے اور ایک خلوت خانہ الگ مقرر فرمایا۔ اور اُس میں خلوت گزین ہو گئے مدت قلیل میں رحلت آخرت فرمائی +

کرامت حضرت نے ماہ شعبان ۱۰۳۳ھ میں شب برات کو خلوت اختیار فرمائی۔ شب بیدار تھے۔ آدھی رات گذرنے کے بعد آپ گھر میں آئے۔ اور زہرا زمانہ والدہ عفیفہ حضرت مخدوم زادگان یعنی آپکی اہلیہ صاحبہ مصلے پر تسبیح پڑھ رہی تھیں اُن کی زبان عصمت پناہ سے یہ بات نکلی۔ کہ آج کی رات لوگوں کی موت اور حیات اور اُن کے تقدیرین مقرر کی جاتی ہیں۔ خدا جانے کہ کس کا نام ورق ہستی سے محو کیا گیا اور کس کا ثابت رکھا گیا۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ آپ تو بطور شک و تردد کے کہہ رہی ہیں۔ اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو اچھی طرح سے دیکھ رہا ہے کہ اُس کا نام نامہ موجود سے محو کیا گیا ہے۔ اور اشارہ اپنی طرف فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اُس بات کے چھ ماہ بعد آپ نے وفات فرمائی +

کرامت ایک روز حضرت اپنے مکان میں آرام فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ اس موسم سرما میں ہم اس مکان میں نہ سوئیں گے حاضرین نے کہا کہ شاید خلوت خانہ میں آرام فرمائینگے فرمایا کہ وہاں بھی نہیں پوچھا گیا کہ پھر آرام فرمائینگے فرمایا کہ ان میں سے کسی جگہ نہیں خود بخود ظاہر ہو جائیگا اس لحاظ سے کہ مخفی رہے اور دوستوں کو رنج نہ ہو آپنے اسکی تصریح فرمائی

اور موسم سرما میں ہمارے سروں سے آپ کا سایہ اُٹھ گیا +

کرامت۔ ایک روز فرمایا کہ اپنی عمر کا حساب ترسیٹھ ۶۳ سال سے زیادہ نہیں دیکھتا ہوں۔ اور ایسا ہی واقع ہوا۔ کہ ترسیٹھ ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی +

کرامت۔ آپؒ نے ایک صادق العقیدہ امیر کو ایک حاجتمند کی سفارش میں ایک خط تحریر فرمایا اُس میں لکھا کہ اس شہر میں ہر سال وبا ہوتی ہے معلوم نہیں کہ اس سال زندگی وفا کرے یا نہیں۔ اُمید کہ آپ اچھی طرح سے ہونگے۔ آپ نے اپنی کیفیتِ وصال بغرضِ ستر اس عبارت میں ادا فرمائی۔ اور اسی سال وصال ہوا +

کرامت۔ ایک دوست نے بیان کیا کہ بزمانۂ مرض امام ہمام قدس سرہٗ مجھے خیال ہوا کہ چند روز کی اجازت لیکر وطن مالوف جاؤں۔ اور پھر خدمت شریف میں حاضر ہوں۔ پس عرض کیا کہ میرا ارادہ مصمم ہوگیا ہے کہ وطن جاکر پھر خدمت شریف میں حاضر ہوں۔ فرمایا کہ چند روز ٹھیرو۔ میں نے عرض کیا کہ ارادہ غالب ہے۔ اور میں بہت جلد حاضر خدمت ہو جاؤنگا۔ اگرچہ رخصت عطا فرمائی۔ اور یہ مصراع پڑھا ؎ کہ

کجا تو کجا ما کجا نو بہار

اِس سے چند روز کے بعد حضرتؒ نے وفات فرمائی +

کرامت۔ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۳۴ھ ہجری کو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ آپ چالیس اور پچاس روز کے اندر وفات پائینگے۔ ایسا ہی ہوا کہ ۲۸ ماہ صفر میں رحلت فرمائی +

کرامت۔ آپ نے اپنے مرض سے ایک روز پہلے فرمایا کہ دو روپیہ کے کوئلے انگیٹھی کے لئے لاؤ۔ پھر فرمایا کہ ایک روپیہ کے کافی ہو جائینگے۔ ابھی حق تعالیٰ نے میرے دل میں کہا ہے کہ دو روپیہ کے کوئلے جلانے کی فرصت نہیں ہی ہے عرض کیا گیا کہ موسم سرما ہے زمانہ کے کام آجائینگے۔ فرمایا کہ ایسا ہی کرلو۔ مگر احباب طویل امیدیں رکھتے ہیں۔ وقت نہیں ہا۔ پس دو روپیہ کے کوئلے لائے گئے۔ آدھے کوئلے آپ نے اپنے لئے الگ کرلئے اور فرمایا کہ ہمارے لئے اتنے ہی کافی ہیں۔ باقی گھر میں بھیجدئے۔ جتنی مقدار کہ حضرتؒ نے اپنے لئے رکھ لی تھی وہی وقتِ وصال تک پوری ہوئی +

کرامت وفات سے بہت دن پہلے آپؒ نے اپنی اہلیہ صاحبہ سے فرمایا تھا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا ہے کہ میری وفات تمہارے سامنے ہوگی۔ اس لئے تم اپنے مہر کے روپیہ میں سے جو کہ یقینی وجہ حلال سے ہے۔ ہماری تکفین کرنا۔ ایسا ہی وقوع ہوا کہ آنجناب قدس سرہٗ نے حضرت عصمت پناہ کے سامنے وفات پائی ۔

کرامت آنحضرت قدس سرہٗ نے بروز سہ شنبہ وقت چاشت ایک پہر دن چڑھے ۲۸۔ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ ہجری میں اس دار ناپائدار سے سفر اختیار فرمایا۔

خیر جامع حضرات القدس غسل کے وقت حاضر تھا اور غسل کے لئے پانی آپ کے بھتیجے شیخ بہاؤالدین کہ غسل دیتے تھے ان کے ہاتھ تھا۔ میں نے آپکے پائے مبارک کو چوما اور اپنی آنکھوں سے ملا ہے۔ جب بدن سے کپڑے غسل کے لئے اتارے گئے اور بالا پوش ہٹایا گیا تو ہم نے دیکھا کہ آپ کے دست مبارک ناف پر بندھے ہوئے ہیں اور سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور کن انگلی سے حلقہ کئے ہوئے کہ یہی وضع نماز میں مستحب ہے حالانکہ وقت وفات آپکے ہاتھ پاؤں حسب دستور دراز کر دیئے گئے تھے اور حاضرین نے تحقیق کے لئے کہ یہ امر اختیاری ہے یا اتفاقی مکرر ہاتھوں کو کھولدیا مگر پھر اسی طرح منعقد کر لئے گئے پس معلوم ہوگیا کہ یہی وضع آپ نے اختیار فرمائی ہے اس لئے اسی وضع کو قائم رکھا گیا۔ اور لوگ تجہیز میں مشغول ہوگئے۔ غسل کے لئے بدن سے کپڑے اور سر مبارک سے دستار اتاری گئی۔ اور تخت غسل پر لٹایا گیا تو دیکھا کہ آپ تبسم فرما رہے ہیں۔ جیسا کہ زندگی میں مسکرایا کرتے تھے۔ حاضرین بہت متعجب ہوئے ۔

اس کے بعد غسل دیا گیا۔ اور پھر آپکے ہاتھ کھول دیئے گئے اور بائیں پہلو پر آپکو لٹایا گیا اور داہنی طرف کو غسل دیا گیا۔ پھر داہنے پہلو پر آپ کو لٹا دیا گیا اور بائیں طرف کی تکمیل کی گئی۔ پھر سیدھا ہاتھ بائیں پر باندھ لیا۔ پھر آپ کے ہاتھوں کو کھول دیا گیا۔ تمام حاضرین نے معائنہ کیا۔ کہ سیدھا ہاتھ سیدھی طرف سے اور بایاں ہاتھ بائیں طرف سے متحرک ہوا۔ اور دونوں مل گئے۔ اور سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو قبض فرما لیا اسی طرح کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور کن انگلی نے دست چپ کے پہونچے کو حلقہ کر لیا۔ اس خارق عظیم سے غوغائے عظیم پیدا ہوا اور سب کی زبانوں پر کلمہ سبحان اللہ بے اختیار آگیا۔ آخر جب حضرت کی مرضی اسی میں دیکھی گئی تو دست مبارک اسی طرح سے بند چھوڑ دیئے

اور نہ الگ کئے گئے۔ اور نہ دراز کئے گئے۔ یہ قبض و بسط بہت بڑی کرامت ہے جو بعد وفات کے آنجناب قدس سرہٗ سے ظاہر ہوئی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ◆

پھر آپ کو اُس قبۂ منورہ میں کہ خود آنجناب قدس سرہٗ نے اپنے فرزند بزرگوار خواجہ محمد صادق کے مزار پر تعمیر فرمایا تھا۔ رکھا گیا ◆

کرامت۔ حضرت علیہ الرحمۃ کی وفات کے دن آسمان کے کنارے نہایت سُرخ ہو گئے تھے۔ اور یہ منقول ہے کہ سُرخی آسمان کی آسمان کا گریہ کرنا ہے۔ دوستانِ حق پر۔ چنانچہ شرح صدور میں ہے کہ زمین و آسمان مومنین پر گریہ کرتے ہیں۔ اسی میں مذکور ہے کہ آسمان کے رونے میں اُس کے کنارہ سُرخ ہو جاتے ہیں ◆

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آسمان کی یہ سُرخی جو ہوتی ہے۔ وہ آسمان کے مومنین پر گریہ کرنے میں ہوتی ہے ◆

کرامت۔ آنحضرت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ایک مخلص نے بیان کیا کہ آج ظہر کے وقت میں مسجد میں نماز کیلئے آیا۔ موذن نے تکبیر کہی اور لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ میں امام کے پیچھے کھڑا تھا۔ اور ان آنکھوں سے میں نے دیکھا کہ حضرت میرے پہلو میں کھڑے ہیں۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے متصل کر لیا تاکہ فصل نہ رہے کہ حالت حیات میں بھی آپ کا یہی دستور تھا۔ نماز کے ختم ہونے تک میں آپ کو اسی طرح دیکھتا رہا۔ ایک شال سبز اوڑھے ہوئے اور موزے پاؤں میں پہنے ہوئے تھے۔ جب ہم نے سلام پھیرا۔ تو آپ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے ◆

کرامت۔ حضرت مخدوم زادہ عارف وحید خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زمانۂ رنج و غم وفات آنجناب میں ایک شب اُس حجرہ میں جو صحن روضہ مبارک میں ہے بستر پر لیٹا تھا۔ اور ماتم فراق و درد اشتیاق میں سو گیا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ حضرت صحن روضہ میں پھر رہے ہیں۔ میں بیدار ہو گیا تو دیکھا کہ حضرت حجرہ کے دروازہ کی طرف گئے اور حجرہ کے اندر تشریف لائے اور بستر پر بیٹھ کر مجھ کو گود میں دبا لیا جس طرح کہ مشائخین بوقت عطاء نعمت باطنی معانقہ کیا کرتے ہیں۔ مجھ پر ہیبت غالب ہوئی۔ اور لرزہ میرے اعضا میں پھیلا۔ پھر آپ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے مختلف راتوں میں حضرت

کو دیکھا کہ صحن روضہ میں سیر کر رہے ہیں۔ اور چونکہ میرا وجود طبعی معانقہ ساکنان عالم قدس کے ساتھ معانقہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا بلکہ ہیبت زدہ ہوگیا تھا اس لئے شب اول کی مانند زیارت نہ ہوئی۔ اور روحانی حضوری پر اکتفا ہوتا رہا۔

کرامت۔ حضرت قدس سرہٗ کے ایک مخلص بیان کرتے ہیں کہ ان کا لڑکا بیمار تھا اور ڈراؤنی صورتیں اور شکلیں اُس کو دکھلائی دیتی تھیں۔ انہوں نے اُس سے کہا کہ اے فرزند تو نے لڑکپن ہی میں حضرت کو دیکھا ہے حضرت کا کچھ حلیہ تجھ کو یاد ہے یا نہیں۔ کہا کہ حضرت کی داڑھی اور مونچھیں مبارک میری نظروں میں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انہیں کا تصور کر تاکہ وساوس شیطانی نہ ستائیں۔ اور اُن کے طفیل میں اللہ تعالیٰ تجھ کو صحت عطا فرمائے۔ اُس نے حضرتؒ کا تصور شروع کیا۔ اتفاقاً اُس کو غنودگی ہوگئی۔ بعد افاقہ پانے کے اُس نے کہا کہ میں نے حضرتؒ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ بابا ہم خدا سے مل لئے ہیں۔ اور بہشت میں داخل ہو چکے ہیں۔ پہلے ہم نے داہنا پاؤں رکھا پھر سر پھر بایاں پاؤں اسی طرح جنت میں چلے گئے۔ میں نے کہا کہ یا حضرت مجھے بھی خدا سے ملائیے تاکہ میں بھی اُس کے قدم چوموں۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی تمہارا اور میرے فرزندوں کا خدا سے ملنے کا وقت نہیں آیا ہے۔

وہ لڑکا بیدار ہوگیا۔ اس کو پوری پوری صحت ہو چکی تھی اور کسی طرح کا ضعف نہ رہا تھا۔ اور وساوس بخوبی دفع ہوگئے تھے۔ اس واقعہ صادقہ کے دس دن کے بعد ہمارے ممالک میں خبر آئی کہ حضرت عالم سے رحلت فرما ہوگئے۔

آنحضرت قدس سرہٗ کے کرامات و خوارق عادات احاطہ شمار سے باہر ہیں اور اس مختصر میں اُس کی گنجائش نہ تھی اِس لئے اسی قدر پر اکتفا کیا گیا۔ اور آپ کی بعض بڑی بڑی کرامتیں آپؒ کے خلفا اور اصحاب کے حالات کے ساتھ کہ وہ کرامات کے راوی ہیں انشاء اللہ تعالیٰ مذکور ہونگے۔

اور آپؒ کے بعض احوال و اقوال اور کرامات جو بوقت وفات و بعد وفات واقع ہوئے ہیں وہ رسالہ "وصالِ احمدی" میں مکتوب ہیں۔ اُس میں ملاحظہ فرمائے جائیں۔

حضرت دوم

آپ کی تواریخ وصال ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بعض احباب نے تواریخ و مرثیہ ہائے وصال کہے ہیں کچھ حصہ اُن کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:۔

خواجہ ہاشم قشمی بُرہانپوری علیہ الرحمۃ نے جو کہ آپ کے خلفا میں سے ہیں اور بلدہ بُرہانپور میں مسندِ ارشاد و مشیخت پر مسند نشین ہیں۔ بیان کیا ہے کہ یہ تریسٹھ فقرے آنحضرت قدس سرہٗ کی عمر شریف کے مطابق ہیں۔ ہر ایک سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے۔ قَدَّسَ اللہُ تَعَالیٰ رُوحَہٗ وَاَفَاضَ عَلَیْنَا فُتُوحَہٗ:۔

[1] باہم فیاض ولیا۔ [2] قطب الاقطاب والا روزگار باشد۔ [3] سراجِ وجود طرف بست۔ [4] شاہ محققین رفت۔ [5] خیر الاولیا نماند۔ [6] منور رحلت نمود۔ [7] معرفت بزرگ احمد [8] زبدۂ مشائخ بود۔ [9] روح علما راسخ بود۔ [10] ظلِ محمد بود۔ [11] اوام خلفا احمد بود [12] ہمہ آئین صحابہ سید ثقلین بود۔ [13] دالِ حب شیخین بود۔ [14] مہر عثمان و علی بود۔ [15] ہمہ محبت اہل بیت نبوی بود۔ [16] اقتباس نبوت بود۔ [17] ابر نیساں رحمت بود۔ [18] شہسوار محبت بود۔ [19] خدیو عارفاں بود۔ [20] فرخ عثمان بود۔ [21] تکیہ گر ہمہ اتقیا بود۔ [22] سرور اہل تمکین بود۔ [23] منورِ آداب خواجہ بہاؤ الدین بود۔ [24] راے خواجہ علاؤ الدین بود۔ [25] آل خواجہ محمد پارسا بود۔ [26] بزرگیہاے خواجہ عبید اللہ بود۔ [27] ادراک خواجہ باقی باللہ بود۔ [28] رواجِ محبت رسول اللہ بود۔ [29] راوی ذی الجلال بود۔ [30] ہمہ امتثال بود۔ [31] مے شمسِ حقیقت [32] شہبازِ طریقت۔ [33] جانِ شریعت۔ [34] انجمہ تربیت بود۔ [35] رفیع المراتب۔ [36] خیر المناقب۔ [37] براءت جمال اللہ الاکبر۔ [38] آیۃ من آیات عز و جل۔ [39] شگرف روزگار۔ [40] کاشف روزگار۔ [41] باعثِ نجات آمد۔ [42] سرچشمۂ حیات آمد۔ [43] بہار اسرار قرآنی۔ [44] منورِ دین الف ثانی۔ [45] رونق چمن زار عشرت۔ [46] گلگونۂ عروس سعادت۔ [47] دولجۂ صباحت و ملاحت۔ [48] ہمہ محبت دہمہ محبوبیت۔ [49] ہو فخر النسب۔ [50] غازۂ وجہ ادب۔ [51] اکمل الافاضل [52] خیر اکابر۔

شرف جنات۔ شہ عالی درجات۔ عمر احمدی ہمان عمر۔ پیام برو صل محبت اللہ روز کوچ سہ شنبہ صفر۔ عطر اللہ عزّ وجل مثواہ۔ وجعل بدار الخلد ماواہ رزقنی اللہ توفیقہ۔ وبسط اللہ تعالے دائما طریقہ۔ اکثر اللہ محبیہ الے یوم الدین۔ بحق نبی اللہ ومحبوبہ وآلہٖ واصحابہ والتابعین ◆

رباعی ذیل کے ہر مصرع کے بے نقط حروف جمع کرنے سے آپ کے سال انتقال کی تاریخ اور ہر مصرع کے سر حرف سے آپ کے اسم مکرم کی صراحت ہوتی ہے۔ رباعی

آں مرشدِ رہ کہ بود او فخرِ کبار   حیرت زدہ از شہودِ او چشمِ ہزار
مہرِ فلکِ قربت بستانِ کمال   دریائے کرم چراغ بزمِ ابرار

رباعی ذیل برعکس رباعی اولے ہے اور اس کے حروف ابتدائی آنحضرتؒ کی ولادت کو بیان کرتے ہیں ؎

او سرورِ ملکِ مہر و دریائے شہود   خاک رہ آں سرمۂ ابصارِ جنود
شاہِ اورنگِ معرفت گوہرِ ہار   علامۂ عصر و لوحِ اسرارِ وجود

رباعی ذیل کا ہر مصرع آنجناب قدس سرہٗ کے سالِ وصال کی تاریخ ہے ؎

آں قطبِ سراجِ عالمِ ہمت بود   شاہ کل وفردِ لجۂ وحدت بود
ویں تازہ سروے چوں گلِ ابرِ بہار   واں در عالم مائدۂ نعمت بود

واضح ہو کہ جو حروف کہ ان تینوں رباعیوں کے شروع میں مرقوم ہیں وہ حسب قاعدہ رباعی خود تاریخ بن جاتے ہیں۔ کہ بقاعدہ توشیح رتب تخلد برآمد ہوتا ہے کہ سالِ وصال آنحضرت رضی اللہ عنہ ؎

تارفت گل از باغ چمن زار بماند   بنجت من و گلشن چو شب تار بماند
بالش ز چنیہا چو شکیب از دل رفت   لخط دلِ بلبل سر ہر خار بماند

اس رباعی کا ہر ایک مصرع کہ مرکب ہے حروف غیر معجمہ سے۔ تاریخ وصالِ آنحضرت ہے اور ہر مصرع کا حرف ثالث آپ کا نام نامی ہے رضی اللہ تعالے عنہ ؎

او اعمل اہل عصر و عالم علم   لوح الاسرار لامع ملک کرم
او مہر کمال سرورِ عالم حلم   گرد رہ او سرمۂ اہل حرم

بقاعدہ تعمیہ سال وصال حاصل ہوتا ہے۔ اور ہر مصرع کے حرف دوم سے آنحضرت کی عمر شریف ظاہر ہوتی ہے ؎

آں کو بخوشی سخن آموخت مرا | تا رفت بہ ایمان عزادوخت مرا
می جست بگریہ دل زسال نغرش | ابر آمدہ گفتا غم دل سوخت مرا

تاریخ وصال اس رباعی میں واضح ہے۔ مع ذالک۔ ہر مصرع کا ہر حرف دوم متفقہ سنین عمر آنحضرت کا ایما کرتا ہے ؎

بود مہر و ماہ علم حال و قال | ہم چو عثمان مرحیا راز یں بود
از خرد چوں سال عرش جست دل | زیں دو معنی گفت و نور ایں بود

اس قطعہ میں بھی تاریخ وصال ظاہر ہے اور ہر مصرعہ کے حرف اول کا مجموعہ لفظ حاضر ہے جو آپ کی خلافت کے آغاز کا سال ہے ؎

حبیبے کہ از حسن ذاتی خویش | الٰہش ہمہ ساخت دریاے آں
ضمیرم ز دل سال وصلش بجست | رقم زد بہشت بریں جاے آں

؎

بہار باغ عرفاں ابر رحمت | کزیں گلشن بہ تعجیل صبا رفت
مگر صبح قیامت سر بر آورد | کہ از مشکوٰۃ دیں شمع ہدیٰ رفت

؎

دریں ملک فنا غرق بقا بود | ہم از عین بقا اندر بقا رفت
زیادش خانۂ دل آفتاب است | اگر از دیدہ چوں نور و ضیا رفت

؎

چو شاہ اولیاء عہد خود بود
خرد گفتا کہ شاہ اولیا رفت

؎

آنکہ بود از کلید خانہ او | قفل اشکال عارفاں حل رفت
بود چوں شمع جمیع اہل کمال
عقل گفتا سراج محل رفت

ط

بنمود یکے موج ز دریائے حقیقت — ہم باز بداں بحرِ ازل بے سر و پا رفت
چوں جلوۂ او آب ریاض عرفا بود — تاریخ سفر گوے کہ آب عرفا رفت

ط

رفت آں کہ بود دیدۂ ادراک این واں — خفاش آفتاب ظہور کمال او
او نائب رسول بد ارغیبت اعتبا — نائب شمار و عمر نبی بین و سال او
سایہ ز سرو احمد مرسل نہفتہ بود — ایں احمد است سایۂ او ز امتثال او
از بس کہ امتثال نبی بود جملگی — مے جوئے ز امتثال نبی انتقال او

ط

محمل ربست سوئے بیاباں کہ کوہسار — اسپند وحشی مجمر صحرا بسوختہ
فارس کہ بود از شرر نعل توسنش — از رہ رواں بادیہ پیما بسوختہ
خار خلیدہ در جگر اشتران مست — کز اشک گرم شان دل خارا بسوختہ
شبہائے غم چو بخت من آخر سیہ چراست — ایں شعلہ گر ز خانۂ شبہا بسوختہ
نبضے کہ بر گرفت کہ چوں شعلہ کار زد — از دودش از دست مسیحا بسوختہ

روز وداع دل بر ما پرسد از کسے

کو داغ دل تمام سر و پا بسوختہ

تاریخ ذیل کی تخریج میر احمدؒ نے کی ۔ اور خواجہ ہاشم نے اُسے نظم کیا نظم

شہ ملک دین مہر اوج یقین — کز و دین و دل بود آباد او
بعہد فراقش سر جان کو — بنو ذرو وہ اعشش دل شاد کو
اگر سال عرش بپرسد دلے — بگو سرور اہل ارشاد کو

ط

یا ایھا الانام لقد سافر الانام — من کان باب خدمتہ عروۃ القبول
العارف الذی وھب ربہ لہ — حال التی تحیر فی شانہا العقول
بالموت کان بدر یقین قد الطلع — من مشرق الظہور الی مغرب الافول
لما اصاب ارث رسول بجقہ — فاکتب مقام رحلتہ وارث الرسول

یہ ترسٹھ فقرے کہ مطابق سال عمر آنحضرت قدس سرہٗ ہیں۔ اور ہر فقرہ آپ کی تاریخ وصال ہے۔ حضرت میر محمد نعمان اکمل خلفاء آنحضرت نے تحریر فرمائے ہیں یہ ہیں :-

مرجع معارفت۔ راہبر اہل حلاوت نماند۔ عنقائے قاف عزت نماند۔ دُرِّ دریائے محبت نماند۔ آئینۂ جمال نمائے محبت نماند۔ نور مصباح عبودیت نماند۔ فارس میدان صفوت بود۔ آفتاب جہاں ملاحت بود۔ شہ ارباب قربت بود۔ مرکز دائرہ سعادت بود۔ قافلہ سالار کعبۂ ہیبت بود۔ سروش محبوبیت بود۔ مرجع اصحاب تجرد بود۔ بدر منیر تقوےٰ بود۔ جان ارباب خانقاہ بود۔ بہ اہل صلابت تکیہ گاہ بود۔ واقف اطوار حقیقت بود۔ شمس سمائے الفت بود۔ پیکر معرفت بود۔ اشرف العارفین بود۔ کنز مخفی دارین بود۔ آل مشائخ بود۔ نور صدرۂ کرامت عرش مجید اجابت۔ شجرۂ طیبہ۔ تکمیل گنج فضل الٰہ۔ ہادی حضور۔ مفتح ابواب فتوح۔ ترجمان کلام لاریب۔ منبع اخبار نبوی۔ راست رو ملک ابدی۔ اکمال آثار مصطفویہ۔ صراط مستقیم وحدانیہ۔ خدیو اجتہاد۔ مہر سپہر حدیث۔ سرمۂ دیدۂ اقتدار۔ محرم رموز الاسرار۔ آیت برکات۔ آرائش کمال ولایات۔ اعتصام الناصرین۔ شمس مستفیدین۔ نور ابصار تفرد۔ زاد خاشعان۔ مسند ذکر اساس افضال۔ خلاصۂ نور احمد۔ آل رضا۔ باب گنجینۂ فیاض۔ نور سنائش ابد۔ نور جہان طریقت۔ ریاض احدی۔ فیض صمدی۔ نقطۂ دائرہ احترام۔ جمال تجلیات علوی۔ گل گلشن تعزز۔ معلم دبیرستان وصال۔ مرشد شفیق۔ بحر عمیق تصدیق۔ گوشوارۂ صباحت۔ اِماماً داعیاً الی اللہ باذنہٖ۔ خاطر حق پسند۔ معدلت دستگاہ محفوظ۔ محفل قدسی بگرفت۔ بفردوس رفت۔ بجانب خلیل شد +

رباعیات ذیل کے ہر مصراع سے آنحضرت قدس سرہٗ کی تاریخ وصال نکلتی ہے

رباعی

او نور جہاں مکرمت بود ۔۔۔ او نور سپہر محمدت بود
سرمایۂ ہر فتوح بود او ۔۔۔ در ما ہمہ قوت روح بود

"

او محرم راہ کعبۂ وحدت بود ۔۔۔ او منبع نور سید عزت بود
ممدوح جواد و معدن نصرت بود ۔۔۔ برہان کمال و ہادی رحمت بود

رباعی
قبلۂ عسکرِ سعادت بود　　گوہر افسر محبت بود
آں گلِ گلستان انسانی　　کاشفِ رازِ رمزِ البقائی

تواریخ ذیل فضائل پناہ محمد صادق کشمیری کے مؤلفہ ہیں :-

قطعہ

فریاد ز گردشِ زمانہ　　بیداد ز دستِ جورِ ایام
قطبِ ارشاد شیخ احمد　　کہ بود بخلق فیضِ او عام
در ماہ صفر بہ بست و ہفتم　　بگذشت ز دہر پے سرانجام
از رفتنِ او ز بے عطلان رفت　　یکبارہ قرار و صبر و آرام
شد روز وصال عاشقان شب　　شد صبح امید طالبان شام
چوں قلعۂ دین و برج ایماں　　او بود بدہر پر دو دوام
تاریخ وفات او برآمد　　افسوس خراب برج اسلام

یہ تاریخ بھی آپ نے فرمائی ہے الولی لا یموت بل ینقل امنازل الابدی +

نیز آپ نے یہ بھی تاریخ فرمائی۔ اَلْمَوْتُ ھُوَ جِسْرٌ یُوصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ +

مخدوم زادہ خواجہ محمد عبیداللہ فرزند خورد قطب زمان حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہ نے آپ کی تاریخ وصال یہ پائی ہے۔ مَاتَ وَ لَمْ یَمُتْ بَلْ حَیٌّ اَبَدًا +

اور فرزند کلاں خواجہ محمد عبداللہ نے یہ تاریخ پائی (امام صفا کیشاں) +
ملا حیدر نے تاریخ وصال فرمائی۔ (کشاف حقائق و معارف بودہ) +
مولانا عبدالقادر انبالی نے کہا (کجا شد خلیل اللہ) اور یہ بھی کہا (فتح الحکمۃ) +
مولانا کریمی سنانی علیہ الرحمۃ نے جو کہ آنحضرت قدس سرہ کے مخلص خاص تھے۔ تاریخ وصال تحریر فرمائی ہے ؎

شہ ملکِ ولایت شیخ احمد　　کہ شبلش مادر ایام کم زاد

ازیں راہِ خطرناکِ پُر آشوب | قدم در شاہ راہ خلد بنہاد
بپرسیدم ز ہاتف سال تاریخ | بگفتا ساکن جلد بریں باد

حضرت یازدہم

آپ کے فرزندان گرامی اور خلفا کے مقامات کے بیان میں رضی اللہ تعالیٰ

حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ

آپ حضرت رحمہ کے بڑے صاحبزادے اور اشرفِ اولیا زمانہ تھے آپ کی ولادت سنہ ۱۰۰۰ھ میں ہوئی۔ زمانۂ کم سنی ہی سے آپ کی جبین مبین سے آثار علو استعداد اور انوار ہدایت وارشاد پیدا و ہویدا تھے۔ آپ کے جدامجد علیہ الرحمۃ زمانۂ طفولیت میں آپ کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ آنحضرت قدس سرہٗ سے فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا یہ فرزند ہم سے عجیب و غریب باتیں اور حقائق اشیا اور اُنکی خلقت کی کیفیت دریافت کیا کرتا ہے۔ ہم بہت دقت سے اُس کا جواب دیتے ہیں جب کہ آنحضرت قدس سرہٗ اپنے والد ماجد کی وفات کے ایک سال بعد ۱۰۰۸ھ میں حضرت خواجہ کی دولت صحبت سے مشرف ہوئے۔ یہ مخدوم زادہ بھی جنکی عمر اُس وقت آٹھ سال کی تھی آپ رحمہ کے ہمراہ رکاب تھے۔ اور نظر فیض اثر حضرت خواجہ سے مشرف ہوئے اور اُن سے بیعت کی۔ حضرت خواجہ کی برکات توجہات عالیات سے اُس آٹھ سال کی عمر میں احوال و واردات غریبہ آپ پر وارد ہوتے تھے۔ اور رنگ برنگ کے اذواق اور استغراق آپ پر منکشف ہوتے۔ باوجود جذبات کے غلبوں کے تحصیل علوم میں مشغول رہے۔ مختلف کتب آپکے زیر سبق رہتی۔ کبھی غلبۂ جذبۂ احوال میں ننگے سر اور ننگے پاؤں نکل جاتے۔ اور سبق کی کتابیں طاق میں ہی رکھی رہ جاتیں تھیں۔ اس کثرت سے آپ پر پے در پے جذبات وارد

ہوتے کہ حضرت خواجہ ارشاد فرماتے تھے۔ کہ محمد صادق کو بازار کا کھانا کھلاؤ۔ تاکہ اُسکی ظلمت کی وجہ سے غلبۂ حال و جذبات میں کچھ کمی ہو جائے۔ اور جب آپ کو اس حال میں ملاحظہ کرتے تو فرماتے کہ ہمارے مجذوب کو دیکھو کس حال میں ہے۔ آپکی رفعتِ حال اس درجہ تھی کہ ایک روز ایک مشائخ وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں آئے۔ اور انہوں نے اپنے حالات اور واردات بیان کرکے عرض کیا کہ اگر صحبت شریف میں ایسے ہی احوال حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو آپ کو تکلیف اپنی تعلیم کے ساتھ نہیں دے سکتا ہوں۔ ہاں اگر اس سے زیادہ رفیع حالات حاصل ہو سکتے ہیں۔ تو میں آپکی خدمت میں ہوں اور استفادہ کروں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ محمد صادقؒ کو بلاؤ۔ فوراً آپ حاضرِ خدمت ہوئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم ہم سے اپنے حالات اور واردات بیان کرو۔ یہ بزرگ ہمارے مہمان ہیں۔ تمہاری زبان سے تمہارے حالات سُننا چاہتے ہیں۔ آپ نے اپنے واردات و سوانح عرض کئے۔ تو اُن کے حالات اُن کے مشائخ صاحب کے احوال سے کہ انہوں نے پچاس سال کے عرصہ میں حاصل کئے تھے بہت زیادہ تھے۔ شیخ ایک طفل ہشت سالہ کی زبان سے جس کو کہ داخلِ طریق ہو کر دو تین ماہ ہوئے تھے یہ احوال سنکر دریائے حیرت میں غرق ہو گئے اور رفعتِ حال کا تکبر اُن کے دماغ سے نکل گیا ✦

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی مرحمت و شفقت آپؒ کے حال پر اس درجہ تھی کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ تپ محرقہ میں علیل ہو گئے اور آپؒ بھی اسی مرض میں مبتلا ہوئے۔ اور طرفین کے بخار کو ایک عرصہ دراز ہو گیا کہ صحت نہ ہوئی۔ آخر ایک روز حضرت خواجہؒ نے آنحضرتؒ سے فرمایا کہ ہمارے بخار انعکاسی ہیں۔ جب تک محمد صادق یہاں ہے نہ اُس کا بخار دفع ہو گا نہ ہمارا۔ اُس کو سرہند روانہ کرو۔ ہم دونو اچھے ہو جائینگے اس حکم کی تعمیل کیگئی اور آپ رخصت ہو کر پہلی ہی منزل میں فروکش ہوئے تھے کہ آپ کا بخار دفع ہو گیا۔ اور مخبر یہ خبر لایا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا بھی بخار جاتا رہا ✦

ایسے وقعات سلسلۂ علیہ نقشبندیہ میں اکثر واقع ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایک بزرگ پر ایک مرتبہ جاڑے اور لرزہ کا غلبہ ہو گیا۔ بہت سے کمبل اور کپڑے ان پر ڈالے گئے۔ مگر تسکین نہ ہوئی۔ اتنے میں ایک خادم بازار سے واپس آیا۔ جو راہ میں اس موسم سرما میں پانی پر گر پڑا تھا۔ اور لرزہ و رعشہ میں مبتلا تھا۔ بزرگ نے کہا کہ اس خادم درویش کو دوسرا کپڑا

اور پوستین پہناؤ۔ کہ میری یہ سردی اُسی کے انعکاس سے پیدا ہوئی ہے جب اُن کو گرم کیا گیا۔ تو ان بزرگ کا وہ لرزہ اور رعشہ فوراً جاتا رہا ۔

اکثر اوقات حضرت خواجہ قدس سرہٗ آپ سے حقائق کونی اور احوال موتیٰ و اہل قبور اور امور آئندہ کے وقوع و عدم وقوع کی کیفیت آپ سے خلوتِ خاص میں دریافت فرمایا کرتے تھے۔ اور آپ تھوڑی توجہ کر کے مفصّل جواب عرض کرتے تھے۔ اور مطابق آپ کے کشف کے واقع ہوتا تھا۔ اِسی طرح سے اور درویش طریق آپ سے حقائق غیبی پوچھتے اور آپ ان کو جواب دیتے۔ چنانچہ آپ کے فرمانے کے بموجب ہی ہوتا تھا۔ آپؒ کے قصص اور کشوف کی تفصیل کے لئے دفاتر چاہئیں اِس رسالہ مجمل میں اجمال پر اکتفا کیا گیا ہے ۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپؒ کی روانگی کے بعد ایک عنایت نامہ تحریر فرمایا تھا کہ :۔

قرۃ العین برخوردار محمد صادقؒ !

تمہارے ظاہر و باطن کے مشاغل اور احوال جیسا کہ ظاہر ہے لائق تعریف ہیں۔ اِسی حضور اور حالت پر قائم رہو۔ اور غیبت اور استغراق سے اندیشہ نہ کرو۔ انشاء اللہ سکر سے صحو میں آجاؤ گے۔ اور حالتِ فنا بقا اور شعور سے متبدل ہو جائیگی ۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ کے اُس خط کے جواب میں جو کہ ان صاحبزادہ برگزیدہ آفاق کے حال کے متعلق تھا یہ تحریر فرمایا۔ کہ احوال محمد صادق کے اصل ہیں۔ اور اس زمانہ میں جب کہ حضرت خواجہ آنحضرتؒ کو خلافت عطا فرمائی۔ اور اپنے اصحاب کو آپؒ کے حوالہ کر دیا تو مخدوم زادہ کی تربیت بھی آپ ہی کے سپرد کی۔ اُس نونہال بستان کمال نے آنحضرت کی خدمت میں کمالات حاصل کئے اور مرتبۂ تکمیل کو پہنچے ۔

آنحضرت قدس سرہٗ نے ایک عریضہ میں اُس گلدستۂ اکمال صاحبزادہ کے زمانہ طفولیت کے احوال کو حضرت خواجہ کی خدمت میں اِس طرح تحریر فرمایا تھا کہ :۔

محمد صادقؒ نے مقام حیرت میں غوطہ کھایا ہے اور مقام مذکورہ میں فقیر کے حال سے مناسبت رکھتا ہے ۔ تم کلامہ

آپ اکیس سال کی عمر میں آنحضرت کی خلعت خلافت سے بروز جمعہ ماہ جمادی الثانی میں مشرف ہوئے۔ اور آپ نے اپنا عبا خاص مرحمت فرمایا۔ اُس روز ایک جماعت کثیر نے آپ سے مصافحہ کیا۔ اور بیعت کی۔ اُس وقت ایک نور پیشانی اقدس اُس ارباب تمکین سے درخشاں اور تاباں ہؤا کہ آفتاب عالمتاب بھی اُس کے مقابلہ میں شرمندہ اور خیرہ تھا ✤

اُس صاحب زادہ صاحب عرفان پر حیا اور انکسار اور تواضع اور شکستگی اس قدر تھی کہ گفت و شنید میں نہیں آ سکتے۔ اور تسلیم و رضا بقضا کی حالت کمال درجہ غالب تھی ✤

ایک روز آپ کے ایک مخلص نے بعض لوگوں کی ایذا دہی کا آپ کی خدمت میں تذکرہ کیا۔ اور التماس کیا کہ آپ اُن کو تنبیہ اور تہدید فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر ہم خلق کے ساتھ خصومت و منازعت میں شریک ہو جائیں۔ تو پھر ہم فقرا اور اغنیا میں کیا فرق رہیگا ✤

راوی کا بیان ہے کہ آپ نے یہ ارشاد اِس انداز سے ادا فرمایا کہ میں نادم اور شرمندہ ہو گیا۔ اور ظالموں کا کینہ میرے دل سے نکل گیا ✤

جو شخص آپ کی صحبت کثیر البرکت میں پہنچتا۔ اُس کا دل حُبِّ دنیا سے سرد ہو جاتا تھا۔ آپ جامع علوم عقلیہ و نقلیہ تھے۔ اور اکثر علوم آپ نے آنحضرت کی خدمت میں حاصل فرمائے۔ کچھ مولانا طاہر لاہوری سے اور کچھ مولانا معصوم کی خدمت میں حاصل کئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں تحصیل علوم ظاہری سے فارغ ہو گئے۔ تمام درسی علوم کمال شرح و بسط سے آپ پڑھاتے تھے ✤

حقیر مؤلف کتاب ہذا نے مطول مع حاشیہ میر اور شرح عقائد مع حاشیہ خیالی اور تحریر اقلیدس اور شرح مطالع مع حاشیہ میر وغیرہ کتب آپکی خدمت میں پڑھیں۔ اور آپ کی وفات کے بعد شرح مواقف اور تفسیر بیضاوی اور حاشیہ عضدی آنحضرت کی خدمت میں پڑھی ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ ادائے مطالب میں بہت دور پہنچتے تھے اور مختلف طریقوں سے مطلب ادا فرماتے تھے۔ کبھی کبھی اپنے خیالات کسی کتاب پر بطور حاشیہ کے تحریر فرماتے تھے۔ اور نایاب جدید فنون اپنے سلیم طبیعت کے طبع زاد ظاہر فرماتے تھے۔ اور کبھی ان کتب پر بطور حاشیہ کے ان باتوں کو تحریر فرماتے تھے ✤

ایک روز شیراز کا ایک عالم جو ہندوستان آیا تھا۔ اور وہ معقول میں بے نظیر تھا آپ کی خدمت میں آیا اُس سے آپ نے چند مشکل دقائق علوم عقلیہ کے باریکیوں کا تذکرہ کیا جس کو اُن فاضل صاحب نے تسلیم کر لیا! ورصاحب زادہ موصوف کی توصیف میں اپنی زبان کھولکر اُس نے کہا کہ ہم یہ جانتے تھے کہ ہندوستان کے علما ادراکِ علوم عقلیہ کی قوت نہیں رکھتے ہیں۔ پھر اُن سے نکات غیر مندفع کے ایجاد کی کیونکر توقع ممکن تھی۔ مگر جب سے اِس جوان کی ملاقات ہوئی۔ مجھ کو یقین ہوگیا کہ ایسے فضلا ہند میں بھی پیدا ہوتے ہیں +

آنحضرت قدس سرہٗ نے چند کلمات آپکی رفعتِ حالی کے متعلق تحریر فرمائے ہیں۔ اُن سے آپ کی جلالت قدر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس مخدوم زادہ صاحب کے خط کے جواب میں جو مکتوب آپنے تحریر فرمایا ہے یہ ہے:-

کہ تمہاری شرح احوال سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کو ولایت خاصۂ محمدیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ سے مناسبت پیدا ہوئی ہے۔ پس تم شکر ایزدی اُسکی نسبت بجالاؤ کہ مدتوں سے اس دولت کے تم کو حاصل ہونے کی آرزو تھی۔ پس اس وقت ارادہ ہوا کہ تم کو اس مقام میں کھینچکر لاؤں۔ تو اس جستجو میں تم کو ہم نے مقام ولایت موسوی میں پایا وہاں سے نکال کر داخل دائرۂ ولایت خاصہ کردیا۔ الحمدللہ والمنۃ علےٰ ذالک خدا کا ہزار ہزار شکر و احسان ہے اس بات پر +

نیز آپنے تحریر فرمایا ہے کہ میرا فرزند عزیز اس فقیر کے معارف کا مجموعہ ہے اور مقامات جذب و سلوک کا نسخہ +

یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میرا فرزند محرم اسرار ہے اور خطا اور غلطیوں سے محفوظ ہے +

نیز فرمایا ہے کہ یہ مقام میرے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا گیا ہے اور اُس کی ولایت میں داخل کیا گیا ہے فقیر مسافروں کی طرح اُن کی ولایت میں مقیم ہے +

نیز فرمایا ہے کہ فقیر کا ولایت موسوی سے استفادہ اجمالی ہے اور میرے فرزند اکبر کا استفادہ اُس ولایت میں تفصیلی ہے۔ فقیر کی ولایت جس سے ولایت موسوی مستفاد ہے مشابہ ولایت ٹرے مومن کے ہے کہ اہل فرعون سے ایمان لے آئے تھے۔

اور میرے فرزند کی ولایت موسوی ساحرانِ فرعونی کی ولایت کے مشابہ ہے کہ ایمان لائے تھے +

نیز آپؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ فرزند مرحوم ایک آیت حق جل وعلا اور ایک رحمت ربّ العلمین تھا۔ اُس نے چوبیس سالہ عمر میں وہ چیزیں پائیں جو کسی نے نہ پائی ہوں اور تدریس علوم عقلیہ و نقلیہ۔ نیز مقام ولایت میں اپنا پایہ مرتبۂ کمال کو پہنچا دیا تھا۔ اُس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف اور دوسری کتابوں کا درس دینے میں قدرت کاملہ رکھتے ہیں۔ اُس کے معارف و عرفان اور شہود و کشوف بیان کی حاجت نہیں رکھتے ہیں۔ آٹھ سالہ عمر میں اس درجہ مغلوب الحال تھا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ اُسکی تسکین حال کے لئے بازار کا کھانا کہ مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے تجویز کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ جو محبت مجھ کو محمد صادق سے ہے وہ کسی سے نہیں ہے۔ اُس کو بھی جو محبت مجھ سے ہے وہ کسی اور سے نہیں ہے۔ آپؒ کے اِس ارشاد سے اُس کی عظمت معلوم ہو سکتی ہے۔ ولایت موسوی کو نقطۂ آخر تک پہنچایا تھا۔ اور اُس کے عجائبات اور غرائبات بیان کرتے تھے۔ اور ہمیشہ خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں خاضع اور خاشع اور متذلل اور منکسر رہتے تھے اور کہتے تھے کہ ہر ایک ولی اللہ نے بارگاہ حق سبحانہٗ سے ایک ایک چیز مانگی ہے۔ اور مَیں نے التجا و تضرع کو مانگا ہے۔ تم کلامہ الشریف

آپؒ آپکے عریضہ جو آپ نے آنحضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں تحریر فرمائے ہیں لکھتا ہوں :-

قدسیہ۔ قبلہ گاہا۔ اب بھی آرزو ہے کہ ایک ساعت اور ایک لحظہ بھی رضائے حق کے بغیر نہ گذرے۔ اور یہ حضرت کی ادنےٰ توجہ اور دستگیری پر منحصر ہے۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

برکت توجہ عالی جس طرح سے کہ ارشاد ہوا تھا مستقیم ہوں اُس میں کوئی کمی نہیں۔ بلکہ روز بروز ترقی و زیادتی کا امیدوار ہوں +

فجر و ظہر و عصر کے بعد حلقہ میں بیٹھتا ہوں۔ اور حافظ صاحب سے قرآن مجید سنتا ہوں۔ بعض اوقات قبض اور بعض اوقات بسط رہتا ہے قبض و بسط اور ذوق

و آرام وغیرہ بدن سے متعلق رہتے ہیں۔ اس سے متجاوز نہیں ہوتا ہے لطائف ستہ نہ متوجہ ہیں نہ غافل۔ اگر متوجہ ہیں تو ان کی توجہ مثل علم حضوری کے ہے بلکہ عین حضوری ہے۔ توجہ اور ذوق وغیرہ ان کا داخل عکس اور ظلال ہے! اور ظل سے متجاوز نہیں ہوتا اولاً یہ لطائف بدن سے مخلوط رہتے تھے۔ اور نظر بصیرت میں سوائے بدن کے اور کچھ مفہوم نہ ہوتا تھا۔ جیساکہ سابق میں حضرت سے بالمشافہ عرض کی جاچکی ہے اب بدن سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ میں اس مقام کو مقام بقا جانتا ہوں۔ اس بقا کے بعد پھر ایک نوع کی فنا لطائف نمودار ہوئی۔ اور معلوم ہوا کہ بے اس فنا کے جو بعد اس بقا کے نمودار ہوئی۔ انجام کار میسر نہیں ہو سکتا تھا۔ اب قبض ظاہر ہوتا ہے مگر ہنوز توجہ بعالم منعطف نہیں ہوئی ہے۔ چونکہ عرض احوال امر ضروری ہے۔ اس لئے ان چند کلموں کے لکھنے کی جرأت کی گئی +

قدسیہ۔ بذریعہ عرضداشت ہذا کمترین بندگان محمد صادق عرض پرداز ہے کہ حقیر ایک مدت تک مقبوض و مہموم رہا۔ آخر کار بتوجہ اقدس عنایت خداوندی شامل حال ہوئی۔ اور ایسا بسط معلوم ہوا کہ سابق میں جو یاد و توجہ مثلاً جو اپنی طرف سے محسوس ہوتی تھی۔ اب وہ حق تعالےٰ و تقدس کی طرف سے معلوم ہوتی ہے اور اپنے میں کسی نوع کی قابلیت نظر نہیں آتی ہے۔ مثل آئینہ کے کہ اس پر آفتاب طلوع کرے۔ پس اس سے تمام کدورتیں اور میل کچیل بدن و لطائف کا جل گیا۔ اور پورا پورا نور اور برکت حسب دلخواہ اس میں حاصل ہوئی۔ پس سینہ منشرح اور قلب وسیع ہو گیا۔ اور کل بدن نور درخشاں بن گیا۔ کہ سابقہ روح اور قلب سے بھی زیادہ لطیف ہے اور منجملہ اور لطائف کے تجلی اکمل قلب میں زیادہ پائی گئی۔ میں نے قلب کو دیکھا تو اس میں ایک دوسرا قلب اور نئی تجلی ظاہر ہوئی۔ اور یہ سلسلہ اسی طرح قائم ہو گیا کہ ہر قلب بسیط میں ایک دوسرا قلب ظاہر ہوتا گیا۔ لیکن اب یہ ختم ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر یقین نہیں ہے اب معلوم ہوا کہ حالات سابقہ بہ نسبت اس حالت کے تکلفات محض تھے۔ اس مقام کا نام میرے دل میں خطور ہوا تھا۔ مگر بخوف سوء ادب اس کو عرض نہیں کرتا ہوں +

قدسیہ۔ حضرت سلامت! ایک رات تراویح میں حافظ صاحب قرآن تلاوت

کر رہے تھے۔ کہ ایک مقام وسیع نورانی مشابہ بمقام حقیقت قرآنی ظاہر ہوا ہر چند اس کی جرأت نہ ہو سکی۔ مگر ایسا معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کی مرکز و اجمال ہے۔ گویا دریائے عظیم کو کوزہ میں بھر دیا گیا ہے۔ اور یہ مقام تفصیل حقیقت محمدی ہے۔ انبیاء کرام و اولیاء کاملین اپنی استعداد کی بموجب اُن مقامات میں سے بعض کو حاصل کرتے ہیں۔ مگر اس مقام کا کامل طور سے حصول بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کے لئے مفہوم نہیں ہو سکتا۔ اس کمترین نے بھی اس مقام سے بہ عنایت حق سبحانہ تعالے بتوجہ عالی مرشد برحق حصہ حاصل کیا۔ اس ماہ مکرم میں عجیب برکات ظاہر ہو رہے ہیں۔ تم کلامہٗ ؁

آنحضرت قدس سرہٗ نے جو کچھ خطوط اپنے فرزند گرامی تذکرہ صدر کے نام تحریر فرمائے ہیں اُن سب کا اس کتاب میں نقل کرنا مشکل ہے۔ آپ کے مکتوبات شریف میں دیکھنا چاہئے۔ اور مخدوم زادہ کے کشف و کرامات اس قدر ہیں کہ تحریر و تقریر میں آنے کی گنجائش نہیں رکھتے۔ اُن میں سے چند کا ذکر کیا جاتا ہے ؁

کشف۔ آپ کا وجد و حال زمانہ طفولیت ہی میں شہرت پا گیا تھا اس لئے شیخ بایزید کھروال مرید شیخ وجیہ الدین گجراتی کہ اُس نواح کے مشہور مشائخ میں سے تھے آپ کی معرفت اور وجد و حال کو سُنکر بڑے ذوق کے ساتھ آپ کی ملاقات کیلئے آئے۔ حالانکہ ایک زمانہ سے آمد و رفت کا طریقہ اُنھوں نے موقوف کر دیا تھا۔ اس وقت آپ آنحضرت کی خدمت میں تھے شیخ موصوف نے اثنائے ملاقات میں التماس کیا کہ آپ اپنے سر کی یہ ٹوپی مجھے عطا کریں تا کہ تبرکاً میرے پاس رہے۔ آپؒ نے مراقبہ کر کے فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ منع فرما رہے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم ہم کو دے دو۔ آپؒ نے عرض کیا کہ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ بتاکید تمام منع فرما رہے ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ہم دینے کیلئے کہتے ہیں۔ پس بہ تعمیل ارشاد والد بزرگوار آپ نے ٹوپی سر سے اُتار کر شیخ موصوف کو دے دی۔ اور شیخ رخصت ہو کر واپس چلے گئے ؁

کرامت۔ آپ کے ایام طفولیت میں آپ کے چچا شیخ مسعودؒ نے سفر قندھار کا عزم کیا۔ آنحضرت اُن کی مشایعت کے لئے شہر کے باہر تک آئے اور آپ بھی ہمراہ

تھے آنحضرت سے عرض کیا کہ دادا جان آگئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ شیخ مسعود کو اس سفر سے منع کرو۔ لیکن وہ سامان سفر کی تیاری کر کے نکلے تھے اس لئے آپ اُن کو منع نہ کر سکے۔ آپکے فرمانے کا اثر ظاہر ہوا کہ اُسی سفر میں میں شیخ مسعود نے رحلت فرمائی جیسا کہ آنحضرت کی کرامات میں منقول ہوا ہے +

کرامت۔ ایک روز آنحضرت قدس سرہ نے زمانہ وبا بتاریخ غرہ ربیع الاول بعد نماز چاشت فرمایا کہ ایسا کچھ دل میں آرہا ہے۔ کہ ۱۲ ربیع الاول کے بعد طاعون جاتا رہیگا۔ حاضرین حیران ہوئے کہ اتنی شدت کا طاعون اس مدت قلیل میں کیونکر جاتا رہیگا۔ دوسرے دن فقیر مؤلف نے سبق حاشیہ خیالی کے موقع پر آپ سے منقولہ صاحبزادہ صاحب بیان کیا۔ آپنے فرمایا کہ حضرت کا مطلب یہ ہے کہ وبا طاعون اس بارہ دن میں اُن کے گھر سے چلی جائیگی۔ ویسا ہی واقع ہوا۔ اُس ماہ کی نویں تاریخ آپ نے انتقال فرمایا۔ اور اس سے ایک دن پہلے آپ کے دو بھائی محمد فرخ اور محمد عیسیٰ اور ہمشیرہ صاحبہ اُم کلثوم نے رحلت کی۔ یہ تمام حوادث اسی بارہ روز میں واقع ہوئے۔ اس کے بعد وبا آپ کے گھر سے جاتی رہی +

کرامت۔ بعض نے اُن لوگوں میں سے جو طاعون میں مبتلا ہو گئے تھے خواب میں دیکھا کہ حضرت مخدوم زادہ موصوف تشریف لائے ہیں۔ اور ان مریضوں کو اُن لوگوں کے ہاتھ سے جو اس بلا کے پھیلانے کے بانی ہیں چھوڑا رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس بلا کو ہم نے اپنے اوپر لے لیا ہے۔ تو پھر تمہیں ان سے کیا علاقہ اور ایذا دہی کیسی چنانچہ اس واقعہ کے بعد اُن کو صحت ہو گئی +

کرامت۔ ایک صالح شخص نے خواب میں دیکھا کہ جو شخص صاحبزادہ موصوف کا نام گرامی لکھ کر اپنے پاس رکھے۔ وہ بلا طاعون سے رہائی پائیگا۔ لوگوں نے آپکے مزار پرانوار پر مور و ملخ کی طرح رجوع کیا اور ایک جماعت کثیر نے آپکے نام گرامی کی کتابت شروع کی۔ اور اب تک آنے والوں کی ایسی کثرت ہے کہ فاتحہ خوانی کی نوبت نہیں پہنچتی ہے۔ جس نے آپکا نام اپنے ساتھ رکھا اُس نے اُس بلا سے رہائی پائی اور اگر وہ بیمار ہو جاتا تو صحت پا لیتا تھا +

آنحضرت نے ایک بزرگ کو لکھا کہ اس شہر میں تقریباً دو ماہ سے بلائے وبا

پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں کے باشندوں کی شومئی اعمال سے ایک جماعت ہلاک ہوگئی اور ایک جماعت فرار ہوگئی۔ اور ایک جماعت نیم مردہ پڑی ہوئی ہے لوگ خوف و اضطراب سے پریشان ہیں۔ آیت کریمہ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیھم ویعفو عن کثیر بیان حال ہے۔

بتاریخ نہم ماہ ربیع الاوّل روز دوشنبہ فرزند مرحوم خواجہ محمد صادق جوار رحمت حق سے مل گئے۔ اور اپنے کو عامۂ خلق اللہ پر فدا کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا انتقال ہوتے ہی وبا میں کمی ہوگئی اور سکون پیدا ہوا اور لوگوں نے خوابوں میں دیکھا کہ میاں محمد صادق رح فرماتے ہیں کہ میں نے اس بلا کو اپنے اوپر لے لیا ہے۔ دو روز سے شہر میں تسکین ہے لوگ اُن کی قبر پر اس درجہ جمع رہتے ہیں کہ بہت وقت سے فاتحہ پڑھنے کا موقع ملتا ہے۔ جو بیمار شفا پاتے ہیں وہ نیازات کرتے ہیں۔

اُن کے دو چھوٹے بھائی محمد فرخ اور محمد عیسےٰ نے اُن سے ایک روز پہلے انتقال کیا۔

محمد فرخ مرحوم کا حال کیا بیان کیا جائے۔ گیارہ برس کی عمر میں علم کی تحصیل میں مشغول تھے۔ کافیہ پڑھتے تھے اور سمجھ کر پڑھتے تھے۔ اور عذاب اخروی سے ترساں و لرزاں۔ اور دعا کرتے تھے کہ سن طفولیت ہی میں دنیائے دنی سے رخصت ہو جائیں۔

جن لوگوں نے بیماری میں اُن کی تیمار داری کی عجائب و غرائب امور کا اُن سے مشاہدہ کیا۔ جو کچھ کرامات و خوارق عادات محمد عیسےٰ سے آٹھ سال کی عمر میں معائنہ کئے گئے وہ بیان سے باہر ہیں۔ الحاصل سب صاحبزادے جواہر نفیسہ تھے۔ کہ امانتاً دئے گئے تھے۔ خدا کا شکر و احسان ہے کہ اِن امانتوں کو بلا جبر و اکراہ خدا تعالےٰ کے حوالہ کر دیا۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَھُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَھُمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَات۔ خدایا اُن کے ثواب سے ہم کو محروم نہ رکھنا اور اُن کے بعد ہم کو بے صبری سے بچانا بحق حضرت سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات۔ تم کلامہ الشریف۔

الحاصل حضرت مخدوم زادہ موصوف محمد علیہ مرحوم کے جنازہ کے ہمراہ پیادہ پا مقبرۂ جدِ بزرگوار تک گئے تھے۔ واپسی میں طاعون کی گلٹی آپ کی ران میں ظاہر ہوئی بیرون مکان حجرۂ خانقاہ میں آپ کو آرام کرایا گیا۔ آپ کی والدہ عفیفہ نے آپ کے دیکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ بدقت تمام دو شخصوں کی گردن میں ہاتھ ڈالکر گئے اور والدۂ ماجدہ اور تمام ارباب حقوق سے پوری طرح سے رخصت ہوکر حجرۂ مذکور میں واپس آئے۔ اور آرام کرتے وقت اپنی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ ایسے سو جاؤ جیسے دولہا سوتا ہے۔ دوسرے روز بحالت بے ہوشی وحضور و استغراق کامل رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ +

آنحضرت نے آپ کی تکفین کیلئے جامۂ فاخرہ لفافہ و قمیص وازار حسب عادت مہیا فرمایا اور دفن میں متفکر ہوئے کہ آیا قبر والد بزرگوار کے پاس کہ بیرون شہر ہی دفن کیا جائے۔ یا دوسری جگہ۔ استخارہ فرمایا حکم ہوا کہ حویلی کے صحن میں کہ بعض اوقات خود مخدوم زادۂ مرحوم وہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ دفن کیا جائے صحن میں ایک جگہ معین کیگئی۔ اس مقام کی شرف و بزرگی آنحضرت کے مکتوبات سے عنقریب نقل کی جائے گی۔ ایک مدت تک آپکی قبر خام رہی۔ ایک احاطہ اس کے اطراف تھا پھر آنحضرت نے خیال فرمایا کہ فرزند کی قبر عمارات کے درمیان واقع ہوئی ہے۔ بہتر ہے کہ اس جگہ ایک گنبد بنایا جائے۔ اور انبیاء کرام کی پیروی کی جائے پس آپ کی قبر پر ایک گنبد تعمیر فرمایا۔ چنانچہ قبر مخدوم زادۂ محمد صادق اس کے وسط میں بلکہ مائل بقبلہ واقع ہوئی تھی۔ جب کہ آنحضرت نے وفات پائی تو آپ کی قبر نفش مخدوم زادہ کی قبر سے جانب قبلہ کھودی گئی اور اس میں آنحضرت کو خزانہ کی طرح سپرد کیا گیا۔ اور قبر بنائی گئی۔ ہم نے دیکھا کہ یکایک مخدوم زادہ کی قبر شریف تعظیم والد بزرگوار و پیر دستگیر کسی قدر پیچھے ہٹ گئی ہے۔ اور جانب مشرق آگئی ہے کہ طاق وسط گنبد بین القبرین ہوگیا۔ اب تک اسی حالت میں ہے یہ واقعہ جس نے دیکھا وہ حیران ہوگیا۔ یہ کرامت حضرت مخدوم زادہ کی اعظم خوارق سے ہے۔ متقدمین اولیا سے بھی یہ کرامت صادر ہوئی ہے +

چنانچہ منقول ہے کہ جب حضرت قاضی حمید الدین ناگوری پر وقت نزع ہوا

توچونکہ وہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ سے محبت رکھتے تھے وصیت فرمائی تھی کہ مجھ کو زیر پائے خواجہ قطب الدین دفن کرنا۔ وصیت کے بموجب حضرت قاضی صاحب کی قبر حضرت خواجہ صاحب کی قبر کے پائین میں بنادی گئی۔ تو قبر حضرت خواجہ بہ تعظیم حضرت قاضی صاحب کہ آپکے استاد تھے دوسری طرف پھر گئی۔ چنانچہ آج تک زیارت کرنے والے برابر معائنہ کرتے ہیں۔ اور اس حقیر مؤلف نے بھی اس کا مشاہدہ کیا ہے ✦

منقول ہے کہ حضرت شیخ احمد جام کے ایک فرزند کی وفات ہوئی حضرت شیخ نے ایک درویش سے خواب میں فرمایا کہ ہمارے اس جگر گوشہ کو ہمارے سرہانے رکھو۔ کہ وہ ہمارا تاج ہے۔ پس حسب الحکم شیخ اُن کو سرہانے رکھا گیا۔ جس وقت کہ ان کو قبر میں اُتارا گیا تو اپنے جد امجد کی تعظیم کے لئے انہوں نے اپنے پاؤں کھینچ لئے۔ اور زانو سینہ سے چپٹا لئے۔ چنانچہ تمام حاضرین نے اس کا مشاہدہ کیا ✦

ہمارے حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک مکتوب میں زمین مدفن حضرت مخدوم زادہ کی شرافت اس طرح تحریر فرمائی ہے کہ بعنایت خداوندی و بہ تصدیق حبیب خدا علیہ و علےٰ آلہ الصلوات والسلام والتحیۃ والبرکۃ بلدہ سرہند گویا میری زندگی کی سرزمین ہے۔ کہ اندھیرے اور گہرے کوئیں کو بلند چبوترہ بنادیا گیا۔ اور اکثر بلاد و مقامات پر اس کو رفعت دی گئی۔ اور ایک نور اُس زمین میں ودیعت کیا گیا کہ ظلال کے بیرنگی و بےکیفی کے نور سے مقتبس ہے۔ جو کہ زمین مقدسہ بیت اللہ میں درخشان ہے۔ میرے فرزند اعظم مرحوم کی وفات سے چند ماہ پہلے یہ نور مجھ پر ظاہر کیا گیا۔ اور زاویہ زمین کے فقرا کو اُس کی اطلاع دی گئی وہ ایسا ایک نور ذات تابان ہے کہ صفات اور شان سے بلند اور کیفیات سے مبرا و منزہ ہے۔ مجھ کو تمنا ہوئی کہ یہ زمین میرا مدفن بنے اور وہ نور میری قبر کے اوپر لامع رہے۔ یہ مطلب میں نے فرزند اکبر سے کہ وہ صاحب سار تھے ظاہر کیا۔ اور اُس نور و آرزو سے مطلع کیا۔ فرزند مرحوم نے اس دولت پر سبقت کی۔ اور پردۂ خاک میں جاکر اُس نور کے دریا میں مستغرق ہوگیا۔ ھَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھُمْ
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْکِیْنِ مَا یَتَجَرَّعُ

ترجمہ:۔ اہلِ نعمت کو اُن کی نعمت مبارک ہو۔ اور عاشق مسکین کو وہ رنج و غم جس کو وہ ایک ایک گھونٹ کر کے پیئے ✦

بلدہ سرہند کا یہ خاص شرف ہے کہ میرے فرزند اعظم کہ اکابر اولیاء اللہ سے تھے۔ یہاں آرام فرما ہیں۔ ایک مدّت کے بعد ظاہر ہوا کہ نور مذکور نقیر کے انوار قلبیہ کا ایک لمعہ ہے کہ قلب نقیر سے اقتباس کر کے اس زمین میں روشن کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ چراغ کو مشعل سے روشن کیا جاتا ہے۔ یہ سب اللہ کی جانب سے ہے اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ تم کلامہ الشریف ✦

حضرت مخدوم زادہ کا روز و ماہ و سال وفات لفظ **روز دوشنبہ نہم ماہ ربیعُ الاوّل** سے ظاہر اور ہویدا ہے ✦

آنحضرت قدس سرہ نے جمعہ کی صبح میں مزار فرزند بزرگوار پر درویشوں کے ساتھ حلقہ کیا۔ مگر مزار کو روح سے خالی پایا۔ صبح روز شنبہ حلقہ کے لئے قرار دیا اور توجہات عالیات اس قرۃ العین کے ترقی درجات کے لیئے فرمائیں۔ تاکہ اُس جگر گوشہ کو مرتبہ نہایت النہایت پر لیجائیں۔ اور معاملات عجیبہ اور معائنات غریبہ اُس فرزند گرامی کے حالات میں کہ برزخ صغریٰ میں حاصل ہوتے تھے۔ بیان فرمائے۔ کہ ہر لحظ فرزند مذکور انوار و آثار عجیبہ کے ساتھ ظاہر ہوتے۔ اور اسرار غریبہ متعلقہ رحمت الٰہی بکمال فرخندگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالے اُن کو اپنی رحمت میں چھپائے اور ہم کو بھی ان برکات سے زرق عطا فرمائے ✦

حضرت خواجہ محمد سعید سلمہ المجید کے حالات

آپ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے دوسرے فرزند ہیں آپ کی ولادت باسعادت ماہ شوال ۱۰۰۵ ہجری میں ہوئی۔ طفولیت سے آثار ہدایت و کرامت آپ کی ناصیہ استعداد سے اور اطوار نجابت و ولایت آپؐ کے چہرہ ارشاد سے پیدا و ہویدا تھے۔ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ محمد سعید چار پانچ سال کے تھے کہ بیمار رہو ئے۔ غلبہ مرض میں اُن سے پوچھا گیا کہ کیا چاہتے ہو۔ بے اختیار اُن کی زبان سے نکلا کہ حضرت خواجہ کو چاہتا ہوں۔ میں نے یہ واقعہ حضرت خواجہ

قدس سرہ کی خدمت میں عرض کیا فرمایا کہ تمہارے محمد سعید نے رندی و حریفی کی اور غائبانہ ہماری نسبت حاصل کر لی۔ آپ حدیث شریف السعید من سعد فی بطن امہ کے مصداق تھے حضرت خواجہ جو کچھ مکتوبات آنحضرت کے نام تحریر فرماتے تھے۔ ان میں مخدوم زادۂ عالی درجات کو دعائے شفقت و مرحمت لکھا کرتے تھے۔

نیز حضرت خواجہ نے ایک مخلص کو لکھا کہ ان کے فرزند ایسے صغیر السن ہیں۔ مگر اسرار الٰہی ہیں۔ اور عجیب استعدادیں رکھتے ہیں۔ الحاصل یہ ایک شجرۂ طیبہ ہے اللہ تعالیٰ اچھی طرح اُسے تر و تازہ رکھے۔ یہ مکتوب آنحضرت قدس سرہٗ کے بیان درجات میں گذر چکا ہے۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو تحصیل علوم ظاہری میں مشغول ہوئے۔ اکثر علوم آنحضرت کی خدمت میں پڑھے اور کسی قدر مولانا طاہر لاہوری سے اور کچھ برادر کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ سے حاصل فرمائے۔ سترہ سال کی عمر میں تمام علوم متداولہ عقلیہ و نقلیہ اتمام کو پہنچائے۔ کتب مغلقہ مثل شرح حکمۃ العین اور عضدی و بیضاوی درس دیا کرتے تھے۔ اور تصانیف لطیف تحریر فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے مشکوٰۃ شریف پر حاشیہ لکھا اور تائید مذہب حنفی کی کی۔ یہ رسالہ نہایت لطیف و متین ہے۔ اور ایک حاشیہ متین حاشیہ خیالی پر لکھا۔ اور اس میں اپنے دقائق خاصہ تحریر فرمائے ہیں۔ علماء اس کے مطالعہ سے آپ کی علمیت کے معتقد ہوئے۔ ایک رسالہ تشہد میں رفع سبابہ کی ممانعت کے بارہ میں تحریر فرمایا۔ مناظرہ میں اس طرح قادر تھے کہ اکثر اوقات اکابر علماء ہند سے مباحثہ ہوا اور اس میں آپ ان پر غالب ہوئے اور مخالف کو ساکت کر دیا۔ اس لئے تمام علماء نے آپ کی تحسین کی۔ اور اپنے قابل ہونے کو آپ کی تعریف میں پوشیدہ اور مخفی کر دیا۔ علامہ اصفجاہی نے کہ علوم عقلیہ میں قدرت کاملہ رکھتے تھے۔ علم حکمت میں بعض اعتراضات جن کو لاینحل کہتے تھے۔ ان کو آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے بعنایت خداوندی فوراً بلا تکلف جواب باصواب تشفی خاطر کے لئے لکھا۔ وہ اسی وقت خدمت بندگان ظل الٰہی صاحب قرانی میں آئے۔ اور آپ کی توصیف و ثنا میں لب کشائی کی۔ اور کہا کہ شیخ محمد سعید علم و فضل میں اپنے والد کے برابر ہیں۔ آپ جب کبھی کسی تقریب سے محفل بہشت آئین سلطانی میں جاتے تو بادشاہ کسی اور سے استفسار مسائل نہ کرتا۔ حالانکہ ہمیشہ علماء

وفضلا مجلس سلطان میں حاضر رہا کرتے تھے۔ حضرت مخدوم زادہ بر جادہ شل اپنے والد ماجد کے شرع وتقویٰ سے بدرجہ کمال آراستہ ہیں۔ اور متابعت سنت سنیہ اور عمل بعزیمت سے پیراستہ حسن خلق وتواضع کلام کی نرمی اور مخلوق کی دلجوئی۔ نیز اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا اور مال موجودہ کو راہ خدا میں صرف کر دینا آپ کا شیوہ پسندیدہ ہے۔ قرآن مجید کی سند عالی کے ساتھ تجوید فرمائی۔ علم حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں سند جید رکھتے ہیں۔ اور فقاہت میں دستگاہ کامل رکھتے ہیں۔ آنحضرت کو اگر تحقیق مسئلہ کی ضرورت آتی تو چونکہ آپ کا وقت تفتیش کتب کی گنجائش نہ رکھتا تھا۔ اس لئے آپ مخدوم زادہ سے دریافت فرما لیتے تھے۔ کمالات باطنی مثل علوم ظاہری کے کامل طور سے اپنے والد بزرگوار کی صحبت میں حاصل کئے۔ آنحضرت کے حضور میں آپ تعلیم طریقہ اور خدمت ارشاد انجام دیتے تھے۔ بلکہ آنحضرت نے آخر عمر میں تعلیم طریقہ کمتر فرما دی تھی۔ اور طلبہ کو آپ کے اور آپ کے برادر خورد حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم کے سپرد فرما دیا تھا۔ اور دونوں صاحبزادوں کے حق میں فرمایا کہ ہر ایک قطب کے دو امام ہوتے ہیں۔ تم دونوں بمنزلہ امام کے ہو۔ خواجہ محمد سعید نے انکسار اًس بشارت کو خواجہ محمد معصوم پر منطبق فرمایا۔ اور خود صاحب یمین بنے اور فرماتے تھے کہ ہر مقام عروج ونزول میں محمد سعید میرے ہمراہ رہے ہیں +

یہ بھی فرمایا کہ جب میرا عروج حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مقام میں واقع ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ محمد سعید میرے ہمراہ ہے +

یہ بھی فرمایا کہ میں تم دونوں کو ولایت احمدی میں پاتا ہوں۔ اور بس مخدوم زادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق فرماتے تھے۔ کہ آنحضرت سے اکثر بشارتیں آپ کے بارہ میں سنی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت کمالات علماء راسخین بیان فرما رہے تھے۔ اثناء بیان میں فرمایا کہ ہمارے محمد سعید علماء راسخین سے ہیں۔ اور ایک روز فرمایا کہ محمد سعید سابقین میں سے ہیں چنانچہ آپ نے اپنے مکتوبات میں اس نسبت کے حصول کا تذکرہ فرمایا ہے +

ایک روز آنحضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ مجھ پر میدان قیامت اور میرے مریدوں کا پل صراط سے گذرنا مکشوف ہوا۔ محمد سعید ہم سب میں آگے آگے چل

رہے تھے اور کتاب اعمال سید سے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے پس ہم سب بہشت میں داخل ہو گئے +

ایک روز فرمایا کہ قیامت میں افاضۂ رحمت رحمانی میرے حوالہ ہو گا۔ اور اس کی تقسیم محمد سعید کے ذریعہ ہوگی۔ یہ بشارت عالیہ آنحضرت کی آپ کے حق میں سب سے برترین عنایات سے ہے۔ اور اس سے آپ کے اس ارشاد کا ظہور ہوتا ہے۔ کہ جو آپ کے بعض محرمان خاص نے نقل کیا ہے۔ کہ روز قیامت بغیر میری اجازت کے کسی کو جنت میں جانے نہ دیا جائیگا۔ الاماشاء اللہ تعالیٰ +

ایک روز فرمایا کہ اے محمد سعید تم نے دائرۂ نفی حضرت ابراہیم کو قطع کر لیا۔ اور اب اس بات میں میرے شریک ہو +

اور فرمایا ہے کہ ہر مقام عروج اور نزول میں تم میرے ہمراہ رہے ہو +

حضرت مخدوم زادہ عالی منقبت بیان کرتے تھے۔ کہ ایک روز آنحضرت نے وفات سے تقریباً دو ماہ قبل فرمایا کہ اکثر اوقات اسرار غامضہ ظاہر ہوتے ہیں کوئی شخص اس وقت ایسا نہیں رہتا کہ اُسے مخاطب کیا جائے۔ تم بعض اوقات حاضر نہیں رہتے ہو۔ اس روز سے میں نے ترک درس کر کے حضرت کی صحبت کا التزام کر لیا۔ اور حضور عالی میں ہمیشہ امیدوار انواع عنایات، اور منتظر اقسام مواہب رہتا تھا۔ اور اس زمانہ میں اس قدر فیضان نعمت و موہبت ہوتا تھا کہ اس کے مقابلہ میں مراحم سابقہ کچھ بھی نسبت نہیں رکھتے۔ اور حرم محترم میں اپنے اسرار خاص کی محرمیت کی بشارت دی۔ کہ اس کی تفصیل گنجائش بیان کی نہیں رکھتی +

ایک روز فرمایا کہ محمد سعید۔ تم میرے ضمن میں ہو اور تم ضمن ہونے سے گراں خاطر مت ہو۔ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں تھے +

نیز قدوۂ ارباب کمال فرماتے تھے کہ آنحضرت نے مرض اخیر میں امامت نماز کی میرے حوالہ فرمائی۔ اس زمانہ میں نماز میں کمالات عظیم اور مقامات جسیم آنحضرت پر فائض ہوتے تھے۔ کہ اسرار کی طرح واجب الاخفا تھے۔ فرمایا کہ محمد سعید چونکہ یہ

سب نتائج نمازوں کے ہیں۔ اور تم اس کے قیام کو ہماری پیروی سے ادا کر رہے ہو۔ اس لئے ان مواہب عالیہ اور اسرار خاصہ میں تم کو نصیبۂ کامل اور حصۂ تام حاصل ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا ۔

اور اُس خلاصہ خاندان نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ایام وبا میں حوادث کثیرہ آنحضرت رضی اللہ تعالٰے عنہ کو پہنچے۔ کہ تین دن میں برادر کلاں خواجہ محمد صادق اور برادران خورد محمد فرخ و محمد عیسٰی مع اقرباؤں اور رشتہ داروں کے رحلت کر گئے اور میں بھی سخت بیمار ہوا کہ امید زندگی کی باقی نہ رہی اور اس وجہ سے فکر عظیم آنحضرت کی خاطر مبارک میں پیدا ہو گئی۔ اس اثنا میں ایک رات تجلی خاص الخاص و ظہور مخصوص بارگاہ الطفی آنحضرت پر وارد ہوا۔ اور معلوم ہوا کہ یہ نزول اجلال محض آپ کی تسلی اور بشارت دہی کے لئے ہے۔ آں حضرت نے فرمایا کہ اثناء عنایات فاخرہ اور الطاف باہرہ میں حکم اقدس و اعلٰے صادر ہوا۔ کہ محمد سعید و محمد معصوم کو لایا جائے پھر ان دونوں کو میرے زانو پر بٹھایا گیا۔ دونوں معمر اور سفید ریش تھے۔ اور یہ حکم ہوا کہ یہ دونوں فرزندوں کو ہم نے تم کو عطا کیا۔ دونوں کی عمریں دراز ہوں گی۔ آنحضرت ان عنایات علیہ سے فرخندہ دل اُٹھے۔ اور سب کو اس بشارت کی خبر دی اس وقت دونوں مخدوم زادوں کی عمریں بیس سال کی بھی نہ تھیں ۔

نیز آنحضرت نے ہر دو مخدوم زادوں کے بارہ میں فرمایا۔ کہ تمہاری دنیا کو آخرت سے بدل دیا گیا ۔

الحاصل آں حضرت کو مخدوم زادہ بر جادہ سے نہایت نظر عنایت و مرحمت رہی۔ اور خلوات و جلوات میں مونس و مصاحب و مساز اور حقائق باطنیہ و اسرار خاصہ میں محرم راز تھے۔ اور امور ظاہرہ میں امانت دار اور صاحب مشورہ اور وکیل مطلق تھے۔ اور اعانت طاعات میں خادم و ملازم تھے۔ خدمات شائستہ اور کارہائے خجستہ کہ معاش و معاد سے بروے روایت و درایت متعلق ہیں۔ آپ ہی سے وقوع میں آتے۔ آنحضرت نے زبان الہام ترجمان آپ کے حق میں دعاؤں اور آپ کی ثنا و صفت میں کھولی۔ اور مختلف اقسام کی بشارتوں اور عنایتوں کے ساتھ مبشر فرمایا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مخدوم زادہ صاحب مرتبت مسند ارشاد

پر باستقامت ظاہری اور باطنی استقامت کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ آپکے اوقات اداءِ طاعت میں منقسم ہیں۔ بعد نماز فجر آپ اپنے روزانہ کے وظائف ماثورہ کی تلاوت کر کے حلقۂ ذکر میں شریک ہوتے ہیں۔ پھر نماز اشراق ادا کر کے بیداری شب کی کلفت دور کرنے کے لئے دو تین گھڑی آرام فرما کر بیدار ہو جاتے ہیں۔ اور وضو کر کے نماز چاشت ادا کر کے درس و تدریس میں زوالِ آفتاب تک مشغول رہتے ہیں۔ پھر اول وقت نماز ظہر ادا کر کے حلقہ میں مشغول ہو جاتے۔ اور حافظ صاحب سے قرآن شریف سُنتے اور بعد فراغ کے خود بھی قرآن شریف پڑھتے ہیں بعض اوقات نماز ظہر سے پہلے بھی قرآن شریف کی تلاوت ہوتی ہے۔ پھر آپ عصر تک درس و تدریس میں مشغول رہتے ہیں۔ پھر نیا وضو کر کے نمازِ عصر پڑھ کر وعظ فرماتے ہیں بعض وقت نماز عصر کے بعد سے شام تک خلوت میں رہتے ہیں۔ پھر اول وقت نماز مغرب یعنی فرض ادا کر کے فوراً دو رکعت سنت پڑھتے اور وظیفۂ شام اور نماز اوابین میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں طویل قرأت پڑھتے ہیں جس میں امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب کے بموجب عشا کا وقت آ جاتا ہے۔ اس کے بعد گرمی کے موسم میں آپ نماز عشا کے بعد محل میں تشریف لے جاتے ہیں۔ اور سردی کے موسم میں تہائی رات گزرنے کے قریب نماز عشا پڑھتے ہیں۔ اکثر اوقات اندرون محل عورتوں کی جماعت میں وعظ فرماتے ہیں۔ اور آخر شب میں تہجد کے لئے اُٹھتے ہیں اور اُس میں لمبی سورت باواز بلند پڑھتے ہیں۔ اکثر اوقات تہجد کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر وقت وظائف اور اوراد ماثورہ کا التزام رکھتے ہیں۔ اوراد غیر موقتہ کے بھی پابند ہیں۔ اور پانچ ہزار بار کلمہ طیبہ روزانہ پڑھتے ہیں۔ کہ عبادات اور اوقات کی اتنی پابندی احاطہ بشر میں نہیں آسکتی ہے۔ ان سب مشاغل کے باوجود آپ ارشادِ طلاب اور افاضۂ احباب میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ اور طالبانِ راہِ خدا پر رشد و ارشاد کے آثار اور فیوض و برکات کا پہنچنا آپ کی توجہ کی برکت سے ظاہر اور ہویدا ہے طالبانِ راہِ خدا دور دراز سے آپ کی خدمت میں آنے کی توفیق پاتے ہیں۔ اور کمالات و مقامات عالیہ پر پہنچتے ہیں آپ کی تصنیفات سے آپکے مکتوبات ہیں کہ دریائے گوہر حقائق و جواہر معارف ہیں۔ کچھ اُن میں سے یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔ کہ قطرہ دریائے ذخار کی خبر دیتا ہے:۔

قدسیہ۔ اللہ تعالےٰ نے کثرتِ موہومہ کو حقیقتِ حدت کے ظہور کا دریچہ بنایا ہے۔ اور ہر خس و خاشاک کو شاہ راہ مطالعۂ جمالِ مطلق قرار دیا تاکہ اُس کے لمعاتِ جلال کے پرتو سے باصرۂ بصیرت میں غیریت کا کوئی نام و نشان اور اثر باقی نہ رہے اور اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ کی صدا دیتا ہُوا جویائے مطالب ہُوا۔ کہ اُس کا دامن عزتِ کبریائی دائرہ خیال و اوہام سے بلند ہے۔ ہماری عقلیں اُس کے سرادقاتِ کمالات میں متحیر ہیں کہ سر اسرار بغیر پردۂ ظلال کے سب اصلوں کی اصل آپ اپنے پر ظہور کرے اور ہم کو اس کا کچھ حصہ عطا کرے۔ اور یہ بات اللہ کے نزدیک کچھ بڑی نہیں ہے +

قدسیہ۔ اَلَمْ تَرَ یَا مُحَمَّدُ مَا مَظْہَرُ الْاُلُوْہِیَّۃِ وَالْاِسْمِ الْجَامِعِ لِلْوُجُوْبِ وَالْاِمْکَانِ اِلٰی رَبِّکَ وَھُوَ الْھَادِیُّ لِلشُّیُوْنِ الذَّاتِیَّۃِ وَالْاِضَافِیَّۃِ کَیْفَ مَدَّ ظِلَالَ شُیُوْنِہٖ عَلَی الْحَقَائِقِ الْکَوْنِیَّۃِ الَّتِیْ ھِیَ الْعَدَمَاتُ الْمُتَقَابِلَۃُ لَھَا وَصَوَّرَھَا فِیْ صُوْرَۃِ الْوُجُوْدِ فَتَعَجَّبْ مِنْ کَمَالِ اِقْتِدَارِہٖ فِیْ اِرَادَتِہٖ مَا ھُوَ عَدَمٌ بَحْتٌ وُجُوْدًا مَحْضًا وَاِعْطَائِہٖ لَہٗ اَحْکَامًا وَّاٰثَارًا صَادِقَۃً سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الثَّلْجِ وَالْمَاءِ وَالنَّارِ وَلَوْشَآءَ لَجَعَلَہٗ اَیِ الظِّلَّ سَاکِنًا غَیْرَ مَمْدُوْدٍ فَنَفِیَ قَوْلُ مَنْ قَالَ بِاِقْتِضَاءِ الشُّیُوْنِ الظُّھُوْرَ کَذٰلِکَ ثُمَّ بَعْدَ مَدِّ الظِّلِّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَی الذَّاتِ الْمُتَعَالِیَۃِ عَلَیْہِ اَیْ عَلَی الرَّبِّ اَوِ الظِّلِّ دَلِیْلًا لِکَوْنِہٖ الظَّاھِرُ دُوْنَہٗ وَمَا سِوَاہُ مُنْکَشِفٌ بِدُجَی الْعَدَمِ ؎

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب		گر دلیلت باید از وے رو متاب

سُبْحَانَ مَنِ اخْتَفٰی لِکَثْرَۃِ الظُّھُوْرِ وَاسْتَتَرَ فِیْ سُرَادِقَاتِ النُّوْرِ وَلَعَلَّ اِخْتِیَارَ لَفْظِ الشَّمْسِ لِتَصْوِیْرِ کِبْرِیَائِہٖ وَاحْتِجَابِہٖ بِحُجُبِ الْعِزَّۃِ کَوْنَہٗ دَلِیْلًا عَلَیْہِ بِاحْتِجَابِ الشَّمْسِ لِضَوْءِھَا وَشُعْشُعَانِھَا وَکَوْنِھَا دَلِیْلًا وَسَبِیْلًا اِلَیْھَا وَاِلٰی کَشْفِ الْاَشْیَاءِ ثُمَّ بَعْدَ الْمَدِّ وَجَعَلَ الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا وَاِیْضَاحِ السَّبِیْلِ قَبَضْنَاہُ اَیِ الظِّلَّ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا لِتَعْرِیْجِہٖ وَتَسْلِیْکِہٖ فِیْ مَعَارِجِ الْاُصُوْلِ

اَصلاً فاصِلاً۔ ترجمہ تم نے دیکھا اے محمدؐ۔ خدائی مظہر اور وجوب اور امکان کو جامع خدا کا نام "اللہ" ہے۔ جو اُس کی ذاتی اور اضافی شانوں کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ اُس نے کس طرح سے سایہ کو پھیلا دیا جس طرح سے کہ اُس نے اپنی شانوں کو عالمِ امکان کی حقیقتوں پر پھیلایا۔ اور ان کو خلعتِ وجود سے موجود کر دکھایا۔ حالانکہ وہ اُس کے حضور میں اعدام تھے۔ پس عدم محض اُس کے ارادہ اور قدرت کے ان کمالات کو دیکھ کر بہت متعجب ہوا کہ اُس کو کس طرح سے وجود محض بنا دیا گیا اور اُس پر وجود کے احکام اور آثار مترتب کر کے دکھائے۔ کیا پاک ذات ہے جس نے برف میں آگ اور پانی کو جمع کر کے دکھا دیا۔ اور اگر وہ چاہتا ہے تو اُس صورت میں اُن لوگوں کا مقولہ غلط ہو جاتا جو شیوناتِ الٰہی کے ظہور کے قائل ہیں۔ پھر سائے کے پھیلانے کے بعد ہم نے آفتاب کو اُس کے رب کی ذاتِ عالی کی بابت راہنما بنا دیا کہ اُس نے اور دن کو ظاہر کر دیا اور عدم کی ظلمت کو دور کر دیا ؎

ترجمہ: آفتاب نے خود اپنی طرف رہبری کی اگر تم رہبری کے جویان ہو تو اُس سے مُنہ مت موڑو۔

پاک ہے وہ ذات جو اپنے ظہور کی زیادتی کی وجہ سے مخفی اور نور کی وجہ سے پوشیدہ ہے اور اس مقام پر لفظ شمس غالباً اس مناسبت سے اختیار فرمایا ہے کہ اُس کی کبریائی اور اس کی عزت وجلال کے پردوں کا تصور شمس کی روشنی کی کثرت اور اُس کی چمکاہٹ سے تیز اس لحاظ سے کہ شمس اپنی ذات اور اشیا کے ظہور کی طرف رہنما ہے بعد سائے پھیلانے اور شمس کو اس پر رہنما بنانے اور راہ کے ظاہر کر دینے کے ہم نے اُس سائے کو نہایت آسانی سے اپنی طرف سمٹا لیا۔ کہ اپنی اصل کی طرف درجہ بدرجہ عروج کرے اور ترقی پائے۔

قدس سرہٗ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اس کلمہ طیبہ سے کلام مجید کی ابتدا ہوئی ہے۔ بے شمار اسرار پر مشتمل ہے یہ کلمہ طالبانِ مستعد کے لئے تعلیم سلوک اور عارفان منتہی کے لئے ذریعہ خبرداری دیکھو حرف با کہ دار سلوک یعنی وجود سالک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جب تک کہ سالک بالکل اپنی خودی سے نہ نکلے اور مطلوب میں فانی نہ ہو جائے اور مثل حرف کے نہ ہو جائے۔ کہ

اُس کے ذاتی معنی تو کچھ بھی نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن سوائے معنی کے ظاہر کرنے کے اُس کا کوئی اور کام نہیں ہے۔ اور وجود اور اُس کے توابع عرض وغیرہ سے نکل جائے۔ کوئی کام نہیں بن سکتا ہے۔ چونکہ سالک اسماء الٰہی جل وعلا میں سے کسی نام کا مظہر ہے اس لئے وجودِ سالک کا اُس اسم میں فانی ہونا ضرور ہے۔ اور چونکہ اسم بمقابل مسمّےٰ کے کوئی وجود نہیں رکھتا ہے۔ اور اُس کی حیثیت بمقابلہ مسمّیٰ کے مثل ایک دلیل کی ہوتی ہے اِس لئے اس کا مآل کار مسمّیٰ تک پہنچتا ہے۔ اور سالک کا معاملہ جو اس اسم سے ہے وہ اُس کے مسمّیٰ سے نسبت پیدا کرلیتا ہے۔ اس وقت سالک کا مقام جمع الجمع میں جس سے الوہیت مراد ہے مستغرق ہوتا ہے۔ اور تجلی ذات سے مشرف ہوتا ہے اور بموجب اس حدیث کے کہ من تواضع للّٰہ رفعہ اللّٰہ جو اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کو بلندی عطا فرماتا ہے۔ اِس مقام میں اس کو لقا حاصل ہوتی ہے۔ چونکہ یہ مرتبہ بھی شیون الٰہیہ میں سے ایک شان جامع ہے۔ اور حضرت اطلاق کا ایک تعین اتم ہے۔ اِس لئے اس مقام میں شان کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے۔ ہر چند کہ اُس کو ذات تصور کرلیتا ہے۔ اور عین حقیقۃ الحقائق میں ارتفاع کی وجہ سے کہ آیہ کریمہ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ اس کی طرف اشارہ کرتی ہے حرف اطلاق تصوّر کرے۔ کہ تین اسما مبارکہ کا مکرر لانا یہ بتا رہا ہے کہ ذات دائرہ اعتبار سے باہر نہیں نکلی ہے علے الخصوص لفظ الرّحیم کے لانے میں اس کی صراحت ہے۔ کیونکہ پہلے دو نام اسماء ذات میں مشہور ہیں۔ اور نسبت اور اسماء کے قرب خاص حضرت ذات سے رکھتے ہیں آیہ کریمہ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی سے اس کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے۔ معلوم ہو کہ عارف اِن اسماء میں وصول کے وقت وہم کرتا ہے۔ کہ مطلوب بے پردہ آغوش میں آگیا۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مطلوب دائرۂ اسماء سے جو کہ حضرتِ ذات کی طرف ہیں۔ ایک قدم باہر نہیں آیا ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَسُبْحَانَہٗ۔

قولہ سرّہ۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ کیونکہ مطلوب حقیقی سے غفلت کرنے اور اس کے ماوراء میں متوجہ ہونے میں اگرچہ مرتبۂ ظاہر کو سکون ملتا ہے مگر باطن اضطراب میں رہتا ہے۔ کیونکہ قلب بالذات حسن و جمال علے الاطلاق کا شیفتہ اور

حضوری میں مشغولی کا خواہاں ہے۔ پس غلبۂ اغیار سے اُس کو کیا اضطراب ہو سکتا ہے اور جب وہ ذکرِ حق میں مشغول ہو جاتا ہے تو اطمینان حاصل کر لیتا ہے۔ نفسِ رجیم اس امر کا کوشاں ہے کہ سالک کو حسن و زینت میں لگا کر اپنے وسوسوں میں مشغول کر کے محرومی اور نامرادی کو اُس کا نقد وقت بنائے۔ خصوصاً ادائے صلوٰۃ میں کہ بڑا مقامِ قرب ہے اپنی پوری طاقت اُس پر صرف کر دیتا ہے۔ مگر وہ جماعت کہ عنایتِ حق جن کے شاملِ حال ہے، وہ بہت جلد اس وادیٔ پُرخطر سے نکل جاتی ہے۔ اور بینا ہو جاتی ہے آیۂ شریف

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ ۝ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ۝

ترجمہ "متقی آدمیوں کو جب شیطانی اثر پہنچتا ہے تو وہ خدا کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔ پس وہ اثرِ شیطانی کو معلوم کر لیتے ہیں۔ اور بینا ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے بھائی یعنی کافروں کو شیطان کھینچتا ہے گمراہی میں تو وہ اُس کی تعمیل میں کمی پھر کوتاہی نہیں کرتے ہیں" اس کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۞

قدسیہ

افضل دیدی ہر آنچہ دیدی ہیچ است — واں جملہ کہ گفتی و شنیدی ہیچ است
سرتاسرِ ہمہ آفاق دویدی ہیچ است — واں نیز کہ در کنج خزیدی ہیچ است

یعنی اے افضل جب جذباتِ محبتِ الٰہی تیرے دل کو دیدِ اغیار سے روک لے اور بسبب غلبۂ محبتِ محبوبِ حقیقی کے عالم کا ہر ایک ذرّہ نظرِ بصیرت میں ذاتِ حق نظر آنے لگے اس کے بعد مطالعۂ جمالِ بے کیف ہو گا۔ پھر ان سب سے قطع توجہ کر کے اس کی جناب اقدس کو ان تمام سے مبرا اور عالمِ بے کیف سے متعلق پائیگا۔ یہ رمز تو نے سنی۔ تیز حقیقی کے لمعات تیرے باطن پر چمکیں گے۔ تو ظاہر ہو گا کہ جو کچھ معلوم و مشہود ہوا تھا۔ وہ سب ہیچ اور تصور و خیال تھا۔ اور ثابت ہو گا کہ جو کچھ آفاق یعنی۔ بیرون وجود اور کنج نفس میں مرئی اور منجلی ہوا ہے۔ جنابِ اقدسِ کبریا اُس سے بلند تر ہے۔ اور اس کو عبارتوں اور اشاروں سے تعبیر نہیں کر سکتے ہیں ۞

قدسیہ

زلفش بکشی شبے دراز آید ازو — چوں بگذاری چنگل باز آید ازو

در یک گرہ از پیچ خمش بکشائی عالم عالم مشک طراز آید از د

منقول ہے کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی اس رباعی میں قضاو قدر کا راز بیان فرمایا ہے۔ اور اسی وجہ سے اُس میں آثار مغلق اور مشکل ہونے کے ظاہر ہیں۔ اِس کے حل کی طرف جو کچھ مؤلف کی طبع حقیر پہنچی ہے یہ معلوم ہُوا کہ زلف سے مراد وحدتِ صرف مطلق سے عالم تقییدات کی روپوشی ہے۔ یعنی جب پردۂ تعین قیود کو جو کہ ذات کے احکام و آثار و اعیان کے ساتھ متجلّی ہونے سے پیدا ہُوا ہے ظاہر ہستی مطلق پر آپ ڈالدیں۔ اور اُس میں مطلق کو چھپادیں تو رات اُس سے دراز ہو جائے۔ کیونکہ آفتاب احدیت کے آثار و احدیت کے پردوں میں روپوش ہو جانے کے بعد کو اکب اعیان کا برآمد ہونا ضروری امر ہے اور اگر اس سے گزر جائیں تو مطلق کو مطلق رکھیں۔ اور قیود کو صرف اطلاق میں شامل کردیں تو ذات حق جل و علا کہ جمیل مطلق ہے متجلّی ہو جائیگی۔ اُس وقت باز کا چنگل عاشقانِ حضرت محبوب علے الاطلاق کے دلوں کو فریفتہ کرنے کے لئے یہ نغمہ سرائی کرتا ہُوا ظاہر ہوگا

ذاتِ من نیست جز تجلّی ذات
ذات بر من زدہ است راہِ صفات

اور تمام اعیان انفس اور آثار و افعال کے لئے بجز ایک ذاتِ احدیت کے دوسرا مرجع نہ پائیگا۔ اور شراب اِلَی اللّٰہِ یَصِیرُ الْاُمُورُ سے شاداب ہوگا۔ اور سرِ قضا و قدر ہویدا ہوگا کہ جس قدر افعال سرزد ہو رہے ہیں۔ وہ بجز ایک ذات حضرتِ وجود حقیقی دوسرے کے نہیں ہیں۔ اس لئے کہ وہ باعتبار اطلاق کے بسیط حقیقی ہے اور باعتبار تجلّی ثانی کے مفتقر اور باعتبار تجلّی ثالث کے مقتضی کہ روپوش ہو کے خلق کو بے خود کیا۔ ورنہ فاعل کون ہے اور فعل کس کا کہ غیریت پیدا کرے۔ اور ماسوا ہونیکا راگ گائے

اے روئے در کشیدہ بازار آمدہ خلقے بدیں طلسم گرفتار آمدہ

اور اگر ایک گرہ اُس کے پیچ و خم کی کھولو یعنی اگر ایک گرہ تعین کی اُن گرہوں میں سے جو اُس کے مطلق ہونے میں پڑی ہیں کھولیں تو سارا جہان مشکبار ہو جائے۔ یعنی جب الوانِ مختلفہ کہ بمقتضائے ظہور اعیان ہیں مضمحل ہو جائیں تو مشک طرازی (کہ کنایہ سیاہی سے

ہے۔ اور مراد اُس سے نورِ ذات کی بے رنگی ہے۔ ظہور میں آئیگی۔ ع

بہ تاریکی درون آب حیات است

جمال بے کیفی کی اِس شمیم سے مشتاقانِ جمال مدہوش ہو گئے۔ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَیَھْدِی السَّبِیْلَ ط +

قدسیہ۔ اللہ تعالےٰ اپنے جذبات کی کمند سے ہم کو من و ما کی قید سے رہائی بخشے۔ اپنی حقیقی محبت کی طرف رہنمائی فرمائے۔ تاکہ اُس جناب اقدس محبوب مطلق کے لئے اختلافِ تعلقات اور تبدیلی اطوار حجاب نہ بن جائیں۔ اور دشواری وسہولت اور تمول و فقر اور شدت ونرمی اور عنایت و مشقت اُس کے جمال وجلال کے آئینہ دار ہیں۔ شاید کہ ایک لمعہ اُن مطلع انوار سے بشریت کے ظلال پر چمکے اور ہویت کا آفتاب پہاڑوں اور ٹیلوں کے پیچھے سے طلوع ہو کر اِس جماد بے حس و حرکت کے نام و نشان کو برباد کر کے ایسے وجود سے کہ اس کے بعد عدم نہ ہو۔ اور ایسی زندگی سے کہ موت اُس کے پیچھے نہ ہو۔ اور ایسے نور سے کہ ظلمت اُس کے مقابل نہ ہو۔ مکرم فرمائے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَیَنْشُرُ رَحْمَتَہٗ وَھُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ (ترجمہ) وہی ایک ذات ہے لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتی ہے اور اپنی رحمت کو پھیلاتی ہے اور وہی مالک حمد کے لائق ہے +

قدسیہ۔ کبھی یہ خیال ہوتا ہے کہ بعض محققین صوفیہ زوال عین کے قائل ہیں۔ نہ اثر کے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب سارا عالم اسماء الٰہی جل وعلا کا مظہر ہے اسی لئے کہا گیا کہ عالم چند عرضوں کا مجموعہ ہے۔ جو عین واحد میں جمع ہو گئے ہیں۔ پس سالک مستعد جب راہِ حق سبحانہ میں قدم ڈالتا ہے اور رشد کا دریچہ اُس پر کھلتا ہے تو یہ دقیقہ حل ہو جاتا ہے۔ کہ حقیقت اُس کی عدم ہے اور جو کہ اُس کو عین تصور کیا جاتا تھا۔ وہ اُس کی سمجھ اور پندار تھی۔ کمالات الٰہی اُس میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ جن کو وہ اپنی سے پاتا تھا۔ سالک اب جو اپنی اصل کو دیکھیگا۔ تو اُس وقت اپنی ذات کا نام ونشان نہ پائیگا کہ کمالاتِ الٰہی کی نفی تو غلط ہے۔ جو نسبت کہ خودی موہوم کی طرف کی جاتی تھی۔ وہ برطرف ہو گئی۔ اور فضائے وجود میں سوائے کمالات وشیونات واجب جل وعلا کے

اور کوئی چیز نہ دیکھیگا۔ چونکہ شیون ذی شان کا عین ہیں۔ اور تمیز و تعدد سوائے وہم کے اور کوئی شے نہیں ہیں۔ اِس لئے ذات واحدِ صرفہ کو ہر اعتبار اور لگاؤ سے معرّا پائیگا اور لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ کہتا ہوا دریائے توحید میں مستہلک و مستغرق ہو جائیگا اور کثرت میں وحدت کا شہود اِس طرح سے (کہ عالم کے رنگا رنگ کے تعینات وحدت حقیقہ اور مراتبہ کے اطلاق کے بساطت میں مضمحل اور فنا ہو جائیں) ہر ایک ذرہ ذرات عالم سے جمال بے کیف کے لئے مقصد ہو جائیگا۔ مگر حضرت مجدد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے طریق میں عین اور اثر دونوں زائل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ کے پاس اگرچہ عالم اسماء الٰہی کے مظاہر کا مجموعہ ہے لیکن مظہر اپنے اصل یعنے ظاہر کا عین نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ بمنزلہ ایک تصویر کے کہ درجہ حس میں اُس کو محسوس کر دیا ہے۔ اور حقیقت میں اُسکا کوئی نام ہے اور نہ کچھ نشان پس عارف پر اس حقیقت کے منکشف ہونے اور وجود مطلق کے غلبہ کے وارد ہونے کے بعد جس کے شیونِ حقیقت اس ضعیف اور اُس کے آثار ضعیفہ کے نام و نشان اور عین و اثر کو باقی نہ چھوڑینگے۔ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ خدا کی روشن آگ جو دلوں میں مشتعل کیگئی ہے سب کو جلا دیگی۔ کَانَ اللّٰہُ لَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ خدا ہی تھا اور اُس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی اور اب بھی وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

اس وقت حق جل شانہٗ سے عالم کے متحد اور اُس کے عینِ حق ہو جانے کے کوئی معنی نہ ہونگے۔ اور فنا و بندگی کے حقیقی معنی کہ اپنے تمام اعیان و آثار سے نکل جانا اور وجود مطلق میں اُن کو محو کر دینا متحقق ہونگے۔ بخلاف تعریف سابقہ کے کہ مجرد فنا انتساب بخودی ہے نہ فنائے خودی۔ اور دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

قد سیہ۔ آنحضرت قدس سرہٗ نے جلد دوم کے ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ مراتب عروج جب تک کہ ایک دوسرے کے ساتھ متمیز ہیں ایک مقام کی اصل سے دوسرے مقام کی اصل تک جاتے ہیں یہ تمام کمالات داخل دائرہ ولایت میں اور جب بیتمیز جاتی رہے۔ اور تفصیل مذکور گم ہو جائے اور معاملہ اجمال و بساطت صرفہ کے ساتھ متعلق ہو جائے۔ تو مقامات نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ انتہی۔

مرتبہ ولایت صغریٰ میں کہ ظلال صفات سے متعلق ہے۔ ایک ظل دوسرے ظل سے متمیز رہتا ہے اس لئے تفصیل ضروری ہوئی۔ اور ولایت کبریٰ کہ اصول صفات سے متعلق ہے اور اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ علم اس مقام میں عین قدرت ہے اور قدرت عین ارادہ ہے۔ اس لئے تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں اگر کثرت ہے۔ تو تعبیری ہے۔ اسی طرح ولایت علیا میں کہ شیون ذاتیہ سے جو عین ذات ہیں متعلق ہے تفصیل کو سوں دور ہے اور اگر بے چونی وسعت کو قبول کرتی ہے تو حضرت ذات میں بھی بفحوائے اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ثابت ہے۔ پھر وجہ فرق کیا ہے ؟

قدس سرہ۔ مرتبہ علوم امتیاز صفات بموجب طریق شیخ ابن عربیؒ کہ وہ صفات وجبی کے وجود وجبی پر زائد ہونے کو ثابت نہیں کرتے ہیں امر موجہ ہے بخلاف طریقہ آنحضرت قدس سرہ کے کہ معاملہ شیون ذاتیہ کو باوجودیکہ وہ عین ذات ہیں مگر چونکہ وہ اصل صفات ہیں۔ اس لئے ان میں تفصیل وتمیز بہ نسبت اطلاق صرف کے ممکن ہے بخلاف مرتبہ حضرت ذات جل وعلا کے کہ وہ تعقل وتمیز وتعدد سے مبرا ہے۔ فافھم ؟

قدس سرہ۔ آپ نے ایک عزیز کو تحریر فرمایا کہ :-

نَحْمَدُہٗ عَلٰی نَعْمَائِہٖ وَنَشْکُرُہٗ عَلٰی اٰلَائِہٖ وَنُصَلِّیْ عَلٰی سَیِّدِ اَنْبِیَائِہٖ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَطْہَارِ وَصَحْبِہِ الْاَبْرَارِ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ

ہم اللہ تعالےٰ کے انعام اور اکرام پر اس کا شکر اور حمد ادا کرتے ہیں۔ اور سید انبیا اور ان کی آل اطہار اور اصحاب ابرار پر تا قیامت درود بھیجتے ہیں ؟

اللہ تعالےٰ آپ کی ذات بابرکات کو اپنے عنایات والطاف سے اپنی حضوری میں مسرور رکھے۔ کہ اس کے بعد غیبت نہ ہو۔ اور احدیت کا ایسا شہود عطا فرمائے کہ کثرت موہومہ اس کے مزاحم نہ ہو۔ ایسا حضور جو ایسی کیفیت کے ساتھ پیدا ہوئے کہ غیر کا وجود اس کے مزاحم نہ ہو۔ طریقہ خواجگان قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم میں ابتدا جذبہ میں پیدا ہوتا ہے۔ اور اس میں ایک قسم کا استہلاک واضمحلال سالک کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اس کے حصول کا سبب سالک کی بے تعلقی ہوتی ہے اجزاء عالم امر اور اجزاء عالم خلق سے اور قبل اس کے کہ اس کا رسوخ پیدا ہو اور اس میں

پوری قوت حاصل ہو۔ اس طریقہ علیہ میں اُس کو وجود علدم کے نام سے تعبیر کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ وجود علدم وجود بشریت کی طرف عود نہیں کرتا ہے۔ اور دیگر شائخ نے تجلی صوری اس مقام کا نام فرمایا ہے۔ اور یہی مقام توحید صوری کا ہے۔ کہ سالک بخیال وحدت کثرت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ سالک کا وجود کونی و مکانی ہنوز اپنی جگہ پر قائم ہے۔ اگرچہ اس مقام میں وہ اَنَا الْحَق و سُبْحَانِی کہتا ہے۔ اور لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّار اُس کا نقد وقت ہوتا ہے۔ مگر چونکہ سالک فنائے حقیقی سے مشرف نہیں ہوا ہے۔ اور حقیقتِ وحدت سے اُس کو آگاہی نہیں ہوئی ہے۔ اور نہ وہ دائرۂ نقص سے باہر نکلا ہے اور نہ شرابِ معرفت اُس کے حلق میں ٹپکی ہے۔ اس لئے اگر عنایتِ بے غایت مدد کرے ایسے مرشد کامل تک پہنچائے جس کی نظر دوا اور اُس کی توجہ شفا ہو۔ خسارت و نقصان اُس کا نقدِ وقت ہوگا کہ گردابِ صورت میں گرفتار رہکر ساحلِ معنی پر نہ پہنچ سکیگا۔ ایک جمِ غفیر مبتدیوں کی اسی توحید میں آسودہ ہے اور اکابرِ اولیا کو بھی اپنی طرح سے اسی مقام میں سمجھ کر اس کو کمال الکمال سمجھتے ہیں۔ اور تجلی صوری جس میں کہ خدائے لایزال کے جمال کا مشاہدہ صورتوں اور شکلوں میں ہوتا ہے اس سے عام ہے کہ لباس صورِ حسی میں یا تخیلی میں خواہ پردہ الوان میں ظاہر ہوں یا انوار میں۔ پس تجلی نوری بھی اسی تجلی صوری میں داخل ہوگی۔ اور منجملہ مراتب یقین یعنی علم الیقین وعین الیقین و حق الیقین کے صاحب مقام توحید صوری کو مرتبہ علم الیقین حاصل ہوتا ہے۔ اور اُس کی سیر داخل سیر آفاقی ہے جس کو بُعد در بُعد اور سیرِ مستطیل کے نام سے اولیاء اللہ نے موسوم فرمایا ہے۔ اور یہ جو بیان کیا گیا ہے۔ کہ مناسب مقام وجود عدم کے متجلی صوری ہے نہ علیٰ یعنی وہ اس وجہ سے کہ طریقہ حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں سلوک اخیر کی سیر شروع میں ہوجاتی ہے۔ کہ آغاز میں اُن کی نظر احدیت ذات پر ہے ان بزرگوں کا پہلا قدم یعنی وجود علدم اور اُن کی نہایت النہایت کو متضمن ہے اور تجلیِ معنوی کی چاشنی یعنی تجلی صفات اور ذات کو آخرین تجلیات ہیں طالبان حق کو آغاز کار میں عطا کرتے ہیں۔ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

اور فرماتے ہیں کہ حضور جب مضبوط ہوکر جاگزین ہوجاتا ہے تو اُس کو مشاہدہ کہتے ہیں

اور وہ الفاظ جو ذکر صاحب اس موقع پر استعمال کرتے ہیں۔ موہم حلول و اتحاد و مشعر تنزل و تقید اور حسب ظاہر مخالف شریعت بیضا ہیں اُن سے پرہیز کرنا لازم ہے اور شاہدہ نسبت مذکورہ کے رسوخ کو کہتے ہیں۔ اسی طرح سے بیان مقامات میں حضرت محبوب رب العزت علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی صورتاً و معناً متابعت کی رعایت کرتے ہیں ؛

فرماتے ہیں کہ جب حضور صفت شاہدی و مشہودی سے مبرا ہو جاتے ہیں تو اُس کو فنا حقیقی کہتے ہیں اُس وقت سالک کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ سے مشرف ہوتا ہے اور حیرت و جہل و اضمحلال و استہلاک سالک کو حاصل ہوتے ہیں۔ اب کفر حقیقی و مقام جمع اُس کو حاصل ہو گیا۔ اور وہ مرتبہ علم الیقین سے عین الیقین میں داخل ہو گیا۔ اور اب وہ اس مقام میں حسن اسلام و قبح کفر کے بیان سے باز رہیگا۔ اور کہے گا ؎

کفر با سلام یکساں نگر کہ ہر یک زدیوان او دفتریست

اب وہ سیر آفاقی سے انفسی میں آگیا اور سلوک سے جذبہ میں پہنچ گیا۔ اور دائرہ کونی و امکانی قطع کر کے اس اسم الٰہی جل و علا میں کہ اُس کا مبدا تعین ہے واصل ہو گیا۔ اور مزاحمت تفرقہ اور خلل کثرت سے نجات حاصل کی اُس کے کاروبار کا علاقہ حضرت وجوب سے ہو گیا۔ اور وجود بشریت کی طرف عود کرنے سے وہ مامون ہو گیا طریقہ علیہ خواجگان قدس اسرارہم میں اس نسبت کا حصول حکم الف و بے کا رکھتی ہے۔ اور پیر مقتدا سے اذکار سیکھنا سلوک میں قدم کا رکھنا ہے اِس سے ظاہر ہوگا کہ پیشگاہ ان اکابر کی کس قدر بلند اور انکی ابتدا متضمن انتہا ہے ؛

کوئی شخص ہمارے اس بیان سے یہ گمان نہ کرے کہ حسن اسلام و قبح کفر میں تمیز کرنے سے دائرہ شرع سے قدم باہر رکھنا لازم آتا ہے۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا ہے۔ وہ زندقہ ہے۔ کیونکہ کفر کے دو اعتبار ہیں ایک اعتبار تو کفر کا پیدا کرنا کہ وہ خالق سے متعلق ہے۔ اور دوسرا اعتبار کسب کفر جس کا بندہ سے تعلق ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ خلق تو قبیح نہیں ہے۔ صاحب فنا چونکہ مزاحمت کثرت سے رہائی پا کر جمع حقیقی میں پہنچگیا ہے اُس کا مشہود حالت مذکورہ میں باعتبار اول ہے۔ اِس لئے وہ کفر کے قبیح ہونے کا حکم نہیں دے سکتا اور اعتبار

محض جو ملفوظ نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کے قبیح کا حکم دیکر اُس کو ممتاز کیا جا سکتا ہے۔

اِس کے بعد اگر سالک پھر ہوش میں آگیا۔ اور اُس حضور کو جس کو اُس نے اپنے وجُود سے زائل کر دیا تھا۔ حق سُبحانہٗ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا۔ اور یقین کیا کہ اللہ تعالےٰ خو بخود حاضر ہے۔ تو وہ فنا حقیقی سے مشرف ہوا۔ اور حیرت و جہل سے علم میں آیا اور مرتبہ تفریق بعد الجمع سے مکرم ہوا۔ اور اُس کی فنا نے ثمرہ بقا بخشا۔ اور اب تنگی علم و سکر سے اُس کو کشادگی حق الیقین ظاہر ہو گی۔ وہ حقیقت اسلام سے آراستہ ہوا

ع دلم بکفر و اسلام مائل افتادہ ست

اِس کے بعد کسی کو شہود احدیت سے کثرت میں پہنچا کر توحید وجودی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ یہ جماعت کہتی ہے کہ جو کچھ عرصۂ وجود میں موجود ہے۔ وہ خدا کی ہستی کے ساتھ عین ذات حق جل و علا ہے۔ اور واجب ہے کیونکہ اگر واجب تعالےٰ کی ہستی اُس کی ذات سے علاوہ ہوتی تو وہ ذات غیر حق ہوتی۔ اس لئے کہ ہر ایک دو چیزیں باہم متغائر ہوتی ہیں۔ پس ذات الٰہی جل شانہٗ محتاج غیر کی ہوتی اور احتیاج کا ہونا ممکن کی علامت ہے۔ اور وہ محال اور مستلزم ابطال واجب الوجود ہے اس لئے ہستی حق عین ذات حق ہونا لازمی ہے۔ ممکن کا وجود چونکہ ذاتی نہیں ہے اِس لیئے اُس کی ہستی اُس کی حقیقت پر زائد ہو گی۔ پس وہ زائد یا تو ممکن کو عارض ہے یا معروض صحابِ ذوق نے وجدانا پایا ہے۔ کہ حقائق ممکنہ عوارض ہیں اور وہ وجود کہ ہستی ہے معروض ہے قایم بذاتہٖ ہے۔ اور ماسوا اُس کا قائم اُس کے ساتھ ہے۔ اِسی لئے کہا گیا ہے کہ عالم چند اعراض ہیں۔ جو ایک ذات میں مجتمع ہیں۔ پس وجود چونکہ مبدء آثار ہے۔ اِس لئے یقیناً موجود ہے۔ پس اگر وہ ممکن کو عارض ہو تو وہ وجود عارضہ وجود سے موجود ہو گا۔ اِسی طرح وجود الوجود کا بھی ایک وجود ہو گا۔ اور تسلسل لازم آئے گا۔ اور یہ باطل ہے۔ پس وجود کی عارضیت بھی باطل ہو گی۔ بلکہ وجود معروض ہو گا۔

دُوسری ایک بات یہ بھی ہے کہ وجود کے عارض ہونے کی صورت میں دو حال سے خالی نہیں ہے یا وجود کے بانی کا اثر نفس وجود میں ہوا ہو گا یا مرتبہ اتصاف میں اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں جیسا کہ کتب معقول میں اس کی صراحت مذکور ہے۔ پس جب وجود معروض ہوا تو ثابت ہو گیا کہ عرصۂ کائنات میں ذات موجود حضرت حق سبحانہٗ ہے

ماسوائے حق کے کوئی وجود نہیں وہ صرف امورِ اعتباری ہیں۔ جو کوئی موجود ہے منسوب بحضرتِ وجود ہے کہ وہ موجود حقیقی ہے اور اس کا وجود ذاتی ہے کیونکہ اگر ممکنات موجود حقیقی ہوں تو اُن کا وجود عینِ ذاتِ ممکنات ہوگا یا عارض ذات دونوں صورتیں ممتنع ہیں پس اُن کا وجود بھی حضرت وجود کی طرف ہی منسوب ہوگا اور فی ذاتہٖ معدوم ہوگا۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ اَلْاَعْیَانُ مَاشَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ یہ عوارض ممکنہ اسی ہستی مطلقہ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ بے اُس کے وہ موجود نہیں ہیں۔ پس کمالات بھی اُسی میں مندرج ہونگے جو کہ مرتبہ اطلاق میں متمیز نہیں ہیں اور مرتبہ تنزل علمی میں متمیز ہو کر حقائق ممکنات بنے۔ اِن حقائق متمیزۂ علمیہ نے حضرت وجود یعنی ذاتِ واجب جل وعلا سے ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا کی۔ اور وہ آئینہ ظاہر وجود میں منعکس ہو کر نیست نما ہوگئے اور چونکہ یہ کمالات جو کہ حقائق ممکنات ہیں مرتبہ اطلاق میں عین مطلق ہیں۔ اور مطلق مرتبۂ تقید میں عین حق ہے۔ اس لئے عینیت ثابت قرار دی گئی اور کہا گیا ہے ؎

در شکلِ بتاں ہزن عشاق حق است لا بلکہ عیاں در ہمہ آفاق حق است
چیزے کہ بود ز روئے تقید جہاں واللہ کہ ہمہ روئے اطلاق حق است

کسی اور نے کہا ہے ؎

غیرتش غیر در جہاں نگذاشت لاجرم عینِ جملہ اشیا شد

یہ وہم نہ کیا جائے کہ کثرتِ وحدت کے ساتھ متحد ہوگئی یا وحدت نے کثرت میں حلول کیا۔ کہ یہ باتیں بالاتفاق کفر ہیں۔ کیونکہ حلول اور اتحاد اس وقت متصور ہو سکتا ہے جب کہ وجود متکثر ہوں۔ وحدتِ وجود میں ایسے وہم مرفوع ہیں۔ قدوۂ احرار شیخ فریدالدین عطار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

ایں جا حلول و کفر بود اتحاد ہم
ایں وحدت ہست لیک بتکرار آمدہ

جس طرح کہ زید کی صورت جب مختلف آئینوں میں ظہور کرتی ہے۔ تو آئینوں کے شکل اور رنگ کے اختلاف کی وجہ سے صورتیں کئی قسم کی ظاہر ہوتی ہیں۔ پس موجودِ خارجی صرف ایک ذاتِ زید کی ہے۔ جس نے ارادوں اور خیالات کے مختلف ہونے کے سبب سے متعدد اور کثیر آئینوں میں ظہور کیا ہے۔ پس اس کثرت سے وہمیہ کی وجہ سے زید کی

ذات میں کچھ تکثّر لازم نہیں آتا ہے۔ اور حلول و تحاد کا شبہ پیدا نہیں ہوتا۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰے ہماری تقریر میں موجود خارجی ذاتِ واحد حقیقی ہے کہ کثرت کو اُس میں دخل نہیں ہے۔ اور تعداد کی وہاں گنجائش نہیں۔ غایت الامر یہ ہے کہ کمالات کے آئینوں میں انعکاس اور ظہورِ ذات مرآت صفات میں ہونے کے سبب سے شعبدۂ کثرت بطون سے ظہور میں آ گئے۔ عارف جامی قدس سرہُ السامی فرماتے ہیں ؎

ممکن ز تنگنائے عدم نا کشیدہ رخت | واجب بجلوہ گاہ عیاں نا نہادہ گام
در حیرتم کہ ایں ہمہ نقش بدیع چیست | بر لوحِ منظر آمدہ منظورِ خاص و عام
بادہ نہان و جام نہاں آمدہ پدید | در جام عکس بادہ و در بادہ رنگ جام
جامی معاد و مبدأ ما وحدت است و بس | ما در میانہ کثرتِ موہوم والسلام

یعنی ذاتِ حق جل سلطانہٗ نے آئینہ داری ذاتِ ممکنات کی کی اور حقائق ممکنہ نے آئینہ داری آثارِ ذاتِ واحد قہار جل سلطانہٗ کی فرمائی ÷

سوال۔ جب کثرت موہومہ ہے تو پھر شریعت کہ بنا اُس کی کثرت پر ہے کیونکر قائم رہے گی :۔

جواب۔ کثرتِ موہومہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ محض خیال اور وہم کی من گھڑت ہے۔ کہ وہم و خیال کے مرتفع ہوتے ہی مرتفع ہو جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرتبۂ اطلاق میں اُس کا نام و نشان نہیں ہے۔ مراتب مقیدات اگرچہ مرتبۂ اطلاق میں ثابت نہیں ہیں مگر چونکہ مراتب تنزیہہ میں صنعت خداوندی سے مرتبۂ یقین میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اور متعلق علم الٰہی جل وعلا بنے اس لئے وہ ارتفاع خیال سے محفوظ ہیں اور اسی لحاظ سے مقام تکلیف یہ عالم ہُوا اور مدار ثواب و عقاب وہ عالم دار القرار بنا÷

الحاصل اس طائفہ کے نزدیک وہی حق سبحانہٗ ہے کہ مراتب مختلفہ میں باحکام متضادہ ظاہر ہُوا۔ مرتبۂ اطلاق کے احکام مرتبۂ تقیید سے غیر متعلق گویا کاذب ہیں۔ اور مرتبہ قید کے احکام بارگاہ اطلاق میں سے غیر متعلق غیر صادق ہیں ؎

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد | گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

مثلاً حقیقت انسانی کہ مرتبۂ اطلاق میں فی ذاتہٖ احکام سے مبرا ہے اور مرتبہ قید و تعین میں بوجہ قیدِ شخصیہ کے احکامِ مختلفہ اور متضادہ رکھتی ہے اگرچہ حقیقتاً وجود وہی حقیقت

کے لئے ہے اور یہ اختلاف اشخاص عوارض کی وجہ سے ہے جو اُس کے اجزاءِ حقیقت ہیں مگر اُسی ایک حقیقت کو بحیثیت اطلاق حقیقی اور تقیدات ذہنیہ وخارجیہ کے بہت سے آثار اور احکام ایسے ہیں کہ ظاہر بینوں کو سبب وہم اختلاف ان اشخاص کا ہوا۔ بلاشک اشخاص حقیقت انسانیہ باہم تمیز عارضی رکھتے ہیں اور حقیقت میں متحد ہیں۔ اِسی طرح افراد حیوان حیوانیت میں شریک ہیں اور حقیقی وجود اُسی حقیقت حیوانیہ کا ہے اور اختلاف انواع بوجہ عوارض اور اعتبارات ہے کیونکہ وجود مطلق کے لئے ہے اور قید اعتباری ہے۔ اِسی طرح افراد جسم میں وجود حقیقت جسمیہ کا ہے اور اختلاف اجسام صرف امر اعتباری ہے اِس کی مثال یہ ہے کہ جوہر وجود کہ مراتب منزل یعنی جوہر و جسم و حیوان و انسان میں وجود اُسی حقیقت بسیط کے لئے ہے اور اختلاف اجناس و انواع و اصناف و اشخاص صرف امر وہمی ہے اور آثار و احکام کی مزاحمت باہمی باعتبار اختلاف مراتب بالکل صحیح ہے اور کوئی اعتراض لازم نہیں آتا۔ اور موجود وہی حقیقت مطلقہ جنس الاجناس ہے کہ تمام موجودات میں ساری اور اسماء متعددہ میں ظہور فرما ہے۔ اور تقیدات اعتبارات محض ہیں ایسا نہیں ہے کہ الانسانُ جسمٌ قضیہ صادقہ ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ دو صورت مختلف ذہنیہ یعنی صورتِ انسانی اور صورت جسم کہ وجود خارجی میں باہم متحد ہیں۔ اور جب انسان کے ساتھ وجود خارجی میں جسم متحد ہوا اور محتاج امر زائد کا ہوا حالانکہ موجود فی الحقیقت وہی جسم تھا اور قیدِ انسانیت ایک امر اعتباری ہے۔ نیز جب جسم اس قضیہ میں انسان کے ساتھ متحد ہوا۔ اور قضیہ الحجر میں جسم کو حجر کے ساتھ نسبت اتحاد تھی۔ تو انسان کو بھی حجر کے ساتھ مرتبہ جسم میں اتحاد بدیہی ہے۔ پس تمام تقیدات مطلق کے ساتھ متحد ہو گئے اسی طرح مرتبہ مطلق میں وجود حقیقی اُسی مطلق کے لئے ثابت ہوا اور تقیدات امور اعتباری ہوئے کہ مرتبہ تنزل میں تعدد و تکثر قبول کر کے میدان ظہور میں آگئے ہیں۔ یہ اجمالی بیان مسئلہ وحدت وجود کا بموجب مسلک متاخرین صوفیہ کیا گیا ہے اور شاہد حقیقی اس پر کشف اور وجدان ہے اور اُس کے متعلق دلائل اور براہین بطور تنبیہات بر بدیہیات ہیں۔ ہمارے حضرت قطب المحققین کے اس مسئلہ میں مقالات مفردہ اور تحقیقات فائقہ اور تدقیقات عجیبہ ہیں کہ کتاب و سنت سے مؤید اور اعتقادات اہل السنت والجماعت سے مزین ہیں ؂

آپ فرماتے ہیں کہ مقصود سیر و سلوک سے تحصیل لوازم بندگی ہے نہ حصول الوہیت اور خدائی اور مقصود نفس کی شناخت ہے بلحاظ اُس کی مذلت اور احتیاج اور شناخت اللہ تعالےٰ کی بلحاظ اُس کے کمالِ غنا و قدرت کے جو خاکروب خبثِ ذاتی سے موصوف ہے۔ اور دنائت طبعی سے موسوم وہ عین سلطانِ ذی شان کیونکر ہوسکتا ہے پس حکم عینیت کیونکہ تسلیم کیا جائیگا۔ اور قضیہ وحدت و اتحاد کیسے درست ہوگا۔ بجز حالت مدہوشی کے کہ مغلوب السکر لوگ معذور ہیں۔ ورنہ ارباب ہوش و امتیاز ناپاکیوں اور فضلات کا اتحاد اُس خالق زمین و آسمان کے ساتھ کہ قدوسی اُس کا وصف ذاتی اور سبّوحی اُس کا ظہور صفاتی ہے ہرگز تجویز نہیں کرسکتے ہیں۔ اور نہ بیان مراتب تنزیہہ و تشبیہ میں فرق اعتباری پر اکتفا کرسکتے ہیں۔ اور عبودیت کو ربوبیت کے ساتھ ملاکر عقل کی دولت کو ہاتھ سے نہیں کھو سکتے ہیں۔ وحدت وجود کے ثابت کرنے والے صوفیہ نے جو کہ عینیت عبد و رب کے قائل ہیں بیان کیا ہے کہ حقیقت واجب تعالےٰ اور تقدس ہستی مطلق وجود بحت ہے۔ اور ابھی پھر بنیاد مسئلہ وحدت وجود کی قائم ہے مدخول فیہ ہیں۔ کیونکہ یہ اس صورت میں درست ہوگا۔ جب کہ ذات باری تعالیٰ وجود کے ساتھ موجود اور ہستی کے ساتھ کائن ہو تاکہ کہا جاسکے کہ ہستی حق عین ذات حق ہے۔

قطب العرفا شیخ علاؤ الدولہ سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ فوق عالم وجود کے اوپر عالم ملک و دُور ہے۔ یعنی مقام اطلاق جس طرح کہ تمام اعتبارات کی گنجائش نہیں ہے۔ اسی طرح وجود کی بھی منجملہ کمالات ذاتیہ اعتباریہ حقرکہ ہے۔ اس بارگاہ عالی میں دخل نہیں ہے۔ نہ عینیۃً اور نہ زیادۃً جب کہ ان اکابر کے مسلک میں اُس کی حیوۃ و علم و سمع و بصر و قدرت و ارادت و تکوین کو کہ صفات حقیقۃ ہیں۔ اور اُن کا وجود زائد بر وجود ذات مقدس نہیں ہے۔ باوجود اس کے نہیں کہہ سکتے کہ حقیقت واجب تعالےٰ مثلاً علم ہے یا قدرت پس وجود حق جب کہ زائد بر ذات حق نہ ہوگا تو کیونکر حقیقت وجبی ہوسکیگا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کنہ ذات واجب تعالیٰ مجہولِ مطلق ہے اور یہ کہنا کہ حق تعالےٰ کی حقیقت وجود ہے اور ہستی مطلق اُس کے منافی نہیں ہے حالانکہ موضوع کا تعقل حکم میں ضروری ہے اور جب ثابت ہوگیا کہ حقیقت واجب جل و علا وجود کے علاوہ ہے۔ پس وجود منجملہ مصنوعات

کے ہوا جو صانع تعالےٰ سے صادر ہوا ہے۔ پس اُس صورت میں جب کہ وہ حقائق ممکنات کو معروض ہوا اور مقیدات کو نسبہ کو عارض تو باوجود ان ممکنات اور مقیدات کی غیریت کے اُن پر واجب کے ساتھ عینیت کا حکم کسی طرح سے متصور نہیں ہو سکتا اتنا ضرور ہے۔ کہ جو کچھ میدان ظہور میں آیا ہے۔ کمالات واجب تعالےٰ کے ایک توکے مماثل ہے۔ اور اس کے شیون واعتبارات کے ظلال کا ایک ظل ہیں اور ممکنات بجز اُس کے جمال وکمال کے مظاہر ہونے کے اور کچھ نہیں ہیں مگر ہمیشہ جمال لایزال الٰہی کی نظر فیض اثر سوائے اِن ظلال نور الانوار کے کسی اور پر نہیں ہے اور یہ مظاہر کے آئینے اُس کی شہود کے میدان سے ساقط ہیں۔ اُس کی انوار حقیقت کے ظلال ایسے منور ہیں کہ نہ اِن کو انوار مشرقی کہا جا سکتا ہے۔ اور نہ غربی۔ پس شہود و شہو پردہ کثرت میں ایک واحد علے الاطلاق کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ایک فرقہ کو صوفیہ کو آئینوں کی روپوشی اور ظل کے اصل کے ساتھ کمال اتحاد نے واجب و ممکن میں عینیت کا حکم لگانے پر دلیر کر دیا۔ اور وحدت و اتحاد کا قائل اِس لئے انہوں نے کہا ؎

مجموعۂ کون را بقانون سبق — کردیم تصفح ورقاً بعد ورق
حقا کہ ندیدیم نخواندیم در آں — جز ذات حق و شیون ذاتیہ حق

مگر اُن حضرت نے تشبیہ مطلق کے امتزاج سے رہائی نہیں پائی۔ اور بارگاہ مطلق تک رسائی کی جسارت نہ فرمائی۔ اِسی لئے کہا ؎

باگل رخ خویش گفتم اے غنچہ دہاں — ہر لحظہ میوش چہرہ چوں عشوہ نہاں
زد خندہ کہ من بعکس خوبانِ جہاں — در پردہ عیاں باشم و بے پردہ نہاں

اگر یہ حیات تنزیہ حقیقی کے گلستان قدس میں عبور کرتے تو عنان توجہ اُن چیزوں سے جو داغ چونی و چندی سے داغدار ہیں پھیر کر بے چونی کی طرف سبقت کرتے اور تشبیہ کو تنزیہ سے مختلف کرتے۔ اور حقیقت کلمہ لا سے ان کو منفی کرتے اور یہ بداہت معلوم کر لیتے کہ مطلق نے اوج اطلاق سے تنزل نہیں فرمایا ہے اور مقید کا عروج قید کی پستیوں سے محال ہے۔ جو کچھ کہ متنزل ہے اور تعین میں آیا ہے وہ اطلاق سے کوسوں دور ہے ما للتراب ورب الارباب اِنّ اللہ لغنی عن العٰلمین۔ یعنی مٹی کجا اور رب الارباب کجا۔ اللہ تعالےٰ عالم سے مستغنی ہے +

غنائے ذاتی حضرت واجب تعالیٰ کا کوئی آئینہ متحمل نہیں ہے اور کسی آئینہ کو اُس کے مقابلہ کی تاب نہیں ہے۔ اِس لئے کہ حادث جب قدیم سے ملایا جائے تو اُس کا کوئی اثر نہیں رہتا ہے۔ چونکہ وجود اخص کمالات واجب تعالےٰ ہے اور مبداءِ خیر بہ ممکن کہ عدم ممکن کا حکم ذاتی ہے۔ پس وجود کو ممکن کے لئے استعارات اور مجازات صرف سے الگ ہوکر ثابت کرنا امر مشکل ہے پس عالم کا وجود محض نمائشی اور خیالی ہے۔ جیسے کہ آئینہ کوئی صورت منعکس ہوتی ہے لیکن فرق دونوں میں یہ ہے کہ ثبوت عالم اگرچہ مرتبۂ نظر اور حس میں ہے۔ مگر چونکہ قادر مختار کی صنعت گری نے اُس مرتبہ میں متعلق ہوکر قرار پکڑ لیا ہے اور اس وجہ سے عالم کا زوال حس وخیال کے زوال کے ساتھ نہیں ہوجاتا۔ اور وہ موردِ احکامِ صادقہ ہوگیا۔ وجودِ واجبی جل وعلا مرتبۂ خارج میں تھا۔ اور تحقق عالم مرتبۂ حس ونمائش میں پس اراوتِ وجود عالم سے تجدید اتحادِ مرتبہ کی خواہاں ہے۔ یہ ایک بدیہی بات ہے۔ زید کی تصویر جو آئینہ میں نمایاں ہوئی ہے۔ زید کے اُس وجود کے مصادم نہیں ہے جو خارج میں موجود ہے اِس بیان سے وحدتِ وجود بمعنے اثبات تدم اور رفع حدث حاصل ہوگیا اور حقیقت توحید روشن ہوگئی۔ کہ نفی ماسوائے حق تعالےٰ ہے اور فنا حقیقی کہ سالک کی ذات وصفت اور افعال کا نام ونشان باقی نہ رکھے۔ نہ محض انتساب کی نفی جو کہ مشربِ اول میں حاصل ہوتی ہے اور وہ صورتِ فنا ہے +

سوال۔ واصلینِ مقامِ وحدتِ وجود جمع بین التشبیہ والتنزیہ کے قائل ہیں چاہئے کہ اُن کا شہود اتم اور اُن کا ایمان اکمل ہو کیونکہ یہ لوگ مرتبۂ تنزیہ حقیقی کو مسلم رکھ کر تشبیہ پر بھی (کہ وہ تنزیہ کا ایک تعین ہے) ایمان رکھتے ہیں اور اُس کو کمال مطلق جانتی ہے +

جواب۔ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے ہیں کہ ہماری تحقیق میں تشبیہ سے انکار اور مشاہدۂ کمال لایزال سے اُس کے ظلال میں اعراض ہے۔ مابہ الاختلاف تنزیہ وتشبیہ میں عینیت واتحاد ہے۔ ہماری تحقیق میں عالم مظہر کمالات حق ہے نہ یہ کہ مظہر عین ظاہر ہے۔ اور مشربِ اربابِ وجود میں عالم اور حق میں اتحاد ثابت ہے۔ اس تشبیہ وتنزیہ کے اختلاط نے اُن کی ہمت کے دامن کو اطلاق حقیقی تک وصول سے

روک لیا۔ اور کارخانۂ سلوک کو مراقب تعینات نے معطل کر دیا۔ چونکہ تھوڑی سی اعیان ممکنات کی تحقیقات سے کلام میں طوالت ہو گئی ہے اس لئے بخوف ملالت سامعین مزید تشریح کسی اور وقت پر موقوف رکھی جاتی ہے۔ اگر منظورِ مشیت ہے تو اس کا کچھ حال لکھا جائیگا۔ والسلام ؀

کرامت۔ جو بات کہ ہم کو پیش آنے والی ہوتی ہے الا ما شاء اللہ تعالیٰ قبل از وقوع کے اُس کے اچھے بُرے کی آپ ہم کو خبر دیدیا کرتے تھے اور آپکے ارشاد کے مطابق ہی واقع ہوا کرتا تھا۔ آپکے خوارق و کرامات کا شمار ناممکن ہے ؀

مَیں اپنی شادی کے زمانہ میں بالاخانہ پر رہتا تھا۔ ایک رات کسی نے نہایت زور سے میرے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ مَیں متحیّر ہؤا اور بہت پوچھا کہ کون ہے۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ آخر کار میرے دل میں آیا کہ اُٹھ کر دروازہ کھولوں۔ مَیں نے زنجیر کھولی۔ مَیں دروازہ اپنی طرف کھینچتا تھا اور وہ اپنی آپ اس وقت دوسرے گھر میں تھے۔ آپنے وہیں سے ہوں ہوں کر کے فرمایا کہ محمد سعید بمجرد آپکے اس فرمانے کے دروازہ کھل گیا۔ دیکھا تو کوئی شخص وہاں نہ تھا۔ پھر مَیں نے دروازہ لگا لیا اور سو گیا۔ اور سو گیا۔ اور علی الصباح خدمت فیضدرجت میں حاضر ہؤا قبل اُس کے کہ شب کا واقعہ عرض کروں خود آپنے فرمایا کہ محمد سعید ایک جن تھا کہ تمہارے ساتھ مزاحمت کر رہا تھا اِس لئے مَیں نے آواز دی۔ اور تمہاری اُس کے پنجہ سے رہائی کرائی ؀

کرامت۔ آپ فرماتے ہیں۔ جس زمانہ میں کہ میری شادی ہوئی تھی آنحضرت نے مجھ سے فرمایا کہ اس بیوی سے تم کو اولاد ہوگی۔ مگر پہلا لڑکا چار سال کا ہونے نہ پائیگا کہ وفات پا جائیگا۔ ایسا ہی ہؤا کہ اُس بیوی سے پانچ لڑکے تولد ہوئے اور پہلا لڑکا چار سال کا ہونے سے پہلے انتقال کر گیا ؀

کرامت۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں کہ سرہند میں وبا پھیلی تھی ہمارے بھائی خواجہ محمد صادق اور محمد فرخ اور محمد عیسیٰ اور ہماری بہن اُمِ کلثوم نے اُسی وبا سے رحلت کی ؀

ایک روز آنحضرت نے مجھ سے اور برادر عزیز محمد معصوم سے فرمایا کہ آج صبح میں بارگاہ بے نیاز نے تجلی فرمائی کی اور تم دونوں کو میری گود میں بٹھایا گیا محمد سعید

کو زانوے راست پر اور محمد معصوم کو زانوے چپ پر۔ اور الہام کیا گیا کہ ہم نے ان کو تمہیں بخشا یہ دو تو معمر ہونگے اور بوڑھے ہونگے"۔ اللہ تعالےٰ نے ان ہر دو چشمۂ فیض و افضال کو بلائے وبا سے عافیت بخشی اور معمر کیا کہ ایک عالم اُن کی صحبت سے سرشار فیض و برکات ہوا۔ اور ایک جہان فیض بخشیو نکا شہرہ سُن کر دور دراز کے شہروں سے ان مرشدان طریقت و حقیقت کے دولت سرائے کی طرف متوجہ ہوا +

کرامت آپ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں کہ آنحضرت بطلب سلطانی اکبر آباد تشریف لے گئے۔ میری بیوی حاملہ تھیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ محمد سعید کی بیوی کو اس حمل میں ایک لڑکی تولد ہوگی فاطمہ سلطانہ اُس کا نام رکھنا۔ پھر فرمایا کہ دلگیر نہ ہو کہ یہ بھی عنایت الٰہی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا +

کرامت۔ بعض اصحاب محرم اسرار نے فرمایا کہ اب سے دور ایک مرتبہ حضرت مخدوم زادگی خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ وابقاہ سخت بیمار تھے۔ اور اُن کا مرض طویل اور ضعف و ناتوانی بے انتہا ہو گئی تھی۔ کہ اطبائے علاج کرنے سے عاجز ہو گئے تھے۔ ایک روز آنحضرت قدس سرہ نے راستہ میں کاغذ پڑا ہوا دیکھا۔ اس کو اُٹھا لیا۔ اُس پر خدائے جل و علا کا نام لکھا ہوا تھا۔ آپ نے اُس کو چوما اور پاک جگہ رکھ دیا۔ درگاہ رب الارباب سے الہام ہوا کہ تو نے ہمارے نام کی تعظیم کی ہم نے تمہارے بچے کو تم کو بخش دیا۔ اور اس کی بیماری کو صحت سے بدل دیا۔ فوراً ہی حضرت مخدوم زادہ صاحب نے صحت پائی +

کرامت اس حقیر نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ محمد سعید سلمہ ربہ بادشاہ ہیں اور اولیا متوفی اپنی ارواح کے ساتھ اور اولیا احیا اپنے اجسام کے ساتھ مثل امرا بادشاہی صبح و شام ان کو سلام کے لئے آتے ہیں۔ اور میں بھی دونوں وقت آپ کے سلام کے لئے جاتا ہوں۔ ایک روز میں سلام کے لئے حاضر ہوا دیکھا کہ بجائے آپ کے ایک دوسرے صاحب شوخ کپڑے پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور کوئی شخص سلام کے لئے نہیں آیا میں خائف اور متحیر ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اتنے میں وہ بزرگ اُٹھے اور جلدی سے نیچے اُتر آئے میں نے دیکھا کہ جس طرف کو وہ صاحب گئے۔ اُسی طرف سے حضرت خواجہ محمد سعید حشم بادشاہی کے ساتھ آرہے ہیں۔ وہ بزرگ آپ کی خدمت میں گئے اور آپ کو سلام کیا اور آپ کا استقبال کیا۔ آنحضرت قدس سرہ نے تشریف فرما ہو کر اجلاس کیا۔ اور تمام

لوگ سلام کے لئے حاضر ہوئے ٭

حضرت مخدوم زادہ کے مدارج اور کرامتیں اور خوارق عادات حدِ شمار سے زیادہ ہیں۔ اشراق قلوب و کشف قبور بدرجۂ کمال رکھتے ہیں۔ آپ کی بشارات آپکے ارشاد کے مطابق ہوتی ہیں۔ اِن سب کا شمار خالی از دشواری نہیں ہے اس لئے بخیال اختصار صرف چند پر اکتفا کی جاتی ہے ٭

درجہ۔ ایک واقعہ جو اس مؤلف نے اِن ایام میں دیکھا ہے تحریر کرتا ہے کیا دیکھتا ہے کہ ایک وسیع جنگل ہے اُس میں کل اولیاء اللہ اور صالحین اور اور مخلوق جمع ہے اور یہ سب خلقت آپ کی طرف رجوع ہے۔ اُس جماعت میں سب کے امام اور پیشوا آپ ہیں۔ اِس اثنا میں فقیر آپ کی خدمت میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ آپنے فرمایا کہ اے شخص ہم تمہارے منتظر تھے اور ایک بڑا ڈبہ نقرئی مرصع مینا کاری کیا ہوا فقیر کو عطا فرما کے ارشاد فرمایا کہ یہ مفرح یاقوتی اعلےٰ درجہ کی ہے۔ بادشاہ وقت نے مجھے مرحمت فرمائی تھی۔ ہم تمہیں دیتے ہیں۔ کھاؤ اور لوگوں کو دو۔ خود اُٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ مَیں نے وہ ڈبہ کھولا اُس میں ایک اور ڈبیہ نکلی جو مفرح یاقوتی سے بھری ہوئی تھی۔ مخدوم زادگان شیخ لطف اللہ اور محمد فرخ نے ایک انگلی اس مفرح میں سے لیکر چکھی اور پھر آنحضرت سے جاکر مل گئے۔ اس کے بعد تمام لوگ اس مفرح کی تمنا میں فقیر پر آگرے میں نے سب کو تقسیم کیا اور دیکھا تو ڈبیہ ویسی ہی بھری ہوئی تھی ٭

درجہ۔ آپکے مرید خواجہ محمد نااہل بیان کرتے تھے کہ اخیر عشرۂ رمضان المبارک سنہ ۱۰۸۵ھ میں بعد ادائے نمازِ اشراق میں سو گیا۔ مَیں نے دیکھا کہ ایک مقام پر فضا ہے جس میں بکثرت پھولوں کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ اور اس مقام میں ایک طرف کو ایک بلند بالاخانہ ہے۔ جس پر حضرت پیر دستگیر خواجہ محمد اسمعیل اور حضرت محمد معصوم تشریف فرما ہیں۔ اور خلق اللہ کے اعمالنامے آپکے سامنے رکھے ہوئے ہیں ایک جماعت اولیا آپکے احکام کی منتظر کھڑی ہے۔ مَیں نے غور کیا تو باغ مذکور وہی آپ کی مسجد تھی جس میں آنحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ معتکف ہوتے تھے۔ اور حوضِ مسجد کے کنارہ شمال کی جانب نور کے ایسے زینہ زمین سے آسمان تک کھڑے کئے گئے ہیں کہ اُن کو جہاں چاہو منتقل کر لو۔ اور وہ لوگ جو وہاں کے مہتمم ہیں لوگوں کے نام کاغذ پر لکھ کر اُس پر حضرت

کے دستخط کرا رہے ہیں۔ اور جس کو بخشوانا چاہتے ہیں اُس کے کاغذ کو اوپر لے جاکر مُہر کرا کے لاتے ہیں۔ اور خاص لوگوں کی جماعت میں اُس کو داخل کر دیتے ہیں۔ اور جس کو آپ لائق مغفرت نہیں دیکھتے ہیں اُس پر دستخط نہیں فرماتے ہیں ؛

اِس اثنا میں یہ فقیر بھی پہنچا اور عرض کیا کہ فقیر کو بھی داخلِ اہلِ مغفرت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو اور محمد حنیف اور شیخ فیض کو بخش دیا گیا۔ بندہ نے عرض کیا کہ اُن کے فرزندوں کے بارہ میں کیا حکم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اُن کے فرزندوں کو مع متعلقین کے بخشدیا گیا ؛

دوسرے تیسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا اور آپ نمودار ہوئے لیکن جماعت اہل اہتمام نے مجھ سے یہ کہا کہ تم ان حضرات عالیات کی خدمت میں ہماری طرف سے یہ عرض کرو کہ ہم نے اِس قدر آپ کی خدمت گزاری کی۔ مگر کچھ تبرک ہمکو عنایت نہیں ہوا جب میں نے عرض کی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ اُن کے لئے فاتحہ مفید ہے۔ پھر آپ نے فاتحہ پڑھی دوسرے دن میں آنحضرت کے حلقہ میں مراقب تھا کہ وہ جماعت حاضر ہوئی اور کہا کہ ہمارا حق مل گیا ؛

کرامت ۔ مرحوم وزیر خاں کی زوجہ نے جو کہ حضرت کی خدمت میں خلوص رکھتی تھی ایک خط میں یہ لکھا کہ میرے بارہ میں دعا فرمائیے اللہ تعالےٰ مجھ کو لڑکا عطا فرمائے حضرت نے توجہ کی اور جواب میں لکھا کہ اطمینان رکھو اللہ تعالےٰ عنقریب تم کو لڑکا عطا فرمائیگا۔ جب اُس کی مدتِ حمل پوری ہوگئی۔ لڑکا پیدا ہوا۔ اُسی وقت لاہور سے خبرِ ولادت اور نیاز لیکر حاضرِ خدمت ہوا ؛

کرامت ۔ ایک روز آپکا خادم پان کا ایک بیڑا برگ پلاس یعنی ڈھاک کے پتے میں لپٹا ہوا لیکر حاضر ہوا۔ آپنے پان نکال کر کھالیا۔ اور اُس پلاس کے پتے کو پان کے بیڑہ کی طرح لپیٹ کر مجھ کو عنایت فرمایا۔ مَیں نے دیکھا تو خالی تھا۔ آپکے برادر خورد خواجہ محمد حسینی سلمہ اللہ تعالےٰ بیٹھے تھے دیکھ کر مُسکرانے لگے۔ مَیں منفعل ہوا اور دفعِ ندامت کے لئے مَیں نے اُس کو فوراً اپنی پگڑی میں چھپا کر رکھ لیا۔ کہ حاضرین اس بات سے آگاہ نہ ہوں۔ جب مَیں اپنے گھر واپس آیا تو گرمی کی وجہ سے مَیں نے سر سے پگڑی کو اُتارا تو خیال آیا کہ اُس پتے کو پھینکدوں

دیکھا تو وہ پان کا بیڑہ مصالحہ سے پُر تھا۔ آپ کے اس تصرف سے مجھے حیرت ہوئی اور وہ آپ کی کرامت کا پان میں نے کھایا +

کرامت۔ ایک دفعہ فقیر ایسا بیمار ہؤا کہ نا اُمیدی کی حالت پیدا ہو گئی حضرت ہر سہ مخدوم زادہ گان فقیر کے پاس تشریف لائے چونکہ کمزوری کمال درجہ کی تھی اس لئے خیال ہؤا کہ آپ سے یہ التماس کروں کہ میرا خاتمہ بخیر ہونے کیلئے آپ دعا فرمائیں۔ بمجرد اس خیال کے آپ نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اگر بیمار فلاں دعا کو بیماری میں پڑھے تو اُس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ اس بارہ میں دُعا بھی فرمایئے حضرت میاں محمد معصوم سلمہ اللہ تعالے نے فرمایا کہ ہم صحت کیلئے دعا کرتے ہیں پھر دعا فرمائی کہ اللہ تعالے تمہاری بیماری کو صحت سے بدل دے۔ آپ سے اکثر ایسی کرامتیں بے حساب دیکھی اور سُنی گئی ہیں +

کرامت۔ آپ کے فرزند ارجمند شیخ لطف اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت قصہ شہادت حضرت حمزہ عم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرماتے تھے کہ جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے باشارہ ابو سفیان و ہندہ جنگ اُحد میں آپ کو شہید کیا اور ہندہ نے آپکا جگر کھایا۔ ابو سفیان اور ہندہ پر میری زبان سے لعنت نکلنے والی تھی کہ آنحضرت نے قطع کلام کر کے مجھ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابو سفیان اور اُس کی بی بی پر لعن وطعن کرنا نہیں چاہیئے کہ وہ آخر میں مشرف باسلام ہوئے ہیں اور اُن کا ایمان بارگاہ رسالت پناہ میں مقبول ہؤا ہے۔ اور اس خطاب باسعادت سے کہ جو شخص ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ مامون ہے۔ بعد فتح مکہ کے سربلند ہوئے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب میں داخل ہوئے +

کرامت۔ فقیر مؤلف ایک کام کیلئے لشکر بادشاہی میں گیا ہؤا تھا کارروائی میں رکاوٹ ہوئی اور دیوان نے دستخط کرنے سے انکار کیا اور نہایت سختی کی۔ میں آنحضرت سلمہ اللہ کی طرف متوجہ ہؤا اس غم و پریشانی کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ ایک قصر بلند اور ایوان رفیع میں ہوں اور ایک عورت حسین مجھ سے مذاق اور دل لگی کر رہی ہے۔ اور آخر کار مجھ پر غالب ہو گئی اور دشمنی سے میرے سینہ پر چڑھ بیٹھی قریب تھا کہ میرا گلا گھونٹ کر مجھ کو ہلاک کرنے کہ اس اثنا میں آنحضرت حسب عادت جیسا کہ

مسجد کو آپ جایا کرتے ہیں عصا لئے ہوئے باوجاہت ووقار نمودار ہوئے آپ کے تشریف لاتے ہی وہ عورت فرار ہوگئی۔ اور میں نے اُس کے شر سے رہائی پائی۔ صبح کو مجھے خیال آیا کہ تعبیر اس خواب کی یہ ہے کہ حضرت نے مجھ کو دیوان کے شر سے رہائی دلائی ہے۔ میں دیوان کے پاس گیا تو وہ اخلاق کے ساتھ پیش آیا اور کہا کہ بوجہ سفارش خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ ہم تیرے کام کو انجام دیتے ہیں کہ حضرت کی توجہ تمہارے شامل حال ہے کہ ہم کو خواب میں ظاہر ہوا ہے۔ پس اُس نے بڑی خوشی سے کاغذ پر دستخط کر کے حکم میرے حوالہ کر دیا۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سلمہ اللہ القیوم کے حالات

آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فرزند ہیں آپ کی ولادت ۱۰۰۹ھ میں ہوئی۔ آنحضرت فرمایا کرتے تھے کہ میرے فرزند محمد معصوم کی دنیا میں مبارک آمد ہمارے لئے مبارک ہوئی۔ آپ کی ولادت سے چند ماہ کے بعد حضرت خواجہ قدسنا اللہ بسرہ الاقدس کی ملازمت حاصل ہوئی اور یہ تمام علوم و معارف ظاہر ہوئے آنحضرت آپ کے لڑکپن میں ہی آپ کی استعدادِ عالی نژاد کی تعریف کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔ کہ یہ لڑکا ولایت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم کی استعداد رکھتا ہے اور محمدی المشرب (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

یہ بھی فرماتے تھے کہ محمد معصوم نے تین برس کی عمر میں کلمہ توحید پڑھا کلمہ شریف تجلی ذات کی استعداد وسیع رکھتا ہے اور محمد معصوم کی درو دیوار اور گل و گلزار اور جن چیزوں پر نظر پڑتی کہتے کہ یہ میں ہوں اور وہ میں ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس بارہ میں صغیر و کبیر جوان و پیر و آزاد و اسیر اور عورت مرد۔ خورد و کلاں ضعیف و قوی اور زندہ مردہ سب برابر اور اصول میں ایک ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

نیز آپ کی شان میں یہ بھی فرمایا کہ یہ محبوب ہیں آنحضرت کے ایک خادم نے

جو کہ سفر و حضر میں ہمیشہ آپ کے ہمراہ رکاب رہتا تھا فقیر سے بیان کیا کہ ایام سفر دار الخلافہ دہلی میں مخدوم زادے بھی آنحضرت کے ہمراہ تھے۔

ایک روز آنحضرت بعد فراغت حلقہ کے حجرہ سے نکلے تاکہ تھوڑی دیر آرام کریں دیکھا کہ حضرت مخدوم زادہ آنحضرت کے پہنچنے پر آرام فرما ہیں۔ پس فوراً آپ واپس تشریف لائے خدام نے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو مخدوم زادہ کو ہم بیدار کر دیتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے غیرتِ خداوندی سے خوف کیا تھا کہ خداوند جل وعلا کا ایک دوست استراحت فرما ہے ایسا نہ ہو کہ میرا جانا موجب رنج و ملال ہو جائے۔ پھر آپ دھوپ میں تشریف فرما رہے۔ ہوا بہت گرم چل رہی تھی۔ اور مسجد فیروزی کا فرش جو پتھر کا ہے توے کی طرح گرم ہو گیا تھا۔ آپ اسی حالت میں اُس پر تشریف فرما رہے یہاں تک کہ صاحبزادہ والا گوہر بطور خود بیدار ہوئے اور دیکھا کہ آنحضرت دھوپ میں زمین پر تشریف فرما ہیں۔ پس مضطرب ہو کر اُٹھے اور جگہ آپ کے لئے خالی کر دی۔

آنحضرت قدس سرہٗ آپ کی بلندیٔ استعداد و کمال فطرت و مناسبت کے معائنہ کرنے کی وجہ سے بارگاہ ایزدی جلت آلائہ میں منتظر آپ کے کمالات مخفیہ کے ظہور کے رہتے تھے۔ اور عجائب و غرائب امور کے حصول کے لئے آپ کے حق میں متوقع رہتے تھے۔ اور فرماتے کہ بابا تحصیل علوم سے جلدی فارغ ہو ہم کو تم سے بڑی خدمات لینا ہیں۔ آپ نے سولہ سال کی عمر میں تحصیل علوم متداولہ سے فراغت فرمائی۔ اور پندرہ سالہ عمر میں مرید ہوئے۔ اور تحصیل قال و حال کو جمع فرمایا۔ فراغت علوم کے بعد بھی اگرچہ درس و تدریس میں مشغول رہتے تھے۔ مگر حال کا غلبہ ہو گیا تھا۔ اور پوری ہمت اور کامل توجہ کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے دریائے اسرار میں رسائی حاصل فرمائی تھی اور انہوں نے بھی اپنی پوری ہمت کو آپ کی ترقی کے لئے مصروف کر کے آپ کو ہر ایک خلوت اور جلوت میں اپنا مونس اور دمساز کیا تھا تاکہ اپنے جملہ کمالات مقصودہ اور ہر ایک خصائص علیا سے آپ کو سرفرازی فرمائیں۔ اور آپ کی استعداد عالیہ کے جواہرات کو جو آپ میں ودیعت رکھے ہوئے ہیں۔ اس کو جلوۂ ظہور میں لائیں۔ اِس لئے توجہات کثیرہ فرماتے تھے اور ان کے آثار یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً آپ عالی نژاد ظاہر ہوتے تھے۔ پس مقامات و کمالات عالیہ جلوہ گر ہوئے اور اسرار خاصہ و معاملات مخصوصہ سے

آپ مصنف ہوئے۔ چنانچہ یہ بات شاہد عدل ہے کہ ایک روز آنحضرت نے خلوت میں اپنے مخلص مریدوں سے فرمایا کہ میرے فرزند محمد معصوم کا یوناً فیوماً نسبت کو حاصل کرنا شرح وقایہ کے مماثل ہے۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے خطبہ میں بیان کیا ہے کہ میرے دادا کتاب وقایہ کی تصنیف بقاً سبقاً فرماتے تھے۔ اور میں ساتھ ہی ساتھ اس کو حفظ کرتا جاتا تھا۔ پس ختم کتاب کے ساتھ ہی میرا حفظ بھی مکمل ہو گیا ؛

آپ کی انتہا، سرعت سیر و سلوک اور طے مقامات وصول کا حال کلمات آنحضرت و اقوال اصحاب آنحضرت اور ان کے ملفوظات اور تحریرات سے بخوبی ہویدا ہے۔ اور انکی تفصیل کیجائے تو نزدیکان دوری ڈھونڈیں اور واصلان از مہجوری اختیار کریں یعنی تفصیل کرنا تطویل مالایطاق کا باعث ہوگا۔ الحاصل واقعہ نگاروں کے لئے اُن بشارات کا خلاصہ کہ حضرت ایشان رحمۃ اللہ علیہ نے دوبارہ مخدوم زادہ موصوف کی بیان فرمائی ہیں۔ اور جزواً اُن مقامات سے کہ صاحبزادہ موصوف مقبول زمانہ کو حاصل تھے تحریر کئے جاتے ہیں ؛

جب آپ حال و واردات عظمی اور مقامات و کمالات قصوی پر پہنچے تو آنحضرت نے آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز و ممتاز کیا اب وہ مخدوم زادہ گرامی مرتبت اصلاح ظاہر و باطن کے ساتھ مسند ارشاد پر تشریف فرما ہیں۔ اور کمال شرع و تقوےٰ سے آراستہ اور متابعت سنت سنیہ اور عمل بعزیمت مرضیہ سے پیراستہ ہیں۔ آپ اخلاق و اوضاع اور اقوال و اعمال میں اور رعایت آداب میں صورتاً و معنیً پوری مناسبت کے ساتھ اپنے والد بزرگوار کے کمال درجہ متبع ہیں۔ اور اس اہتمام میں کوشاں رہتے ہیں کہ آداب سلوک اور اعمال صالحہ سنن و مستحبات کی ادائی میں اپنے والد ماجد کی پیروی میں سرمو خلاف نہ ہوئے۔ آپ کے اعمال بعینہٖ آنحضرت کے اعمال ہیں۔ اور طریقہ آپکا بعینہٖ طریقہ آنحضرت علیہ الرحمۃ کا ہے ؛

وظائف۔ طاعات اور رعایت آداب عبادات اور اوقات شریف آپکے اعمال صالحہ شب و روز کے لئے مقسوم ہیں۔ اور اعمال حسنہ کیلئے آپکے ساعت لیل و نہار مقرر ہیں۔ ہر وقت کے وظائف ماثورہ اور ادعیہ غیر موقتہ کی تلاوت کے آپ پابند ہیں نماز فجر اور وظائف مقررہ کے بعد آپ حلقہ ذکر میں اصحاب کے ساتھ بیٹھتے ہیں اور مراقبہ

میں مشغول ہوتے ہیں۔ بعد نماز ظہر حافظ صاحب سے کلام مجید سننے کیلئے حلقہ فرماتے ہیں اکثر اوقات بعد حلقۂ ظہر کتب متداولہ مثلاً بیضاوی و عضدی و تلویح و مشکوٰۃ و ہدایہ کا درس فرماتے ہیں۔ بعض وقت بعد حلقۂ ظہر کے صحرا کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔ اور اطراف شہر کے ویرانوں میں علیحدہ بیٹھ کر خلوت فرماتے ہیں۔ اور کبھی بعد ظہر دوگانہ میں مشغول ہوتے ہیں۔ ایک ہی دوگانہ میں نماز عصر کا وقت ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ حالت نماز میں کلام مجید کی تلاوت نہایت لذت بخش ہے +

تین ماہ میں آپ نے حفظ کلام اللہ فرمایا تھا۔ اور ہمیشہ تلاوت فرماتے ہیں۔ تراویح رمضان المبارک میں ایک ختم قرآن خود پڑھتے ہیں اور دو ختم اور حافظوں سے سنتے ہیں۔ خلق اللہ اطراف و اکناف شہروں اور دیہات سے دُور دراز کی راہ سے آپ کا کلام مجید سننے کیلئے اور آپ کی مجلس بہشت آئین میں شریک ہونے کیلئے مور و ملخ کی طرح جمع ہوتی ہے۔ مسجد باوجود وسعت کے حاضرین کے لئے ناکافی ہوتی ہے۔ اِس لئے بعض لوگ روزہ کے افطار سے قبل آجاتے ہیں +

طلباء کے احوال کی دریافت اور اُن کی ترقی منازلِ سلوک اور وصولِ مدارج قصوے میں مصروفی آپ کا طریقہ پسندیدہ ہے۔ اور سالکوں کی تربیت اور بطریق سنت انکی تکمیل آپ کا عمل درآمد ہے۔ خدا کے سچے طالبوں کے حال پر آپ بلند توجہ بہت کچھ مصروف اور آپ کی ہمت عالی اُن کی ترقی میں بے حد مبذول رہتی ہے چنانچہ اُس کے آثار سالکوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور واردات اور سوانح حالات اور وصول بمقامات میں اُن کو فی زمانہ کامیابی ہوتی ہے۔ آپ ان کے احوالِ حاصلہ و آیندہ سے اطلاع دیتے ہیں۔ اور اُن کے مقامات عروج آپ بیان فرماتے ہیں۔ مریدین کو اطلاع دیتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں ولایت میں ہے۔ اور فلاں شخص نے فلاں منزل میں قدم رکھا ہے اکثر اہلِ نسبت آپ کے ذریعہ سے احوالِ روشن و اسرار خفیہ سے مشرف ہوئے اور شرف خلافت ان مخدوم زادہ مرکز دائرہ قطبیت سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں ممتاز ہوئے ہیں وہ اپنے اپنے ملکوں میں قبولیت عظیم رکھتے ہیں۔ لوگ اُن کی صحبت سے بڑے بڑے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ جو لوگ آپکی طرف صرف انتساب ہی رکھتے ہیں وہ بھی عجائب و غرائب امور بیان کرتے ہیں۔ اور اُن کی صحبت بھی بہت کچھ مؤثر ہوتی ہے چنانچہ آپکے

ان نعمات الٰہی و احسان نامتناہی حق تعالےٰ کا اظہار فرمایا۔ اور اس طرح سے اُس کا ذکر فرمایا کہ بکرم خداوند جل سلطانہٗ اور بطفیل رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ و آلہٖ وسلم اور برکاتِ توجہ پیر دستگیر قدسنا اللہ بسرہٖ الاقدس سالکوں کی تعلیم اور تکمیل کا معاملہ نہایت سہل ہوگیا ہے۔ اور راہ وصول قریب تر۔ مدتوں کا کام مہینوں اور دنوں میں ہوتا ہے۔ ایک طالب حق نے سات روز کے عرصہ میں فنائے قلبی کا اپنے حال کی بابت پتہ دیا۔ اور ایسی چیزیں بیان کیں کہ گویا وہ فنائے نفس کے حال میں پہنچ گیا ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور اللہ کے نزدیک یہ کچھ بڑی بات نہیں ہے ؂

فقیر کے اکثر اجازت یافتہ اپنے مریدوں کے حالات وصول اور سرعتِ سیر کے ایسے ایسے واقعات بیان کرتے ہیں کہ عقل متحیر ہو جاتی ہے ؎

اگر بادشہ بر درِ پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

واضح ہو کہ مربی حقیقی اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ ہمارا اور تمہارا صرف بہانہ ہے ؂

تنبیہ۔ باوجود ان تمام افاضۂ انوار اور افادۂ اسرار کے اس دلفگار کا کام روز بروز ابتر ہے۔ اور حاصل روزگار بعد و حرمان ہے۔ اور غفلت و کسب معاصی کی زیادتی ہے۔ دریائے حیرت میں غرق اور مکر خداوندی جل شانہٗ سے ترساں و لرزاں ہے کہ نہ معلوم کل کیا معاملہ کیا جائے۔ اور کس جرم میں گرفت ہو جائے ؂ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ خدایا تو ہمارے گناہوں کو اور ہمارے اسراف کو جو ہمارے کاموں میں ہم سے ہوا ہو بخشدے۔ اور ہم کو ثابت قدم رکھ۔ اور بمقابلہ قوم کفار کے ہماری امداد فرما ؂

واضح ہو کہ آپ اپنے والد بزرگوار کے اُن تمام اسرار خفیہ و معارف مکنونہ سے بخوبی واقف ہیں جو مکتوبات قدسی آیات میں مندرج ہیں اور جو کچھ اُس کے سوا اور اسرار خاص ہیں اور بوقت خلوت زبان الہام ترجمان آنحضرت رضی اللہ عنہ سے آپنے سُنے ہیں۔ اور بعض بعض کو اپنی بیاض خاص میں نقل بھی فرمالیا ہے۔ بعض اسرار خفیہ ایسے ہیں جو صرف انہی مخدوم زادہ نوبادۂ گلستان ولایت سے مخصوص ہیں اور کوئی شخص ان میں شریک اور محرم راز نہ تھا چنانچہ بعض اسرار متشابہات قرآنی اور

مقطعات فرقانی خاص طور پر آپ ہی سے نقل فرمائے گئے ہیں۔ چونکہ اُن اسرار کا مخفی رکھنا ضرور تھا اس لئے آپنے اُن کے اظہار میں لب کشائی نہ فرمائی۔ صرف بعض وہ اسرار جو اظہار کے قابل تھے۔ قلم عنبرین رقم کے حوالہ فرمائے ہیں۔ اور اپنے بعض مکتوبات شریف میں آپنے ان اسرار کے اخفا اور استتار کی کیفیت ظاہر فرمائی ہے۔

قدسیہ اگر ایک شمہ اِن بزرگوں کے حالات کی حقیقت کا بیان کیا جائے تو اربابِ قرب و دوری کے خواہاں ہونگے اور اہلِ وصال راہِ فراق اختیار کرینگے۔ سننے والا مدہوش ہو جائیگا۔ اور متکلم کو تاب قلم نہ رہیگی۔ ؎

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر برائے چیست

ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

متشابہات قرآنی اُنہیں میں کا ایک رمز ہے اور مقطعاتِ فرقانی ایک اشارہ یہ دولت بالاصالت انبیاء کرام علیہم الصلوٰت کے لئے مخصوص ہے۔ اور ان کے کامل وارثوں کو اُن کے اتباع میں گو شاذ و نادر ہی کیوں نہ ہو مگر حاصل ہوتی ہے۔ پس تو اتباع خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰت و التسلیمات میں کوشش کر اُن کے برکات تجھے پہنچیں گے اور تو بڑے بڑے غلغوں سے اُن کی شفاعت کے طفیل میں رہائی پائیگا۔

آنحضرت نے وہ بشاراتِ عالیہ جن سے حضرت مخدوم زادہ کو سربلند اور ممتاز فرمایا تھا۔ بعض کا اُن میں سے ذکر ہوا ہے۔ وہ بشارتیں سب آپ پر ظاہر ہوئیں۔ اور اُن بشارتوں کے ساتھ آپ متصف ہوئے۔ جیسا کہ خود آپ نے بعد حصولِ بشارات مذکورہ و کمالات دیگر اپنے بعض مخلصین محرم اسرار کو تحریر فرمایا۔

ایک روز آنمخدوم زادہ عالی تصف نے آنحضرت سے عرض کیا کہ میں اپنے آپکو ایک نور پاتا ہوں۔ کہ تمام عالم اُس سے منور ہے اور وہ نور عالم کے ہر ایک ذرہ میں ساری مثل نور آفتاب کے کہ تمام عالم اس سے منور ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اے فرزند! تم اپنے وقت کے قطب ہو گے۔ اے فرزند ہماری یہ بات یاد رکھو۔

آنمخدوم زادہ والانژاد نے اپنے بعض مکتوبات میں تحریر فرمایا ہے کہ مجھ کو چودہ سال کی عمر میں آنحضرت عالی منقبت نے نوید قطبیت کی بشارت دی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ وعدہ پورا ہوا۔ اور بشارت کے اثرات بخوبی ظاہر ہوئے۔

یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ ایک روز آنحضرت اپنے طریقِ خاص کے دقائق اسرارِ فنا و بقا اور زوالِ عین و اثر بیان فرما رہے تھے۔ اور سلسلہ کلام کعبۂ مقصود کے حصول اور اس کے آثار زبان مبارک سے ظاہر فرما رہے تھے۔ تقریباً ایک ماہ سے زیادہ مدت تک انہی اسرار کا سلسلہ رہا۔ روزانہ عجیب و غریب دقائق کھلتے تھے۔ اور یہ عاجز آنحضرت کی توجہ شریف کی مدد سے اس مقام کے حصول کے لئے چاروں طرف ہاتھ پاؤں مارتا تھا۔ آنحضرت اس فقیر بے پر و بال کی تفتیش اور اظہارِ حال کے جریان اور ترقی کے نگران اور کوشاں رہتے تھے۔ اور بیانِ دقائق کے وقت اس فقیر ناکارہ سے استفسارِ حال فرما کے اُس کے حال پر نوازشِ بے پایاں فرمائیں۔ اور حصولِ معاملات فنا و بقا کی بشارتیں دیں۔ اور یہ بیت اُس کی شان میں اپنی زبان الہام ترجمان سے بیان فرمایا

شعر
مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست برپائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

ترجمہ۔ عاجز چیونٹی کو آرزو خانہ کعبہ کو جانے کی ہوئی۔ اُس نے اُس کبوتر کے پاؤں کو پکڑ لیا جو وہاں کو جا رہا تھا۔ تو یہ بھی فوراً وہاں پہنچ گئی ✤

حَمِدَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ ہم اللہ تعالےٰ کا اُس کی نعمتوں پر شکر ادا کرتے ہیں ✤

آنحضرت قدس سرہٗ نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز فجر کے بعد میں مراقبہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ظاہر ہوا کہ وہ خلعت جو میرے بدن میں تھا الگ کر لیا گیا اور بجائے اُس کے دوسرا عطا ہوا۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ اُترا ہوا لباس کسی کو دیا جائیگا یا نہیں۔ اور یہ تمنا پیدا ہوئی کہ یہ میرے فرزندِ ارجمند محمد معصوم کو دیا جائے تو بہتر ہے ایک لمحہ کے بعد میں نے دیکھا کہ خلعت مذکورہ فرزندم محمد معصوم کو مرحمت ہوا۔ اور وہ خلعت کامل ان کو پہنا دیا گیا۔ پس وہ اُترا ہوا خلعت مرتبۂ قیومیت تھا کہ تربیت و تکمیل سے متعلق ہے۔ اُمید ہے کہ خلعت جدیدہ کا مرتبہ جب تکمیل پا کر اس کے نکالے جانے کا وقت آئیگا تو براہ کمال بندہ نوازی وہ میرے عزیز فرزند محمد سعید کو عطا کیا جائیگا ✤

فقیر تضرع اور نیازمندی سے یہ بات ظاہر کرنا چاہتا ہے اور اثر بھی اس کی

قبولیت کا پتا ہے کہ فرزند مکرم محمد سعید اس دولت کا مستحق ہے ؎

بر کریماں کار ہا دشوار نیست

ترجمہ ؎ کریموں پہ نہیں مشکل کوئی کام — تم کلامہ الشریف

دوستوں کو واضح ہو کہ یہ خلعت جدیدہ معاملہ خصوصیت تھا۔ اور حضرت خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ المجید کے لئے عطائے خلعت کا جو وعدہ کیا گیا تھا چند ہی روز کے بعد فیصلہ ظاہر ہوا۔ خدا کا شکر اور احسان ہے کہ آنحضرت کے زمانہ میں ہی اس بات کی قرارداد ہو چکی تھی +

حضرت مخدوم زادۂ ثالث نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں کہ ایک فقیر کو خلعت قیومیت سے سرفراز کیا گیا۔ آنحضرت قدس سرہٗ نے خلوت میں اس فقیر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ ہمارا علاقہ اور تعلق اس مجمع سے اسی خلعت قیومیت تک تھا۔ کہ اس کو بعد توجہات کے تم کو دیا گیا۔ اسرار الٰہی خود بخود بہت شوق و ذوق کے ساتھ تم پر وارد ہونگے۔ اب اس دار فانی میں ہمارے رہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر اپنے قرب وفات کی خبر پہلے سے دیدی۔ وہ درویش دل ریش باوجود اس بشارت عالیہ متذکرہ کے سماعت کرنے کے جگر کباب و دیدہ پر آب کے ساتھ بکمال رنج و اندوہ مستغرق الحال ہو گیا۔ نہ اس کی زبان کو بولنے کی طاقت تھی اور نہ کانوں کو سننے کی تاب۔ جب آنحضرت نے یہ تلوین اس فقیر میں ملاحظہ فرمائی تو بندہ نوازی کے طریقہ سے فرمایا کہ کچھ غم مت کرو عادتِ الٰہی اسی طرح جاری ہے کہ ایک کو اپنے پاس بلاتا ہے اور دوسرے کو بجائے اس کے بٹھاتا ہے۔ پھر نفحات کی یہ عبارت پڑھی +

"کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کی جگہ بیٹھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انتقال کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی جگہ تشریف لائے" +

آنحضرت قدس سرہ نے اس فقیر کا رنج والم جب حد سے زیادہ دیکھا تو فرمایا کہ ابھی میرے انتقال میں کچھ مدت ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ تعلق کیا باقی ہے۔ متوجہ ہو کر مراقب

ہو کر بعد ایک لمحہ کے فرمایا کہ میرے زمانۂ وصال تک تمہارا قیام و قرار مجھ سے ہوگا۔ اور افرادِ عالم کا قرار و قیام تم سے رہیگا۔ اس ارشاد سے خاطرِ سکین کو گونہ تسلی حاصل ہوئی۔ چنانچہ اس ارشاد سے کچھ روز کم ایک سال تین ماہ کے بعد آنجناب قدس سرہٗ کی وفات کا حادثہ واقع ہوا +

نیز تحریر فرمایا ہے کہ کسی کو نسبتِ قیومیت کا حصول تاوقتیکہ اصالت حاصل ہوئی ہو۔ میسر نہیں ہو سکتا۔ آنجناب نے فقیر کو جب بشارت حصولِ نسبتِ قیومیت کی دی تو اصالت کے شمول کی بشارت سے بھی سرفراز فرمایا تھا۔ اور نیز فرمایا کہ جس قدر اصالت تم کو حاصل ہوئی ہے۔ اُسی قدر محبوبیت بھی تمہارے اندر امانت رکھی گئی ہے۔ یعنی محبوبیت ذاتی کا پتہ ان کا کمال انفعال دے رہا ہے۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللهِ بِعَزِيْزٍ۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک کچھ بڑی بات نہیں ہے +

نیز فرمایا ہے کہ آنجناب جس رات کی صبح میں وفات فرمانے والے تھے اُس سے ایک رات پہلے حالتِ شدتِ مرض میں کہ حضرت مخدومی و استادی میاں محمد سعید سلمہٗ ربہٗ بھی اُس وقت حاضرِ خدمت تھے۔ اور حضرت کے مرض میں بہت زیادتی تھی ارشاد فرمایا کہ مجھ کو بٹھاؤ۔ فقیر نے اُس پیشوائے بزرگان کو اپنی گود میں بٹھایا۔ اِس طرح سے کہ اس ذرۂ بیمقدار پر آنحضرت کا بارِ مبارک پڑا تھا۔ جس سے مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ اچھی قسم کا خوشگوار فیضان اس خاکسار کو مرحمت ہوگا۔ اور اسرارِ عالیہ پردۂ خفا سے اس دل افگار پر ہویدا ہونگے۔ پس آں اعلیحضرت نے فرمایا کہ داعی وصال لایزال نے میرے باطن میں ندا دی کہ سلطان نے طلب فرمایا ہے میرے مرغِ ہمت بلند پرواز نے آشیانۂ لامکان کا رُخ کیا۔ اور پہنچا جہاں تک اُس کو پہنچنا مقصود تھا۔ اُس بارگاہِ عالیجاہ سے یہ ندا آئی کہ سلطان گھر میں نہیں ہے +

اِس کے بعد معلوم ہؤا کہ وہ مقامِ حقیقتِ کعبۂ ربانی تھا۔ پھر مَیں نے وہاں سے عروج کیا اور مقامِ صفاتِ حقیقیہ میں پہنچا جو کہ موجود بوجود زائد ہیں۔ یہ مقامِ صفات اُن صفاتِ علمیہ سے ماسوا ہے جو کہ مرتبۂ تعینِ علمی میں ثابت ہیں۔ اور اُن صورِ صفات سے بھی الگ ہے۔ جو کہ مرتبۂ تعینِ وجودی اور تعینِ حبی میں ہیں۔ کیونکہ یہ عوت اور سیر ماوراء تعینِ حبی ہے۔ اُس کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی۔ پھر اس مقام سے بھی آگے کو

میں نے عروج کیا۔ اور ان صفات کے اصول میں کہ شیونِ ذاتیہ ہیں اور مجرّد از اعتبارات ہیں۔ ذات عزشانہ میں واصل ہوا۔ تم دونوں بھائی اس سیر میں میرے ہمراہ تھے۔ پھر یہاں سے بھی آگے کو عروج ہوا اور ذات بحت میں جو کہ مجرّد بے نسبت اعتبارات سے پہنچایا گیا۔ پھر آپ نے حضرت مخدومی محمد سعید سلمہ کو بسبب آنحضرت کی نماز میں امامت کرنے کے اس درجۂ عالیہ پر وصول کی بشارت دی کہ بیماری کے زمانہ میں امامت آنحضرت کی آپ ہی کرتے تھے۔ فقیر کو دوسرے رستہ سے وصول کی بشارت دی اسی مجلس یا کسی اور مجلس میں ارشاد فرمایا کہ اس درجۂ کمال اور رتبۂ عالی پر واصل ہونا قرأتِ قرآن مجید پر منحصر ہے میں بھی اسی کے طفیل سے اس رتبۂ عالی سے ممتاز ہوا ہوں۔ ہر حرف قرآن کو ایک دریا پاتا ہوں کہ کعبۂ مقصود تک واصل کرتا ہے پھر آپ نے وہ شعر پڑھا جس کے قائل کی ملاقات کے لئے حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ نے سفر دور و دراز فرمایا تھا۔ وھو ہذا ؎

اندر غزل خویش نہاں خواہی بودن — تا بر لب تو بوسہ زنم پنہانی

سخن عاشق لبِ محبوب تک کہاں پہنچ سکتا ہے اُس کی قرب و منزلت اُسی کے کلام سے پہنچ سکتے ہیں نہ اپنے سخن سے کہ سخن عاشق کوتاہ و ناقص ہے۔ فقیر کہتا ہے کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ اِس ارشاد پر گواہ ہے یعنی جس شخص نے کہ خدا کو پہنچانا گونگی ہوگی اُس کی زبان ع

پس سخن کوتاہ باید والسلام

نیز تحریر فرمایا ہے کہ آنحضرت قدس سرہٗ مرض موت میں ہمیشہ اسرارِ نماز وحقیقتِ نماز اور بیان نماز انبیا و اکمل اولیا اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ کی بمقابلہ دیگر کاملین اولیا کے خصوصیات اور کیفیت صفوف ارلعۂ انبیاء علیہم السلام کی آپ نے اُن کی اقتدا فرمائی ہے۔ اور اُن کے صف باندھنے کی کیفیت اور اُن کے باہمی درجوں کے تفاوتِ مراتب بلحاظ قرب و منزلت کے اور یہ کہ صف اوّل میں اُن برگزیدوں میں سے کونسے اکابر ہیں اور اُن انبیا کی بمقابلہ کل مجمع کے خصوصیتیں جن کے اسماء کلام مجید میں مذکور ہیں اور مقام خاص سرورِ دین و دنیا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ تمام انبیا کے مقامات پر بزرگی اور سروری آپ ہی کو حاصل ہے۔ اور

اُس مقام کا مقام وسعت بمقابلہ سابقینِ امت کے کہ وہ بسبب طفیل و اتباع کے شرف اور بہرہ اندوز ہیں۔ اور خود اپنے نظام کا تعین اور اُس کی خصوصیتیں آپ بیان فرمایا کرتے تھے۔ اور حضرت مخدومی و استادی کو بھی اس دولت کے حصول کی بشارت دی اور فقیر کو بھی اُس کے آوازہ سے مفتخر فرمایا اور اس مقام کے مناسب اور بہت سی ایسی باتیں ارشاد فرمائیں کہ فکر عقل اور وہم و خیال اُن کے ادراک سے حیران ہیں چونکہ تفصیل اکثر امور مذکور از جملہ اسرار ہے اس لئے واجب الخفا ہے اس لئے مجملاً ذکر کیا گیا ؛

نیز فرمایا ہے کہ ایک روز آنجناب قدس سرہ نے فرمایا کہ میں گروہ سابقین کو کہ اللہ تعالے نے اُنکی شان میں ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ فرمایا ہے۔ نظر کر رہا تھا۔ اپنے کو اُس گروہ میں داخل پایا۔ اور اپنے ایک ساتھی کو اُس میں پایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ ؛

اور اسی کی مثل اسرار متشابہات کے متعلق فرمایا کہ متشابہات کنایہ معاملا سے ہے۔ اور جائز ہے کہ ایک شخص کو ایک مرتبہ حاصل ہو اور اس کو اس کا علم نہ ہو۔ فقیر نے یہ حال اپنے ایک مرید میں مشاہدہ کیا ہے۔ اور وہ نکا کیا حال ہو گا ؎

سعادتہا ست اندر پردۂ غیب
نگہ کن تا کرا ریزند در جیب

نیز فرمایا ہے[1]۔ کہ آنجناب فرماتے تھے کہ حضرت سرورِ دین و دنیا علیہ و علٰی آلہ الصلٰوۃ والبرکات العلیہ کے وجود باجود کے خمیر میں سے جو کچھ باقی رہ گیا تھا آپکے اولش خواروں میں سے ایک فرد کو جو آپ کی اُمت میں صاحب دولت ہے عطا فرمایا گیا اور اُس کا خمیر اُس مٹی سے فرمایا گیا۔ اور اس راہ میں اس فرد کو اصالت نسبت سے بہرہ ور کیا گیا ہے۔ اور اس فرد اُمت کے خمیر سے جو ذرا سی مٹی بچی تھی اُس سے اُس فرد امت کے ایک منتسب کا خمیر اُس بقیہ مٹی سے کیا گیا۔ اور اسی اندازہ سے اُس نے بھی اصالت سے حصہ پایا ہے۔ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ ؛

حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کو جو اصالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] مکتوب ۱۹۲ جلد اوّل۔ محمد عبید اللہ ۱۲

بہرہ ہے وہ بواسطہ حضرت عیسٰے علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوات والتسلیمات کے ہے۔ تم کالا ہ اور آنحضرت قدس سرہٗ نے دربارۂ سعید وارین اور معصوم بادرزاد فرمایا تھا کہ میں نے تمکو دائرۂ جلال سے نکال دیا ہے۔ اُمید وار فوق کے رہو۔ اور حضرت نے ہردو مخدوم زادگان سے یہ بھی فرمایا کہ درگاہِ مجیب الدعوات میں میں نے درخواست کی ہے کہ تمہارے لئے سلطان کی جانب سے صحبت و رفاقت کے لئے اکراہ نہ ہو اور تم کو اُس کی مصاحبت کے کام میں لگایا جائے۔ میری یہ درخواست قبول ہو گئی ہے چنانچہ اسی طرح وقوع میں آیا۔

اب چند کلمات قدسیہ اور واردات سنّیہ حضرت مخدوم زادہ کے تحریر کئے جاتے ہیں۔ آپ کے وہ معاملات و مقامات کہ زمانہ حیات آنحضرت قدس سرہٗ میں گزرے ہیں۔ اور آنحضرت نے جو کچھ اسرار آپ سے بیان فرمائے ہیں وہ بسبب استتار کے بیان نہیں کئے جا سکتے ہیں۔ صرف وہ بعض امور جو کہ بذریعۂ عرضداشت آپ نے بحضور آنحضرتؒ عرض فرمائے ہیں یا اپنے مکتوبات قدسی آیات میں (کہ غوامض حقائق صوفیہ اُن کے مبادیات ہیں اور نفائس و دقائق علما و عرفا ان کے مقدمات سے ہویدا ہیں اور ہر فقرہ اُن کا اسرارِ فقر کی انگشتری کا نگینہ ہے اور ہر فصل جواہر اسرار وصل کا خزینہ ہے) تحریر کئے ہیں۔ اُن میں سے کچھ مختصر سا حال صفحۂ کاغذ پر لکھا جاتا ہے۔

قدسیہ۔ کمترین بندگان محمد معصوم ملازمانِ بارگاہ علیہ میں فرزند بمقدار کی طرح عرض پرداز ہے کہ نامہائے گرامی بامعارف اسرار سامی پے در پے وصول ہوئے اور معاملہ کو پستی سے بلندی میں لے گئے۔ وہ مکتوب کہ تجلیات ثلٰثہ پر مشتمل ہے اس وقت صادر ہوا۔ فقیر اپنی استعداد کے بموجب اس سے مستفید ہوا۔ اور لطف حاصل کیا۔ اس کے بعد اُس مکتوب سے جو کہ معارف صرف نورِ ذاتیہ پر مشتمل ہے مشرف بورود ہوا اثناء مطالعہ میں اُس نورِ محض صرف سے آگاہی حاصل ہوئی۔ بلکہ فنا و بقا بھی اُس نور میں پائی گئی اور مدتوں اُس میں مستغرق رہا۔ اُس بے نیاز کی عنایات اور احسانات کیا بیان ہو سکتے ہیں کہ کشاں کشاں لئے جا رہا ہے۔ اگرچہ نہیں جانتا کہ کہاں لیجائیں گے۔ اور کہاں پہنچائیں گے۔ مگر التذاذات و کیفیات جو اس مقام میں ظاہر ہو رہے ہیں وہ

احاطۂ بیان سے خارج ہیں۔ کیونکہ وہ ذوقی ہیں نہ بیانی ؎

من نہ باختیار خود میروم از قفائے او
واں دو کمند عنبریں مے بردم کشاں کشاں

ترجمہ۔ میں اپنے اختیار سے منزلیں نہیں طے کر رہا ہوں بلکہ وہ عنبریں دو کمندیں کشاں کشاں لے جا رہی ہیں۔

اللہ تعالےٰ علم اور تمیز کامل بطفیل آپ کی توجہ عالیہ کے عطا فرمائے رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔

قدسیہ۔ بتاریخ تیسری شعبان ۱۰۱۴ھ بعد نمازِ عصر ایک بسیط عظیم پیدا ہوا۔ اور ایک مرتبہ عالیہ اور کیفیات عجیبہ نے (کہ اس سے پہلے کبھی وہم و گمان میں بھی نہ گذری تھیں) شرفِ ورود بخشا۔ اور ایسے امور ظاہر ہوئے کہ نہ آنکھوں نے ان کو دیکھا تھا اور نہ کانوں نے سنا تھا۔ نہ زبان میں بیان کرنے کی قوت اور نہ قلم میں لکھنے کی طاقت ؎

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست　　ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

غالباً کاتب الحروف کو اس مقام سے خاص خصوصیت تھی۔ نتائج کلمۂ طیبہ اور تمام الفاظ ذکر مثلاً تسبیح و تحمید و تکبیر کی بھی اس مقامِ قدس میں گنجائش نہ پائی۔ قرآن مجید کا البتہ اس سے تعلق تھا۔ اور نماز کو بھی قرآن مجید کی وجہ سے تعلق تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سوائے نماز قرآن کے اس نسبت عالیہ کے حضور میں کسی کسب و عمل کو دخل نہیں ہے صرف وہب و عنایت سے تعلق ہے۔ ریاضات اور مجاہدات قرب ولایت کے شروع تک تعلق رکھتی ہیں۔ اور جب تک کہ اصول اور اصول اصول سے سیر تعلق رہتی ہے اعمال صالحہ سودمند و نتائج بخش رہتے ہیں اور ان کے وسیلہ سے سالک مستعد ترقی کرتا ہے۔ وردِ کلمۂ طیبہ اور ذکر نفی و اثباتِ ظل سے اصل تک رہنمائی کرتے ہیں۔ اور اصل سے اصل الاصل تک عروج کراتے ہیں۔ یہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ قرب نبوت سے تعلق ہے کہ وہاں اصل کو ظل کی طرح راہ میں چھوڑتے جاتے ہیں۔ ریاضاتِ شاقہ حوالیِ بارگاہِ معلیٰ کا راستہ نہیں بتلاتی ہیں۔ بلکہ اُس مقام کی رسائی وہب محض سے متعلق ہے یا محبت صرفہ سے۔ اس مقام میں کسی اور کی عدم شرکت جو مذکور ہوئی اس کے

متعلق جب مزید غور کیا تو مجھ کو معلوم ہوا کہ اس راہ سے جو لوگ اس مقام میں پہنچے ہیں۔ اُن میں ہر ایک کی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ بالاصالت کسی اور کو اُس میں شرکت نہیں ہے اگرچہ اس مقام کے واصلین دنیا میں بہت کم ہیں۔ مگر ہیں۔ آنجناب کو بھی اس مقام میں نہایت عظمت اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ میں نے دیکھا۔ کہ عقل اور وہم بھی اُس کے ادراک سے حیران و سراسیمہ ہے اور زبانِ قلم اور قلم اُس کے بیان سے عاجز و قاصر ہے۔

واضح ہو کہ علم کو حضرت حق سُبحانہٗ تعالےٰ کا ظل جاننا یا اُس کا آئینہ تصور کرنا اور وہمی دیکھنا اور کمالاتِ منعکسہ ظل کو اصل کے سپرد کرنا اور ظل کو خالی بلکہ معدوم سمجھنا اور پھر اُس کو کمالاتِ اصل سے متحقق پانا یہ سب مراتب قربِ ولایت میں ہیں۔ یعنی ظلال سے اصول میں واصل ہونے میں داخل ہیں۔ جب سالک اصل کو بھی ظلال کی طرح راہ میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور مقام جوالی بارگاہ قدس میں پہنچتا ہے۔ تو امور میں کسی کا تصور بھی نہیں آتا ہے وہاں ظلیت کا قصہ نہیں ہے۔ اور نہ اوصاف کو اصل کے سپرد کر کے اپنے کو خالی اور مستہلک دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اور اُس مقام پر بقار اصل کے ساتھ مشہود نہیں ہوتی ہے۔ اُس مقام پر پہنچنے کے لئے دُوسرا راستہ ہے اس راہ سے اُس مقام کو پہنچنا دشوار امر ہے۔ چونکہ اس مقام میں جمال اور رضا کا بے حد ظہور ہوتا ہے اس لئے اُس کو اگر ضحک سے تعبیر کیا جائے تو گنجائش ہے۔ وَالْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔

قدسیہ۔ خدمتِ عالی[1] سے دور محمد معصوم حاضرین بارگاہِ عالیشان کی گوشگذاری کے لئے اس عرضداشت کے ذریعہ عرض پرداز ہے کہ حسن و جمال اب تک جو متوہم ہوتا تھا۔ چونکہ وہ عاریتی و امانتی تھا۔ اِس لئے اہل امانت کی طرف واپس ہو گیا اب سوائے عیب اور نقص کے اور کچھ باقی نہیں رہا +

حضرت سلامت! ایک وقت ایک حالت ظاہر ہوئی کہ سوائے عدم کے اور کوئی چیز ظاہر نہ تھی۔ وہ پوشیدہ ہونا شروع ہوا۔ اور جو کمالات اصل میں رجوع کر گئے تھے۔ وہ جلوہ گر ہوئے۔ اور عدم کو بالکل دور کر دیا گیا۔ اور اُن کمالات کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا تھا۔ اُس وقت اپنے آپ کو نہایت نورانی و لطیف پایا گیا پھر دیکھا کہ جن کمالات میں بقا بخشی گئی تھی وہ اصل کی طرف رجوع کر گئے۔ اور اصل الاصل

---

[1] مکتوب ۶ جلد اول مکتوباتِ معصومیہ ۱۲

میں جا کر مل گئے۔ اور اُس بارگاہ میں بطور اصالت حقیقت کے ظہور پیدا ہو کر ایک اتصال بے کیف حاصل ہوا۔ اور اس مقام میں جو کچھ عدم سے بتمامہ نکل کر کمالات میں الحاق ہو گیا تھا۔ وہ وہاں مطلق ہو گیا۔ اور ظاہر کی نسبت مظہر کے ساتھ پائی گئی۔ جیسی کہ عالم خلق کی عالم امر کے ساتھ کمالات انفعالی کی حقیقت اس مقام پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور بعض اور ایسے امور ظاہر ہوتے کہ تحریر سے باہر ہیں +

قدسیہ - بندۂ کمترین محمد معصوم اس عرضداشت کے ذریعے سے خاک نشینان بارگاہ عرش پارگاہ میں اس طرح سے عرض پرداز ہے کہ فقیر کو جب کہ عالم کی منزل میں نزول کرایا گیا ہے۔ اُس نسبت کے علامات کو جو عروج میں عطا کی گئی تھی۔ موجود پاتا ہے کہ یمین و یسار سے بیگانہ ہے۔ یمین و یسار کے سالک اِس نسبت سے بے بہرہ ہیں۔ بلکہ کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتے ہیں۔ یہ نسبت جماعتِ سابقین کے ساتھ مخصوص ہے۔ ارباب یمین مانند ارباب یسار کے اس کمال سے کیا حصہ لے سکتے ہیں۔ اور ارباب ظلال مانند عوام مومنین کے اِس معنے سے کیا بہرہ پا سکتے ہیں۔ محبتِ ذاتیہ (جس میں کہ محبوب کا الم باعثِ ازدیادِ محبت ہے بمقابلہ انعام محبوب کے) یہاں ظاہر ہوتی ہے۔ اور اگر ذوق اور وجدان کی طرف سالک رجوع کرے تو واضح ہو جاتا ہے۔ کہ وہ حظ و حلاوت بلکہ محبت کی زیادتی جو محبوب کے ستانے کے وقت ہوتا ہے۔ وہ اس کے انعام کے وقت نہیں ہوتی۔ محبوب کے رنج رسانی کا تصور ایسا فرحت و سرور بخشتا ہے اُس کے انعام وہی ہیں وہ سُرور و مسرت نہیں ہوتی۔ کیونکہ محبت ذاتیہ کی مسرت شائبۂ نفس سے مبرا اور منزا ہوتی ہے اِس لئے وہ محبت پوری اور مکمل ہوتی ہے +

قدسیہ - ہمارا مقصود جس کے ہم کوشاں ہیں وہ جذبہ و سلوک کے علاوہ ہے اور آفاق و انفس سے باہر اور فنا و بقا کے سوا اور تجلیات و ظہورات سے علیحدہ اور دخول و خروج سے الگ اور قرب و بعد اور توحید و اتحاد سے جدا اور شہود و مشاہدات کے علاوہ اور لفظ و معنی سے علاوہ اور علم و جہل سے باہر اور کثرت و وحدت کے سوا اور اسم و صفت سے علیحدہ اور توحید و اطلاق سے الگ اور شیون و اعتبارات سے جدا اور موہومات و متخیلات و مکاشفات کے علاوہ اور تجلی افعال و صفات تعالیٰ و تقدس

جداگانہ ہے۔ اصل مانند ظل کے اس دولت سرائے کے رستہ میں رہ جاتا ہے اور وہ ذات پاک اس سے وراء الوراء اور وراء الوری ہے۔ یہ ورائیت جانب قرب میں ہے نہ جانب بُعد میں۔ وہ ہر ایک تصور سے نزدیک ہے۔ اور ورائیت جانب بُعد وہم کی جولان گاہ ہے۔ یہ ورائیت دیدۂ عقل و ادراک اور وہم و خیال سے الگ ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے آپ سے زیادہ اور کسی چیز کو قریب تصور نہیں کر سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ وجود میں قریب تر اور پانے میں دور تر ہے۔ یہ کمالات ولایت انبیا علیہم الصلوٰت و التسلیمات سے تعلق ہیں۔ کیونکہ ولایت اولیا کے کمالات مراتب قرب میں منحصر ہیں۔ کہ قرب کی اصلی غایت اتحاد ہے اور دوئی کے پردہ کا اٹھ جانا۔ جو کہ اس ولایت کی انتہا ہے۔ اقربیت کا معاملہ اتحاد سے بھی زیادہ نازک ہے اتحاد سے آگے بڑھنا چاہئے۔ تاکہ معاملۂ اقربیت ظاہر ہو۔ مصرع

ذوقِ این مے نشناسی بخدا تا نہ چشی

(ترجمہ) اس شراب کا مزہ بغیر چکھے کے نہیں معلوم ہو سکتا

فدسیہ مطلوب حقیقی چونکہ وہموں سے اور سمجھوں سے اعلےٰ اور فکر و عقل سے علیحدہ ہے اس لئے معرفت اُس بارگاہ اقدس میں نکارت ہے۔ علم و جہل جب علیحدہ ہو گر ہوتا ہے۔ تو مشتاق بیچارہ عدم میں چلا جاتا ہے

گیرم کہ بغم خانۂ ما یار حسن آمد — کو حوصلہ و طاقت دیدار کہ دارد

ترجمہ۔ میں نے مانا کہ میرے گھر میں یار آیا۔ مگر اُس کے دیدار کی کس کو طاقت اور کس کا حوصلہ ہے +

پس طالب کے لئے سوائے اُس کے چارہ نہیں ہے کہ ہجر سے قرار پکڑے اور ناامیدی سے آرام پائے

عاشقاں را نصیب از معشوق — جز خرابی و جاں گدازی نیست

ترجمہ۔ عاشقوں کا معشوق کے پاس خرابی اور جاں گدازی کے سوا اور کیا حصہ ہے +

اور اگر وجود موہب کے بعد اُس کو پھر علم و شعور مل جائے۔ تو وہ اپنی طاقت اور حوصلہ سے زیادہ کب دوڑ سکتا ہے گو کتنا ہی مقید اپنے گمان کی موجب قید و بند سے چھوٹ جائے تاہم مطلق حقیقی نہیں بن سکتا ہے۔ پس نایافت ہر وقت اُس کی

دستگیر اور نا اُمیدی نقد وقت رہتی ہے ؎

ہمہ صبح وصل جویاں من و شام نا اُمیدی
کہ سیاہ بخت ہجرم شب من سحر ندارد

ترجمہ - میں ہر روز وصل کا جویاں ہوں مگر ہر شام نا اُمیدی سے ہوتی ہے - کہ میرے ہجر کی سیاہ بختی کو سحر نہیں ہے۔ عاشق دردمند کے لئے آرام و قرار نہیں ہے۔ تپ ہجر سے سوزاں اور جدائی کے کانٹے سے ہمیشہ پرخلش رہتا ہے ✦

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجودیکہ سرورِ حبیبان تھے مگر دائم الحزن اور متواصل الفکر رہتے تھے۔ تو پھر اوروں کا کیا ذکر ہے۔ پس ظلال اور اعتبارات کی رسائی پر اطمینان کر لینا ذات کا وصول نہیں ہے۔ ذات کا عاشق ظلال اور اعتبارات سے خوشی اور مطمئن نہیں ہو سکتا ہے ؎

گرفتم از غمِ دل راہ بوستاں گیرم کدام سرو ببالائے دوست مانند است

ترجمہ - میں خیال کرتا ہوں کہ دل بہلانے کے لئے باغ میں جاؤں۔ مگر باغ میں کوئی سرو صنوبر دوست کے قد و قامت کی برابر نہیں ہے ✦

قدسیہ - خدائے پاک کا نام مبارک اللہ اپنی ذات کے عدم دریافت کی طرف خود اشارہ کر رہا ہے۔ لام معرفت جب لام الہ میں واصل ہوا تو اسمیں شامل اور گم ہو گیا۔ اور صرف اللہ باقی رہا۔ رمز اس ضمن میں یہ ہے کہ جب معرفت حضرت حق سبحانہٗ کی انتہا کو پہنچتی ہے تو عارف اُس میں فانی اور مستہلک ہو جاتا ہے اور سوائے معروف کے کچھ اور باقی نہیں رہتا۔ اور جب معرفت گئی تو عارف بھی عدم سے مل گیا کیونکہ علم کو عالم کے ساتھ جو اتحاد ہے وہ اس اسم مبارک کی ایک فضیلت ہے کہ اکابر علما اُس میں متحیر رہ گئے ہیں۔ اور اُس کی کنہ تک نہیں پہنچ سکے پھر اس کے مسمیٰ تک وصول کس کی مجال ہے۔ ع

چو نام این ست نام آور چہ باشد

ایک جماعت اس اسم پاک کو سریانی اور ایک جماعت عربی کہتی ہے اور بصورت عربی ہونے کے ✦

بعض کہتے ہیں کہ جامد ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ مشتق ہے۔ اگر مشتق ہے تو

بالتحقیق یہ معلوم نہ ہوا کہ اشتقاق اس اسم پاک کا (الَہَ) بفتح لام سے ہے بمعنی عبد کے
یا الِہَ بکسر لام سے جو معنی حیرت کے ہے یا مشتق ہے اَلِہَ سے کہا جاتا ہے اَلِھْتُ
اِلٰی فُلَانٍ سے یعنی عاجزی کی میں نے اس کی طرف یا مشتق ہے اَلِہَ سے کہ
استعمال اُس کا اُس وقت کیا جاتا ہے جبکہ فارغ ہو جاتا ہے کوئی شخص اُس کام سے
جو اُس پر نازل ہوا ہو۔ یا مشتق ہے اَلِہَ اَلْفَصِیْلُ سے جس کا استعمال اُس وقت
کیا جاتا ہے۔ جبکہ کسی جانور کا بچہ اپنی ماں کی طرف شوق میں بھر کر جاتا ہے
یا مشتق ہے اَلِہَ سے جس کا استعمال اُس وقت ہوتا ہے جبکہ کوئی شخص کسی کام
میں متحیر اور مخبوط ہو جاتا ہے +

اور ایک جماعت کا یہ بھی مقولہ ہے کہ اُس کی اصل لَاہٌ ہے جس کا مصدر لیھًا
ہے۔ یعنی پردہ میں جانے کے یا بلند ہونیکے +

بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ اسم ذات ہے اور بعض اُس کو صفت کہتے ہیں
اور یہ کہ وصف مذکور ذات حق پر غالب آ گیا! اور اُس نے علم کی شان حاصل کر لی ہے
جیسا کہ اکثر مقابلہ اقل کے غالب آجاتا ہے۔ الحاصل اس اسم کی بزرگی اور علم
یافت اُس کے مسمی کی بزرگی اور علم یافت کی دلیل ہے ؎

اللہ چہ لفظ یا چہ نام ست کو وردِ زبانِ خاص و عام ست

فدسیہ۔ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ احباب اولی الفضل کیلئے
اِس خستہ دل افگار کی یہ چند نصیحتیں ہیں اُن سے اہل نظر کو عبرت حاصل کرنی
کرنی چاہئے +

واضح ہو کہ عالم کی پیدائش سے غرض حصول معرفت حق ہے معرفت کے
میدان میں تفاوت استعداد کے لحاظ سے مراتب مختلف ہیں بعض عرفا کو بعض
پر فضیلت حاصل ہے۔ ہر شخص نے اپنے عرفان کے بموجب معرفت میں گفتگو کی ہے۔
جو معرفت طائفہ نقشبندیہ تک پہنچی۔ لیکن اس طائفہ علیہ کے نزدیک یہ بات
متفق علیہ اولیاء اللہ ہے کہ مدارج قرب کے حصول کے لئے عارف کا معروف
میں فنا ہونا امر لازمی ہے اور معرفت بغیر فنا کے ناممکن ہے ؎

ہیچکس را تا نہ گردد او فنا نیست رہ در بارگاہِ کبریا

از تست حجاب تو یقین ست | شرط ہمہ رہروان ہمین ست
می بین و مگو کہ مذہب این است | می باش و مباش مشکل این است

ترجمہ۔ بغیر فنا فی اللہ ہونے کے کسی کو درگاہِ الٰہی تک پہنچنے کا راستہ نہیں ہے، جو کچھ خدا اور بندے میں حجاب ہے وہ خودی کا پردہ ہے سب سالکوں کا یہی کہنا ہے کہ دیکھو جال مگر اُس کو افشا مت کرو۔ ایسے ہو جاؤ کہ تم نہ رہو مگر یہ بڑی مشکل بات ہے۔ ع

تجھے دھوکا ہوا ہے میں نہیں ہوں

پس اہلِ عقل کے لئے ضروری ہے کہ اپنے حاصل کار اور نتیجہ روزگار پر بخوبی غور کریں جس شخص کو معرفت مذکورہ حاصل ہوئی ہو۔ تو اُس کو مبارک اور میمون ہوجیئے۔ اُس کو چاہیئے کہ اس حاصل کو امورِ غیر حاصلہ میں صرف کرے اور اصل کو ظل کی طرح چھوڑتا ہوا آگے کو چلے۔ پس اگر کسی پر معرفت کا راستہ کھولا گیا۔ مگر اس کو طلب کا درد اور اس دولت کے حصول کے لئے بیچینی نہ دی گئی ہو تو اُس کے لئے افسوس بلکہ بے حد افسوس ہے۔ اُس کی پیدائش سے جو کچھ غرض تھی وہ اُس نے نہ جانی۔ وہ کام جس کا اُس کو اس عالم میں حکم دیا گیا اور جس چیز کی ویرانی چاہی گئی تھی۔ اُس نے اُس کی تعمیر کی اور عمر گرامی کے سرمایہ کو ہوا و ہوس میں بیکار صرف کر دیا۔ اور اپنی استعداد کی زمین کو حصولِ اسباب کے باوجود بیکار چھوڑ دیا۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ اُس نے مطلوب کو اس تھوڑی مدت میں باوجود بلائے جانے کے آغوش میں نہ لیا۔ وہ اس جہان سے کیونکر جائیگا اور کل کس طرح سے بارگاہ بے نیاز میں زبانِ عذر کھولیگا۔ عذاب دوری جدائی دوزخ کے عذابوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جس طرح کہ لذت قرب جیسے کہ قرب و وصال کی لذت جنت کی لذتوں سے کہیں زیادہ ہے۔ فَیَا وَیْلَتَا عَلٰی مَنْ اَعْرَضَ عَنِ اللّٰہِ وَحَسْرَتَا عَلٰی مَنْ فَرَّطَ فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ پس بڑا افسوس ہے اُس پر جس نے خدا سے کنارہ کشی کرلی اور اُس سے دُور رہا، دوبارہ دنیا میں کوئی آنے والا نہیں ہے مَنْ کَانَ فِیْ ھٰذِہٖ اَعْمٰی فَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیْلًا۔

جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی نابینا اور راہ گم کردہ ہے

ترسم کہ یار با ما نا آشنا بماند　　تا دورۂ قیامت ایں غم بجا بماند

میرے مخدوم! باوجود اس سیہ کاری اور تباہی کے اتنا جانتا ہوں کہ فطرتاً فقیر کی طینت میں معنی اور معارف کو امانت رکھا گیا ہے اس بارہ میں اُس کی امانتداری کے سبب سے نظرِ خاص میرے شامل اور عنایت خفی شریک حال ہے۔ میں اس سے اور زیادہ تفصیل نہیں کر سکتا۔ کہ متکلم میں اس کے تکلم کی طاقت اور مستمع میں سماعت کی تاب نہیں ہے اس حال کے ظہور سے پہلے جذب و کشش باطنی اور عشق و محبت کی بے کیفی اپنے اندر پاتا تھا اور طبیعت خلق سے گریزاں اور تنہائی اور صحرا نشینی کی خاص طور سے رغبت رہتی تھی اور اپنے دل سے کہتا تھا ؎

بہ تنہائی چنیں مائل دلم چیست　　دریں تنہا نشستن حاصلم چیست

یہ معلوم نہ تھا کہ اس محبت کا راز کیا ہے اور یہ عشق کس کا ہے اور یہ کشش کہاں لیجائے گی ؎

مے دید بچشم خود غبارے　　در دیدہ نہفتہ خار خارے
اگر نگہ گرد دامن کیست　　واں غنچہ زخار گلشن کیست
در جیب گلشن کہ ایں خسارے یخت　　در چشم دلش کہ ایں نمک ریخت
آتش گر بستعف خانہ در زد　　ویں فتنہ کہ دامن سر زد
ایں تلوسہ چیست کہ در شکیبش　　جا دوے کہ می دہد فریبش
شوریست زعشق بر سر او　　تیغ غت نہاں بگو ہر او
از جنبش غمزہ ہائے خونی　　دارد نگرانئے درونی
جانے بسر خیال مے داشت　　چشمے برہ شمال مے داشت
سرمست نظارہ سو بسو بود　　در رقص نشاط مو بمو بود
ہم دیدہ براہ آرزو باز　　ہم گوش تمنیش بر آواز
کز قافلہ رسد صدائے　　آواز بروں دہد درائے

مدتوں یہ حالت غالب رہی اور پتہ نہ تھا کہ یہ عشق جس معشوق سے متعلق ہے ظاہر ہوئے اور اس بے تابی اور بے قراری کا جس دوست سے علاقہ ہے نمودار ہو جائے بہت کچھ معشوقان ظاہر کی طرف توجہ کی جاتی مگر اس حالت میں کوئی افاقہ نہ ہوتا تھا

وہ ایک سودا تھا جنون آمیز اور ایک شوق تھا آتش انگیز اور کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ جنون انگیز کون ہے اور یہ آتش افروزی کس لئے ہے۔ دل میں حیران تھا اور زبانِ حال سے یہ شعر پڑھتا تھا ؎

دارو زکہ مو بمویم آزار   وز ناخنِ کیست جنبش تار
شہانہ بدل خلد کز ال سُو   دارد خلدۂ بہر بنِ مُو
در دیدۂ من کہ می زند برق   وز شعلۂ کیست دشنہ برفرق
از سوز کہ ایں شرارہ برخاست   در راہ کہ ایں غبار برخاست
در ہر مژہ ام جدا نگاریست   در ہر نگہم جدا بہاریست
آں کیست کہ در درونِ سینہ   بشکست ہزار آبگینہ
ایں باد ز دامنِ کہ برخاست   ایں دود ز خرمنِ کہ برخاست
ایں مرغ کہ مے پرد بریں بام   ویں بوسہ کہ مے دہد بہ پیغام
ایں عشق ندانم از کجا خاست   کز ہر رگ و ریشہ ام بلا خاست
آں روز کہ خاکِ من سرشتند   سودائے جنون بسر نوشتند
از طرز نبشتے فگندہ دام ست   لیکن نشناسمے کدام است
پیکش بکشِ کمندِ تقریر   آں کیست کہ می کشد بزنجیر
تا عشق کہ شد مساعدِ من   واں در کفِ کیست ساعدِ من
از خندۂ کیست نو بہارم   وز ناز کی کہ خار خارم
ایں عشق ز عاشقان عجب نیست   معشوق شناسی از ادب نیست
اے عشق خوش آمدی چنیں چست   در دل بنشیں کہ منزل تست
بنشیں بنشیں نشیمن از تست   جان و خرد و دل و تن از تست
روز از تو و شب سیہ مرا بس   بخت از تو و خاک رہ مرا بس
بپذیر ز تحفہ جان و بنشیں   بکشا کمر از خیال و بنشیں
بنشیں تو بعقل خویش بنشاں   در خون ہوس رخ و سن نشاں
از آمدنت چو گل شگفتم   دامن دامن بہار رفتم
گل کرد بہار بختم امروز   بر گل بنہید تختم امروز

سلسلۂ کلام یہ ہے کہ ایک مدت کے بعد اس پوشیدہ معنی نے پرتو ڈالا اس سے مفہوم ہوا کہ اس محبت کا تعلق کس سے ہے۔ اور یہ کشش کہاں لے جا رہی تھی۔ وہ محبوب حقیقی نہایت حسن و خوبی اور شان و شوکت میں جلوہ گر ہوا کہ اس سے زیادہ حسن و جمال متصور نہیں ہو سکتا۔ حسن و جمال کا اطلاق اُس بارگاہ عالی کے لئے سوء ادبی ہے۔ ہر کمال و جمال اُس بارگاہ سے نیچے رستہ میں ہے۔ پس عالم میں جو کمال نمایاں ہے وہ اُس کے کمال کا اثر ہے۔ جو حسن و جمال کہ نظر میں آئے وہ اُس کے حسن و جمال کا ایک نمونہ ہے۔ اُس وقت یقین ہوا کہ شانِ محبوبی اور سزاوار مطلوبی وہی حق سبحانہ ہے پس سب طرف سے مُنہ موڑا اور کمر ہمت اُس کی خدمت میں چست باندھ کر نکلا۔ دیکھا تو میری سعی جو راہ کشائی نہیں کرتی ہے۔ اور یہ خدمت گزاری اُس بارگاہ مقدس کے شایاں شان نہیں ہے۔ کسی کوشش و جدّ و جہد کو بغیر اُس کے فضل کے رسائی نہیں ہو سکتی۔ اُس کی عنایت ازلی اور بڑی کشش درکار ہے اُس کے سوا اور کوئی بات کار آمد نہیں ہے۔ معاملہ کو اُسی پر چھوڑ دیا جائے اور بس کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

مرا اگر توسنِ دل نیست در راہ کمندِ لطفِ او ہم نیست کوتاہ

آخر کار اُس کی عنایت ازلی نے پہنچ کر اُس فقیر پر نوازش فرمائی اور اپنے فضل و کرم سے اِس ناکارہ کو نوازا اور اُس خاکسار کو اطرافِ بارگاہ قدس میں جگہ دی وہ معنی مضمر و مستور اُس بارگاہ پُر نور سے ظاہر ہوئے اور بڑی آب و تاب سے اُمید کے باغ کے صحن میں رقص و نشاط ابدی میں مصروف ہیں ایک قدم ناز سے اُٹھاتا ہے اور دوسرا قدم نیاز سے رکھتا ہے۔ اور کمال خرمی و فرخندگی سے ہم آغوش بوئے وصال ہے اور باوجود بندگی کے سرمستِ بادۂ لایزال ہے اور ترانہ کے ساتھ مترنم ہے ؎

ہم از در باز گرد اے باد نوروز کہ من بوئے گل خود دارم امروز
مدہ تشویش شب از مہ یاد اکنوں کہ من با مہوش خود شادم امروز
گر اول می ربود از گریہ آبم کنوں خوش مے برد از یاد خوابم

اگر میں اپنا آپ عاشق ہو جاؤں تو روا ہے۔ کیونکہ محبوب کا نوازا ہوا ہوں۔ اور اگر اپنے حسن کا شیفتہ رہوں۔ تو جائز ہے کیونکہ منظور مطلوب ہوں ؛

اے عزیز! اس بارگاہِ معطر اور معنبر کو اس بدن غلیظ سے کیا نسبت

اور اس معنوی کو اس پیکر سفلی سے کیا مناسبت ہے ایک آوارہ وبیچارہ پریشان پژمردہ غربت زدہ مسکین ہے۔ کہ اپنے محبوب سے جدا ہو کر گرفتار مجمع اعدا ہو گیا۔ اس کو محبوب ازلی سے کیا قربت ہو سکتی ہے یہ جسم عنصری صحرائے حیرت حسرت میں سراسیمہ و سرگشتہ پریشان دل اور پراگندہ بال بادِ مفارقت ہر طرف سے تھپیڑاتی اور گرد حواس خمسہ میں آلودہ و بادیہ غلطان۔ ذکر اور فکر سے دور راہ شوق اور گرمی سے دست کش گوشۂ بے لذتی اور افسردگی میں گمنام عنانِ ہمت اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی اور کمر خدمت اس کی ٹوٹ گئی ہے۔ کمال حیرانی کے باعث کچھ جمع بھی نہیں کر سکتا اور بسبب ہر طرح کی سراسیمگی کے کسی سے بھیک بھی نہیں مانگ سکتا ہے۔ قرب اس کا اس پیکر عنصری کو حاصل ہو سکتا تھا۔ مگر اس کو دوسرے نے لے لیا ہے اس لئے منزلوں دور پڑ گیا ہے اور بعد مشرقین اس کے اور اس کے بیچ میں حائل ہو گیا ہے

از بادِ صبا دلم چو بوئے گرفت	بگذاشت مرا و جست جوئے تو گرفت
اکنوں ز من خستہ نمے آرد یاد	بوئے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

وہ محبوب اپنے تخت مرصع پر جلوس فرما ہے۔ اور یہ جسم عنصری وحشت خاک تیرہ میں گرفتار ہے۔ وہ ہم آغوشی محبوب سے شاد و فرخندہ ہے۔ اور یہ حیرت کے سبب سے سینۂ حسرت کو بان ہے۔ یہ اس قدر زاری اور عاجزی میں مصروف اور وہ استغنا و ناز میں مشغول ہے۔ یہ بہزار آرزو و راز محبوب کا جویان ہے اور وہ بکمال بے نیازی باخود راز گویان۔ یہ پیکر سفلی اس معنی علوی سے یہ کہتا ہے

من بے تو خاک رہ فرہ باز	تو خواب گزیں بہ بستر ناز
من بے تو بخون دیدہ گلنار	تو خندہ زناں بصحن گلزار
من بے تو بخوں کشیدہ دامن	تو رفتہ بہ نطع گل خراماں
من بے تو بخاک غصہ پامال	تو رقص کناں ببانگ خلخال
من بے تو چو رشتہ تاب در تاب	تو رشتہ گسل چو در نایاب
من بے تو بسوز دل گدازی	تو عاشق خود بحسن پاک بازی
من بے گرفتہ ترک ہستی	تو کردہ بخویش ناز مستی

قدسیہ۔ جب عارف مقامات وصول کو طے کر کے انتہا عروج تک پہنچ جاتا ہے

توبعض وجوہ سے اُس کا وصول ذات تک ہو جاتا ہے۔ کہ وہ عارف کے مبداء تعین کی اصل ہے۔ بموجب جامعیت اسم کے اُس میں بھی جامعیت ہوتی ہے۔ جس قدر اسم جامع ہوا اُسی قدر وجہ میں بھی جامعیت ہوتی ہے۔ لیکن جمیع وجوہ سے وصول کا حصہ لینا اور چیز ہے۔ اور کسی ایک وجہ سے جو جامع وجوہ بہرہ ور ہونا اور چیز ہے چنانچہ عقلمند سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا مقام اصول اور اصول اصول ہے ترقی کر جائے۔ مگر وہ بموجب اُس اسم کے جو اُس کا مربی ہے تقلید کو اپنے ہمراہ لیجاتا ہے اور تمام فضیلتوں سے بالکلیہ بہرہ ور نہ ہو سکیگا۔ اگرچہ اول بار میں اُس وجہ کے وصول کو تمام وجوہ میں فانی دیکھ کر متمیز نہ پائیگا۔ مگر حقیقت میں متمیز ہے۔ جب اُس مقام میں استقرار تمام پائیگا تو وحدت پر نظر رہیگی۔ اور اُس وقت متمیز پائیگا۔ جب یہ نکتہ معلوم ہو گیا۔ تو اب ایک اور نکتۂ تحقیق تر یہ ہے کہ بعض کاملین ایسے ہیں کہ اُن کو تمام وجوہ سے حصہ ملتا ہے اُس کی توضیح یہ ہے کہ اُس وجہ اسمی کو اور وجوہ کے ساتھ ایک طرح کی شرکت ہے۔ اس لئے عارف اُس وجہ مشترک کے سبب سے تمام وجوہ سے حصہ حاصل کر لیتا ہے کیونکہ نوع کو اپنے جنس کے ساتھ ایک بڑا تعلق خاص ہے؛

سوال۔ ماہیت ما بہ الاشتراک اور ما بہ الامتیاز سے مرکب ہے۔ اور ہر ایک کی خصوصیات جداگانہ ہیں۔ کیا یہ امر ممکن ہے کہ ما بہ الامتیازات سے عارفِ کامل تمام وجوہ سے حصہ لیتا ہے؛

جواب۔ جب کہ ما بہ الاشتراک کا ما بہ الامتیازات کے صادق آنا بطور عرض ہے۔ کیونکہ جنس اپنے انواع کی فصول کے لئے عرض عام ہے تو اس طرح سے ما بہ الامتیازات سے پورا حصہ حاصل ہو گا۔ اور عرض عام کی راہ سے اُس کے افراد پر پہنچ سکیگا۔ اور ذاتِ تعالیٰ و تقدس سے بجمیع وجوہ تفصیلاً حصہ پا سکیگا۔ اور ان کمالات سے بھی جو نوع بشر کے لئے ممکن الحصول ہیں۔ بطفیل حضرت خاتم الانبیاء علیہ و علیہم افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات حصہ پا سکیگا۔ یہ معرفت بعد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والبرکات کے آنجناب قدس سرہ کے معارف خاصہ و کمالاتِ مخصوصہ میں سے ہے؛

قدسیہ ۔ حمد و صلوٰۃ اور دعا کے بعد واضح ہو کر احوال موجودہ قابلِ شکر گزاری ہیں ۔ اَلْمَسْئُوْلُ مِنْهُ سُبْحَانَهٗ عَافِيَتُكُمْ وَاسْتِقَامَتُكُمْ وَتَرَقِّيْ دَرَجَاتِكُمْ فِيْ مَدَارِجِ الْقُرْبِ وَوُصُوْلُكُمْ إِلٰى مَرَاتِبِ الْوِلَايَاتِ الثَّلٰثِ ثُمَّ مِنْهَا إِلَى الْعُلُوْمِ الْوِرَاثَةِ وَالنَّصِيْبِ مِنْ كَمَالَاتِ مَرْتَبَةِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ مِنْهَا الْاِطِّلَاعُ إِلٰى مَقَامِ خَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِ كُلٍّ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ لِيَطْمَئِنَّ النَّفْسُ كَمَالَ الْاِطْمِيْنَانِ وَيَنْشَرِحَ الصَّدْرُ حَقَّ الْاِنْشِرَاحِ وَيَجْرِيَ الْعَنَاصِرُ الْمُخْتَلِفَةُ مَجْرَى الْاِعْتِدَالِ فَيَاْخُذَ نَصِيْبًا مِنَ الْخُلَّةِ وَالْمَحَبَّةِ الذَّاتِيَّةِ وَحَظًّا مِنَ الْاَسْرَارِ الْخَفِيَّةِ الَّتِيْ اُشِيْرَ اِلَيْهِ بِلِسَانِ الصَّحَابِيِّ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ وَيَنْبَغِيْ اَنْ يَعْلَمَ اَنَّ الْعُمْدَةَ فِيْ حُصُوْلِ كَمَالَاتِ الْوِلَايَةِ الصُّغْرٰى اَلْمُرَاقَبَةُ وَالْاَذْكَارُ الْقَلْبِيَّةُ مِنْ ذِكْرِ اسْمِ الذَّاتِ وَالنَّفْيِ وَالْاِثْبَاتِ وَفِيْ حُصُوْلِ الْوِلَايَتَيْنِ الْاُخْرَيَيْنِ الذِّكْرُ اللِّسَانِيُّ بِالنَّفْيِ وَالْاِثْبَاتِ وَالْعُمْدَةُ فِيْ حُصُوْلِ الْكَمَالَاتِ الْمَرْبُوْطَةِ بِمَرْتَبَةِ النُّبُوَّةِ تِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ وَالصَّلٰوةُ خُصُوْصًا الصَّلٰوةُ الْمَفْرُوْضَةُ

اللہ تعالیٰ سے آپ کی خیر و عافیت مطلوب ہے ۔ نیز استقامت اور ترقی درجاتِ مدارجِ قرب اور آپ کا وصول ولایاتِ ثلٰثہ میں پھر اُن سے آگے علوم وراثت اور کمالات مرتبہ نبوت میں پھر اُن سے آگے اطلاع یابی مقام حضرت خاتم الانبیاء علیہ و علیہم و علیٰ آلہ الصلوٰۃ و التسلیمات ۔ تاکہ نفس کمالِ اطمینان کا مرتبہ پیدا کرے اور کما حقہٗ مقام شرح صدر حاصل ہو اور عناصر مختلفہ مرتبہ اعتدال میں آ جائیں تو اس وقت تم مقامِ خلت اور محبت ذاتیہ سے حصہ پا لو گے ۔ اور اُن اسرار خفیہ سے جنکی نسبت ایک صحابی نے کہا ہے کہ اگر اُن اسرار کو فاش کر دوں تو میرا یہ حلقوم یعنی نرخرہ کاٹ ڈالا جائے ۔ واضح ہو کر کمالات ولایت صغرےٰ کے حصول کیلئے بڑی چیز مراقبہ اور اذکارِ قلبیہ یعنی ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات ہیں ۔ اور ولایت کبریٰ اور ولایت علیا کے حصول کیلئے ذکر زبانی نفی و اثبات ۔ اور کمالاتِ نبوت کے لئے تلاوتِ قرآن اور نماز خصوصاً نمازِ مفروضہ عمدہ ہے

۱ے دیکھو صفحہ ۲۵۳ پر ۱۲

ثُمَّ یَجِیْ بَعْدَ ذٰلِکَ مَقَامٌ لَیْسَ لِلْعَمَلِ فِیْهِ نَتِیْجَةٌ وَلَا لِلْاِعْتِقَادِ اَثَرٌ وَالتَّرَقِّیْ هُنَاکَ مَرْبُوْطٌ بِمُجَرَّدِ التَّفَضُّلِ وَالْاِحْسَانِ هٰذَا الْمَقَامُ بِالْاَصَالَةِ مَخْصُوْصٌ بِالْاَنْبِیَاءِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ وَالْبَرَکَاتُ وَبِتَبْعِیَّتِهِمْ بِغَیْرِهِمْ اَیْضًا نَصِیْبٌ مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ ثُمَّ یَاْتِیْ کَمَالٌ فَوْقَهٗ یُرْتَقٰی فِیْهِ مِنَ التَّفَضُّلِ اِلَی الْمَحَبَّةِ فَالتَّرَقِّیْ فِیْ حُصُوْلِ هٰذَا الْکَمَالِ مَنُوْطٌ بِالْمَحَبَّةِ الصِّرْفَةِ وَفِی الْمَحَبَّةِ اَیْضًا کَمَالَانِ الْمُحِبِّیَّةُ وَالْمَحْبُوْبِیَّةُ فَظَهَرَ کَمَالَاتُ الْمُحِبِّیَّةِ الذَّاتِیَّةِ مَخْصُوْصٌ بِالْکَلِیْمِ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَوَّلًا وَکَمَالَاتُ الْمَحْبُوْبِیَّةِ الذَّاتِیَّةِ اَوَّلًا مَخْصُوْصٌ بِالْحَبِیْبِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ وَبِطُفَیْلِهِمَا ثَانِیًا بِغَیْرِهِمَا اَیْضًا رَجَاءٌ مِنْ هٰذَیْنِ الْکَمَالَیْنِ وَالسَّلَامُ ؛

اس کے بعد ایسا مقام ہے جہاں نہ کسی عمل کو دخل ہے اور نہ کسی اعتقاد کو اس مقام کا حصول اور اس کی ترقی محض فضل و احسان پر ہے اور یہ مقام بالاصالت انبیاء المرسلین علیہم السلام والبرکات سے مخصوص ہے، اور ان کے اتباع اور طفیل میں اوروں کو بھی کچھ حصہ ملجاتا ہے پھر اس مقام کے اوپر ایک کمال ہے اس میں بھی عروج محض فضل و احسان سے مقام محبت میں ہوتا ہے۔ اور ترقی اس میں محبت صرف پر منحصر ہے پھر محبت میں بھی دو کمال ہیں ایک کمال محبیّہ یعنی عاشقی دوسرا کمال محبوبیّہ یعنی معشوقی پس کمالات محبیّہ ذاتیہ مخصوص ہیں اولاً ساتھ حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کمالات محبوبیّہ ذاتیہ اولاً مخصوص ہیں ساتھ حضرت حبیب خدا علیہ و علےٰ آلہٖ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کے اور ان دونو حضرات کے طفیل میں ثانیاً اوروں کے لئے بھی امیدواری ہے۔ والسلام +

قدسیہ عارف بعد فناء اتم کے جو کہ حقیقت عدمیہ کے جلتے رہنے سے متعلق ہے اور مورد آتا ہے جب اسم الٰہی جل سلطانہ کے ساتھ بقا پیدا کرتا ہے۔

تتمہ صفحہ ۲۵۲

لہ یہ حدیث بخاری شریف میں ابوہریرہؓ سے ہے قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدهما فبثثته فیکم واما الاخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم مجرى الطعام

اور حقیقت ثبوتیہ بجائے حقیقتِ عدمیہ کے قائم ہو جاتی ہے۔ تو وہ اسم الٰہی اس سالک میں مدبر اور متصرف ہوگا۔ اور سالک اس اسم کے اوصاف سے متصف اور آراستہ ہو جائیگا۔ اور سالک صفات حیوٰۃ اور علم اور قدرت اور ارادہ اور بصر اور کلام سے متصف ہو کر حیّ اور عالم اور قدیر اور مرید اور سمیع اور بصیر اور متکلم ہو جائیگا۔ چونکہ ہر اسم الٰہی جل سلطانہٗ اسما و صفات کو شامل ہے اور وہ اسم دوسرے اسم کا ظل اور جزئی ہے۔ اِس لئے عارف بھی ظل سے اصل میں جا پہنچیگا۔ اور اسم سابق کی طرح اوصاف اسمِ لاحق سے متصف ہو جائیگا۔ اور پھر اس اصل سے دوسرے اصل میں ملجائیگا۔ اور اصل دوم سے اصل سوم میں اور پھر سوم سے چہارم اور پھر پنجم میں اور پھر جہاں تک اللہ تعالےٰ چاہے ملتا جائے گا۔ چونکہ ہر ایک اسم دوسرے اسم سے شرکت رکھتا ہے اِس لئے بوجہ شرکت کے اور اسما میں بھی گو وہ اُس کے اصول کے مباین ہوں بقا پائیگا۔ اور یہ تمام اسماء بے شمار اجزاءِ عارف ہو جائینگے۔ اور بارگاہ ذات تعالےٰ و تقدس میں وہ باریابی اور عادت اللہ جاری ہے۔ کہ سیکڑوں سال کے بعد ہزاروں عارفوں میں سے کسی ایک کو بقاءِ ذات سے مشرف کیا جاتا ہے۔ اور اُس ذات بیچون کا وہ مرتبۂ مقدسہ اُس کو عطا ہوتا ہے۔ جو اُس عارف کا کنہٗ ہو۔ اور یہ تمام اوصاف اس ذات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔ بلکہ عالم کے جملہ افراد اُس کی ذات کے ساتھ قائم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ افراد عالم مظاہر اسما و صفاتِ ذات ہیں۔ پس عارف بھی بوجہ خلافت کے قیوم عالم ہو جاتا ہے۔ اور مرتبہ وزارت کا حاصل کر لیتا ہے۔ پس آثارِ رحمتِ الٰہی کو دیکھو کہ کیونکر زندہ کرتا ہے زمین کو بعد اُس کے مرنے کے اُس وقت وہ ذات قائم مقام حقیقت ثبوتیہ کے ہو جاتی ہے۔ اور عالم میں مدبر و متصرف ہو جاتا ہے تب اِس عارف کی جامعیت کی وہ شان ہو جاتی ہے کہ دنیا بھر کی ہدایت اور ارشاد کی اُس کے مقابلہ میں بہت خفیف حیثیت ہو جاتی ہے۔ قطرہ بھی دریا کے ساتھ ایک نسبت رکھتا ہے۔ مگر عالم کو اُس کے ساتھ یہ نسبت بھی نہیں ہوتی ہے۔ جیسے کہ اوصاف کو ذات سے ایک نسبت لاشئے اور استہلاک کی ہے۔ پس یہ عارف کامل ذکر کرنے کے وقت گویا کئی ہزار زبانوں کے ساتھ ذکر میں مشغول ہے ہر ایک

اسم اپنی زبان سے ذاکر ہے اور عارف بمنزلہ اُن کے مجموعہ کے ہے۔ تحریمہ باندھنے کے وقت گویا ہزاروں اشخاص تحریمہ باندھ رہے ہیں۔ پھر یہ تمام اشخاص قرأت پڑھتے اور رکوع وسجود میں جاتے ہیں۔ اور امکان کے اور بھی اکثر حقائق ان امور میں اس عارف کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں۔ اور جو لوگ کہ صرف زبان سے ذکر کرتے ہیں چونکہ انانیت امارہ سے پاک نہیں ہیں اس لئے اُن کا ذکر لائق بارگاہِ اقدس نہیں ہو سکتا۔ اور وہ انہی کی طرف واپس کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ عارف چونکہ ہزاروں زبان سے ذاکر رہا ہے۔ اور کوئی جزو اس کی خودی کا درمیان میں حائل نہیں ہے عوام الناس ظاہر بین ان دونو ذکروں کو یکساں ذاکر اور عابد جانتے ہیں۔ اور حقیقتِ فرق سے آگاہ نہیں ہیں۔ عارف مجسّم حضورِ الٰہی ہو گیا۔ اور وہ غفلت میں بھی حاضر بحضور رہتا ہے۔ کیونکہ علمِ حضوری میں غفلت دوامی طور سے گم ہو جاتی ہے اور ناواقف آدمی اس کے اس مرتبہ سے غافل ہیں۔ پس عارف مذکور غفلت میں بھی باحضور ہے۔ اور وہ لوگ عینِ حضور میں بھی غافل اور بے خبر جیسے کہ بیان کیا گیا کہ اُن کا حضورِ حصول کی وجہ سے ہے اور حصول عینِ غفلت ہے، اور عوام الناس اُن کو حاضر و ذاکر جانتے ہیں۔ اور عارف کامل کو غافل۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ سَوَاءَ الصِّرَاطِ اللہ تعالیٰ اُن کو سیدھی راہ دکھائے ؎

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز	بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی است

گوش شوق کیلئے یہ ایک دقیقہ ہے کہ چونکہ عارف خود کو اطلاق کلمۂ انا سے پاک و مبرا کر لیتا ہے اور انانیتِ امارہ سے رہائی پا لیتا ہے۔ اس لئے بحکم هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ معشوق بھی پہنچتا ہے اور اس گم شدہ کو اپنی انا میں جگہ دیتا ہے پس عاشق صادق کشاکش غیر و غیریت سے رہائی پا کر خلوت خانۂ اناءِ معشوق میں آرام پاتا ہے۔ ایک جماعت صوفیہ کی ایسی ہے جو کہ یہ چاہتی ہے کہ معشوق کو اپنی انا کے ویرانہ میں جگہ دیں۔ اور اُسی خواہش پر خوش ہیں۔ فنا نہیں جانتے کہ ظلال مطلوب کے ایک عکس سے انہوں نے آرام پایا ہے۔ اور اُس ذاتِ بیچد کے ایک پرتو پر انہوں نے قناعت کر لی ہے ؎

تو از خوبی نے گنجی بعالم	مرا ہرگز کجا گنجی در آغوش

اب ہم مطلب اصلی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ عارف کامل کو جو ذات عطا کی گئی ہے۔ چونکہ وہ بے چونی سے حصہ رکھتی ہے۔ اس لئے اس کی جامعیت بادی النظر ادراک میں نہیں آسکتی۔ مگر وہ حقیقت میں تمام اسماء و صفات سے جو اجزاء عارف کے ہمر نگ ہو گئے ہیں جامع ہے بلکہ اس جامعیت کی بہ نسبت جامعیت سابقہ کے کوئی قدر نہیں ہے۔ بلکہ اس کے روبرو حکم لاشئے کا رکھتی ہے سبحان اللہ وبحمدہٖ ایسی وسیع مملکت ایک حقیر شخص میں ودیعت رکھی گئی ہے۔ اور یہ ملک و ملکوت کے خزانے ایک بیقدر ویرانہ میں محفوظ کئے گئے ہیں اور یہ تمام حسن و جمال بے رنگ اور انوار و اسرار بے کیف اس پیکر تاریک میں امانت رکھے گئے ہیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ اور یہ اس کی قدرت سے کوئی بعید نہیں ہے۔

اس اخفا میں حکمت ابتلا اور آزمائش کی ہے خبیث طیب سے علیحدہ رہتا ہے۔ خدا کی نظر نے عارف کامل کے باطن اور اس کی حقیقت میں نفوذ کیا۔ اور اس کے برکات سے مملو اور سیراب ہو گیا ہے۔ جس نے صرف اس کی صورت کو دیکھا اور اپنی صورت بے حقیقت پر اس کو قیاس کیا وہ اس کے برکات سے محروم رہا۔ اور ابدی نقصان کا اس کو دھبہ لگ گیا۔ اس نے یہ نہ جانا کہ یہ عارف بالکل مغز ہے کہ کوئی چھلکا درمیان میں اس کے حائل نہیں ہے۔ اور اس کا پوست مغز سے مبدل ہو گیا ہے۔ اور تمام اور لوگ اس کے مقابلہ میں پوست بے مغز ہیں مگر چونکہ عارف کا کالبد جو ایک چھلکا کی وضع کا ہے باقی ہے۔ اس لئے پوست بے مغز سے اس کو صورتاً شرکت رہتی ہے۔ اور اس شرکت صوری سے کہ قید جسمی سے وابستہ ہے جو بعد ٹوٹنے جسم کے بھی باقی رہتی ہے۔ محجوبین کی آنکھوں میں اس نے خاک ڈالدی اور اپنے دوستوں کو بے خود کر دیا۔ کہ اَوْلِيَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِیْ۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ[1] میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں کوئی میرے سوا ان کو پہچان نہیں سکتا۔ ہدایت کر دے اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کہ یہ میرا رستہ ہے میں خدا کی طرف اپنی بصیرت کی وجہ سے بلاتا ہوں

[1] سورہ یوسف۔ رکوع آخر ۱۲

اور اُن لوگوں کو جنہوں نے میری پیروی کی۔ اور اللہ تعالےٰ پاک ہے۔ اور میں مشرکین سے نہیں ہوں ؎

قدسیہ اَلْعَارِفُ الْکَامِلُ الْمُشَرَّفُ بِالْبَقَاءِ الذَّاتِیْ شَاهَدَ جَمَالَہٗ فِیْ مَرَایَا الْعَوَالِمِ وَیَرٰی نَفْسَہٗ کُلًّا وَّاِجْمَالًا وَّالْعَالَمَ مَظَاهِرَہٗ وَتَفْصِیْلَہٗ وَیُعَایِنُ ذَاتَہٗ سَارِیًا فِیْ اَفْرَادِ الْعَالَمِ مُحِیْطًا بِہٖ اِحَاطَۃَ الْکُلِّ بِاَجْزَائِہٖ بَلْ اِحَاطَۃَ الذَّاتِ بِصِفَاتِہٖ فَلَہُ الذَّاتُ وَمَا سِوَاہُ مَظَاهِرُ الصِّفَاتِ وَهٰذَا النَّوْعُ الْاَخِیْرُ مَخْصُوْصٌ بِاَفْرَادٍ مِّنَ الْکُمَّلِ لَہٗ حُکْمُ الْعَنْقَاءِ فِی الْغَرَابَۃِ لَوْ وُجِدَ وَاحِدٌ بَعْدَ اُلُوْفٍ مِّنَ السِّنِیْنَ لَاغْتُنِمَ۔ عارف کامل جو بقاءِ ذاتی سے مشرف ہوا۔ جمالِ حق کا عوالم کے آئینوں میں مشاہدہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو کل اور اجمال کا عالم کا دیکھتا ہے اور عالم کو اپنے مظاہر اور اپنے اجمال کی تفصیل پاتا ہے۔ اور تمام افرادِ عالم میں اپنی ذات کو ساری و جاری اور ایسا محیط دیکھتا ہے۔ جیسے کل اپنے اجزاء میں بلکہ جیسے ذات اپنی صفات میں۔ پس اُس کیلیے ذات ہے اور اُس کے ماسوا مظاہرِ صفات ہیں۔ یہ قسم اخیر معرفت افرادِ اکملِ اولیا کے لئے مخصوص ہے۔ جو کہ عنقا کی طرح ناپید ہے اگر ہزاروں سال کے بعد بھی ایسا ایک عارف پایا جائے تو بسا غنیمت ہے ؎

اگر بادشاہ بردرِ پیرزن　　بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

قدسیہ۔ اِسی عاصی پر جو عنایات حق سبحانہٗ مبذول ہوتی ہیں تحریر میں نہیں آسکتی ہیں۔ ع　　داد اور را قابلیت شرط نیست

اُن کو وہی قبول کر سکتا ہے جو بلا دلیل کے قبول کرے۔ اگر اُن کی تفصیل کیجائے تو قلم اُن کے تحریر کرنے کی طاقت نہ رکھیگا۔ اور کاغذ جل جائینگے۔ اور کہنے والا اور سُننے والے بیہوش ہو جائینگے۔ پھر کون کہہ سکتا ہے اور کون سُن سکتا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

سراپا آتشے امشب قدح کو دیگرے پُر کُن
کہ خود سوخت ساغر تا تو می در جائے خواہی کرد

اُس کی بطافت اور بلندی زبان کو پھیر دیتی ہے۔ سینہ تنگ ہو جاتا ہے اور زبان بول

نہیں سکتی۔ ع سخن از لب تو گفتم بلبم سخن گرہ شد

پس سُننے والوں کو چاہئے کہ متکلم کو معذور رکھیں اور جنسیتہ کے واسطے سے اُس کی ذات کو ڈھونڈیں۔ تاکہ ذات بیچون حقیقی سے اتصال کا لطف پیدا کر سکیں اگرچہ ذاتِ متکلم کو ذاتِ مستمعین سے کسی طرح کی جنسیت نہیں ہے۔ کیونکہ اُس کی ذات بیچونی سے حصہ پایا اور ذاتِ حقیقی کے ساتھ ایک قسم کا اتصال اور ایک نسبت خاص پیدا کی ہے۔ پس وہ لوگ جو مرتبۂ ذات سے مطلقاً بے بہرہ ہیں ذات عارف کو کیونکر پا سکتے ہیں۔ اور ذات خالق عارف تو اور بھی اُس سے ماوراء ہے۔ بہرحال کوشش کرنی چاہئے اور ہمیشہ یوں مترنم رہنا چاہئے ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو شیئاً للہ از جمال روئے تو

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ الْاَشْیَاءِ اِلَیَّ وَاجْعَلْ خَشْیَتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیْ وَاقْطَعْ عَنِّیْ حَاجَاتِ الدُّنْیَا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَائِکَ وَ اِذَا اَقْرَرْتَ اَعْیُنَ اَھْلِ الدُّنْیَا بِدُنْیَاھُمْ فَاَقْرِرْ عَیْنِیْ بِعِبَادَتِکَ خدایا تو اپنی محبت میرے لئے سب سے زیادہ محبوب بنادے اور اپنے خوف کو میرے لئے سب سے بڑا خوف بنادے اور اپنا شوق لقا دیکر میری اور حاجتوں کو قطع کردے۔ اور جب اہل دنیا کی آنکھوں کو تو دنیا سے ٹھنڈا کرے۔ تو میری آنکھوں کو اپنی عبادت سے ٹھنڈا کر۔

قدسیہ۔ اِس حقیر مؤلف نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت معصوم مادرزاد تخت سلطنت پر تشریف فرما ہیں اور ایک بڑا چھتر آپ کے سر پر سایہ فگن ہے جس کو ایک غلام بہزاد نامی پکڑے ہوئے ہے۔ آسمان قائم ہوگیا۔ جو تمام عالم کو محیط اور مشتمل ہے اور جواہر اور مروارید سے مرصع اور اُس کے گرداگرد جواہر بیش بہا آویزاں ہیں جب اُس چھتر کا حسن وجمال بیان نہیں ہوسکتا ہے تو پھر آپ کے خوارق وکرامات وتصرفات کیا بیان کئے جاسکیں جو آپ کے خانہ زاد ہیں۔ اُن نادر وقعات اور عجیب حالات کے بیان کے لئے ایک جداگانہ دفتر کی ضرورت ہے آپ کے مریدین ومسترشدین اور خلفا کثرت سے آپ کے غرائب امور بیان کرتے ہیں اُن اخبار کی کثرت آں علیحضرت کے کثرتِ کرامات کا پتہ دیتی ہے صرف چند کرامتیں اِس کتاب میں بیان کی جاتی ہیں ؛

کرامت۔ فضائل دستگاہ حقائق آگاہ خواجہ محمد صدیق جو آپ کے

خلیفہ ہیں۔ اور پشاور میں مسندِ ارشاد و مشیخیت پر تشریف فرما ہیں بیان کرتے تھے کہ فقیر ملازمت آنحضرت کے ارادہ سے اونٹ پر سوار ہو کر پشاور سے روانہ ہؤا کہ اونٹ راستہ میں بھاگنے لگا۔ اور میں اُس کی خانۂ زین سے جدا ہو گیا۔ اور میرا پاؤں رکاب میں رہ گیا۔ اونٹ بھاگتا تھا اور مجھ کو گھسیٹتا تھا۔ لوگ ہر چند اُس کے پیچھے دوڑے مگر کوئی اُس تک نہ پہنچ سکا +

اِس حالتِ اضطرار میں حضرت پیر بزرگوار مجھے یاد آئے تو فوراً ہی میں نے دیکھا کہ حضرت آئے اور اونٹ کی مُہار پکڑ کر اُس کو کھڑا کر دیا۔ میرا پاؤں اُس کی رکاب سے الگ ہؤا اور میں نے چاہا کہ آپ کے قدموں پر گروں دیکھا تو آپ نظروں سے غائب ہو گئے +

کرامت۔ آپ یہ بھی بیان کرتے تھے کہ ایک بار میں حضرت سے اجازت لیکر اپنے وطن کو روانہ ہؤا۔ راستہ میں پل سلطان پور کی ندی کے پل کے نیچے کپڑے پاک کر رہا تھا۔ کہ میرا پاؤں پھسلا اور پانی سر سے اونچا ہو گیا۔ میں تیرنا نہیں جانتا تھا پانی کبھی مجھ کو اوپر لاتا تھا۔ اور کبھی نیچے لیجاتا تھا۔ زندگی کی امید باقی نہ رہی تھی یکایک حضرت نمودار ہوئے اور ہاتھ ڈالکر مجھ کو نکال لیا اور نظر سے غائب ہو گئے +

کرامت۔ راوی مذکور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سلطان اللہ کا مجھ پر غلبہ ہؤا۔ میں نے تمام دن ایسے جنگل میں بسر کی۔ جہاں کسی کی گذرگاہ نہ تھی۔ اِس حالت میں میں جس طرف نگاہ کرتا تھا۔ حضرت کی صورت مبارک اپنی آنکھوں سے لاکھوں جگہ نمودار دیکھتا تھا۔ ایک مدت تک آپ میری نظروں میں قائم رہے۔ اور پھر نظروں سے پوشیدہ ہو گئے +

کرامت۔ راوی مذکور کا بیان ہے کہ ایک روز غلبۂ حال میں میں جنگل کیطرف نکل گیا۔ یکایک ایسی جگہ پہنچ گیا جو کہ آبادی سے بہت دور تھا۔ پیاس نے مجھ پر غلبہ کیا۔ کہ قریب ہلاکت ہو گیا۔ اِسنے میں حضرت نمودار ہوئے۔ میں بشوق تمام آپکی طرف دوڑا۔ اور جب وہاں پہنچا تو حضرت کو نہ پایا۔ مگر پانی کا ایک حوض وہاں پایا۔ اور میں نے اُس سے خوب پانی پیا +

کرامت۔ راوی مذکور کا بیان ہے کہ میرا ایک مخلص نور زر بیگ نامی جو حضرت کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہؤا ہے۔ بیان کرتا تھا کہ میں لکڑیاں جلانے کی بیل

پر لاد کر لا رہا تھا۔ کہ لکڑیوں کا گٹھا بیل کے اوپر سے زمین پر گر پڑا اور کوئی شخص ایسا وہاں نہ تھا جو اُس کو اوپر بار کر دینے میں میری امداد کر سکے۔ میں حیران و پریشان کھڑا تھا اتنے میں حضرت کو میں نے دیکھا کہ آئے اور بیل پر میرا پشتارہ بار کرا کے میرے حوالہ کر دیا اور پھر نظر سے چھپ گئے ÷

کرامت۔ آپ کے ایک خادم کا بیان ہے کہ ایک کنیز آپ کے محل سے آئی اور مجھ سے کہا کہ آپ آنحضرت کے روضۂ منورہ کے عقب میں تشریف فرما ہیں۔ اُن کو بلا لاؤ۔ جب میں روضہ منورہ کے احاطہ میں آیا تو دیکھا کہ آپ کی نعلین مبارک دروازہ پر ہیں۔ میں روضہ کے پیچھلی طرف کو گیا تو دیکھا کہ حضرت وہاں نہیں ہیں۔ پھر میں نے اطراف و نواحی میں پھر کر دیکھا۔ تب بھی آپ کو نہ پایا۔ پھر روضہ کے عقب میں آکر دیکھا تو حضرت مراقبہ میں تھے۔ میں اس بات کو دیکھ کر متحیر ہو گیا ÷

کرامت۔ آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ ایک بار حضرت مسجد کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ اور مجھ کو کسی کام کے لئے بھیجا۔ میں نے پھر کر دیکھا تو حجرہ خالی تھا اور آپ مسجد کے اُس حجرہ میں نہ تھے۔ اور میں حجرہ سے باہر نکلا تو حضرت نے حجرہ میں سے آواز دی کہ یہاں آؤ۔ میں نے اس انکار سے توبہ کی اور متحیر اور بے آپے ہو گیا ÷

کرامت۔ آپ کے ایک متموّل مرید کا بیان ہے کہ ایک دفعہ کچھ عرصہ تک میں اپنے گھر والوں سے الگ رہا تھا۔ اور اُس زمانہ میں میرے قیام گاہ کے قریب ایک عورت گانے والی نہایت حسین و خوبصورت جوان دلربا فروکش تھی۔ ایک شب کمال مستی اور بے ہوشی کے عالم میں اُس نے آکر مجھے پکڑا اور اُسی قدر مجھ پر اصرار کیا کہ میری سب تدابیر اور ڈانٹ ڈپٹ بے کار ہو گئی۔ جوں جوں اُس کا اصرار بڑھتا جاتا تھا۔ میرا نفس بھی غلبہ کر رہا تھا۔ میں بے اختیار ہو گیا اور قصد مباشرت کا کیا تو میں نے بچشم سر آنحضرت کو دیکھا کہ آکر مجھ میں اور اُس عورت میں حائل ہو گئے۔ اُس کو نیند آگئی اور مجھ پر ہیبت نے غلبہ کیا اور میں مسلوب الشہوت ہو گیا۔ میں نے فی الفور نکل کر توبہ اور استغفار میں مشغول ہو گیا ÷

کرامت۔ آنحضرت کے ایک مخلص صحابی والا تبار مولانا محمد حسن کابلی نامی

بیان کرتے تھے کہ ایک سال آنحضرت عشرۂ اخیر ماہ رمضان المبارک میں معتکف تھے ایک روز چاشت کے وقت میں خدمت گرامی میں حاضر ہؤا اور حضرت کو آرام میں پایا مجھے خیال ہؤا کہ آج حضرت عادت سے زیادہ سوئے ہیں۔ یہ نیند غفلت کی نیند ہوگی۔ فوراً ہی حضرت خواب سے بیدار ہو گئے اور فرمایا ؎

سحر کرشمۂ وصلش بخواب می دیدم
زہے مراتب خوابے کہ بہ زبیداریست

مَیں نہایت نادم ہؤا اور اپنے خیال سے توبہ کی +

کرامت ۔ راوی مذکور کا بیان ہے کہ جس خلوت میں حضرت نے مجھ کو ذکر نفی و اثبات سکھایا تھا۔ کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے دل میں جمانے کا طریقہ تعلیم فرمایا تھا ارشاد فرمایا تھا کہ تحت اللفظ کو بھی خیال میں لایا کرو۔ کہ سوائے ذات پاک حق کے اور کچھ مقصود نہیں ہے۔ اُس وقت مجھ کو یہ خیال آیا کہ معنی کلمہ کے یہ ہیں کہ:-

نیست مقصود جز ذات پاک او فقط

ہیچ زیادہ ہے یعنی اُس کے کچھ معنی نہیں ہیں۔ کئی مرتبہ یہ خطرہ مجھ کو آیا اور مَیں اِس کے عرض کرنے کو گستاخی جانتا تھا۔ آنحضرت میرے خیال دلی پر مشرف ہوئے۔ اور فرمایا کہ کیا اتنا نہیں جانتے ہو کہ نکرہ کا نفی کے مقابل واقع ہونا عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ حضرت کے اس ارشاد سے میرا وہ خطرہ زائل ہوگیا۔ اور میرا عقیدہ آپ پر پہلے سے دس گونہ ہو گیا +

کرامت ۔ آپ کے ایک مخلص حاجی نور الدین جو کہ صاحب ریاضات مجاہدات شاقہ ہیں ۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ مَیں ایک بار بسفر بیت اللہ و زیارت روضۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے روانہ ہؤا اور جہاز پر سوار ہو گیا۔ جہاز مذکور بسبب شدت ہوا و کثرت امواج ڈوبنے لگا۔ لوگ بیحد بیقرار ہو گئے۔ اور تہلکۂ عظیم برپا ہؤا۔ چنانچہ اکثر لوگوں نے اپنا سامان دریا میں ڈالدیا۔ تاکہ جہاز ہلکا ہو جائے۔ اور ڈوبنے سے محفوظ رہ سکے۔ مَیں اس حال میں حضرت مخدوم زادگان کی طرف متوجہ ہؤا اور نہایت عاجزی کے ساتھ التجا کی کہ یا حضرت وقتِ امداد ہے۔ بجرد میرے متوجہ ہونے کے دو تو نو بادہ گلست تاج لایت تشریف فرما ہوئے۔ اور فرمایا کہ مطمئن رہو کہ ہم تمہاری امداد

کے لئے آگئے ہیں۔ اب جہاز نہیں ڈوبیگا۔ میں نے یہ فرخندہ فرحت آثار سنکر لوگوں سے اصرار کیا کہ کوئی شخص اپنا سامان دریا میں نہ ڈالے کہ انشاء اللہ تعالےٰ اب جہاز نہ ڈوبیگا۔ کہ بزرگان دین نے مجھ کو ایسی بشارت دی ہے۔ چونکہ لوگوں کے قوی خیال میں جہاز کا بچنا دشوار تھا۔ اِس لئے کسی نے میری بات باور نہ کی۔ مگر فوراً ہی موجیں رُک گئیں اور جہاز ٹھیر گیا۔ اُس وقت سب لوگ حضرات گرامی کے معتقد اور اِس فقیر کے مخلص ہوئے۔ اور ہم خیر وعافیت کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے ٭

حضرت خواجہ محمد یحییٰ سلمہ ربہ کے حالات

آپ آنحضرت قدس سرہ کے فرزند ارجمند اور آپ کی آخرین اولاد امجاد سے ہیں۔ آپ کی کم سنی میں آنحضرتؒ کا وصال ہوا۔ آنحضرت آپکے حال پر بہت کچھ مرحمت وشفقت فرماتے تھے۔ آپ حفظ قرآن مجید کے بعد تحصیل کتب عربیہ میں مشغول ہوئے۔ اور اکثر علوم عقلیہ ونقلیہ اپنے برادران کلاں خواجہ محمد سعیدؒ اور خواجہ محمد معصوم سلمہما اللہ تعالےٰ سے حاصل فرمائے۔ اور بیس سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فارغ ہوگئے۔ علم حدیث حدیث میں سند معتبر حاصل کی اور فقاہت میں دستگاہ کامل پیدا فرمائی۔ اب آپ بڑی بڑی کتابوں کے درس دینے میں مشغول ہیں۔ اور نہایت قابلیت وفطانت کے ساتھ طلبہ کو درس دیتے ہیں ٭

طریقۂ علیہ نقشبندیہ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ سے لیا۔ اور بعد تحصیل علوم ظاہری کے سلوک خدمت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم میں طے فرمایا۔ آپ مخدومزادہ کے باطن سے استفاضات فرماتے ہیں۔ اور بطفیل توجہ گرامی کے اِن مخدوم زادہ صاحب کے واردات ومقامات عالیہ اور کمالات متعالیہ پر رسائی حاصل فرمائی ہے۔ آپ ہر دو مخدوم زادگان کی توجہ گرامی کے فیض یافتہ ہیں۔ طریقۂ صلاح وتقویٰ وعبادت اور وظائف طاعات بدرجۂ کمال رکھتے ہیں۔ آنحضرت نے آپ کی ولادت سے قبل ملہم غیب سے بشارت پائی تھی کہ آپکی ایک اولاد ہوگی اُس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس لئے آپ کی ولادت سے قبل آپکا نام

بوجہ اس الہام کے محمد یحییٰ رکھا گیا تھا۔

آپ کی کم سنی میں عرفان پناہ حضرت شاہ سکندر نواسۂ زبدۂ عرفا حضرت شاہ کمال کیتھلی حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے مکان پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آپ اپنا ایک صاحبزادہ ہم کو دیدیجئے کہ ہمارے مثل دانا اور دیوانہ رہے۔ آنحضرت نے فوراً محمد یحییٰ کو طلب کیا۔ شاہ صاحب نے اُس نونہال بوستانِ کمال کو اپنی گود میں بٹھایا اور آنحضرت سے فرمایا کہ یہ لڑکا ہمارا ہے۔ اور بہت مہربانی کی اور توجہ بلیغ آپکے بارہ میں مبذول فرمائی۔ کہ توجہ فرمائی کے وقت آپکی آنکھیں پرآب ہو گئیں اور آثار تغیر ہیئت آپ سے نمودار ہوئے۔ اور معلوم ہوا کہ اپنی نسبت خاص کے عطا فرمانے میں آپ نہایت توجہ عنایت فرما رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس مخدوم زادہ کو شاہ صاحب کہا کرو۔ اُس روز سے آپ کو شاہ محمد یحییٰ کہکر پکارتے ہیں۔ آنحضرت نے ختم مجلس کے بعد فرمایا کہ سبحان اللہ وبحمدہ ایک لڑکا کمسنی میں شرف قبولیت اولیا سے مشرف ہوا۔ اور آنحضرت ہمیشہ آپ کی بلندی فطرت اور رفعت استعداد کی خبر دیا کرتے تھے۔ اور بعض کمالات علیہ ومقامات مخصوصہ کے حصول کی آپ کو بشارت دیتے تھے۔ اور جو کچھ بشارتیں آپ کو دی گئیں وہ حرف بحرف ظاہر ہوئیں۔ اور آپ اُن کمالات ومقامات سے متصف ہوئے۔

چنانچہ ایک روز حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد معصوم سلمہ ربہ نے آنحضرت کے بشارت دیئے ہوئے کمالات کے حصول کی آپ کو خبر دی اور بعض اور بشارات کمالات کے حصول کی توقع ظاہر فرمائی۔

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی دو بڑی کرامتیں صفحۂ روزگار پر باقی ہیں ایک آپکے کلام کہ مشائخ وعرفاء وقت اُس کے مماثل لکھنے سے عاجز رہے۔ دوسرے آپ کے فرزندانِ گرامی کہ اُن کو آپنے اپنے تصرف سے علم وعمل اور کمالات باطنیہ عطا فرمائے کہ روئے زمین پر کسی شیخ نے اپنے فرزندوں کو تصرف وتوجہ سے اپنا مثل نہیں بنایا۔

آپ کی یہ دو کرامتیں دنیا میں آفتاب کی طرح مشہور اور باعث تعجب خلائق ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے اُسے دیتا ہے اور وہ بہت بڑے فضل والا ہے ؎

محمد فرخ اور محمد عیسےٰ اور بی بی اُمِّ کلثوم کے حالات

محمد فرخ اور محمد عیسےٰ آنحضرت قدس سرہ کے صاحبزادے تھے جو کہ حضرت کی زندگی ہی میں بہت کم عمری میں انتقال کر گئے۔ مشہور ہے کہ زمانہ وبا میں محمد فرخ اور محمد عیسےٰ دونو صاحبزادے بیمار ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ دونو کو الگ الگ رکھنا چاہیئے کہ ایک دوسرے سے متاثر نہ ہوں۔ جماعت خانہ کے حجرہ میں محمد فرخ کو اور زنانہ میں محمد عیسےٰ کو رکھا گیا ؎

جب محمد عیسےٰ کی رحلت ہوگئی تو لوگوں نے کہا کہ محمد فرخ کو خبر نہ کرو۔ اتنے میں محمد فرخ نے کہا کہ اے بھائی تم نے بیوفائی کی کہ ہم سے پہلے چلے گئے۔ مولانا عبدالحی اُس وقت وہاں موجود تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ بابا تم کس سے باتیں کر رہے ہو۔ کہا کہ محمد عیسےٰ سے کہ انتقال میں ہم سے سبقت کر گئے۔ انہوں نے کہا کہ محمد عیسےٰ مکان میں ہیں تم کو اُن کے انتقال کی کیفیت کیسے معلوم ہوئی کہا کہ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ملائکہ اُن کو نہلا رہے ہیں۔ اُسی روز بوقت شام بتاریخ ۷۔ ربیع الاول ۱۰۲۴ھ محمد فرخ نے انتقال کیا ؎

ایک روز آنحضرت حافظ صاحب سے سورۂ طٰہٰ سماعت فرما رہے تھے کہ فرمایا حضرت عیسےٰ علٰے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُس وقت مَیں نے مجلس میں موجود دیکھا اور بہت غور کے بعد معلوم ہؤا کہ وہ میری نسل میں سے ہیں اُس وقت القا ہؤا کہ تمہارا ایک فرزند قدمِ حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ہوگا ؎

اِس کے چند روز بعد محمد عیسےٰ رحمِ مادر میں آئے۔ اور مدتِ حمل گزرنے کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ اور محمد عیسےٰ آپ کا نام رکھا گیا۔ جب آپ چار برس کے ہوئے تو کرامات آپ سے ظاہر ہونے لگیں حاملہ عورتیں آپ کی خدمت میں آنے لگیں اور دریافت کرتیں تھیں کہ اِس حمل میں لڑکا ہوگا یا لڑکی۔ آپ جیسا فرماتے ویسا ہی ہوتا ؎

ایک روز ایک حاملہ عورت عورتوں کی ایک جماعت میں بیٹھی تھی بعض عورتوں

نے کہا کہ اس حمل میں بھی اُس کو لڑکا ہوگا۔ حضرت محمد عیسےٰ اُس وقت چار برس کے تھے انہوں نے کہا کہ اس کے لڑکی ہوگی۔ عورتوں نے کہا کہ ہم تو اندازہ رکھ رہے تھے تم کو کیسے معلوم ہوا۔ فرمایا کہ مَیں اُس کے پیٹ میں لڑکی کو دیکھ رہا ہوں عورتوں نے کہا کہ آپ نے کیسے دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ جس طرح میں تم کو دیکھتا ہوں۔ اُس عورت کو بعد ختم مدت حمل لڑکی پیدا ہوئی۔ بعض عورتوں نے آپ سے مذاقاً کہا کہ آپ لڑکی فرماتے تھے۔ اُس کو لڑکا پیدا ہوا۔ آپنے فرمایا کہ کبھی لڑکا نہیں ہو سکتا۔ مَیں اُس کے پیٹ میں لڑکی دیکھ چکا ہوں ؛

دوسری کرامت یہ ہے کہ مولانا امان اللہ فقیہ اپنی شادی کے لئے سرہند سے چند منزل ایک گاؤں میں گئے اور لوگ خبر لائے کہ خاندان والے آپکے نامرد ہونے کی وجہ سے آپ کو لڑکی دینا نہیں چاہتے۔ آنحضرت متردد ہوئے اور محمد عیسےٰ کو طلب فرمایا اور واقعہ دریافت کیا۔ آپنے کہا کہ فکر کی کوئی بات نہیں ہے مولانا کا نکاح ہوچکا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چند روز میں آپ کی منکوحہ شہر میں پہنچ گئی ؛

خواجہ محمد ہاشم خادم بیان کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت گھر کی عورتوں میں تشریف فرما تھے کہ آپ کی صاحبزادی اُم کلثوم بعمر ہفت سالہ اُستاد کے پاس سے آئیں۔ اور افسوس کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت تم سب کو خدا سے غافل پا رہی ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ بی بی تم پر اس حال کا کہاں سے پرتو پڑا فرمایا کہ آپ جس وقت فلاں عورت کو ذکر کی تلقین فرما رہے تھے مَیں بھی وہاں موجود تھی میرا دل اُسی وقت سے جاری ہوگیا۔ اور کسی وقت مجھے غفلت طاری نہیں ہوتی ہے۔ اور کسی کے دل کا حال مجھ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بتاریخ ۸۔ ربیع الاول سنہ مذکور اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں سے ایک روز بعد آپ کی وفات ہوئی ؛

حضرتِ دوازدہم

آنحضرت قدس سرہٗ کے خلفا کے حالات میں

حضرت میر محمد نعمان قدس سرہٗ

آپ آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلیفۂ کامل ہیں۔ آپکے والد ماجد میر شمس الدین بدخشانی معروف بہ میر بزرگ علو نسبت و فضل و علم و تقوٰے و حضور و صفا میں بدخشان اور ماوراء النہر کے مشاہیر اولیا میں سے تھے۔ آپکے بعض نادر علوم مثل علم جفر و تکسیر وغیرہ کے مشہور ہیں۔ آپکا مولد و مسکن شہر کشم ہے۔ جو ملکِ بدخشان میں واقع ہے اور آپکا مرقد کابل میں ہے۔ میر بزرگ کے والد کا نام امیر جلال الدین ہے اور اُن کے دادا امیر سید حمید الدین مشہور عارف اور عالم اور متقی تھے۔ آپکے آبا و اجداد میں ایک بزرگ شیخ بلبل مشہور گذرے ہیں۔ کہ جب وہ تلاوت قرآن مجید کرتے تو آپ کی قرأت سننے کیلئے آپکے اطراف کی بلبلیں جمع ہو جاتیں۔ اور آپ کی قرأت کے ختم ہونے تک نالہ و فریاد میں مصروف رہتیں۔ اور اسی حالت میں بعض بعض مردہ ہو جاتی تھیں ؛

امیر بزرگ کو نسبت ارادت طریقت میں ایک موزہ فروش درویش سے تھی کہ سلسلۂ عشقیہ میں صاحبِ جذبات و کرامات تھے۔ وہ سمرقند کے ویرانوں میں گوشہ نشین اور اپنے آپ کو پوشیدہ اور مستور رکھتے تھے۔ اور موزہ فروشی کے پیشہ کو اپنا پردہ بنائے ہوئے تھے ؛

حضرت میر بزرگ اُن کا ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ سمرقند میں وجد عظیم کی حالت میں جو آپ پر طاری ہوئی آپ اُچھلے اور مسجد کے ممبر کے اوپر جو کہ وہ قدِ آدم کی برابر اونچا اور ایک قدِ آدم کے برابر چوڑا تھا اور اُچک کر دوسرے کنارے پر اُس کے جا کر بیٹھ گئے۔ حالانکہ آپ بہت بوڑھے تھے مگر اس سے کوئی ہرج آپکے جسم اور جثۂ مبارک کو نہ پہنچا۔ شیخ موزہ فروش کی کچھ کرامتیں میں نے کتاب

سنوات الاتقیا میں تحت حالات میر بزرگ لکھی ہیں۔ اس لیئے یہاں بیان نہیں کیجاتیں۔

حضرت میر بزرگ نے صحبت حضرت قاسم کرمنی کی بھی پائی ہے۔ اور ایک کتاب اُن کے نام سے تصنیف کی ہے۔ کہ اُس میں شیخ قاسم کا نام آب زر سے تحریر فرمایا شیخ نے جب اُس کتاب کو ملاحظہ فرمایا تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ جس طرح تم نے فقیر کے نام کی تعظیم و تکریم کی ہے اُسی طرح اللہ تعالےٰ تم کو بھی معظم و محترم کریگا۔ اُسی زمانہ میں شاہزادہ محمد حکیم مرزا نے ایک مکتوب میر بزرگ کی خدمت میں بھیجا۔ اور اُن کو کابل میں بلایا۔ میر صاحب نے دعوت قبول کی اور وہاں پہنچے۔ بادشاہ نے بہت کچھ تعظیم اور تکریم کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ بادشاہ موصوف کے انتقال کے بعد ایک کافر بادشاہ تخت سلطنت پر قابض ہو گیا۔ حضرت میر بزرگ نے اپنی وفات کیلیے دعا کی۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اور ۹۹۴ھ ہجری میں سفر دار القرار فرمایا۔

حضرت میر محمد نعمانؒ فرماتے تھے کہ میں اپنے والد کو ستر علموں میں قابل جانتا تھا مگر اولیا اللہ میں سے خیال نہ کرتا تھا۔ ایک روز میری بڑی بہن نے جو اپنے وقت کی عارفہ تھی۔ مجھ سے کہا کہ میں نے تمہارے والد کو واقعہ میں دیکھا ہے۔ کہ فرماتے تھے میرے فرزند میر محمد نعمان سے کہو کہ تم ہم سے اعتقاد کمزور کیوں رکھتے ہو۔ اُس روز سے میں آپ کی ولایت کا معتقد ہو گیا۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ حضرت میرؒ اس فقیر سے فرماتے تھے کہ میرے والد نے یہ عہد لیا تھا کہ جو لڑکا پیدا ہوگا اُس کا نام محمد علیہ السلام کے نام کے ساتھ مرکب رکھینگے۔ چنانچہ میرے بھائیوں کے نام جلال الدین محمد اور سعید الدین محمد اور ضیاء الدین محمد رکھے گئے۔

میری والدہ کو تین ماہ کا حمل تھا کہ میرے والد نے خواب میں یہ دیکھا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ تعالےٰ عنہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اس حمل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اُس کا نام نعمان رکھنا۔ اس کے بعد میری پیدائش ہوئی والد نے میرا نام محمد نعمان رکھا۔ تاکہ پہلا قرارداد بھی قائم رہے۔ اور حضرت امام کے حکم کی بھی تعمیل ہو جائے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میری ولادت ۹۷۰ھ میں موضع سمرقند میں ہوئی۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ لڑکپن میں بعض نادر نسبتیں مجھ پر غلبہ کرتی تھیں اور مجھ کو غیبت اور استغراق حاصل ہوتا تھا۔ میں فقرا کی خدمتوں میں حاصل ہوا۔ اور مراقبات و واردات صوفیہ سے وقفیت حاصل کی اُس وقت یقین ہوا کہ وہ تمام حال جو مجھ پر گذرے تھے ۔ اِسی طریق کے شعبے تھے ؛

جب آپ بالغ ہوئے تو بلخ میں حضرت امیر عبداللہ بلخی عشقی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کی بشارت کی بنا پر توبہ کی ۔ اِس کے بعد ہند کے سفر کا اتفاق ہوا۔ بسبب غلبۂ طلب راہِ خدا بزرگانِ وقت کی خدمت میں جاتے اور ہر ایک سے اذکار لیکر کام میں لاتے ۔ اور شیخ سعید حبشی سے شرف مصافحہ سے بھی مشرف ہوئے ۔ آپ جہاں کہیں کسی درویش کے نام کا تذکرہ سنتے اُس کی صحبت میں حاضر ہوتے ۔ اور اُس کے ساتھ رہتے یہاں تک کہ جاذبۂ الٰہی نے آپ کو قطب المحققین حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچایا ۔ حضرت نے آپ کے حال پر بہت کچھ الطاف مبذول فرمائے اور اور آپ کو اپنی عنایت کے آغوش میں لے لیا اور ذکر و مراقبہ طریقہ علیہ نقشبندیہ سے آپ کو مشرف کیا۔ آپ نے نوکری اور تعلقات دنیاوی کو ترک کر دیا تھا۔ اور اپنے فرزندوں اور اعزا کی جماعت کثیرہ کے ساتھ صدق و توکل سے حضرت خواجہ کی خدمت میں فقر و فاقہ سے بسر کرتے تھے ۔ اور اپنی اسی حالت پر مسرور و شادان رہتے تھے ؛

کہتے ہیں کہ ایک روز کسی امیر نے فقراءِ خانقاہ کے لئے وظائف جاری کرنے کیلئے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں التماس کیا حضرت نے چند فقرا کے نام تجویز فرمائے ایک شخص نے حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ میر محمد نعمان بوجہ کثرت عیال کے نہایت حاجتمند اور فقر و فاقہ میں ہیں ۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میر مذکور ہمارے اجزاءِ بدن سے ہیں ۔ ہم اپنے آپ کو ان امور سے ملوث کرنا نہیں چاہتے ۔ حضرت امیر فرماتے ہیں کہ اُس زمانہ میں ہم پر فاقے پر فاقے گذرتے تھے ۔ مگر حضرت خواجہ کا یہ ارشادِ خاص سُن کر ہم نے بوجہ مسرت رقص کیا اور حسنِ احوال کے امیدوار ہوئے ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کچھ حالات جن سے حضرت میر کے احوال و کمال کا اظہار ہوتا ہے کرامات حضرت خواجہ میں بیان ہو چکے ہیں ؛

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے حضرت میر کی تربیتِ باطنی ہمارے پیر و مرشد

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کو آپ کے وداع کرنے کے وقت حوالہ فرمائی تھی۔ جب کہ آپ کو خلعت خلافت سے سرفراز فرما کر سرہند مذکور رخصت فرمایا تھا۔

اس زمانہ میں جب کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے رحلت فرمائی آنحضرت قدس سرہٗ تعزیت کیلئے دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت میر نے ایک خط آپ کو اپنی شکستہ دلی و غربت و مسکنت و بے نصیبی اور بے استعدادی کے متعلق تحریر کیا اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی وصیت کی اس میں یاد دہانی کی۔ اور یہ بھی لکھا کہ میرا وسیلہ آپ کے مرحمت کیلئے کچھ نہیں ہے۔ کو بجز اس کے کہ میں خاندان سید المرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے نسبت رکھتا ہوں بطفیل سید انبیاء علیہ وعلٰے آلہ الصلوٰۃ میرے حال پر رحم فرمایئے۔ حضرت کو اس عریضہ کے مطالعہ سے بہت رقت ہوئی۔ پس فرمایا کہ میر بے دلی مت کرو اگر خدا نے چاہا تو بہت اچھے ہو جاؤ گے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہمارے پیر بھائیوں میں میر ہم سے خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ پھر آنحضرتؒ نے اپنے وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور میر کو اپنی عنایت کی تربیت میں سرہند لائے آپ نے برسوں آنحضرت کے آستانۂ فلک نشانہ پر بسر فرمائی۔ یہاں تک کہ آنحضرت سے ایک دفعہ بے انتہا کمزور ہو گئے اور اس بیماری پر آپ کو اپنی موت و حیات کا اختیار دیا گیا تھا۔ پس خیال ہوا کہ شاید ہماری وفات اس بیماری میں ہو جائے۔ اس لیئے حضرات خواجگان قدس اللہ تعالٰے اسرارہم کی امانت کو اس کے اہل کے سپرد کر دینا چاہیے اس وقت اس امانت کا متحمل سوائے مخدوم زادہ کلاں یعنی حضرت خواجہ محمد صادق اور حضرت میر کے سوا کسی کو نہ پایا۔ پس امانت ان دونوں کے سپرد فرمائی۔ اور بعض بعض مقامات کا افاضہ موافق ہر ہر ایک کی استعداد کے عطا کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرزندان و مخلصین کے اصرار پر زندگی مستعار کی طرف رغبت کی اللہ تعالٰے نے آپ کی خواہش کے مطابق صحت عاجلہ مرحمت کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ ضعف کی حالت میں اس نسبت کے دینے کا راز یہ تھا کہ بعض مقامات اور معاملات کا مجھ کو حاصل ہونا تم کو نسبت دینے پر موقوف تھا۔ اس کے بعد سے آپ کی عنایت و تربیت میر موصوف کے حق میں روز افزون ہوتی رہی اور اپنے الطاف و عنایات سے آپ کو مخصوص کیا اور آپ کا معاملہ پستی سے بلندی پر لے گئے یہاں تک کہ ۱۰۱۸ھ میں میر موصوف کو خلعت خلافت ارزانی

مرحمت فرمائی اور برہانپور میں اقامت کی اجازت دی اور یہ خلافت نامہ اپنے دستخطِ خاص سے مزین کرکے آپ کے حوالہ کیا۔

خلافت نامہ

هُوَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ۔ نَحْمَدُہٗ وَ
نُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَعَلٰی
اٰلِہِ الْکِرَامِ۔ بَعْدُ فَاِنَّ الْاَخَ الصَّالِحَ
السَّالِکَ اِلَی الطَّرِیْقِ الْحَقِّ الْعَارِفُ
بِاللّٰہِ السَّیِّدُ الْکَامِلُ مُحَمَّدُ نُعْمَانُ
وَفَّقَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ دَائِمًا لِمَرْضَاتِہٖ
لَمَّا دَخَلَ بِتَوَسُّطِ ہٰذَا الْفَقِیْرِ فِیْ
سِلْکِ اِرَادَۃِ الْمَشَائِخِ الطَّرِیْقَۃِ
النَّقْشْبَنْدِیَّۃِ وَسَلَکَ طَرِیْقَتَہُمُ
الْعَلِیَّۃَ قَدَّسَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَسْرَارَہُمْ
وَظَہَرَ مِنْہُ الْاِنْتِفَاعُ لِلطَّرِیْقَۃِ
اَجَزْتُہٗ لِتَعْلِیْمِ طَرِیْقَۃِ ہٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ
لِلطَّالِبِ وَشَرْطُ الْاِجَازَتِ الْاِسْتِقَامَتُ
عَلَی الشَّرِیْعَۃِ وَالثَّبَاتُ عَلَی الطَّرِیْقَۃِ وَالْحَقِیْقَۃِ
وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی وَالْتَزَمَ
مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ
الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔

وہی ایک خدا ہے سوا اُس کے اور کوئی نہیں ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اُس کے نبی اور اُن کی بزرگ آل پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ واضح ہو کہ برادر صالح سالک طریق حق عارف باللہ سید کامل محمد نعمان اللہ تعالےٰ اس کو ہمیشہ کے لئے توفیق مرضیات پسندیدہ کی مرحمت کرے جب فقیر کے توسط سے سلک ارادہ مشائخ نقشبندیہ میں داخل ہوئے۔ اور ان طریقہ عالیہ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کا سلوک طے کیا۔ پس اُن سے نفع عظیم طریق کیلئے پایا گیا۔ اس لئے میں نے ان کو ان اکابر کے طریقہ کی تعلیم طالبین راہ حق کو مطابق شریعت طریقت و حقیقت کے دینے کی اجازت دی۔ سلام ہو اس پر جس نے ہدایت حق کی پیروی کی اور اتباع مصطفوی کو لازم کیا۔ آپ پر اور آپکی آل پر درود اور سلام ہو۔

حضرت میر بتعمیل حکم حضرت پیر دستگیر برہانپور گئے وہاں آپ کو مقبولیت عظیم حاصل ہوئی۔ اور آپکے صحبت کے اثراتِ کشش اور جذب قلوب اس درجہ لوگوں پر موثر ہوئے کہ اُن کی تفصیل کے لئے دوسری کتاب تصنیف کرنیکی ضرورت ہوگی۔

آپ کے اثرات صحبت اور تصرف اس درجہ فقراء امرا اور غافلین اور ارباب حضور پر غلبہ کرتے تھے کہ حالت مستی اور عالم بے خودی میں لوگ کپڑے پھاڑ کر مثل مرغ نیم جان زمین پر تڑپتے تھے۔ تیس تیس اور چالیس چالیس شخص آپ کی توجہ میں دفعۃً بے طاقت ہو جاتے تھے۔ اور بے اختیار زمین پر گر پڑتے تھے بلکہ تماشائی لوگ مثل صوفیوں کے اور منکر مانند معتقدین کے بے ہوشی اور بے خودی سے زمین پر لوٹتے اور تڑپنے لگتے تھے۔ آپ کے تصرف کا کاروبار یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ اس شہر کے پیران کبار کے مریدان بے اختیار ہو کر آپکے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ فاسق اور فاجرین نے صلاح و تقوائے اختیار کیا۔ اور اکثر ہوشیاروں نے شراب بے خودی جذبہ پیا۔ از مترجم ؎

عجب خمخانہ ہیں وہ مست پیاری آنکھیں ❊ مے پرستوں کی تسلی ہیں تمہاری آنکھیں
نشہ میں چور ہیں مخمور ہیں پیاری آنکھیں ❊ انہی آنکھوں کو ترستی ہیں ہماری آنکھیں

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ ایک واقعہ خواب میں دیکھا کہ میں سفر آنحضرت پیر و مرشد مجدد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گیا ہوں اور آپ کے آستانہ کا طواف کیا اتنے میں حضرت اندر سے آئے اور مجھ کو دروازہ پر نیاز مندانہ کھڑا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور توجہ فرمائی اور مجھ کو بغل میں لیا۔ اور فرمایا کہ میرے میں حرارت کا غلبہ ہو گیا ہے۔ شکر کا شربت لاؤ۔ پس ایک پیالہ شربت کا لبریز کر کے لایا گیا پھر حضرت نے فرمایا کہ میرے یہ پیالہ پورا تم پی جاؤ۔ اور کسی کے لئے ایک قطرہ اِس میں سے مت چھوڑو میں نے وہ پیالہ پورا پی لیا۔ اس کے بعد آنحضرت قبلہ رُو ہوئے۔ اور دعا کی کہ خدایا نسبت خاص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کو عطا فرما۔ یہ دعا فرمانے کے بعد آپنے اپنے ہاتھ مُنہ پر پھیر لئے۔ اِس کے بعد پھر دعا کے لئے آپنے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ بارِ الہا میری نسبت خاص بھی میرے کو عطا کر +

اِس خواب سے جب میں بیدار ہوا تو حضرت سے یہ واقعہ عرض کیا۔ اور اسکی تعبیر پوچھی۔ حضرت نے جواب نہ دیا۔ اِس کے بعد آپ کی مجلس مقدس سے مفارقت ہوئی ہوئی اس کے کچھ دن بعد عنایت نامہ آنحضرت نے مجھے تحریر فرمایا :-

کہ ایک روز بعد نماز صبح میں حلقۂ احباب میں بیٹھا تھا اتنے میں میری توجہ

تمہاری طرف مبذول کرائی گئی۔ حجاب آثار تمہاری طرف سے جو محسوس ہوئے وہ اُٹھائے گئے۔ اور ظلمت اور کدورتیں جس قدر ظاہر ہوئیں وہ دفع کی گئیں یہاں تک کہ تمہارے کمالات کا ہلال بدر کمال ہو گیا۔ اور جو کچھ آفتاب ہدایت میں ودیعت تھا وہ بھی اُس بدر میں منعکس ہو گیا۔ یہاں تک کہ اب آپکی تکمیل میں کوئی کمی اور کسی بات کا انتظار نہیں رہا۔ مگر یہ کہ اس کے بعد ظرف وسیع ہو۔ اور بقدر وسعت اور چیزیں اُس میں داخل ہوں۔ بہت دیر تک یہ صورت مثالیہ نظر میں رہی اور اس کے مصداق کا حصّہ نصیب ہوا۔

الحمد للہ والمنت علیٰ ذلک کہ اس دولت کا حصول اُس خواب کا اثر ہے۔ جو تم نے دیکھا تھا۔ تم اُس کی تعبیر اصرار کرکے دریافت کیا کرتے تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارا قرض پورا ادا ہو گیا۔ اور وعدہ کی ایفا اور عہد کی تکمیل ہو گئی۔ یہ بھی اُمید ہے کہ تکمیل اس کمال کی بموجب حاصل ہو گی۔ اور اُن ممالک کے دشت و صحرا تمہارے وجود شریف سے منوّر ہو جائینگے۔ آپکا کلام ہو گیا۔

چونکہ حضرت میر اصحاب آنحضرت میں آنحضرت کے ساتھ عشق و محبت میں اتحاد کامل رکھتے تھے اِس لئے آپ کی شہرت اور قبولیت ممالک ہند میں بلکہ سارے جہان میں آفتاب کی طرح روشن ہے۔ آپکے ساتھ لوگوں کی ارادت کی کثرت سے نوبت پہنچی۔ کہ بعض دشمنان خاندان اسلام نے سلطانِ وقت سے عرض کیا کہ آپ کے ملک کی سرحد پر شہر برہانپور میں ایک درویش ہے جس نے اپنے آپ کو حضرت میر کے نام سے مشہور کرایا ہے اور ایک لاکھ سوار ازبک ان کے مرید ہیں بادشاہ نے اس اندیشہ کے دغدغہ سے کہ کہیں کوئی فتنہ و فساد نہ برپا ہو جائے۔ آپکو برہانپور سے دار السلطنت اکبر آباد میں بلوایا اور آپسے پوچھا کہ آپ نے خود کو حضرت میر کے لقب سے کیوں مشہور کرایا ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں سیّد ہوں اور سیّد کو میر کہتے ہیں۔ مگر لفظ حضرت کے کہنے سے میں راضی نہیں ہوں۔ آپ اسکی ممانعت کرا دیجئے۔ پھر بادشاہ نے پوچھا کہ کیا ایک لاکھ اسوار ازبکی آپکے مرید ہیں۔ یہ سنکر آپ ہنس پڑے۔ بادشاہ نے حاضرین سے کہا کہ اس فقیر کی بیپروائی دیکھو میں اُس سے گفتگو کر رہا ہوں۔ اور وہ ہنستا ہے۔ مہابت خان مرحوم صاحب نے

بظاہر موافقت نہیں کی۔ اور عرض کیا کہ اِن کے پیر نے اپنے خلفا کو ممالک تقسیم کئے ہیں آپ کو برہانپور عطا کیا ہے۔ اِس لئے آپ کا جاہ و جلال وہاں اِس قدر ہے کہ بادشاہ اُن کے دروازہ پر باریاب بھی نہیں ہو سکتے ہیں۔ بادشاہ نے خیال کیا کہ مہابت خاں بھی اس درویش کا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ اِس لئے آپ کو اُسکے حوالہ کر دیا۔ مہابت خاں آپ کو اپنے مکان پر لایا اور ہر طرح سے آپ کی خدمت اور خاطرداری کی پُر تکلف دعوتیں کیں۔ مریدین وغیرہ مور و ملخ کی طرح آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہونے اور نذر و فتوح گذراننے لگے۔ بادشاہ نے یہ حال سُنا اور مہابت خاں پر اعتراض کر کے دریافت کیا۔ مہابت خاں نے عرض کیا کہ بادشاہ سلامت وہ فقیر صرف پنجوقتہ نماز پڑھتا ہے اور اُس کے سوا اُس کے پاس اور کچھ نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ہم اُن کو رہائی دیتے ہیں۔ بشرطیکہ برہانپور کا قیام ترک کر کے اکبرآباد دارالخلافت میں توطن اختیار کر لے۔ آپ نے قبول فرمایا اور اکبرآباد میں توطن کر لیا۔ اور ارشاد و ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہو گئے ÷

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات جامع مسجد برہانپور کے چبوترہ سے جو کہ بقدر قدِ آدم اونچا تھا۔ زمین پر گر پڑا اس سے میرے ہاتھ کو بہت ضرب پہنچی۔ مگر گرنے کے ساتھ ہی ایک مقام جس کا میں آرزومند تھا حاصل ہوا۔ میں اُس تکلیف سے بہت خوش ہوا۔ اور اُس کے شکرانہ میں حلوہ پکا کر فقرا کو کھلایا۔ میرا اعتقاد اس حلوہ کی نسبت یہ تھا کہ جو شخص اُس کو کھائے گا جنت میں جائیگا ÷

قدسیہ ۔ آپ آنحضرت قدس سرہٗ کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے کہ میں ایسے کئی اشخاص کو جانتا ہوں کہ حضرت قدس سرہٗ کی برکتِ صحبت سے مرتبۂ قطبیت کو پہنچے ÷

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو واقع میں دیکھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپ کے پاس تھے آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر میرے فرزند محمد نعمان سے کہو کہ جو شخص مقبولِ شیخ احمد ہے وہ میرا بھی مقبول ہے۔ اور میرا مقبول خدا کے پاس مقبول ہے۔ جو شخص شیخ احمد کا

مردود ہے وہ میرا مردود اور خدا کا مردود ہے۔ یہ بشارت سُن کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ میں حضرت کا مقبول ہوں۔ اِس لئے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خدائے پاک کا مقبول بھی ہونگا۔ بمجرد اس خیال کے آنحضرت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اَے ابوبکرؓ میرے فرزند محمد نعمان سے کہو کہ جو شخص تیرا مقبول ہے شیخ احمد کا اور میرا اور خدا کا مقبول ہے۔ اور جو شخص تیرا مردود ہے وہ شیخ احمد کا اور میرا اور خدا کا مردود ہے جل شانہٗ ٭

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک خیمہ نہایت بلند کھڑا ہوا ہے۔ کہ نوروز کے دن سلاطین ایسے خیمے قائم کرتے ہیں۔ اور اُس خیمۂ عظیم میں عالم ہفت اقلیم کھڑا ہے۔ جس طرح کہ اس عالم میں بادشاہ اور حکام اور ارباب مناصب امور مملکت کے رہتے ہیں۔ اور دیہات اور شہر اور بازار اور سڑکیں اور راستے اور موت و حیات اور فقر و دولت اور مالک و غلام ہوا کرتے ہیں، وہاں بھی ہیں۔ یہ سب ایک نظر مرکز صدر خیمہ کی طرف ڈالتے ہیں۔ اور دوسری مرتبہ عالم و عالمیان کو دیکھتے ہیں۔ اور ہر کار گزار کو احکام دئے جاتے ہیں۔ مجھے بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ میں بھی صدر خیمہ کو دیکھوں کہ وہاں کیا ہے جہاں سے نگاہ کے ساتھ لئے جا رہے ہیں۔ اور اُس کے مطابق عالم میں عمل ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے سر اٹھایا اور نظر کی تو دیکھا کہ بجائے سرستون خیمہ عظیم کے ایک روزن ہے۔ اُس کے اوپر ہمارے حضرت قبلہ تشریف فرما ہیں۔ اپنا چہرہ مبارک اُس روزن کی طرف کئے ہوئے اشارہ فرما رہے ہیں۔ کارپرداز لوگ مہمات عالم کو اپنے خدمات کی موجب اُس اشارہ کا مطلب سمجھ کر حسب الحکم انجام دے رہے ہیں۔ اور مختلف اور متضاد مقاصد اور مطالب کو آپ کے اُسی ایک اشارہ سے سمجھ لیتے ہیں ٭

درجہ آپ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن صبح کے حلقہ میں اُس قطب ارشاد یعنی حضرت پیرومرشد قبلہ کے روبرو بیٹھا تھا۔ اور مراقبہ میں مشغول تھا۔ سر اٹھایا تو دیکھا کہ بجائے آپ کے حضرت سید کونین علیہ وعلیٰ آلہ الف الف صلوٰۃ و تسلیمات تشریف فرما ہیں۔ مجھ پر ہیبت غالب ہوئی۔ میں نے پھر اپنا سر جھکالیا اور شغل باطن میں مشغول ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر سر اٹھایا تو دیکھا کہ آپ ہی تشریف

علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں پھر اپنے سر کو جھکا کر مراقبہ میں مشغول ہو گیا ایک لمحہ کے بعد پھر آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ بجائے آپ کے حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والبرکات اور بجائے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آپ تشریف فرما ہیں۔ میں پھر مراقب ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا تو دونوں جگہ آنحضرت علیہ السلام کو پایا۔ اور پھر دونو جگہ آپ کو دیکھا۔ اس کے بعد دیکھا کہ صرف آپ ہی اکیلے تشریف فرما ہیں۔ یہ جو کچھ کہ دیکھا گیا سب علانیہ تھا نہ خواب ◆

درجہ - آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے جب کہ میں اپنے حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر رہتا تھا۔ آپ نے اپنے تمام اصحاب سے فرمایا کہ حضرت شیخ احمد کی خدمت میں جاؤ اور جس طرح کا شغل وہ بتائیں اسی طرح کرو۔ اور ان کے سامنے ہماری تعظیم تک مت کرو۔ اور ہماری طرف متوجہ مت ہو آپنے اور بہت کچھ آپ کی صحبت کے لئے ترغیب دی۔ لیکن مجھ میں حضرت خواجہ نے انکار کی بو پائی تو فرمایا کہ میاں شیخ احمد آفتاب ہیں۔ اور ہم جیسے ہزاروں اولیا ستاروں کی طرح اُن میں گم ہیں۔ کاملین اولیا متقدمین میں بھی ایسے لوگ کم گذرے ہیں ◆

آپ فرماتے ہیں کہ ارشاد کے بعد آنحضرت سالہا سال تک حیات رہے اس کا علم خدا کو ہی ہے کہ آنحضرت نے کہاں تک اُس کی ترقی کی ہو گی۔ آپ کا کلام ختم ہو گیا ◆

واضح ہو کہ آنحضرت قدس سرہ نے جو مکتوبات قدسی آیات حضرت میر کو لکھے ہیں اُن کی تعداد کثیر ہے۔ اور مکتوبات آنحضرت میں مسطور ہیں۔ ان سب کا ذکر کرنا اس کتاب میں دشوار ہے۔ اس لئے صرف چند مکتوبات بیان کئے ہیں ◆

مکتوب[1] - آپ نے جو اپنے خط میں مریدوں کی کثرت اور اُن کی ترقیات کا حال لکھا تھا۔ تو واضح ہو کہ براوران طریقت کی کثرت بحکم اس کے کہ اَکْثِرُوا الْاِخْوَانَ کُمْ فِی الدِّیْنِ براوران دین میں کثرت کرو۔ بڑی اُمید کی بات ہے آیت کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَکَ بِاَخِیْکَ[2] قریب ہے کہ اے موسٰے ہم تمہارے بازو کو تمہارے بھائی (ہارون) سے قوت دینگے۔ اس حکم کی موید ہے۔ لیکن آپ اپنا مقصود اپنے احوال و اعمال پر نظر رکھنے اور اپنے ہر سکون و حرکت کو دیکھنے کو سمجھتے رہ

ایسا نہ ہو کہ مریدوں کی ترقی پیروں کی ترقی کو روک دے۔ اور طالبوں کی حرارت مرشدوں کے کاروبار میں سردی پیدا کر دے اس بات سے ہمیشہ خائف اور لرزاں رہنا چاہئے۔ مریدوں کے حالات اور مقامات شیر و ببر کے مانند ہیں اُن پر فخر اور مباہات کرنے کا کیا موقع ہے۔ کہیں اسی سبب سے خود پسند کا دروازہ نہ کھل جائے۔ بلکہ بموجب اس کے کہ شرم و حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔ ترقی مریدین شرمندگی اور خجالت کا باعث اور مریدوں کی گرماگرمی غیرت اور عبرت کا سبب ہونا چاہئے کہ ہمیشہ اپنے اعمال کا قصور پکڑنا اور اپنی نیتوں کو متہم گرداننا ضرور ہے۔ اور زبان حال و قال کا کلمہ ھل من مزید سے ہر وقت مرطوب رہے۔

مکتوب۔ اے برادر میں پھر دوبارہ تم کو لکھتا ہوں کہ دار و مدار اس راستہ کا دو چیزوں پر ہے۔ اوّلاً استقامتِ شرع شریف اس طرح کہ ادنٰے سے آداب کے ترک پر بھی رضامندی نہ ہو۔ ثانیاً شیخ طریقت کے ساتھ محبت کا رسوخ کے ساتھ قائم رہنا کہ کسی طرح سے اُس پر اعتراض کی مجال نہ ہو سکے بلکہ اس کی ہر حرکت و سکون اور ہر فعل مرید کی نظر میں اچھا اور محبوب معلوم ہو۔ کسی بات میں ان دونو باتوں میں سے ذرا سا بھی خلل پڑ جائے تو پھر خدا کی پناہ۔ اگر عنایتِ الٰہی سے یہ دونو باتیں مضبوطی سے حاصل ہو جائیں تو سعادتِ دنیا و آخرت نصیب ہو گی۔

مکتوب۔ آپ نے لکھا ہے کہ حصول اور وصول میں کیا فرق ہے سمجھ میں نہیں آتا۔ پس معلوم ہو کہ حصول باوجود بُعد کے متصور ہو سکتا ہے۔ مگر وصول ناممکن۔ عنقا کہ اس کی صورت خاص کا ہم تصور کر سکتے ہیں۔ اور یہ نہیں کہہ سکتے کہ عنقا ہماری قوتِ مدرکہ میں حاصل ہو گیا۔ اس لئے عنقا تک وصول لازم نہ آیا۔ کیونکہ ظلیت کہ ظہور شے کا ہے۔ مرتبہ ثانیہ میں وصول شئے کے منافی نہیں ہے لیکن حصول شے ظلیت کی تاب نہیں لا سکتا۔ پس فرق بخوبی ظاہر ہو گیا۔

مکتوب۔ آپ نے پوچھا تھا کہ ان چیزوں میں سے کونسی چیز بہتر ہے ذکر نفی و اثبات یا تلاوتِ قرآن مجید یا نماز بطولِ قرأت۔

پس معلوم ہو کہ ذکر نفی و اثبات مانند وضو کے ہے کہ شرطِ نماز ہے جب تک وضو درست نہ ہو نماز شروع نہیں کی جا سکتی ہے۔ پس جب تک کہ معاملہ نفی و

اثبات انجام کو نہ پہنچ جائے اُس وقت تک فرائض و واجبات وسنن کے علاوہ جو کچھ عبادات نافلہ کی جائیگی۔ وہ سالک کیلئے وبال ہیں۔ کہ اولاً امراض دلی کو دُور کرنا چاہئے۔ جو کہ ذکر نفی و اثبات سے متعلق ہے۔ اِس کے بعد مریدین کو اور عبادات اور حسنات کہ مثل غذائے صالح کے ہیں بدن کے لئے مشغول کرنا چاہئے۔ ازالۂ امراض سے پہلے اگر غذا کھائی جائیگی۔ تو فساد پیدا کریگی۔ ع

ہر چہ گیرد علتے علت شود

مکتوب۔ اعمال آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام دو طرح کے ہیں اولاً عبادات دوم عادات و رواج۔ اعمال عبادت کے خلاف کرنا اُس کو میں بدعت سیۂ جانتا ہوں۔ کہ دین میں نئی بات پیدا کرنا ہے۔ اور یہ ناجائز ہے۔ رہے اعمالِ عادتی اُس کے خلاف کرنا۔ بدعتِ سیۂ نہیں ہے اور اُس کے روکنے میں کوشش کرتا ہوں۔ کہ دین سے متعلق نہیں ہے بلکہ عادت و رواج ملک سے متعلق ہیں۔ بعض شہروں کے رواج اور طرح کے ہیں۔ اور بعضوں کے رواج اور ہیں۔ اور بلحاظ زمانہ کے رسم و رواج میں تغیر ہو جاتا ہے۔ مگر سنت رواجی کی رعایت کرنا بھی باعثِ سعادت و خوش بختی ہے ÷

مکتوب[1]۔ اللہ تعالےٰ کی اس بڑی نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ اُس نے ہم فقیروں کو بموجب آراءِ اہل سنت کے صحیح عقائد کی توفیق دیکر سلوک طریقۂ نقشبندیہ سے مشرف فرمایا اور اُس خاندان عالیہ کے مریدوں سالکوں میں سے بنایا۔ فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم چلنا اور طریقوں میں سات قدم چلنے سے بہتر ہے کمالات نبوت کا راستہ کھلنا بطور اتباع اور وراثت کے کشادہ ہونا صرف اسی طریقہ عالیہ کے مخصوص ہے دوسرے طریقوں کی انتہا کمالاتِ ولایت تک ہے وہاں سے ایک کوئی راستہ کمالاتِ نبوت کی طرف نہیں کھلتا۔ اسی وجہ سے فقیر نے اپنی کتب اور رسالوں میں تحریر کیا ہے کہ اِس طریقہ کے بزرگوں کا طریق بعینہٖ اصحاب کرام علیہم الرضوان کا ہے۔ چنانچہ اصحاب کرام نے بطور وراثت کے کمالات نبوت سے حصۂ وافر لیا ہے اِس طریق کے منتہی کمالاتِ نبوت سے بسبب اتباع کے حصۂ کامل پاتے ہیں اور مبتدی

[1] مکتوب ۲۸۱ جلد اول مکتوبات مجددیہ ۱۲

اور متوسطین بھی اُمیدوار رہتے ہیں۔ کیونکہ انسان اُسی کے ساتھ ہے جس کی وہ محبت رکھتا ہو۔ (اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ) یہ دُور افتادوں کے لئے بشارت ہے۔ اس طریقہ میں ناقص اور ٹوٹے میں وہ شخص ہے جو کہ داخلِ طریق ہو کر آداب کی رعایت نہ کرے اور نئے نئے کام اس طریق میں ایجاد کرے اور اپنے خوابوں اور وقائع احوال کی بِنا پر اس طریق کے خلاف باتوں پر عمل پیرا ہو۔ اس میں طریق کی کیا خطا ہے۔ ملخصاً

اَب کچھ کرامات و خوارق حضرت میر کے بیان کئے جاتے ہیں۔ آپکے کرامات و تصرفات تعداد و شمار سے خارج ہیں۔ مگر مقتضاءِ وقت و حال اس کتاب میں دو تین بیان کئے جاتے ہیں ۔

کرامت۔ ایک دن ارباب صفا کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت ایک مخلص کے پاس مدعو ہوئے۔ آپنے داعی کو بلایا اور مال مشتبہ کے صرف نہ کرنے کیلئے تاکید بلیغ فرمائی۔ اُس نے بقدرِ امکان احتیاط کی مگر چونکہ کثرت سے درویش آپکے ہمراہ تھے اِس لئے ایک بکری اور ذبح کی گئی۔ اُس کے گوشت میں بے شمار کیڑے پڑ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ بکری درجہ حلال سے نہ تھی۔ اِس لئے اِن کیڑوں کو ہمارے لئے بطور علامت کے ظاہر فرمایا۔ آپ لوگ اس کی تحقیقات کریں۔ جب تحقیق کی گئی تو معلوم ہُوا کہ مالک مکان کے ایک دوست نے جو ایک گاؤں کا عامل تھا۔ اُس بکری کو ظلم سے لیکر بطور تحفہ بھجوایا تھا۔ اور مالک مکان کو اُس کی خبر نہ تھی ۔

کرامت۔ آپکے ایک مخلص کی اُسی کے خسر کے ساتھ سخت عداوت تھی اور اُس کا خسر اُس کو بہت تکلیفیں پہنچاتا تھا۔ اُس نے یہ تمام حال نہایت عاجزی سے حضرت میر سے عرض کیا۔ آپ کو اُس پر رحم آیا۔ اور فرمایا کہ تسکین رکھو کہ تیرا خسر عنقریب اس عالم سے سفر کرنے والا ہے۔ دو تین روز کے بعد اس کا انتقال ہوگیا۔ اور وہ مخلص اُس کے شر سے بری ہوا ۔

آپ کی ولادت سنہ ۹۰۰ھ میں ہوئی آپ کی تاریخ ولادت لفظ شیخ جنید سے نکلتی ہے۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ آپ اپنے وقت کے سید الطائفہ اور جنید و شبلی کے ہم پلہ تھے اِس کتاب میں جہاں کہیں لفظ حضرت میر آیا ہے

اُس سے آپ ہی مراد ہیں۔ اور اس کتاب کی تالیف کے باعث بھی آپ ہی ہوئے ہیں ؀
اِس حقیر نے مصافحہ شیخ سعید حبشی جس کا ذکر بیانِ سلاسل جلد اوّل میں گذرا ہے جناب میر کے توسط سے کیا۔ اور اوروں نے بھی آپ کے ہی توسط سے مصافحہ کی اجازت حاصل کی ہے ؛

شیخ نور محمد پٹنی سلمہ ربہٗ

یہ دلیوں کے سردار آنحضرت قدس سرہٗ کے قدیم مریدوں اور جلیل القدر خلفا میں سے ہیں۔ خدائے تعالےٰ کی عنایت ازلی نے تحصیل علوم ظاہر کے بعد آپ کو اپنی طلب کا ورد عطا فرمایا۔ اور خدائے تعالےٰ کی طلب آپ کی رفیق حال ہوگئی۔ اور آپ نے پیر خدا آگاہ واقف راہ کی تلاش میں کمرِ ہمت مضبوط باندھی۔ پس آپ نے اکثر بلاد ہند کا سفر فرمایا اور اکثر فقرا کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ مگر آپ کا مطلوب کسی پیر سے حاصل نہ ہوا۔ یہاں تک کہ جذب الٰہی کی کشش نے آستانۂ عرش نشان حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ پر آپ کو حاضر کیا۔ حضرت خواجہ نے ذکر قلبی کی تعلیم سے آپ کو مشرف کیا۔ اور آپ کی تربیت حضرت پیر مرشد محبوب سبحانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہٗ کے حوالہ فرمائی۔ آپ کمال ذوق و شوق اور عاجزی و اطاعت گزاری کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور راہِ سعادت سے جو آپ کی عادت میں داخل تھی حضرت خواجہ کے خواص کے گروہ میں داخل ہوئے۔ اور آبِ وضو اور مسواک اور خاص حضرت کے متعلقہ خدمات آپ کے سپرد ہوئیں ؛

آپ ببرکت ملازمت آنحضرت قدس سرہٗ احوالِ شائستہ اور مقامات عالیہ پر فائز ہوئے۔ چنانچہ آنحضرت قدس سرہٗ نے بعض مکاتیب میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے حضور میں آپ کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے کہ شیخ نور محمد اخیر نقطہ تک پہنچ گئے ہیں اور جذبہ کو ختم کر کے اُس مقام کی برزخیت سے مشرف ہو گئے ہیں۔ اور مقام فرق کی من وجہ تکمیل کی ہے۔ اور آگاہ تو صفاتِ ملائکہ نوری کو کہ صفات کا قیام اُس سے ہے اپنے آپ سے الگ دیکھا اور اپنے کو شیخ خالی پایا۔ پھر صفات کا ذات سے الگ مشاہدہ کیا۔ اور اس دید سے احدیت کے مقامِ جذبہ تک پہنچے۔ اور اُنہوں نے اپنے

عالم کو بھی اِس طرح سے گم کر دیا ہے۔ کہ نہ تو احاطہ کا قائل ہے نہ معیت کا اور البطن بطون میں اِس طرح سے متوجہ ہے کہ تحیرات و نادانی کے سوا اُس کو اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ تم کلام الاعلیٰ +

اِس مکتوب کے بعد بھی تقریباً آٹھ سال شیخ موصوف نے آستانہ آنحضرت پر تجرید و تفرید و جذبات شائستہ میں بسر کی یہانتک کہ مقاماتِ فائقہ و اراداتِ رائقہ سے فائض ہو کر مرتبہ وصول اور خدمت ارشاد و ہدایت سے مشرف ہوئے آنحضرت نے اُس وارستہ کون و مکان کو خلافت اور اجازت تعلیم طریقہ عطا فرمائی اور شہر پٹنہ میں (جو کہ ہندوستان کے بڑے شہروں میں سے ہے) رہنے کا حکم دیا۔ آپ حسب الحکم وہاں گئے۔ مگر عزلت و خلوت میں جو کہ آپ کی سرشت میں داخل تھی رہتے اور جنگلوں میں اور دریا کے کنارہ زندگی بسر کرتے اور مخلوق سے گوشہ گیر رہتے تھے۔ جب حضرت کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے شیخ کو ایک عنایت نامہ بطور نصیحت کے لکھا۔ جس میں ترکِ عزلت اور اختیار عشرت کی ہدایت فرمائی اور کہا کہ طریقہ انیقہ نقشبندیہ کی دارمدار اسی پر ہے۔ اور کار و بار ارشاد اور خلق اللہ کی ہدایت کا اِس سے تعلق ہے +

مکتوب۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ سب تعریفیں خدا کے لئے ہیں۔ اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر اسکی رحمتیں نازل ہوں +

برادرِ رشید! انسان کے لئے جس طرح کہ اوامر ایزدی کی تعمیل اور مناہی سے پرہیز لازم ہے۔ اِسی طرح حقوقِ خلق اور اُن کے ساتھ محبت کرنی بھی ضرور ہے حدیث اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ۔ اِن ہر دو حقوق کو بیان فرماتی ہے۔ اور دونوں باتوں کے مرعی رکھنے کا حکم دیتی ہے، پس دو نو میں سے ایک کام کا اختیار کرنا قصور ہے۔ اور کل کو چھوڑ کر جزو پر اکتفا کرنا کمال سے دور ہے۔ پس خلق کی تکلیف دہی برداشت کرنا ضروری ہے۔ اور اُن کے ساتھ حسن خلق واجب ہے اور بد دماغی نہیں کرنی چاہئے +

ہر کہ عاشق گشت گرچہ نازنین عالم است ‏ ‏ ‏ نازکی گر رست آید بار می باید کشید

چونکہ تم ہماری صحبت میں مدتوں رہ چکے ہو۔ اور ہمارے نصائح سُن چکے ہو۔ اِس لئے

طول کلام کو چھوڑ کر چند جملوں پر اختصار کیا گیا +
ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ اللہ تعالےٰ ہم کو اور تمکو شریعت مصطفویہ پر ثبات اور استقامت کی توفیق بخشے علے صاحبہا الصلٰوۃ والسلام والتحیہ فقط
اس کے بعد آپنے دریائے گنگا کے کنارے سکونت اختیار کی اور ایک مسجد تعمیر کی۔ اور توکل وقناعت سے اہل وعیال کے ساتھ بسر کرنے لگے۔ آپ افادہ وافاضہ طالبان صادق میں مشغول ہیں۔ اس شہر کے لوگ کثرت سے آپکے ساتھ عقیدت تمام رکھتے ہیں۔ آپ کا طریق اور روش فنا ونیستی اور بے وجودی اور بے نفسی سے متصف ہے۔ آپ کمال استغنا اور بے نیازی کے ساتھ بسر فرماتے ہیں۔ آپ کی ہمت کے نزدیک دنیا اور اہل دنیا خوار اور بے وقعت ہیں۔ اور فقر وفاقہ کے برداشت کرنیمیں اس زمانہ کے آپ جوانمردوں میں سے ہیں +
کہتے ہیں کہ شروع زمانہ طلب میں آپ اور مولانا طاہر لاہوری کو کتاب عوارف کے سننے کا اتفاق ہوا جس کو اور لوگ دہلی میں ہمارے حضرت کی خدمت میں پڑھا کرتے تھے۔ ایکدفعہ اُن دونوں کو یہ خیال آیا کہ اثناء سبق میں حضرت حقایق ومعارف کا کچھ افادہ نہیں فرماتے ہیں۔ اس کتاب کے پڑھنے سے ہم کو کیا فائدہ ہے؟ حضرت ممدوح اِن دونو صاحبوں کے خیال سے واقف ہو گئے۔ اور فرمایا کہ ان دونو کو ہماری مجلس مقدس سے نکالدیں اور قلعہ فیروزآباد سے باہر کردیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ وہ دونو صاحب تمام دن جنگل میں رہتے۔ اور شب بھر دروازہ قلعہ پھرتے رہتے +
ایک زمانہ کے بعد خواجہ حسام الدین احمد اور دوسرے بزرگوں نے سفارش فرمائی حضرت نے جواب دیا کہ اُن دونوں کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ اُن کے نفوس سرکش واقع ہوئے ہیں۔ انھوں نے عرض کیا کہ مسجد فیروزی کے پاخانے مدتوں سے نجاست اور غلاظت سے پُر ہیں اگر حکم ہو تو اُن دونوں سے تمام نجاست اٹھوائی جائیگی۔ تاکہ اُن کے نفوس راہ راست پر ہیں۔ حضرت نے اجازت دی۔ پس اُن دونو بزرگوں نے اپنے ہاتھوں سے اُس جگہ کو پاک وصاف کیا۔ اِس کے بعد حضرت نے اُن کے حال پر نوازش اور شفقت فرمائی ہے +

اسی طرح چند بار آنحضرت اُن کے خطرات نا ملایم سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور اسی لئے آنحضرت نے حضرت خواجہ کی خدمت میں ایک عریضہ میں لکھا کہ شیخ نور اسی مقام میں بند ہیں اور نقطۂ فوق پر کہ مقام جذبہ میں ہے نہیں پہنچے ہیں۔ اپنے حرکات و سکنات سے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اسی لئے اُن کے کام میں بلاوجہ توقف پیدا ہوتا ہے +

تربیتِ جلالی اور جمالی کے بعد آپکا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا تھا کہ آنحضرت نے اُن کی شان میں فرمایا کہ شیخ نور رجال الغیب سے ہیں۔ راوی کو شک ہے کہ نقباء میں سے فرمایا یا نجباء میں سے۔ آنجناب اس فقیر مؤلف کے آنحضرت کی خدمت میں حاضری سے قبل خلافتِ آنحضرت سے مشرف ہوکر بلدۂ پٹنہ چلے گئے تھے۔ اور مخدوم زادۂ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق کی وفات کے بعد سرہند واپس آئے اُس زمانہ میں فقیر نے شیخ موصوف سے ملاقات کی عجُب اُڑانتی اور بے تعینی اور فنا و نیستی اور گمنامی آپکی پیشانی سے برستی تھی۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا الف، بے بھی آپنے سے نہیں پڑھی ہے اور راہ خدا میں قدم بھی نہیں رکھا ہے +

فقیر مؤلف زمانہ تصنیف کتاب سیر احمدی میں جو آنحضرت کے مناقب میں لکھی گئی ہے کبھی کبھی آپ کی صحبت میں بیٹھتا تھا۔ آپ مجھ کو طاعت و عبادات کی رغبت دلاتے اور فرماتے کہ ذکر مقامات اور تجرید وارادات کسی کام نہیں آتے ہیں۔ سب فضول اور بے کار کام ہیں۔ دو رکعت نماز تجرید مقامات سے بہتر ہے +

شیخ حمید بنگالی قدس سرہٗ

آپ آنحضرت قدس سرہٗ کے قدیم خلفا سے ہیں۔ آپکا وطن مالوف بنگال کے ایک شہر منگل کوٹ میں ہے۔ آپ جامع علوم معقول و منقول تھے آپکا تشرع و تقوے اور رعایتِ عزیمت اور ترکِ رخصت کمال درجہ کا تھا۔ آداب سلسلہ نقشبندیہ کا اتباع اور آداب طریقہ احمدیہ کی موافقت آپکے صفاتِ حمیدہ اور خصائل پسندیدہ میں داخل تھی۔ آپکا فقر و قناعت اور توکل و زہد اور استقامت کا بیان نہیں ہوسکتا۔ آپ کل ایک سال خدمت آنحضرت رضی اللہ عنہ میں رہے۔ اور آپ منازل سلوک راہ جذب سے انجام دئے گئے اور درجۂ ولایت کو پہنچے۔ اور مراتب کمال و تکمیل حاصل کئے حضرت نے

آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ اور اُن کے وطن رخصت فرمایا۔ اب آپ اپنے وطن میں درس علوم ظاہری اور ارشاد سلوک باطنی میں مشغول ہیں۔ اُس ملک میں آپ کو بڑی قبولیت اور خاص و عام میں بڑی شہرت ہے +

آپ کی توبہ اور آنحضرت قدس سرہٗ کے دستِ مبارک پر مریدی یہ اسباب پیش آئے۔ کہ آپ اپنے وطن سے رخصت ہو کر تحصیل علوم کے لئے بلدہ لاہور گئے اور تحصیل علوم کے بعد اپنے وطن کی جانب متوجہ ہوئے۔ اکبر آباد میں مولانا عبدالرحمٰن مفتی لشکر سلطان کے پاس بسبب سابقہ ملاقات و روابط کے چند روز ٹھیرے۔ آپ کو ابتدا ہی سے جماعت صوفیا کے ساتھ بڑا انکار تھا۔ خصوصاً ہمارے آنحضرت کے ساتھ بے انتہا نفرت اور انکار تھا۔ اور مشرب وحدت الوجود کا بھی شدید انکار کرتے تھے۔ اتفاقاً اُسی زمانہ میں آنحضرت قدس سرہٗ بھی سیر و سیاحت کرتے ہوئے اکبر آباد تشریف لے گئے۔ اور مولانا عبدالرحمٰن موصوف کے مکان کے متصل چونکہ وہ اور اُن کے اہل وعیال دیندار اور پاکیزہ روزگار اور آنحضرت کے مریدوں میں سے تھے فروکش ہوئے۔ شیخ حمید نے جب یہ خبر سُنی تو نہایت مضطرب اور بیتاب ہو کر مولانا کے پاس گئے۔ اور اُن سے اپنی کتابیں وغیرہ مانگیں اور کہا کہ مَیں اس محلہ سے کسی اور محلہ میں جا کر رہتا ہوں۔ مولانا نے کہا کہ آخر اس کا باعث اور اضطراب کی وجہ کیا ہے اُنہوں نے آنحضرت کا نام لیکر کہا کہ وہ تمہارے پڑوس میں اُترے ہیں۔ میری اُن سے ملاقات نہیں نہ ملوں تو مشکل اور ملوں تو اور مشکل۔ مولانا نے کہا کہ حضرت ایک بزرگ اور عالم شخص ہیں۔ اُن سے ملنے میں کیا مشکل پیش آئیگی۔ جواب دیا کہ مَیں اُن سے ملنے کی تاب نہیں رکھتا ہوں۔ یہ کہکر چلے گئے۔ اور دو تین روز کے بعد ایک کتاب کے لئے کہ مولانا کے مکان میں بھولے سے رہگئی تھی آئے۔ اتنے میں آنحضرت بھی مولانا کے مکان میں تشریف فرما ہوئے۔ مولانا نے نہایت عقیدت و ارادت کے ساتھ حضرت کا استقبال کیا۔ اور خلاق و تواضع کے ساتھ اندر لے گئے۔ شیخ حمید اپنے اُس وقت کے آنے سے سخت منفعل ہوئے۔ اور نہایت پشیمانی کے ساتھ ایک گوشہ مکان میں بیٹھ گئے۔ آنحضرت نے مولانا سے فرمایا کہ ہم ایک مسئلہ پوچھنے کے لئے آئے ہیں۔ مولانا نے عرض کیا۔ کہ وہ کونسا مسئلہ ہے کہ حضرت سے پوشیدہ ہے۔ فرمایا کہ

آپ مفتی ہیں۔ اس لئے آپ سے پوچھکر عمل کرنا احوط ہے۔ اس کے بعد ایک نہایت مشکل مسئلہ دریافت کیا۔ اور شیخ حمید کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے شیخ حمید تم یہیں ہو۔ اس وقت ایک دو نگاہیں اُن پر ڈالیں اور برخاست فرمایا۔ مولانا نے بہت التماس کیا کہ خادمان درگاہ کے لئے دستر خوان تیار ہے۔ مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ مولانا دروازہ تک حضرت کی مشایعت کے لئے آئے +

مولانا فرماتے ہیں کہ اُس وقت مجھے خیال ہوا کہ شیخ حمید کدہر چلے گئے۔ میں نے دیکھا کہ شیخ حمید باوجود اُس انکار کے حضرت کے پیچھے گریہ وزاری کرتے ہوئے آنکھوں سے آنسوں کا چشمہ بہاتے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ اور حضرت ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اتنے میں آنحضرت دولت خانہ میں تشریف لیگئے اور شیخ حمید دروازہ پر حیران و پریشان دست بستہ سر جھکائے ہوئے کھڑے رہے۔ بہت دیر کے بعد آنحضرت نے آپ کو خلوتِ خاص میں طلب فرمایا۔ اور تعلیم طریقت دی اور اپنی نسبت عطا فرمائی آپ اس درجہ مغلوب الحال ہو گئے کہ تمام احباب و اعزہ کو بھول گئے +

چند روز کے بعد آنحضرت متوجہ سرہند ہوئے شیخ مذکور پیادہ مجنون وار آپ کی رکاب سعادت میں روانہ ہوئے۔ اور مدتِ قلیل میں آنحضرت کے تصرفات و توجہ سے توحید وجودی کہ جس کے آپ منکر تھے منکشف ہوئی۔ اور اس طرح غلبہ کیا۔ کہ ہر شئے سے عشقبازی خاص کرتے تھے اور آپ کی حرکات و سکنات سے انسان اور حیوان متعجب ہوتے تھے +

انہی دنوں میں ایک روز آپ ایک راستہ سے جا رہے تھے راستہ پر ایک حیوان مردہ پڑا ہوا تھا کہ اُس کے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ آپ یہ حال دیکھ کر متعجب ہوئے اور غلبۂ توحید میں آپ کی زبان سے نکلا۔ کہ یاربّ کیا ادا ہے اس لباس میں اس ہیئت کے ساتھ اپنے کو کیوں ظاہر فرمایا +

بعض اصحابِ آنحضرت سے ایسا سُنا گیا ہے کہ آنحضرت کا مولانا عبد الرحمن مفتی کے مکان پر جانا بلکہ اکبر آباد جانا شیخ حمید کے شکار کرنے کے لئے تھا کیونکہ حضرت اُن کے لئے مامور ہوئے تھے +

مولانا عبد الرحمن کہا کرتے تھے کہ حضرت کا شیخ حمید پر یہ تصرف دیکھ کر آنحضرت

سے اخلاص و عقیدت پیدا ہوئی۔ اور جب کوئی شخص آپ سے آنحضرت کی کوئی کرامت دریافت کرتا تو آپ یہ قصہ جو اس مقام پر اختصار کے ساتھ بیان ہوا ہے اُس سے مفصل اور مشرح طور سے بیان کرتے تھے۔ الحاصل آپ نے مقامات جذبہ و سلوک کی سیر کی اور درجہ ولایت پر پہنچے۔ اور آنحضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے۔

شائخین کا یہ دستور ہے کہ رخصت اہل ارشاد و اہل خلافت کے وقت خرقہ عنایت فرماتے ہیں۔ آپ نے رخصت کے وقت آنحضرت قدس سرہ سے ایک جوتا تبرکاً طلب کیا۔ جو حضرت نے عنایت فرمایا۔ آپ اُس کفش متبرک کو منہ میں لیکر بصد گریہ و زاری و بیقراری اُلٹے پاؤں روانہ ہوئے۔ جو لوگ کہ آپ کی شایعت کیلئے گئے تھے بیان کرتے تھے۔ کہ آپ اِسی ہیئت سے چلے جا رہے تھے اور آخر میں اُس کو دستار میں باندھ کر اپنے سر پر تاج مکلل بنا لیا تھا۔ اور اِسی طرح اپنے وطن تک چلے گئے تھے۔

اگر خاکے ازیں کو بر سر آید | مرا بہتر ز چندیں افسر آید

ترجمہ۔ اگر اُس کی خاک میسر آجائے تو میرے لئے بہت سے تاجوں سے بہتر ہے۔

جب آپ وطن پہنچے تو کفش متبرک کیلئے ایک حجرہ الگ بنایا۔ اور احترام کے ساتھ اُس کو اُس میں رکھا۔ اس ملک کے حاجتمند جب آپ کے عظمت حال سے واقف ہوئے تو کشف مشکلات کے لئے آپ کی خدمت میں آئے اور شفائے امراض کیلئے آبخورے لیکر آپ کے پاس آئے۔ آپ کفش متبرک کے ایک گوشہ کو پانی میں ڈبو کر دے دیتے تھے۔ اور لوگ اُسی پانی سے شفا پاتے تھے۔ اگر کوئی مریض مرنے والا ہوتا۔ تو کفش مبارک کے ڈالنے کے ساتھ ہی آبخورہ ٹوٹ جاتا تھا۔ اور اِس واقعہ کی عام طور سے شہرت ہو گئی تھی۔

بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود | سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود

ترجمہ۔ جس سرزمین پر آپ کے نعلین مبارک کا نشان ہو گیا۔ برسوں اُس پر اہل نظر سجدہ کرینگے۔

شیخ موصوف کی زندگی تک اِسی طرح تمام کاروبار چلتے رہے اور بعد وفات کے آپ کی قبر پر ایک طاقچہ بنایا گیا۔ اور اُس جوتے کو اُس میں رکھ دیا گیا اور

اب تمام حاجتمند اور مریض اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اُن کی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں +

فقیر مؤلف آپ کی خلافت کے ایک سال کے بعد سلک خاندان آنحضرت میں منسلک ہوا۔ اس لئے آپ سے ملاقات نہ ہوسکی۔ لیکن ایک بار آپ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا تھا کہ فقیر آنحضرت کے مقامات اور آنحضرت کے خلفا کے حالات لکھ رہا ہے۔ آپ کو آنحضرت کے جو کچھ مقامات و کرامات یاد ہوں لکھئے اور اپنے حال سے مطلع کیجئے۔ اور اپنے خلافت نامہ کی نقل روانہ کیجئے۔ آپ نے اُس کے جواب میں ایک مکتوب لکھا تبرکاً اُس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے:

قل سبحٰنہ۔ اللہ اور اُس کے رسول ذات خجستہ صفات مسیحیت مآب صاحب کمالات میاں یداللہ الدین کو ہمیشہ اپنے سایۂ حمایت میں رکھے۔ اور ماسوائے سے دور رکھے +

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ اُس کے مضامین سے مطلع ہوا۔ آپ نے بہت اچھا ارادہ کیا ہے اللہ تعالٰے اُس کو پورا کرے۔ آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ آنحضرت کے جو کچھ حالات و کرامات یاد ہوں لکھو۔ جس طرح کہ اور اصحاب نے کیا۔ پس معلوم ہو کہ آنحضرت قدس سرہ نے اپنے تمام حالات و مقامات اپنے مکتوبات و رسائل میں خود تحریر فرما دئیے ہیں۔ اب فقیر جو کچھ بیان کریگا۔ وہ سب اُن میں موجود ہیں۔ جو چیز کہ خود عیاں ہو اُسے بیان کرنے کی کیا ضرورت۔ رہ گئے فقیر کے حالات وہ اِس لائق نہیں ہیں کہ تحریر کئے جاسکیں۔ اور آنحضرت و خلفا آنحضرت کے مقامات و احوال کے مقابل لکھے جاسکیں۔ ذرہ کی بلند پروازی کسی قدر کیوں نہ ہو مگر آفتاب کا مقابلہ نہیں ہوسکتا۔ نقل خلافت نامہ اس کے ہمراہ روانہ کی جاتی ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ خط کی پشت پر یہ لکھا تھا کہ "مخلص غائبانہ صوفی حمید"۔ اور نقل خلافت نامہ یہ ہے +

خلافت نامہ

اَمَّا بَعْدُ اَلْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃُ فَیَقُوْلُ	بعد حمد و نعت کے فقیر محتاج رحمت ایزدی

العبد المفتقر الی رحمۃ اللہ الملک الولی
احمد بن الشیخ عبد الفاروقی النقشبندی
رحمہما اللہ سبحانہ رحمۃ واسعۃ ان
الاخ العالم والصدیق الصالح عالم
علوم الشریعۃ والطریقۃ والحقیقۃ
الشیخ حمید البنگالی وفقہ اللہ سبحانہ
لما یحبہ ویرضاہ لما قطع منازل السلوک
وعرج معارج الجذبۃ ووصل الی
درجۃ الولایۃ بعد ان حصل لہ اندراج
النہایۃ فی البدایۃ اجزتہ لتعلیم
الطریقۃ المشائخ النقشبندیۃ قدس اللہ
اسرارہم للطالبین المسترشدین و
المریدین المخلصین بعد استخارۃ و
حصول الاذن من اللہ سبحانہ والمسؤل
من اللہ سبحانہ ان یعصمہ عما لا یلیق
و یحفظہ عما لا ینبغی والاستقامۃ علی
متابعۃ سید المرسلین علیہ وعلیہم
الصلوٰۃ والتسلیمات +

احمد ابن شیخ عبد الاحد فاروقی نقشبندی
اللہ تعالےٰ دونو کو اپنی رحمت واسعہ میں لے
کہتا ہے۔ کہ برادر عالم صدیق صالح عالم
علوم شریعت و طریقت و حقیقت شیخ حمید
بنگالی نے اللہ تعالےٰ اُس کو اپنی محبت
و رضا کی توفیق دے منازل سلوک کو طے
کیا اور معارج جذبہ پر عروج کیا اور
مراتب ولایت پر واصل ہوئے اور اندراج
نہایت فی البدایت کو حاصل کیا ہے۔
اِس لئے میں اُس کو تعلیم طریقہ مشائخ
نقشبندیہ اللہ تعالےٰ اُن کے اسرار کو
پاک کرے۔ مریدین و طالبین مخلصین کیلئے
اور یہ اجازت تعلیم بعد استخارہ و احکام
الٰہیہ کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے
کہ بچائے اُس کو امور غیر لائقہ اور محفوظ
رکھے اعمال غیر مرضیہ سے اور اتباع
سیّد المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰت والتسلیمات
پر استقامت کی توفیق بخشے فقط +

آپ کے صاحبزادے نے نقل خلافت نامہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ نقل
مطابق اصل ہے کہ خط قبلہ گاہ کا نوشتہ ہے +

اِسی زمانہ میں آپ نے ایک مدت دراز کے بعد ایک مکتوب حضرات مخدوم زادگان
کی خدمت میں لکھا ہے اُس کی نقل بھی یہاں کر دیجاتی ہے :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل کما صاحب
سجادۃ مولٰنا مرشدی و قبلتی و قبلۃ الانام

اُس خدا کے لئے تعریفیں ہیں جس نے
آپ حضرات کو ہمارے مولانا مرشدنا و قبلتنا

قطب الارشاد بدا ثرهما ولم يأت مثله الا
الخلفاء الراشدون ولا يأتي بعده شبه
الا محمد المهدي وهو احمد بين المحمدين
وثاني اثنين فيضه في العالم الان كما كان
باقي الى يوم القيام اعني خواجه محمد سعيد
ومحمد معصوم سلمهما الله سبحانه و
ابقاهما واوصلهما الى غاية ما يتمناهما
وزادهما وعمّر اولادهما امابعد فقد
مضت المدة المديدة ولم يصل الى
احوالكما المتضمنة بالخير والعافية
الان ارجو ان تبلغاني اياها والسلام
على من اتبع الهدى +

وقبلۃ الانام قطب ارشاد بدر زمانہ ہوکر صاحب
سجادہ بنایا آپ خلفاء راشدین کے سوا اور
کوئی آپکا مماثل نہیں ہوسکتا آپ احمد ہیں
درمیان دو محمدوں کے اور ثانی اثنین ہیں
آپکا فیض عالم کے لئے الآن کما کان ہے
اور باقی رہیگا قیامت تک یعنی خواجہ
محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم سلامت رکھے
اللہ تعالےٰ ان دونوں کو۔ اور پہنچائے
ان کو دونوں جہاں کی وہ امید رکھتے ہیں۔
زمانہ دراز سے میں آپکی خیر و عافیت کے حالات
سے مشرف نہیں ہوں پس اب میں امیدوار
ہوں کہ مجھ کو اس سے مشرف فرمائیے اور

سلام ہو اس شخص پر جس نے راہ ہدایت اختیار کی +

آپ نے سنہ ۱۰۵۰ ہجری میں وفات پائی - آپ کی وفات کے بعد آپکے فرزند شیخ حبیب الرحمٰن کہ صاحب احوال و مقامات اور صاحب استقامت و کرامت ہیں آپکے بجائے سجادہ نشین ہیں اور اب فیض بخشی طالبان حق میں سرگرم ہیں - آپ کی صحبت موثر اور بڑی مقبول ہے +

شیخ محمد طاہر لاہوری قدس سرہ

آپ آنحضرت قدس سرہ کے بڑے مریدوں اور خلفاء میں سے ہیں۔ آپ زمرۂ مشائخین لاہور میں صاحب ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ اور صاحب کشف و کرامات والہامات و جذبۂ قویہ تھے۔ علماء اور صلحاء اور عوام لاہور میں آپ کو مقبولیت تام تھی اللہ تعالےٰ کی عنایت بے غایت آپ کے شامل حال ہوئی۔ اور اس راہ کا آپکے ذوق پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں انہوں نے آنحضرت کے سوا افضل و اکمل لولیا اور کوئی نہ پایا آنحضرت کے آستان عرش نشان پر آپ حاضر ہوئے۔ اور نہایت انکسار اور تواضع کیساتھ

برسوں تعلیم یہ ہے۔ آنحضرت نے حضرات مخدوم زادگان کی تعلیم آپکے سپرد فرمائی تھی باوجود علم وفضل کے آنحضرت کی ہیبت اور ادب اس درجہ آپ پر غالب تھا۔ کہ بیان میں نہیں آسکتا۔

ایک روز آنحضرت نے آپ کو امامت کیلئے حکم دیا۔ آپکا رنگ رخ زرد ہوگیا اور اعضا میں لرزہ پڑگیا۔ باوجودیکہ آپ حافظ قرآن اور اور بڑے عالم تھے۔ آنحضرت کی ہیبت اس درجہ ہوتی کہ قرأت کرنے سے زبان بند ہوگئی۔ اسی تعظیم وتکریم اور رعب آداب کی بدولت آنحضرت کی نظر کیمیا اثر آپ کے حال پر مبذول ہوئی اور آپ مرتبۂ کمال وتکمیل کو پہنچے اور ختم سلوک کے بعد آپکو اجازت تعلیم طریقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اور خرقہ ارادت طریقہ سنیہ قادریہ اور خرقہ تبرک سلسلہ چشتیہ مرحمت فرمائی۔ اور خلافت نامہ آپکے لئے لکھا اور افادہ طالبان حق کیلئے سکونت لاہور کی آپ کو اجازت مرحمت فرمائی۔ نقل خلافت نامہ یہ ہے:۔

خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والمنة لولیه والصلوٰت والتحیة علی نبیه وعلی آله واصحابه الکرام الداعین للخلق الی دار السلام یقول العبد الفقیر الی رحمة الله الولی الغنی احمد بن عبد الاحد الفاروقی النقشبندی غفر الله سبحانه ذنوبهما وستر عیوبهما ان الاخ العالم العامل الفاضل الکامل الشیخ محمد الطاهر لما وفقه الله سبحانه وتعالیٰ لسلوک طریقة اولیاءه ودخل فی الطریقة العلیة النقشبندیة بجمع اتم وتمام التهم حصل الحضور

بعد اولے ثنا وشکر باریتعالے اور درود وسلام حضرت نبی کریم اور آپ کی اولاد واصحاب کے جو خدا کے بندوں کو دار السلام کی طرف بلانے والے تھے فقیر محتاج رحمت الٰہی احمد بن عبد الاحد فاروقی نقشبندی اللہ تعالے دونوں کے گناہوں کو بخشدے اور اُن کے عیوب کو چھپائے عرض کرتا ہے۔ کہ برادر عالم عامل فاضل کامل الشیخ محمد طاہر لاہوری کو اللہ تعالے نے سلوک طریقہ اولیا کی توفیق مرحمت فرمائی طریقہ علیہ نقشبندیہ میں ہمت وسعی کامل کے ساتھ

والشهود والعزيمة والجمعية بكثرة له
له البداية التي اندرجت فيها
النهاية ثم فاذا امضت برهة من
الزمان وهو على هذه الاحوال ظهر
لي انه يبتلى بابتلاء عظيم حتى
يخرج من الصراط المستقيم الى
سبل متفرقة ويميل من مذهب
اهل الحق الى مذهب باطل فهمني
ذلك والجأني الى التضرع والخشوع
الى الله سبحانه ليذهب عنه هذه
الابتلاء ويرفع عنه ذلك وقد
ظهر بعد مدة يسيرة منه
ما ظهر لي اولا خرج من الاستقامة
الى الاعوجاج ومال من الحق الى الباطل
بحيث انقطع رجاء نامته ان يعود
الى الحق ويرجع الى استقامته فلما
دخل في سبيل من السبل المتفرقة
واظهر الله سبحانه على توجهت
بعون الله سبحانه وتوفيقه الى
اخراجه من ذلك في ان اسد
ذلك السبيل حتى لا يكون له عود
الى ذلك ثانيا ومضت الشهور
بل السنين على هذه الحالة ثم
ظهر بتائيد الله سبحانه ما ظهر
ثانيا فعاد الى الحق ورجع الى الصراط

داخل ہوئے۔ اور حضور و شہود و عزیمة
اور جمعیت کو حاصل کیا اور آپ کو اندراج
نہایت در بدایت آسان ہوگیا اور ایک
زمانہ تک ان احوال پر قایم رہے۔ اس کے
بعد مجھ پر ظاہر ہوا کہ اُن پر ابتلاءِ عظیم وارد
ہوگا۔ اور وہ صراط مستقیم سے غلط رستوں
پر بھٹک جائینگے۔ اور مذہب حق سے مذہب
باطل کی طرف راغب ہو جائینگے پس میں
اس انکشاف سے رنجیدہ ہوا اور نہایت خشوع
و خضوع کے ساتھ دفع بلا کیلئے بارگاہ
رب العزت میں دعا کی۔ پس گریہ زاری کے
بعد مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ اس بلا سے اللہ تعالیٰ
اس کو نکال لیگا۔ پس مدت قلیل کے بعد ظاہر
ہوگیا اُن پر جو کچھ کہ مجھ پر ظاہر ہوا تھا۔ اور
استقامت سے باطل کی طرف مائل ہو گئے
اور پھر رجوع الی الحق کرنیکی اُن کی طرف
اُمید منقطع ہو گئی۔ اور وہ غلط رستوں
پر بھٹک گئے۔ اللہ تعالیٰ نے بعد
توجہات و مراقبات کے مجھ پر ظاہر کیا۔
کہ سعی بلیغ کے بعد ازاں غلطیوں سے
نکلنے کی توفیق اُس کو دیجائیگی۔ مگر اسی
حالت پر برسوں گذر گئے اور اس کے بعد
پھر ظاہر ہوئی قدرت الٰہی و صراط مستقیم
کی طرف شیخ صاحب نے رجوع کیا اور
اُس کے بعد جو کچھ نازل جذب اور

المستقیم ثم قطع ما بقی له منازل
الجذبة ومقامات السلوک وصار
اهلاً لان یرخص لتعلیم هذه
الطریقة وتربیة الطلبة فرخصت
له بذلک بعد الاستخارة والتوجه المسئول
من الله سبحانه الاستقامة والثبات
علی متابعة سید الاولین والآخرین
علیه وآله الصلوة والتسلیمات ولما کان
للشیخ المشار من طریقی السلسلة
القادریة والجشتیة حظا وافرا و
نصیبا کاملا رخصت له ایضا ان
تعطی للمریدین خرقة الارادة فی
القادریة وخرقة التبرک فی
الطریقة الجشتیة والمسئول من
الله سبحانه العظیم التوفیق
الحمد لله رب العلمین اولا واخرا
والصلوة والسلام علی سید المرسلین
دائما وسرمدا وعلی آله العظام
واصحابه الکرام

مقامات سلوک ان کے باقی رہ گئے تھے اُس کی تکمیل کی۔ اور اجازت تعلیم طریق اور تربیت طالبانِ حق کے لائق نظر آئے۔ پس توجہ اور استخارہ کیا میں نے بارگاہ عز وجل میں اور دعا کی اُن کے لئے استقامت کی اور اتباع سید المرسلین کی (اُن پر اور اُن کی آل پر درود اور سلام ہو) اور اس کے بعد اجازت دی ان کو۔

چونکہ صاحب موصوف نے طریقہ قادریہ اور چشتیہ میں بھی نصیب وافر حاصل کیا ہے اس لئے میں اُن کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنے مریدوں کو خرقہ ارادت قادریہ میں اور خرقہ تبرک چشتیہ میں عطا کریں۔ اللہ تعالےٰ سے توفیق کی دعا کرتا ہوں۔ اور ہر حال میں اُس کے لئے سب محامد ہیں اور درود اور سلام ہمیشہ ہمیشہ سردار مرسلین اور اُن کی آل عظام اور اصحاب کرام پر نازل ہو۔ فقط

پس آپ بلدہ لاہور میں افادۂ طلبہ میں مشغول ہوئے مگر آپ پر خلوت اور تنہائی کا غلبہ رہتا تھا۔ اس لئے حجرۂ خلوت میں مقیم ہوئے۔ اور آمد و رفت خلق کو روکا بالخصوص امرا اور دولتمندوں کو کسی حال میں آنے کی اجازت نہیں دیتے تھے اکثر اکابر علما آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے۔ مگر آپ نے اُن کو آنے کی اجازت نہ دی۔

آپ کی وجہ معیشت یہ تھی کہ کتاب تفسیر و حدیث مثل بیضاوی اور مشکوٰۃ وغیرہ

اپنے ہاتھ سے لکھنے اور حواشی سے ان کو مزین کرتے اور اُن کو فروخت کرکے اس سے اپنی روزی چلاتے۔ عمر کا اکثر حصہ آپ نے حالت تجرّد میں گذارا مگر آخیر عمر میں ادائے سنت نبوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خیال سے نکاح کر لیا تھا۔ سال میں ایک مرتبہ یا دو سال میں ایک مرتبہ اور کبھی ایک سال میں کئی مرتبہ آپ حضرت ایشاں قدس سرّہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور برکات وافادات حاصل فرماتے تھے۔ اور پھر باجازت آنحضرت وطنِ مالوف تشریف لیجاتے۔ ایام مفارقت صوری میں اپنے احوال اور مقامات اور واردات بذریعہ عرائض ارسال کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض مکتوب یہاں نقل کئے جائینگے۔

آپ کے اخلاق نہایت پسندیدہ تھے بے تعینی اور مسکنت اور فنا و نیستی آپ پر غالب رہتے تھے آپ کی گفتگو اکثر خوش مزاجی کی ہوتی تھی۔

منقول ہے کہ ایک روز آنحضرت نے شیطان کو دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ ہمارے کون کون سے مرید پر تیرا قابو نہیں چلتا ہے۔ اُس نے کہا کہ شیخ طاہر لاہوری پر مطلقاً مجھ کو قدرت نہیں ہے۔ جب آپ بھوکے رہتے تو ریاضات ومجاہدات شاقہ اُٹھاتے۔ کثرت ریاضات سے آپ دبلے ہو کر پوست پر استخوان رہ گئے تھے آپ صاحب کشوف ظاہرہ اور کرامات باہرہ تھے۔

اب ہم آپ کے کلمات قدسیہ بیان کرتے اور آپ کے عرائض نقل کرتے ہیں۔ جن میں آپکے اور آپ کے مریدین کے حالات مذکور ہیں:۔

مکتوب۔ فقیر حقیر محمد طاہر خدمت اقدس میں عرض پرداز ہے کہ مَیں جب آستانۂ عالیہ سے جانب لاہور روانہ ہوا۔ ہر قدم پر اپنے دل سے کہتا تھا کہ اے نادان مقصود کو پیچھے چھوڑ کر کہاں جاتا ہے۔ مگر کوئی شخص عقب سے کہتا تھا کہ چلے چلو فقیر کو کشاں کشاں لاہور لایا گیا اور ایک ویرانہ میں آکر خاموش بیٹھ گیا۔ اتنے میں روحانیت خواجۂ بزرگ رضی اللہ عنہ ظاہر ہوئی اور تاکید کی کہ تعمیل حکم آنحضرت کرنی چاہیئے۔ مَیں بموجب حکم حضرت خواجہ اور حکم آنحضرت ارشاد وہدایت خلق اللہ کے کام میں مشغول ہو گیا۔ اتنے میں ایک جوان بلند استعداد آیا۔ بمجرد شغل کے اُس کے تمام بدن میں نسبت پھیل گئی۔ بعض حاسدوں نے اُس کلام پر جو کہ آنحضرت

نے بیان مقامات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں تحریر فرمایا ہے مباحثہ کیا اور اپنی طرف سے اس میں الحاق کر کے اعتراضات کئے۔ مولانا حامد اس مکتوب شریف کو مولانا عبدالسلام کی خدمت میں لے گئے۔ مولانا نے مطالعہ کے بعد کہا کہ کوئی شبہ اس پر وارد نہیں ہو سکتا ہے۔ اور بہت کچھ اس کی ثنا و صفت کی اس سبب سے زبان حاسدوں کی بند ہو گئی۔

مکتوب - حضرت سلامت! ہر سہ طریق کی نسبتیں جلوہ گر ہیں مشائخین جوق جوق تشریف لاتے ہیں اور الطاف کثیرہ ظاہر فرماتے ہیں خصوصاً حضرت خواجہ بزرگ اور حضرت غوث الاعظم اور حضرت شیخ فرید گنجشکر قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کی جلوہ گری اکثر ہوتی ہے۔ نیز حلقۂ ذکر اور نماز تراویح میں حضرت رسول مقبول ہزاروں اصحاب کبار و مشائخین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات تشریف فرما ہوتے ہیں۔ اور نوازش فرماتے ہیں۔ عشرۂ اعتکاف میں خلعت خاص مرحمت فرمایا۔ حضرت فاطمۃ الزہرا نے بھی بہت الطاف فرمائے اور اپنی جلوہ فرمائیوں سے سرفراز فرمایا۔ اثناء حالات عروج اور نزول بہت واقع ہوا اور بعد ختم مقامات کے اپنے کو روضۂ منورۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پایا۔ اور روضۂ مبارک کو اپنے اندر پایا اور پھر اس میں متحقق ہوا۔ اور اس کی حقیقت سے مشرف ہوا۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ تمام پردے اٹھ گئے ہیں۔ اور حقیقت وصل عریانی آشکارا ہوئی ہے۔ اور سلسلۂ کلام بھی وقوع میں آیا۔ اس کے بعد جہل اور نکرت صرف ظاہر ہوئی اور اب نہ وصل ہے نہ فراق نہ طلب ہے۔ اور نہ غیر طلب اثبات اور نفی میں سے کوئی حکم ہیچ نہیں ہو سکتا۔

مکتوب - حضرت سلامت! اس سے پہلے نسبت نقشبندیہ و قادریہ و چشتیہ باری باری ظاہر ہوتی تھیں۔ اور کبھی باہم ملجاتی تھیں۔ اور کبھی ایک غالب اور کبھی ایک مغلوب رہتی تھی۔ مگر ایک دفعہ نسبت چشتیہ نے اتنا غلبہ کیا کہ دوسری نسبتوں سے مایوسی ہو گئی اور اجمیر شریف سے اقلیم تک کابل تک سوائے اولیائے چشت کے اور کوئی نظر نہ آتا تھا۔ اس کی لذت ظاہر ہوئی۔ بزرگان چشتیہ فرماتے تھے۔ نَحْنُ اُولُوْ قُوَّۃٍ وَّاُولُوْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ ہم صاحب قوت اور صاحب اثر شدید

ہیں۔ اور پھر جواب میں خود ہی فرماتے کہ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا بادشاہ جب کسی گاؤں میں جاتے ہیں تو وہ اُس کو اول ویران کر دیتے ہیں ‪+‬

اتنے میں اکابر نقشبندیہ نے غلبہ کیا۔ مگر نسبتِ چشتیہ اپنے حال پر قائم رہی اور نسبت عالیہ نقشبندیہ بطور غلبہ کے داخل ہوئی۔ اب تینوں نسبتیں جمع ہو گئی ہیں کبھی ایک دوسرے پر غلبہ بھی کرتی ہے۔ اب سیر نسبتِ مشائخ کم ہو گئی ہے لیکن بعض وقت کسی وجہ خاص سے ہوتی ہے۔ اب اکثر نسبتِ صحابہؓ کی سیر ہُوا کرتی ہے۔ سوائے خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے اکثر اوقات نسبت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سیر ہوتی ہے۔ اور یہ نہایت خوشگوار ہوتی ہے۔ اور اکابر کی نسبتیں بمقابلہ نسبت شریفہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ بھی نہیں ہیں۔ فقیر کا مدعا بھی یہی ہے۔ کہ نسبت شریفہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غلبہ رہے۔ آپ کی بارگاہ میں میری یہی استدعا ہے۔ اُمید ہے کہ فقیر کی یہ استدعا قبول ہو گی۔ جس قدر تربیت فقیر کی آپ کے الطاف اور سختی سے ہوتی ہے اُسی قدر آثار تربیت اور ترقی فقیر کی ظاہر ہوتی ہے۔ بعض وقت ایسے ارشادات آنحضرت علیہ السلام ہوتے ہیں کہ اُن کا اظہار مجھ بے بضاعت کیلئے باعثِ شرم ہے ‪+‬

غلبۂ احوال میں فرماتے ہیں کہ جس نے تجھے دیکھا اُس کو آتش دوزخ سے مَیں نے آزاد کر دیا۔ کبھی فرماتے ہیں کہ جس نے تجھ سے بیعت کی اُس کو ہم بخشدینگے اور جو الفاظ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے کہے گئے تھے۔ وہی فقیر کے لئے بھی فرمائے گئے ‪+‬

حضرت سلامت! اگرچہ تینوں نسبتیں بتفاوت اور تعاقب ظاہر رہتی ہیں مگر تعلیم طریقہ نقشبندیہ ہی کی جاری ہے۔ یہاں کے فقرا بھی جناب کی دعا گوئی میں مشغول اور حضور و جمعیت رکھتے ہیں۔ اِن میں سے بعض قابل اجازت بھی ہو گئے ہیں۔ چنانچہ حافظ یعقوب نامی ایک طالب کہ عالم و عامل و قاری بے نظیر اور امور شرعیہ میں راسخ القدم ہیں۔ اور توکل میں کامل اور عالی ہمت اور حضور جمعیت بھی رکھتے ہیں۔ منازل عروج سے گذر گئے ہیں۔ ہدایت و ارشاد کرنے کی اُن کو اجازت دیدی گئی ہے۔ اور حضرت کی بارگاہ سے امیدوار الطاف ہیں۔ اُن میں سے ایک طالب

حافظ محمود نامی طالب علم اور قاری و عامل ہیں اُن کے لطائف عروج میں متوجہ ہیں۔ ایک مدت مدید سے یہی عروج قائم ہے۔ بہت توجہ کرتا ہوں مگر نزول نہیں کرتے ہیں۔ آپ حضرت کے الطاف کے امیدوار ہیں +

بعض طلب کے لطائف میری توجہ سے عروج سے واپس آگئے اور بعض نے خود ہی نزول کیا۔ بعضوں کے لطائف فقیر کی توجہ سے عروج میں گئے۔ اور بعض خود بخود عروج کر گئے۔ نہایت تعجب ہے کہ ایک شخص پرگنہ لپنڈور سے آیا۔ فقیر نے تعلیم طریق اُس کو دی فوراً اُس کے لطائف اربعہ ظاہر ہوئے۔ اور عروج کیا۔ اُس نے قصد واپسی وطن کا کیا۔ مگر حالت عروج لطائف کی وجہ سے جانا ناممکن ہوگیا میں نے توجہ کی اور اس کو نزول میں لایا۔ یہ طالب چونکہ حافظ اور قاری اور صاحب تقوےٰ تھا۔ اور حضور جمعیت بھی رکھتا تھا اس لئے اُس کو اجازت ارشاد دیدی گئی۔ فقیر کے شاگرد فاضل مولانا حامد بعد رخصت میاں فرخ حسین حاضر ہوئے اور مشغول طریق ہوئے۔ فقیر کی توجہ سے بہت متاثر ہوئے۔ اور نسبت میں فقیر سے بہت مناسبت رکھتے ہیں۔ جس وقت فقیر کے سامنے بیٹھتے ہیں تو اپنے سے بالکل غائب ہو جاتے ہیں مگر باوجود اس مناسبت کے اُن کے کام میں سستگی معلوم ہوتی ہے حضرت کی توجہ کے اُمیدوار ہیں۔ یہی صاحب ایک زمانہ تک خواجہ خاوند محمود کی خدمت میں رہے ہیں۔ مگر اُن کی توجہ سے متاثر نہ ہوئے +

حضرت سلامت! فقیر کی بصیرت میں لوگوں کی استعدادوں کے متعلق اور عجیب دقائق اور باریک بینیاں معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہوتی رہتی ہیں۔ اور بعض دقائق بعض مشائخ کی نسبت میں بسیر واقع ہوتی ہے۔ باقی عبودیت +

مکتوب۔ حضرت سلامت! ایک مقام نہایت وسیع ظاہر ہوا اور فرمایا گیا کہ اس مقام سے بہت کم لوگ مشرف ہوئے ہیں۔ اذواق اور مواجید اس مقام میں بہت ظاہر ہوئے۔ اور روحانیت حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کی امداد بہت شامل حال رہی +

ایک روز محبت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقیر پر بہت غلبہ ہوا کہ بیقرار اور بے آرام ہوگیا۔ اور بارگاہ حضرت حق سبحانہٗ میں گریہ زاری کی اُس وقت اپنے کو بارگاہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پایا۔ اور ارشاد ہوا کہ اپنی رسالت سے تم کو میں نے

سرفراز کیا ہے ✣

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو اس کی ہدایت دی۔ ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے اگر وہ ہم کو سیدھے رستہ پر نہ لاتا ✣

معلوم نہیں کہ یہ اسرار ہوا کرتے ہیں یا نہیں۔ کبھی کبھی نسبت مشائخ میں سیر ہوتی ہے۔ ابھی قریب میں نسبت حضرت مخدوم پیر علی ہجویری کی واقع ہوئی تھی۔ اور ایک مدت دراز تک قائم رہی۔ حضرت نے بہت الطاف و عنایات فرمائے۔ اور اپنی تشریفات سے مشرف کیا۔ حضرت کی نسبت شریف بہت بزرگ اور لطیف اور غالب الارشاد ہے ✣

حضرت خواجہ بزرگ اپنی نسبت کی سیر کے زمانہ میں چتر شاہی فقیر کے سر پر اکثر رکھتے ہیں معلوم نہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے ✣

فقیر مؤلف عرض کرتا ہے کہ واقعہ مذکور تبلاتا ہے کہ آپ اپنے ممالک کے قطب ہیں۔ چنانچہ حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سترہ اللہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک رات قبل نماز عشا شیخ محمد طاہر مجلس آنحضرت میں حاضر تھے۔ آنحضرت نے شیخ صاحب سے فرمایا کہ تم کو تمہارے ملک کا قطب کیا گیا ✣

آپ بعمر چھپن سال روز پنجشنبہ بوقت چاشت بتاریخ ۲۰ محرم سنہ ۱۰۴۰ھ کہ سال غیمر ہے وفات پائی۔ اور سواد لاہور میں مدفون ہوئے۔ آپ کی تاریخ وفات معرفت جہد ہے ✣

خواجہ محمد صدیق کشمی علیہ الرحمۃ

آپ اکابر خلفاء و اصحاب آنحضرت سے ہیں آپ فضائل و کمالات صوری سے آراستہ اور مقامات طریقت و حقیقت سے پیراستہ تھے ✣

زمانہ آغاز جوانی میں ولایت کشم سے ہندوستان آئے اور ایک زمانہ تک صحبت محب الفقراء عبد الرحیم خانخانان میں رہے۔ اس زمانہ میں آپ کو شعر و شاعری سے بہت رغبت تھی۔ ہدایت تخلص فرماتے تھے۔ آپکے اشعار دلفریب عشق و محبت سے خمیر یافتہ اور درد و سوز سے لبریز ہوتے ہیں۔ آپکے اشعار خوانی میں آشنا اور بیگانگی

بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ آپ کی غزلیں اور گداز پُر ہوتی ہیں۔ آپ نے ایک قصہ شعبدہ گر باچین کو حقیقت مجاز میں مستور کر کے بوزن مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ منظوم کیا ہے اِس کے علاوہ اور بھی آپ کی مثنویاں ہیں۔ آپ کی اور ایک مثنوی خسرو شیریں ہے اُس کے چند اشعار ہم نقل کرتے ہیں ؎

تنہائی چنیں میل دلم چیست — دریں تنہا نشستن حاصلم چیست
سگم من در سگے معذور باشم — بدیں عذر از خلائق دور باشم
غلط گفتم اگر سگ داند ایں راز — کہ خود را کردہ ام نسبت بہ او باز
زننگ ایں سخن افغان بر آرد — کہ بد عہدے زنا خود را شمارد
سگ خود صاحب خود را شناسد — بسے از ناشناسائے ہراسد
نہ خود را می شناسد نہ خدا را — چرا بدنام سازد خیل ما را
دریں مدت کہ عمر من بسر شد — نہ از کفر و نہ از دینم خبر شد
ندانم ہر چہ ملت زیستم من — نہ سگ نے آدمی کیں چیستم من

غزل

زجام و شیشہ سامان شراب انداختم — انتہائے چند پیچیدہ در آب انداختم
چوں یکے بود دست ساقی و حریف و جام و مے — ما ہم ایں ہا در حساب انداختم
زیں خودی موہوم اسمے بر نہ اشیدیم رسم — اللہ اللہ زیں چنیں نقشے بر آب انداختم
ما نہ بغنودیم لیکن چشم بیدارم غنود — ننگ غفلت بود بیداری بخواب انداختم
عقدۂ بکشود یار از زلف عنبر بوئے ما — زاں نسیم لطف خود در مشک ناب انداختم
اشک ریزاں بود بے سیلاب ابر نوبہار — طرفگی کردیم و تہمت بر سحاب انداختم
نشۂ از مے بر گرفتیم و تہی کردیم خم — خانہ خالی گشت در روئے آفتاب انداختم
چوں تمام ایں گشت ساقی ساخت از خم خانہ جام — دور ما بود در دریا شراب انداختم

راست پرسی اے مست در معنی حجاب
بل زغیرت بر رخ وحدت نقاب انداختم

غزل دیگر

طلوع شمس من از وجہ وہم جہت عالی است — توجہ دلم از رتبۂ صفت عالی است
چہ دست دو بگناہم زنے کہ غناہی — حقیقتے گنہے کان مغفرت عالی است
بعلم خویش چہ نازی بسے مکن ناز — کہ شان جہل من از طور معرفت عالی است
مرا نظر بجمال است بے سحاب نقاب — فضائے آں نظر از دید منقصت عالی است

ہدایتا ز طلب عافیت کنی غبن است
کہ دردِ دوست ز تیمارِ عافیت عالی است

آپ نے پہلی بیعت آستانۂ قطب الاقطاب حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ میں فرمائی۔ اور حضرت سے ذکر سیکھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے الطاف آپکے حال پر بہت مبذول رہے ہیں۔ اکثر اوقات حضرت خواجہ فرماتے تھے۔ کہ خواجہ محمد صدیق استعداد اور بلند قابلیتِ ارجمند رکھتا ہے ؂

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سفر دکن سے واپس آیا۔ اس زمانہ میں رابطہ حضرت کا تھا۔ اور حالت یہ ہو گئی تھی۔ کہ ہر چیز سے جمال باکمال حضرت خواجہ قبلۂ امال نظر آتا تھا۔ در و دیوار اور درخت و پتھر سے سوائے جمال باکمال کے اور کوئی چیز نمودار نہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ میرا وجود موہوم بھی حائل نہ رہا تھا۔ اور میں خود کو بھی حضرت خواجہ سمجھتا تھا ؂

آں یکے شد روئے او شد سوئے دوست
واں یکے شد روئے او خود سوئے دوست

اسی حالت میں حضرت خواجہ نے حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کو جانب سرہند روانہ کیا۔ اور اپنے تمام اصحاب کو حکم دیا۔ کہ آنجناب کی خدمت میں جائیں۔ چنانچہ مجھ کو بھی طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ سفر سرہند کیلئے تیاری کر چکے ہو فقیر کی حالت وہ تھی جو بیان کی گئی۔ اس لئے میں نے سرہند کے جانے سے انکار کیا۔ میرا یہ انکار اور حضرت خواجہ کا حال ایک ساتھ واقع ہوا۔ قبل اس کے کہ میں بے ہوش ہو جاؤں۔ میں نے اتنا سنا کہ تو اور تجھ جیسے لوگ اُن کو کیا پہچانینگے۔ تجھے یہ

بھی معلوم نہیں کہ اُن سے تم کو کیا فیض پہنچتا ہے۔ تم جس حال پر فخر کر رہے ہو وہ تو ادنےٰ درجہ کی چیز ہے۔ اِس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا۔ اور معلوم نہیں کہ کب تک بے ہوش رہا۔ جب افاقہ ہُوا تو معلوم ہُوا کہ حضرت بر سر رحمت ہیں۔ اور فرماتے ہیں، کہ خوف نہ کرو یہ جو کچھ کہ انکار تم سے ہُوا۔ وہ محبت کے گلستان کا ایک پھول تھا۔ اے برادر اگر عقیدت صحیح اُن کے ساتھ رکھو گے تو اُس وقت معلوم ہو گا کہ آج فلک الافلاک کے نیچے مثل شیخ احمد کے کوئی نہیں ہے۔ میں اُن کے ہم کمالات صرف تین چار آدمیوں کو دیکھتا ہوں۔ اور اپنے کو اُن کا طفیلی جانتا ہوں جو کچھ میں نے کہا اُس پر عمل کرو۔ بہت فائدہ پاؤ گے۔ جلدی اُن کی خدمت میں جاؤ اگر خوشی سے اُنہوں نے تم کو قبول کر لیا۔ تو فہو المقصود اور اگر انکار کیا تو ان کی رکاب سعادت میں سرہند تک جاؤ۔ اور اُن کی قدمبوسی میں مشغول رہو۔ کہ اُس میں بہت بڑی حکمت ہے۔ میں یہ سنکر چلا اور ابھی حضرت شیخ احمد دہلی سے باہر نکلے تھے کہ میں پہنچ گیا۔ تھوڑا راستہ طے ہونے کے بعد مجھ کو بلایا اور فرمایا کہ سرہند تو تمہارا گھر ہے۔ مگر ابھی سرہند جانے کا وقت تمہارا نہیں آیا ہے۔ اس لئے خدمت حضرت خواجہ میں واپس جاؤ ❊

آپ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی وفات کے وقت حاضر نہ تھا۔ آپ شب وصال میں خواب میں تشریف فرما ہوئے۔ اور جو کچھ مشکلات مجھ پر کل کو پیش آنے والی تھیں اُن کو حل فرمایا۔ اور تحقیق سلوک کی کما حقہٗ فرمائی اور بہت کچھ پند و نصائح فرمائے۔ حضرت کی سب سے بڑی نصیحت آنجناب کی خدمت اختیار کرنے اور آپ کا طریقہ وثیقہ کے لازم پکڑنے کی تھی۔ اور بہت سے امور ایسے بیان فرمائے۔ کہ ان کے بیان کرنے کیلئے ایک دفتر لکھنا پڑیگا۔ تم کلامہٗ ❊

حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ بعد وصال حضرت خواجہ کے آپ کی تکمیل وصیت کے لئے حضرت کے آستانہ عرش آشیان پر حاضر ہوئے۔ اور جوانی کے ذوق و شوق اور لذت شعر و شاعری کے پورے طور سے دستکش ہو گئے اور صحبت آنحضرت کی پابندی سے حاضری فرمائی۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت کی خلافت سے مشرف ہوئے ❊

چنانچہ ایک روز آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حلقۂ صبح کو برخاست کر کے حاضرین سے فرمایا۔ کہ آج خواجہ محمد صدیق ولایت خاصہ محمدیہ سے مشرف ہوئے ہیں فقیر مؤلف عفی عنہ اُس روز کے حلقہ میں حاضر تھا۔ یہ کلمات خود آنحضرت رضی اللہ عنہ کی زبان گوہر فشاں سے سُنے ۔

نیز آنحضرت رضی اللہ عنہ نے ایک مخلص کو لکھا کہ آج کل مولانا محمد صدیق عنایت الٰہی سے ولایت خاصۂ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اور اسم جزئی سے اسم کل میں ملحق ہوئے ہیں۔ ابھی تک اُن کی نظر متوجہ بفوق ہے۔ غالباً وہاں سے بھی نصیب وافر لے کر رجوع کرینگے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ۔ اور اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔

اکثر مکتوبات قدسی آیات آنحضرت قدس سرہٗ آپ کے نام مسطور ہیں اور آنحضرت کے رسالۂ مبدا و معاد کے جامع آپ ہی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ موت کا نام میں نے زندگی رکھا ہے کیونکہ زندگی ہمیشہ کی موت ہی سے وابستہ ہے۔ زندگی دوامی کی مشاطہ موت ہے لذاتِ فانیہ کو برباد کرنے والی اور فانی مانِ ماسوائے اللہ برباد کرنے والی موت ہے۔ موت عشاق کے حجابوں کو جلا دینی ہے۔ موت حقیقت کی نمایندہ اور جمالِ غیب کی چہرہ کشا ہے۔ موت معشوق حقیقی کو دکھلانے والی ہے۔ موت کے آنے سے میں دل خوش ہوں۔ موت پریشانیوں کو دلجمعی سے بدلتی ہے۔ موت دوست کو دوست سے ملا دیتی ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ فرمایا حضرت رسول خدا نے اللہ تعالےٰ آپ پر اور آپ کی آل پر اپنی رحمتیں بعدد آپ کے ذکر کرنیوالوں کے اور بعدد آپ کی یاد سے غافل رہنے والوں کے نازل فرمائے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملانے کا ذریعہ ہے۔

زمرگ عیش شنیدیم بنائے عیش آمد ۔۔۔ زہے خدا کہ کند مرگ را ہمیشۂ من

اللہ تعالےٰ اپنے کرم سے ہم کو اپنی طرف اس طرح سے جذب کر لے۔ اور اپنا کر لے کر غیریت کی گرفتاری کے پردوں سے الگ ہو جائیں۔ اور ہماری خودی درمیان سے

اُٹھ جائے۔ قطعہ

القصہ بجامم اے عراقی ۔ مگذار کہ و بماند آثار

تا جملہ تو باشی و تو گوئی ۔ او گم کند از میانہ رفتار

کیونکہ جب تک کہ سالک کی خودی درمیان سے نہ ہٹ جائے وہ اگرچہ معبود حقیقی کی عبادت کرنا چاہتا ہے اور اسی کی عبادت کرنے والا سمجھتا ہے مگر وہ خود پرست ہے۔ اس سالک اور بت پرست میں عارف کے نزدیک کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ الآیہ جب تک کہ نصرت حق عز شانہٗ شامل حال سالک راہ کے نہ ہو طبیعت بشری کے کفرستان پر فتح نصیب نہیں ہوسکتی ہے مگر افسوس صد افسوس جب تک کہ یہ دولت حاصل نہ ہوجائے دیدۂ بیدار نصیب نہیں ہوسکتا یہ فتح مندی اور کامیابی اُس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ تجلیات جلالی کی آئینہ جمال میں سیر کرکے عالم صغیر پر حملہ کرکے اُس کی فصیلوں اور قلعوں کو توڑ دیا جائے اور جس قدر نقد اور جنس وہم و خیال کہ عقول کی آبادی اور نفوس اور طبائع و لطائف بشری نے جمع کیا تھا دیا جائے۔ کہ بھاگنے اور ٹھیرنے کی گنجائش بھی نہ رہے اُس وقت فوج فوج دین خدا میں داخل ہونگے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوکر توبہ و استغفار میں مشغول ہونگے۔ چنانچہ آیہ کریمہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ اس کی طرف اشارہ کرتی ہے سورۂ فتح ان حقائق کے اظہار اور مرتبۂ بے کیفی کی توضیح فرماتی ہے۔ ارباب نعمت کیلئے انکی نعمات مبارک ہوں۔ وہ عجیب ویران ہے کہ آبادی جہاں کا سبب ہوجائے۔ یہ آبادی زندگی ہے کہ بعد فنا کے کہ ولایت دوم سے تعلق رکھتی ہے حاصل ہوتی ہے ؎

پیش از مردن بمیر و جاوید بزی ۔ ورنہ پس از یں مرگ چو مردی مردی

اے عزیز مرنے سے پہلے مرجاؤ کہ ہمیشہ زندہ رہو۔ ورنہ بعد کو مروگے تو مردہ ہو جاؤگے۔

ایسا صاحب ولایت: عرفان تمام اشخاص و ولایت کا مالک ہے ہر منزل میں اُس کو سفر در وطن عطا کیا گیا۔ اور تمام قیود سے اُس کو آزادی بخشی گئی ہے۔ اور تمام شخص میں ولایتوں سے اُس کو مستقل احوال عطا کئے گئے ہیں۔ مگر اس پر بھی یہ تمام مراتب اُس کی نظر اعتبار سے ساقط اور معدوم کر دئے گئے ہیں۔ جو عارف کہ ولایت خودی کا راہ پیما ہے

وہ ان معارف سے خواب میں بھی آشنا نہیں ہوا ہے۔ اُس نے اگرچہ پورے طور سے اجمالاً اور تفصیلاً سیر کی ہو۔ اور اگرچہ اُس خودی کی ولایت میں اُس کو کیسی ہی شان کیوں نہ ملی ہو۔ مگر وہ ولایت خودی میں مُقیّد ہے۔ جو کچھ دوسروں کی ولایتوں سے وہ خبر دے رہا ہے وہ اُن لوگوں کی ولایتوں کا ایک نمونہ ہے۔ اُن کی کچھ اصل نہیں ہے۔ اگر وہ سالک تیز نظر ہو۔ تو اپنی ولایت کی تشخیص کر سکیگا۔ کہ جو کچھ اُس کی دید میں آ رہا ہے وہ محض بطور نمونہ کے ہے۔ جو اُس کے نسخۂ جامعہ میں اشیاء و اشخاص سے ودیعت کی گئی ہیں۔ حالانکہ ولایاتِ اصلیہ اُس کی ولایت سے باہر ہیں۔ اگر محض فضل و کرم سے اُس کو اُس کی ولایت مذکورہ سے نکال کر منزلِ سفر در وطن عطا کی جائے تو اُس کو چاہیئے کہ سمجھے کہ کیا معاملہ ہے۔ اس سے اور کیا توضیح کی جا سکتی ہے اگر اس سے زیادہ کچھ بیان کیا جائے۔ تو بہت کم صاحبِ جلال ہونگے جو اُن کو باور کرینگے۔ اُس شخص کا حال بھی غنیمت ہے جو سُن کر انکار کی زبان نہ کھولے۔ خواہ مقامات کا اقرار نہ کرے۔

تم کلامہٗ ٭

آپکے مناقب و آثار اور مقامات و کمالات بہت ہیں۔ صرف اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے ٭

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ ایک بار شوقِ حج مجھے پیدا ہوا میں نے ارادہ مصمم کر لیا۔ باوجود تہیدستی کے آنحضرت کی خدمت میں اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا۔ فرمایا کہ میں اس سال تم کو حاجیوں میں نہیں پاتا ہوں۔ میں نے حضرت کے اس ارشاد کو ٹالا اور روانہ ہو گیا۔ راستہ میں چوروں نے مجھ پر حملہ کیا اور زخمی کر کے تمام مال و اسباب لُوٹ لیا۔ اور سفر حجاز اُس سال تعویق میں رہا۔ دوسرے سال پھر سفر کی تیاری کر کے روانہ ہوا اور حج سے مشرف ہوا ٭

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز اکبر آباد آنحضرتؒ کی خدمت میں میں حاضر ہوا۔ بمجرد ملاقات کے آپ نے فرمایا کہ میں تجھ میں بڑا تغیر پاتا ہوں میں نے عرض کیا کہ میں کسی طرح کا تغیر نہیں پاتا ہوں۔ فرمایا کہ میں تغیر واضح دیکھ رہا ہوں میں نے پھر وہی جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خواجگی کی کیا حالت ہے۔ خواجگی نامی فقیر کے ایک دوست جو آنحضرت کے معتقد اور طبقہ امرائے دیندار سے تھے میں نے

عرض کیا کہ نقیر کے تغیر کی وجہ یہی ہے کہ حکیم علی نے جو روئے زمین پر مشہور طبیب ہے خواجگی کی بیماری کو اسہال کبدی تشخیص کیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ وہ عنقریب مرجائینگے آنحضرت نے فرمایا کہ مطمئن رہو کہ خواجگی اِس بیماری سے صحت پائینگے ٭

اُسی زمانہ میں مجھ کو دکن کے سفر کا اتفاق ہوگیا۔ بموجب اِس مثل کے کہ رفیق کے ساتھ سفر کرو۔ مَیں محب الفقراء خان خاناں کے ہمراہ روانہ ہوا۔ اور ان کے وکیل قاضی نصر اللہ کے ساتھ اس سفر میں اکثر صحبت رہتی تھی۔ ایک روز قاضی نصر اللہ نے افسوس کے ساتھ کہا کہ خواجگی ایک اچھا دوست تھا۔ حکیم علی نے اُس کا مرض لا دوا قرار دیا ہے۔ مَیں نے جواب دیا کہ آنحضرت نے اُس کے بارہ میں فرمایا ہے کہ خواجگی تندرست ہوجائینگے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ خواجگی کی صحت ناممکن ہے۔ ایسی بشارتوں سے دل کو خوش کرنا چاہئے۔ اور اس پر انہوں نے بہت کچھ اصرار کیا۔ یہاں تک کہ مَیں نے قاضی مذکور کے ساتھ اُن کی موت و حیات پر شرط باندھی۔ بعد چند روز کے خبر آئی کہ خواجگی نے صحت کلی پائی ٭

آپ کی وفات ماہ شوال ۱۰۱۵ھ میں واقع ہوئی۔ اور دہلی میں قبرستان حضرت خواجہ قدس سرہ میں مدفون ہوئے ٭

آپ کی بی بی ایک صالحہ اور عابدہ عورت تھیں آپکے ہمراہ صدق عقیدت کے ساتھ خدمت آنحضرت میں حاضر ہوئیں۔ اور عنایات و الطاف آنحضرت سے بہرہ وافر حاصل کیا اور اجازت ارشاد آنحضرت سے مشرف ہوئیں۔ عورتوں کی ایک جماعت آپکے فائدہ اُٹھارہی ہے آپ کی صحبت مؤثر ہے ٭

شیخ بدیع الدین سہارنپوری قدس سرہٗ

آپ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خلیفہ اکبر اور اپنے ممالک کے مشائخ مشاہیر سے تھے آپ عالم عامل اور متقی پرہیزگار اور خوش صحبت اور شیریں کلام اور صاحب کشف و کرامت اور معارف و بشارات تھے۔ ایام شباب میں قبل از بیعت خدمت آنحضرت میں کتاب تلویح پڑھا کرتے تھے اُس زمانہ میں آپ کو درویشوں سے عقیدت نہ تھی۔ بلکہ ایک گونہ اُن کا انکار کیا کرتے تھے ٭

آپ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ اس زمانہ میں جب کہ میں آنحضرت رضی اللہ عنہ سے علم ظاہر کی تعلیم پایا کرتا تھا۔ اور سرہند کے ایک مشہور صاحب ریاضت درویش کی خانقاہ کے ایک حجرہ میں رہا کرتا تھا۔ آنحضرت اُسی زمانہ میں حضرت خواجہ سے رخصت ہو کر سرہند تشریف فرما ہوئے تھے۔ اور ابھی آپ کے ارشاد و ہدایت کا شہرہ نہ ہوا تھا میں کبھی کبھی اُس درویش کے سامنے آنحضرت کی شان میں کچھ بُرا کہتا تو وہ مجھ پر بہت خفا ہوتے۔ اور فرماتے کہ مجھ پر ظاہر ہوا ہے کہ آنحضرت قطب روئے زمین ہونگے تو نے ابھی تک اُن کو نہیں پہچانا ہے اُن سے بہت منافع و فوائد تجھے پہنچینگے۔ خبردار اُن کی شان میں کچھ نہ کہنا۔ اُسی زمانہ میں ایک بزرگ نے اپنا ایک خواب بوجہ اُلفت و محبت کے اُس درویش سے بیان کیا۔ درویش نے تعبیر دی کہ آنحضرت اکابر اولیا اور قطب وقت ہونگے۔ ابھی لوگ اُن کی قدر نہیں جانتے ہیں۔ مگر ایک وقت آئیگا کہ آپ کا ظہور ہوگا۔ اور تم بھی اُن سے فیض پاؤ گے ۔

آپ اپنی توبہ کا حال اِس طرح بیان کرتے تھے۔ کہ میں زمانہ ملازمت میں کبھی کبھی آنحضرت کی خدمت میں آیا کرتا تھا۔ اور عشق مجازی میں مبتلا تھا۔ اور اعمال صالحہ کی چنداں مجھ کو رغبت نہ تھی۔ آنحضرتؒ نے ایک روز مجھ سے فرمایا کہ تم نہ نماز پڑھتے ہو اور نہ گناہوں سے باز آتے ہو۔ میں نے کہا کہ اکثر لوگ ایسی نصیحتیں کرتے ہیں مگر نصیحت اِس بارہ میں مفید نہیں ہوتی۔ اگر آپ توجہ و تصرف سے اس گمراہی سے مجھ کو نکالیں تو البتہ میری ہدایت ممکن ہوگی۔ توجہ کر کے فرمایا کہ کل اس نیت سے ہمارے پاس آؤ۔ اتفاقاً دوسرے روز میرا وہ دوست میرا مہمان ہوا۔ میں نے اُس کی صحبت کو غنیمت جانا اور میں آپ کی خدمت میں نہ گیا۔ دو تین دن کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ارشاد ہوا کہ وعدہ کی خلاف ورزی کر کے آئے۔ مگر خیر اب بھی آنا مبارک ہے جاؤ نیا وضو کر کے اور دو رکعت نماز ادا کر کے ہمارے پاس بیٹھو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پس آپ مجھ کو خلوت میں لے گئے۔ ایک رات دن کے بعد مجھ کو ہوش ہوا۔ میں نے دل کی طرف توجہ کی تو دیکھا کہ تمام تعلقات سے میں خالی ہو گیا ہوں۔ اِس کے بعد میں آپ کی خدمت میں جاتا رہا۔ اور آپ کی بلند توجہات سے ہر طرح کی ترقیات حاصل کیں۔ ہر روز اپنے اندر ترقی پاتا۔ اور ہر وقت غیب الغیب کی طرف دوڑا چلا جاتا تھا

آپ نے برسوں آنحضرت کی خدمت میں بسر کی۔ اور ارادات و مقامات پر پہنچے اور درجات کمال و تکمیل سے مشرف ہوئے اور خلعت خلافت سے سرفراز ہو کر وطن مالوف کی طرف واپس ہوئے۔ اور تربیت طلاب میں مشغول ہوئے۔

راقم الحروف مخفی عنہ کو آپ سے بہت خلوص اور خصوصیت تھی اکثر اوقات آپ کی صحبت میں جاتا تھا۔ آپ آنحضرت قدس سرہ کے خوارق اور کرامات اداء شیریں اور عبارت رنگین سے بیان کرتے تھے۔ گویا آپ آنحضرت کے مکشوفات اور بشارات و کرامات کے مجموعہ تھے جس قدر آپ سے آنحضرت کی کرامتیں سنی گئیں۔ اگر اس وقت سے مقامات آنحضرت کی تحریر کا ارادہ رہتا تو ایک دفتر عظیم مرتب ہو جاتا۔ مگر یہ ارادہ بعد میں مصمم ہوا ہے اکثر واقعات ذہن سے نکل گئے ہیں۔ جو کچھ حافظہ میں رہ گئے ہیں۔ وہ لکھے جاتے ہیں۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت کی خدمت بابرکت میں عرض کیا کہ میں نوکری ترک کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس وقت ترک مت کرو۔ میں نے ہر چند اصرار کیا یہی ارشاد ہوا کہ اس وقت حکم نہیں ہے۔ میں حسب الحکم رخصت ہوا۔ اور دار الخلافت اکبر آباد سے برہانپور پہنچنے تک ہر روز آنحضرت کو میں اپنے ہمراہ دیکھتا تھا۔ کہ حضرت تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فوج سے مجھ کو الگ لے جاتے اور میری تربیت کرتے کوئی دن اس عرصہ میں سے ایسا نہ گذرا کہ ایسا نہ ہوا ہو۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ میں شہر اُجین میں پہنچا تو اجید روپ جوگی کی ملاقات کیلئے اس کے پاس گیا۔ یہ جوگی صاحب کشف کونی اور استدراج تھے۔ بادشاہ وقت اور امراء زمانہ اس سے عقیدت رکھتے تھے۔ اور اس کی ملاقات کیلئے جاتے تھے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا کہ تم اپنے پیر کو کہ اس وقت اس سے زیادہ اور کوئی کامل نہیں ہے پیچھے چھوڑ کر آگے کہاں جارہے ہو۔ میں نے کہا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ مجھ پر منکشف ہوا ہے کہ اس زمانہ میں تمہارے پیر کے مثل کوئی بزرگ نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ تم ان کی خدمت میں کیوں نہیں جاتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں اپنے دین میں کامل ہوں۔ ان کی حاجت نہیں رکھتا ہوں۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے حلقۂ ذکر میں دیکھا کہ میں صحبت حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا۔ آپ سنت زوال ادا فرماتے ہیں حضرت نے قدرے توقف فرمایا فقیر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میاں شیخ احمد سنت زوال پڑھتے ہیں اور اُن کی عادت ہے کہ جو عمل آپ کی ذات مبارک سے وجود میں آیا ہو اُس کو وہ بجالاتے ہیں۔ آنحضرت قدرے مراقب ہوئے اور پھر فرمایا کہ جو عمل میاں شیخ احمد کرتے ہیں وہ حق ہے اور بعینہ ہمارا عمل ہے اور یہ نماز ہم بھی ادا کرتے ہیں +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت سے غائبانہ فیضان بہ نسبت حضوری کے زیادہ حاصل کرتا ہوں۔ اور اِس راہ سے برابر مجھ کو فیض پہنچتا ہے۔ کیونکہ فراق میں شوق اور محبت زیادہ ہوتی ہے جو باعث استفاضہ مرید اور موجب قرب ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں آنحضرت کی خدمت میں حاضر تھا ہوں تو آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ اس وقت تمہارا حال یہ ہے اور اس کے بعد یہ تم پر وارد ہوگا۔ پس آپ کے ارشاد کے مطابق ہی واقع ہوتا تھا۔ اور حال ظاہر ہو جاتا تھا ہمیشہ حضرت کی عادت میرے ساتھ بھی رہی +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں ایک شیخ کی قبر کی زیارت کیلئے گیا مگر آنحضرت کی آزردگی کا کمال درجہ خوف تھا کیونکہ آنحضرت اس سے بسبب بعض کلمات مخالف شرع شریف ظاہر ہونے کے ناراض تھے۔ میں ابھی اس کی قبر کے سرہانے بیٹھا تھا کہ ایک شیر غرّاں غصہ میں بھرا ہوا اُس احاطہ میں آیا۔ میں نے اُس شیر دلیر کی طرف دہشت اور وحشت سے دیکھا تو اُس کی آنکھیں آنحضرت کی آنکھوں سے مشابہ تھیں۔ اور اِسی طرح سے تمام حلیۂ زیبا آنحضرت کا ظاہر ہوا میں فوراً وہاں سے اُٹھ کر بھاگا اور توبہ و دعا میں مشغول ہو گیا +

قدسیہ۔ آپ کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں کہ میں برہان پور میں مقیم تھا چند روز تک شیخ عیسےٰ سندی کی خدمت میں کہ اُس دیار کے مشائخ مشہور اور متقی وقت تھے آتا جاتا تھا۔ اُن کی صحبت میں ایک طرح کا جذبہ پیدا ہوا۔ میں نے چاہا کہ اُن سے بیعت کروں۔ اور طریقہ لوں۔ شیخ نے بھی اپنا طریق بیان کرنیکا ارادہ کیا۔ اتنے

میں شیخ مجھ کو خلوت میں لے گئے تاکہ تلقین ذکر اور تعلیم سلسلہ کریں۔ اتنے میں اپنی چشم سر سے دیکھا کہ آنحضرت غضبناک صورت میں نمودار ہوئے۔ اور ایک تمانچہ میرے کلوں پر مارا۔ میرے کلوں پر نشان پڑ گیا۔ شیخ بھی اس واقعہ کو دیکھ کر خوف و دہشت سے کانپنے لگے۔ اور کہا کہ اے شخص باوجود ایسے پیر کامل مکمل صاحب غیرت و کرامت کے کیوں تم نے دوسری جگہ بیعت کا ارادہ کیا۔ پس فوراً اُٹھے اور کہا کہ جاؤ اور اپنے پیر دستگیر کے طریق کے بموجب مشغول رہو۔ اور مجھ کو بھی اپنے ساتھ کسی بلا میں مبتلا مت کرو۔

اب آپ کے بعض وہ عرائض جو آپ نے آنحضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھے ہیں۔ ذکر کئے جاتے ہیں۔

مکتوب (عرض داشت) احقر العباد خدام بدیع الدین سہانپوری باریافتگان آستانۂ عرش نشان میں عرض کرتا ہے کہ بارگاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فقیر خاص خاص بشارتیں پاتا ہے۔ اور عنایات فرماتے ہیں اور نصیحتیں کرتے ہیں۔

ایک روز ارشاد ہوا کہ تو چراغ ہندوستان ہے اور عبادت کی زیادتی کیلئے مجھ کو حکم فرمایا۔ عالم غیب سے بشارت قطبیت کی دیجاتی ہے۔ اکثر اوقات آنیوالے واقعات کی قبل از وقوع بلا قصد کے اطلاع دیجاتی ہے۔ اور عالم غیب سے عجیب بشارتیں ہوتی ہیں کہ حضور والا ہی سے عرض کرنے کے قابل ہیں۔ آج کل چند طالبان صادق جمع ہو گئے ہیں۔ اور سرگرم کار ہیں۔ اور احوال بلند حاصل کر رہے ہیں۔ حضور نقشبندیہ کو تھوڑی ہی مدت میں اپنا ملکہ بنا لیا ہے۔ اور اہل نسبت ہو گئے ہیں۔ بعض نتائے جبدی سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالے احوال ضروری و برزخ کو بہتر جانتا ہے۔ بعض طالبین بسبب لذت ترک خانماں کر رہے ہیں۔

مکتوب۔ حضرت سلامت! اللہ تعالے نے آپ کی توجہ پاک کی طفیل میں دولت مشاہدہ سے سرفرازی بخشی ہے۔ ایک زمانہ سے تمنا تھی کہ ایک مرتبہ زیارت بابرکت جمال نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میسر ہوئے کہ آپکے آستانہ عالی پر سر رکھے۔ اور آپکے انوار کمالات سے پرتو لے۔ خدائے پاک نے محض اپنے فضل و کرم سے ایک رات نماز تہجد کے بعد اس دولت سے سرفراز فرمایا۔ اور ایسا معلوم ہوا

کہ اس مقام کی خدمت کا انتظام حضرت غوث پاک قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ سے متعلق ہے اور بغیر آپکے واسطے کے اس بارگاہ اقدس میں داخل ہونا دشوار ہے۔ اور اس مقام کے انوار کے حصول سے کامل ترین اولیاء اللہ بسبب کمال اتباع سرور انبیا علیہم الصلوٰت والسلام مشرف ہوتے ہیں۔ اور اقتباس کرتے ہیں +

مکتوب - حضرت سلامت! ایک درویش جو قدوۃ المحققین حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ تھے بیان کرتے تھے کہ میں چھ سال حضرت کی خدمت میں رہا ہوں۔ میں ارواح سے نسبت رکھتا تھا۔ اور اکثر ارواح مشائخ مجھ پر ظاہر ہوتی تھیں۔ حضرت شیخ فرید شکر گنج نے مجھ سے فرمایا کہ کچھ دنوں بدیع الدین کے ہمراہ ہو۔ ذکر و شغل میں بہت کچھ اُس کو استغراق تھا اور عجیب و غریب حالات اُس پر ظاہر ہوتے تھے +

ایک واقعہ میں میں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آپ کی اس نسبت محبت کے لئے استدعا کی جو آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہے۔ کمالِ بندہ نوازی سے آپ نے عطا فرمائی۔ پھر درگاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے اُس نسبت کی بابت بکمال آرزو کہا جو آپ کو خدائے پاک سے حاصل ہے آپ نے عطا فرمائی۔ اور فرمایا کہ یہ وصولِ خاص ہے تم کلامہٗ

آپ کے کرامات و خوارقِ عادات کثرت کے ساتھ مشہور ہیں اُن میں سے چند یہاں کی جاتی ہیں +

کرامت - ایک دوست بیان کرتے تھے کہ جب حضرت نے شیخ کو خلافت دیکر وطن کی جانب رخصت فرمایا میں بھی آپ کی مشائعت کیلئے بیرون شہر گیا مجھے خیال آیا کہ میرے والد کو وفات پائے ایک زمانہ گزر گیا۔ آپ سے دریافت کرنا چاہیئے کہ میرے والد ثواب میں ہیں۔ یا عذاب میں آپ جب نمازِ چاشت کے لئے اُترے تو آپ سے عرض کیا۔ آپ نے قدرے مراقبہ کیا۔ اور پھر فرمایا کہ ایک شخص اس صورت اور شکل کے میرے پاس اعلےٰ درجہ کے کپڑے پہنے ہوئے آیا۔ میں نے اُس سے اُس کا حال دریافت کیا کہ مجھے بہت اچھا مقام دیا گیا ہے میں وہاں سے نکلنا نہیں چاہتا تھا۔ مگر چونکہ آپ نے طلب فرمایا اس وجہ سے حاضر ہوا ہوں +

حضرت پیر و مرشد نے میرے والد کا جو کچھ حلیہ اور صورت بیان کی وہ قطعی وہی تھی۔ حالانکہ آپ نے زندگی میں اُن کو نہ کبھی دیکھا تھا۔ اور نہ اُن کو جانتے تھے +

کرامت - آنحضرت رضی اللہ عنہ نے آپ کو جب خلافت دیکر آپکے وطن کو رخصت فرمایا تو اثناء راہ میں آپ کو خیال ہوا کہ آنحضرت نے مجھ کو تعلیم طریق کی اجازت دی ہے۔ پس تصرف کر کے آزمانا چاہئے کہ قوت و قدرت تصرف کی مجھ میں پیدا ہوئی ہے یا نہیں اتنے میں آپ کی نظر ایک ڈولی پر پڑی جس میں ایک ہندو کی لڑکی سوار تھی۔ اور اور لوگ شادی کر کے برات کے ہمراہ جا رہے تھے۔ پس آپ نے اُس پر تصرف کیا۔ فوراً وہ لڑکی اس شرم و حیا کو ترک کر کے جو بہو بہنوں کو ہوا کرتی ہے بے اختیار ہو کر ڈولی سے کود پڑی۔ اور شیخ کے پاس دوڑی ہوئی آئی۔ اور آپکے قدموں پر گر پڑی۔ آپ کو چونکہ صرف اپنے تصرف کا تجربہ منظور تھا۔ اس لئے آپنے اپنی توجہ کی اُسی وقت اس پر شرم و حیا کا غلبہ ہوا۔ اور وہ واپس جا کر اپنی ڈولی میں سوار ہوئی +

کرامت - جس زمانہ میں کہ بادشاہ وقت نے ایک جماعت کی بدگوئی کی وجہ سے آنحضرت کو اکراہ کے ساتھ اکبر آباد میں بلایا تھا شیخ کو بادشاہ کے مقربوں اور مصاحبوں میں سے ایک امیر کے ساتھ کچھ قرابت کا تعلق تھا لیکن چونکہ اقارب مانند عقارب (بچھوؤں کے) ہوتے ہیں۔ اِس لئے شیخ موصوف اور آنحضرت کے ساتھ عداوت خاص تھی۔ شیخ کے دل میں آیا اور اس کے گھر پہ گئے اور بہت خوشامد کر کے کہا کہ آپ آنحضرت کے بچانے کے لئے سعی کریں۔ وہ بے نصیب پہلے سے پہلی عداوت کی طرف مائل ہوا۔ اور کہنے لگا کہ میری تو برسوں کی تمنا اب پوری ہوئی ہے۔ دیکھو کہ میں کیا کرتا ہوں۔ شیخ کو اس کلام کے سننے سے بڑی وحشت ہوئی۔ اور غیرت کی رگ نے حرکت کی۔ اور بہت جوش میں آئے۔ اور حالت جذب میں آپنے فرمایا کہ ہم بھی دیکھیں گے۔ کہ کون کس کا کام ختم کرتا ہے۔ اور وہاں سے اُسی حالت خاطر خستہ اور برخاستہ میں اُٹھے۔ اور اپنی جائے خیام پر آکر توجہ فرمائی۔ وہ بدنصیب عزیز قبل ازیں کہ اس کو بدگوئی کرنے کا موقع ملے۔ دو تین دن کے اندر مر گیا +

کہتے ہیں کہ اُس نے بادشاہ کے پاس جا کر بدگوئی کرنے کا ارادہ کیا تھا

اُسی وقت اس کے پیٹ میں ایسا درد ہوا کہ بات نہ کر سکا۔ اور مدت قلیل میں اُسی درد شکم سے اُس کا انتقال ہو گیا۔ اور اپنی بد اندیشی کے کردار کو پہنچ گیا۔

شیخ طاہر بدخشی قدس سرہٗ

آپ بھی آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خلفاء مشہور میں سے ہیں۔ اور ہندوستان کے مشہور اور آراستہ شہر جونپور کے باشندے تھے۔ آپ کے آبا و اجداد بدخشاں کے رہنے والے ترک تھے۔ اس قلعہ میں رہتے تھے جو رستاق کے علاقہ میں ہے۔ اس طریق میں شامل ہونے کے ابتدائی واقعات آپ یہ بیان کرتے تھے کہ میں عالم سپاہگری میں ایک امیر کے ساتھ ملکوسہ کو جا رہا تھا۔ منزل میں مجھ کو نیند آئی۔ اور میں سو گیا۔ خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے آکر یہ کہہ رہا ہے۔ کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تجھ کو یاد فرمایا ہے۔ اور آپ امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت صحابہ کے ہمراہ تشریف فرما ہیں۔ میں فوراً دربار عالیشان میں حاضر ہو گیا۔ تو دیکھا کہ آنحضرت ایک زرہ سامنے رکھے ہوئے ہیں کہ ہاتھی بھی اُس کے اُٹھانے سے عاجز ہو جائے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ اے ابوبکر ایک طرف سے زرہ کو تم پکڑو اور دوسری جانب سے میں پکڑتا ہوں تاکہ شیخ طاہر کو پہنا دیں۔ پس آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اُس زرہ کو اُٹھایا اور میرے کندھے پر ڈالدیا۔ میں نے اُس کو پہن لیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس موقعہ میں کیا کرتے ہو فقر کے راستہ میں آؤ اور اس قلعہ کو فتح کر کے اس راستہ میں داخل ہو جاؤ۔

میں خواب سے اُٹھا تو جرس دانگی بج رہا تھا۔ میں اپنی فوج کے ہمراہ سوار ہو کر قریب حصار ملکوسہ پہنچا۔ مجھ میں ایک طرح کا جنون پیدا ہوا کہ گھوڑے کو دوڑایا۔ پہلے ہی حملے میں قلعہ کو فتح کر لیا۔ اور ہم سب اس کے اندر داخل اور اس پر قابض ہو گئے۔ میں گھوڑے سے اُترا۔ اور اپنے فوجی کپڑے اُتار کر نوکر کو دئیے اور میں نے اُس سے کہا کہ کپڑے اور گھوڑا گھر لے جاؤ۔ میں بھی آتا ہوں۔ اور وہاں سے نکل کر شیخ عبدالجلیل بیانی کی خدمت میں آیا۔ شیخ نے کہا کہ تم مردِ صاحب

استعداد ہو سفر اختیار کرو۔ شاید کہ کسی بزرگ کی ملاقات میسر ہو اور اس سے تمہارا کام نکل جائے۔ دہلی پہنچو تو حضرت خواجہ محمد باقی رضؓ سے ملاقات کرو گے۔ میں دہلی پہنچا اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے حالات دریافت کئے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت خواجہ نے ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ سفر آخرت اختیار فرمایا۔ آنحضرت بھی اُس زمانہ میں دہلی میں مقیم تھے۔ حضرت میر محمد نعمان رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ پر بہت شفقت فرمائی اور آنحضرت کے فضائل بیان کئے۔ اور آنحضرت کی خدمت میں مجھ کو لیگئے میں حضرت کی خدمت میں گیا۔ اور آپ سے ملاقات کی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بسبب اپنی آشفتگی اور پریشانیوں کے میں نے آپ سے رخصت چاہی آپنے فرمایا کہ یہ ماہ رمضان المبارک ہے قرآن یہاں پڑھا جاتا ہے اگر آپ بھی یہاں مقیم رہکر سنت ادا کریں تو نامناسب نہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ میں طالب ہوں۔ اگر آپ میرے مقصد کے متکفل ہوتے ہیں تو میں ٹھیرتا ہوں۔ ورنہ سفر کی اجازت عطا فرمائیے۔ آپنے فرمایا کہ میں اُس کے متعلق خود کیا کہہ سکتا ہوں۔ میں نے رخصت چاہی آپ تھوڑی دیر مراقب رہے۔ اور سر اُٹھا کر ارشاد فرمایا کہ ٹھیرو ہم تمہارے مقصد کے لئے حاضر ہیں +

شیخ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی صحبت اختیار کرلی۔ دو ماہ میں میرے احوال یہاں تک پہنچ گئے کہ میں ہر دم جمال جہاں آرائے سید کائنات خلاصہ موجودات حضرت محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہمیشہ مشاہدہ کیا کرتا تھا۔ اور ایک لمحہ آپ میری نظر سے غائب نہیں ہوتے تھے۔ تقریباً دو تین مہینہ تک یہی حالت قایم رہی۔ اس کے بعد تمام احوال اور مقامات جذبہ اور سلوک سے میں مشرف ہوا اور مرتبۂ ولایت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اور تصرف تام اور قبولیت خاص و عام حاصل ہوئی۔ راقم کتاب کی حضوری خدمت سے ایک سال قبل آنحضرت آپکو اجازت وخلافت طریق نقشبندیہ سے مشرف کرکے جونپور رخصت فرما چکے تھے۔ رخصت کرنے کے وقت آپ نے یہ فرمایا تھا کہ وہاں تم سے ایک ایسا شخص مقبول حق ظاہر ہوگا +

آپنے آنحضرت کی وفات فرمانے سے دس سال کے بعد حضرت مخدوم زادگان

کی خدمت میں ایک معروضہ لکھا۔ کہ وہ فرزند جس کی آنحضرت نے بشارت دی تھی اب پیدا ہوا ہے۔ اور علوم ظاہر و باطن کی تحصیل کر رہا ہے۔ اور تجرید و تفرید میں مجھ سے آگے ہو کر متوجہ شیوخ طریقت ہے۔ آنحضرت کی نظر پاک بھی کیا دُور بین تھی کہ تئیس سال کے بعد ہونے والے واقعہ کی پہلے سے مجھ کو خبر دی تھی ÷

آپ کی وفات کے بعد شیخ سرہند تشریف لائے۔ اِس فقیر نے اُن کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ دراز قد اور قوی ہیکل تھے۔ اور اس حدیث شریف کے بموجب اَتْقِیَاءُ اُمَّتِیْ بُرَاءٌ عَنِ التَّکَلُّفِ کہ میری اُمت کے پرہیزگار تکلیف سے مبرا ہونگے۔ کبھی زمانہ کا اُلٹ پھیر آپ کے آئینہ دل کو مکدر نہ کر سکا۔ آپ کو ابدالِ وقت کہہ سکتے ہیں ÷

آنحضرت رضی اللہ عنہ نے جو خطوط آپ کے نام تحریر فرمائے تھے وہ مکتوبات شریف میں مندرج ہیں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کی عمر اُس وقت ستر سال سے زیادہ تھی ÷

شیخ یار محمد قدیم طالقانی قدس سرہٗ

آپ آنحضرت قدس سرہٗ کے قدیم مریدوں میں ممتاز خلیفہ تھے۔ آپ کو قدیم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کے بعد ایک اور صاحب یار محمد نامی کہ جامع دفتر اول مکتوبات آنحضرت قدس سرہٗ ہیں۔ جب آنحضرت کے مریدوں میں داخل ہوئے تو اُن کو یار محمد جدید کہنے لگے۔ اور آپ کو یار محمد قدیم ÷

آپ نماز و روزہ کے پابند تھے۔ اور ہمیشہ استغراق اور شیفتگی اور اضمحلال و استہلاک آپ کے دل کا دامنگیر رہتا تھا۔ اور آپ نہایت حسین تھے۔ جو شخص آپکو دیکھتا۔ تو خدا کو یاد کرتا تھا۔ کیونکہ بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کی علامت بھی ہے۔ کہ اُن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔ آپ ہمیشہ مسکنت اور غربت اور فقر و فاقہ و احتیاط حلال لقمہ کے کھانے میں فرماتے تھے۔ اور اسی غربت میں سفر حجاز کیا اور طواف بیت اللہ اور زیارت روضہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے۔ اور واپسی میں اپنے ایک مخلص سے بیان کیا کہ محمل یمانی میں ہودج پر آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی آراستگی و پیراستگی سے دیکھا ہے اُسکی لذت

وحلاوت سے مَیں مدہوش ہوگیا تھا۔ جب ہوشیار ہوا تو رقصاں وپاے کوبان روانہ ہوا
بعض حجاج تو متعجب ہوئے اور بعض اہل عرب نے کہا کہ یہ عجمی دیوانہ ہوگیا ہے سنہ ۱۰۲۶ھ
آپ زیارت روضۂ منورۂ آنحضرت قدس سرہٗ کرکے واپس ہوئے +

راقم الحروف کو آپ کی خدمت گرامی میں قدیم سے خلوص و نیازمندی تھی اس
زمانہ میں آپ کو لکھا تھا کہ مَیں آنحضرت کے آپ کے خلفا کے حالات اور مقامات تحریر
کررہا ہوں اگر مناقب آنحضرت میں کچھ باتیں آپ تحریر فرمائیں تو داخل کتاب کرونگا
آپ نے وعدہ کیا تھا کہ خلوت میں ہم اور آپ بیٹھ کر مسودہ کرینگے مگر اس کا اتفاق
نہ ہوسکا۔ آپ اکبرآباد تشریف لیگئے اور وہیں آپ کا وصال ہوا +

آنحضرت رضی اللہ عنہ نے آپ کو چند نصیحتیں فرمائی تھیں وہ ہر ایک شیخ
کے لئے نفع مند ہیں۔ اس لئے درج کی جاتی ہیں +

جب کوئی طالب مرید ہونے کے لئے تمہارے پاس آئے تو اوّلاً اس کو طریق
کی طرف خوب مائل کرو۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ اُس کو صرف تمہارا امتحان منظور رہو۔ اور خرابی
پیدا ہو۔ بالخصوص جبکہ کسی مرید کے داخل طریق ہونے سے فرحت و مسرت پیدا ہو
تو چاہئے کہ اس بارہ میں التجا اور تضرّع کے ساتھ متعدد مرتبہ استخارہ کرو۔ پس اگر
تعلیم طریق کے لئے حکم ملجائے تو اُس وقت تعلیم دو کہ استدراج و خرابی کا گمان باقی
نہیں رہتا ہے۔ کیونکہ کسی شخص کے لئے تصرّف کرنا اور اُس کے لئے اپنے اوقات
غارت کرنا بغیر حکم خدا کے جائز نہیں ہے۔ آیت کریمہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ
اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (ترجمہ) تاکہ آپ لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف
لیجائیں خدا کے حکم سے، اسی امر کی توضیح کرتی ہے +

جب اُنہوں نے وفات پائی اُس وقت خطاب ہوا کہ تو نے میری میرے
بندوں کی ترقی کے لئے آپنے میرے دین کے لئے میرے بندوں میں زرہ پہنی تھی۔
اُنہوں نے جواب دیا کہ ہاں ارشاد ہوا کہ ھٰذَا وَكَلْتُ خَلْقِيْ اِلَيَّ وَقَبَضْتُ
نَفْسَكَ عَلَيَّ میری مخلوق کو میرے سپرد کرکے میری طرف آپ آئیے +

مولانا عبدالہادی بدایونی قدس سرہٗ

آپ آنحضرت رضی اللہ عنہ کے خلفاؤں میں عالم و فاضل اور اپنے ملک کے مشہور مشائخ سے تھے۔ اولاً آپ نے خواجہ بزرگ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں بیعت فرمائی۔ حضرت خواجہ نے آپ کی تربیت آنحضرت کے حوالہ فرمائی اور آنحضرت کے ہمراہ آپ کو سرہند روانہ کیا۔ پس آپ نے آنحضرت کی خدمت اختیار کی۔ اور آنحضرت کے برکات اور نظرات سے بہرہ مند ہوئے۔

چنانچہ آنحضرت قدس سرہٗ نے آپ کے ابتداء سلوک کے حالات حضرت خواجہؒ کی خدمت میں اس طرح تحریر فرمائے ہیں کہ مولانا عبدالہادی نے حضور اور استغراق نقطۂ فوق میں پیدا کیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں حق جل شانہٗ کو اشیا میں بصفت تنزیہہ دیکھتا ہوں۔ اور افعال کو بھی اُس سے جانتا ہوں"۔

اِس حال کے ورُود کے بعد بھی آپ مدتوں آنحضرت کی خدمت کے خدمت کے پابند رہے۔ اور کمالات و مقامات کا اکتساب کرتے رہے۔ اور دولت خلافت سے سرافراز ہوئے۔

کہتے ہیں کہ شیخ عبدالہادی اور مولانا یار محمد قدیم آنحضرت کی خدمت میں رہنے کے زمانہ میں ایک ہی حجرہ میں رہتے تھے۔ مولانا ہمیشہ راتوں کو صبح تک قیام کرتے تھے اور شیخ کو چونکہ بیماری رہتی تھی۔ اور اس قدر ریاضت نہ کر سکتے تھے۔ اِس لئے طاقت سے زیادہ عبادت نہ کر سکنے اور رات کو نہ اُٹھنے پر حسرت اور افسوس کیا کرتے تھے اور مولانا کے احوال پر رشک کیا کرتے تھے۔ اور بیداری شب کا شرف نہ حاصل کرنے پر دل میں افسوس کناں رہتے تھے۔

ایک روز آنحضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سبحان اللہ شیخ عبدالہادی کی حسرت اور افسوس کرنا مولانا یار محمد کی عبادت شب پر سبقت لے گیا۔ اور اُن کے کام کو مولانا سے زیادہ بلندی پر کر دیا پستی سے اَوج پر پہنچا دیا۔ بے شک کام بخشش حق کے زیر سایہ ہے۔

خواجہ محمد صادق کابلی قدس سرہٗ

آپ آنحضرت قدس سرہٗ کے قدیم مریدوں اور مخلص احباب اور خلفا میں سے تھے۔ آپ کی ابتدائی توبہ اس طرح سے ہوئی کہ آپ اُس زمانہ کے دولتمند اور شاہزادہ ولیعہد کے ملازمین سے تھے۔ حسنِ قسمت سے طلبِ حق آپکے دل میں سمائی اور سب کو چھوڑ کر آپ الہ آباد سے ہمارے خواجہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی خدمت میں روانہ ہوگئے۔ اور دہلی پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ نے وفات پائی۔ پس آپ حضرت خواجہ حسام الدین احمد قدس سرہٗ کی خدمت میں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے خاص الخاص مریدوں اور خلفا میں سے تھے حاضر ہوئے۔ اور اپنی طلبِ راہ خدا کے درد کا اظہار کیا۔ جناب خواجہ حسام الدین احمد نے فرمایا کہ اگر طلبِ حق سبحانہٗ رکھتے ہو۔ تو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔ کہ تمہارے درد کی دوا اُنہی کے نظر شفا بخش میں ہے پس آپ نے دہلی سے بارگاہ آنحضرت کا احرام باندھا اور شرف ملازمت سے مشرف ہوئے۔ چونکہ طالب صادق تھے شرف قبولیت سے مشرف ہوئے۔ اور موردِ عنایت و لطفِ خاص بن گئے۔ اور مقاماتِ سنجیدہ اور احوالِ پسندیدہ سے سرافراز ہوئے آنحضرت کے الطاف آپ کے حال پر اس درجہ مبذول تھے۔ کہ آپ کو داخلِ زمرۂ فرزندان و محرومانِ راز سمجھتے تھے۔ چونکہ آپ جمالِ عقل و فہم اور آداب و اخلاقِ حسنہ سے آراستہ تھے۔ اِس لئے سفر و حضر میں آنحضرت کی خدمات شائستہ آپ سے متعلق ہوئیں۔

چنانچہ منقول ہے کہ ایک دفعہ سفر میں ایسی جگہ منزل ہوئی کہ وہاں کا پانی بہت بے مزہ اور کھاری تھا۔ چونکہ وسعت رکھتے تھے حکم دیا کہ دریائے جمنا کا پانی جو وہاں سے بہت فاصلہ پر تھا۔ اونٹوں پر بار کر کے لایا جائے۔ اور عرض کیا کہ خادمان آنحضرت کیلئے آبِ شیریں دریائے جمن ہمدست ہوگیا ہے۔ اور اس اثنا میں اپنی خدمت گذاری کی داد چاہی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ وہ ندی کفار کا عبادت گاہ ہے اُس کا پانی بار کر کے منگوانا باعث اس کی تعظیم کا ہے یہ نہ چاہیئے کہ ہم اُس کو پئیں یا اُس سے وضو کریں۔ اس کے بعد فرمایا کہ پانی کا ضائع کرنا جائز نہیں ہے۔ جو شخص اُس سے استنجا کرنا چاہے وہ کر سکتا ہے۔ اور خود اُس کھاری اور گرم بدمزہ

پانی کو استعمال فرمایا اور رعایت تقویٰ کی فرمائی +

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ محمد صادق کو مرض جذام پیدا ہو گیا۔ اور بعض اعضا اُن کے متورم ہو گئے تھے۔ چنانچہ یارانِ طریق اُن کی صحبت سے کراہت کرنے لگے۔ اور آپ اس وجہ سے بہت دل شکستہ ہوئے۔ اور ارادہ کیا کہ لاعلمی کی حالت میں کہیں کو ہجرت کر کے چلے جائیں +

بعض اصحاب نے آنحضرت سے یہ واقعہ عرض کیا۔ آنحضرت آپکے اوپر مہربان ہوئے۔ اور اُس مرض کے دفعہ کے لئے توجہ فرمائی۔ اور دوسرے دن فرمایا کہ اصحاب کی کراہت و دل تنگی کو دیکھ کر ہم کو رحم آیا اور ہم نے اُن کا مرض اپنے اوپر لے لیا۔ اس کے بعد مرض جذام کے آثار آنحضرت قدس سرہٗ کے پائے مبارک پر ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ اور خواجہ مذکور نے صحت پائی +

مخلصین نے عرض کیا کہ آپ توجہ فرما کر اپنے پائے مبارک سے بھی اس مرض کو دفع فرمالیں۔ اُن کی التجا قبول ہوئی۔ اور اس بارہ میں توجہ فرمائی اور اُس مرض کو خود سے بھی دُور فرما دیا +

جب آپ درجۂ کمال کو پہنچے اور مقامات طریق سے مشرف ہوئے تو آنحضرت نے آپ کو خلافت اور تعلیم طریق کی اجازت عطا فرمائی۔ اور بنا بر حکم آنحضرت آپ اس امر دشوار کی انجام وہی میں مشغول ہو گئے۔ آپ کی صحبت سے طالبانِ حق میں سرگرمی اور جذب اور تاثیر کامل پیدا ہوئی۔ بلدۂ لاہور میں آپنے اقامت فرمائی اور وہاں آپ کو قبولیت کامل حاصل ہوئی۔ اور ۱۰۱۸ھ ہجری میں آپنے وفات پائی +

حاجی خضر خان افغان قدس سرہٗ

آپ آنحضرت قدس سرہٗ کے مخلص مریدوں اور قدیم اور مقبول و منظور نظر اصحاب سے اجازت یافتہ خلیفہ تھے، آپ کا مسکن و مدفن قصبۂ بہلول پور مضافات سرہند ہے آپ آنحضرت میانجیو کلاں یعنی آنحضرت کے والد ماجد قدس سرہ کی شرف صحبت سے بھی مشرف ہوئے تھے۔ آپ نے ولولۂ شوق اور غلبۂ عشق میں بحالت تجرید و تفرید بہت کچھ سفر کیا تھا اور اکثر مشائخین و فقرا کی خدمات میں پہنچے تھے اور سفر حجاز و اکثر دیار عرب

کی سیاحت اور طواف بیت المقدس سے آپ مشرف ہوئے۔ اور ہر جگہ آپکو حکایات
ثیریں اور معاملات رنگین پیش آتے تھے۔ جنکی تفصیل طویل ہے۔ مگر کسی جگہ آپکے دل کو
تسکین نہیں ہوئی تھی۔ اور جب آنحضرت کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے دل نے
آرام پایا۔ اور آپ کی خدمت میں رہنا اختیار کیا۔ اور تلقین ذکر کی سعادت حاصل
کی۔ اور موار دات اور حالات اور مقامات اور نسبات سے مشرف ہوئے +

آپکا کام یہاں تک پہنچ گیا کہ ایک روز آنحضرت نے شیطان کو دیکھا۔
اور اُس سے دریافت کیا کہ میرے مریدوں میں سے کسی پر تیرا قابو نہیں چلتا ہے۔
اُس نے کہا حاجی خضر پر کہ اُن کی گرفتاری کے لیئے میں نے بہت کچھ تلاش و خراش
کے حال بچھائے۔ مگر وہ میرے دام میں نہیں پھنسے +

راقم الحروف عرض کرتا ہے۔ کہ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے۔ کیونکہ
اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ (میرے
بندوں پر تیرا قابو نہیں چل سکتا ہے) اور وہ خود بھی نالاں ہے اِلَّا عِبَادَکَ
الْمُخْلَصِیْنَ کہ تیرے مخلص بندے میرے قابو سے باہر ہیں +

آنحضرت آپ سے کبھی کبھی مذاق فرماتے تھے۔ اور خضر الکہر پکارتے تھے۔
آپ آنحضرت کے عاشق شیدا تھے۔ کہ آنحضرت کے ہر لطف و عطا پر آپ اپنا سر فدا
کرتے تھے۔ اور خوش الحانی کے ساتھ اذان دیتے تھے۔ جب تک آپ آنحضرت
کی خدمت میں مقیم رہے کوئی اور شخص اذان نہ دے سکتا تھا۔ آپ کی اذان دلوں پر
خاص اثر ڈالتی تھی۔ ہر شب جمعہ کو آپ آنحضرت کی مسجد کے حجروں پر حاضر ہوتے
اور حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر خوش آوازی سے دیر تک درود پڑھتے
اکثر سحر کے وقت بلکہ ساری رات اشعار سے نغمہ سرائی کرتے۔ اور گریہ و زاری میں
مشغول رہتے تھے +

حقیر مؤلف ایک دفعہ اخیر عشرہ ماہ مبارک رمضان میں بزمانہ حیات آنحضرت
حاجی صاحب موصوف کے ساتھ ایک حجرہ میں معتکف رہا۔ میں نے اس عشرہ کے آخری
دو دن میں کتاب خلاصہ کیدانی کی شرح مبسوط اور جامع روایات مسمی بامواج المومنین
تصنیف کی ہیں۔ متحیر ہوں کہ آپکا ذکر و تلاوت بیان کروں یا نماز و اوراد و مراقبے

واستغراق کا ذکر کروں یا دردمندی اور سوز و گدازی کی کیفیت بیان کروں۔ یا برادرانِ طریقت کے جو خدمات آپ فرماتے تھے اُس کا تذکرہ کروں۔ الغرض ایک لمحہ آپ کا غفلت میں نہ گذرتا تھا ۔

ممالک بجواڑہ اور بہلول پور وغیرہ میں اکثر افغانی وغیرہ آپ کے شرفِ صحبت سے ہدایت یافتہ بنے۔ اور آپ سے طریقت کی تعلیم پائی۔ اُن میں سے ایک جنابِ حقائق آگاہ شیخ آدم بنوری ہیں کہ اولاً آپ سے اخذ سلوک و طریقت فرمایا اور پھر آنحضرت قدس سرہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ اس کی تفصیل آپ کے حالات میں انشاء اللہ بیان کی جائیگی ۔

حاجی صاحب نے جب بجواڑہ میں خبر وفات آنحضرت قدس سرہ سُنی تو فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے۔ اور ہوش آنے کے بعد گرتے پڑتے گریہ و زاری اور نالہ و فریاد کرتے ہوئے خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے اور حضرات مخدوم زادگان کے قدموں پر گرے۔ آپ کو چونکہ آنحضرت کے ساتھ عشق کامل تھا۔ اس لئے اس وقت آپ پر جو حالت طاری تھی وہ بیان میں نہیں آسکتی۔ آپ نے اُس وقت آکر آنحضرت کی وفات کا دوبارہ ماتم برپا کر دیا تھا۔ پھر آپ نے آذان دی۔ اور تمام اہل محلہ و حاضرین کو رولایا جس طرح کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بعد وفات حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم شام سے سفر کر کے مدینہ طیبہ میں حضرت امام کی خدمت میں پہنچکر اذان دی تھی اور تمام اہل مدینہ پر ماتم نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دوبارہ زندہ کر دیا تھا۔ گویا ایسی حالت اُس وقت حاجی صاحب نے پیدا کر دی تھی۔ آپ نے آنحضرت کی وفات فرمائی سے بہت ہی قلیل مدت کے بعد انتقال فرمایا۔ غَفَرَ لَهُ اللهُ وَرَحِمَهُ رَحْمَةً وَاسِعَةً اللہ تعالےٰ اپنی مغفرت اور رحمت واسعہ آپ کے شامل حال فرمائے ۔

شیخ احمد دیبنی (دیوبندی) قدس سرہٗ

آپ قصبہ دیبن (دیوبند) ضلع سہارنپور کے باشندے اور آنحضرت کے مخلص قدیم تھے۔ اکثر عمر سیر و سیاحت میں بسر فرمائی۔ ارادت سے پہلے آپ آنحضرت کی

خدمت میں علم ظاہری حاصل کرتے تھے۔ اور سفر و حضر میں آنحضرت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہے۔ اور ہر طرح سے اخلاص کو پورا کرتے رہے۔ اور پھر بوجوہات زمانہ برہانپور میں رہے اور وہاں کے مشہور شیخ فضل اللہ سے ارادت فرمائی اور مدتوں ان کی خدمت میں رہے۔ اور خلافت و ارشاد کی اجازت ان سے حاصل کی۔ اس کے بعد یک لخت جذبات طریق کا آپ پر غلبہ ہوا۔ اور آپ کو آنحضرت کی خدمت مبارک میں (جو دولت معرفت کی شاہ راہ ہے) پہنچایا۔ اور آپ کی صحبت کے شرف سعادت سے مشرف ہوئے۔ اور طریق حاصل فرمایا۔ آپ کا قدیمی خلاص و عقیدت آنحضرت کے مزید لطف و کرم کا باعث ہوا +

اسی اثنا میں حضرت سید میر محمد نعمان قدس سرہ آنحضرت کی خلافت سے مشرف ہو کر برہانپور روانہ ہوئے۔ آنحضرت نے آپ کی تربیت کو ان کے حوالہ فرمایا اور آپ ان کی صحبت سے پوری طرح بہرہ ور ہوئے۔ اکثر طالبان حق آپ کی خدمت میں رجوع کرتے اور مستفید ہوتے تھے +

اس کے بعد پھر آپ آنحضرت قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور برسوں آنحضرت کے آستانہ پر مقیم رہے۔ اور آپ کی عنایات اور فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتے رہے۔ اور آپ سے خلافت اور اجازت پائی۔ آپ کی صحبت میں اتنا بڑا اثر تھا کہ جو شخص آپ کی صحبت میں مشغول ہوتا غلبۂ جذب سے بے اختیار لوٹنے لگتا۔ اور بعض تو بالکل بے ہوش ہو جاتے۔ اور بعض گریہ زاری اور نالہ و فریاد کرتے تھے۔ الحاصل آپ کی توجہ اور تصرف بے انتہا اثر رکھتا تھا۔ آپ ایک زمانہ تک اکبر آباد میں مسند مشیخت پر متمکن رہے۔ اور ایک عالم آپ کی صحبت فیض بخش میں رشد و ہدایت سے بہرہ ور ہوا +

قاسم خاں مرحوم نے جو شیعہ سے سنی ہوا تھا آپ کی خدمت میں توبہ کی اور مرید ہوا۔ اور پوری طرح سے صحبت حاصل کی۔ اور صاحب عبادت مجاہدہ ہوا اور بہت سی نیکیوں کا مجموعہ بن گیا۔ پھر خان موصوف کی استدعا پر وہاں آپ مقبول خاص و عام ہوئے۔ اور تصرف عظیم حاصل ہوا۔ اکثر طلبا اور علما اور صلحا اور اکابر و اصاغر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔ اور ایک جماعت آپ کی خلافت سے

ممتاز ہوئی۔ اور فی زمانہ صاحبِ ارشاد ہے۔

مشہور ہے کہ آپ نے ابتدائے ارشاد کے زمانہ میں ایک معروضہ آنحضرت کی خدمت مبارک میں لکھا کہ میں اپنے اندر کچھ بھی حال و کمال نہیں پاتا ہوں۔ دو شخصوں کو تعلیم ذکر کی گئی تھی۔ اِس اِس طرح سے اُن پر حال ظاہر ہوئے۔ آنحضرت نے اُن کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اُن کے احوال تمہارے احوال کے عکوس اور ظلال ہیں۔ اور اُن کے آئینہ کی استعداد کے بموجب جلوہ گر ہوتے ہیں۔ چونکہ دو نو صاحبِ علم تھے اِس لئے اُن کو احوال کا ادراک ہوا۔ مقصود حصولِ احوال ہے نہ علمِ احوال۔ اگرچہ علمِ احوال بھی ایک دولت ہے مگر بعضوں کو دیجاتی ہے اور بعضوں کو نہیں دیجاتی مگر دو نو فریق صاحبِ ولایت ہوتے ہیں"۔

قدسیہ ایک مرتبہ آپ نے دریافت کیا کہ باوجود دوامِ آگاہی ذہول پیدا ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اس کے متعلق آنحضرت نے تحریر فرمایا کہ آگاہی حضور بطن بیارگاہ ایزدی جل سلطانہ مثل علم حضوری کے ہے۔ کہ ہمیشگی اُس کے لئے لازم ہے یہ بات بھی تم نے کہیں سُنی ہوگی کہ اگر کوئی شخص کسی وقت غافل ہو جائے۔ اور ذہول کی نسبت اُس میں پیدا ہو جائے۔ تو یہ ذہول اور غفلت اور ذہول اس کا علم حصولی سے تعلق ہوگا۔ کہ علم حصولی میں مغائرت ہوتی ہے۔ اور علم حضوری میں حضور در حضور ہوتا ہے۔

آپ نے سترؔ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ اور اکبرآباد میں مدفون ہوئے۔

شیخ احمد برکی قدس سرہٗ

آپ آنحضرت رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خلفاء سے ہیں۔ اور صاحبِ علم و عمل ہیں آپ شہر وادؔ کے جو قندہار اور کابل کے درمیان ہے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد وہاں سے منتقل ہو کر بلدۂ کان کرتب میں جس کا عرف برک ہے مقیم ہوئے اور وہیں رہے۔

جب آنحضرت کے مکتوبات اُن ممالک میں پہنچے تو اُس کلام فخر انام کے مطالعہ سے مشرف ہوئے۔ عنایت ازلی قدیم نے آپکے دل میں آنحضرت کی عقیدت پیدا کی۔

پس آپ وہاں سے سرہند شریف روانہ ہوئے۔ اور شرف قدم بوسی آنحضرت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی صدق عقیدت اور آنحضرت کی توجہ پاک کی برکت سے ایک ہفتہ میں آپکا کام انتہا کو پہنچگیا۔ آنحضرت نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ اور وطن روانہ کیا۔ آپ اپنے ممالک کے قطب تھے۔ چنانچہ ایک مکتوب میں آپ کو قطبیت کی بشارت فرمائی گئی ہے وہ مکتوب یہ ہے:۔

مکتوب۔ ایک روز تمہارے حال پر توجہ کی گئی تو معلوم ہؤا کہ اُن ممالک کے لوگ تمہاری طرف دوڑ رہے ہیں۔ اور تمہارے پاس التجا کر رہے ہیں۔ معلوم ہؤا کہ تم کو قطب مدار اُس سرزمین کا بنایا گیا ہے۔ اور وہاں کے لوگ تم سے متعلق ہیں۔ خدا کا شکر اور احسان ہے +

اِس واقعہ کو خیال مت سمجھو جس میں کہ کچھ شک و شبہ کی گنجائش ہو۔ بلکہ یہ محسوس اور مشاہدہ کی ہوئی چیز ہے"+

ایک مکتوب میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ اپنے احوال سے اور مریدوں کے حال سے کماحقہٗ واقف نہ ہونے پر رنجیدہ نہ ہوں۔ اور اس کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ سمجھیں۔ آپکے مریدوں کے حال کی آئینہ داری کے لئے کافی ہیں۔ وہ در حقیقت تمہارے ہی احوال ہیں۔ جو بطور انعکاس اُن میں جلوہ گر ہوتے ہیں +

آنحضرت رضی اللہ عنہ نے ایک مکتوب شیخ یوسف برکی کے نام جو تحریر فرمایا تھا۔ اُس میں تحریر کیا ہے۔ کہ مولانا احمد برکی کو عوام علمائے ظاہر سے خیال کرتے ہیں۔ اور خود اُن کو بھی اپنے مریدوں کے احوال کا علم نہیں ہے۔ اس نادانفیت کی وجہ یہ ہے۔ کہ مولانا ہمارے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے شہود و تنزیہی میں متوجہ ہیں کہ جہل کی پیدائش کی جگہ ہے۔ اُن کا ایمان علما کی طرح ایمان بالغیب ہے۔ اُن کا باطن بلند فطرتی کے باعث شہود کثرت آمیز کی طرف متوجہ نہیں ہے۔ اُن کا ظاہر ترہات صوفیہ پر مغرور نہیں ہے۔ اُن کا وجود شریف اُس نواحی میں غنیمت ہے۔ تم نے جس حال کے حصول کی اب خبر دی ہے۔ وہ مدت دراز سے اُن میں متحقق ہے۔ مگر اُس کی کسی کو خبر نہیں تھی۔ میرے نزدیک وہ اُس ملک کے قطب ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ مولانا کی قطبیت اُس ملک کے اربابِ کشف پر کیوں مخفی رہی۔ بیر

نزدیک مولانا کی بزرگی آفتاب کی طرح ظاہر اور روشن ہے"۔

آنحضرت رضی اللہ عنہ نے آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزندوں کو بطور تعزیت لکھا تھا۔ کہ مولانا کا وجود اس زمانہ میں مسلمانوں کے لئے آیت رحمت تھا اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ۔ اے اللہ اُس کے فیض سے ہم کو محروم نہ رکھ۔ اور آپ کے بعد اُس کو کم نہ کر۔

نیز آنحضرت نے ایک مکتوب میں آپ کو یہ لکھا تھا کہ میں نے بعض خطوط میں لکھا ہے کہ ہر صاحب منصب درویش صاحب علم ہوتا ہے۔ میری مراد اس سے قطب الاقطاب ہے۔ اور تمام ممالک کے اقطاب اُس کے پابند اور مطیع بلکہ مثل اجزاء اور بمنزلہ اُس کے دست و پا کے ہوتے ہیں۔ اُن میں سے بعضوں کو علم اپنی قطبیت کا ہوتا ہے۔ اور بعضوں کو نہیں۔

تم نے لکھا تھا کہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ اب تک نہیں حاصل ہوئے۔ میں کیا کروں تم صحبت میں کم رہے ہو۔ اور اتنے دنوں نہ ٹھیر سکے کہ تمہارے احوال کے حصول کی تم کو اطلاع نہیں دی جاسکی۔ میں اب ہندوستان سے تمہاری فنا و بقا کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔ اور یہ دو کمال تم میں پا رہا ہوں۔ حالانکہ تم اس کا انکار کر رہے ہو۔ فاصلہ بعید درمیان میں حائل ہے۔ جب تک ظاہری ملاقات نہ ہو پوشیدہ احوال کی کیونکر اطلاع دی جاسکتی ہے۔ اولیاء اللہ نے فنا و بقا کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ سب رموز و اشارات میں ملبوس ہے۔ اللہ تعالےٰ احوال کا علم کیا ہر شخص کو دیتا ہے۔ صرف ایسے شخص کو دیا جاتا ہے جس کو پیشوا کر کے اس کے ذریعہ سے ایک جماعت کو مراتب کمال و تکمیل تک پہنچائے ؎

خاص کند بندہ مصلحت عام را

ترجمہ۔ اللہ تعالےٰ کسی بندہ کو عام مخلوق کی ضرورت کیلئے خصوصیت کا مرتبہ عطا فرماتا ہے۔

قدس سرہٗ۔ مولانا نے آنحضرت کی خدمت میں لکھا تھا کہ ایک مرید نے یہ دیکھا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے شیخ احمد برکی اور اُس کے مریدوں کو قبول کر لیا ہے۔ ایک دوسرے بزرگ نے دیکھا کہ حضرت رسالت

پناہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ شیخ احمد برکی مثال خربوزہ کی سی ہے ✦
ایک درویش نے خواب میں تین کھیت دیکھے۔ دو پختہ تھے ایک سبز تھا اُس درویش سے کسی نے کہا کہ اِن دو پختہ مزرعوں میں سے ایک حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ اور دوسرا قطبِ وقت کا اور تیسرا سبز درمیانی جو ہے وہ شیخ احمد برکی کا ہے ✦

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اقدام سالکین ولایت میں پانچ طرح کے ہوتے ہیں:۔

(۱) جو شخص ولایت قلبی میں پہنچا ہے وہ صفات قطبیہ کو دیکھتا ہے ✦
(۲) جو شخص ولایت روحی میں پہنچتا ہے وہ صفات ذاتیہ کا مشاہدہ کرتا ہے ✦
(۳) جو شخص ولایت سر میں پہنچتا ہے وہ تجلیات ذاتیہ کا مشاہدہ کرتا ہے ✦
(۴) جو شخص ولایت خفی میں پہنچتا ہے تو وہاں اتصال بلاکیف اور وصلِ عریان کو پاتا ہے ✦

کرامت ایک زمانہ میں آپ کے ممالک میں حداد نے خروج کیا۔ چونکہ اُس کو آپ کے شہر والوں سے اور آپ کی قوم سے خاصکر عداوت تھی۔ اس لئے اُس نے آپ کے وطن کو تاراج کرنے کا ارادہ کیا۔ لوگ سخت پریشان ہو گئے آپ نے اُس کے شر کے خوف سے پناہ مانگنے کے خیال سے ایک عریضہ آنحضرت کی خدمت میں لکھا۔ آنحضرت نے جواب میں تحریر کیا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا شہر اُس کے شر سے محفوظ رہیگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اطراف ونواحی قریہ شیخ اُس کے ہاتھ سے تباہ ہو گیا۔ مگر آپ کا وطن اس کے لوٹ مار کے اثر سے محفوظ رہا۔ اور کوئی نقصان اُس کو نہ پہنچا ✦

کرامت۔ ایک مرتبہ آنحضرت نے آپ کو لکھا کہ اگر تم کو ضرورت سفر درپیش آئے تو شیخ حسن کو اپنا نائب مقرر کرنا۔ اِس خط کے پہنچنے کے چند روز بعد ۱۰۲۶ھ میں آپ کو سفر آخرت پیش آیا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے بھائی شیخ عثمان سفر اکبرآباد سے واپس ہو کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے آپ کی خبر وفات اُن سے بیان کی اور فاتحہ پڑھی۔ شیخ

عثمان نے بے اختیار ہو کر گریہ وزاری کی اور شدتِ غم سے زمین پر تڑپنے لگے۔ لوگوں نے اُن کو روکنا چاہا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ مت روکو۔ آسمان اور زمین آپ کی وفات پر رو رہے ہیں۔ اگر اُن کا بھائی روتا ہے تو اس کو کیوں منع کرتے ہو۔ بعض احباب اس سے متعجب ہوئے آنحضرت نے فرمایا کہ شیخ ایسے ولی تھے کہ نہ لوگوں نے اُن کو پہچانا اور نہ شیخ نے اپنے آپ کو ولی جانا۔

شیخ یوسف برکی قدس سرہٗ

آپ آنحضرت کے خلفاء اجازت یافتہ میں سے ہیں اور صاحبِ جد و شوق اور نالہ و فریاد تھے پہلے آپ نے اپنے وطن کے ایک درویش سے بیعت کی تھی۔ اور توحید صوری میں فنائیت اُن سے حاصل کی تھی۔ اُسی اثنا میں آپ نے واقعہ میں دیکھا کہ اکثر اولیاء اللہ آنحضرت کی مدح و ثنا فرما رہے ہیں۔ اور آپ کو آنحضرت کی خدمت مبارک میں حاضر ہونے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے ایک عریضہ آنحضرت کی خدمت میں لکھا اور اپنے احوال اُس میں ظاہر کئے۔ آنحضرت نے اُس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ ایسے احوال اس طریق کے مبتدیوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے بلکہ ان احوال کو چھوڑ دو جب یہ جواب آپ کو ملا تو آنحضرت کے شوقِ دیدار نے آپ کے دل میں غلبہ کیا اور آپ بصد عجز و نیاز آستانہ والا پر حاضر ہوئے اور شرف قبولیت سے مشرف ہوئے اور تھوڑی سی مدت میں مراتب کمال آپ کو حاصل ہوئے۔ پس آپ کو آنحضرت نے بیعت کرنے کی اجازت دیکر جالندھر کو جو سرہند کے قریب ایک مقام ہے روانہ کیا۔ چونکہ آپ کو آنحضرت کے ساتھ عشق کامل تھا۔ اس لئے رخصت کے وقت آپ کی جو حالت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔ آپ اپنے جالندھر کے قیام کے زمانہ میں بہت جلدی جلدی آنحضرت کی خدمت مبارک میں حاضر ہوتے تھے۔ اور آنحضرت کے فیوضات اور افادات سے بہرہ ور ہوتے تھے اور پھر واپس ہو جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی بذریعہ خطوط اپنے احوال سے اطلاع دیتے تھے۔ اور آنحضرت سے اُن کے جوابات پاتے تھے۔ ایک مکتوب میں ایک مخلص کو آنحضرت نے یہ تحریر فرمایا کہ شیخ یوسف ہمارے

پاس آئے تھے۔ اور ہمارے فیوضات سے بخوبی مستفید ہوئے۔ اور حقیقت تنا سے مطلع ہوئے۔ دوبارہ آنے کا وعدہ کر کے گھر کو واپس ہوگئے۔ اِس میں شک نہیں کہ وہ مستعد صادق الاخلاص ہیں +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں غلبۂ توحید وجودی کے زمانہ میں خیال کرتا تھا کہ اگر مَیں حق ہوں تو فلاں کام اِس طرح سے ہونا چاہئے۔ چنانچہ وہ کام اُسی طرح سے ہوجاتا تھا۔ اِس قسم کی بہت سی عجیب و غریب باتیں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ جب کوئی شخص مجھ سے حاجت روائی چاہتا تو مَیں کہتا تھا کہ اگر مَیں حق ہوں تو تیری مراد پوری ہوجائیگی فوراً اُس کی مراد پوری ہوجاتی تھی۔ اِس حال کو زوال ہوجاتا تو مَیں اپنے کو بندہ پاتا تھا۔ اور اُس وقت بالکل یہ باتیں ظاہر نہ ہوتی تھیں +

آپ نے ۱۰۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔ اور قصبۂ جالندھر میں آپ کا مزار واقع ہے +

شیخ عبد الکریم معروف بہ شیخ کریم الدین قدس سرہٗ

آپ موضع عثمان پور ضلع اٹک کے (قریب بابا حسن ابدال کے جو بابین لاہو اور کابل کے ہے) رہنے والے تھے۔ جہاں سے کشمیر کو بھی رستہ جاتا ہے آپ حضرت کے مشہور خلیفہ اور صاحب تصرف کرامات تھے۔ اُن ممالک میں آپکے تصرفات مشہور ہیں۔ آپ نے اپنی ارادت کا سبب فقیر سے اس طرح بیان کیا۔ کہ مَیں عالم شباب میں تحصیل علوم کے لئے لاہور آیا۔ اور علم ظاہر کے حصول میں مشغول ہوگیا۔ ایک دفعہ مجھے خیال ہوا کہ اگر میں اسی حالت میں مرجاؤں تو مَیں خدا سے ناواقفیت میں مرجاؤنگا۔ مَیں نے پڑھنا چھوڑ دیا اور اپنے وطن کو واپس ہوگیا۔ اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگیا شیخ کی طلب میرے دل میں پیدا ہوئی۔ ایک رات مَیں نے ایک بزرگ کو دیکھا کہ اس کے سامنے جمال یوسفی شرمندہ ہوتا تھا۔ اور وجاہت و وقار بدرجۂ کمال اُس سے ہویدا تھا۔ میرا خیال ہوا کہ اِن بزرگ کا مرید ہوجاؤں +

اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ اب میں متحیر تھا کہ اُن بزرگ کو کہاں ڈھونڈوں مَیں نے خیال کیا کہ جو چیز خواب میں دیکھی جاتی ہے وہ بیداری میں بھی ظاہر ہوتی ہے +

دوسری رات بھی میں نے انہی بزرگ کو پھر دیکھا اور انکے عشق سے زلیخا کی طرح بیقرار ہو گیا۔ اسی طرح چند بار انھوں نے اپنے دیدار پُرانوار کو دکھا کر میرے صبر و قرار کو لوٹ لیا۔ اور دیوانہ کر دیا +

اس کے بعد چند روز تک اُن کی زیارت نہ ہوئی۔ بیقراری کا مجھ پر غلبہ ہوا۔ ایک دوست سے جو میرا رازدار تھا یہ قرارداد کر لی کہ آج رات کو نماز تہجد کے بعد مجھ کو اشارہ کرنا میں بلا اطلاع والدین کے خداتعالے کی طلب میں گھر سے نکل جاؤنگا پس نماز تہجد کے وقت وہ دوست آگیا۔ اور سب گھر والے سو رہے تھے۔ میں دیوانوں کی طرح گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور ہندوستان کے راستہ کو اختیار کیا یہاں تک کہ سرہند پہنچا۔ یہاں شیخ جوہر مغفور کی خدمت میں جو کہ ایک مشہور عالم اور متقی تھے گیا اور خواہش کی کہ مجھے ایسے شیخ کا پتہ بتائے جو متشرع ہو۔ شیخ نے کہا کہ متفکر مت ہو ایسا ہی پیر ملجائیگا میں نے اُن سے رخصت ہو کر خیال کیا کہ اکبرآباد جانا چاہئے۔ شاید اُس سرزمین پر کوئی پیر ملجائے۔ اُسی اثنا میں بازار سرہند میں ایک صوفی صاحب سے جو منشی تھے ملاقات ہوئی۔ میں نے اُن سے اپنی طلب ظاہر کی۔ اُنھوں نے مجھ سے آنحضرت کے حالات بیان کئے اور مجھ کو آپ کی مسجد و خانقاہ دکھلائی۔ میں آیا اور خانقاہ کے دروازہ کے باہر ٹھیر گیا۔ کیونکہ میری حالت ظاہری نہایت مفلسانہ تھی۔ ایک درویش نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک مفلس شخص آیا ہے۔ خدمتِ والا میں حاضری چاہتا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اُس کو جلدی لاؤ۔ میں اندر گیا اور میری نظر آنحضرت کے دیدار پرانوار پر پڑی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ہی وہ بزرگ تھے جن کی صورت مبارک چند بار خواب میں دیکھ چکا تھا +

پس حالت ذوق و شوق اور گریہ مجھ پر طاری ہوا اور چاہا کہ قدم مبارک پر گروں۔ حضرت نے مجھ کو بغل میں لے لیا۔ اور تھوڑی دیر سینہ مبارک سے لپٹائے رہے۔ میں نے زور اور غلبۂ حال سے اپنے آپ کو چھوڑا کر حضرت کے قدموں پر گرا دیا اور بہت دیر تک گریہ و زاری بے اختیار کرتا رہا۔ آنحضرت نے مجھے اُٹھایا اور حجرہ میں لے گئے اور طریقہ بتلایا۔ میں نے عرض کیا کہ اب میرا مقصود حاصل ہو گیا۔ حالانکہ آنحضرت کی عادت تھی کہ برسوں طالب آپکی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ جب کہیں

آپ اُن کو مرید کرتے تھے ؛

ترجمہ۔ ایک دفعہ آنحضرت کا گذر آپ کے وطن میں ہوُا۔ آپ کے مریدین کی ایک جماعت آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ آنحضرت اپنی نعمات باطنیہ سے ہم کو بھی کچھ عطا فرمائیں۔ آنحضرت نے آپ کو بلایا اور دریافت کیا کہ کیا تم نے اُن لوگوں کو طریق کی تعلیم دی ہے۔ آپ نے کہا کہ کچھ مجھ کو آپ کی بارگاہ سے ملا ہے۔ وہ مَیں نے اُن کو پہنچایا ہے۔ اُس وقت اُن لوگوں سے آنحضرت نے فرمایا کہ شیخ کریم الدین کی زبان میری زبان ہے۔ جو کچھ اُنہوں نے کہا وہ مَیں نے کہا۔ پس جاؤ اور اپنے کام میں مشغول رہو۔ اور اپنے جسم اقدس کا کرتہ اُتار کر کریم الدین کو عطا فرمایا ؛

قدسیہ۔ فقیر مؤلف سے آپ نے بیان فرمایا تھا کہ بیعت ہونے کے اڑھائی سال کے بعد کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت کی مسجد میں صبح صادق سے پہلے مراقب تھا۔ یکایک غیبت پیدا ہوئی اور مَیں نے دیکھا کہ چار شخص میرے ہم صورت میرے پہلو میں بیٹھے ہیں۔ اِتنے میں مجھے ہوش آیا مَیں نے لاحول پڑھی۔ اور پھر مراقب ہو گیا۔ پھر وہی چاروں صورتیں میرے پاس آگئیں۔ اِسی طرح تین مرتبہ ہوُا۔ اور چوتھی بار مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص نورانی سفید ریش عصا ہاتھ میں لئے ہوئے مسجد کے حجرہ سے نکلے اور سلام کیا۔ مَیں نے بھی جواب دیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے کو کیسا دیکھتے ہو۔ اُن کے اتنا فرماتے ہی میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ اِس کے بعد قدرے حال میں سکون ہوُا۔ تو مَیں نے کہا کہ میرا حال اس وقت یہ ہے کہ میرا وطن یہاں سے دو سو کوس ہے۔ مجھ سے اِس قدر نزدیک ہو گیا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ہاتھ بڑھا کر وہاں سے جو چیز چاہوں بخوبی لے سکتا ہوں۔ تمام ملک میرے متصل اور نزدیک ہو گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ ایسے صاحب وقت کو کیا کہا جاتا ہے۔ مَیں نے کہا کہ مَیں نہیں جانتا ہوں فرمایا۔ کہ قطب کہتے ہیں ؛

قدسیہ۔ شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ مجھ پر ایسا وقت آیا کہ اگر تمام عالم میری نظر میں آجاتے تو ایک نگاہ میں مقصد کو پہنچا دوں ؛

قدسیہ۔ شیخ نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک بار میں حضرت سے ملنے کے لئے وطن سے روانہ ہوا۔ راہ میں فضل آباد کی سرائے میں واقعہ میں دیکھا کہ مجھ کو سلطنت کے تخت پر بٹھایا گیا ہے۔ اور سلطانِ وقت دست بستہ میرے سامنے کھڑا ہے میں وہاں سے روانہ ہو کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ کو خلافت مطلقہ عطا فرمائی ÷

آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے پہلی دفعہ مجھ کو دس شخصوں کے مرید کرنے کی اجازت دی تھی۔ دوسری مرتبہ ستر شخصوں کے مرید کرنے کی اجازت سرفراز فرمائی۔ اور تیسری مرتبہ کہ واقعہ مذکورہ میں نے دیکھا تھا۔ آنحضرت سے اُس کو بیان بھی نہیں کیا جاسکتا۔ آنحضرت نے خلافت مطلقہ عنایت کی ÷

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو واقعہ میں دیکھا کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ تم ہمارے مرید ہو جاؤ۔ اُس وقت آنحضرت کا خوف مجھ پر غالب ہوا۔ اور خیال ہوا کہ میں آنحضرت کا پروردہ نعمت ہوں تو حضرت غوث الاعظم کا ہی مرید ہوں۔ میں نے سکوت کیا۔ میں اسی حالت میں ہوشیار ہو گیا اس واقعہ کے بعد سے ایک سال تک یہ حالت رہی۔ کہ میں جس شخص کو طریقہ نقشبندیہ کی تعلیم دیتا اُسی وقت نسبت قادریہ بھی خود بخود اس کو حاصل ہو جاتی تھی ÷

قدسیہ۔ ایک روز ایک کنیز آپ کے پاس آئی اور کہا کہ فلاں بی بی نے یہ نذر کے روپے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں۔ آپ اُس وقت مراقب تھے۔ کنیز کی آواز سُنکر آنکھ کھولی۔ آپ کی نظر اُس کنیز پر پڑ گئی اُس کا حال دگرگوں ہو گیا دیوانہ و مستانہ وار اُس بی بی کے پاس گئی۔ بی بی عقلمند تھی معلوم کر لیا کہ شیخ کی نظر پاک نے اس کو دیوانہ بنا دیا ہے کنیز کو دیکھ کر بی بی پر بھی جذب و مستی کا اثر ہو گیا اور جذب اور مستی سے یہ حالت ہو گئی۔ کہ قریب تھا کہ بے پردہ شیخ کی خدمت میں دوڑی جائے اُس کے شوہر نے بڑی کوشش سے اُس کو روکا اور کہا کہ تجھ کو پردہ کے ساتھ آپکی خدمت میں بھیجونگا۔ جب اس واقعہ کی آپ کو اطلاع پہنچی۔ آپ نے اپنے خلیفہ شیخ جوہر کو اُس کے گھر بھیجا اُنہوں نے اُس کو مرید کیا اور اُس میں بڑا اثر پیدا ہوا ÷

تصرف۔ آپ کے وطن میں ایک بزرگ عالم و فاضل مرجع روزگار شیخ عبدالغنی نامی نے آپ کو دعوت دی۔ اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اصرار

کہ مجھ کو مرید کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ گھر کے نزدیک جو مسجد ہے اس میں آؤ۔ اور وہاں مجھ سے بیعت کر کے تعلیم حاصل کرو۔ اُس نے کہا کہ خلوت میں مرید کیجئے۔ آپنے معلوم کر لیا کہ وہ لوگوں کے سامنے مرید ہونے سے شرم کر رہا ہے۔ پس فرمایا کہ میں خلوت میں کسی کو طریقت کی تعلیم نہیں دیتا ہوں۔ اُس نے کہا کہ اگر خلوت میں آپ مجھ کو طریق نہ بتلائیں گے تو میں اس وقت لوگوں میں با وقعت ہوں آپ کو بدنام کرونگا کہ آپ بدعتی ہیں۔ اور لوگوں کو آپ کے پاس رجوع ہونے سے روکونگا۔ آپ پر غیرت طاری ہوئی اور فرمایا کہ تم سے جس قدر ہو سکے میری بُرائیاں کرو۔ اور کسی طرح کی کمی نہ کرنا آپ وہاں سے چلے آئے۔ اور اُس نے اُسی روز سے آپ کی شکایتیں کرنی شروع کیں۔ چند ہی روز کے بعد اُس کا سب گھر بار برباد ہو گیا۔ اور وہ خود اور اُس کا لڑکا دونو مر گئے۔ اور گھر خالی پڑے رہ گئے۔

تصرف شیخ موسےٰ شوین ایک مشائخ کہ اپنے وطن میں ممتاز اور موقر درویش تھے کسی کام کے لئے آپ کے وطن آئے اور آپ کی ملاقات کیلئے آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اُن سے پوچھا کہ تم کس سلسلہ میں مرید ہو انہوں نے کہا کہ میں شیخ عیسٰے بلوتی کا مرید اور اُن کا خلیفہ ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ مراقب ہو جایئے درویش صاحب مراقب ہو گئے اور آپنے توجہ دی اور زبان سے کچھ بیان نہ کیا (آپ کی عادت تھی کہ محض توجہ اور تصرف سے طریقہ نقشبندیہ کا طالب کے دل میں القا فرماتے۔ اور ذکر خفی کا درخت دل کے مرغزار میں تصرف باطن سے قائم جما دیتے تھے۔ کہ ایک ساعت میں مرید کا دل جواہر ذکر سے آراستہ ہو جاتا تھا) ایک لمحہ کے بعد شیخ موسےٰ نے سر اُٹھایا اور کہا کہ شیخ عیسٰے کی نسبت میرے باطن سے زائل ہو گئی اور آپ کی نسبت میرے باطن میں قائم ہو گئی۔

یہ کہکر وہ گھر چلے گئے اور اپنے فرزند شیخ اسحاق سے یہ واقعہ بیان کیا اور اس کو شیخ کی صحبت کی ترغیب دی۔ وہ باوجود پیرزادگی کی عزو شان کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اُس وقت حجرہ کی تعمیر اپنے ہاتھ سے فرما رہے تھے۔ کیچڑ اور مٹی آپکے ہاتھ اور پاؤں کو لگی ہوئی تھی۔ اُس وقت شیخ زادہ مذکور آپ کی خدمت میں پہنچا اور سلام کیا۔ آپ نے ایک نگاہ اُس پر ڈالی اور فرمایا کہ ٹھیرو میں

ہاتھ پاؤں دھوکر تم سے مصافحہ کرتا ہوں ؛

اُس نے فریاد کی کہ حضرت اسی وقت آپکے دیکھنے سے حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے خلیفہ جناب شیخ تاج سنبلی کی نسبت کہ سات ماہ سے میرے باطن میں جاری تھی زائل ہوگئی۔ اور آپ کی نسبت بجائے اُس کے پیدا ہوگئی۔ پھر آپ اُس کو حجرہ میں لے گئے اور اثنائے توجہ میں اس طریقہ اینقہ کا القا فرمایا۔ صرف ایک ہی توجہ میں شیخ اسحاق مست ہوگئے۔ اُن کے منہ سے اُونٹ کی طرح کف بہ رہا تھا۔ بہت ہی اضطراب اور بے طاقتی اُن سے ظاہر ہوئی۔ اور بے اختیار ہوکر کودتے تھے اور حجرہ کی چھت اور در و دیوار سے اپنا سر دیوانہ وار ٹکرا رہے تھے آپ اُٹھے اور حجرہ کی زنجیر باہر سے لگادی۔ صبح سے دوپہر تک اُن کی یہی حالت رہی۔ دوپہر کو آپ پھر حجرہ میں گئے اور اُن کو توجہ دی۔ اُس وقت ان کو افاقہ ہوا۔ پھر اُنہوں نے اپنا سر آپ کے مبارک قدموں پر رکھ دیا۔ اور کہا کہ دوات قلم منگوایئے اُس وقت آنحضرت (یعنی مجدد) قدس سرہٗ نے مجھ سے چند باتیں فرمائی ہیں ہیں اُن کو لوں کہ فراموش نہ ہوجائیں ؛

آنحضرت قدس سرہٗ نے مجھ سے فرمایا کہ احمدؒ سرہندی سے اسحاق سندی کو معلوم ہو کہ اسے اسحاق تو میرا فرزند اور تمام امور خفی و جلی میں میرا خلیفہ ہے۔ میں معفو ہوں اور تو مغفور ہے اور جو تم کو وسیلہ بنائے گا وہ بھی مغفور ہے۔ میرے حبیب اور خلیفہ مولانا کریم الدین سے میر اسلام کہدو۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ آنحضرت نے تم کو خلافت دیدی ہے۔ یہی تمہارے لئے کافی ہے۔ یہ فرماکر اُن کو رخصت کردیا۔ وہ اپنے گھر کو چلے گئے۔ اور لوگ بکثرت اُن کے معتقد ہوگئے ؛

چنانچہ اُن کے پہلے مرید میرک مسعود بیگ بن احمد بیگخان کابلی ہیں کہ اپنے زمانہ کے عالم اور فاضل اور درویش تھے۔ لوگوں نے اُن کو بہکایا کہ شیخ اسحاق مرید شیخ عیسےٰ بلوتی کے ہیں۔ خود کو جو وہ نقشبندی کہتے ہیں غلط ہے یہ سنکر میرک جناب اپنی مریدی پر پشیمان ہوئے اور دو تین دن شیخ اسحاق کی خدمت میں نہ گئے شیخ صاحب خود اُن کے گھر گئے۔ چونکہ لوگوں کا بہکانا اُن پر کافی اثر کرچکا تھا اس لئے اُنہوں نے شیخ صاحب کی تعظیم نہ کی۔ آپ فوراً واپس ہوگئے اور اُلٹے پاؤں اپنے مکان کو چلے آئے

اُسی شب میرک مذکور نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ تشریف فرما ہیں۔ اور کبھی اتنے بڑے ہو جاتے ہیں کہ تمام زمین اور آسمان کو گھیر لیتے ہیں اور کبھی سوئی کی مثل چھوٹے ہو جاتے ہیں۔ اور میرک سے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے مرک تو مردانِ خدا کو نہیں پہچانتا ہے۔ مارے خوف و دہشت کے اُس کی آنکھ کھل گئی اور اسی وقت دوڑتا ہوا شیخ اسحاق کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُن کے قدموں پر گر پڑا اور معافی چاہی اور عرض کیا کہ اِن حاسدوں کی جماعت کے بارہ میں جو ارشاد ہوگا اُس پر عمل کیا جائیگا۔ اِن لوگوں نے میرے جان اور ایمان کو خطرہ میں ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ اسحاق نے کہا کہ اُن کو اپنے پاس سے نکال دیجئے۔ اُس نے ویسا ہی کیا۔

دوسری مرتبہ شیخ اسحاق مولانا کریم الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا نے اُن کو ذکر نفی و اثبات تبلایا۔ وہ فوراً ہی بیخود ہو گئے اور اُن میں ایسی حرارت اور سوز پیدا ہوا کہ اگر سارے دریا کا پانی اُن کو پلا دیا جاتا تو کافی نہ ہوتا۔ کوزہ پر کوزہ اُن کو پلاتے تھے۔ مگر وہ سیراب ہوتے نہ تھے۔ اور فرماتے تھے کہ مَیں جل رہا ہوں۔ پھر بہت دنوں تک وہ خاموش رہے۔ اور کلام کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اِس کے بعد اُن سے اُن کا حال پوچھا گیا۔ تو فرمایا کہ مَیں نہیں جانتا ہوں کہ مَیں کون ہوں مرد ہوں یا عورت اور زمین پر ہوں یا آسمان پر۔

تصرف۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَیں ایک مرتبہ اپنی بی بی کو ہمراہ لیکر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا جب مَیں نے رخصت ہونے کا ارادہ کیا تو میری بی بی نے کہا کہ مَیں آنحضرت سے مرید ہونا چاہتی ہوں۔ مَیں آنحضرت کے پاس گیا۔ اور سارا واقعہ عرض کیا۔ ارشاد فرمایا کہ خلوت میں آؤ۔ میں خلوت کے وقت پھر حاضر ہوا اور اُس کی استدعا کو پیش کیا۔ آپ نے اچھا فرمایا اور مراقب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ اِس کو ہم نے تمہارے حوالہ کر دیا۔ تم ہی اس کو ذکر تبلاؤ۔ مَیں نے بہت کچھ اُس پر توجہ کی مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ نماز تہجد کے بعد مَیں ذکر کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کر رہا تھا۔ اور میری بی بی بھی نماز تہجد سے فارغ ہو کر میرے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ میری زبان سے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ نکلا۔ اس سے اس کا حال متغیر ہو گیا۔ اور جذبہ قوی پیدا ہوا۔ اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگی۔ اُس زمانہ میں آپ اپنی بیوی بچوں اور مریدوں

کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں آئے ہوئے تھے۔ اور آنحضرت اُس زمانہ میں گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ کسی کو آپ کے پاس آنے جانے کی اجازت نہ تھی۔ شیخ کریم الدین اور ان کے مریدوں کو اجازت تھی +

کرامت - ایک مرتبہ آپکا ایک مرید بیمار ہوا۔ آپ اُس کے مکان پر تشریف لیگئے اور اُسی کے برابر دوسرے بستر پر آرام کیا تاکہ واقعہ میں اُس کی زندگی اور موت کے متعلق تحقیق فرمائیں۔ اتنے میں آپ کو غیبت ہو گئی اور آپ نے دیکھا کہ ایک لشکر سیاہ پوشوں کا ظاہر ہوا۔ شیخ نے بھی اپنے لشکر مسلح ہونے کے لئے حکم دیا۔ دونوں لشکر آپس میں مقابل ہوئے۔ وہ بیمار مرید سب سے آگے گھوڑے کو دوڑا کر مقابلہ میں آیا اور زخمی ہو گیا۔ اور گھوڑے سے گر پڑا اور اُس کا گھوڑا دشمن کی فوج میں جا کر شامل ہو گیا۔ آپ نیند سے بیدار ہوئے اور اُس کی زندگی سے نا اُمید ہو کر اُس کے دوستوں کو حکم دیا کہ اس کے دفن وکفن کا انتظام کریں۔ سب لوگ آپ کے اِس حکم سے متعجب ہوئے کیونکہ اُس کی بیماری ایسی زیادہ نہ تھی۔ جس سے اُس کو قریب المرگ سمجھا جاتے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اپنی زبان سے ایسا کلام نہ فرمائیں +

اتنے میں اُس مریض کا سانس اُلٹ ہو گیا۔ بعض طالب علم منکرین اولیا بھی وہاں اُس وقت موجود تھے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم بھی دیکھیں گے کہ پیری اور مریدی اس آخر وقت میں کیا کام آتی ہے۔ آپ نے دعا کی کہ خداوندا اگر اس حالت نزع میں اس شخص کا ذکر جاری نہ رہا ہو تو جاری کر دے۔ ابھی آپ کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ مریض نے حالت نزع میں اللہ اللہ کہنا شروع کر دیا۔ اور وہ دوسری مرتبہ پہلی مرتبہ سے زیادہ بلند آواز سے کہتا تھا۔ اور آخری سانس اسم اللہ پر ختم ہو گیا۔ سب منکرین اُسی وقت تائب ہوئے اور آپ کے ارادت میں داخل ہوئے +

کرامت - آپ فرماتے ہیں کہ آخری دفعہ جب میں اپنی بیوی کے ساتھ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو میری بیوی حاملہ تھی۔ میں جب قصد ملازمت کیلئے روانہ ہوا۔ تو میں نے پا پیادہ احرام حاضر ہونے کے لئے باندھا تھا۔ میرے پاؤں متورم اور سراپا آبلہ ہو گئے تھے۔ میں نے بی بی کو ایک دوست کے مکان میں چھوڑ دیا اور خود تنہا آنحضرت کے پاس گیا۔ میرے قدمبوس ہوتے ہی آنحضرت نے فرمایا کہ اے

شیخ کریم الدین تمہارے پاؤں بہت زخمی ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو شفا دے۔ اور تمہاری بی بی کو بھی شفا دے اور جو اُس کے پیٹ میں ہے اُس کو بھی شفا دے حالانکہ مَیں نے ابھی اپنی بی بی کی بیماری کو عرض کیا تھا نہ اُس کے حاملہ ہونے کا حال بیان کیا تھا +

آپ کی وفات تیسری محرم سنہ ۱۰۳۰ ہجری میں ہوئی۔ اور اپنے وطن میں ہی مدفون ہوئے۔ فقط +

شیخ حسن برکی قدس سرہٗ

آپ اس راہ کے جوانمرد اور صاحب استقامت اور جامع شریعت حقیقت اور صاحب مقامات و ارادات روشن اور صاحب علوم لدنیہ تھے۔ علوم ظاہری میں پوری قابلیت رکھتے تھے۔ شیخ احمد برکی کے شاگرد تھے۔ کہ جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے +

آپ آستانہ عرش نشان آنحضرت پر حاضر ہوئے اور طریقت حاصل کی۔ اور صحبت بابرکت میں حالات و مقامات حاصل کر کے اپنے وطن مالوف کی طرف واپس ہوئے۔ اور شیخ احمد برکی کی صحبت میں مدت دراز تک عمر بسر کرتے رہے +

آنحضرت نے ایک مکتوب میں جو اُن کے استاد شیخ احمد برکی کے نام بھیجا تھا۔ تحریر فرمایا کہ شیخ حسن تمہارے ارکانِ دولت سے ہیں۔ اور تمہاری ملاقات کے مددگار خاص ہیں۔ اگر تم کو کوئی سفر درپیش ہو۔ تو اپنا قایم مقام شیخ حسن کو کرنا اور اُن کے لئے خاص توجہات کی رعایت کرو۔ اور اُن کے علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے کوشاں ہو۔ ہندوستان کا حالیہ سفر تم دونوں کے لئے نہایت غنیمت تھا۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃَ اللہ تعالیٰ تم کو اور ہم کو استقامت عطا فرمائے +

اس کے کچھ دن بعد شیخ احمد برکی نے آخرت کا سفر فرمایا۔ اس کی جب آنحضرت کو خبر پہنچی تو اُن کے احباب کو لکھا کہ مرحوم کی وضع اور قطع کی رعایت رکھو اور ذکر و مراقبات میں مشغول رہو۔ آپس میں جمع ہو کر ایک دوسرے کی خبر گیری رکھو تاکہ اثرات صحبت پیدا ہوتے رہیں۔ فقیر نے پہلے ہی ایک مکتوب میں لکھا تھا کہ اگر مولانا سفر کریں تو شیخ حسن کو اپنا قایم مقام مقرر کریں۔ اس سفر سے مراد اُن کا انتقال تھا اب

میں دوبارہ پھر لکھتا ہوں۔ کہ شیخ حسن کو بھی اس کام (خلافت) کے لائق میں پاتا ہوں اس میں کسی کو رشک نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ یہ کسی کا اختیاری امر نہیں ہے۔ حکم الٰہی کی اطاعت ضروری ہے۔ مولانا نے جو یہاں سے نسبت حاصل کی ہے شیخ حسن بھی اُس میں شامل تھے۔ مولانا کے دوسرے مرید اس نسبت سے اتنے مستفید نہیں جتنے کہ شیخ حسن ہیں۔ اگرچہ دوسرے صاحبوں میں کشف اور شہود پیدا ہو گیا ہے +

الحاصل آپ آنحضرت کی اجازت اور خلافت سے مسند نشین اور صاحب ارشاد ہو کر افاضۂ خلائق میں مشغول ہوئے۔ آنحضرت کی توجہاتِ غائبانہ نے ترقیات و مراتب آپ کو عطا فرمائے۔ رسائل اور مکتوبات آپ نے تصنیف کئے۔ جو آپکے احوال اور مقامات کے حسن و بلندی کے شاہد ہیں۔ اور سب کے سب معارف آپکے مکشوفات خاصہ اور مشہودات مختصہ سے ہیں۔ الّا ما شاء اللہ +

آپ نے ایک معروضہ میں لکھا تھا کہ اس فقیر بے بضاعت کے تمام معلوم شریعت سے بالکل مطابق ہیں۔ گویا شریعت کا ہر حکم شہر مقصود تک پہنچنے کا دروازہ اور بڑی شان کی ایک نشانی ہے۔ یہی بیت فقیر کا نصب العین ہے ؎

ما بسفر مے رویم عزم تماشہ کراست ما بر او مے روم کہ ہمہ عالم وراست

آنحضرت قدس سرہٗ نے اِس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ تمہارے معارف مقدس اور عالی ہیں۔ اُن کے مطالعہ سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اسی راستہ سے مقصود تک پہنچائے +

قدسیہ۔ ایک معروضہ میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ ایک مدت تک باطن میں حیرت اس قدر غالب ہو گئی تھی کہ صوفیہ کرام نے کسی کلام سے اور ارباب اشارات کے کسی اشارہ سے اور اہل حقائق کی کسی حقیقت اور معرفت کے بیان کرنے سے کم نہ ہوتی تھی۔ بلکہ یہ سب اس کو بڑھاتی تھیں۔ اِس لئے فقیر اپنے عجز کا معترف تھا اور اس عجز اور حیرت میں تمام عالم کو اپنا شریک پاتا تھا۔ مگر اس حال میں بھی خود کو عقاید اہل سنت وجماعت سے زیادہ معتقد پاتا تھا +

قدسیہ۔ ایک عریضہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں کہ فقیر نماز تہجد پڑھتا تھا کہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کے معانی ظاہر ہوئے۔ اور پردہ حیرت اُٹھا

ٹھہر گیا۔ اور عین الیقین سے مشرف کیا گیا۔ زبان قلم اُس مقام کی حقیقت بیان کرنے سے قاصر اور سننے والے کی سمجھ اُس کے سمجھنے سے معذور ہے۔ اُس کے بیان کے لئے لب نہیں کھل سکتے۔ عالم مثال اُس حالت کی یہی ایک مثال ہو سکتی ہے کہ جسم میں رُوح مخاطب ہے۔ اور جسم روح کیلئے بمنزلہ لباس کے ہے اور رُوح کی خالق ارواح کے ساتھ یہی نسبت ہے۔ اللہ تعالےٰ ارواح کے لئے رگِ گردن سے زیادہ نزدیک ہے۔ یہ قرب مخلوق کیلئے بعد ہے۔ کیونکہ یہ قرب بیچون اور بے چگون ہے۔ جس کے ساتھ عالم کو بجز خالق و مخلوق ہونے اور صانع و مصنوع ہونے کے اور کچھ تعلق نہیں ہے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

قدسیہ ایک معروضہ میں آپنے لکھا تھا کہ نہ معلوم یہ وصل ہے یا فراق مجھ کو ذات بیچون کا فراق اس طرح حاصل ہؤا ہے کہ خود کو سب کاموں سے معطل پاتا ہوں اور خدائے تعالےٰ کے ساتھ کسی طرح کی مناسبت نہیں پاتا ہوں بجز اس کے کہ استغنا خدا تعالےٰ کی طرف سے اور احتیاج اپنی جانب سے پاتا ہوں باوجود اس کے خدا تعالیٰ سے کچھ بھی اقرب نہیں پاتا ہوں۔ حتیٰ کہ لطائف عشرہ سے بھی۔ اس لئے اس کا بُعد تو کسی طرح بھی متصوّر نہیں ہو سکتا۔ عقیدت متلاشی ہے مگر توجہ معدوم ہے یہ سب اتباع حضرت حبیبِ حق علیہ الصلوٰۃ والسَّلام اور تربیت آنحضرت کا طفیل ہے۔ مگر ان دو واقعات روشن نے فقیر کو امیدوار برکات کر دیا ہے +

پہلا واقعہ یہ ہے کہ آپ مجھ سے فرما رہے ہیں۔ کہ میں توفیق بھی دیتا ہوں۔ اور ریحان حقیقی بھی +

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ آپنے مجھ سے دریافت فرمایا ہے کہ تو کیا چاہتا ہے فقیر نے کہا کہ سب چیز فقیر کو دیجئے۔ پس آپنے فقیر کا ہاتھ پکڑا اور تصرف کیا اُس سے عجیب حالت پیدا ہوئی۔ اُس وقت آپ نے فرمایا کہ لوگو اس شخص میں ایسی حالت پیدا ہوئی ہے۔ کہ ہمیشہ باقی رہیگی۔ کبھی کم نہ ہوگی +

قدسیہ آپ نے مرض موت میں فرمایا کہ مجھے بشارت دی گئی کہ تمہارا ہر مرید بخشا ہوا ہے۔ میں نے اُس سے زیادہ کی درخواست کی ارشاد ہؤا کہ تمہارا ہر معتقد بخشا گیا۔ میں نے اور مانگا ارشاد ہؤا کہ قیامت تک جو لوگ تمہارے معتقد

ہونگے وہ مغفور ہیں ؛

قدسیہ۔ آپنے تمام احباب اور اصحاب کو وصیت فرمائی کہ میں نے تمام دنیا کی تلاش کی مثل حضرت مخدوم زادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کسی کو نہیں پایا۔ تم میں سے جس کسی کو راہ خدا کی طلب پیدا ہو اُس کو چاہیئے کہ ان حضرات کی خدمت میں جائے اور اُن کی ملازمت کو سعادت جانے حقائق و معارف جو آپنے بذریعۂ رسائل عرائض کے آنحضرت کی خدمت میں اور حضرات مخدوم زادگان عالی قدر کی خدمت میں لکھے ہیں وہ بہت ہیں فقیر نے چند کلمات اُن مکتوبات میں سے اخذ کر کے یہاں لکھ دئے ہیں۔ جن کا جواب آنحضرت نے تحریر فرمایا ہے ؛

قدسیہ۔ آپ کا صاحبزادہ کہ جوان قابل اور طالب صادق مستعد تھا۔ اور حضرت خواجہ محمد سعید کی خدمت میں بلا اطلاع آپ کے چلا آیا تھا آپ اُس سے بالکل ناواقف تھے وفات کے وقت آپ نے اُس کو یاد فرمایا اور تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ مجھ کو بشارت دی گئی ہے۔ کہ وہ حضرت مخدوم زادہ عالی قدر کی خدمت میں ہے۔ اور اب حضرت نے اس کو اجازت اور خلافت دیکر روانہ کیا ہے اور اب وہ راستہ میں ہے۔ تھوڑی دیر میں آئیگا اور میرا قائم مقام ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اِس کے بعد آپنے انتقال کیا۔ اور اپنے وطن عثمان پور میں دفن ہوئے ؛

شیخ عبد الحی شادمانی سلمہ ربہٗ

آپ آنحضرت قدس سرہٗ کے بہترین اور مخلص مرید تھے۔ آپ حصارِ شادمان کے رہنے والے تھے۔ جو کہ علاقہ اصفہان میں توران سے اُتر کی جانب کو ایک قلعہ ہے وہاں سے ہندوستان آئے اور شہر پٹنہ میں مقیم ہوئے۔ توفیق الٰہی آپکے شامل حال ہوئی۔ اور سعادتِ ازلی نے راہنمائی کی۔ پٹنہ سے احرام باندھ کر تجرید و تفرید اور عقیدت و خلوص کے ساتھ بارگاہ آنحضرت قدس سرہٗ میں داخل ہوئے اور قبولیت سے مشرف ہوئے۔ اور عرصۂ قلیل میں مقربان آنحضرت اور محرمانِ راز میں داخل ہوگئے۔ حضور کی اکثر خدمات آپ سے متعلق رہتی تھیں۔ اور خلوت وجلوت میں حاضر حضور

موفور الستر رہتے تھے۔ جو چاہتے پوچھتے۔ اور اُس کے جواب سے مشرف ہوتے تھے۔ اسرار خاص آپ سے مختص تھے۔ حضرت صاحبزادہ عالی قدر کی اجازت سے دفتر دوم مکتوبات شریف آپ نے جمع فرمایا۔ ایک مدت تک آنحضرت کی خدمت میں مقیم رہے۔ اور اس کے بعد آپ کو خلافت عطا فرمائی اور وطن مالوف کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا کہ عبدالحی اُس مقام کا قطب ہے +

آپ وطن پہنچے اور مقبولیت عظیم حاصل ہوئی۔ مریدان رشید اور خلفاء اہل ارشاد آپ سے ظاہر ہوئے +

آنحضرت قدس سرہٗ نے صوبہ دار پٹنہ کو تحریر فرمایا کہ شیخ عبدالحی اور شیخ نور محمد کا ایک شہر میں جمع ہونا قران السعدین ہے +

ایک مکتوب میں شیخ نور محمد صاحب کو آپ کے متعلق اس طرح تحریر فرمایا تھا کہ تمہارے ہم شہری شیخ عبدالحی تمہارے پڑوس میں آئے ہیں علوم اور معارف غیبیہ کا وہ ایک نسخہ ہیں۔ اس راہ کی ضروری چیزیں اُن کے پاس امانت ہیں۔ یاران دور افتادہ کے لئے اُن کی ملاقات غنیمت ہے۔ کہ نو آمدہ ہیں۔ اور نئی چیزیں لائے ہیں۔ وہ صاحب فنا و بقا اور جذبہ و سلوک میں صاحب نصیب ہیں۔ بلکہ ان چیزوں میں اُن کو گذرگاہ حاصل ہے۔ مکتوبات کے اکثر معارف نایاب اُن کے گوش زدہ ہیں۔ اور اکثر چیزوں کو انہوں نے استفسار کر کے محفوظ کر لیا ہے۔ تم کلامہٗ +

آپ کا طریق موجودہ مال کو خرچ کر دینا اور اصحاب کے ساتھ طعام کھانا کہ اہل عشرت اور فقیری کی یہی روش ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ابتدائے زمانہ میں جبکہ میں پٹنہ میں تھا اور آنحضرت کی ملازمت سے مشرف نہ ہوا تھا۔ ایک واقعہ میں دیکھا کہ ایک قلعہ میں عیش بسر کر رہا ہوں۔ کہ لوگوں کی ایک جماعت نمودار ہوئی۔ میں نے اُن سے چھپنا چاہا انہوں نے دوڑ کر مجھ کو پکڑ لیا۔ اور باندھ لیا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کون لوگ ہیں تو کہا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تشریف لائے ہیں۔ پھر وہ لوگ مجھ کو باندھ کر قلعہ سے باہر لائے اور آنحضرت کی خدمت میں لے گئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپکی خدمت میں میری سفارش کی اور مجھ کو رہائی

دلوائی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ میں ہمراہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام جارہا ہوں مجھ کو حضرت نے مہربانی سے بلوایا اور فرمایا کہ فلاں کام بغیر تمہارے سد ہر نہیں سکتا تم وہاں جاؤ میں سب لوگوں کے ساتھ ہوا پر اڑکر جاتا ہوں +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے مجھ کو جب پٹنہ روانہ کیا تو فرمایا کہ شیخ حمید بنگالی کی طرف سے میں دلجمع نہیں ہوں تم ایک دفعہ ان کے پاس ضرور جانا۔ میں متحیر تھا کہ منگل کوٹ کو کس طرح سے جانا ہوگا۔ اتفاقاً ایک ضرورت ایسی پیش آئی کہ وہاں جانا پڑا۔ میں شیخ کی خدمت میں روانہ ہوا اور سوچتا جاتا تھا کہ شیخ اپنے وقت کا عالم اور مشہور درویش اور مرجع روزگار ہے۔ میری تعلیم ان کو کیا مفید ہوگی مگر یہ بھی خیال ہوا کہ آنحضرت کا ارشاد بغیر مصلحت کے نہیں ہو سکتا۔ الحاصل میں شیخ سے ملا شیخ نے میری بہت تعظیم کی اور فرمایا کہ آنحضرت نے اور دوسرے بزرگوں نے لکھا ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی محبت اس راستہ کے لئے ضروری ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ جس دل میں محبت خدا تعالےٰ سما جائے اس میں کسی اور کی محبت کی گنجائش نہیں ہو سکتی میں نے کہا کہ محبت آنسرور عین محبت حق ہے آیۂ کریمہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ترجمہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اس پر شاہد ہے +

شیخ میرے اس کلام سے بہت نادم ہوئے اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت کا فرمانا کہ میں شیخ حمید کی طرف سے دلجمع نہیں ہوں۔ اور مجھ کو شیخ کی ملاقات کے لئے حکم دینا اسی شبہ کے رفع کرنے کے لئے تھا تم کلامہٗ۔

آپ نے سنہ ۱۰۵۰ھ ایکہزار پچاس ہجری میں زیارت حرمین کا ارادہ کیا اور پٹنہ سے بغرض زیارت مزار پُر انوار آنحضرت اور ملازمت حضرات مخدوم زادگان سرہند گئے اور وہاں سے حرمین روانہ ہوئے۔ ہر قدم آپ کا توکل کے ساتھ اٹھتا تھا۔ اس ملک میں آپ بہت مقبول ہوئے۔ اور سنا گیا ہے کہ آپ بعد ادائے حج کے عازم وطن ہوئے۔ اور جہاز پر سوار ہوئے کئی روز تک جہاز اپنی جگہ سے نہ ہل سکا۔ سب لوگ حیران اور پریشان تھے۔ آخر کار آپ نے فرمایا کہ سب

احباب روانہ ہو جائیں اور میں جہاز کے نیچے اُتر جاتا ہوں۔ میں ایک سال حج اور کروں گا۔ ابھی مجھ کو روانگی کی اجازت نہیں ہوئی ہے۔ آپ کا جہاز سے اترنا تھا کہ جہاز چل پڑا۔ کہتے ہیں کہ آپ کا توقف باشارۂ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔ آپ کی عمر شریف حج کو روانگی کے وقت ساٹھ کے قریب تھی سلمہُ اللہُ وَ اَبقاہُ +

خواجہ محمد ہاشم کشمی برہانپوری قدس سرہٗ

آپ آنحضرت کے مقبول اور منظور خاص مریدوں میں سے تھے۔ آپکے آباواجداد سب بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد خواجہ قاسم درویش اور عالم مشہور اور مرزا شاہرخ شاہ ملک بدخشاں کے بادشاہ تھے آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرے آباواجداد سلسلۂ کبرویہ کے خلفاء تھے۔ اور میں نے بھی زمانۂ طفولیت میں اسی خاندان کے بعض درویشوں کی زیارت کی ہے۔ لیکن عنفوان شباب سے میری فطرت اور طبیعت کو اشارات وبشاراتِ دل اولیا اللہ سلسلۂ خواجگان نقشبندیہ سے رغبت تھی لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کون سے بزرگ میری دستگیری کرینگے اور نعمات سلسلۂ نقشبندیہ سے کون سے پیر اپنے کرم سے مجھ کو بہرہ ور کرینگے۔ یہ فکر دن بدن مجھ پر غلبہ کرتی گئی اور اس حالت میں اکثر میری زبان سے نکلتا تھا کہ گھوڑے پر زین کس دو کہ مجھ کو عازم ہندوستان ہونا چاہیئے۔ ان روانگی کی باتوں اور اس رنج کی کمی کے بعد شیخ کو ایک تقریب ایسی پیش آئی کہ ملک ہندوستان کا مجبوراً سفر کرنا پڑا قیام ہند کے زمانہ میں ایک سال گزرنے کے بعد ایک محفل میں شب کو اولیاء سابقین کے تصرفات وحالات کا ذکر ہوا۔ میرے شکستہ دل میں خیال گذرا کہ کیا ایسے لوگ پہلے ہی زمانہ میں گذرے ہیں۔ اور اب نہیں ہیں۔ یا اب بھی ہیں مگر ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی صاحب دل مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ اٹھو فلاں بزرگ فلاں مقام پر اہلِ دل کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ تم کو بلا رہے ہیں۔ وہاں جاؤ۔ میں اسی پتہ سے روانہ ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ ارباب صفا کی

صورت میں ایک اونچے چبوترہ پر مراقب بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے مریدین ان سے کسیقدر نیچے مراقب ہیں۔ ان بزرگ صاحب نے مراقبہ سے فارغ ہو کر بلایا اور میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ سورہ اِذَا جَاءَ پڑھو۔ کیونکہ وہ توبہ کا قبول کرنے والا ہے۔ میں اس سورہ کو پڑھ رہا تھا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ میں نے اس آیت کے مضمون اور اس کے سبب نزول سے اپنے دل کو تسلی دی اور شاہراہ توبہ کو اختیار کیا۔ اسی خواب کے چند روز بعد میں برہانپور گیا اور حضرت مرشد وقت میر محمد نعمان سے ملا۔ وہ اس شہر کے طریقہ نقشبندیہ کے خلیفہ اور مسند نشین ارشاد و ہدایت اور قلوب طالبان کو کھینچنے والے تھے۔ میں ایک مدت تک ان کی خدمت میں رہا یہاں تک کہ سنہ ۱۰۳۱ھ ایکہزار اکتیس ہجری میں آنحضرت قدس سرہٗ نے مجھ کو سرہند بلایا اور باجازت حضرت میر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تقریباً دو سال تک سفر و حضر اور خلوت و جلوت میں آپ کے ہمراہ رہا۔ فقیر نے اس تھوڑی سی مدت میں جس قدر فوائد اور انوار اس آفتاب عالمتاب سے حاصل کئے ان کی تشریح بیان سے مستغنی ہے۔ انتہیٰ۔

اس میں شک نہیں ہے کہ آپ نے آنحضرت کی توجہ اور قوت تصرف کی برکت سے تھوڑی سی مدت میں احوال باطن اور مقامات معنوی اور حالات عجیبہ اور کمالات غریبہ حاصل فرمائے۔ اور حضرت کے الطاف کثیر اور محبت کے مورد بنے۔

آپ آنحضرت کے محرم اسرار اور خلوتیان راز سے تھے اور آنحضرت کے ارشاد سے برہانپور میں قیام اختیار کیا اور مکتوبات شریف کی جلد سوم کو جمع فرمایا۔ آپ کی صحبت نہایت مؤثر تھی۔ وہاں کے باشندے موم و بلغ کی طرح سے آپ کے شمع رُخ کے پروانہ تھے۔ فقرا اور امرا سب خاص و عام میں آپ مقبول اور سب آپ کے معتقد تھے۔ اُس ملک کے آپ قطب مدار تھے۔ یہ بات آنحضرت کے نفس نفیس کی برکت سے آپ کو حاصل تھی جس کی تصریح آنحضرت نے ایک مکتوب میں آپ کے عرضداشت کے جواب میں فرمائی ہے کہ تمہاری کتاب کے مطالعہ کے وقت تمہاری سلسلہ کی نورانیت اُس ملک

میں بہت پھیلی ہوئی نظر آئی۔ اس سے تمہارے متعلق مجھ کو امیدوار بنایا ہے میں اس پر اللہ تعالے کا شکر اور احسان بجا لایا +

کہتے ہیں کہ آپ ایک روز بزمانہ ہدایت وارشاد برہانپور میں گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں کو جارہے تھے اور بہت سے امراء وحکام آپ کے جلو میں ہمراہ تھے۔ لوگوں کا زیادہ ہجوم دیکھ کر آپ نے انکسار کیا اور فرمایا کہ میں کیا اور میری لیاقت وقابلیت کیا یہ سب آنحضرت کے ایک کلمہ کا ظہور ہے۔ جو آپ نے میرے بارہ میں ارشاد فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ لاہور میں میں اور دوسرے اکابر آپ کی سواری کے جلو میں ہمراہ جارہے تھے۔ میں اس ہجوم میں کیچڑ میں گر پڑا آنحضرت نے براہ شفقت فرمایا کہ اے خواجہ بہت جلد تو گھوڑے پر سوار ہوگا اور اکابر وامراء تیری سواری کے جلو میں ہونگے +

آنحضرت نے آپ کے متعلق بہت کچھ بشارتیں دی ہیں۔ چنانچہ مکاتیب شریف جلد سوم مکتوب (۸۲) میں جو بنام حضرات مخدوم زادگان صادر ہوا ہے اس میں سلطان حقیقی کے پاس آپ کی مقبولیت کو ظاہر فرمایا ہے کہ یار ثالث کی طرف سے طبیعت متفکر ہے۔ کہ اس کو ابھی قبول نہیں کیا گیا ہے۔ کاشکے پادشاہی خدام میں اس کو بھی قبول فرما لیا جائے اس مکتوب کے کچھ دن بعد تحریر فرمایا۔ کہ تمہارے ساتھ اس تیسرے یار کو بھی انہی خصوصیات کے ساتھ قبول کر لیا گیا۔ پس لفظ یار ثالث سے آپ ہی مراد ہیں +

نیز ایک مکتوب میں حضرات مخدوم زادگان کو سید اولین وآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کرنا +

نیز مکتوبات شریف کے جلد ثالث کے ایک مکتوب میں جو حضرات مخدوم زادگان کے نام نامی پر صادر ہوا ہے۔ اور اس میں آنحضرت سید الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار پاک سے مشرف ہونے اور آپ کو خلافت نامہ سرفراز ہونے کا ذکر ہے +

اور یہ بھی لکھا ہے کہ میرے یک جہت مریدوں میں سے ایک صاحب اس معاملہ میں شریک ہیں +

ایسا سنا گیا ہے کہ مراد اس باریک جہت سے جو حضرت ایشاں قدس سرہٗ اور آنحضرت علیہ السلام کے درمیان ہے وہ آپ ہی تھے +

درجہ۔ آپ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت قدس سرہ بموجب آیہ شریف (وَ اَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ اپنے پروردگار کی نعمتوں کو بیان کرو) عنایات خداوندی کا جو آپ کے خصوصیات و درجات حشر و نشر سے متعلق تھے بیان فرما رہے تھے میں نے آنحضرت کی مہربانی پا کر سوال کیا کہ یہ مسکین اس مجمع میں کس خلعت سے سرفرازی اور کس مرتبہ کی عزت پائیگا۔ آپ نے فرمایا کہ تو ہماری مجلس کا میر تزک ہوگا۔ آنحضرت کے مفارقت کے زمانہ میں آپ اپنے احوال و مقامات بذریعہ خطوط کے عرض کیا کرتے تھے۔ یہاں صرف ایک مکتوب کے بیان پر جس میں آپ کی علو حال و کمال کا تذکرہ ہے اکتفا کیا جاتا ہے +

مکتوب۔ بندۂ مہجور آوارۂ دیار برہانپوری محمد الہاشم کشمی اس بارگاہ قطب پناہ کے خدام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ میں اس آستانہ کے خدام کی توجہ عالی کی برکت سے بخیر و عافیت برہانپور پہنچ گیا! ور جناب سیدی مرشدی کی ملازمت سے مشرف ہوا اور حضرت کے غلام زادوں یعنے اپنے بچوں کو تندرست پایا محرومی بارگاہ سے جو داغ گذاری میرے دل پہ ہے اور نصیبہ کا پاؤں دلدل میں پھنسا ہوا ہے کی قوت سے اس کا بیان کون سے قلم کی زبان سے ادا کیا جا سکتا ہے ؎

اے جان جہاں آئینہ گیر بدست
خود گوئے کہ بیتو زندگانی چون ست

ترجمہ۔ اے جان جہاں ہاتھ میں آئینہ لے کر فرمائیے کہ بغیر آپ کے ہماری زندگی کس حالت میں ہے +

البتہ آپ کی نسیم توجہ و تصرف اس غبار تیرہ راہ افتادہ کو اس آستانۂ پاک پر پھر پہنچا سکتی ہے ؎

مرا کشند و طنابم بگردن اندازند
کشاں کشاں چو سگانم بکوے یار برند

شکایت کی کوئی انتہا نہیں اور خود کردہ کا کوئی علاج نہیں اس درد و غم کے اظہار

سے در ہم برہم ہوں کیونکہ آنحضرت نے بوقت رخصت بتاکید تمام اس غلام سے فرمایا تھا کہ مفارقت صوری کے زمانہ میں جو حالات گذریں اس کی اطلاع ہم کو دیتے رہنا۔ لہذا بہ تعمیل ارشاد عالی جرائت کی جاتی ہے +

قبلہ گاہا کسیقدر وہ حالات جو حضوری میں بیان کر چکا ہوں پھر ملاحظہ اقدس و اعلیٰ میں جو حالات عرض کرنے کے قابل ہیں ان کے منجملہ اجمالاً کیفیت عرض کرتا ہوں کہ توجہ والا سے فنا یہانتک ہو گئی ہے کہ وجود اور اس کے توابع اپنی اصل سے واصل ہو گئے اور احکام عدمیہ میں مل گئے۔ اور عین واثر پورے طور سے زائل ہو گئے اپنے کو نہیں پاتا ہوں مگر ایک ثبوت کہ جس پر کارخانہ عدم برپا ہے۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ وہ کمالات جو اصل سے مل چکے تھے ثبوت مذکور سے متعلق ہیں فقیر نے جب یہ حالات پہلے عرض کئے تھے تو ارشاد ہوا تھا کہ ظہور بقائے خاص کے یہ آثار ہیں۔ اس کے بعد سے فقیر کبھی اپنے کو عدم صرف پاتا تھا اور کمالات مذکورہ کو اصل سے قائم دیکھتا تھا اور کبھی اس ثبوت کو اپنی حقیقت اور کمالات کو اس سے قائم پاتا تھا۔ عین فنا میں باقی اور عین بقا میں فانی تھا یہانتک کہ ایک روز ایسا معلوم ہوا کہ فی الحقیقت وہ ثبوت نمود وجود حق ہے۔ پھر اس کو بھی اصل کے سپرد کر دیا۔ اور عکس و شخص میں فرق مفقود تھا۔ بخلاف اس کے جو آئینۂ ظاہری میں منعکس ہوتا ہے۔ اس لئے سوائے ہستی صرفہ کے اور کچھ ظاہر نہ ہوا۔ فدوی نے جب حضرۃ کی خدمت میں عرض کیا تھا تو ارشاد ہوا تھا کہ اب دائرہ نفی جو امکان سے متعلق تھا پورا ہو گیا۔ اس پر خدا کا شکر ہے اس کے بعد معاملہ اثبات کے سوا اور کچھ نہیں ہے جو کہ وجوب سے متعلق ہے +

یہ بھی ارشاد ہوا تھا کہ یہ دائرہ نفی جو تم کو حاصل ہوا ہے بسبب تمہاری استعداد کے مناسبت کے ولایت ابراہیمی علیہ السلام سے ہے (حضرت ابراہیم اور ہمارے نبی پر صلوٰۃ اور سلام ہو) کیونکہ کارخانہ نفی اور انتقاد کے رئیس اور اس ولایت علیا کے سرحلقہ ابراہیم خلیل الرحمن علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ فقیر نے بھی اس کے بعد ایک واقعہ میں دیکھا تھا کہ آنحضرت نے حضرت مخدوم زادہ عالی مرتبہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ کو اور اس فقیر کو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام

کے قدم محترم پر ڈالدیا ہے اور حضرت نے بڑی نوازش سے فقیر کو آغوش میں لیکر رخصت فرمادیا۔ انتہیٰ +

اسی زمانہ میں ایک اور واقعہ بھی عرض کیا تھا کہ آنحضرت بندہ سے ارشاد فرمارہے ہیں ذکر نفی و اثبات سے گذر کر اثبات محض سے متعلق ہوگیا ہے۔ اس کو سماعت فرماکر مجھ کو ذکر نفی و اثبات سے منع فرمایا۔ اور ذکر اسم ذات کے لئے اپنی توجہ کے تصرفات سے حکم دیا تھا اس کے بعد ارشاد فرمایا تھا کہ مقام نفی میں ایک اور باریک دقیقہ رہ گیا ہے۔ وہ بھی ظاہر ہو جانا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح کہ عدم کمالات وجودیہ کے عکوس کا آئینہ ہے اور اس عکس کو بوقت فنا اس کی اصل میں واصل کر دیا۔ اسی طرح وجود کو صور وہمیہ اور احکام عدمیہ کا آئینہ سمجھو۔ کیونکہ خدا تعالےٰ سوای اپنی ذات اور اپنے کمالات کے اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ لیکن احکام عدمیہ کو اسی آئینہ وجود میں ملاحظہ فرماتا ہے اس باریک نقطہ پر غور کرو اور حاصل کرو۔ اور ان احکام کو عدم صرف کے حوالہ کرکے آئینہ وجود کو صاف بین جا نور آبحیات پیشوائے اہل ارشاد کی عنایت سے یہ دولت عظمیٰ بھی نصیب ہوئی اور سلوک کی سیر کارخانہ فنائے اتم میں پہنچ گئی اور بقا بھی بقدر اس فنا کے جلوہ گر ہوئی۔ نیز پیر دستگیر کی توجہ خاص کی برکت سے اس اسم جزئی میں جو کہ مرتبۂ وجوب میں مبداء تعین اس فقیر کا ہے بقا حاصل ہوئی اور اپنے کو جو کہ نابود ہے۔ اس ثبوت کے ساتھ عدم مقید پایا اور اس اسم کے ساتھ قائم پایا تعجب کی یہ بات ہے کہ باوجود اس وقت کے اس اسم کے انا کا مورد نہ تھا۔ اپنے تعین محض کو الحاق تشخصات پایا۔ بجز اس کے کہ اس اسم کی ان وہمی صورتوں میں سے جو کہ ظاہر ہوئی ہیں۔ خود کو بھی ایک صورت پایا۔ جیسے کہ جبرئیل امین وحیہ کلبی کی صورت میں نمودار ہوتے تھے۔ اسی طرح قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ اپنی بابت میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی کہ اس کے لئے اعلےٰ المثل یعنی صورت ہے ے

ہست بے صورت جناب قدس ذات　　لیک در ہر صورتے جلوہ نمود

س وقت شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالےٰ ان کی قبر کو معطر کرے اکی اس بیت کے معنی

اُن ابوالوقتِ دو عالم سے دریافت کئے ۔

نے بینی کہ شاہے چوں پیمبرؐ نیافت او فقر کل تو رنج کم بر

فقر کل کے یہ معنی ہیں کہ امکان اور عدم کے کلیۃً تمام آثار متجائیں جب یہ بات حاصل ہو جائے تو گویا فقر کل میسر ہو گیا پس سردار فقراء سلطان انبیاء (علیہم من الصلوٰۃ اکملہا و من التسلیمات اتمہا) کو فقر کل کیوں حاصل نہ ہوا جبکہ آپ کے آستانۂ پاک کے خاکروب آپ کے طفیل میں اس نعمت کے ریزوں سے بخوبی بہرہ ور ہیں۔

اس کا آنجناب نے جو کہ درویشوں کی مشکلات کے حلال ہیں۔ یہ جواب عنایت فرمایا کہ مراد شیخ کی فقر کل سے یہ ہے کہ تمیز یقین وجودی باقی نہ رہے یعنی تعین محمد صرف حضرت ذات کا تمیز علمی ہے۔ اس لئے جناب سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے کمال اولوالعزمی اور شوق بیحد سے فقر اتم چاہا ہے تاکہ وہ تمیز بھی اُٹھ جائے جو کہ محال و مشکل تھا۔ اس اسرار بلند کے عارفین اس کو بخوبی جانتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے شیخ عطار کا یہ کہنا کہ آپ فقر کل کے خواہاں تھے درست ہو سکتا ہے نیز مذکورۂ بالا الحاق کے چند روز بعد اس غلام سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ہم تم کو تمہارے مبدا تعین سے اپنے مبدا تعین میں لے آئے ہیں اور معلوم ہو گیا کہ اس میں تمہیں بقا بھی میسر ہوئی ہے اس کے بعد آپ نے خلت کے حصول کا بھی مژدہ دیا تھا اور فقیر نے اس معرفت کا جو مطلب سمجھا تھا وہ بھی عرض کیا تھا۔ نیز اس نسبت سے جس کو طازمت سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ آنحضرت کی ولایت کے خصائص سے تھی عنایت کی اور تمکین کے راستہ سے اس عاشق دل افگار کے جراحت پر چھڑکی تھی۔ اس زمانہ میں جو کچھ حالات فقیر پر گذرے تھے فقیر نے عرض کئے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ ہم کو اشارہ ہوا ہے کہ ہمارے مبدا تعین میں کہ یہ نسبت جس کے خصائص میں سے ہے تم کو فنا اور بقا حاصل ہوئی۔ پھر از راہ بندہ نوازی ارشاد فرمایا تھا کہ اگرچہ اور لوگ برسوں ہماری خانقاہ میں رہے اور محنتیں کیں مگر فلاں شخص محبت خاص کی وجہ سے ہماری خاص نسبتوں سے بہرہ ور ہوا اس کے بعد فرمایا کہ اب تم نزول کی طرف کو رُخ کرو۔ اس کے کچھ دن بعد فقیر کو رخصت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ نزول تم کو بخوبی ہو گیا۔ اور ترقی بھی حاصل ہوئی۔ مگر اس وقت ہماری نظر کشفی

میں اور کوئی خصوصیت نہیں معلوم ہوتی ہے۔ اے قبلۂ دو جہان اور اے کعبۂ ایمان داماں اللہ تعالےٰ آپ کی برکتیں مخلوق کے شامل حال رکھے دل مضطر کی تمنا یہ ہے کہ وہ جزئی کلی میں بلکہ اس کل کے مرکز یعنی ملاحت میں محق ہو جائے اور وہ محق اپنے خصوصیات میں پہنچ جائے۔ اور اصل الاصل سے بہرہ ور کرے۔ اجمیر شریف میں آپ نے فقیر کو اس دولت کے حصول کی بشارت دی تھی اور اس کو فضل محض پر حوالہ فرمایا تھا۔ اگرچہ نسبت خلت یعنی صباحت سے فقیر آپ کی طفیل میں بہرہ ور ہو گیا ہے۔ مگر دل مجروح نمک ملاحت کا ملتجی ہے ؎

از زلف تو آشفتگی بر سر ماست کار آشوب جنوں میر نصیحت گر ماست

ترجمہ۔ تمہاری زلف سے ہماری آشفتگی ہے جنون کی بیماری خود بڑی نصیحت کرنے والی ہے ؎

شورِ نمک ملاحت تو بپیچیدہ بدل کز وے ہمہ روز محشر گر ماست

ترجمہ۔ تمہاری ملاحت کا نمک میرے دل پر چھڑکا ہوا ہے۔ جو ہر روز محشر برپا کر رہا ہے +

بعض علوم جو ان ایام میں افاضہ ہوتے ہیں اگر کسی اور وقت یاد آئے تو عرض کروں گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیر کا رُخ ظاہر کی طرف کم ہے اور عالم کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ باوجودیکہ آنحضرت کا ارشاد مریدوں کو ذکر سکھانے اور تعلیم دینے کے لئے ہوا ہے۔ مگر عالم کی طرف توجہ ہونے سے اپنے کو اس خدمت کے لائق نہیں پاتا ہوں۔ اب موجودہ نسبت میں گویا اس حدیث کا ایک راز ہے سِرِّ کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْئًا وَالْاٰنَ کَمَا کَانَ اللہ تعالےٰ ہی تھا اور اس کے ساتھ اور کوئی چیز نہ تھی وہ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے عین بقا میں فانی اور عین فنا میں باقی ہے +

حضرت قدوۃ اولیا خواجہ محمد پارسا کے ایک رسالہ میں جو کمالات قدسی آیات غوث العارفین خواجہ بہاؤ الحق والدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مقتبس ہے یہ عبارت نظر آئی کہ عارف کا معاملہ جب بیان تک پہنچ جائے کہ عین فنا بین باقی اور عین بقا میں فانی ہو جائے تو جس وقت کہ وہ عین فنا میں باقی ہوئی تو اس کی یہ

بقا، بقاءِ علمی ہو گی۔ اور حضرت نے اسی حالت کی بابت کہ عین فنا میں باقی ہو کوئی توضیح نہیں کی ہے کہ آیا وہ بقا علمی ہے یا کیا بات ہے۔ فقیر اس کے لئے متردد تھا کہ اس کو کیوں نہیں بیان فرمایا گیا۔ بالآخر یہ معلوم ہوا کہ جب سالک عین بقا میں فانی ہوا تو اس کے علم میں فنا کی گنجائش تھی کیونکہ معاملہ مبنی بر بقا تھا اور بقا میں علم رہتا ہے۔ مگر جب عین فنا میں باقی ہوا تو علم بقا کا نہیں ہو سکتا کیونکہ علم ایسی حالت میں مفقود ہو جاتا ہے کہ وہ مبنی بر فنا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ علم فنا کے معاملہ کا مدارک ہے یعنی جس علم کے ذریعہ سے عارف نسبت فنا سے مطلع ہوا وہ ایک پرتو ہے اس نور کا اور وہ علم جو کمالات بقائیہ سے متعلق ہے گویا اجتبلاک کی جاسوسی کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ علم لسان الحاقی ہو جائے بلکہ وہ اپنے مرتبہ میں ثابت ہے کہ وہ علم واجب تعالیٰ ہے اور وہاں سے اس معاملہ پر نظر انداز ہے جس طرح کہ آفتاب کا پرتو گھر کے سوراخ سے گھر میں پڑتا ہے اور اس کے وہاں کے احوال معلوم ہوتے ہیں گر وہ نور خورشید جو اسی طرح سے اپنی جگہ پر قائم اور موجود ہے میں اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا ہوں البتہ آپ کے علم باطن کے افاضہ سے۔ خدا تو میرے علم کو زیادہ کر۔ آج کل نسبت کا ظہور دو طرح سے ہو رہا ہے کبھی تو ذکر اور فکر اور توجہ اور نگرانی اور طاعت سے پاتا ہوں کہ ان ذرائع سے ایک راہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ اور کبھی بلا ان اسباب اور ذرائع کے خود بخود بڑی شان کے ساتھ ظہور کرتی ہے اور میں اس میں بتمامہ محو ہو جاتا ہوں۔ وہ نسبت خود میں اور اپنی اصل میں مشغول کر لیتی ہے یہ طریقہ بہ نسبت اول کے زیادہ لطیف ہے۔ اور سیر مرادی اور محبوبی اور سیر معشوقی اس کو کہتے ہیں ایک رات اس شہر کے ایک باغ میں تنہا رات میں نے بسر کی اس شب میں صفت کلام سے ایسا فیضان ہوا کہ بجز ملاقات کے بیان میں نہیں آ سکتی یہ تمام برکات حضور والا کے نیم نگاہ کے فیضان ہیں۔ ورنہ اس نالائق پست ہمت کو اس گفتگو سے کیا مناسبت ہے

با چو شطرنجیم اندر بردومات بردومات ما زتست اے خوش صفات

ترجمہ۔ ہم ہار اور جیت کے معاملہ میں مثل شطرنج کے ہیں ہماری ہار اور جیت

آپ کے ہاتھ میں ہے۔

اب فقیر کی یہی تمنا ہے کہ اس غلام اور سگ آستانہ کو اپنے آستانہ پر بلالیں اب اس فقیر کی یہی التجا ہے کہ اس کو حضرت اپنی مرضی کا پابند کر لیں اور آپ کے آستانہ کے اس بھوکے کتا کو پھر آستانہ پر بلالیں ہے

الٰہی بآں سرِ نازم رساں | بآں دلبرے دل نوازم رساں
سرم را بود منزلِ آں آستاں | بہ سر منزلِ خویش بازم رساں

آپ فضائل صوری اور علوم متعارفہ کی تحصیل کامل اور زبردست قابلیت رکھتے تھے اور خوش آواز شیریں کلام نیک خلق اور متواضع تھے۔ رنگین حکایتیں نازنین اداؤں سے بیان کیا کرتے تھے۔ سوز وگداز آپ کی تقریر و تحریر سے ہویدا تھا۔ جو کچھ آپ سے ظاہر ہوتا وہ ہمہ تن سب حال اور ذوق ہوتا تھا۔ قال صرف سے اس کو کچھ تعلق نہ تھا۔ بیخودی اور فرورفتگی آپ کے دیدار سے روشن اور نمودار تھی۔ تاریخ اور ادب میں آپ یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔

آپ کے اشعارِ دلفریب اور ابیات جان نشین اور دیوان دل آویز اور مثنویات جاں خراش اور لطیف رسالے مشہور خلائق ہیں۔ آپ کے بعض اشعار اس موقعہ پر نقل کئے جاتے ہیں۔ غزل

ہست نازِ دلبرم با جان مجنوں آشنا | تارِ جاں من بود با تارِ قانون آشنا
گر نہ بیگانہ ہوش آشنا شو با کسے | گز دروں بیگانہ خلق ست و بیروں آشنا
کے شناسی مردمی چوں مردمان چشم من | تا نہ گردی از ہجوم گریہ با خون آشنا
خال آں لب دیدہ کے عقل ہا ماند بجاے | باچناں می چوں شود زیں گونہ افسوں آشنا
ریش دل ناسور شد زاں گیسوانِ مشکبار | زخم ایں افعی نمے ماند بہ افسوں آشنا
پے برد بر کار گردوں از ہلال و ماہ و سلخ | ہر کہ باشد با فریب لعل و از دوں آشنا
شہد دانش را بتلخیہائے نادانی دہد | گر بود صفرائے ہاشم با افلاطوں آشنا

آپ نے یہ چند اشعار آنحضرت کی تعریف میں بطور مثنوی نظم کئے ہیں **مثنوی**

زبا بے را تمنائے شکر شد | بدیں سودا سعئے ہر بام و در شد
بدکانِ شکر ریزے بنا گاہ | رسید از بعد حسرت ہائے جانکاہ

به هر آموزه کان لحظه برخواست   که آشوب سفر سازد نفس راست
نکرده کام شیرین را فنا کام   بنام عنکبوتش کرده آرام
بتان خواجه پرواز از جگر ریش   بسر می دو دست از ماتم خویش
من اکنون از دو بابے بے نوایم   بقید افتادهٔ بے دست و پایم
که از دست عدم سودای شکر   به دکان وجودم گشته رهبر
مشامم بوی آن شکر ندیده   جهان در دام حیرانم کشیده
شکر خاطو طیم در خویش محبوس   ز هندوستان شکر مانده مایوس
چه خواهد شد اگر آیندم زمانے   درین دکان ازان قندم چشانے
چو یاد آرم شکر غلطیدن از نیش   زنم بر چوب و آهن سینهٔ ریش
کنون چون فکر هندوستانم افتاد   مرا عود جگر در مجمر افتاد
که آن قندے که شیرین تیغ زجانست   کنون در خطهٔ هندوستانست
یکے زین تنگ شکرهاے نیرنگ   سرایم کز شکیب آمد دلم تنگ
الا سوداییان شهریست در هند   که اندر پاے او بنهاده سر هند
سوادش زلف و رخسار فتوح است   غبارش طوطیائے چشم روح است
ازین شهرے که نامش مظهر آمد   بعهد ما عجب کانے بر آمد
چه معدن معدن قند معانی   پر شکر اوست این شکرفشانی
ازو پیدا به هر شهرے دوکانها   روان در دشت جانها کاروانها
تو اندر جنس خود دانم نشینی   بدشت این کاروان را کے ببینی
جهان یک ذره قندش را بها نیست   ولیکن مشتری غیر از گدا نیست
شکر بخشم به نامش کام جان را   نے شکر کنم کلک بیان را
ز اسم خاتم اهل بشارت   به اسمی کز مسیحا شد اشارت
بود هر حرف نامش رمز غایت   الف از راستی بگرفته رایت
بود قلاب جا در بحر نامش   که او صاف شما آید به کامش
دهان شد میم تا باشد سخن گو   ز بد و کار عشرت مرشد او
چهارم حرف کان چار است دال است   که او از چار نعمت ذی نوال است

بسے دشتِ ولایت خیمہ افراشت
ز بس شمعِ نبوت نور برداشت

زنامش اول و آخر شمردم
ازاں جا سوئے رمزے راہ بردم

کہ شخص نامبر اولے و آخری
ز رحمتہاست در باب ایں معما

ہمی تنہا با حمد او سمے نیست
چہ گویم با کسے کش محرمے نیست

ز تجدیدش حدیثِ کہنہ نو شد
کسے داند کہ در عشقش گرو شد

ہزار اندر چمن دستاں گذار است
کہ ایں گل رونقِ باغِ بہار است

ترا گر نیست فہمِ رازِ بلبل
بریں گل گر نداری در نظر گل

بتذکیرش دل ہر ذرہ حاضر
فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ

سراپا نسخۂ اخلاق فاروق
بزہرِ منقصت تریاقِ فاروق

مہیں فرزند فاروق است چوں اب
کنوں نطق از زبانِ او کند اب

ز ہر یک نقطہ اش چوں نافہ پر
شمیمِ وصلِ جاناں مے زند سر

ولے آں کز برودت در زکام است
چہ داند نافہ اش گر در مشام است

ز عرفاں گرچہ صد دریا رواں کرد
یکے گفت و صد دیگر نہاں است

اگر ظاہر کند اسرار موے
در اندازد بہفت افلاک شورے

بسے پیرانِ نزدش طفلِ راہند
چو من لب تشنۂ نیم نگاہند

بصحرائے سمند انگیخت ایں شاہ
کہ ماند ارشاد را جمازہ در راہ

ملاحتہائے ذاتی را دریں خواں
نمک از ظرفِ حبیب اللہ نمکداں

صباحتہائے آں قندِ مصفا
سوئے خوانِ خلیل آرند مہیا

عنایت از ایں رشحے در آمیخت
بکامم قطرۂ والائے او ریخت

خلیلا تلخ کام و سینہ ریشم
شود یک شب کنی مہمان خویشم

نمک بیزی بریشم زاں ملاحت
شکر ریزی بکامم زاں صباحت

سوئے خوانِ خلیل آں پیرِ کافر
بناں آمد ز ایماں شد توانگر

کنوں اے طفل، دوں آں پیرِ محزوں
بدیں ناں آمدہ با قد چوں نون

نمک بیزد بہیں ناسورِ حرمانش
شکر ریزد بہیں صفرائے یمانش

اگر بودم سراپا سنگِ خارہ
ہمہ زافسردگی سنگِ شرارہ

یدطولائے وقت شد فلاخن | زواز آوارگی برسینہ ناخن
کنوں گرخارہ ام زیں دشت پرخار | نگندم شورشے در دل نمک سار
زسنگ آں بودکیں ہمت گمارد | دگر کان دار دو کارے کردارد

غزل

نگر صراحیِ مے راکہ از طریقۂ ماست | کہ گاہ قہقہ صد گریہ در گلو دارد
کجاست سوں مژگان کجاست بار سرشک | کہ پارہ پارۂ دل من چو صد فو دارد
ہلاس فاختگاں وائی از چا سپید است | کہ سرو باغ نشینی بطرف جو دارد
گہ نظارۂ او دل برسم ابرویش | زگفتگوئے لب بستہ گفتگو دارد
ہزار مژدہ بدیوانگان عشق کہ یار | ہزار سلسلہ در ہر شکنج مو دارد

بکعبہ سجدہ کناں خلق و سجدہ ہاشم
بدلبرے کہ دل کعبہ رو برو دارد

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں کہ آنحضرت نے رابطہ صورت کا مجھے حکم دیا تھا آپ کے ساتھ عشق بازی کا رستہ مجھ پر کھلا اور ایک روز یہ رباعی میں نے نظم کی اور آنحضرت کو سنائی۔ رباعی

اے آنکہ ملائک مگس قند تو اند | دل سوختگان عشق اسپند تو اند
کان نمک از لعل تو اوردہ بکوہ | عالم ہمہ در شور و شکر قند تو اند

مصرع اول کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک کی تعریف میں دوسرے بزرگ کی توہین نہ ہونی چاہئے پس ملائک کو کہ بسا بزرگ ہیں کسی کا مگس قند بتانا درست نہیں ہے مولانا روم کے اس شعر پر ہیں۔ **بیت**

بے عنایات حق و خاصان حق | گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

تکمیہ مت کرو کہ ان کی مراد خاصان سے انبیا علیہم السلام ہونگے اور دوسری بات یہ کہ مولوی صاحب نے لفظ اگر فرمایا ہے کہ یعنی اگر ہم فرض کرلیں اور کہیں کہ ملک باشد کہ کوئی اور شخص اس بیت سے دھوکا نہ کھائے۔ مولانا کا یہ کلام ان کے شکر کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔

کرامت آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے اثنائے تلاوت میں سورہ بنی اسرائیل کی یہ آیت فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝ پڑھی۔ خیال آیا کہ برکات مقام محمود کے حاصل کرنے کے لئے نماز تہجد کا ادا کرنا کچھ خصوصیت ضرور رکھتا ہوگا۔ آنحضرت سے دریافت کرنا چاہئے۔ پس اس نیت سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ وضو کرنے کی فکر فرما رہے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا تم نماز تہجد پڑھتے ہو۔ میں نے عرض کیا اکثر ادا ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ جو شخص مقامِ محمود سے جو مقام شفاعت ہے برکات لینا چاہے اس کو چاہئے کہ پابندی کے ساتھ نماز تہجد ادا کرتا رہے اور وہی آیت تلاوت فرمائی۔ میں نے قدم مبارک پر سر رکھ کر عرض کیا کہ میں اس وقت اسی بات کے دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ آپ کی کرامت سے بے عرض کئے یہ مقصود حاصل ہو گیا۔

کرامت آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آنحضرت نے ایک مخلص کے نام خط لکھا۔ میرے دل میں بھی یہ خیال آیا اور یہ تمنا پیدا ہوئی کہ آنحضرت ایک مکتوب میرے نام بھی تحریر فرماتے اور جلد اوّل مکتوبات شریف کی اسی مکتوب پر ختم ہوتی۔ کیونکہ میں آخری اور کمترین درویش آنحضرت کا ہوں۔ آنحضرت نے اشراق باطن سے میرے اس خیال کو معلوم کر لیا اور ایک مکتوب میرے نام لکھا اور اس کے آخر میں لکھا کہ جلد اوّل کے مکتوبات کو کہ اس میں مطابق اعداد مرسلین و اصحاب لشکر جنگ بدر کی تعداد پوری ہو گئی ہے خواجہ ہاشم موسومہ کے مکتوب پر ختم کیا جائے۔ پس آپ کی کرامت سے میری مراد پوری ہو گئی۔

آپ کی چند کرامتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

کرامت آپ کا ایک مرید بیان کرتا تھا کہ ایک دفعہ میں نے نذر مانی کہ اگر میرا گھوڑا فروخت ہو جائے تو اتنی نذر اپنے پیر خواجہ محمد ہاشم کی خدمت میں گزاروں گا۔ میرا گھوڑا فروخت ہو گیا اور نذر کے ادا کرنے میں دو تین روز کی دیر ہو گئی۔ ایک روز میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس وقت میری ہمیانی میں روپے تھے۔ حضرت نے خود بھی فرمایا کہ آج تمہاری تھیلی کی رقم میں

ہماری بھی شرکت ہے کیوں ادا نہیں کرتے ہو۔ آپ کے اس کلام کو سُنکر میرا حال دگرگوں ہو گیا۔ اور فوراً آپ کی نذر ادا کر دی +

کرامت آپ کے ایک مرید کا بیان ہے کہ زمانہ ملازمت فوج میں ایک جنگ میں ہمیں شکست ہوئی اور لوگ ہر طرف سے جان بچا کر بھاگنے لگے میں نے بھی اس وقت آپ کو یاد کیا اور گھوڑا دوڑایا۔ اس پریشانی اور فکر کی وجہ سے زین سے میں الگ ہو کر گر گیا۔ اس وقت آپ فوراً تشریف فرما ہوئے اور مجھ کو اٹھا کر گھوڑے پر بٹھا دیا اور فرمایا کہ اچھی طرح بیٹھو میں اچھی طرح بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا کہ جاؤ سلامتی سے نکل جاؤ گے۔ اللہ تعالےٰ آپ کے طفیل میں مجھ کو وہاں سے سلامت لے آیا اور بہت سے سپاہی وہاں قتل ہو گئے +

الحاصل آپ کی کرامتیں دیکھی اور سُنی گئی ہیں۔ مگر چونکہ سامعین کے کان ان چیزوں کے سننے کے کم آشنا ہیں اور اس زمانہ کے اکثر لوگ ان باتوں کے سمجھنے سے عاری ہیں اس لئے قلم کو روک لیا گیا۔ آپ کی وفات برہانپور میں ہوئی اور وہیں آپ کا مزار ہے +

شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ

آپ آنحضرت کے مشہور خلیفہ اور جلیل القدر مرید ہیں۔ آپ نے آنحضرت کی تھوڑی سی صحبت میں فوائد کثیر اور احوال و مقامات عظیم اور مراتب اور درجات اعلیٰ اپنی بلند استعدادی اور مبارک فطرت اور خصلت سے بلکہ اپنے پیر بزرگوار کی قوتِ تصرف اور وفور توجہ سے حاصل کئے اور خلافت سے مشرف ہوئے۔ اتباعِ سنت اور رفع بدعت سے موصوف تھے آپ کی کمال استقامت بیچ شریعت اور طریقت ہیں متصف تھے۔ اور آپ کا دستور یہ تھا کہ نفقہ موجود کے خرچ کرنے میں درمیان محتاج اور تونگر اور غریب اور امیر اور آقا اور غلام اور فرزند دلبند اور درویش اور نیازمند کے مساوات کا لحاظ رکھنے میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے باورچی فقراء کے لئے کھانا بڑی جمعیت اور نہایت طہارت کے ساتھ پکاتے۔ اور سب کو برابر تقسیم کرتے تھے کسی چیز میں ریا اور سمعہ کو دخل نہ تھا

آپ کی مجلس میں کسی امیر کو کسی فقیر پر فضیلت نہ تھی۔ نیکیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا آپ کا خاص طریق تھا۔ بالخصوص دنیاداروں کو ایسی سختی اور کرختگی سے تنبیہ فرماتے کہ کسی اور میں اس طرح سے کہنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی باوجود اس شدت کی سختی کے بجز اس شخص کے کہ جس کو ناگوار گذری ہو اور ان کے اوپر آپ کی بات اثر عظیم رکھتی تھی فوراً سننے والا تائب ہو جاتا تھا۔

آپ اکثر یا تو امر معروف یا حقائق و معارف میں گفتگو فرماتے تھے۔ کبھی رسمی باتیں آپ نہ کرتے تھے۔ احیاناً اگر کوئی بات بظاہر مشابہ رسمیات سے ہوتی تھی۔ تو اس کے ضمن میں بھی نصیحت اور حکمت ہوتی تھی۔

آپ کی صحبت اخلاق اور صفاتِ ذمیمہ اور دنیا کی محبت سے پاک کر دیتی تھی شیخ صاحب اپنے زمانہ میں روئے زمین کے مشائخ مشہور میں سے تھے اطراف عالم میں آپ کے خلفاء پھیلے ہوئے تھے اور ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگ مرید ہیں۔

الحاصل آپ قبولیتِ عظیم رکھتے تھے اور اطراف و اکناف سے لوگ جوق جوق چلے آتے تھے اور سعادتِ صحبت سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔ اکثر اوقات فقراء اور صفاکیش درویشوں کی جماعتِ کثیر آپ کے ساتھ رہا کرتی تھی آپ ان سب کو برابر کھانا کھلاتے تھے شیخ کا اصلی ملک روم ہے اور اپنے باپ دادا کی طرف سے آپ سید تھے۔ آپ کی دادی صاحبہ پٹھانی تھیں۔ کسی وجہ سے آپ کے بزرگوں نے ترک وطن کر کے ہندوستان کا سفر کیا اور سرہند شریف (صانہا اللہ سبحانہ عن الآفات) کے اطراف میں ایک قصبہ بنور میں آکر مقیم ہو گئے۔

قدسیہ آپ نے فقیر مؤلف سے بیان کیا کہ میرے والد نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت نے اپنا دست مبارک آپ کے سینہ پاک پر ملا اور کوئی چیز نکال کر میرے والد کو دی اور فرمایا کہ اس کو کھالے والد نے اُس کو کھا لیا۔ اس واقعہ کے بعد میری والدہ حاملہ ہوئیں۔ اب مجھ کو بتایا گیا ہے کہ وہ عطیہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ میرا وجود تھا۔

قدسیہ آپ نے فقیر سے بیان کیا کہ میری والدہ نے واقعہ میں دیکھا

کہ چراغ حکمت روشن کر کے آپ کے گھر کی چھت میں لٹکا یا گیا ہے۔ آپ کی والدہ نے اس خواب کو والد سے بیان کیا۔ انہوں نے تعبیر دی کہ تم سے ایک لڑکا نورانی پیدا ہوگا +

قدسیہ آپ نے فقیر سے بیان فرمایا کہ میں نے پہلے حضرت حاجی خضر خلیفۂ آنحضرت سے جن کا ذکر اوپر گذرا ہے طریق لیا اور احوال عالیہ حاصل کئے۔ جب میں نے حاجی صاحب سے اپنے واردات کے حالات بیان کئے تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس اس سے زیادہ نہیں ہے اب تم آنحضرت کے پاس حاضر ہو میں ان کی اجازت سے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے کمالات حاصلہ بارگاہِ عالیہ میں عرض کئے تب آپ نے فرمایا کہ یہ ابتدائی احوال ہیں کمال ابھی حاصل نہیں ہوا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ آنحضرت نے میرا شوق بڑھانے کے لئے ایسا فرمایا ہے ورنہ اس سے زیادہ کمالات اور کیا ہو سکتے ہیں۔ مگر چونکہ عقیدت میری پختہ تھی اس لئے خدمت گذاری میں مشغول ہوگیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں مجھ کو معلوم ہوگیا کہ درحقیقت میرے احوال گذشتہ بہ نسبت موجودہ احوال کے ابتدائی بھی نہ تھے پھر چند ماہ کے بعد آنحضرت نے مجھ کو خلوت میں بلاکر ارشاد کی اجازت اور خلافت عنایت فرمائی اور بنور کو رخصت فرمایا۔ میں نے محض بہ تعمیل ارشاد صرف چند آدمیوں کو تعلیم دی۔ مگر مسند نشینی اور شیخت سے میرا دل بالکل متوجہ نہ ہوتا تھا۔ یہانتک کہ چند روز کے بعد آستانۂ پاک پر حاضر ہوا۔ آنحضرت نے اپنی قوتِ باطن سے دریافت فرمایا کہ مجھ میں تعلیم ارشاد کا شوق نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تم سے دریافت فرمائیگا کہ باوجود قدرت کے تم نے ہدایت کیوں نہ کی۔ آنحضرت کی اس تاکید شدید اور اصرار خاص سے میں مجبوراً ارشاد و ہدایت خلق میں سرگرمی سے مصروف ہوگیا۔ تم کلامہ +

سنہ ۱۰۵۳ھ ایکہزار ترپن ہجری میں آپ مریدوں کی جماعت کثیر کے ساتھ دار السلطنت لاہور میں ایک مخلص کے اصرار اور ایفاء وعدہ کی غرض سے تشریف لے گئے بادشاہِ وقت کو خبر ہوئی۔ چونکہ آپ کے ساتھ افغانوں کا مجمع کثیر تھا اس لئے بعض لوگوں نے بادشاہ کے پاس آپ کی بدگوئی کی۔ جو بادشاہ کو ناگوار

ہوا اور اس نے مکہ معظمہ چلے جانے کے لئے آپ کو حکم دیدیا۔ چونکہ ایک زمانہ دراز سے آپ زیارتِ بیت اللہ اور دیدار روضۂ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مشتاق تھے۔ اس لئے آپ تخت گاہِ لاہور سے سیدھے اپنے وطن کو واپس ہوئے اور وہاں سے بیت اللہ شریف تشریف لے گئے اور وہاں سے مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ اور حرم محترم میں اجازت اربعین حاصل فرمائی۔ اور ان ممالک میں آپ کی قبولیت کثرت سے ہوئی۔ جب آپ نے وہاں سے وطن کی واپسی کا ارادہ کیا تو بارگاہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بشارت ہوئی کہ اے میرے فرزند تم میرے پڑوس میں رہو۔ کہ ماہ شوال ۱۰۵۳ھ میں آپ نے رحلت فرمائی اور روضہ منورہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قریب تھوڑے فاصلے سے مدفون ہوئے کہ روضۂ منورہ کا سایہ آپ کی قبر پر پڑتا ہے۔

شیخ بدرالدین عفی عنہ

فقیر میں اتنی لیاقت کہاں ہے کہ اپنا شمار آنحضرت کے مریدوں میں کر سکے مگر چونکہ فقیر نے آنحضرت کے بعض کلمات قدسی آیات آپ کی زبان الہام ترجمان سے سنے اور آپ کے خوارق و کرامات دیکھے اور آنحضرت کے احوال اور واردات سے آگاہ ہوا ہے اور اس کتاب مستطاب کو اس فن میں تالیف کیا ہے۔ اس لئے کچھ اپنا حال بھی درج کتاب کرتا ہے تاکہ فقیر کا نام بھی اس زمرۂ پاک میں شامل رہے۔

فقیر پندرہ سال کی عمر میں آنحضرت سے بیعت کی سعادت کے شرف سے مشرف ہوا جس وقت کہ آنحضرت نے اس فقیر کو ذکر اسم ذات کی تعلیم دی خود توجہ فرمائی فقیر بھی ذکر میں مشغول ہو گیا۔ اتفاقاً فقیر حبس دم سے ذکر کرتا تھا۔ آنحضرت نے میرے حبس دم کو قوت باطن سے معلوم کیا اور فرمایا کہ ذکر اسم ذات میں حبس دم نہیں کرتے ہیں بے حبس دم کے ذکر کرو فقیر مطابق ارشاد کے بلا حبس دم ذکر کرنے لگا اسی وقت ذکر قائم ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ چند روز تک کتاب کے سبقوں کا پڑھنا اور طلبہ کے ساتھ تکرار کرنا چھوڑ دو تاکہ ذکر ملکۂ دل ہو جائے۔ پھر فرمایا کہ اب ذکر کا اس طرح غلبہ ہوگا کہ تمہاری طبیعت کا میلان کسی کام کی طرف باقی نہ رہیگا۔ چنانچہ

ایسا ہی ہوا کہ پڑھنے لکھنے کا میلان بالکل نہ رہا حتیٰ کہ ایک ہفتہ کے اندر ذکر ملکۂ دل ہو گیا کہ اگر ذکر نہ کرنا چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ باز رہ سکتا ۔

اس کے بعد ذکر سینہ کے داہنی جانب کہ مقام روح ہے مشتغل ہوا اور پھر بائیں جانب قلب کے نیچے کہ مقام سر ہے آیا اور اس کے بعد سیدھی جانب مقام روح سے نیچے کہ مقام خفی ہے آیا اور وسط صدر میں کہ مقام اخفیٰ ہے ذکر جانشین ہوا اور ایک عرصہ تک یہی حال قائم رہا اور اس کے بعد جس چیز کو دیکھتا تھا ذاکر پاتا تھا ۔

چنانچہ ایک روز وضو کر رہا تھا ایک بڑھیا سامنے سے گزر رہی تھی ۔ کہ تجلی حق نے پر تو ڈالا میں نے دیکھا کہ اللہ تعالےٰ اس لباس میں ظہور فرما ہوا ہے اس کے بعد جس چیز کو دیکھتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالےٰ اس لباس میں جلوہ گر اس کے بعد جو انوار اوروں میں دیکھتا تھا وہی اپنے میں دیکھنے لگا اور ایسا معلوم ہوا کہ گویا میرا دل بالکل کوئی نکال کر لے گیا ہے ۔ اگر کوئی شخص میرے ہمراہ چلتا یا مجھ سے کچھ باتیں کرتا یا میں اس سے باتیں کرتا تو مجھے یہ ہرگز معلوم نہ ہوتا کہ اس نے مجھ سے کیا بات کی اور میں نے کیا کہا اور کس سے میں باتیں کر رہا تھا ! اور اگر کبھی دل واپس آ جاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ دنیا اور دین سے بالکل بے تعلق بلکہ پاک وصاف ہے ۔ مگر یہ نہ جانتا تھا کہ میرے دل کو کہاں لے جاتے ہیں ۔

اس کے بعد بطفیل توجہ آنحضرت کے تنزیہ اور تقدیس نے پر تو ڈالا اور توحید تشبیہی رخصت ہو گئی اللہ تعالےٰ کو غیب الغیب پایا ۔ نیز اس کے صفات کو بھی ذات کے ہمرنگ غیب الغیب پایا (اس کے متعلق بارگاہ میں تو غیب الغیب کا استعمال بھی بے موقع اور بدرجہ مجبوری ہے ۔ صرف تنگی عبارت کی وجہ سے استعمال کرتے ہیں) اس پاک پروردگار کو عالم کے ساتھ کسی طرح کی نسبت ثابت نہ پایا تھا اور نہ اس کی صفات کو بلکہ مثل اپنی کل دنیا کو اس پاک بارگاہ سے بے مناسبت اور اس کی معرفت سے عاجز پایا تھا اور بے مزگی اور بے ذوقی سے پُر اور کمال یاس اور ناامیدی سے متصف پایا تھا

اور کبھی اس نا امیدی کا اس قدر غلبہ ہوتا تھا کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل کا رخ کرنے
کو جی چاہتا تھا کبھی اپنے کو ہلاک کرنے کا ارادہ ہو جاتا تھا کہ اس یافت اور نا
یافت کے غم سے رہائی پا جاؤں۔ اسی حالت میں اکثر گریہ وزاری کرتا تھا اور
آنحضرت کو اسی ظاہری آنکھوں سے اپنے ساتھ دیکھتا کہ مجھ کو تسلی دے
رہے ہیں۔ کچھ مدت بعد پھر سابقہ حالت پیدا ہو جاتی تھی اور آپ آکر مجھ کو تسلی
دیتے۔ پھر یہ کیفیت ہوئی کہ اللہ تعالٰے کو علم سے مستغنی اور بے نیاز پاتا لگا
بجائے قرب کے بُعد در بُعد معلوم ہوتا تھا۔ سلب ایمان اور خوف عذاب
آخرت سے تھراتا رہتا تھا۔ اور یہ یافت بالغیب تاریک پردوں کے
اثرات تھے۔ پھر ان پردوں کی سیر بھی ختم ہو گئی اور نورانی پردے ظاہر ہونے
شروع ہوئے اور ان کی سیر بھی بالآخر کر کے آگے کو چلا چند حجاب پیش آئے
ان کا اجمالی حال معلوم ہوا اور ان کی تفصیل سے آگاہی نہ ہوئی اس سے پہلے کی
جو سیر تھی وہ اور قسم کی تھی کہ اس میں ہر حجاب کے دور ہونے کے ساتھ قرب خدا
کا یقین ہوتا تھا۔ اور ان نورانی حجابوں میں اس کے قرب کا پتہ کہیں نہیں چلتا تھا
اور جس قدر حجاب اُٹھتے تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ پاک بارگاہ ان سب سے وراء
الوراء ہے اور اس کا قرب بالاتر ہے۔ جو کچھ کہ چار پانچ یا دس بیس پردے
نظر میں آتے تھے خدا کو ان سے بالکل جدا پاتا تھا۔ بلکہ خدا کو نہ پاتا تھا۔ اور
حیرت وجہالت ہر لحظہ بڑھتی جاتی تھی اور بے حد و قیاس ترقی پر تھی یہ عجیب و
غریب بات ہے کہ امید اور نا امیدی ایک دوسرے کے ساتھ دست بگریباں
تھیں فقیر نے خلوت میں آپ کی خدمت میں یہ ماجرا عرض کیا اور اتنے میں مخدوم
زادۂ اعظم خواجہ محمد صادق بھی تشریف فرما ہوئے ان سے آنحضرت نے
فرمایا کہ تم نے سُنا کہ بدرالدین معطل ہو گئے ہیں اور مسکرائے اور فرمایا کہ کچھ خوف
نہیں ہے یہ احوال اصالتِ مال اکثر سالکان طریق پر وارد ہوا کرتے ہیں۔
شکر اس کا ادا کرنا چاہئے کہ یہ احوال تنزیہی ہیں تشبیہی نہیں ہیں۔ جو کہ لغزش
گاہ اقدام اور باعث غلالت اور تاریکی کہ اکثر صوفیہ تشبیہ کے راستے
سے گئے ہیں۔ تنزیہ کے راستہ سے نہیں گئے حالانکہ انبیاء کی تعلیم تنزیہ کی ہے +

ایک دفعہ فقیر نے ایک عریضہ آنحضرت کی خدمت میں لکھا اس کو ہو بہو یہاں پر نقل کیا جاتا ہے ۔

قبلۂ من ۔ مراتب ترقیات تنزیہی و تقدیسی ہر روز بلکہ ہر ساعت نئے نئے رنگ میں جلوہ گر ہوتے ہیں اور عجیب عجیب حالات ہر وقت نئے ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور ہر ایک حال گذر چکنے کے بعد بہت ہی کم یاد رہتا ہے ۔ بلکہ ہستی مطلق ہو جاتا ہے اس طرح سے گویا وہ حالت باقی نہیں رہی ہے ۔ باوجود اس بات کے عرض داشت پیش کرنے میں اور دو چیزیں مانع ہوتی ہیں ایک یہ کہ مجھ کو اس کا یقین ہے کہ طالبوں کے احوال خود آپ پر منکشف رہتے ہیں خصوصاً فقیر کے حالات کیونکہ فقیر اپنے باطن کو آپ کے باطن شریف کے مقابل پاتا ہے ۔ جو کچھ کمالات آپ کے باطن شریف سے نکلتے ہیں وہ فقیر کے باطن پر بھی بطور وجدان مجمل جلوہ افگن ہوتے ہیں جس طرح کہ آئینہ میں صورت مقابل منعکس ہوتی ہے ۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت کے کتب و رسائل میں دیکھا گیا ہے کہ احوال و مواجید کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے بلکہ اس امر پر کمر ہمت باندھنی چاہیئے کہ خدائے پاک تک پہنچیں جو کہ احوال کا پیدا کرنے والا ہے ۔ احوال کو زیادہ معتبر نہیں سمجھا جاتا ہے یہ ہمت ہونی چاہیئے کہ حال کے بدلنے والے کو خوشبو پہنچنے لگے حالانکہ یہ باعث گستاخی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تقریباً ایک ماہ سے فقیر عالم کو بلکہ جس چیز کو کہ اس سے پہلے موجود جانتا تھا اب نظر باطن سے وہ نظر سے دور بلکہ بالکل معدوم نظر آتی ہے اور اس سے نسیان ہو رہا ہے ۔ استغفر اللہ نسیان تو اس کو ہوتا ہے جو ایسے آلات کے ذریعہ سے دیکھتا ہو جو غیر موجود ہوں ۔ اور اللہ تعالے اس پاکی کے ساتھ موجود حقیقی ہے کہ زبان اور قلم سے اس کا بیان کرنا تقریباً ناممکن ہے ہاں اتنا کہا جاسکتا ہے کہ تنزیہ میں حیرت اور نادانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے اس مقام میں اثبات احکام اور اعتبارات اور اوصاف سلبی اور ثبوتی خاص زندیقیت ہے اور اس مقام پر اشارۃً معلوم ہوا کہ یہ فنا دائرۂ عروج قلب کے ختم ہونے سے پیدا ہوتی ہے

اس کی صحت یا غلطی کے متعلق ارشاد فرمایا جائے اس مقام میں اپنے کو گونا گوں ہول سے محفوظ دیکھتا ہوں۔ اصل معاملہ کیا ہے ایما فرمایا جائے +

آنحضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ اسی فناو بقاء سے ولایت متحقق ہوتی ہے۔ مخدوم زادہ اعظم نے میری اس تحریر پر کہ جو کچھ آنحضرت کے باطن اقدس سے نکلتا ہے وہ فقیر کے باطن پر بھی ظاہر ہوتا ہے تعجب کیا اور فرمایا کہ ان کی ہمت بہت بلند ہے آنحضرت نے فرمایا کہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ بقدر استعداد فیض حاصل کرتے ہیں اور یہ مصرعہ پڑھا ؎

بقدر آئینہ حسن تو مے نماید رو

ترجمہ۔ آئینہ کے بموجب آپ کا حسن ظاہر ہوتا ہے +

اس کے بعد میں نے یہ دوسری عرضداشت لکھی +

حضرت سلامت۔ اس وقت کسی قدر بیخودی اور مستی کم ہوئی ہے۔ عالم نظر آرہا ہے مگر اس کو وہمی اور خیالی پاتا ہوں۔ پہلے کی طرح تحقیقی نہیں ہے۔ پہلے حال میں عالم کو اپنے علم میں موجود پاتا تھا اور حال غالب تھا۔ مگر اس حال کے ساتھ موجودگی اور ثباتِ عالم کا علم نہیں ہے بلکہ علم اور یقین راسخ کے مطابق ہے +

آنحضرت نے اس حال کو ملاحظہ فرما کر یہ جواب دیا کہ یہ حال اصل ہے حضرت خواجہ نے اس کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ حال بجز اس کے نہیں کہ فرق بعد الجمع ہے +

ایک روز فقیر نے آنحضرت کی خدمت میں لکھا کہ فقیر اللہ تعالےٰ کو وراء الوراء اور وراء اسماء وصفات اور وراءِ شیون و اعتبارات بلکہ وراءِ وجود پاتا ہے۔ آنحضرت نے جواب دیا کہ یہ حال اصل ہے اولیاءِ متقدمین پر بھی گذرا ہے شیخ علاؤ الدولہ سمنانی فرماتے ہیں کہ عالمِ وجود کے اوپر عالمِ ملک الودود ہے +

فقیر نے ایک عرضداشت میں یہ لکھا کہ حضرت سلامت فقیر جب کسی قبر پر گذرتا ہے تو صاحب قبر کے عذاب و ثواب اور رنج و انعام ظاہر کئے جاتے

ہیں کبھی کسی اہل قبر کو مبتلائے عذاب یا ثواب دیکھتا ہے اور کسی قبر کو منور حالت میں پاتا ہے۔ اگر کسی بزرگ کے مزار پر گذر ہوتا ہے تو اس کے مقاماتِ عیش وعشرت کا جنت میں مشاہدہ کرتا ہے اور اس بزرگ کے الطاف ومراحم اپنے حق میں دیکھتا ہے اور کبھی کنارہ کشی اور بے توجہی بھی معلوم ہوتی ہے اور دریافت کرنے کے بعد بڑی کوشش سے اس بزرگ کی بے توجہی کا سبب اُس سے دریافت ہوتا ہے +

ایک روز والدین کی زیارت کے لئے گیا اور وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور بعد ادائے نماز کے کہا اے خدا تو اس کا ثواب ہمارے نبی علیہ السلام اور تمام انبیاءٔ اور سب کے آل واصحاب اور تمام اولیاء اللہ اور ان کی اتباع کرنیوالوں کے لئے اور میرے والدین کی ارواح کے لئے۔ اس اخیر کے لفظ کے کہتے ہی اس قبرستان کے تمام اصحابِ قبور مور وملخ کی طرح میرے پاس دوڑے آئے تاکہ ان کا نام بھی لوں میں نے ہرچند کہا کہ میں اپنے والدین کو اس کا اجر عظیم پہنچانا چاہتا ہوں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا اور ان کا اصرار اور تضرع اور بڑھتی گئی میں وہاں سے بھاگا اور شیخ ابو بخاری کے مقبرہ میں جا کر چھپا۔ مگر وہ سب شیخ کے احاطہ میں بھی گھس آئے اور محرومِ واپس ہونے لگے۔ میں نے اُن سے وعدہ کیا کہ میں تمہارے لئے علیحدہ فاتحہ پڑھوں گا۔ وہ سب اس وعدہ سے خوش ہوئے اور چلے گئے۔ میں شیخ بزرگوار کے مزار پر آیا شیخ نے اٹھ کر تعظیم کی اور بہت کچھ خاطرداری اور مہربانی فرمائی اور بشارت دی کہ تم اس وبا (طاعون) سے جو اس بلدہ میں پھیلی ہوئی ہے محفوظ رہو گے +

آنحضرت نے اس عرضداشت کا یہ جواب دیا کہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارھم نے کشف قبور کا اعتبار نہیں کیا ہے ان کے پاس زیارت مزارات کا یہ طریق ہے کہ اپنے کو نسبت سے بالکل خالی کر کے پوری ہمت کے ساتھ صاحب قبر کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور توجہ کرنے والے کے باطن پر جو فیضان نازل ہوتا ہے اُس کو صاحب قبر کا حال جانتے ہیں۔ اور دوسرے زندہ آدمیوں کی صحبت میں بھی یہی انکشاف کا طریقہ ہے مگر ان باتوں کا کچھ اعتبار نہ کرو اس سے عجب پیدا

ہوتا ہے اور عجب راستہ کو بند کر دیتا ہے +

ایک مرتبہ میں نے ایک عریضہ میں لکھا کہ حضرت سلامت جس طرح کہ بارگاہ حق تعالیٰ کے بارہ میں جہل و حیرت متحقق ہو رہا تھا اب علم بھی اس کے ساتھ شامل ہوگیا ہے گویا اجتماع نقیضین واقع ہو رہا ہے۔ تنزیہ سابقہ میں ملاحظۂ اضافات تھا وہ اب نہیں ہے اور جہل متحقق اپنے حال پر ہے اور ذات کے لئے صفات کا اثبات اور علم ذات مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق ہے لیکن نہ اس طرح سے کہ دونوں حالتیں ایک آن میں جمع ہوتی ہوں بلکہ اس وقت علم اور اثبات اضافات ہے جب غور کرتا ہوں کہ تنزیہ سابق باطن میں محفوظ ہے یا نہیں اگرچہ اس علم کا ورود باطن میں ہے لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تنزیہ صرف ہے اور اس وقت علم اس کے ساتھ جمع ہوگیا ہے +

ایک دفعہ میں نے یہ لکھا کہ حضرت سلامت اوس حالت میں جبکہ جہل اور حیرت متحقق تھی اس طریق کے سلوک سے نا امید ہوگئی تھی اور اسی سبب سے کہ اپنی استعداد کو بہت مختصر پاتا تھا اور اس حالت میں اس سے زیادہ گنجایش نہ رکھتا تھا اس لئے بارگاہ صمدیت میں التجا اور تضرع کی حق سبحانہ تعالیٰ نے آنجناب کی توجہ شریف سے میدانِ باطن کو وسیع کر دیا۔ اور القا سے معلوم ہوا کہ میدانِ باطن کی وسعت موجودہ دائرہ روح کی وسعت ہے امید کہ اس کے صحت یا غلطی کے متعلق اطلاع فرمائی جائیگی +

آنحضرت نے کمال بشاشت سے تحریر فرمایا کہ جہل و حیرت علم و معرفت سے بہتر ہے امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ درک ادراک سے عاجز ہونا عین ادراک ہے۔ ہر چند کہ یہ معاملہ جہل خالص اور تنزیہ محض سے متعلق ہے اور وصول سے قریب تر ہے۔ کوشش کرو کہ حال مرتبہ جہل سے درجہ علم میں نزول کرے اور ظاہر باطن کے ساتھ اس معاملہ میں متحد ہو جائے بلاشبہ نزول کے بعد علم بہتر ہوتا ہے جہل سے اور عروج میں جہل بہتر ہوتا ہے علم سے ابھی تمہارا حال عروج میں ہے نزول میں نہیں آیا ہے +

ایک مرتبہ میں نے یہ لکھا کہ حضرت سلامت امور عجیبہ مختلف طور سے ظاہر ہوتے

ہیں۔ کبھی تو غیب سے گوش باطن میں سُنائی دیتی ہے کہ فلاں کام ایسا ہے۔ کبھی عربی زبان میں اور کبھی فارسی میں اور کبھی ہندی میں اور کبھی بغیر الفاظ کے مطلب سمجھ میں آجاتا ہے اور حق سبحانہٗ کو اسی طرح غیب الغیب پاتا ہوں اور اس امر کو شل کلام بامتکلم منسوب نہیں پاتا ہوں اور فوراً بالبداہت جان لیتا ہوں۔ اس کلام کا تعلق اللہ تعالےٰ سبحانہٗ سے ہے لیکن اس کا خدا تعالےٰ سے تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔ اور اس کے ظہور کے لئے کوئی جہت معلوم نہیں ہوتی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی مطلب کے واسطے عرض کر کے جواب کا خواہاں ہوتا ہوں فوراً اس کا سرانجام دیکھ لیتا ہوں۔ مثلاً اسم اَللّٰھُمَّ سے کسی مقصد کا نام لیکر یا اسم اَلْکَرِیْمُ سے کسی مقصد کا نام لیکر استدعا کی جاتی ہے اور اسم مذکور سے کوئی جواب نہیں ملتا مگر فقیر اس کام کے سرانجام کو معائنہ کر لیتا ہے اور اس اسم سے پورا جواب یقین کے ساتھ حاصل کر لیتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی بابت جواب لیتا ہوتا ہے تو قلب کا اطمینان اور رجحان معلوم کر کے اس کا علم حاصل کر لیتا ہوں۔ اور کبھی یہ بات نظر آجاتی ہے کہ فلاں کام ہونے والا ہے یا فلاں کام ہو گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی تندرست آدمی کو بیمار دیکھتا ہوں یا کسی اور کو مردہ کی صورت میں دیکھتا ہوں۔ یا کوئی شخص پردیس میں ہے اور اس کی موت وحیات دریافت کرنی ہے تو میں خود کو اُس کام کے واسطے متوجہ کرتا ہوں۔ اگر وہ میری نظر میں جسم والوں کی طرح سے آتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ وہ زندہ ہے اور اگر ارواح کے طور سے ظاہر ہوتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ مر گیا۔ کبھی اس عالم کو اپنے باطن میں رکھتا ہوں اور زمین و آسمان اور کوچہ و بازار اور لوگوں کا شور وغل اور اسی طرح سے کسی کی موت وحیات کا حال معلوم کرنا بہت کچھ آسان ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس وقت متوجہ ہو کر چاہوں کہ لوگوں کے قلوب کے حالات معلوم کروں تو معلوم ہو جاتے ہیں۔ جس قدر صفائی زیادہ ہوتی ہے اتنا ہی معلوم ہو جاتا ہے +

نسبت آنحضرت سلمہ اللہ وابقاہ کے حلقۂ ذکر میں اس طرح دیکھتا ہوں کہ گویا آپ اس کمینہ کے سینہ میں جلوہ گر ہیں۔ اور حالت غیبت و بے شعوری

میں آپ کا اٹھنا بلکہ اُٹھنے کا ارادہ تک معلوم ہو جاتا ہے اور کبھی یہ علم غلط نہیں ہوا +

واقعہ میں نے دیکھا کہ میں مدینہ معظمہ پہنچا اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار مبارک پر حاضر ہوا دیکھا کہ نہایت بلند سنگ سیاہ سے بنا ہوا ایک گنبد ہے اس کی فراخی ایک میل کی ہے اور لوگ جوق جوق آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے آتے جاتے ہیں۔ بڑا مجمع اس مزار مقدس پر ہے میں بھی حاضر ہوا اور قبر اطہر کی زیارت کی اور اس پر بوسہ دیا بطور اونٹ کے کوہان کے زمین سے ایک ہاتھ اونچی ہے نہ اس طرح سے جیسے کہ ہندوستان میں قبر کو سطح بناتے ہیں اور نیچے اوپر کئی درجہ بطور زینہ کے بند کر کے اس پر تعویذ بنا دیتے ہیں۔ بلکہ آپ کی تربت اطہر کل بشکل تعویذ کے ہے۔ جیسا کہ قبر کے اوپر بنا دیتے ہیں۔ اس وقت یہ خیال آیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گنبد پاک میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بھی قبر ہے مگر یہاں پر کوئی بھی قبر ظاہر نہیں ہوتی ہے +

پھر میں نے یہ خیال کیا کہ شائد ان کی قبر تہ خانہ میں ہو گی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مزار شریف کے نزدیک پہاوڑہ ہے اس کے اوپر کی مٹی اٹھانی شروع کی کہ قبر نمایاں ہو مگر کوئی قبر نہ نکلی میں نے خیال کیا کہ غالباً ادب کیوجہ سے کچھ نیچے قبر کھودی گئی ہو گی اپنے ہاتھ سے اندازاً ایک ہاتھ نیچے کی طرف ہٹکر کھودا تو آپ کی قبر نکل آئی میں نے اس کے چپ و راست سے مٹی کو صاف کیا قبر اچھی طرح سے ظاہر ہو گئی۔ پھر اس کو میں نے خوب درست کر دیا۔ اس کے بعد مجھ کو یہ خیال آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر بھی اسی گنبد مبارک میں تھی پس حضرت ابو بکرؓ کی قبر کے برابر کئی پھاوڑے میں نے مارے مگر قبر کا کچھ نشان نہ پایا۔ میں نے خیال کیا کہ اوباً آپ کی قبر حضرت صدیق اکبرؓ کی قبر سے نیچے کیطرف کھودی گئی ہو گی۔ پس میں نے اپنے ہاتھ سے دو ہاتھ اندازہ کر کے نیچے ہٹکر کھودنا شروع کیا اور سرہانے کی طرف سے مٹی ہٹائی تو قبر نمایاں ہو گئی۔ اتنے میں کہ موذن نے صبح کی آذان دی۔ میں نماز کے لئے گیا اور یہ ارادہ تھا کہ نماز سے فارغ

ہوکر پوری قبر نمایاں کرلوں گا کہ اتنے میں بیدار ہوگیا۔

واقعہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فقیر کی مسجد میں قبلہ کی طرف پشت مبارک کئے ہوئے دوزانو تشریف فرما ہیں میں باہر سے مسجد کے اندر گیا تو دیکھا کہ آنحضرت تشریف فرما ہیں بے اختیار ہوکر اپنے آپ کو آپ کے قدموں پر ڈالدیا۔ اس کے بعد اٹھا اور دونوں ہاتھ دعا کی طرح سے اٹھا کر التماس کیا کہ یارسول اللہ مجھ کو کچھ بشارت دیجئے حضرت نے یہ آیت پڑھی سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا اس کے بعد فرمایا کہ آجکل تمہارے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اتفاق سے اس زمانہ میں فقیر کے گھر کوئی اولاد نہ تھی اس واقعہ سے دوماہ کے بعد لڑکا پیدا ہوا اس کا نام محمد عارف رکھا اور اس کے بعد ہر حمل میں لڑکے ہی پیدا ہوتے رہے اور بطفیل بشارت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ نے اور سات لڑکے مرحمت فرمائے۔

واقعہ فقیر نے دیکھا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فتح ہندوستان کے لئے ملتان کے راستہ سے تشریف لائے ہیں سرہند تک آپ کی فتوحات میں داخل ہوگیا ہے اور آگے بڑھنے کا ارادہ فرمارہے ہیں۔ مخدوم زادگان عالی قدر خواجہ محمد سعید اور خواجہ محمد معصوم آپ کے ہمراہی میں قراول ہیں اور اس فتح کے انتظامات دونوں صاحبزادوں کی رائے اور صلاح پر ہیں۔ اس فقیر کو خدمت یسولی کی یعنی لشکر کو سوار کرانے اور کسی میں سُبکی نہ پیدا ہونے دینے پر مقرر کیا گیا ہے۔ آنحضرت سرہند سے نکلکر شہر اکبرآباد کی طرف دو تین کوس بڑھ گئے ہیں۔ صبح ہونے کے بعد حضرت سوار ہوگئے ہیں اور بقدر ایک نشانہ تیر کے آگے بڑھ کر بلکہ اس سے بھی نزدیک مخدوم زادگان کا انتظار فرمارہے ہیں میں بھی منتظر ہوں کہ مخدوم زادگاں جلدی سوار ہو جائیں۔ کیونکہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے منتظر ہیں اور میں لشکر کا بھی انتظام کرتا جارہا ہوں اور مخدوم زادگان سے عرض کررہا ہوں کہ آنحضرت کی سواری میں آپ کو ہمراہ رکاب رہنا چاہئے اور میں بھی رکاب سعادت میں تھوڑی دور چلتا ہوں۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ اس دروازہ سے کہ کنوئیں کے پاس ہے جمال جہان آرائے

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نمایاں ہے جلدی سوار ہو کر آنحضرت سے لاحق ہو جیسے میں اوسی دروازہ کے راہ پر گیا اور جمال محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آفتاب بھی اس کے سامنے شرمندگی سے گھن میں ہے اور زرد اور بے نور ہو گیا ہے اور حضرت سفید رنگ سیاہ ریش نورانی رو صحرا میں چبوترہ پر ایک تخت ہے اس پر جلوہ آرا ہیں۔ غالباً دست مبارک سے مولی کو صاف کر کے ٹکڑے کر کے تناول فرما رہے ہیں۔ اور تمام فوج والے زمین پر بیٹھے ہیں ہیں جمال باکمال کی لذت سے بیدار ہو گیا۔ اور ایک مدت تک یہ لذتِ دیدار فقیر کے دل میں تازہ رہی +

واقعہ میں نے دیکھا کہ حضرت سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فقیر کے گھر میں ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور میں ایک بوریئے پر بیٹھا ہوں کہ باہر سے حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ دیوار میں سے بغیر اس کے کہ دیوار شق ہو برآمد ہوئے اور گھر میں تشریف لائے جس طرح سے کہ کوئی شخص پانی میں سے نکلتا ہے اور حالتِ گریہ اور اضطراب میں آنحضرت کے زانوئے مبارک پر گرے اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یا رسول اللہ! آپ نے سُنا کہ یہ جوان کیا کہتا ہے آپ کا یہ ارشاد نصیحتانہ اور دلسوزی کے پہلو کو ظاہر کر رہا تھا۔ میں نے غایت رعب سے بیدار ہو کر توبہ اور استغفار کی +

اس شکایت کی وجہ حقیقی تو مجھ کو معلوم نہ ہو سکی مگر ہاں دو وجہیں میرے خیال میں آئیں +

پہلی وجہ یہ کہ میں نے مخدوم زادہ خواجہ محمد صدیق سے کہا تھا کہ تمام امور میں سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع ممکن ہے مگر جماع میں نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا علم کسی کو نہیں ہے +

دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تھا کہ قبر میں لحد ایسی نہیں بنائی جاتی ہے کہ اس میں کوئی بیٹھ سکے۔ حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مردہ کو لحد میں بٹھاتے ہیں۔ میں نے جواب دیا تھا کہ بٹھانے سے مراد معنوی نشست ہے نہ ظاہری کہ اس کے جسم کو بٹھا دیا جائے۔ میں نے ان دنوں

باتوں سے توبہ کرلی +

واقعہ میں نے دیکھا کہ ایک حوض دہ در دہ ہے اور اُس کے گرد ایک باغیچہ گول اور خوش وضع لگا ہوا ہے اور وہاں ایک عالی شان محل ہے اس میں حضرت افضل انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھے ہیں اور میں کنوئیں کے ڈول کے پانی کے گرنے کی جگہ بیٹھا ہوا ہوں ایک شخص مجھ سے حدیث کی ایک کتاب پڑھ رہا ہے اور ایک لفظ غیر مانوس کے متعلق کچھ تامل ہو رہا ہے۔ کہ حضور پُر نور اس محل سے برآمد ہوئے اور باغ میں تشریف فرما ہوئے کچھ ٹھیر کر اس لفظ کو معنی بیان فرمائے اور باغ کے دروازہ کی جانب روانہ ہوئے میں نے بھی دروازہ تک ہمراہی کی آنحضرت علیہ السلام نے پوری حدیث پڑھی مجھے وہ حدیث بلفظہٖ یاد تھی۔ مگر لکھنے کے وقت تک یاد نہ رہی +

واقعہ میں نے دیکھا کہ میں سفر دور دراز سے واپس آرہا ہوں۔ گھوڑے پر سوار ہوں اور میرے والد بھی میرے ہمراہ ہیں اور ایک جماعت سیالکوں اور مجذوبوں کی جنکے نام میں جانتا ہوں۔ میرے ساتھ ہیں۔ نماز کے لئے ایک کنوئیں پر جو دہ در دہ تھا ہم سب اُترے اور وضو کیا اور پانی پیا اور وہاں سے سوار ہو گئے۔ میرے باطن میں یہ آواز غیبی آئی اور میں نے اس کو اپنے سب ہمراہیوں کو سُنا دیا کہ اللہ تعالےٰ سبحانہٗ مجھ سے فرماتا ہے کہ قل غفر اللہ لکم اللہ تعالےٰ نے تم سب کو بخشدیا +

واقعہ ایک رات میں نے واقع میں دیکھا کہ ایک شہر عظیم الشان اور ایک محل عالی شان ہے اس میں ایک چبوترہ عالی مکان ہے میں آنحضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوں اتنے میں ایک درویش آیا اور فقیر سے کہا کہ حضرت خضر علیہ السلام دروازہ پر کھڑے ہیں اور تم کو بلا رہے ہیں۔ میں نے آنحضرت سے اجازت لی اور فوراً اٹھا اور باہر گیا۔ دیکھا کہ حضرت خضر ایک جوان خوبصورت نیک رو سفید رنگ۔ نورانیش کی شکل میں دروازہ پر کھڑے ہیں میں نے سلام کیا۔ میرے آتے ہی وہ آگے کو روانہ ہو گئے اور میں ان کے پیچھے چلا اور شہر کے سارے کوچے اور راستے حضرت نے چل پھر کر دیکھے۔ اس حال میں میں

نے حضرت سے عرض کیا کہ مجھ کو اپنی نسبت سے بہرہ ور فرمایئے۔ انہوں نے پوچھا کہ تم نے جس شخص سے نسبت حاصل کی ہے اس کا ارشاد تم کو اور تمام عالم کے لئے کافی ہے۔ اس میں حضرت کی عظمت کی طرف اشارہ تھا۔

اتفاقاً حضرت خضر علیہ السلام جس طرف سے واپس آ رہے تھے وہیں ایک دروازہ سے آنحضرت قدس سرہٗ نکل رہے تھے میں آنحضرت کے سامنے گیا اور حضرت خضرؑ سے کہا کہ آنحضرت سے چلکر ملئے حضرت خضر علیہ السلام کئی قدم آپ کیطرف کو بڑھے اور آپ سے مصافحہ اور معانقہ کیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ آپ قطب وقت ہیں اور ایک دوسرے سے رخصت ہوئے اور میں آنحضرت کی خدمت میں رہ گیا اور حضرت خضر کے ہمراہ نہ گیا۔

واقعہ آں حضرت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد میں نے واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت ایک وسیع عالی شان محل میں جس کا طول تقریباً ایک میل ہے رونق افروز ہیں گویا کہ وہ قصر بہشتی ہے اس کے ایک گوشہ میں میرا بھی ایک خپوش مکان ہے اور اس محل سے بہت دور اور مکانات مثل حمام کے ہیں جن کے کئی طبقے ہیں اسکو دوزخ کہا جاتا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ دوزخ میں چلکر دیکھنا چاہئے کہ اس میں کون کون لوگ داخل ہیں۔ میں دو تین مکانوں سے گذر کر ایک مکان کے دروازہ پر پہنچا جس میں وہ دوزخی لوگ سکونت پذیر تھے میں نے دیکھا تو اس مکان کا دروازہ بند تھا اور ایک شخص اس کے دروازہ پر کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں دوزخیوں کو دیکھنا چاہتا ہوں اُس نے کہا کہ آنحضرت قدس سرہٗ دنیا سے جس روز سے جنت میں تشریف لائے ہیں۔ تب سے دوزخ سرد کر دی گئی اور اس کا دروازہ بند کر دیا گیا ہے اور اب کوئی شخص آپ کے طفیل میں دوزخ میں نہیں جاتا ہے۔ میں آنحضرت کی خدمت میں گیا اور اس کا قول بیان کیا۔ آنحضرت نے فرمایا کہ موکل دوزخ نے صحیح بیان کیا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔

واقعہ آنحضرت ایک زمانہ تک پشمینہ کی جانماز پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے چونکہ آپ جمع بین المذاہب کی کوشش فرماتے تھے اور مذہب امام مالک میں پشمی چیز پر سجدہ مکروہ ہے اس لئے سجدہ کی جگہ پر ایک ریشمی کپڑا لگوا دیا گیا تھا

اور رسول آپ نے اُسی مصلّے پر نماز ادا فرمائی جب وہ کپڑا زیادہ میلا ہو گیا تو خادمان بارگاہ نے اس پرانے کپڑے کو نکال لیا اور بجائے اس کے نیا کپڑا اسی دیا میں نے اس میلے کپڑے کو اپنی دستار میں محفوظ رکھ لیا تاکہ گھر جاکر اس کو تعظیم کے ساتھ محفوظ رکھوں۔ اتفاقاً رات ہوگئی اور میں نماز عشا پڑھ کر سو گیا اور کپڑا ویسے ہی دستار میں رکھا رہا۔ اسی رات جمال جہان آرائے نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارہ مرتبہ سے زیادہ خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ ہر دفعہ میں بیدار ہو جاتا تھا اور پھر سو رہتا تھا اور پھر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت میسر آتی تھی +

واقعہ اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں شب جمعہ نویں جمادی الاوّل کو میں نے دیکھا کہ ایک باغ نہایت سرسبز اور آراستہ ہے جس کا دروازہ نہایت بلند ہے اور آنحضرت اس باغ کے دروازہ میں ایک تخت شاہانہ پر تشریف فرما ہیں۔ اور دو تین شخص نہایت ادب کے ساتھ سر جھکائے ہوئے اور ہاتھ ناف پر باندھے ہوئے گویا کہ ان کے بدن میں جان نہیں ہے آپ کے پاس بچھونے پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور لوگ نذر و نیاز یکے بعد دیگرے بکثرت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پیش کر رہے ہیں۔ فقیر کبھی اندر جاتا ہے اور کبھی باہر آتا ہے اور لوگوں کی نذریں آپ کے حضور میں پیش کرتا ہے۔ اور پھر خزانچی کے حوالہ کر دیتا ہے۔ مجھ کو بھی اس میں سے دس روپیہ حضرت نے اپنے دستِ خاص سے اس مجلس میں مرحمت فرمائے +

واقعہ میں نے دیکھا کہ آنحضرت مسند قطبیت پر تشریف فرما ہیں اور دست مبارک سے ایک ایک قطعہ کاغذ پر علیحدہ علیحدہ یہ لکھ رہے ہیں کہ قبل فلاں یعنی فلاں شخص قبول ہو گیا اور اس پر خود مہر فرماتے ہیں اور اس حقیر سے ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کے نام کا حکم ہے تم اس کو پہنچا دو۔ گویا یہ خدمت میرے ذمہ فرمائی گئی ہے۔ پہلا فرمان جو آپ نے مجھے مرحمت فرمایا ہے اس پر بدستخط خاص لکھا ہوا ہے کہ بدرالدین اس کو اپنی مُہر سے مزین کر کے بڑی مہربانی اور عنایت سے میرے حوالہ فرمایا۔ میں نے اس کو بہت ہی ادب کے ساتھ لے لیا اور دستار میں لگا لیا۔ اس کے بعد دوسرا کاغذ مہری عطا فرمایا جس پر لکھا ہوا تھا کہ قبل امان اللہ

اور فرمایا کہ اُس کو پہنچا دو۔ امان اللہ ایک شخص عالم متقدسی فقیر کے ہم سبق اور آنحضرت کے مرید تھے اسی طرح ہر پرچہ کاغذ پر لفظ مذکور تحریر فرما کے اس پر مہر لگاتے اور فقیر کے حوالہ فرماتے تھے اور میں نام بنام پہنچا رہا تھا۔ اس وقت ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ عالم کے ہر فرد کی مقبولیت اور مردودیت آپ کے اختیار میں دے دی گئی ہے اور یہ حقیر آپ کی بارگاہ کا متصدی ہے +

درجہ۔ ایک رات فقیر نے واقعہ میں دیکھا کہ گویا آنحضرت قدس سرہٗ اپنے روضہ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور مریدین اور طالبین آپ کے روبرو حلقہ کئے ہوئے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت قدس سرہٗ کو دیکھتا ہوں کہ حضرت سرورِ کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور حلقہ کرنے والے صاحبین صحابہ کرام کی ایک جماعت ہے۔ اتنے میں جبرئیل امین کو دیکھتا ہوں کہ آسمان سے اترے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالےٰ کا سلام پہنچایا اور ادب کے ساتھ کچھ دور دو زانو بیٹھ گئے۔ میں نے اپنے قریب کے ایک صحابی سے پوچھا کہ جبرئیل علیہ السلام کا اترنا تو بند ہو گیا تھا اب ان کے نزول کی کیا وجہ ہے انہوں نے کہا کہ جبرئیل علیہ السلام آنحضرت علیہ السلام کے پس خوردہ کے کھانے کے لئے ہمیشہ آتے رہتے ہیں +

قدسیہ آنحضرت قدس سرہٗ کی عادت تھی کہ ہمیشہ باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے ہر رمضان میں تین کلام مجید سُنا کرتے تھے۔ دیگر حاضرین کا سانس چڑھ جاتا تھا۔ بہت لوگوں کو تو نیند اور غنودگی غلبہ کرتی تھی۔ مگر آنحضرت پر تراویح میں قرآن شریف سنتے وقت کسی طرح کی غنودگی نہ ہوتی تھی۔ ایک روز فقیر نے آپ سے عرض کیا کہ حضرتِ سلامت سب لوگوں کو غنودگی بےخبر کر دیتی ہے یہ آپ کی کرامت ہے کہ کبھی نیند نہیں آتی تو ارشاد ہوا کہ دریائے قرآن کی شناوری مہلت نہیں لینے دیتی غفلت کی گنجائش کیسے ہو سکتی ہے۔ کشاں کشاں اپنی طرف لے جاتی ہے +

قدسیہ ایک روز آنحضرت نے اصحاب کبار کے مجمع میں فرمایا کہ لفظ نسبت کہ ارباب تصوف کے زباں زد ہے اس کا کیا مطلب ہے۔ ہم نے عرض

کیا کہ حضرت خود ہی بیان فرمائیں۔ آپ تھوڑی دیر مراقب رہے اور سر اٹھا کر فرمایا کہ نسبت سے مراد وہ نسبت ہے کہ سالک اور حق سبحانہٗ میں کوئی واسطہ حائل نہ رہے +

ملفوظ۔ ایک روز آنحضرت سے ایک مرید خاص نے دریافت کیا کہ ذکر لَا اِلٰہَ اللّٰہ میں پہلے ابتداء ناف سے کی جاتی ہے اور پھر سر تک کھینچتے ہیں اور اور وہاں سے سیدھا کاندھے پر لا کر دل پر اس کی ضرب مارتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے۔ آپ تھوڑی دیر مراقب رہے اور پھر فرمایا کہ اس صورت میں نقش لا پیدا ہوتا ہے پس اس کو سمجھا وہ جو سمجھا +

قدسیہ ایک روز فقیر نے دریافت کیا کہ احادیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نماز کامل طور سے اور جلدی ادا فرمایا کرتے تھے اور ادب کا کوئی شمہ نہ چھوڑتے تھے پس یہ کس طرح سے ممکن ہے۔ فرمایا کہ لوگ نماز میں بے جا وقفے بہت کرتے ہیں اگر ارکان و آداب کی ادائی میں سراپا مشغول رہیں اور بے جا وقفے نہ کریں تو ان کی نماز بھی بہت جلد ختم ہو جائے +

قدسیہ ایک روز آنحضرت نے فرمایا کہ شریعتِ غرا اسلامیہ میں نماز کے اندر حضورِ قلب کو لازم نہیں کیا گیا ہے شریعت میں خشوع اور خضوع کے لئے جو ارشاد ہوا ہے یہ ہے کہ نظر کو قیام میں سجدہ گاہ پر اور رکوع میں پشتِ پا پر اور سجدہ میں پرۂ بینی پر اور جلسہ میں اپنی بغلوں کی طرف جمائے رکھیں۔ اس کا راز یہ ہے کہ جمعیتِ دل کے لئے نگاہ کے بند کرنے کو خاص دخل ہے جبکی آنکھیں پراگندہ نہ ہوں گی اس کا دل بھی متفرق نہ ہو گا +

جس روز فقیر کو شغل کی تعلیم دی تھی اس روز بھی فرمایا تھا کہ ذکر میں آنکھیں بند کرنے کی شرط نہیں ہے گر جب تک کہ ذکر دل میں تہ نشین ہو جائے آنکھیں بند رکھنی چاہئے کہ جمعیتِ دل کے لئے آنکھوں کا بند کرنا خاص اثر رکھتا ہے اور حضرت خواجگان نے اس کے متعلق ایک حدیث بھی روایت کی ہے پھر آپ نے وہ حدیث پڑھی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

اگر چہ دیدہ بود پاسبان تو اے دل ۔۔۔ بہوش باش کہ نقدے تو پاسبان بُرد

ترجمہ۔ اے دل اگرچہ آنکھ تیری نگہبان ہے۔ مگر ہوش میں آکہ تیرے نقد کو پاسبان لے چلا ٭

قدسیہ ایک روز آنحضرت نے فرمایا کہ اس حدیث شریف کے متعلق کہ بلّی کی دوستی ایمان سے ہے اکثر شبہ ہوا کرتا تھا کہ ایمان کو بلّی کی محبت سے کیا تعلق ہے جو آنحضرت علیہ السلام والتحیۃ نے اس کی دوستی کو ایمان فرمایا ہے اس بارہ میں کامل توجہ کی گئی بالآخر معلوم ہوا کہ لوگ بلّی کے رونے کی آواز سے بد فالی کرتے ہیں اور اس کو شوم جانتے ہیں۔ اسی لئے اس کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں آنحضرت نے فرمایا کہ بلّی کی محبت ایمان کی نشانی ہے کہ جب اس کی محبت رکھیں گے تو اس کے رونے کی آواز سے بدفالی نہ کریں گے اور اس کو شوم نہ جانیں گے کیونکہ تطیر کفر ہے اور اس کا چھوڑنا ایمان ہے ٭

قدسیہ ایک روز بطور نصیحت کے مریدین کے مجمع میں ایک خادم سے فرمایا کہ قلب کو حق سبحانہ کے ساتھ ایسی خاص نسبت ہے کہ کسی اور چیز کو اس کے ساتھ نہیں ہے خواہ کافر کا دل ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کسی کے دل کو تکلیف دینا اللہ تعالےٰ کو تکلیف دینا ہے۔ کیونکہ ایک ہمسایہ کی تکلیف دہی دوسرے ہمسایہ میں سرایت کرتی ہے پس جن میں باہمی خصوصیت کی نسبت ہو ان کی ایذا دہی کا کیا حال ہوگا ٭

واقعہ آپ فرماتے تھے کہ نماز میں سنت اور مستحبات اور آداب اور حضورِ قلب کی رعایت کرنا بھی ذکر ہے کیونکہ یاد کرو اور اس کی طرف توجہ کرنا امر حق ہے ٭

فقیر کے پاس ایک رسالہ فن قرأت میں تھا میں اس کو نذر گذارنے کے لئے لیکر نکلا کیونکہ فن قرأت سے حضرت کو خاص شوق تھا۔ میں اس کو لیکر حاضر خدمت ہوا۔ آنحضرت نے دیکھتے ہی پوچھا کہ تمہاری بغل میں کیا ہے میں نے عرض کیا کہ فن قرأت کی ایک کتاب ہے اور اس کو اپنے دونوں ہاتھوں پر رکھ کر آپ کی خدمت میں گذارا حضرت نے اس کو قبول کیا اور اس کے اوراق الٹ پلٹ کر دیکھے اور بعض مضامین کی تحقیق فرمائی اور میری طرف مسکراتے ہوئے نگاہ فرمائی

اور فرمایا کہ اللہ تعالٰی تم کو جزائے خیر دے اچھی کتاب لائے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اُس کو پیش کرنے کے لئے لایا تھا حضرت کی یہ کرامت تھی کہ بغیر میرے عرض کرنے کے قبول فرما لیا۔ آپ نے اس کو لے جا کر خلوت خانہ کے ایک طاق پر رکھ دیا جب میں حضرت کی مجلس مقدس سے رخصت ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ یہ رسالہ فی الحقیقت بہت ہی عجیب اور غریب ہے کہ حضرت نے اس کی اس قدر تعریف فرمائی۔ اگر وہ میرے پاس ہی رہتا یا میں اس کی نقل کر لیتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ دوسرے دن ظہر کے وقت میں حاضر خدمت ہوا حضرت نے برآمد ہوتے ہی فرمایا کہ آج میں نے قیلولہ میں دیکھا ہے کہ تم اپنی کتاب مجھ سے واپس لینا چاہتے ہو۔ تمہاری کتاب وہ طاق پر رکھی ہوئی ہے لیلو۔ مجھے ڈر ہوا کہ حضرت میرے خطرہ سے واقف ہو گئے ہیں۔ مگر مجھ کو اپنے خیال کا ظاہر کرنا اچھا نہ معلوم ہوا۔ اور میں نے عرض کیا کہ اس واقعہ کی تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ندوی آپ سے علم قرأت سیکھنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہے دوسری بات ہے۔ تم خود اپنے دل کو دیکھو کہ کیا کہتا ہے +

کرامت۔ فقیر جب حلقہ میں شریک ہوتا تو آپ کی صورت اپنے دل میں برابر جلوہ گر پاتا اور اس میں مشغول رہتا جب حلقہ ختم ہو جاتا تو وہ صورتِ پاک غائب ہو جاتی۔ میں فوراً آنکھیں کھول دیتا تو اس وقت حضرت یا تو برخاست فرما چکے ہوتے یا برخاست فرمانا چاہتے کبھی اس کے برخلاف نہ ہوتا تھا سبحان اللہ قلوب طالبین پر کیا آپ کا تصرف تھا +

کرامت۔ ایک رات میں بستر خواب پر تھا اور کسیقدر ہوشیار تھا کیا دیکھتا ہوں کہ دو شخص آئے اور میرے سینہ پر بیٹھ گئے۔ میں نے ہر چند چاہا کہ ان سے رہائی پاؤں نہ ہو سکا اور اتنی طاقت بھی نہ رہی کہ لاحول پڑھتا۔ بہت زور کر کے اس مصیبت سے رہائی ملی۔ دوسری اور تیسری رات بھی ایسا ہی پیش آیا۔ میں اس واقعہ سے پریشان ہو کر آپ کے مزار پاک پر حاضر ہوا اور گریہ وزاری کی مجھ پر غیبت طاری ہوئی۔ اور دیکھا کہ حضرت فرما رہے

ہیں کہ تمہارے بالاخانہ کی چھت پر دو جن رہتے ہیں۔ سوتے وقت ان کو ہماری دہائی دیکر سو جاتا پھر وہ کچھ ایذا نہ پہنچا سکیں گے۔ جب رات ہو گئی اور سونے کا وقت ہوا تو میں بستر خواب پر لیٹا اور میں نے کہا کہ اے جنوں میں تم کو حضرت کی دہائی دیتا ہوں خبردار میرے سوتے میں اور بیداری میں نہ آنا۔ پس میں رات کو آرام کے ساتھ سویا۔ چند رات ایسا ہی کرتا رہا کسی طرح کا اثر جنوں کا محسوس نہ ہوا۔ ایک رات نیند کے غلبہ میں دہائی دینا بھول گیا اسی رات غنودگی میں دیکھا کہ دو شخص مجھ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں ڈر کے اُٹھ بیٹھا اور اسی وقت آپ کی دہائی دی وہ فوراً بھاگ گئے ایک زمانہ تک یہ دہائی برابر جاری رکھی۔ اور ان کی ایذا ہی سے رہائی ملی۔

کرامت۔ میرا فرزند شیخ محمد فضل بچپن میں بیمار ہوا۔ تپ محرقہ کی شکایت تھی۔ آسیب نے اس پر حملہ کیا اور اس کو ہزیان ہوگیا۔ میں اسی وقت آیا اور پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں فلاں جن ہوں اور تمہارے گھر کے فلاں ناوداں میں رہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ تو بے تحاشہ ہمارے گھر میں چلا آیا اور شوخی کر رہا ہے اور ہمارے لڑکے کو ستاتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ ہم حضرت کے مرید ہیں۔ اس نے کہا کہ میں بھی اسی وقت حضرت کے روضہ سے آرہا ہوں۔ میں نے کہا تو جاتا ہے تو جا ورنہ میں تجھ کو ہلاک کر دوں گا۔ اس کے بعد میں مزار پُرانوار پر حاضر ہوا اور بصد عجز و نیاز یہ واقعہ عرض کیا۔ اسی وقت آواز آئی کہ گھر جاؤ تمہارا لڑکا تندرست ہوگیا ہے۔ اور وہ مردود تمہارے گھر سے نکل گیا۔ میں خوش خوش گھر کو آیا تو دیکھا کہ لڑکا صحت پا چکا ہے اور اُس بات کا کچھ اثر باقی نہیں ہے اُس کے بعد سے آج تک میرے گھر والوں میں سے کسی کو وہ جن تکلیف نہ پہنچا سکا۔

کرامت۔ جب دفتر سوم مکتوبات شریف ختم ہوگیا اور چند مکتوب اور دوسرے لکھے گئے تو فقیر کو یہ خیال ہوا کہ دفتر چہارم میں جمع کروں گا جس طرح کہ دفتر اول کو مولانا یار محمد جدید نے اور دفتر دوم کو مولانا عبدالحی نے اور دفتر سوم کو خواجہ ہاشم کشمی نے جمع کیا ہے۔ ایک روز میں نے موقع پاکر خلوت میں

آپ سے اپنا ارادہ اور قصد ظاہر کیا۔ آپ نے یہ سنکر تھوڑی دیر سکوت کیا پھر فرمایا کہ اتنا وقت اب کہاں ہے اور فرصت کس کو ہے اول تو یہ یقین ہونا چاہیئے کہ زندگی اتنی ہوگی اندگے کے برس تو گذر گئے۔ کچھ دن باقی رہ گئے ہیں تمہیں تمہاری نیت کے بموجب ثواب ملیگا۔ اس ارشاد سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد وہ آفتاب عالمتاب تہِ تراب غائب ہوگیا +

کرامت آج دو روز میرے پاؤں میں برص کے سفید داغ نمودار ہوئے میں متحیر اور پریشان تھا کبھی یہ خیال ہوتا تھا کہ وطن چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں کہ وطن میں رسوائی نہ ہو اور کبھی یہ خیال ہوتا تھا کہ خودکشی کرلوں ایک روز آنحضرت حلقۂ صبح کے بعد محل میں جانا چاہتے تھے۔ میں نے تنہائی پاکر دروازہ میں پہنچ کر اپنی پریشانی وحیرانی عرض کی اور وہ داغ دکھائے ارشاد فرمایا کہ وہم مت کرو جاتے رہیں گے۔ اس بشارت کے ساتھ ہی میری پریشانی رفع ہوگئی۔ مگر اس روز اور رات کو داغ نمایاں رہے۔ صبح کو دیکھا تو داغوں کا اثر تک باقی نہ رہا تھا۔ میں خدا کا شکر بجالایا اور حضرت کی عظمت و کرامت پر سو حصہ یقین اور ایمان میرا زیادہ ہوگیا +

کرامت ایک روز آنحضرت جماعت خانہ میں تشریف فرما ہوئے اور حضرات مخدوم زادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم ہمراہ تھے۔ آپ نے دروازہ کی زنجیر اندر سے اپنے ہاتھ سے لگائی تاکہ کوئی اور شخص نہ آنے پائے۔ قبۂ منورہ میں قبلہ کی طرف صاجزادۂ اعظم حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہٗ کو ساتھ لیکر تشریف فرما ہوئے اور معارف و اسرار بیان کرنے شروع کئے۔ میں قبہ کی دوسری طرف موجود تھا اور حضرت نے مجھ کو دیکھا نہ تھا۔ میں آپ سے چھپکر اسرار اور معارف سُن رہا تھا اور دل میں دعا کر رہا تھا کہ حضرت مجھ کو بھی بلالیں اور خلوت میں حاضر ہونے کی اجازت عطا کریں۔ یہانتک گفتگو کی نوبت پہنچی تھی کہ صاحب فنا کے دل میں غیر کا خطرہ نہیں گذرتا ہے اگرچہ عمر نوح اس کو حاصل ہوئے میرا بھی اس زمانہ میں یہی حال تھا کہ خطرات دل سے منقطع ہوگئے تھے۔ مگر ابھی میں نے

یہ حالت حضرت سے عرض نہ کی تھی اتنے میں حضرت نے میرا نام لیا۔ میں فوراً لبیک کہتا ہوا اس خلوت خاص میں حاضر ہو گیا فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تم ہمارے محرم خاص اور داخل عیال ہو ہماری خلوت میں حاضر رہا کرو کہ علم کے پہلے حاصل ہو جانے سے حال ہوتا ہے اب تم کو یہ بات تو حاصل ہے کہ دل پر خطرے نہیں آتے ہیں لیکن یہ بتاؤ کہ پھر کھانے اور پینے اور اٹھنے بیٹھنے اور اس کے سوا اور خطرات کہاں سے آتے ہیں میں نے عرض کیا کہ لطائف ستہ کے درمیان میں جو فاصلے ہیں یہ خطرے ان فاصلوں کے حصوں میں آتے ہیں۔ آپ نے فقیر کے اس کلام کی تعریف کی اور فرمایا کہ ہم پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ ان خطرات کا گذر نفس میں ہوتا ہے جس کا تعلق دماغ سے ہے۔ دل سے اس کا کچھ علاقہ نہیں ہے +

کرامت طاعون کے زمانہ میں ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت فقیر کی بی بی کے گلے میں طاعون کی گلٹی نکل آئی اور تپ محرقہ کا غلبہ ہوا لڑکے چھوٹے چھوٹے تھے اس لئے میں سخت پریشان ہوا اور مراقبہ میں حضرت کی طرف متوجہ ہوا۔ حضرت تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ ان روٹیوں کو جو فلاں جگہ رکھی ہیں خیرات کر دو فوراً صحت ہو جائیگی یہ فرما کر غایب ہو گئے۔ میں نے بیوی سے پوچھا کہ گھر میں روٹیں ہیں۔ اس نے کہا کہ فلاں جگہ رکھی ہیں یعنے اسی جگہ جس کا حضرت نے پتہ دیا تھا۔ میں اسی وقت اٹھا اور وہاں سے روٹیں اٹھا کر دوڑا راستہ میں ایک فقیر سو رہا تھا جگا کر اس کو دیدیں۔ صبح ہونے سے پہلے وہ گلٹیاں جاتی رہیں +

کرامت ایک دفعہ فقیر کی بعض محرم عورات اور چچا شیخ محمد نے کہ بڑھاپے کی وجہ سے چلنے پھرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے اصرار کیا کہ ہم کو مرید کر لو میں نے کہا کہ مجھے ابھی اجازت نہیں ملی ہے۔ حضرت سے اجازت لیکر کر دوں گا اس کے بعد میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ بعض صالح عورتیں فقیر کے ہاتھ پر مرید ہونا چاہتی ہیں۔ اس بارہ میں جو حکم ہو اس پر عمل کیا جائیگا میں اپنے چچا کا نام لینا بھول گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ عورتوں کو مرید کرو۔ بلکہ اپنے

چچا شیخ محمد کو بھی کہ وہ بھی مشتاق ہے اور دوسرے ایک اور بڈھے کا نام لیا جس کا لڑکا آیا ہوا تھا اور اپنے والد کی طرف سے مریدی کے لئے استدعا لیکر آیا تھا۔ فقیر کو خیال ہوا کہ یہ اجازت مرید کرنے کی صرف انہی لوگوں کے لئے ہے یا عام اجازت ہے۔ ابھی یہ خطرہ دلنشین نہ ہونے پایا تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ تم کو عام اجازت ہے۔ کیونکہ تم ہمارے عیال میں داخل ہو۔ فقیر نے ان سب کو تعلیم دی اور حاضر خدمت ہوا آپ نے ان کی تفصیلی حالت دریافت فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ سب کو مرید کر لیا۔ حضرت کی توجہ ان کو خوب پہنچی اور آثار ظاہر ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالٰے کا شکر اور احسان ہے۔ اس کے بعد میں نے اور بھی چند لوگوں کو مرید کیا اور ان کے احوال و استغراق وغیرہ خدمت والا میں عرض کئے۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ہم بھی چاہتے تھے کہ تم بیٹھو اور ہدایت خلق اللہ میں مصروف ہو جاؤ۔ مگر کثرت اہل و عیال تم کو نہیں چھوڑتی ہے۔

میں اسی اثنا میں دار الخلافت اکبر آباد کو روانہ ہوا اور سرائے قصبہ متبرکہ پانی پت میں اترا فجر کی نماز سے پہلے بارادہ زیارت مزار حضرت قدوۃ المحبوبین شرف الحق والدین ابو علی قلندر قدس سرہ سرائے کے مشرقی دروازہ سے معہ ہمراہیان روانہ ہوا کہ سب کو آپ کی زیارت کا اشتیاق تھا۔ چند قدم آپ کی مزار کی طرف کو چلنے پائے تھے کہ پیچھے سے بہ اشارہ اور بشارہ کسی بزرگ کیطرف سے میرے دل پر ہوا کہ ہمارے پاس آؤ اور ہماری زیارت کرو۔ یہاں کے صاحب ولایت ہم ہیں۔ سب کو اس سے تعجب ہوا کہ یہاں کے صاحب ولایت شیخ قلندر صاحب کے سوا اور کون ہیں۔ بہر حال ہم اس طرف کہ جہاں سے وہ بشارت ہوئی تھی روانہ ہوئے اس دروازہ کے نزدیک سیدھی ہاتھ کی طرف کو ایک مسجد کا حصار نظر آیا۔ بالآخر ہم اس احاطہ میں داخل ہوئے صحن مسجد کے سامنے بہت سی قبریں تھیں حاضرین مسجد سے دریافت کیا کہ یہاں کسی بزرگ کا بھی مزار ہے لوگوں نے کہا کہ خواجہ شمس الدین ترک کہ یہاں کے صاحب ولایت ہیں یہیں مدفون ہیں۔ میں نے کہا کہ آپ کے حالات کی کچھ تفصیل کیجئے انہوں نے کہا کہ آپ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری چشتی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے سلسلہ کے خلیفہ ہیں جب خواجہ

صاحب نے بحکم الٰہی ممالک ہند کی اولیاء پر تقسیم فرمائی تو پانی پت آپ کو عطا فرمایا
آپ اپنے پیر دستگیر خواجہ سید مخدوم علی احمد صابر کلیری قدس سرہٗ کے حکم سے
(جو کہ حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد خاص اور
اور جناب شیخ فرید الحق والدین اجودھنی قدس سرہٗ کے بھانجے اور خلیفہ برحق
تھے) یہاں تشریف لائے ہیں یہ بات سُنکر جو کہ کشف صحیح صریح کی تصدیق کر
رہی تھی اور آپ ہمارے پیران طریق سلسلہ چشتیہ سے تھے ہم سب آپ کے
حجرۂ مزار میں داخل ہوئے داخل ہوتے ہی آپ کے انوار ظاہر ہوئے اور ہمارے
ظاہر و باطن کو منور کر دیا اور سردی اور خنکی پیدا ہوئی جو کہ لازمۂ آرام وجمعیت ہے
ہم نے قبر مبارک کو بوسہ دیا اور نہایت نیازمندی کے ساتھ آپ کی طرف متوجہ
ہو کر بیٹھے اور مشغول مراقبہ ہوئے آپ کے دریائے بے پایاں کے الطاف بے
کراں کا مشاہدہ کیا اور آپ کی نسبت خاصہ سے جو کہ سرشان محبوبی رکھتی ہے آپ
نے اس کا افاضہ فرمایا ہم کو اس سے بہرہ ور فرما کر رخصت فرمایا۔ دوسرے روز ہم
روانہ ہو گئے اور شہر دہلی کے راستہ پر پڑے (جو کہ آنکھ کی پتلی سے زیادہ روشن
ہے) ارادہ یہ تھا کہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے مزار مبارک سے سعادت
اندوز ہونگے چونکہ اس سے پہلے کبھی دہلی جانے کا اور مزار حضرت خواجہ کی زیارت
کا اتفاق نہ ہوا تھا صرف اتنا سُنا تھا کہ حضرت خواجہ کا مزار دہلی کے اطراف میں ہے
شہر میں داخل ہونے ہی ملتا ہے۔ آپ کے مزار شریف کا پتہ معلوم نہ تھا۔ رفقا بھی
اس سے لاعلم تھے بہلی بان بیل کو بھول کر متروک رستہ سے لے چلا اور کہا کہ
میرا مکان دہلی سے دو کوس پر ہے رات وہاں گذار کر صبح کو دوسری منزل آگرہ کی
شروع کروں گا۔ ہم بہت پریشان ہوئے کیونکہ ایک تو حضرت خواجہ کی زیارت
دوسرے آپ کے صاحبزادوں سے ملاقات سے محرومی ہو گئی + اسی غم و غصہ کی لت
میں ہم بہلی بان سے جھگڑ رہے تھے اتنے میں ایک رستہ ایسا معلوم ہوا جس کے
دونوں طرف باغ تھے۔ فقیر پر منکشف ہوا کہ حضرت خواجہ کا مزار سمت راست کے
باغ میں ہے دوبارہ سہ بارہ ایسا ہی الہام ہوا کہ سپیدی صبح کی نمودار ہوئی میں نے
اپنے کشف پر اعتماد کیا اور شوق و ذوق اور بیخودی کی حالت میں خود کو چلتی ہوئی بہلی سے

اپنے ہاتھ پاؤں ٹوٹنے کی پروا نہ کر کے زمین پر گرا دیا اور اس باغ کی طرف کیا۔
اور اندر چلا گیا۔ وہاں جا کر لوگوں سے دریافت کیا کہ اس باغ میں حضرت خواجہ کا
مزار شریف ہے تو معلوم ہوا کہ اسی باغ میں ہے۔ میرا شوق و ذوق ایک سے
ہزار درجہ زیادہ ہوا میں ڈرتا ہوا بلند چبوترہ پر پہنچا۔ میں نے ان قبور میں سے حضرت
خواجہ کے مزار کو بے کسی کے بتلائے معلوم کر لیا۔ پھر جب مجاور آیا تو اس سے
اس کی تصدیق کی۔ سبحان اللہ حضرت کے مزار پر انکسار اور اضمحلال برستا ہے۔
میں حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور التجا کرنے لگا۔ اس وقت ایک ایسا جنون
پیدا ہوا کہ ہزاروں ہوشمندیں اس کے مقابلہ میں ایک جَو کی برابر نہیں ہو سکتیں
ہیں۔ اور مجھ کو اس وقت جو رقت پیدا ہوئی ہزاروں خوشیں اس کے پاسنگ
کی برابر نہیں ہو سکتی ہیں۔ میں بہت دیر تک بیہوش پڑا رہا۔ اسی حالت میں حضرت
خواجہ کی زیارت اور پابوسی سے مشرف ہوا۔ ایسے مراحم و عنایات بے پایاں سے
بہرہ ور ہوا کہ باپ بھی بیٹوں کے ساتھ نہیں کرتے ہیں اور آپ نے مجھ کو اپنی فرزندی
میں قبول کیا۔ اور نسبت خاصہ عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ میری نسبت خاصہ
معیت حبی ہے اور اسی نسبت کو تمہارے پیرزادہ محمد سعید نے میرے ساتھ محبت
وعقیدت قائم کر کے حاصل کیا ہے وہی اس کو انجام کو پہنچائیگا۔ میں نے کچھ محبت
حبی اپنے اندر پائی اور محبت بے کیف ذات بیچون کے ساتھ خود میں مشاہدہ کی یہانتک
کہ میں نے حضرت پیرزادہ صاحب کو اپنی اس حالت کی اطلاع کی۔ انہوں نے جواب
میں لکھا کہ کوشش کرو کہ محبوب حقیقی جل شانہ کے سوا تمہارے دل کی نظر میں
کسی اور کا نام نشان باقی نہ رہے۔ میں متفکر ہوا کہ میری نظر میں تو غیر موجود ہے۔ اور
محبت محبوب کا نتیجہ نسیان ماسوئ ہے۔ میں اسی فکر میں تھا کہ الہام ہوا نسیان
ماسوئ ولایت میں ہوتا ہے۔ یہ معیت حبی دوسری چیز ہے کہ نبوت سے اس کا
استفادہ ہوتا ہے۔ آیہ وَيُحِبُّونَهُ اسی سرچشمہ سے متعلق ہے اور اللهُ مَعَنَا
اسی مقام سے ناشی ہے اور ایک زمانہ ہوا کہ وہ نسیان ماسوئ کا مقام تو بطفیل
تمہارے شیخ کے ایک مدت ہوئی کہ شیخ کی خدمت میں حاصل ہو چکا ہے۔ جو منزلوں
دور رہ گیا ہے واقعہ بھی ایسا ہی تھا +

اس کے بعد میں حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہٗ کے مزار پر حاضر ہوا اور [illegible] کے ساتھ بوسہ دیا۔ آپ کی قبر سر تا پا شکستگی اور انکساری کا نمونہ تھی میں آپ کے روبرو بیٹھ کر مراقب ہوا۔ آپ اسپ تازی پر سوار مزار سے باہر نکلے نصف قبر کے باہر تھے اور نصف اندر۔ پھر آپ نے گھوڑے کو وہیں ٹھیرایا اور فرمایا کہ نسبت بیعت جتی کہ خواجہ محمد باقی نے تم کو دی ہے انھوں نے مجھ سے لی ہے اور یہ نسبت میری نسبت خاص ہے اس کو اچھی طرح محفوظ رکھو اور یہیں سے واپس ہو جاؤ اور گوشہ نشین رہو اور لوگوں کے گھروں کو جانا آنا ترک کرو۔ جو تمنا تمہاری اس سفر میں ہے اُس سے بہتر اسی گوشہ نشینی میں مل جائیگی۔ میں نے عرض کیا کہ جب میں سفر کر کے یہانتک آچکا ہوں تو ایک دفعہ اکبرآباد تک جانا چاہتا ہوں اس کے بعد انشاء اللہ تعالے جس طرح کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے عمل کروں گا۔ ارشاد ہوا کہ جاؤ اور جلدی سے واپس آؤ۔ یہ معلوم نہ ہوا کہ حضرت کے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلنے اور گھوڑے کو آگے نہ بڑھانے کی کیا وجہ تھی۔ پھر میں نے ہمارے حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کے حجرہ کی جو حضرت خواجہ قطب الدین کاکی کے مزار سے متصل ہے زیارت کی حضرت اس میں قیام فرمایا کرتے تھے اور نصف شب کو حضرت خواجہ قطب کے مزار پر آکر شب تک رہا کرتے تھے۔ مجھے حضرت خواجہ قطب کے اس ارشاد سے حیرت اور تعجب ہوا کہ یہ نسبت ہماری ہے اور خواجہ محمدؒ باقی نے اس کو ہم سے حاصل کیا ہے اگر یہ نسبت چشتیہ تھی تو حضرت خواجہ محمد باقی نے کیوں نہ فرمایا کہ یہ نسبت چشتیہ ہے نقشبندیہ نہیں ہے اس حیرانی میں اکبرآباد پہنچا اور اپنی ضروریات انجام دیں۔ اتفاقاً سلطان وقت نے آخر ماہ شعبان میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رضی اللہ عنہ کی زیارت کا ارادہ کیا اور فقیر کو بھی آپ کی زیارت کا شوق غالب ہوا۔ اس لئے سلطان کے ہمراہ روانہ ہوا اور اجمیر پہنچا اور حضرت خواجہ کی زیارت کی۔ دیکھا کہ ایک بارگاہ شاہانہ شوکت وعظمت اور جاہ وجلال پادشاہانہ کے ساتھ آراستہ پیراستہ ہے اور نوبت شاہانہ بج رہی ہے۔ کثرت ہجوم اور فوجیوں کے ورود اور دیگر مسافروں کے آنے اور پادشاہ کی حاضری کی وجہ سے حضرت کی زیارت ناممکن

ہوگئی ہے میں نا امید ہو کر گھر آیا۔ اور جس امیر کے گھر میں اترا تھا اس سے سارا واقعہ بیان کیا۔ اور زیارت کی ترغیب دی اس نے سو روپیہ ساتھ لئے تاکہ مجاوروں کو دیکر زیارت کریں مگر وہاں کی حالت تھی کہ اگر ہزار روپیہ بھی دیئے جاتے تو زیارت ہونا مشکل تھی کیونکہ باہر کا مجمع اندر جانے کیلئے اور اندر کا ازدحام باہر آنے کی کوشش کرتا تھا بھی آمد و رفت تکلیف دیتی تھی۔ اُس تعلکہ میں بعضوں کا دم نکل جاتا تھا۔ الحاصل وہاں کا ہجوم دیکھنے سے تعلق ہے۔ ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اب کی مرتبہ کوشش بلیغ کے بعد گنبد مبارک میں دخل اور مزار مبارک کو ہاتھ لگانا میسر ہوا۔ اس وقت خیال پیدا ہوا کہ حضرت نے اس ہجوم خلائق کو کیوں پسند فرمایا ہے اگر حضرت نہ چاہتے تو کبھی یہ ہجوم نہ ہوتا۔ ارشاد ہوا کہ یہ غربا اسلام ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ پھر زیارت ہوئی اور کامل ایک شب آنحضرت کی مسجد میں کہ آپ کے مزار کے روبرو سنگ مرمر کی ہے مقیم رہا۔ آخر میں حضرت کی زیارت ہوئی اور پھر وہی خطرہ دل میں گھیر رہا اور زبان سے بھی نکل گیا کہ یا حضرت یہ ہجوم در کثرت خلق آپکی نسبت کا کیوں مانع نہیں ہوتا۔ فرمایا ہم کو ممالک ہند کا قطب الاقطاب بنایا ہے اور حاجات خلق کو پورا کرنا ہم سے متعلق ہے اسلئے خلق کو ہماری طرف رجوع کرنا اور ہم کو امرحق کی تکمیل کرنا ضروری ہے اور جمع بین البحرین کی قوت ہم کو دی گئی ہے اس کے بعد فرمایا کہ جو نسبت خواجہ قطب الدین نے خواجہ محمد باقی کو دی اور انہوں نے تم کو دی وہ میری نسبت ہے اس کی حفاظت کرو میں نے عرض کیا کہ یا حضرت میں اس نسبت کو نسبت خواجگان نقشبند جانتا تھا اور خواجہ قطب کے ارشاد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسبت چشتیہ ہے فرمایا کہ یہ نسبت خواجگان نقشبند کی ہے خواجہ یوسف ہمدانی کی روحانیت نے مجھے دی تھی۔ سہ بارہ پھر زیارت ہوئی ارشاد ہوا کہ وطن کو جاؤ اور خلوت اختیار کرو اور لوگوں کے گھروں کی آمد و رفت ترک کرو اور تکلیف برداشت کرو۔ پھر میں واپس ہوا اور دہلی آیا اور حضرت سلطان المشائخ کی زیارت کی دیکھا کہ ایک محبوب نازنین کیطرح آپ بستر عیش و عشرت پر آرام فرما رہے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ معیت حق کے اگرچہ یعنی ہیں کہ طرفین سے محبت برابر ہو مگر ہم پر محبوبیت غالب ہے۔ اور فرمایا کہ بموجب معیت بزرگاں آپ گوشہ نشین ہوں اور صبر و تحمل تکالیف پر کرو +

دہلی سے واپسی کے وقت زیارت قدم مبارک رسالت پناہ سے مشرف ہوا۔ مجاورین جو پانی اس قدم پاک پر ڈالتے ہیں میں نے اپنے منہ سے پیا اسوقت گریہ رقت بہت پیدا ہوئی اور موت کی بشارت ملی۔ پھر وہاں سے نکلا اور حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی زیارت کا ارادہ کیا تصور ی

دور گیا تھا کہ معلوم ہوا کہ اسی باغ میں حضرت خواجہ کا مزار شریف ہے میں وہاں داخل ہوا اور قدمبوسی
کی اور حضرت کے احوال و الطاف سے بہرہ ور ہوا۔ پھر دہلی سے روانہ ہو کر پانی پت پہنچا اور حضرت
...قدس سرہٗ کی زیارت کی سعادت حاصل کی اور ان کی بے انتہا مہربانیاں و شفقتیں
مشاہدہ کیں۔ پھر شیخ شرف بو علی قلندر کی زیارت سے سربلند ہوا۔ الطاف و اشفاق کے بعد فرمایا
کہ ابھی تو نہ کوئی تکلیف کی بات ہے اور نہ کچھ صبر کا موقع بیشک چند روز آپکے ارشاد کے مطابق
گذرے، اس کے بعد سے تکالیف پیش ہوئیں اور صبر و تحمل کرنا پڑا +

واقعہ ایک رات واقعہ میں دیکھا کہ تمام عالم آراستہ و پیراستہ ہے اور میں ایک
راستہ سے جا رہا ہوں جتنا آگے جاتا ہوں اسی قدر وہ راستہ گہرا ہوتا جاتا ہے میں اس راستہ سے
واپس ہوا اور دوسرے راستہ سے روانہ ہوا دیکھا کہ کعبہ مکرمہ ہے اور سیاہ غلاف اس پر پڑا ہوا ہے
یہ طرف پشت کعبہ کی تھی کہ کعبہ کے پہلو میں ایک دروازہ نظر آیا میں اس میں داخل ہوا تو کعبہ کے درو
پہنچا دیکھا کہ ایک دروازہ وسیع عالی شان ہے اور جامہ سیاہ دروازہ پر پڑا ہوا ہے فقیر نے کپڑا
اٹھایا دیکھا کہ اس کی دیواروں پر توریت اور انجیل کی آیات لکھی ہوئی ہیں میں نے وہ آیات
پڑھیں اور پردہ چھوڑ دیا اور وہاں سے مجھ کو بلندی پر پہنچا دیا گیا کہ وہاں پانی اور تری کا نام و
نشان بھی نہ تھا اور عالم مثال جلوہ گر نہ ہوا۔ وہاں اشیا کا ظہور ہوا اور بہت کچھ دعوتیں دی
گئیں اس کے بعد میں نے اس واقعہ کی تعبیر یہ لی کہ فقیر ولایت احمدی سے ولایت موسوی
اور ولایت عیسوی کی طرف روانہ ہوا ہے۔ یہ واقعہ اور تعبیر حضرت مخدوم زادہ خواجہ
محمد سعید سے عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ فقیر بھی تمہارے خیال سے متفق ہے +

اور اولاً و آخراً سردار اولین و آخرین حضرت محمد مصطفےٰ اور اُن کے آل اور
اصحاب سب پر درود اور سلام ہو۔ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے کتاب **حضرات القدس**
جو مقامات اکابر نقشبندیہ اور مراتب بارگاہ احمدیہ کے بیان میں ہے ختم ہوئی! اور اللہ تعالےٰ
ہی ہر چیز کو جانتا ہے +

الحمد للہ کہ کتاب حضرات القدس دفتر دوم

باختتام رسید

قطعۂ تاریخ

...اب مولوی غلام محمد صاحب عرف صوفی صاحب قبلہ حیدرآبادی مرید و خلیفہ حضرت مولانا خواجہ احمد حسین خانصاحب قادری نقشبندی امروہوی مترجم جلد اول کتاب ہذا

...ع شد چوں نسخۂ فرخندہ فال | نام او حضرات قدس اند رشال
...س از فیض مرشد برحق غلام | گلشن فیض مجدد گفت سال
١٣ ١٤ هـ

قطعۂ تاریخ ترجمہ

...ب حافظ قاری محمد عبد الکریم صاحب خطیب و امام مسجد حاجی ٹیپو خان قادری نقشبندی حیدرآبادی مرید و خلیفہ حضرت مترجم صاحب ممدوح

...نیف شیخ بدر الدین | حضرت القدس اکسیر اقی است
...لاب و سالکان طریق | پے بہ پے از مدام حق ساقی است
...ش کردہ پیر و مرشد من | سیر او انفسی و آفاقی است
...ت تاریخ ، حافظ قرآن | خاندان مجددی باقی است
١٣ ١٤ هـ

قطعۂ تاریخ

...ب مولوی محمد عبد الرحمن صاحب خطیب و امام مسجد منار پٹی قادری نقشبندی مجددی حیدرآبادی مرید خلیفہ ممدوح

...بع شد ایں نسخۂ نایاب تصوف | از دیدن او گشتہ مہتاب دلان عید
...ہرچہ خوب ست بہ تاریخ و وقائع | ہرکس بدیدہ ہمہ تاریخ پسندید
١٣ ١٤ هـ

قطعۂ تاریخ طبع

...صاحب مولوی عزیز احمد صاحب نقشبندی مجددی واحدی انجنیئر ضلع سکٹ مرید خلیفہ ممدوح

...ت قدس جامع ہر علم و ہر کمال | ایں دولت عجیب و خزینہ است لازوال
...ترجمہ نمودہ شد از بہر طالباں | گفتم عزیز از پے تاریخ سال حال
١٣ ١٤ هـ

قطعۂ تاریخ ترجمہ

از جناب مولوی محی الدین شریف صاحب قادری نقشبندی حیدرآبادی مرید و خلیفہ حضرت مترجم صاحب ممدوح

چو بدر الدین علامہ سرہندی | بحالِ خواجگانِ نقشبندی
مصنف کرد یک تاریخ نایاب | ندا آمد مرا باغ بلندی
۱۳۴۰ھ

قطعۂ تاریخ ترجمہ

از جناب منشی محمد وزیر علی صاحب قادری نقشبندی [illegible]

این نسخۂ تاریخ [illegible]

[illegible] ندا آمدہ مرغوب طبائع
۱۳۴۰ھ

قطعۂ تاریخ

از جناب حافظ خواجہ محمود حسن خانصاحب قادری نقشبندی امروہوی

شدہ چوں ترجمہ تاریخ نایاب | کتابے لاجوابے در مقفو
نمودم فکر چوں از بہر تاریخ | بگفتہ قلب، التاریخ محمود
۱۳۴۰ھ

قطعۂ تاریخ طبع کتاب

از جناب خواجہ مولوی محمد صدیق صاحب قادری نقشبندی مجددی حیدرآبادی

جناب شیخ بدر الدین بنمود | چو تصنیف کتاب بین تاریخ
مرتب ترجمہ خواجہ نمودند | رقم کردم پئے طبع عین تاریخ
۱۳۴۱ھ

تاریخ طبع کتاب از جناب حافظ شیخ رفیع الدین صاحب قادری نقشبندی امروہوی

در کوچۂ خودکامی دنیا و نہ دیں باید | ہاں توشۂ رفیع الدین قرات یقین باید
جام است اگر جمشید از دو ماند بحیرت | ارباب حقائق را تاریخ جبین
۱۳۴۱ھ

تمام شد